

منشورات علمیہ

فریدیکسٹال لاہور کی یک سالہ اشاعتی خدمات کی نظر میں

تصانیف مولانا ابوالخیر محمد شیر کوٹلوی

۶/۶۰	طب و روحانی	۲۴/-	جلد دوم چاسک	خدایت اول
۶۵/-	فتاویٰ عالمگیری	۲۴/-	"	" دوم
۶۰/-	جزائرا و باہرہ	۲۴/-	"	خلیب
۲۴/۰	زلف و زنجیر اول	۲۴/-	"	و حفظ اول
۱۳/۵۰	ذکر البھر	۲۴/-	"	" دوم
۳۰/-	کوشا الخیرات	۲۴/-	"	" سوم
۵/-	نسیم رحمت	۲۴/-	"	" چہارم
۶۵/-	آئینہ الکلمات اول (ترجمہ مولانا محمد سیف نقشبندی)	۲۴/-	"	خدایت اول
۲۴/-	مسند امام اعظم	۲۴/-	"	آگاہانہ نور کا
سالہ دوس کے اشاعتی منصوبے اپنے آپ کی نظر میں		۲۴/۵۰	"	عورتوں کی حکایات
	اشعہ الامعات جلد دوم، سوم	۲۴/-	"	سچی حکایات اول
	بخاری شریف مکمل ترجمہ تین جلدوں میں	۱۶/۵۰	"	جلد دسٹ کور
	ریض الصائمین مترجم مکمل دو جلدوں میں	۱۸/-	"	" دوم
	تذی شریف	۱۸/-	"	" سوم
	ابوداؤد شریف	۱۵/-	"	" چہارم
	سنن مولانا دم مترجم بخشی مکمل چھ جلدوں میں	۱۵/-	"	" پنجم
	ذکر الاولیاء	۱۶/۵۰	"	سنن کی حکایات
	دلائل المسائل، فقہ الفقہ (فقہ اعظم کوٹلوی)	۱۲/-	"	شطان کی حکایات
	علمائے اہل سنت کی حکایات (ابوالخیر کوٹلوی)	۱۵/-	"	عجائب الہیہ و عجائب الہیہ
	جامع البیروت (اصحیح مولانا محمد سیف کوٹلوی)	۱۶/۵۰	جلد پارچہ	ناراضی دماغ (فقہ اعظم کوٹلوی)
	شرح شہستان ضامن مکمل ۴ جلد	۲۶/-	جلد دسٹ کور	الندرق
	فیوض یزدانی	۲۴/-	جلد دوم چاسک	سنن شریف زبور (سنن شریف کوٹلوی)
	روح تصوف (از سید غوث شاہ محمد گیلانی)	۱۵/-	جلد پارچہ	پہارا اسلام

مولانا ابوالخیر محمد شیر کوٹلوی کی ساری تصانیف میں ہر کتاب پر چھاپن ہر فن پر چھاپے ہاں دستیاب میں، رابطہ کے لئے تحریر کیجئے :

فریدیکسٹال ۴۰- اردو بازار، لاہور

اشعۃ اللمعات

(میری نگاہ میں)

آ محمد مصطفیٰ کے نور کی مشکوت دیکھ
ابصیر کی نگہ سے اُن کی سچی ذات دیکھ
دیکھنا ہو گر سعید نقش بندی کا کمال
آج اے قربان اُس کی اشعۃ اللمعات دیکھ

علامہ قربان سے نقلی

اشرفی بک ڈپو

صدر بازار راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام

اشرفی بک ڈپو

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف

عارف باللہ شیخ مفتی محمد مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی

اردو ترجمہ حواشی

حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

خلیفہ مجلس مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

دکن پاکستان سی سی ڈی لاہور

ہشر

فریدیک سٹال، مہارود بازار، لاہور (پاکستان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 جو کہ نزل شدہ ہے اور جو کہ نہیں
 اُسے لے لاور جس سے منع کریں اسے باز نہ رہا (قرآن مجید)

الکیمیہ شریعہ

شرح مشکوٰۃ

تصنیف مبینہ

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ

اردو ترجمہ و حواشی

حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

خلیب ملیح صاحب حضرت مولانا گنج بخش پور غفرہ ہجو
 دکن پاکستان مئی ۱۹۸۰ء
 ناشر

فریدیک سٹال، ۲۰۲ اردو بازار، لاہور (پاکستان)

(محمد حنیفی تاشر محمد علی)



کتاب	اشعۃ اللمعات اردو جلد اول
تصنیف	شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ و تہذیب و حواشی	مولانا محمد سعید احمد نقشبندی خلیفہ جانا مسجد
	حضرت وقار گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
کتابت	عاجی محمد داود حضرت کیلیا نوالہ شریف
پروف ریڈنگ	مولانا محمد سعید احمد نقشبندی
ناشر	فرید بک سٹال، ۴۴، لہور بازار، لاہور
سال اشاعت	جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ
	اپریل ۱۹۸۱ء
تعداد	ایک ہزار
مطبع	جنرل پرنٹرز ۲۲، ریڈیو گن سٹریٹ، لاہور
قیمت	۲۵ روپے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مختصر فہرست مضامین کتاب مستطاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ اردو جلد اول

نمبر شمار	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۳۶	۳۵
۲	۴۶	۵۱
۳	۵۲	۶۲
۴	۶۳	۱۲۶
۵	۱۲۷	۱۳۹
۶	۱۴۰	۱۹۳
۷	۱۹۴	۴۸۲
۸	۴۸۳	۵۳۲
۹	۵۳۳	۷۴۴

فہرست سوانح حضرت شیخ مقدس سرہ

۶۷	باب کی انوش میں	۲۰	۴	۱	مفصل فہرست کتاب
۶۹	بیت الی تعلیم	۲۱	۵	۲	عرض مترجم غفرلہ
۷۲	شرح حدیث طلب علم کی حیثیت سے	۲۲	۵۰	۳	ناشر کتاب
۷۵	عقلمدار پاک	۲۳	۵۱	۴	تقریحات و تصدیقات علماء و کرام
۷۸	عبادت و ریاضت کی ابتدا	۲۴	۵۲	۵	حضرت مولانا ناصر الدین صاحب دام فیضہ
۸۱	علمی و علمی کی کیفیت	۲۵	۵۳	۶	حضرت مولانا مفتی محمد حسین نمبر صاحب
۸۴	شرح تفسیر محمد بن عبد اللہ بن عباس کی طرف سے	۲۶	۵۴	۷	اس حضرت مولانا تمام رسول صاحب
۸۷	عقلمدار پاک	۲۷	۵۵	۸	حضرت مولانا سید جلال الدین شاہ صاحب
۹۰	شرح کی تعلیم و تربیت	۲۸	۵۶	۹	حضرت مولانا علامہ رشید محمود احمد رضوی صاحب
۹۳	میرزا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں	۲۹	۵۷	۱۰	حضرت مولانا محمد نواز صاحب
۹۶	عجاز سے دعا کی	۳۰	۵۸	۱۱	حضرت مولانا مفتی محمد رشاد الہی صاحب
۹۹	شرح حدیث کے روحانی سرشار	۳۱	۵۹	۱۲	عقلمدار پاک محمد موسیٰ انور سری صاحب
۱۰۲	والدہ ماجدہ سے بیت	۳۲	۶۰	۱۳	عقلمدار پاک حضرت شیخ محقق قدس سرہ
۱۰۵	شرح عبدالواہب متقی سے ولادت	۳۳	۶۱	۱۴	نسب
۱۰۸	حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں	۳۴	۶۲	۱۵	حضرت شیخ کے والد ماجد
۱۱۱	سلسلہ قادریہ سے خصوصی تعلق	۳۵	۶۳	۱۶	شرح امان اللہ پانی پتی رحمہ اللہ
۱۱۴	وصال مبارک	۳۶	۶۴	۱۷	شرح سیف الدین شیخ امان کی خدمت میں
۱۱۷	شرح حدیث کا مکمل درر اور کتب خانہ	۳۷	۶۵	۱۸	علامت و وفات
۱۲۰	تسلیت	۳۸	۶۶	۱۹	شرح حدیث کی دلالت اور ابتدائی تعلیم

۱۱۳	توسل و استغاثات	۵۱	۹۹	حدیث	۳۹
۱۱۵	شعاعت	۵۲	۱۰۰	اشہ المعات	۴۰
۱۱۶	مختل میلاد	۵۳	۱۰۱	لمعات التفتیح	۴۱
۱۱۶	فاتحہ و ایصال ثواب	۵۴	۱۰۲	حضرت شیخ کے عقائد	۴۲
۱۱۶	بحرین بزرگان	۵۵	۱۰۳	علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۴۳
۱۱۸	منازل شہید قیامی اور حضرت بنی	۵۶	۱۰۴	اشیاء و مشرق	۴۴
۱۱۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گائیہ نہ تھا	۵۷	۱۰۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مافرو نامہ ہونا	۴۵
۱۱۹	دور سے مذاکرنا	۵۸	۱۰۹	حیات انبیاء و اولیاء	۴۶
۱۱۹	میراج جہان	۵۹	۱۱۰	مردوں کا سستا	۴۷
۱۱۹	روایت باری تعالیٰ	۶۰	۱۱۱	زیارت قبور	۴۸
۱۲۰	اعلاؤ شان رسالت	۶۱	۱۱۲	زیارت دوسرے ائمہ	۴۹
۱۲۵	سرکار غوثیت	۶۲	۱۱۳	سفر زیارت	۵۰



مفصل فہرست کتاب مستطاب اشعۃ اللمعات اردو جلد اول

نمبر شمار	مطاب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطاب و مضامین	صفحہ
۱	خطبہ	۱۲۷	۱۷	حدیث مرسل	۱۲۹
۲	وجہ تصنیف	"	۱۷	ارسال	"
۳	مقدمہ	۱۲۸	۱۸	حدیث منقول	"
۴	حدیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کا نام ہے۔	"	۱۹	درس حدیث	"
۵	حدیث مرفوعہ	"	۲۰	مضطرب حدیث	۱۳۰
۶	حدیث موقوف	"	۲۱	تنبیہ	"
۷	مقطوع	"	۲۲	روایت بالمسنن کا حکم	"
۸	اثر	"	۲۳	حُفَظَہ	"
۹	وصل سند	"	۲۴	مضعن حدیث	"
۱۰	متن حدیث	"	۲۵	سند حدیث	"
۱۱	حدیث متصل	۱۲۹	۲۶	وصل	"
۱۲	انقطاع	"	۲۷	شاذ، منکر و معطل حدیث	"
۱۳	منقطع حدیث	"	۲۸	شاذ	"
۱۴	حدیث معنی	"	۲۹	راج	"
۱۵	تعلیق	"	۳۰	محذوف	"
			۳۱	ضیف حدیث	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۳۲	مردود حدیث	۵۶	۱۳۰	مردود حدیث	۲۷
"	مردوک	۵۷	۱۳۱	منکر و مردود میں فرق	۲۲
۱۳۳	فقہ راوی	۵۸	"	شاذ و مخوف میں فرق	۲۴
"	مبہم راوی کی روایت	۵۹	"	منکر حدیث	۲۵
"	بدعت	۶۰	"	مطلی	۳۶
"	بتدرج کی حدیث مردود ہے	۶۱	"	متابع اور شاہد	۲۷
"	بتدرج سے افند حدیث میں محدثین کا اختلا	۶۲	"	وصل	۲۸
۱۳۴	وصل	۶۳	"	صحیح جن ضعیف	۲۹
"	ضبط کے درجہ طعن بھی پانچ ہیں	۶۴	"	صحیح حدیث کی تعریف	۴۰
"	مطلی حدیث	۶۵	"	صحیح لذات	۴۱
"	تدرج حدیث میں امام دارقطنی کا ارفع مقام	۶۶	"	صحیح فیرو	۴۲
۱۳۵	ستورہ مدس اور مرسل احادیث کا حکم	۶۷	"	حسن	۴۳
"	وصل	۶۸	"	حسن لذات	۴۴
"	غریب احادیث	۶۹	"	حسن فیرو	۴۵
"	عزیز، مشہور و مستفیض حدیث	۷۰	"	ضعیف حدیث	۴۶
"	متواتر حدیث	۷۱	۱۳۲	ضبط و عدالت	۴۷
"	غریب حدیث کی تحقیق اور اس کا حکم	۷۲	"	عدالت کا معنی	۴۸
"	وصل	۷۳	"	مروت کا معنی	۴۹
"	ضعیف حدیث	۷۴	"	عدلی روایت اور عدلی شہادت	۵۰
۱۳۶	ایمخ ترین سند	۷۵	"	ضبط کا معنی اور اس کے اقسام	۵۱
"	تجسس، امام ترمذی کی عدالت اور ایک	۷۶	"	وصل	۵۲
"	اشکال کا جواب	۷۷	"	عدالت اور اس کے درجہ طعن	۵۳
"	وصل	۷۸	"	درجہ طعن پانچ ہیں، اکثریت، اجماع، کثرت،	۵۴
"	صحیح لذات کی صحت پر سب کا اتفاق	۷۹	"	فسق تراوی، جہالت، راوی کا چرچہ جی ہونا	۵۵
۱۳۷	وصل	۸۰	"	ان پانچ درجہ کے معانی	۵۵

نمبر شمار	مطالعہ مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالعہ مضامین
۸۰	حدیث صحیح کے درجات صحت میں فرق و تفاوت ہے۔	۱۳۸	۹۸	امام بخاری کے شرائط کے پانچ جنسبات
۸۱	امام بخاری کی صحیح سب کتب حدیث میں زیادہ صحیح ہے۔		۹۹	امام بخاری کی بیعت
۸۲	اس کی وجہ		۱۰۰	آپ کی تالیفات
۸۳	مستوفی علیہ حدیث		۱۰۱	صحیح بخاری کی درجہ تصنیف
۸۴	صحیح احادیث کی تعداد		۱۰۲	امام بخاری کو خطاب میں حضور کی زیادت نہ
۸۵	وصل		۱۰۳	حضور کا ارشاد
۸۶	صحیح احادیث صرف بخاری و مسلم میں ہی منحصر نہیں ہیں		۱۰۴	آپ نے صحیح کی تالیف طائے کتب میں کی
۸۷	مستدرک حاکم ابو عبد اللہ شیبانی		۱۰۵	آپ نے صحیح کے ترجمہ میں بھی ایک نسخہ کر رکھا ہے
۸۸	وصل		۱۰۶	تصنیف صحیح میں امام بخاری کی اہمیت
۸۹	کتب صحاح ستہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابی یوسف، سنن ابن ماجہ، و امام بخاری بیعت اللہ علیہ کے حالات۔	۱۳۹	۱۰۷	صحیح بخاری کے مستوفی اثر حدیث کے سب سے
۹۰	نام و کنیت اور پھر نسب		۱۰۸	و فتح آیات و طبقات اور عمل شکایات کی
۹۱	آپ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں		۱۰۹	صحیح بخاری کا ختم
۹۲	امام مسلم کی امام بخاری سے خصوصیت و تلافیت		۱۱۰	امام بخاری ستیجاء المحدثات بزرگ تھے
۹۳	اثر حدیث کا امام بخاری کو فرائض تھیں		۱۱۱	امام بخاری کی وفات شب جمعہ
۹۴	امام بخاری کے والدہ محترمہ مستجابہ اللہ	۱۴۰	۱۱۲	عاصم بن امام کافتر
۹۵	امام بخاری کی والدہ محترمہ مستجابہ اللہ		۱۱۳	امام صاحب کی ترقی کردہ اہل امور و احکام
۹۶	علم حدیث کی تحصیل کے لئے آپ نے متعدد		۱۱۴	امام بخاری کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں نے
۹۷	اسلامی مکتوں کے سفر اختیار کئے۔		۱۱۵	سے خواجہ بن علی و دیگر علماء کی مدد سے
				اصلاح کر رہے ہیں۔
				امام بخاری علیہ الرحمہ کی قبر اوس سے کھدائی کی
				خوشخبر
				امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات
				امام و نسب

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۱۶	تحقیق علم کی خاطر آپ کی کیا کیا کتابیں لکھیں گئے اور	۱۴۰	۶	۱۱۶	۱۴۰
۱۱۷	کی کن کن آفریدیں تھیں۔ اخذ فیض کیا	۱۴۱	۱۵۶	۱۱۷	۱۴۱
۱۱۸	آپ سے استفادہ کرنے والے آخر حدیث	۱۴۲	۱۵۷	۱۱۸	۱۴۲
۱۱۹	صحیح مسلم کی اپنی ترین سند	۱۴۳	۱۵۸	۱۱۹	۱۴۳
۱۲۰	صحیح مسلم کی جامعیت و افادیت	۱۴۴	۱۵۹	۱۲۰	۱۴۴
۱۲۱	امام مسلم کی ولادت اور وفات	۱۴۵	۱۶۰	۱۲۱	۱۴۵
۱۲۲	امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے حالات	۱۴۶	۱۶۱	۱۲۲	۱۴۶
۱۲۳	نام و کنیت اور شجر نسب	۱۴۷	۱۶۲	۱۲۳	۱۴۷
۱۲۴	آپ تبیع تابعین میں سے ہیں	۱۴۸	۱۶۳	۱۲۴	۱۴۸
۱۲۵	آپ کے شجر نسب	۱۴۹	۱۶۴	۱۲۵	۱۴۹
۱۲۶	آپ سے استفادہ کرنے والے حضرات	۱۵۰	۱۶۵	۱۲۶	۱۵۰
۱۲۷	آخر حدیث کا آپ کو خروج تھیں	۱۵۱	۱۶۶	۱۲۷	۱۵۱
۱۲۸	امام مالک اور عزت علم	۱۵۲	۱۶۷	۱۲۸	۱۵۲
۱۲۹	شانِ استغفار	۱۵۳	۱۶۸	۱۲۹	۱۵۳
۱۳۰	آپ کا جو دشمن	۱۵۴	۱۶۹	۱۳۰	۱۵۴
۱۳۱	حیدر علیہ السلام کے حالات	۱۵۵	۱۷۰	۱۳۱	۱۵۵
۱۳۲	امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے حالات	۱۵۶	۱۷۱	۱۳۲	۱۵۶
۱۳۳	جائے ولادت	۱۵۷	۱۷۲	۱۳۳	۱۵۷
۱۳۴	آپ کو غلام میں فروغ کیا گیا تھا	۱۵۸	۱۷۳	۱۳۴	۱۵۸
۱۳۵	آپ کے شیوخ و متقدمین	۱۵۹	۱۷۴	۱۳۵	۱۵۹
۱۳۶	آپ کے چند کتب و تصانیف	۱۶۰	۱۷۵	۱۳۶	۱۶۰
۱۳۷	امام احمد بن حنبل کے حالات	۱۶۱	۱۷۶	۱۳۷	۱۶۱
۱۳۸	نام و کنیت اور شجر نسب	۱۶۲	۱۷۷	۱۳۸	۱۶۲
۱۳۹	آپ کی شانِ رفیع، آخر اسلام کی نگاہ میں	۱۶۳	۱۷۸	۱۳۹	۱۶۳
۱۴۰	آپ کے علو مقام کی ایک دلیل	۱۶۴	۱۷۹	۱۴۰	۱۶۴
۱۴۱	حضرت خورشید پاک آپ کے مذہب کے حامل	۱۶۵	۱۸۰	۱۴۱	۱۶۵
۱۴۲	اور پیر و کار میں	۱۶۶	۱۸۱	۱۴۲	۱۶۶
۱۴۳	امام ابو ذر رحمہ اللہ علیہ کے حالات	۱۶۷	۱۸۲	۱۴۳	۱۶۷
۱۴۴	آپ اور آپ کی جمیعت مسکن کی عظمت	۱۶۸	۱۸۳	۱۴۴	۱۶۸
۱۴۵	امام ترمذی کے حالات	۱۶۹	۱۸۴	۱۴۵	۱۶۹
۱۴۶	امام نسائی کے حالات	۱۷۰	۱۸۵	۱۴۶	۱۷۰
۱۴۷	امام ابن ماجہ رحمہ اللہ علیہ کے حالات	۱۷۱	۱۸۶	۱۴۷	۱۷۱
۱۴۸	امام دارمی کے حالات	۱۷۲	۱۸۷	۱۴۸	۱۷۲
۱۴۹	امام دارقطنی کے حالات	۱۷۳	۱۸۸	۱۴۹	۱۷۳
۱۵۰	امام بیہقی کے حالات	۱۷۴	۱۸۹	۱۵۰	۱۷۴
۱۵۱	امام زرین کے حالات	۱۷۵	۱۹۰	۱۵۱	۱۷۵
۱۵۲	امام نسائی رحمہ اللہ علیہ کے حالات	۱۷۶	۱۹۱	۱۵۲	۱۷۶
۱۵۳	امام ابن جوزی کے حالات	۱۷۷	۱۹۲	۱۵۳	۱۷۷
۱۵۴	حضرت شیخ کی ابن جوزی پر تنقید	۱۷۸	۱۹۳	۱۵۴	۱۷۸
۱۵۵	انکارِ مصوفیہ سے امام ابن جوزی کا رجوع	۱۷۹	۱۹۴	۱۵۵	۱۷۹
۱۵۶	جملہ مشکوٰۃ	۱۸۰	۱۹۵	۱۵۶	۱۸۰
۱۵۷	لفظِ ہدایت کے دو معنی	۱۸۱	۱۹۶	۱۵۷	۱۸۱
۱۵۸	سوال و جواب	۱۸۲	۱۹۷	۱۵۸	۱۸۲
۱۵۹	مصاب کتاب معاصی علی السنیہ کے فقر	۱۸۳	۱۹۸	۱۵۹	۱۸۳
۱۶۰	حالات	۱۸۴	۱۹۹	۱۶۰	۱۸۴
۱۶۱	کتاب مشکوٰۃ کی حدیث انما الاعمال بالنیات	۱۸۵	۲۰۰	۱۶۱	۱۸۵
۱۶۲	سے ابتدا کرنے کی وجہ	۱۸۶	۲۰۱	۱۶۲	۱۸۶
۱۶۳	حدیث امر علی بن ابی طالب	۱۸۷	۲۰۲	۱۶۳	۱۸۷
۱۶۴	اس حدیث کے مطالب و مضامین	۱۸۸	۲۰۳	۱۶۴	۱۸۸

صفحہ	مطلب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطلب و مضامین	نمبر شمار
۱۹۲	احال دو قسم ہیں	۱۸۳	۱۸۶	نیت اول کا نفل ہے	۱۹۳
۱۹۳	اور چیز ہے جسے اطلاق و تسلیم بھی کہتے ہیں	۱۸۴	"	ایک عمل میں مختلف نیتیں کرنے سے ہزنت	۱۹۵
۱۹۴	حقیقت ایمان تصدیق قطعی ہے۔	۱۸۵	۱۸۷	پر الگ ثواب ملتا ہے۔	۱۹۶
"	زبان سے اقرار اسلامی احکام کے اجراء کی شرط ہے۔	"	"	اس کی مثال کر سجد میں بیٹھا ایک عمل ہے	۱۹۷
"	فاسق عرصہ ہے۔	۱۸۶	"	گمراہ میں بارہ نیتیں ہو سکتی ہیں۔	۱۹۸
۱۹۴	غلام و مرکب کی روک کر لکھتے ہیں	۱۸۷	"	دنیا کا مسنیٰ	۱۹۹
"	حدیث و احادیث کے مطلب و مضامین	۱۸۸	۱۸۹	عورت کا فتنہ سخت فتنہ ہے۔	۲۰۰
۱۹۵	نقد اسلام کا مسنیٰ۔ لغوی اور شرعی	۱۸۹	"	ہجرت کا مسنیٰ	۲۰۱
۱۹۸	ایمان اعتقاد قطعی کا نام ہے	۱۹۰	"	ہجرت دو طرح کی ہے۔	۲۰۲
"	اسلام و ایمان کے مجسمے کو دین کہتے ہیں	۱۹۱	۱۹۰	فتح مکہ کے بعد ہجرت الی المدینہ کی اہمیت	۲۰۳
"	اسلام کے پانچ ارکان	۱۹۲	"	ختم ہو گئی البتہ دار کفر سے دار اسلام کی	۲۰۴
"	رکن اولیٰ گمراہیوں کی تصدیق	۱۹۳	"	غرض ہجرت قیامت تک ہوتی ہے۔	۲۰۵
"	دوسرا رکن نماز	۱۹۴	"	ہجرت کا خاص مسنیٰ	۲۰۶
۱۹۹	ایمانت صلوٰۃ کا مسنیٰ	۱۹۵	"	مسندہ	۲۰۷
"	تیسرا رکن زکوٰۃ	۱۹۶	۱۹۱	حدیث نیت المؤمن غیر من عملہ کی تائید	۲۰۸
"	چوتھا رکن رمضان شریف کے روزے	۱۹۷	"	اس کی توجیہ و تفسیر میں علماء کے اقوال	۲۰۹
"	روزے کا مسنیٰ	۱۹۸	"	قول اذل	۲۱۰
"	کمال روزہ	۱۹۹	"	دوم	۲۱۱
"	نقد رمضان کا مسنیٰ	۲۰۰	"	سوم	۲۱۲
"	پانچواں رکن حج بیت اللہ	۲۰۱	"	چہارم	۲۱۳
"	استقامت کا مسنیٰ	۲۰۲	"	پنجم	۲۱۴
۲۰۰	اللہ پر ایمان لانے کا مطلب	۲۰۳	۱۹۲	کتاب الایمان	۲۱۵
"	حاکم پر ایمان دانا	۲۰۴	۱۹۳	ایمان کا شرعی مسنیٰ	۲۱۶
"	حاکم کی حقیقت	۲۰۵	"	صداقت کا علم ہونا اور چیز اور اس کی تصدیق	۲۱۷
"	حاکم کی معرفت کی قدرت رکھتے ہیں	۲۰۶	"		

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۲۰۵	ملاقات قیامت	۲۲۸	۲۰۱	اشد کی کتابوں پر ایمان دانا	۲۰۷
"	قیامت کو سامتہ کیوں کہتے ہیں	۲۲۹	"	اسحٰق کی کتابوں کی تعداد	۲۰۸
"	تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام وقوف قیامت کے وقت سے آگاہ تھے۔	۲۳۰	"	رسولوں پر ایمان دانا	۲۰۹
۲۰۶	نَنْتَلِدُ الْأَعْمَىٰ نَبْتًا كَمَا كُنْتَ تَدْعُوهُ	۲۳۱	"	انبیاء علیہم السلام قبل نبوت اور بعد نبوت ہر قسم کے گناہوں سے پاک و معصوم ہیں	۲۱۰
۲۰۷	اس حدیث میں زینبہا انیس سے کیوں وارد ہوا ہے۔	۲۳۲	"	بعض قصے جو معصیت انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہیں بلکہ اصل اور نادرست ہیں	۲۱۱
"	قریب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ کچھ لوگ معزز شاہجہوں کے لوگوں کو کمرشل میں رکھنے کے لئے ذوالفقار کی سیاست	۲۳۳	"	غائب مقرب اپنی ہونے کی علامت ہے۔	۲۱۲
۲۰۸	جبریل کی طرف تعلیم کی نسبت کی وجہ	۲۳۵	۲۰۲	حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کا مطلب	۲۱۳
۲۰۹	غلوں سے پہنچ چیزوں کے علم کی غنی علم ذات کے اعتبار سے ہے۔	۲۳۶	"	آخرت پر ایمان	۲۱۴
"	حدیث سے مطلب و معانی	۲۳۷	"	تقدیر پر ایمان	۲۱۵
۲۱۰	حضرت امین رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	۲۳۸	"	تقدیر کا مفہوم	۲۱۶
"	حدیث سے مطالب و معانی	۲۳۹	"	تقدیر میں بحث و مناظرہ منہج ہے	۲۱۷
"	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	۲۴۰	۲۰۳	احسان کا معنی	۲۱۸
۲۱۱	راستے سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔	۲۴۱	"	مشاہدہ	۲۱۹
"	حیا کا بیان	۲۴۲	"	مراقبہ	۲۲۰
۲۱۲	حیا کا معنی از سیدہ عائشہ حضرت عبید بن جریج	۲۴۳	"	حاجت و حاجات کے تین مرتبے	۲۲۱
"	حدیث سے مطالب و معانی	۲۴۴	۲۰۴	احسان قصوت کی اصل ہے	۲۲۲
"	حضرت عبداللہ بن عمرو کے فقر و عداوت	۲۴۵	"	نماز مشاہدہ قرات اہلی کا سبب ہے	۲۲۳
۲۱۵	غابری ہجرت اور باطنی ہجرت	۲۴۶	"	غزوات میں حضور قلب کیسے حاصل کرتا ہے	۲۲۴
"	المہاجرین من ہجر کا مقصد	۲۴۷	"	دن کی بنیاد اور اس کا کمال تین چیزوں پر ہے	۲۲۵
			"	تعبوت اور عبادت کا ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں	۲۲۶
			۲۰۵	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۲۷

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۲۴۹	حدیث و مطالب و معانی	۲۱۵	۲۴۸	حضرت ابو موسیٰ اشعری کے مختصر حالات	۲۲۱
۲۵۰	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات	۲۱۶	۲۴۹	اپنی لڑائی آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے	
۲۵۱	کمال ایمان کے لئے سب سے بڑا کھڑا		۲۴۸	حاصل کے لئے دوسرے اجر کی وجہ	
۲۵۲	محبت کی قسمیں		۲۴۷	حدیث و مطالب و معانی	۲۲۲
۲۵۳	ایک محبت فخری		۲۴۶	تبادلہ فائدہ کے ذریعے فرائض اسلام کے	۲۲۳
۲۵۴	دوسری محبت اختیاری		۲۴۵	محکم کے مفادات بھی جہاد کا لازم جزو ہے	
۲۵۵	حضور علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ		۲۴۴	اس حدیث میں اسکان اسلام میں سے موت	
۲۵۶	محبت ہونے کا منہدم		۲۴۳	مکر شہادت اور نماز و روزہ کی تخصیص کی وجہ	
	محبت رسول کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ		۲۴۲	عہد و زمانہ کی توجہ قبول ہے اس بارے	
			۲۴۱	میں علماء کی تحقیق	
۲۵۷	محبت کا ثبوت یا حجت ہونا ہے یا احسن	۲۱۷	۲۴۰	حدیث و مطالب و معانی	۲۲۴
۲۵۸	اللہ تعالیٰ نے حضور صل اللہ علیہ وسلم کو معرفت	۲۱۸	۲۳۹	عقود و مکتبہ کی تحقیق	
	کی قوت عطا فرمائی ہے		۲۳۸	مکتبہ تحفہ و کامیابی اور تفسیر	
۲۵۹	حدیث و مطالب و معانی		۲۳۷	حدیث و مطالب و معانی	۲۲۵
۲۶۰	تین چیزیں عبادت ایمان کے محسوس ہونے		۲۳۶	لا انشید علی حدیث	۲۲۶
	کا ذریعہ ہیں		۲۳۵	حدیث و مطالب و معانی	
۲۶۱	حدیث و مطالب و معانی		۲۳۴	تذکرہ حضرت سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	
۲۶۲	حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	۲۱۹	۲۳۳	استقامت کا لغوی اور شرعی معنی	۲۲۷
۲۶۳	خبر شہادت شہان سے پاک رنگ معانی		۲۳۲	ارباب فریفت کے نزدیک استقامت کا	
	لغزوں سے بھی لطف انداز ہوتے ہیں		۲۳۱	حدیث و مطالب و معانی	
۲۶۴	حدیث و مطالب و معانی	۲۲۰	۲۳۰	تذکرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ	۲۲۸
۲۶۵	حضور صل اللہ علیہ وسلم کی عزت و رسالت کا		۲۲۹	نہ	
	منکر کا خیر ہے		۲۲۸	عقود و مکتبہ کا معنی	
۲۶۶	حدیث و مطالب و معانی		۲۲۷	بعض شرائع پر تنبیہ	۲۲۹
			۲۲۶	حدیث و مطالب و معانی	۲۳۰

صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار
۲۳۹	توحید باری تعالیٰ	۲۰۹	۲۸۹	تذکرہ ابن عباس رضی اللہ عنہ	۲۸۹
"	بسم اللہ الموت پر ایمان	۳۱۰	۲۹۰	لفظ مرجأ اور ابط و سہل کا معنی	۲۹۰
۲۴۰	اللہ تعالیٰ ہر نفس و حبیب سے پاک ہے	۳۱۱	۲۹۱	قبیلہ مضر	۲۹۱
"	حدیث ۱۵۰ مطالب و معانی	۳۱۲	۲۹۲	صحابہ کرام کا ادب	۲۹۲
"	لفظ قالہ صحر کی تحقیق و تفسیر	۳۱۳	۲۹۳	لفظ مضم، ذبا و غیر اور زنت کی تحقیق	۲۹۳
۲۴۱	حدیث ۱۵۰ مطالب و معانی	۳۱۴	۲۹۴	ان بڑوں کے استعمال کی حرمت ابتدائے علم	۲۹۴
"	صبر کا معنی	۳۱۵	"	میں حق بعد میں منہ پر جو گئی	"
۲۴۲	اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر ملے کا مطلب	۳۱۶	۲۹۵	حدیث ۱۵۰ مطالب و معانی	۲۹۵
"	سبور و عجم میں فرق	۳۱۷	۲۹۶	تذکرہ حضرت عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ	۲۹۶
"	حدیث ۱۵۰ مطالب و معانی	۳۱۸	۲۹۷	بیعت کا معنی	۲۹۷
"	حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	۳۱۹	۲۹۸	شرک باللہ، چوری، زنا نقل، ناحق اور پستی	۲۹۸
۲۴۳	معرفة الرعل کا معنی	۳۲۰	"	طراری کی کیفیت	"
"	ایک اشکال کا جواب	۳۲۱	۲۹۹	دار تکب معصیت پر نمر کے بارے میں	۲۹۹
۲۴۴	حدیث ۱۵۰ مطالب و معانی	۳۲۲	"	اہل سنت کا نمک	"
"	بیک کا معنی	۳۲۳	"	بھڑکنا کا معنی	"
"	صدق دل سے ایمان لانے والا آتش دوزخ	۳۲۴	"	حدیث ۱۵۰ مطالب و معانی	"
۲۴۵	پر حرام ہے اور اس میں کجی کی تفسیر	۳۲۵	۳۰۰	حضرت ابوسعید خدری کے مختصر حالات	۳۰۰
"	ظلم کی بات چھپا، حرام ہے	۳۲۶	"	لفظ مضمی کی تحقیق	"
"	حدیث ۱۵۰ مطالب و معانی	۳۲۷	۳۰۱	مجموعہ رسالت میں محمد بن خضر کی اجازت	۳۰۱
۲۴۶	تذکرہ حضرت ابوذر خضاری رضی اللہ عنہ	۳۲۸	"	سے مسجد میں آئی تھیں	"
۲۴۷	لفظ رطم کا معنی اور استعمال	۳۲۹	۳۰۲	دور رخ میں مردوں کی نسبت عمر میں زیادہ	۳۰۲
"	رومن قاصد بھی مغزرت کا اہل ہے	۳۳۰	"	تعداد میں جاہل کی	"
"	صحابہ و تابعین اور کلام سنت کا یہی معنی ہے	۳۳۱	۳۰۳	بیعت کا معنی اور اس کا حکم	۳۰۳
"	اس بارے میں مختصر کے شہادت اومان	۳۳۲	۳۰۴	عبادت کی کثرت دین کی قربانی کا ذریعہ ہے	۳۰۴
"	کا جواب	۳۳۳	۳۰۵	حدیث ۱۵۰ مطالب و معانی	۳۰۵

نمبر شمار	مطلب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطلب و مضامین	صفحہ
۳۳۱	حدیث ۳۳۱ مطلب و مضامین	۲۴۸	۳۴۹	یہ حدیث جوامع الکلم میں ہے	۲۵۰
۳۳۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ اللہ اور روح القدس کہنے کی وجہ سے	"	۳۵۰	امام غزالی کا ارشاد	۲۵۰
۳۳۳	حدیث ۳۳۳ مطلب و مضامین	۲۴۹	۳۵۱	حدیث ۳۳۳ مطلب و مضامین	۲۵۱
۳۳۴	تذکرہ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ	۲۵۰	۳۵۲	مسلم وہ ہے جس کی زبان اور لہجہ کسی کو	۲۵۲
۳۳۵	ہجرت اور حج بیت اللہ سے کوٹنے گناہ	"	۳۵۳	لوگ امین میں رہیں	۲۵۸
۳۳۶	معاف ہو جاتے ہیں	"	۳۵۴	حدیث ۳۳۳ مطلب	۲۵۹
۳۳۷	حج کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے حقوق العباد معاف ہو جاتے ہیں	۲۵۱	۳۵۵	امانت سے کیا مراد ہے	"
۳۳۸	وفات کے وقت حضرت عمر بن العاص کا تعلق	"	۳۵۶	حدیث ۳۳۳ مطلب	۲۶۰
۳۳۹	و اضطراب اور اس کی وجہ	"	۳۵۷	تشریحات کی تصدیق و اقرار کا فائدہ	"
۳۴۰	نفل ثانی حدیث ۳۳۳ مطلب و مضامین	"	۳۵۸	حدیث ۳۳۳	۲۶۰
۳۴۱	ان اعمال صالحہ کا ذکر جس سے بندہ بھنی	"	۳۵۹	بھری ہوئی رحمت و غل جنت کا موجب ہے	"
۳۴۲	بنا ہوا آتش و ذرخ سے بچ جاتا ہے	۲۵۲	۳۶۰	حدیث ۳۳۳	"
۳۴۳	سات کی غارت کے فوائد	۲۵۳	۳۶۱	شرک سے بچنے والا بھنی ہے اور مشرک	۲۶۱
۳۴۴	لفظ ذرہ و منام اور جاک کی تحقیق	"	۳۶۲	دورانی	"
۳۴۵	زبان کے کھٹکے	۲۵۵	۳۶۳	حدیث ۳۳۳ مطلب و مضامین	"
۳۴۶	حدیث ۳۳۳ مطلب و مضامین	۲۵۶	۳۶۴	لفظ فقر کا لغت	۲۶۳
۳۴۷	تذکرہ حضرت ابراہیم خلیلی رضی اللہ عنہ	"	۳۶۵	لفظ انکسار کی تحقیق	"
۳۴۸	آپ آفری صحابی ہیں جنہوں نے ملک شام میں وفات پائی	"	۳۶۶	امتناع	۲۶۴
۳۴۹	کمال ایمان کا بیان	"	۳۶۷	فرق اور شبہ میں فرق	"
۳۵۰	حدیث ۳۳۳	۲۵۷	۳۶۸	عائق	"
۳۵۱	اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے دشمنی	"	۳۶۹	احتیاج کا معنی	۲۶۵
۳۵۲	سب سے افضل ممل ہے اللہ اس کی وجہ	"	۳۷۰	لفظ جہش کا معنی	۲۶۶
			۳۷۱	ایک سوال اور اس کا جواب	۲۶۷
			۳۷۲	حدیث ۳۳۳ مطلب و مضامین	۲۶۸

صفحہ	مطلب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطلب و مضامین	نمبر شمار
۲۷۶	حاصلت سے پروقت واقف و آگاہ ہے	۲۹۰		مکر پر کرجنت کی بہت سی چابیاں کیوں	۲۷۱
"	استغثت قلبک سے قلب قدسی مراد ہے	۲۹۱	۲۹۸	کباغیگ	
"	پھر دل کا توفی وہاں مستبر ہے جہاں شرمی		۲۹۸	حدیث ۳۷۱ مطالب حدیث ہذا	۲۷۲
	دل کی مستاد میں ہیں		۲۷۱	بجاء ہذا لامر کی تشریح	۲۷۲
	حدیث ۳۷۱	۲۹۲	۲۷۲	حدیث ۳۷۱	۲۷۳
"	حضرت عمر بن عبد ربیع مقدس کا تذکرہ	۲۹۳	"	تذکرہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ	۲۷۵
"	عمر و عبد سے کن مراد ہے	۲۹۴	۲۷۳	حد و دیگر کامنی	۲۷۶
۲۷۸	اسلامی تعلیم	۲۹۵	"	اسلامی تعلیمات اختیار کرنا باعث عزت	۲۷۷
"	امیان کا تعاقب	۲۹۶		اور ان سے انحراف باعث ذلت و	
"	افضل اسلام	۲۹۷		رسوائی	
"	افضل ایمان	۲۹۸	"	حدیث ۳۷۸	۲۷۸
"	افضل نماز	۲۹۹	"	تذکرہ حضرت وہب بن خیر رضی اللہ عنہ	۲۷۹
۲۷۹	افضل ہجرت	۳۰۰		پہلی کے واسطے سے نیک اعمال کی طرف	۳۸۰
"	افضل جہاد	۳۰۱	۲۷۹	اشعہ ہے	
"	افضل گھڑی	۳۰۲	"	حدیث ۳۷۹	۳۸۱
"	حدیث ۳۷۹	۳۰۲	"	ایک نیک کا کلاب سات ہوگا مکہ جانا ہے	۳۸۲
	نماز و روزہ ادا کرنے اور شرک سے بچنے	۳۰۳	۲۷۵	حدیث ۳۷۹	۳۸۳
۲۸۰	کی اجابت اور فائدہ		"	موسیٰ کی پہچان	۳۸۴
"	حدیث ۳۸۰	۳۰۴	"	حضرت شیخ عبد الوہاب المتقی علیہ السلام کا ارشاد	۳۸۵
"	افضل ایمان کی خصوصیات	۳۰۵		کہ ایمان کے راستے پر چلنے والے کے لئے	
۲۸۱	کبر و گناہوں اور نفاق کی علامات کا بیان	۳۰۶		پہلے چیزوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے	
"	گناہ کبر و تعریف	۳۰۷	"	پہلی چیز توحید	۳۸۶
"	شرح عقائد حضرت کبر و گناہوں کی تعداد	۳۰۸	"	دوسری چیز توکل	۳۸۷
۲۸۲	فصل اول حدیث ۳۸۱	۳۰۹	۲۷۶	تیسری چیز جہاد کے اعمال پر یقین	۳۸۸
۲۸۳	نہ کامنی	۳۱۰	"	چوتھی چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ بندے کے تمام	۳۸۹

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	تقریر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۴۱۱	شرک کے تین اقسام	۲۸۴	۲۳۴	دوسری فصل - حدیث ۵۵	۲۹۱
۴۱۲	عقی مہاش کے خوف سے قتل اور لڑنے کی وجہ سے	۲۸۵	۲۳۵	حضرت صفوان بن محرز کے فقر و عیال	۲۹۲
۴۱۳	مہاش کی بیوی سے زنا بعد از قتل کا کرنا ہے	۲۸۵	۲۳۶	ایکایت دینات	۲۹۳
۴۱۴	حدیث ۳۵ مطالب و مضامین	۲۸۵	۲۳۷	انبیاء عظیم اسلام پر بیوہ کی افتراء پر ممانعت	۲۹۴
۴۱۵	والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے	۲۸۵	۲۳۸	حدیث ۵۵	۲۹۵
۴۱۶	بہن عروس بھی گناہ کبیرہ ہے	۲۸۵	۲۳۹	گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہ کہو	۲۹۵
۴۱۷	جھوٹی گواہی گناہ کبیرہ ہے	۲۸۵	۲۴۰	فحاش و مستزہ کار	۲۹۵
۴۱۸	حدیث ۵۵	۲۸۵	۲۴۱	سوال و جواب	۲۹۶
۴۱۹	سات ہلک باتیں	۲۸۵	۲۴۲	حدیث ۵۵	۲۹۶
۴۲۰	صحابہ کرام کی ایک جماعت کے نزدیک شام کرنا کفر ہے	۲۸۵	۲۴۳	لفظ خدا کی تحقیق	۲۹۷
۴۲۱	کہانت بنجوم، رمل اور شعبہ و غیرہ کا شرعی حکم	۲۸۵	۲۴۴	ایمن کو خدا سے کیوں تشبیہ دی	۲۹۷
۴۲۲	حدیث ۵۵	۲۸۵	۲۴۵	تیسری فصل - حدیث ۵۵	۲۹۷
۴۲۳	شبہ	۲۸۵	۲۴۶	ہمارے عقیدہ امام شافعی اور بعض دوسرے	۲۹۸
۴۲۴	غول	۲۸۵	۲۴۷	ہمارے نزدیک لائق قتل ہے	۲۹۸
۴۲۵	تشبیہ الاصابع	۲۸۵	۲۴۸	انصاف اور امام مالک کے نزدیک مستحکم	۲۹۹
۴۲۶	ہم بخاری سے اس حدیث کے معنی کی وضاحت	۲۸۵	۲۴۹	کی سزا دینا اور اس کی سزا	۲۹۹
۴۲۷	حدیث ۵۵	۲۸۵	۲۵۰	شراب نوشی کی مذمت	۲۹۹
۴۲۸	مناقیق کی صفات و علامات	۲۸۵	۲۵۱	کسی عداوت میں دہائی عرق پینا جائز ہے	۳۰۰
۴۲۹	جھوٹ بولنا، دھوکہ دہانی، امانت میں خیانت	۲۸۵	۲۵۲	سب سے بڑا گناہ ہے	۳۰۰
۴۳۰	حدیث ۵۵	۲۸۵	۲۵۳	ابو جہل کی قرابت کا حکم	۳۰۰
۴۳۱	مناقیق کی ایک اور علامت	۲۸۵	۲۵۴	حدیث ۵۵	۳۰۰
۴۳۲	حدیث ۵۵	۲۸۵	۲۵۵	حرف حضور علیہ السلام کے اندر سے منافق کو نکالنے کے	۳۰۰
۴۳۳	مناقیق کا حال	۲۸۵	۲۵۶	جہان دہائی کی عظمت کی جاتی تھی	۳۰۰
		۲۸۵	۲۵۷	باب الوصیۃ - حدیث ۵۵	۳۰۰

صفحہ	مطلب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطلب و مضامین	نمبر شمار
۳۰۸	پیدائش کے وقت بچے کا بیچ مارنا شیطان کے ٹھوکر مارنے کی وجہ سے ہوتا ہے	۴۷۵	۳۰۲	دوسرے کائناتی اور اصطلاحی معنی	۴۵۵
۰	لفظ زندقہ کی تحقیق	۴۷۶	۰	گناہ کے مہم و بکثرت ارادہ پر بھی گرفت ہوگی	۴۵۶
۰	حدیث ۱۵۳	۴۷۷	۰	عسائی خیالات کے مختلف مراتب ان کے نام اور ان کا حکم	۴۵۷
۳۰۹	ابیس کا اپنا تخت پانی پر رکھنے کا مطلب	۴۷۸	۰	حدیث ۱۵۴	۴۵۸
۰	لفظ سرب کا معنی اور استعمال	۴۷۹	۰	بے خیالات کو گناہ اور ناپسندیدہ جانا	۴۵۹
۰	لفظ فتنہ کا معنی	۴۸۰	۰	خالص الایمان ہونے کی علامت ہے	۴۶۰
۳۱۰	بدعاہزت شرع طلاق دینا شیطان کا عمل ہے	۴۸۱	۰	حدیث ۱۵۵	۴۶۱
۰	مرد و عورت میں معمول بات پر تو تکرار شیطان کی طرف سے ہوتا ہے	۴۸۲	۳۰۳	بندے کو دوسروں و گمراہی میں ڈالنا ابیس کے پورا ہے	۴۶۲
۰	حدیث ۱۵۶	۴۸۳	۰	دوسرے شیطان سے بچنے کا مصلح	۴۶۳
۰	سرزمین عرب کا قول و عرض	۴۸۴	۰	شیطان سے پناہ حاصل کرنے کا اعلیٰ طریقہ	۴۶۴
۳۱۱	تحریف کا معنی	۴۸۵	۳۰۴	حدیث ۱۵۷	۴۶۵
۰	ایک اشکال اور اس کا جواب	۴۸۶	۰	دوسرے سے پرہیز کا طریقہ	۴۶۶
۳۱۲	حدیث ۱۵۸	۴۸۷	۳۰۵	حدیث ۱۵۸	۴۶۷
۰	لفظ فتنہ کی تحقیق	۴۸۸	۰	افسانہ لکھائی	۴۶۸
۰	دعوت اور وعید	۴۸۹	۳۰۶	جبرائیل پیدائش	۴۶۹
۰	علم خواطر	۴۹۰	۰	نہج اسلام کی تحقیق	۴۷۰
۳۱۳	خواطر چار قسم ہیں، حسانی، فحسانی، ملکانی اور شیطان	۴۹۱	۰	حدیث ۱۵۹	۴۷۱
۳۱۴	رسالہ مستخرج فیض فی معرفۃ خواطر القلوب	۴۹۲	۰	انسان پر شیطان تسلط کی کیفیت	۴۷۲
۰	ان خواطر میں فرق و امتیاز کے لئے بہترین رسالہ ہے	۴۹۳	۳۰۷	حدیث ۱۶۰	۴۷۳
۰	حدیث ۱۶۱	۴۹۴	۰	حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کا مس شیطان سے محفوظ ہونا ان کے حضور آفتل ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا	۴۷۴
۳۱۵	شیطان خیال سے بچنے کا طریقہ	۴۹۵	۳۰۸	حدیث ۱۶۱	۴۷۵

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۴۹۵	تیسری فصل، حدیث ۶۹	۴۱۶	۵۱۸	حضور علیہ السلام کے کسی کو نہیں دی گئی	۳۲۳
۴۹۶	دوسرا شیطان کی ایک صورت	"	۵۱۹	حدیث ۷۵ فصل اول	۳۲۴
۴۹۷	حدیث ۷۵	"	۵۲۰	مقاویہ غلاتی کھنے سے مراد	"
۴۹	تذکرہ حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ	۲۱۷	۵۲۱	پچاس ہزار سال سے مراد	"
۴۹۹	نار کے دو دریاں دوسرا اندازی کرنے والا	"	۵۲۲	کان عرشہ علی المار کی تفسیر	"
۵۰۰	ابیس خنزرب کے نام سے موسوم ہے	"	۵۲۳	حدیث ۷۶	۳۲۴
۵۰۱	خنزرب کا معنی	"	۵۲۴	عجرو کینس کا معنی	"
۵۰۱	حدیث ۷۷	"	۵۲۵	حدیث ۷۷	"
۵۰۲	تذکرہ حضرت عاصم بن محمد رضی اللہ عنہ	۲۱۸	۵۲۶	حضرت آدم و حضرت موسیٰ علیہما السلام	۳۲۵
۵۰۳	دوسرا ابیس سے بچنے کا ایک نثر کا حصہ	"	۵۲۷	کا مافرو کس عالم میں بڑا	"
۵۰۴	حکایت	۲۱۹	۵۲۸	اسباب و شرائط کا وجود امر وہی وغیرہ امور	۳۲۶
۵۰۵	دوسرا کی حقیقت	"	۵۲۹	قضا و قدر کے منافی نہیں ہے	"
۵۰۶	عالم افس کا شیطان وہم ہے	"	۵۳۰	حدیث ۷۸	۳۲۷
۵۰۷	جس طرح عالم آفاق کا شیطان دیس ہے	۲۲۰	۵۳۱	فرشتہ شکم کا درمیں پہنچتا ہے	"
۵۰۸	دفع دوسرا اس میں ایک بزرگ کا واقعہ	"	۵۳۲	پیدا ہونے انسان سے متعلق ایک نکتہ	"
۵۰۹	تقدیر پر ایمان کا باب	"	۵۳۳	روحانی کمال آہستہ آہستہ حاصل ہوتا ہے	۳۲۸
۵۱۰	قدر کا معنی	"	۵۳۴	انسان کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس	"
۵۱۱	قضا و قدر میں فرق	"	۵۳۵	کعبہ سے میں چار چیزیں کہہ دی جاتی ہیں	"
۵۱۲	لفظ حکم، قضا و قدر کا معنی از انام خزالی	۳۲۲	۵۳۶	یعنی محل، موت، ذوق اور نیک و بد	"
۵۱۳	تذکرہ ایمان لانے کا مطلب	۳۲۳	۵۳۷	خاصیت و عبادت کی بے بندی کی رحمت	۳۳۰
۵۱۴	بندے کے اختیار کی حقیقت	"	۵۳۸	انسان کو پہلے صلاحیت و استعداد عطا کی گئی	"
۵۱۵	خلق و ایجاد و اشیا میں اسباب و شرائط کو	"	۵۳۹	پھر احکام کا مکلف کیا گیا	"
۵۱۶	اللہ تعالیٰ کا ذات جبار کے تحت پیدا ہونا ہے	"	۵۴۰	ارباب کشف کا بیان	۳۳۱
۵۱۷	قضا و قدر کے اسرار و معجزاتی اطلاق سوا	"	۵۴۱	حدیث ۷۹	۳۳۲
			۵۴۲	تذکرہ حضرت ہبل بن سعد رضی اللہ عنہ	"

صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار
۳۴۲	حدیث عطا	۵۵۹	۳۳۶	انسان کے جنتی اور دوزخی ہونے کے لئے	۵۳۲
۳۴۳	فطرت کا معنی اور مراد	۵۶۰		اعتبار رکھنے کا ہے	۵۳۳
"	محرمات و مہجومات سے انس و بگاڑ	۵۶۱	"	حدیث عطا	۵۳۴
"	صحیح نظر و فکر کے لئے کو روک دیتا ہے		"	حفظ جنازہ کی تحقیق و معنی	۵۳۵
"	ایک سوال اور اس کا جواب	۵۶۲	۳۳۳	حفظ اَوْعِیْذُ الْاِیْمَنِ کی تحقیق	۵۳۶
۳۴۴	فطرت پر خارجی اثرات پرٹنے کی مثال	۵۶۳	"	حضور نے حضرت عائشہ کو حضور کہنے سے	۵۳۷
۳۴۵	لفظ تنبیہ کی تحقیق و معنی	۵۶۴		کیوں منع فرمایا	
"	حدیث عطا	۵۶۵	"	افعال موشین جنتی ہیں	۵۳۸
"	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر	۵۶۶	"	افعال مشرکین کے بارے میں تین قول	۵۳۹
	پانچ باتیں یہیں فرمائیں			صحیح قول یہ ہے کہ مشرکین کے بچے بھی جنتی ہیں	
۳۴۶	لفظ تنبیہ کی تحقیق اور معنی	۵۶۷	۳۳۴	حضرت عائشہ کو منع فرمایا قبل وحی کا واقعہ	۵۴۰
۳۴۷	جہاد النور کی تحقیق	۵۶۸	"	حدیث عطا	۵۴۱
"	شبکات کا معنی	۵۶۹	۳۳۵	نوشہ تقدیر ترک عمل کا باعث نہیں ہے	۵۴۲
۳۴۸	حدیث عطا	۵۷۰	۳۳۶	حدیث عطا	۵۴۳
"	اللہ کی عطا کے خزانے بے مد حساب ہیں	۵۷۱	"	آنکھ، کان، زبان و غیرہ اعضا کا زنا	۵۴۴
۳۴۹	لفظ کفائی کی تحقیق و معنی	۵۷۲	۳۳۷	حدیث عطا	۵۴۵
"	حدیث عطا	۵۷۳	۳۳۸	تذکرہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۵۴۶
	افعال مشرکین کے جنتی ہونے کی وجہ	۵۷۴	۳۳۹	تسویۃ نفس کا معنی	۵۴۷
۳۵۰	ایک مذہب یہ ہے کہ افعال مشرکین کے	۵۷۵	"	حدیث عطا	۵۴۸
	بارے میں توقف زیادہ صحیح ہے		۳۴۰	تقدیر کو تقدیر کے مقابلے میں نہ لاؤ	۵۴۹
۳۵۱	فصل ثانی، حدیث عطا	۵۷۶	"	لفظ تاقض کی تحقیق	۵۵۰
"	قرآن الہی کے ساتھ قضا و قدر کی تحریر کا مسئلہ	۵۷۷	۳۴۱	حدیث عطا	۵۵۱
۳۵۲	حدیث کا غریب ہونا ان کی صحت کے	۵۷۸	"	اللہ تعالیٰ کے لئے انگیوں کا اطلاق مقابلات	۵۵۲
"	مناقی نہیں ہوتا			میں سے ہے	۵۵۳
"	حدیث عطا	۵۷۹	۳۴۲	مشابہات کے بارے میں دو مذہب ہیں	۵۵۴

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۵۸۰	مسلم بن لیسا کے حالات	۳۵۳	۳۶۳	فطرت و نور کا مہنوم	۶۰۰
۵۸۱	ہذا اخذ دیک من نبی آدم من خلوص	"	"	حدیث ۹۵	۶۰۱
۵۸۲	ذریعہ ہم کی تفسیر	"	"	جنگ جانی کا اندیشہ ہر وقت لاحق ہے	۶۰۲
۵۸۳	بہشتی یا دوزخی ہونے کے لئے بندے کے	۳۵۴	۳۶۴	حدیث ۹۵	۶۰۳
۵۸۴	عمل کو اس کے لئے نعمت بنا دیتا ہے	"	"	انسان کا دل پورے طور پر خدا تعالیٰ کے	۶۰۴
۵۸۵	حدیث ۹۶	۳۵۵	"	قبضہ قدرت میں ہے	"
۵۸۶	لہان انگلیبان کی تاویل	۳۵۶	"	حدیث ۹۷	۶۰۵
۵۸۷	امام خراسانی کی تحقیق	"	"	بندے کا ایمان چار چیزوں پر ایمان لانے	۶۰۶
۵۸۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی دست	"	"	سے مکمل ہوتا ہے	"
۵۸۹	عمل صالح اختیار کرو اور فسادِ فتنہ کی بحث	۳۵۷	۳۶۵	حدیث ۹۸	۶۰۷
۵۹۰	میں نہ پڑو	"	"	مرجیہ اور قدریہ فرقہ	۶۰۸
۵۹۱	حدیث ۹۹	۳۵۸	۳۶۶	اہل بدعت و جہا اگر تاویل کی بنا پر کئی غلط	۶۰۹
۵۹۲	اہل غزوات رضی اللہ عنہ	"	"	حدیدہ اختیار کریں تو ان کی تکلیف میں جلدی	"
۵۹۳	دم بھارے اور تعویذات کا شرعی حکم	"	"	نکلی جائے	"
۵۹۴	اسباب و شرائط قدر کے منافی نہیں ہیں	۳۵۹	"	اہل سنت کا مسلک یہی فرقہ کے درمیان ہے	۶۱۰
۵۹۵	حدیث ۱۰۰	"	"	حدیث ۹۸	۶۱۱
۵۹۶	قضا و قدر کے مسئلے میں بحث پر حضور کی	۳۶۰	"	خفت و رخ کا معنی	۶۱۲
۵۹۷	ناراضی	"	۳۶۱	کیا اس امت میں بھی خفت و رخ ہوگا؟	۶۱۳
۵۹۸	حدیثین کے ہاں لفظ غوہ کا مہنوم	"	"	حدیث ۹۹	۶۱۴
۵۹۹	حدیث ۱۰۱	"	"	اس امت کے بوسے قدیم فرقہ کے لوگ ہیں	۶۱۵
۶۰۰	اولادِ آدم میں رنگ و عداوت کے اعتقاد	۳۶۱	"	حدیث ۱۰۰	۶۱۶
۶۰۱	کی وجہ	"	"	گزارہ فرقوں سے میل جول بیٹنا اٹھنا	۶۱۷
۶۰۲	حدیث ۱۰۲	"	"	منع ہے	"
۶۰۳	غلطی سے کون مخلوق مراد ہے	"	۳۶۸	حدیث ۱۰۱	۶۱۸
۶۰۴	سوال و جواب	۳۶۲	"	چھ شخص عیون ہیں	۶۱۹

صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار
۳۷۷	حدیث ۱۱۷۱	۶۲۲	۳۷۹	اللہ کی کتاب میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا	۶۲۰
۳۷۸	شکرین تقدیر خف و مسخ و حیسوس	۶۲۳	"	اللہ کی تقدیر کا منکر	۶۲۲
"	بتلاہوں گے	۶۲۴	"	فہم و جاہر حیران	۶۲۳
"	حدیث ۱۱۷۲	۶۲۵	"	حشمت و جلال کی بات کرتی کرنے والا	۶۲۴
۳۷۹	حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم کے بچے جو نابالغ تھے	۶۲۶	"	حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے زیادتی	۶۲۵
"	میں فوت ہوئے جنت میں ہیں	۶۲۷	"	کرنے والا	۶۲۶
"	حدیث ۱۱۷۳	۶۲۸	۳۸۰	مستور کی سنت کا تارک	۶۲۷
۳۸۰	حضرت آدم علیہ السلام کی عمر اور ان کی نیاں	۶۲۹	"	سادات کرام کو تہنیت	۶۲۸
۳۸۱	ایک سوال اور اس کا جواب	۶۳۰	۳۸۱	حدیث ۱۱۷۴	۶۲۹
۳۸۲	حدیث ۱۱۷۵ اور دو زخموں کا ذکر	۶۳۱	"	حضرت مطہرین عکاس کا حال	۶۳۰
۳۸۳	حدیث ۱۱۷۶	۶۳۲	"	موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے	۶۳۱
"	حضرت ابو نضر کا تذکرہ	۶۳۳	"	حدیث ۱۱۷۷	۶۳۲
۳۸۴	حضرت ابو عبد اللہ مہدی موت کے وقت	۶۳۴	۳۸۲	مسلمانوں اور کفار کے نابالغ بچوں کے بارے	۶۳۳
"	روئے تھے اس کی وجہ	۶۳۵	"	میں تحقیق	۶۳۴
"	غائبین و مدافین کے سینوں سے لایا ہوا گھر	۶۳۶	"	حدیث ۱۱۷۸	۶۳۵
"	باہر نہیں نکل سکتا	۶۳۷	"	وائیو اور تودہ دونوں و درخ میں کیوں	۶۳۶
"	حدیث ۱۱۷۹	۶۳۸	"	جائیں گی	۶۳۷
۳۸۵	اس جہد کے بارے میں صوفیاء کے کلمات	۶۳۹	۳۸۳	تیسری فصل، حدیث ۱۱۸۰	۶۳۸
۳۸۶	حدیث ۱۱۸۱	۶۴۰	"	تقدیر میں سب کچھ لکھا ہوا ہے	۶۳۹
۳۸۸	تذکرہ حضرت ابی بن کعب	۶۴۱	۳۸۴	حدیث ۱۱۸۲	۶۴۰
۳۸۹	اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو یکساں حالت	۶۴۲	"	مستور تقدیر میں بحث و گفتگو کا خاتمہ نہیں	۶۴۱
"	پر کیوں پیدا نہیں فرمایا اس کی وجہ	۶۴۳	"	بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے	۶۴۲
۳۹۰	حدیث ۱۱۸۳	۶۴۴	"	حدیث ۱۱۸۴	۶۴۳
"	انسان کی باطنی سیرت و عادت کی تبدیلی	۶۴۵	۳۸۵	اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی	۶۴۴
"	نہیں چھو سکتی	۶۴۶	۳۸۶	تقدیر میں جو کچھ ضرور مل کر رہے گا	۶۴۵

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۶۶۱	مشاورہ حق پیدا کیا وہ دانا نہیں ہو سکتا اور دانا پیدا کیا وہ احمق نہیں بن سکتا	۳۹۱	۶۸۰	حدیث ۱۲۱	۳۹۹
۶۶۲	حدیث ۱۲۲	"	۶۸۱	حضرت زید بن ثابت کا تذکرہ	۴۰۰
۶۶۳	جو تکلیف بھی انسان کو پہنچتی ہے تقدیر کے مطابق پہنچتی ہے	"	۶۸۲	سوال جواب میں چند توجہات	۴۰۱
۶۶۴	عذاب قبر کا بیان	۳۹۲	۶۸۳	حدیث ۱۲۳	۴۰۲
۶۶۵	منزلہ اور شیعہ عذاب قبر کے منکر ہیں	"	۶۸۴	منکر و نیکر کی شکلیں اور منکر نیکر کا مسئلہ	۴۰۳
۶۶۶	عذاب قبر کا ثبوت ایسی مشہور احادیث سے ہے جن کی قدر مشترک حدیث کو پہنچ چکی ہے	"	۶۸۵	مومن کے لئے قبر میں راحت ہے	"
۶۶۷	قبر کیا ہے	۳۹۳	۶۸۶	کافر کے عذاب کی کیفیت	۴۰۴
۶۶۸	قبر کی زندگی	"	۶۸۷	حدیث ۱۲۴	"
۶۶۹	فصل اول حدیث ۱۱۷	"	۶۸۸	قبر میں مومن و کافر کا حال	۴۰۵
۶۷۰	حضرت ہارون عازب کے حالات	۳۹۴	۶۸۹	حدیث ۱۲۵	۴۰۶
۶۷۱	کرمیسیک برکت سے اللہ تعالیٰ قبر میں سلامتی عطا کرتا ہے	"	۶۹۰	قبر کی منزلی مشکل منزل ہے	"
۶۷۲	حدیث ۱۱۸	"	۶۹۱	حدیث ۱۲۶	۴۱۰
۶۷۳	سابع موتی اور قبر کا سوال و جواب	۳۹۵	۶۹۲	زخموں کی دوا سے مردوں کو فائدہ پہنچا ہے	"
۶۷۴	کافر کو عذاب قبر	"	۶۹۳	تغیث میت	"
۶۷۵	مومن فاسق کافر میں حال	۳۹۶	۶۹۴	بعد دفن قبر پر قرآن کی کونسی آیت پڑھیں	۴۱۱
۶۷۶	حدیث ۱۱۹	"	۶۹۵	حدیث ۱۲۷ کافر کے عذاب و نیکر کی کیفیت	"
۶۷۷	بندے کو ہر صبح و شام قبر میں جنت یا دوزخ میں اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے	"	۶۹۶	تیسری فصل، حدیث ۱۲۸	۴۱۲
۶۷۸	حدیث ۱۲۰	۳۹۸	۶۹۷	حضرت سعد بن مسعود کی وفات اوصاف کے متعلق	"
۶۷۹	عذاب قبر سے حضور علیہ السلام نے بھی پناہ مانگی ہے	"	۶۹۸	ہر شخص کو قبر دیاتی ہے	۴۱۳
			۶۹۹	حدیث ۱۲۹	"
			۷۰۰	حضرت سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات پر وحش ابھی مجوم اٹھا	"
			۷۰۱	عرش کے حرکت میں آنے کی وجہ	"
			۷۰۲	حدیث ۱۳۰، فتنہ عذاب قبر	۴۱۵

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۷۰۳	حدیث ۱۳۳ پابندی نماز کے فوائد جو قبر میں ظاہر ہوتے ہیں	۴۱۶	۴۳۳	حدیث ۱۳۴ فقہ کا جواب	۴۲۶
۷۰۴	حدیث ۱۳۴	۴۱۷	۴۳۵	سنن ابی یوسف و تشریف آوری کی مثال	۴۲۷
۷۰۵	یست کو قبر میں سوال و جواب کے وقت بخدایا جاتا ہے	۴۱۸	۴۳۶	حدیث ۱۳۵	۴۲۸
۷۰۶	کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب	۴۲۱	"	حضور لوگوں کو نور ایمان عطا کر کے آتش دوزخ سے نکلانے کی تشریف لائے ہیں	۴۲۹
۷۰۷	احکام اور سنت کا معنی	"	۴۳۷	حدیث ۱۳۶	۴۳۰
۷۰۸	حدیث ۱۳۷ فضل اول	"	۴۳۸	کلام غضب اور اجادوب کی تحقیق	۴۳۱
۷۰۹	بحث سببہ کا معنی از روئے حدیث	۴۲۲	۴۳۹	لوگ دو قسم ہیں	۴۳۲
۷۱۰	حدیث ۱۳۸	"	۴۴۰	حدیث ۱۳۹ آیتہ نزل حبیب الکتب میں آیات کلمات کی تفسیر	۴۳۳
۷۱۱	بحث کی تحقیق اعداس کے اقسام	"	۴۴۱	حدیث ۱۴۰	۴۳۴
۷۱۲	حدیث ۱۳۹ الحاد کا معنی	۴۲۳	۴۴۲	حدیث ۱۴۱	۴۳۵
۷۱۳	حدیث ۱۴۰	۴۲۴	"	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات	۴۳۶
۷۱۴	حضور کی فرمائی گئی آپ کا انکار ہے	"	"	بلا ضرورت سوال منع ہے	۴۳۷
۷۱۵	طاغوت کا خوب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونا	"	"	حدیث ۱۴۲ آخر زمانہ میں اس امت کے اعدا بہت سے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے	۴۳۸
۷۱۶	حضور کی اقامت ہی سبب ہے	۴۲۵	"	حدیث ۱۴۳	۴۳۹
۷۱۷	حدیث ۱۴۱ زہد و عبادت میں حد اعتدال	۴۲۷	۴۴۴	گذشتہ آسمانی کتابیں غرت ہو چکی ہیں	۴۴۰
۷۱۸	حدیث ۱۴۲	"	"	حدیث ۱۴۴	۴۴۱
۷۱۹	نقد رخصت کا معنی	۴۲۸	"	حدیث ۱۴۵	۴۴۲
۷۲۰	بسا اوقات رخصت پر عمل کرنا بہت ہی	"	"	حدیث ۱۴۶	۴۴۳
۷۲۱	حکمتوں پر مشتمل جوتا ہے	"	"	حدیث ۱۴۷	۴۴۴
۷۲۲	حدیث ۱۴۷	۴۳۰	"	حدیث ۱۴۸	۴۴۵
۷۲۳	رافع بن خدیج کے حالات	"	"	حدیث ۱۴۹	۴۴۶
۷۲۴	تایید نیک کامیہم	۴۳۱	"	حدیث ۱۵۰	۴۴۷
۷۲۵	آخر اہم باور دنیا کم کی وضاحت اور شبہ	۴۳۲	"	حدیث ۱۵۱	۴۴۸

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۷۰۳	حدیث ۱۳۳ پابندی نماز کے فوائد جو قبر میں ظاہر ہوتے ہیں	۴۱۶	۴۳۳	حدیث ۱۳۴ فقہ کا جواب	۴۲۶
۷۰۴	حدیث ۱۳۴	۴۱۷	۴۳۵	سنن ابی یوسف و تشریف آوری کی مثال	۴۲۷
۷۰۵	یست کو قبر میں سوال و جواب کے وقت بخدایا جاتا ہے	۴۱۸	۴۳۶	حدیث ۱۳۵	۴۲۸
۷۰۶	کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب	۴۲۱	"	حضور لوگوں کو نور ایمان عطا کر کے آتش دوزخ سے نکلانے کی تشریف لائے ہیں	۴۲۹
۷۰۷	احکام اور سنت کا معنی	"	۴۳۷	حدیث ۱۳۶	۴۳۰
۷۰۸	حدیث ۱۳۷ فضل اول	"	۴۳۸	کلام غضب اور اجادب کی تحقیق	۴۳۱
۷۰۹	بحث سببہ کا معنی از روئے حدیث	۴۲۲	۴۳۹	لوگ دو قسم ہیں	۴۳۲
۷۱۰	حدیث ۱۳۸	"	۴۴۰	حدیث ۱۳۹ آیتہ نزل حکیم الکتب	۴۳۳
۷۱۱	بحث کی تحقیق اعداس کے اقسام	"	"	آیات و کلمات کی تفسیر	"
۷۱۲	حدیث ۱۳۹ الحاد کا معنی	۴۲۳	۴۴۱	حدیث ۱۴۰ سب سے مقدم بحث و ذکر اس میں ہے	۴۳۴
۷۱۳	حدیث ۱۴۰	۴۲۴	۴۴۲	حدیث ۱۴۱	۴۳۵
۷۱۴	حضور کی فرمائی گئی آپ کا انکار ہے	"	"	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۴۳۶
۷۱۵	طاغوت کا خوب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونا	"	"	کے مختصر حالات	"
۷۱۶	حضور کی اقامت ہی سبب ہے	۴۲۵	"	بلا ضرورت سوال منع ہے	۴۳۷
۷۱۷	حدیث ۱۴۱ زہد و عبادت میں حد اعتدال	۴۲۷	"	حدیث ۱۴۲ آخر زمانہ میں اس امت کے	۴۳۸
۷۱۸	حدیث ۱۴۲	"	"	اعداد بہت سے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے	"
۷۱۹	نقد رخصت کا معنی	۴۲۸	۴۴۳	حدیث ۱۴۳	۴۳۹
۷۲۰	بسا اوقات رخصت پر مل کرنا بہت ہی	"	۴۴۴	گذشتہ آسمانی کتابیں غرت ہو چکی ہیں	۴۴۰
۷۲۱	مکتوں پر مشتمل جوتا ہے	"	"	حدیث ۱۴۴	۴۴۱
۷۲۲	حدیث ۱۴۳	۴۳۰	"	بد تحقیق روایت کرنا منع ہے	۴۴۲
۷۲۳	رافع بن خدیج کے حالات	"	"	حدیث ۱۴۵	۴۴۳
۷۲۴	تایید نیک کامیہم	۴۳۱	۴۴۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کون لوگ تھے	۴۴۴
۷۲۵	آخر اہم باور دنیا کم کی وضاحت اور شبہ	۴۳۲	۴۴۷	گمراہ لوگوں سے جیسے بن پرستے مقابلہ اور	۴۴۷

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۴۳۹	اجتہاد کو	۴۶۶	۴۳۹	حدیث ۱۵۰ نیکی کی طرف جھکنے والے کا	۴۶۸
۴۴۰	حدیث ۱۵۸	۴۶۷	۴۴۰	اجرو و ثواب	۴۶۸
۴۴۱	حضور نے جو شرط زمین پر کھینچنے والے کی تعداد	۴۶۸	۴۴۱	حدیث ۱۵۱ قربت اسلام کا معنی	۴۶۹
۴۴۲	اس امت کا بہتر فرقہ میں بیٹ جانا	۴۶۹	۴۴۲	حدیث ۱۵۲	۴۶۹
۴۴۳	چند شبہ فرستے	۴۷۰	۴۴۳	قرب قیامت کے وقت اسلام دینے پر	۴۷۰
۴۴۴	افراہن اور اس کا جواب	۴۷۱	۴۴۴	میں سمٹ آئیگا	۴۷۱
۴۴۵	فرقہ ناجیکہ کی پہچان	۴۷۲	۴۴۵	حدیث ۱۵۳ فصل ثانی	۴۷۲
۴۴۶	حدیث ۱۵۹	۴۷۳	۴۴۶	حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کی مختصر تذکرہ	۴۷۳
۴۴۷	مومن کامل	۴۷۴	۴۴۷	حضور کی دعوت قبول کرنے والوں اور نہ کرنے	۴۷۴
۴۴۸	حدیث ۱۶۰	۴۷۵	۴۴۸	والوں کی مثال	۴۷۵
۴۴۹	حضرت بلال بن العلاء کے حالات	۴۷۶	۴۴۹	حدیث ۱۶۱	۴۷۶
۴۵۰	بعثت منکرات کے اعداد کی مذمت	۴۷۷	۴۵۰	حضرت ابو رافعہ کا تذکرہ	۴۷۷
۴۵۱	حدیث ۱۶۱	۴۷۸	۴۵۱	حکمر بن عبدیث کا رو	۴۷۸
۴۵۲	حضرت عمرو بن عوف کے حالات	۴۷۹	۴۵۲	حدیث ۱۶۲	۴۷۹
۴۵۳	قریب قیامت کو اسلام دینے منوہ میں	۴۸۰	۴۵۳	مقدم بن مدیکرب کا تذکرہ	۴۸۰
۴۵۴	سمٹ آئیگا	۴۸۱	۴۵۴	حکمر بن عبدیث کا رو	۴۸۱
۴۵۵	غزیاں کو روکے ہیں	۴۸۲	۴۵۵	جو چیزیں قرآن میں نہیں لکھی ہیں	۴۸۲
۴۵۶	حدیث ۱۶۲	۴۸۳	۴۵۶	حرام قرار دیا	۴۸۳
۴۵۷	یہ امت بھی اسلام کو چھڑ کر یہود کے دھم	۴۸۴	۴۵۷	حدیث ۱۶۳	۴۸۴
۴۵۸	درواہ کو اختیار کرنے کی	۴۸۵	۴۵۸	حضرت عرواض بن مسعود رضی اللہ عنہ	۴۸۵
۴۵۹	اس امت کا بہتر فرقہ میں بیٹ جانا	۴۸۶	۴۵۹	حکمر بن عبدیث کا رو	۴۸۶
۴۶۰	فرقہ ناجیکہ کی شناخت	۴۸۷	۴۶۰	حدیث ۱۶۴	۴۸۷
۴۶۱	خواہش نفس کی پیروی کرنے والے کی مثال	۴۸۸	۴۶۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مخالف تاثیر	۴۸۸
۴۶۲	حدیث ۱۶۵	۴۸۹	۴۶۲	غناؤہ راشدین کی سنت بھی حضور کی سنت ہے	۴۸۹
۴۶۳	حضور کی ساری امت گمراہی پر مشفق نہ ہوگی	۴۹۰	۴۶۳		۴۹۰

نمبر شمار	مطلب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطلب و مضامین	صفحہ
۸۲۷	حدیث ۱۹۰ مکارم الاخلاق اور محاسن عبادت کی استعداد کے اخلاقیات سے لوگوں میں اختلاف	۸۸۴	۸۲۵	حدیث ۱۹۹	۸۴۵
۸۲۸	حدیث ۱۹۱ حد کی کائنات	"	۸۲۶	سکائیں کے لئے حد و خیریت کی ترفیع	۸۴۶
۸۲۹	اور حدیث کے معنی کی تشریح	"	"	حضرت علیؓ علیہ وسلم کا رخ اللہ	۸۴۷
۸۳۰	فیصلہ کا مہنوم	"	۸۲۷	حدیث ۲۰۰ برائی باری کرنے والے پر	۸۴۸
۸۳۱	حدیث ۱۹۲ ایصال ثواب کا ثبوت یقین	۸۸۵	"	آخر تک اس برائی کا وبال پڑنا رہتا ہے	۸۴۹
"	عمل ایسے جن کا ثواب بعد موت بھی بندے کو پہنچا رہتا ہے	"	"	حدیث ۲۰۱ دوسری فیصل	۸۵۰
۸۳۲	حدیث ۱۹۳ طلب علم اور درس و تدریس کے فضائل	"	۸۲۸	حدیث ۲۰۲	۸۵۱
۸۳۳	سکینہ کی چیز ہے	۸۸۶	"	حضرت کبیر بن قیس رضی اللہ عنہ	۸۵۲
۸۳۴	حدیث ۱۹۴	۸۸۷	"	خاندان کا دینی طالب علم کے لئے باندھنا	۸۵۳
۸۳۵	ربا و وفائش کی مذمت	۸۸۸	۸۲۹	حدیث ۲۰۳	۸۵۴
۸۳۶	حدیث ۱۹۵ علمائے حقان کے اٹھ جانے سے علم دین اٹھ جائیگا	"	"	حضرت ابو امامہ کو بائی کرنے کی وجہ	۸۵۵
۸۳۷	حدیث ۱۹۶	۸۸۹	"	عالم دین کی شان	۸۵۶
۸۳۸	حضرت شفیق رضی اللہ عنہ	"	"	عالم دین کی باہر فضیلت کی وجہ	۸۵۷
۸۳۹	درس و خط اس حد تک بہتر ہے جیت تک لوگوں کا شوق باقی رہے	"	"	حضرت محول رضی اللہ عنہ کی شان	۸۵۸
۸۴۰	حدیث ۱۹۷ گفتگو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ	"	"	اللہ تعالیٰ کا خوف اور حقیقت طہاری کے	۸۵۹
۸۴۱	تین بار سلام کہنے کا مطلب	۸۹۰	"	دولت میں برتا ہے۔	۸۶۰
۸۴۲	حدیث ۱۹۸	"	"	حدیث ۲۰۴ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ	۸۶۱
۸۴۳	ابوسعید انصاری رضی اللہ عنہ کا حال	"	"	عز کے حالات	۸۶۲
۸۴۴	خیر اور بھلائی کا راستہ دکھانا علم خیر میں اصل ہے	"	"	علم دین حاصل کرنے اور سکھانے کی ترفیع	۸۶۳
			"	حدیث ۲۰۵ علم و حکمت کی بات حق کی	۸۶۴
			"	گمشدہ متاع ہے۔	۸۶۵
			"	جس سے بھی نیکی کی بات سنا کر قبول کرے۔	۸۶۶
			"	ذی استعداد کو علم سکھانا ضروری ہے مگر بے استعداد	۸۶۷
			"	ایں کو علم سکھانا مستحسن ہے۔	۸۶۸

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۸۶۵	استعداد کے مطابق علم سکھانا چاہیے اور مسئلے کا جواب بھی حسب استعداد دینا چاہیے۔ اس سلسلے میں حضرت بنیہ ہندو کی حدیث علیہ السلام کا قول۔	۴۹۸	۸۸۰	جو شخص دینی کتابوں کی تعلیم و تصنیف میں مشغول رہتا ہے، حقیقی طالب علم ہی ہے۔	۵۰۰
۸۶۶	علماء کے اختلافات و علوم میں بیان نہ کرنے چاہئیں۔	۴۹۸	۸۸۱	حدیث ۲۱۱/۱۱ علم کا چھپانا کب گناہ ہے	"
۸۶۷	حدیث ۲۰۵/۱۸ فقیہ سے کیا مراد ہے۔	"	۸۸۲	حدیث ۲۱۲/۲۵ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۰۱
۸۶۸	حدیث ۲۰۶/۱۹ طلب العلم زینت کی تحقیق و تفسیر	"	۸۸۳	حاصل علم سے فرض و غایت اگر بحث و مناظرہ، دنیا طلبی اور فخر و غرور ہو تو ایسا علم و دین میں جلنے کا موجب بنے گا۔	"
۸۶۹	علم سے مراد	۴۹۹	۸۸۴	جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر فضل و کرم کرنا چاہتا ہے تو اس میں گناہ سے بچے گا ارادہ اور داعیہ پیدا کر دیتا ہے۔	"
۸۷۰	ضعیف حدیث جب متعدد طرق سے مروی ہو تو اس میں قوت آجاتی ہے۔	"	۸۸۵	حدیث ۲۱۳/۲۳ دینی علوم کو دنیا طلبی کا ذریعہ نہ بنانا چاہیے ایسا شخص جنت کی ہوا بھی نہ پائے گا۔	"
۸۷۱	حدیث ۲۰۷/۲۰ منافقین میں دو خوبیاں	"	۸۸۶	نظرِ معرفت کی تفسیر و تحقیق حدیث ۲۱۴/۲۴	۵۰۲
۸۷۲	راہچی سیرت اور دین کی صحیح سمجھ بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں۔	"	۸۸۷	حدیث ۲۱۵/۲۵ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کی فضیلت۔	"
۸۷۳	حدیث ۲۰۸/۲۱ راہِ خدا میں گھر سے نکلنے کا ثواب اور اس کی تفسیر۔	"	۸۸۸	حدیث کی روایت بالسنن اگرچہ جائز ہے مگر روایت باعقل و فضل و ادنیٰ اور اعوط ہے۔	۵۰۳
۸۷۴	حدیث ۲۰۹/۲۲ حضرت خیرہ ازدی رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۰۰	۸۸۹	سیلغ اسلام میں کیا کیا صفات ہونی چاہئیں۔	"
۸۷۵	طالب علم کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔	"	۸۹۰	لفظ فقر و افسوس کی تحقیق۔	"
۸۷۶	ابو داؤد و راوی پر جرح	"	۸۹۱	حدیث ۲۱۶/۲۶ امامیث کی تبلیغ و اشاعت کرنے والے شخص کے حق میں خود بخود کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا۔	۵۰۴
۸۷۷	حدیث ۲۱۰/۲۳ مومن علم حاصل کرنے سے سیر نہیں ہوتا۔	"	۸۹۲	حدیث ۲۱۷/۲۷ روایت حدیث میں شدید احتیاط کی ضرورت ہے۔	"
۸۷۸	طالب علموں کے لیے بشارت۔	"			

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۸۹۳	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر والدہ سے جوڑ کر گھرنے والے کا حکم کا مفسر	۵۰۴	۹۰۸	(۲) سنت قائمہ۔	۵۰۸
۸۹۴	میں ہے۔	"	۹۰۹	(۳) قرینہ جلد	"
۸۹۵	حدیث ۲۱۷ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے کو دخل دینا سنت گناہ ہے۔	"	۹۱۰	ان کے سوا جو علوم میں وہ زائد اور غیر ضروری ہیں۔	"
۸۹۶	حدیث ۲۱۸ حضرت جندب رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۰۵	۹۱۱	لفظ فضل کی تحقیق	"
۸۹۷	لفظ جندب کی تحقیق اور یہ کہ اس حدیث میں کون سے جندب مراد ہیں۔	"	۹۱۲	حدیث ۲۲۲ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"
۸۹۸	قرآن مجید میں اپنی رائے سے کچھ کنا اگرچہ وہ درست ہی ہو لفظ اور خطاب ہے کہ اعتبار تقدیر اور ارادہ کا ہے۔	"	۹۱۳	لفظ قص کا معنی۔	"
۸۹۹	تفسیر قادیل کا معنی	"	۹۱۴	لفظ احتمال کی تحقیق و معنی۔	"
۹۰۰	حدیث ۲۱۹ قرآن میں جگہ گناہ اس جگہ کا مطلب و معنی۔	"	۹۱۵	بلا اہواز تمام حفظ و قہر سے مخالفت اس مخالفت کی وجہ۔	"
۹۰۱	حدیث ۲۲۰ قرآن مجید میں تناقض و تضاد پیدا کر کے دھوکے کے دنوں میں شکوک و شبہات ڈالنا گناہی ہے۔	"	۹۱۶	مشائخ کی طرف سے بڑی ذہن و اہواز اور عقائد کے بغیر سادہ مشیت پر مشینا جائز نہیں۔	۵۱۹
۹۰۲	حدیث نمبر ۲۲۱ لفظ حرف کا لغوی معنی اس حدیث میں حرف سے مراد۔	۵۰۶	۹۱۷	حدیث ۲۲۲ علم کے بغیر ضروری دینا سنت گناہ ہے۔	"
۹۰۳	قرآن مجید کا نظم و دلیل	"	۹۱۸	حدیث ۲۲۳ صحیح مشورہ نہ دینا خیانت ہے۔	"
۹۰۴	حدیث میں واقع لفظ مطلق کی تفسیر لفظ خد کا مطلب۔	۵۰۷	۹۱۹	حدیث ۲۲۴ لفظ نفی میں ڈالنے والی بات کرنا منع ہے۔	"
۹۰۵	حدیث نمبر ۲۲۲ دین و شریعت کے اصول میں علوم ہیں۔	"	۹۲۰	حدیث ۲۲۵ اس حدیث میں تعلیم و فرائض سے مراد۔	"
۹۰۶	وہ ایت عکسہ۔	"	۹۲۱	حدیث ۲۲۶	۵۱۰
۹۰۷		"	۹۲۲	حدیث ۲۲۷ روایت کا ضعیف حدیث سے عبادت ہے۔	"
۹۰۸		"	۹۲۳	سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ	"
۹۰۹		"	۹۲۴	عبدالرزاق رحمہ اللہ	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۹۲۵	حدیث میں عالم دین سے مراد	۵۱۰	۹۲۲	دعائیں سبح کب ممنوع ہے۔	۵۱۴
۹۲۶	عمری الزہد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات	"	۹۲۳	حدیث ۲۳۵ حضرت واسطی بن الاسقع	۵۱۵
۹۲۷	حدیث ۲۳۶ ہر صدی گندہ فتنے پر مشتمل ہے۔	۵۱۱	"	کے حالات۔	"
۹۲۸	اس حدیث کی تحقیق و تفسیر	۵۱۲	۹۲۴	طلب علم دین ہر حال میں بہتر ہے۔	"
۹۲۹	حدیث ۲۳۷ تذکرہ ابراہیم بن عبد الرحمن	"	۹۲۵	حدیث ۲۳۸ ان باتوں کا بیان جن کا	"
۹۳۰	علاء ربانی کی صفات۔	"	"	قائمہ اور ثواب بندے کو ہدایت بھی	"
۹۳۱	تحریف خالین، استعمال مجاہدین اور	"	۹۲۶	ایہاں ثواب کا ثبوت۔	"
۹۳۲	جس مسئلے کا علم نہ ہو اسے دریافت کرنے	"	۹۲۷	سوال و جواب	۵۱۶
۹۳۳	بیت بن الولید کی جرح و تعدیل۔	"	۹۲۸	حدیث ۲۳۹ دین اسلام کے حکام	"
۹۳۴	تیسری فصل۔ حدیث ۲۴۱	"	"	کے اسباب۔	"
۹۳۵	احیاء اسلام کی نیت سے تحصیل علم کا	۵۱۳	۹۲۹	فدائے تقویٰ میں فرق۔	"
۹۳۶	حدیث ۲۴۲ لوگوں کو خیر اور نیکی کی	"	۹۵۰	حدیث ۲۴۳ احیاء اہل سمرقند۔	"
۹۳۷	تعلیم دینے والے کا درجہ اور فضیلت۔	"	۹۵۱	حدیث ۲۴۴ دینی تعلیم دینے والوں کی	"
۹۳۸	حدیث ۲۴۵ احیاء عالم دین کون ہے	"	"	فضیلت۔	"
۹۳۹	حدیث ۲۴۶ احیاء عالم دین کون ہے	"	۹۵۲	حدیث ۲۴۵ پائیس احادیث کی نشر و	۵۱۷
۹۴۰	گفتگو شروع کرنا مناسب نہیں۔	"	"	اشاعت کی فضیلت	"
۹۴۱	لفظ سبح کا معنی۔	"	۹۵۳	حدیث ۲۴۶ سب سے بڑھ کر نبی اور	۵۱۸
۹۴۲	حضرت مکررہ کے حالات۔	۵۱۴	"	جواد کون ہے۔	"
۹۴۳	دوسروں کی گفتگو کے در بیان اپنی	"	۹۵۴	حدیث ۲۴۷ دنیا دار دنیا سے اور ظالم	"
۹۴۴	گفتگو شروع کرنا مناسب نہیں۔	"	"	علم سے سیر نہیں ہوتا۔	"
۹۴۵	لفظ سبح کا معنی۔	"	۹۵۵	علاء کا اجراء ہے کہ ضعیف احادیث	۵۱۹
۹۴۶	حضرت مکررہ کے حالات۔	"	"	فضائل اعمال میں مقبول ہیں۔	"
۹۴۷	دوسروں کی گفتگو کے در بیان اپنی	"	۹۵۶	حدیث ۲۴۸ حضرت عرف رضی اللہ عنہ	"
۹۴۸	گفتگو شروع کرنا مناسب نہیں۔	"	"	کے حالات۔	"
۹۴۹	لفظ سبح کا معنی۔	"	۹۵۷	طالب دنیا کی مذمت اور ظالم کی فضیلت	"

نمبر شمار	مطلب وضائیں	صفحہ	نمبر شمار	مطلب مضامین	صفحہ
۱۰۲۵	بعد وضو مختلف اذکار کا بیان -	۵۳۹	۵۳۹	الغسل کا طریقہ ہے۔	
۱۰۲۶	حدیث ۲۶۹/۹ غلغلہ منہج محل کا معنی اور مطلب -	"	۱۰۴۳	صحابہ کرام کے بعد پیدا ہونے والے مسلمانوں کی شان و فضیلت -	۵۴۶
۱۰۲۷	حدیث ۲۶۰/۱ جنتی بندے کا زیور -	۵۴۰	۱۰۴۴	زیارت قبور -	"
۱۰۲۸	حدیث ۲۶۱/۱ فصل ثانی -	"	۱۰۴۵	قیامت کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو آخر وضو سے شناخت کریں گے۔	"
۱۰۲۹	کامل استقامت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔	۵۴۱	۵۴۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر اپنی امت کا استقبال کریں گے۔	۵۴۷
۱۰۳۰	استقامت کا معنی اور اس کے شکل و رنگ بیان -	"	۱۰۴۶	حدیث ۲۶۹/۱ قیامت کے روز سب سپنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ جلے کے ساتھ مجددی ہو کر ملیں گے۔	"
۱۰۳۱	غماز کی پوری پابندی مومن کا لہ ہونے کی علامت ہے۔	"	۱۰۴۷	قیامت کے روز آپ اپنی امت کو پہچائیں گے۔	۵۴۸
۱۰۳۲	وضو کے اجر و ثواب کی تفصیل -	۵۴۲	۱۰۴۸	ابن جریر و ابوباب جن سے وضو لازم ہے ہے۔	۵۴۹
۱۰۳۳	فصل تیسری -	"	۱۰۴۹	فصل ثانی	"
۱۰۳۴	حدیث ۲۶۲/۱ وضو نماز کی پابندی ہے۔	"	۱۰۵۰	حدیث ۲۶۹/۱ وضو کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔	"
۱۰۳۵	حدیث ۲۶۳/۱ شعیب بن ابی ریح کی تحقیق -	۵۴۳	۱۰۵۱	حدیث ۲۸۰/۱ حرام مال سے دیا گیا عتقہ قبول نہیں ہوتا۔	۵۵۰
۱۰۳۶	لفظ التباس کا معنی -	"	۱۰۵۲	حدیث ۲۸۱/۱ مذی کے خارج ہونے سے فصل لازم نہیں ہے۔	"
۱۰۳۷	حسبت کا اثر -	"	۱۰۵۳	حدیث ۲۸۲/۱	۵۵۱
۱۰۳۸	حدیث ۲۶۵/۱ تسبیح و تحمید وغیرہ اذکار کی فضیلت -	"	۱۰۵۴	اذکار کا گوشت کھانے کے بعد ہو کر نا چاہیے۔	۵۵۲
۱۰۳۹	روزہ نصف صبر اور وضو نصف ایمان ہے۔	۵۴۴			
۱۰۴۰	حدیث ۲۶۶/۱ حضرت عبداللہ رضا کی کے حالات -	"			
۱۰۴۱	وضو کے فضائل -	"			
۱۰۴۲	حدیث ۲۶۷/۱ قبرستان میں جا کر کیا	۵۴۵			

فرقہ کار	مطالب و مضامین	صفحہ	تقریر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۰۵۵	انہوں کے بارے میں نماز ادا نہ کرنی چاہیے۔	۵۵۶	۱۰۴۱	حدیث ۲۹۳ ایک وغیرہ لگا کر سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔	۵۶۰
۱۰۵۶	ایک سوال اور اس کا جواب۔	"	۱۰۴۲	لفظ التمسک کی تحقیق۔	"
۱۰۵۷	حدیث ۲۹۴ ہوا غاصح ہونے سے وضو ٹوٹنے کا مسئلہ۔	۵۵۷	۱۰۴۳	رکوع مجدد اور تشدد و تلباس کی حالت میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	"
۱۰۵۸	حدیث ۲۹۵ ہوا غاصح ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔	"	۱۰۴۴	حدیث ۲۹۶ بیٹ کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔	"
۱۰۵۹	حدیث ۲۹۵ درجہ پینے کے بعد مکلی کر کے نماز ادا کرنی چاہیے۔	"	۱۰۴۵	حدیث ۲۹۷ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے حالات۔	۵۶۱
۱۰۶۰	حدیث ۲۹۶ ایک ہی وضو سے چند نمازیں ادا کرنا جائز ہے۔	۵۵۷	۱۰۴۶	آرتھاسل کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا مسئلہ۔	"
۱۰۶۱	گندوں پر سج۔	"	۱۰۴۷	حدیث ۲۹۷ مس ذکر سے احناف کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔	"
۱۰۶۲	حدیث ۲۹۷ کی حالت مبارک تھی کہ ہنر نماز کے لیے مکہ و موقوفہ نہ تھے۔	"	۱۰۴۸	اس بارے میں ائمہ کا اختلاف اور مسک احناف رحمہم اللہ کی تحقیق و تصویب۔	۵۶۲
۱۰۶۳	حدیث ۲۹۸ حضرت سیدہ بنی لعل رضی اللہ عنہا کے حالات۔	"	۱۰۴۹	حدیث ۲۹۹ عورت کو بوسہ دینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۵۶۳
۱۰۶۴	مسک صہبا کی تحقیق۔	"	۱۰۵۰	حکایت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۵۶۴
۱۰۶۵	فصل دوسری۔	"	۱۰۵۱	اس بارے میں ائمہ کا اختلاف اور حضرت شیخ کی تحقیق بالغ۔	"
۱۰۶۶	حدیث ۲۹۹ خروج دوسری سے غسل لازم نہیں آتا۔	۵۵۷	۱۰۵۲	حدیث ۲۹۹ لفظ مسح کی تحقیق۔	"
۱۰۶۷	حدیث ۲۹۹ وضو نماز کی پائی ہے۔	"	۱۰۵۳	آگ سے پکی ہوئی نیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۵۶۵
۱۰۶۸	حدیث ۲۹۹ حضرت علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی حالت۔	۵۵۸	۱۰۵۴	حدیث ۲۹۹ تیسری فصل۔	"
۱۰۶۹	عورتوں کی جائے پاخانہ میں طہار۔	"	۱۰۵۵	حدیث ۲۹۹ تیسری فصل۔	"
۱۰۷۰	منہ ہے۔	"	۱۰۵۶	حدیث ۲۹۹ حضرت ابو رافع کے حالات۔	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۰۸۷	حدیث ۲۰۱/۲۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ۔	۵۶۷	۱۰۹۸	حدیث ۲۰۱/۲۲ حضرت سلمان فارسیؓ کے حالات۔	۵۷۴
۱۰۸۸	کھانا کھانے کے بعد آٹھ دھوئے جائیں۔	۵۶۸	۱۰۹۹	دائیں ہاتھ سے استنجاء وغیرہ۔ مسائل کی تحقیق۔	۱۰۹۹
۱۰۸۹	حدیث ۲۰۱/۲۳ گوشت کھانے کے بعد وضو کی ضرورت نہیں۔	۵۶۹	۱۱۰۰	لفظ استنجاء کی تحقیق۔	۱۱۰۰
۱۰۹۰	حدیث ۲۰۳/۲۴ عورت کو چڑھتے اور ہاتھ لگانے سے وضو پڑے یا نہیں۔ اس کی تحقیق اور مسلک احناف۔	"	۱۱۰۱	کیا استنجاء کے لیے تین یا پانچوں کا پڑنا ضروری ہے۔ اس کی تحقیق اور مسلک احناف۔	۱۱۰۱
۱۰۹۱	حدیث ۲۰۳/۲۵ عورت کو چڑھنے سے وضو ٹوٹنے نہ ڈرنے کا مسئلہ۔ اس بارے میں صحابہ اور ائمہ کا اختلاف۔ اور احناف کا مسلک۔	۵۷۰	۱۱۰۲	حدیث ۲۰۹/۲۶ بیت اللہ میں داخل ہونے کے وقت کی دعا۔	۵۷۱
۱۰۹۲	حدیث ۲۰۵/۲۶	"	۱۱۰۳	لفظ خبیث و خبیثات کی تحقیق۔	۱۱۰۳
۱۰۹۳	حدیث ۲۰۵/۲۷ جسم کے کسی حصے سے خون بہانے کو اس سے وضو ٹوٹ جائے یا نہیں۔ اس بارے میں احناف کا مسلک اور اس کی تحقیق۔	"	۱۱۰۴	حدیث ۲۰۵/۲۷ بول کے صیغوں سے نہ بیکار اور نہ کسی کلمہ کا عذاب قبر کرات ہے۔	۱۱۰۴
۱۰۹۴	آداب فلا کا باب۔	۵۷۲	۱۱۰۵	لفظ کاستر کی تحقیق۔	۱۱۰۵
۱۰۹۵	لفظ آداب کے معنی۔	"	۱۱۰۶	قدح و پیمانی میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتے ہیں۔	۱۱۰۶
۱۰۹۶	لفظ فلا کا معنی۔	"	۱۱۰۷	قبروں پر پھول ڈالنے کا مسئلہ۔	۱۱۰۷
۱۰۹۷	حدیث ۲۰۵/۲۸ بول و پانچانہ کے وقت قبلہ کی طرف مناد پرست کرنا منع ہے۔ اس بارے میں ائمہ کا اختلاف اور مسلک احناف۔	"	۱۱۰۸	حدیث ۲۰۵/۲۹ وگروں کی گندہ گوار سے منع۔	۱۱۰۸
۱۰۹۸	اس مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کا جواب۔	۵۷۳	۱۱۰۹	بیم بول و براز کرنا منع ہے۔	۱۱۰۹
			۱۱۱۰	حدیث ۲۰۵/۳۰ حضرت تبکہ رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۱۱۱۰
			۱۱۱۱	پانی پینے وقت برتن میں پانی نہ لینا چاہیے۔ اور برتن پانی میں پانی نہ دینا چاہیے۔	۱۱۱۱
			۱۱۱۲	حدیث ۲۰۵/۳۱ لفظ اجماع معنی۔	۵۸۱
			۱۱۱۳	حدیث ۲۰۵/۳۲ لفظ غزوہ کا معنی۔	"
			۱۱۱۴	فصل دوسری حدیث ۲۱۵/۳۳۔	۵۸۲

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۱۴۲	نفاذ نکرۃ کے معنی۔	۵۹۲	۱۱۵۸	حدیث ۲۳۲۱ حضرت عبدالرحمن بن حزن رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۰۰
۱۱۴۳	حدیث ۲۳۲۲ حضرت حکم بن سفیان کے حالات۔	"	۱۱۵۹	نفاذ دیکھ کا استعمال و معنی۔	"
۱۱۴۴	بول کے بعد میانی پر پانی چھڑکے کا حکم۔	۵۹۳	۱۱۶۰	نفاذ و ذکر کا معنی۔	"
۱۱۴۵	حدیث ۲۳۲۳ حضرت ابیہ بن کعبہ رضی اللہ عنہما کے حالات۔	۵۹۴	۱۱۶۱	اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانا عذاب کا موجب ہے۔	۶۰۱
۱۱۴۶	نفاذ عبد اللہ کا معنی۔	"	۱۱۶۲	حدیث ۲۳۲۴ مروان بن صفور کے حالات۔	"
۱۱۴۷	ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لالہ مبارک پی دیا تو اس سے اور اس کی چند پشتوں سے غرضبو ہو گئی تھی۔	"	۱۱۶۳	بیت اللہ اسے باہر نکلنے وقت کی دعا۔	۶۰۲
۱۱۴۸	حدیث ۲۳۲۵ کھڑے ہو کر بول کرنا منع ہے۔	"	۱۱۶۴	حدیث ۲۳۲۵ وند جنات کا ماضی ہونا۔	۶۰۳
۱۱۴۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہو کر بول کر کے کی وجہ۔	۵۹۵	۱۱۶۵	نفاذ محمد کی تحیق و معنی۔	"
۱۱۵۰	تیسری فصل	"	۱۱۶۶	باب المسواک	۶۰۳
۱۱۵۱	حدیث ۲۳۲۶ کھڑے ہو کر بول کر کے کی حالت اور عدم حالت میں دلالت عمارت کا فرض تعارض۔	۵۹۶	۱۱۶۷	مسواک بالانفاق مست ہے۔	۶۰۴
۱۱۵۲	حدیث ۲۳۲۷ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"	۱۱۶۸	مسواک کی مقدار	"
۱۱۵۳	نفاذ عرفہ کا معنی۔	"	۱۱۶۹	مسواک کی کیفیت۔	"
۱۱۵۴	حدیث ۲۳۲۸ حسن بن علی پر جرح۔	"	۱۱۷۰	مسواک کی تعلیمات میں پانچوں اہمیت وارہمیں۔	"
۱۱۵۵	حدیث ۲۳۲۹	"	۱۱۷۱	فضل اقل	۶۰۵
۱۱۵۶	حدیث ۲۳۳۰ باوجود ہے کی تعلیمات۔	"	۱۱۷۲	حدیث ۲۳۳۱ مسواک کی تاکید۔	"
۱۱۵۷	حدیث ۲۳۳۱ نفاذ خرافہ کی تحقیق و معنی۔	۵۹۷	۱۱۷۳	حدیث ۲۳۳۲ حضرت شریک بن ابی رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"
			۱۱۷۴	گرمی تشریف لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا کام یہ ہوا کہ آپ مسواک کرتے۔	"

صفحہ	مطالب و مضامین	صفحہ	مطالب و مضامین	صفحہ
	تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔		۱۲۳۷ بچہ جس وجہ سے ماں باپ کے ہم شکل ہوتا ہے۔	
۶۵۸	۱۲۵۶ جنتی سے میل جول کا بیان	۶۴۹	۱۲۳۸ لفظ تربیت بمعنی کا معنی۔	
"	۱۲۵۷ لفظ جنب کی تحقیق و استعمال	۶۴۷	۱۲۳۹ حدیث تہذیب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حالات۔	
"	۱۲۵۸ فصل اول	"	۱۲۴۰ جن کو بعد از احرام نہ جہاڑتے جانیئیں۔	
۶۵۹	۱۲۵۹ حدیث ۳۵۵ لفظ انسال کا معنی۔	"	۱۲۴۱ حدیث ۳۵۶ لفظ مسک کی تحقیق۔	
"	۱۲۶۰ لفظ ہجر کا معنی۔	"	۱۲۴۲ حدیث ۳۵۷ لفظ شفر کا معنی۔	
۶۶۰	۱۲۶۱ جنابت نجاست حکمی ہے۔	۶۵۰	۱۲۴۳ لفظ حیثیات کا معنی۔	
	۱۲۶۲ حدیث ۳۵۸ جنتی ہونے کے بعد وضو کر کے سونا چاہیے۔	"	۱۲۴۴ حدیث ۳۵۹ دو صاع کی تحقیق۔	
"	۱۲۶۳ حدیث ۳۵۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ازواج مطہرات میں عدل کرنا واجب نہ تھا۔	"	۱۲۴۵ حدیث ۳۶۰ ایک اشکال کا جواب	
"	۱۲۶۴ حدیث ۳۶۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے۔	۶۵۲	۱۲۴۶ حدیث ۳۶۱ ایک سوال کا جواب	
۶۶۱	۱۲۶۵ حدیث ۳۶۱ لفظ جنبہ کا معنی۔	۶۵۳	۱۲۴۷ حدیث ۳۶۲ شخص کے غائب ہونے سے غسل فرض ہوتا ہے۔	
"	۱۲۶۶ جنتی کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے کب پانی مستقل ہوتا ہے۔	۶۵۴	۱۲۴۸ حدیث ۳۶۳ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدت مبارکہ ترک نہ کرنے کی شرط۔	
۶۶۲	۱۲۶۷ حدیث ۳۶۲ اپنی جنتی عدت کے جمع سے گیلہا جسم لگانے سے جسم پاک نہیں ہوتا۔	۶۵۵	۱۲۴۹ حدیث ۳۶۴ غلطی کی تحقیق۔	
"	۱۲۶۸ حدیث ۳۶۳ بے وضو بخند بانی قرآن پڑھنے کی اجازت ہے۔	"	۱۲۵۰ حدیث ۳۶۵ حضرت علی کے حالات۔	
"	۱۲۶۹ حدیث ۳۶۴ حیض والی عدت اور جنتی کے لیے قرآن پاک پڑھنا منع ہے۔	"	۱۲۵۱ لوگوں کے ساتھ نکلے ہو کر نماز ادا نہ کرنا منع ہے۔	
۶۶۳	۱۲۷۰ حدیث ۳۶۵ حافظہ اور جنتی کے لیے مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔	۶۵۶	۱۲۵۲ قیسری فصل	
		"	۱۲۵۳ حدیث ۳۶۶ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حالات۔	
		۶۵۷	۱۲۵۴ حدیث ۳۶۷ ابتداء میں پکاس نمازی اور غسل جنابت سات مرتبہ کرنے کا حکم	

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۴۰۰	حدیث ۳۹۵ حضرت سمرون بن جندب رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۴۲۲	۱۴۱۶	حدیث ۵۰۲ حضرت علی اللہ علیہ وسلم کی صفت	۴۳۰
۱۴۰۱	ذبیحہ و نعت کا معنی۔	"	۱۴۱۷	عراق کا معنی۔	۴۳۱
۱۴۰۲	حدیث ۳۹۶ میت کو اٹھانے اور لٹے غسل دینے والے کے لیے نفل فرضی ہے یا نہیں اس مسئلے کی تحقیق۔	۴۲۳	۱۴۱۸	حدیث ۵۰۳ عمر کا معنی	۴۳۱
۱۴۰۳	حدیث ۳۹۷ حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۴۲۴	۱۴۱۹	حدیث ۵۰۴ عورت کے بجائے پاننانہ میں جامعیت تحت منہ ہے۔	۴۳۲
۱۴۰۴	اسلام لانے والے شخص کو غسل کا حکم۔	"	۱۴۲۰	نحوی اور کاہن وغیرہ کی تصدیق کرنا کافر ہے۔	"
۱۴۰۵	حدیث ۳۹۹ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۴۲۵	۱۴۲۱	حدیث ۵۰۵ حالت حیض میں عورت سے جماع کر لیا تو بطور کفارہ کیا چیز صدقہ کرے اس بارے میں المذکر کرام کے مختلف اقوال۔	۴۳۴
۱۴۰۶	جمہ کے روزہ غسل کا حکم کیوں دیا گیا۔	"	۱۴۲۲	قیسری فصل	"
۱۴۰۷	حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے نانہ اقدس میں مسجد نبوی شریف کی ہیئت۔	۴۲۶	۱۴۲۳	حدیث ۵۰۶ نانہ	"
۱۴۰۸	مسجد نبوی شریف کی توسیع	"	۱۴۲۴	حضرت زید بن اسلم کے حالات۔	۴۲۵
۱۴۰۹	حیض کا باب	۴۲۷	۱۴۲۵	حدیث ۵۰۷ اس حدیث کا بعض دوسری احادیث سے تکرار اور اس کا جواب۔	"
۱۴۱۰	حیض کا معنی	"	۱۴۲۶	مسماۃ عورت کا باب	۴۲۶
۱۴۱۱	عورت کو حیض آنے کی ابتداء	"	۱۴۲۷	مسماۃ کا معنی۔	"
۱۴۱۲	خون حیض پیدا کرنے کی حکمت الہی	"	۱۴۲۸	خون مسماۃ کا منہ	"
۱۴۱۳	حدیث ۵۰۸ عائشہ عورت اہل بیت کا	۴۲۸	۱۴۲۹	فصل اول	"
۱۴۱۴	طرز عمل۔	"	۱۴۳۰	حدیث ۵۰۹	"
۱۴۱۵	حضرت انس بن حذیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما۔	۴۲۹	۱۴۳۱	حدیث ۵۱۰ حضرت خاتمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا	۴۳۷
۱۴۱۶	حدیث ۵۱۱ عائشہ عورت کے جسم کے کس حصے نفع اٹھا جائز ہے۔ اس بارے میں ائمہ کا اختلاف اور مذہب حنفی۔	۴۳۰	۱۴۳۲	مسماۃ عورت کے لیے طہارت کا مسئلہ	"
			۱۴۳۳	حدیث ۵۱۲ عائشہ تہران کی تحقیق۔	۴۳۸

صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار
	نماز کا مسئلہ۔		۷۳۸	تسبیح کا مادہ اشتقاق اور معنی۔	۱۳۳۴
۷۳۳	حدیث ۱۵۱۱ حضرت اسماء بنت	۱۳۳۶	-	حدیث ۱۵۱۵ حضرت عدی بن ثابت	۱۳۳۵
"	حمیس رضی اللہ عنہا کے حالات۔			کے حالات	
"	ہذا کن کا معنی۔	۱۳۳۷	-	حدیث ۱۵۱۶ حضرت عمر بن خطاب	۱۳۳۶
۷۳۴	اختتام کتاب الطہارۃ۔	۱۳۳۸		رضی اللہ عنہا کے حالات۔	
	عرض شریف حضرت اللہ تعالیٰ لہ	۱۳۳۹	۷۴۰	کر سب کا معنی۔	۱۳۳۷
	فقت بالیسر		-	جس عورت کو خون استغاضہ کہی بند	۱۳۳۸
۷۳۵	قلعہ تاریخ طباعت			نہ ہوتا ہو اس کے لیے طہارت اور	

ترتیب و تدوین فہرست

نیکم بندہ ضعیف محمد سعید احمد
نقشبندی عفی عنہ، مترجم کتاب
۱۱ مارچ ۱۹۸۱ء



محمدؐ و نصلی علیہ وسلم الکریم

عرض مترجم غفرلہ

راقم الحسرت محمد سعید احمد نقشبندی مجذبی الی حضرت میل فتح محمد حرم و متوفی ۱۹۳۲ء میں بنام چٹیل
قبر یا برہمیری، مضافات نوشہرہ (مقبوضہ کشمیر) ضلع میرپور میں پیدا ہوا۔ چار سال کی عمر میں والد مرحوم کا سایہ ہر سے
اٹھ گیا۔ والد مرحوم کی وفات کے ساتھ ہی بڑے پر آشوب دور کا آغاز ہوا۔ ۱۹۳۷ء کی پاک و ہند تقسیم ملک وقت
اقتیار کر گیا۔ اس آٹنائیں راقم نے اپنے برادر کلاں مولوی محمد عبداللہ صاحب (فاضل دیوبند) کی انتھک کوششوں
سے زلیفانگ فارسی نظم اور سکول میں ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کر لی۔

اوائل ۱۹۳۸ء میں وطن مافوق سے پاکستان کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ پاکستان اگر مزید غیر تقنینی مملکت
سے دوچار ہونا پڑا اور خاندانہ روش کی سی کیفیت یہی رہی گئی نہ وہ گنہگار گئے۔ راقم کا خاندان ایک علمی اور دینی خاندان
تھا۔ والد مرحوم فارسی نظم پر مکمل عبور رکھنے کے علاوہ تاج تہذیب و فنوری شرعی احکام و مسائل سے بھی پوری طرح آگاہ۔
صوم و صلوات کے پابند اور مشرع بزرگ تھے۔ آپ کے دوسرے بچہ بھائی رحیم اللہ تعالیٰ بھی کچھ اسی ذہنیت کے
نیک اور پارسا لوگ تھے۔ راقم کے ۴۴ مولانا الحاج نظام الدین رحمہ اللہ علیہ اپنے وقت کے حیدر علیہ اسلام کے
بے لوث مبلغ اور عارف کمال جناب قاضی صاحب اعوان شریف قدس سرہ اور مرشد برحق جناب قبلہ سید
مر علی شاہ صاحب کے فیض یافتہ بزرگ تھے۔ اس خاندانی اثر کے پیش نظر کچھ اخلاقی و اعتدال سے راقم کو کوئی دینی
درس میں داخل کرنے کا پروگرام طے کیا۔ اس منصوبے کا علم جب راقم کو ہوا تو کچھ عین کے لاپرواہی کے باعث چلے
قیام سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر خدا کی شان کہ علم دین سے فرار ہو کر جہاں جا کر راست چڑی وہ دارالعلوم محمدیہ رضویہ بمبئی تھا
پھر مقصد القلوب ذات نے مناد و سرگرمیہ دکھایا کہ دارالعلوم کے اساتذہ اور علمبردار سبلی نگاہ پرلٹنے سے ہی دل
کی کیفیت بدل گئی۔ نفرت کی جگہ شوق نے لے لی۔ بلے چینی و اضطراب کے بجائے تسکین اور اطمینان قلب نصیب
ہو گیا۔ صبح اٹھ کر ابتدائی کتابیں نحو و غیرہ شروع کر لیں۔ پھر رب قدوس نے بہت بڑا اور اصل فضل و کرم یہ کیا کہ
تعلیم کو شروع کیے ابھی صرف دو تین ماہ گزرے تھے کہ جامد کے بانی و مہتمم اور استاذ جناب قبلہ سید جلال الدین شاہ

صاحب دامت برکاتہم کے ایسا و ترغیب سے سراج السالکین تعدد العارفین حضرت قبلہ جناب سید نور الحسن النجاشی
الکلیانی قدس سرہ الکریم علیہ السلام نے سند الکافین عمدۃ العارفین قطب زمان حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہ الاقدس
کی بیعت کا شرف حاصل ہو گیا۔ یہ سنہ ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے۔ حضرت قدس سرہ نے خصوصی زور سے نوازا اور اپنے معمول
شریعت کے مطابق سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا ابتدائی سبق تعلیم فرمایا۔ مرشدِ کامل سے تعلق و نسبت اور بیعت
وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس کی قدر و قیمت و اہمیت اربابِ سلوک ہی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا
قَوُّوْا اَيْدِيَكُمْ رِجَالَكُمْ۔ حضرت علی بن عثمان معروف بہ داماد گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلشَّيْخُ فِي تَوْبِهِ كَالْبَنِي
فِي اُمِّيَّتِهِ۔ رومی فرماتے ہیں۔

بندۂ یک مرد صاحب دل شوی بہ کہ برفرق سہر شاہاں روی
علامہ اقبال مرحوم و منور نے کہا۔

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے بوسہ زن بر آستانِ گلے
بیت سے چند ماہ بعد ہی حضرت مرشدِ گرامی قدس سرہ عارضہ دوح المفاصل میں مبتلا ہو گئے اور مسلسل دوحانی
سال میلادہ کو نومبر ۱۹۵۶ء میں اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔

حیف در چشمِ زدن صحبتِ یادِ آخر شد

دوے گلِ سیرِ ندیم کہ پیرِ آخر شد

مگر وہ ان غلالت بھی مرشدِ حق کے فیضان کا سمندرِ متلاطم و موجزن اور پورے جوین پر رہا اور طالبانِ حق
نسیبِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اس گنج گراں ہائے سے جو بیاں بھرتے رہے راقم کو چونکہ صحبتِ سخن
کا بیت گم وقت ملا۔ اس لیے طریقت و سلوک کی ایجاد سے بھی واقف نہ ہو سکا۔ قال اللہ المشتکی۔

حضرت قبلہ قدس سرہ کے وصالِ مبارک کے بعد آپ کے خلف الرشید اور فرزندِ اکبر پر طریقت حضرت قبلہ
سید محمد باقر علی شاہ صاحب مجاہدہ نشین خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ دامت برکاتہم العالیہ۔ اپنے والدِ گرامی کی تعلیمات
محوالات کے مطابق سترشدین کے لیے وجہ ہدایت و فیض بنے ہوئے ہیں۔

بھگتی میں ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد گوجرانوالہ، راولپنڈی، لاہور، لائل پور، منڈلی ہارون آباد، بھولوالہ
اور پھر بھگتی کے مدارس سے اکتابِ علم کرنے کے بعد بالآخر ۱۹۵۵ء کے اوائل میں جامعہ تعمیر لاہور سے دورہ حدیث
پاک کی سند حاصل کی اور یہیں تیاری کر کے پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ اس کے ساتھ ہی غدکھا

و اساذی جناب قبلہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بطول بقائے واکام فی علینا میں برکات و احسان سے کمال شفقت و مہربانی اپنے جامعہ میں مدرس مقرر کیا۔ اور ہدایہ احسنین عالمی اور احسن وغیرہ کتب میرے ذمہ لگائیں۔ ایک سال بعد پیر طریقت رہبر شریعت محمد امین حضرت سید محسوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ۱۹۵۸ء میں جامعہ نعمانیہ لاہور میں مدرس مقرر ہوا یہاں ساڑھے آٹھ سال تدریس کے بعد مسند المحدثین، عمدۃ المفسرین منہج عظیم پاکستان جناب سید ابوالبرکات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طلب کرتے پر آپ کے دارالعلوم حزب الاحناف میں تدریس کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے یہ سلسلہ فردی نشستہ ایک بجے جاری رہا۔ اور ۱۹۶۶ء کے اواخر میں جب کہ راقم جامع مسجد عارف حقانی عالم ربانی عمدۃ المحدثین حضرت شاہ محمد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ میں غلیب تھا، عارضہ ذیابیطس میں مبتلا ہو گیا۔ ہر قسم کے علاج صالجے کے باوجود تھوم تحریر یہ مرض پوری شدت اور آب تاب سے لاحق و موجود ہے۔ جن سے راقم کے اعصاب و قوی ناگفتہ بہ متکلیف مضلل اور کمزور پڑ چکے ہیں۔

بر حین سیر و خستہ دل و ناتواں شدم

ہرگز نہ یاد روستے کو کرم بران شدم

سلسل سولہ سترہ برس تفسیر حدیث، فقہ، اصول فقہ، آداب، معانی، معرفت خود وغیرہ علوم کی تدریس کی بدولت دین کی قدر سے شمع بدھ پیدا ہو گئی۔ مجھ کو لاکھوں پر یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم تھا۔ واللہ العزیز العظیم۔ قرآن و حدیث میں تبلیغ و اشاعت اسلام اور امر معروف و نہی تنکرات کی جس افلاز میں ترغیب دی گئی ہے اس کے فضاکی و مناقب اور تاکید و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اس کے پیش نظر اس کی مالی بنیادوں اور اداروں نے تعینت و تالیف کی صورت میں کئی اس ترجمے کی فراہمی کی خوشی و علاوہ مالی بنیادوں اور اداروں کی خدمداری، شغل تدریس اور متنوع گھریلو پریشانیوں کے باعث ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۶ء تک کے دوران ہدایہ الہدایہ (عربی)، منہاج العابدین (عربی)، مصنفہ جواز الاسلام مرشد امام حضرت امام غزالی قدس سرہ کے اردو تراجم کیے۔ نیز اسی عرصہ میں اصلاح عقائد کے لیے سنگ امام ربانی تالیف کی، حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ سرسندی رحمۃ اللہ کے مکتوبات فارسی کی طباعت، اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت کی کتاب احکام شریعت کے عربی متن کا اردو ترجمہ، مفضل فہرست جو ساری کتاب کا گویا خلاصہ ہے، تالیف کیا۔ ۱۹۷۶ء سے ادا کی ۱۹۷۷ء تک عرصہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے ہر سرفہر فارسی کو اردو میں منتقل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ سب کتب عرصہ ہوا زیر طبع سے آراستہ ہو کر رواد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ واللہ العزیز العظیم العظیم۔

۱۹۴۳ء میں کیے گئے سعادت ناری حقیقت حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کیا۔
 ۱۹۴۶ء میں پچیز کو حرمین شریفین پہنچے اور حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت
 عملی نصیب ہوئی اور پچیس دن دیار صیب میں قیام کا موقع ملا۔

ایک دن موجدہ شریعت کے سامنے بارگاہ اقدس نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کھڑا تھا کہ یکایک اس
 کتاب مستطاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ندرسی کے ترجمہ اردو کا خیال آتا ہوا اور دل میں عجیب قسم کی مسرت
 بھی محسوس ہوئی پاکستان واپس پہنچ کر ہفتہ ترجمہ شروع کرنے کا ارادہ کرتا مگر اپنے فرزند عزیز مسی بہ محمد حمید احمد
 کی بیماری اور تیمار داری مانع آتی۔ اس کی بیماری روز بروز شدت اختیار کرتی گئی۔ بالآخر وسط ۱۹۶۶ء ماہ رجب
 الربیع میں ہمیں جدائی و مفارقت کے رنج و الم میں ڈال کر بھرپور سال خالق حقیقی سے جاملے۔

۱۹۶۶ء میں اس کتاب کے ترجمہ کا کام شروع کیا۔ واضح ہو کہ راقم ستمبر ۱۹۶۵ء میں جامع مسجد امام الادب
 وانا گنج بخش قدس سرہ میں امام پھر خطیب مقرر ہوا یہاں کی امامت و خطابت سے متعلقہ مصروفیات کا پھیلاؤ بڑا
 ہی عجیب نوعیت کا ہے، تصنیف و تالیف کے کام کے لیے جس قسم کے سکون، تنہائی اور فرصت کی ضرورت
 ہوتی ہے۔ وہ بہت کم میسر ہے۔ بہر صورت ترجمہ کا خطرات کام کرتا ہوا ۱۹۶۵ء میں راقم کا دوسرا انتہائی بگڑا ہوا روحی احمد
 مختصر ملائمت کے بعد اللہ کو سپارہا ہو گیا۔ پھر جولائی ۱۹۶۹ء میں راقم کی دختر نیک اختر قرآن حکیم کے آٹھ
 پاروں کی حافظہ قاریہ ایک دلدوز حادثہ کا شکار ہو کر جام شہادت نوش کر گئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۰ء میں مزید کچھ ایسے
 اندوہناک واقعات پیش آئے جو رنج و الم اور شدت و کرب میں سب سے سبق تے گئے۔ بعض حلقے مجھے
 سست گردانتے ہوئے طعنہ زن میں مگر مجھے

چوں خداستند حقیقت رو افسانہ زندہ

اور

کہا دانشدہ حال ما بکساران ساحلہا
 بہر حال جو ہم مصروفیات، تعلیم و تعلیم کے شغل اور مصائب و آلام کی ان حشر سامانیوں کے باوجود ترجمہ
 کا یہ عظیم علمی کام جاری ہے اور محض تائید علمی سے جاری ہے۔ ترجمہ کی جلد اول تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔
 محمد اللہ علی رحمہ نہانہ۔ بیابان آمد ابن وکاش فسانہ۔

میری پوری کوشش ہوگی کہ کم سے کم وقت میں پوری کتاب اشعۃ اللمعات کا ترجمہ تائیدین کے

ہاتھوں میں پہنچے۔

راقم المسدود اُن اساتذہ اور علماء و اکابر ملت کا تہ دل سے مشکور ہے جنہوں نے بحال شفقت و مہربانی اس ترجمے کی صحت کی توثیق و تصدیق فرمائی۔ ان میں وہ اکابرین بھی ہیں جو میں بلکہ بعض چالیس سال سے اہل سنت و جماعت کے مرکزی مدارس اور جامعات میں شیوخ حدیث میں اور صحاح ستہ اور اُن کی شروح اور تفسیر و فقہ و دیگر علوم میں درگاہ کامل رکھتے ہیں اور ان کے تلامذہ ملک و تیسرون ملک خدمت اسلام اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت میں مرکزی کردار ادا کر رہے ہیں اور اپنا نام و مقام پیدا کر چکے ہیں۔ ان اکابر کی تصدیق و توثیق راقم کے لیے مایہ سدا افتخار ہے اور قارئین کے لیے ان شادانہ تعالیٰ مزید طمانیت کا موجب ہے۔

ناشر کتاب

ابتداء میں راقم کا خیال تھا کہ اس کتاب کی طباعت اور نشر و اشاعت میں اپنے اہتمام میں کروں گا مگر بعد میں مخدوم اہل سنت جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب، فاضل جلیل عالم جمیل استاذ العلماء جناب مولانا عبدالحکیم شرف صاحب اور جناب صاحبزادہ میاں زبیر احمد صاحب دہلک مکتبہ رفعاہ بلیک شہر حضرت داماد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل اور کچھ اس نیک کام کی تعمیل کے لیے اپنے اوپر زیادہ پابندی عائد کرنے کی نیت سے ترجمہ کے جملہ حقوق کرمی جناب اعجاز احمد شاہ صاحب ملک فسرید بکٹ مثال ۴۴، اردو بازار لاہور کو دے دیے ہیں۔ شاہ صاحب موصوف دینی کتب کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں بڑے مبارک اور بلند عزائم رکھتے ہیں۔ اس سے قبل فقہ کی مشہور و معروف اور ضخیم کتاب فتاویٰ مالگیری اردو شائع کر چکے ہیں۔ ترجمہ اشعۃ اللمعات جو غالباً چھ ضخیم جلدوں میں ہو گا مکمل علاوہ بخاری شریف ترمذی شریف اور کچھ دوسری کتب حدیث کے تراجم کر رہے ہیں۔ اس میں سے کچھ کتابیں نیزہربط سے آراستہ ہو کر منصفہ شوہر پراہی ہیں۔ فخر اہل سنت حضرت علامہ ابو النور محمد بشیر صاحب دامت برکاتہم اعلیٰ کی بہت سی تالیفات اچھے معیاری انداز میں شائع کر چکے ہیں۔ اس جو دنائک گرائی کے دور میں طباعت اور نشر و اشاعت کے مصداق آسمان سے باتیں کر رہے ہیں جناب شاہ صاحب موصوف فیاض طبع انسان ہیں۔ انہوں نے کشادہ دلی اور پوری لگن و جذبے سے معیاری دینی کتب کی نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے وہ اپنے نیک مقاصد میں انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران ہوں گے۔

تصنیف و تالیف اور معیاری کتب کے تراجم کا شغف و ذوق رکھنے والے علماء اہل سنت کو چاہیے کہ شاہ صاحب کی حوصلہ افزائی کریں اور بھرپور تعاون فرمائیں۔ اہل قلم علماء اہل سنت کے لیے گروپش کے حالات سامنے رکھتے ہوئے بھی تصنیف و تالیف اور تراجم کیلئے توجہ منقطع کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت اور بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

وَعَايَا رَبِّ الْعِزَّةِ اَمْرِ خَيْرٍ كِي سِرِّ اَنْجَامِ وَهِيَ فِي مَدَدِ وَفَرَّتْ سَعَى نَوَازِى - آمِنْ ثُمَّ آمِنْ - رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ -

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین
برحمتک یا ارحم الراحمین

محرر بطور بندہ رب غفور محمد سعید احمد نقشبندی غفرلہ
خلیب و امام جامع مسجد قطیف الاولیاء حضرت داماد گل بخش
رحمۃ اللہ علیہ ناظم و خادم علم حدیث جامعہ نعمانیہ لاہور
پاکستان

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ -

۴ اپریل ۱۹۸۱ء -



نہجہ و فصلی ع۔ لا رسولہ الکریم

تقریظات و تصدیقات علماء اَعْلَام و فضلاء
عظام شیوخ حدیث دامت برکاتہم و فیوضاتہم
علی رؤس الانام الی یوم القیام

تقریظ العالم العلامة المفرد والفاضل الجبر الامجد شیخ الاسلام والمسلمین حضرت
مولانا محمد مہر الدین مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم حسرتب الاحناف لاہور

جامع اصول وفروع، غوامض حقائق شرعیہ، واقف اسرار علی وحشی، ماہر دقائق قرآنیہ، عالم کوائف
حدیث نبویہ حضرت مولانا شیخ محمد عبد الحق دہلوی قدس سرہ سرزمین ہند و پاک میں سب سے پہلے بزرگدیں
جنہوں نے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشر و اشاعت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا۔ شب
روز اس کی ترویج میں مشغول رہے۔ جس کا اعتراف ہر خاص و عام کو ہے۔ ہر طبقہ ان کی تحقیقات و تدقیقات
کے روبرو سر تسلیم خم کرتا ہے۔ آپ نے قرآن و حدیث کی تحقیق و مضائقہ توضیحات سے مستفیدین کو
سرشار فرمایا۔ آپ کی تصانیف جلیلہ کو وہ قبولیت عامہ حاصل ہے جس کی مثال نہیں۔ اس سلسلہ میں
آپ نے احادیث کے ایک منتخب مجموعہ مسی بہ مشکوٰۃ المصابیح (عربی) کی فارسی زبان میں تشریح و توضیح مسی بہ
اشعۃ اللمعات فرمائی ہے جو کہ اپنی نظیر خود ہے۔ جس میں آپ نے احادیث مشمولہ کی تفسیر کے علاوہ ائمہ

فتاویٰ اور محدثین کے معمولات شرعیہ کو قابل رشک انداز میں سپرد قلم فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے پڑھ لینے سے تقریباً پورے مجموعہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر غل پیرا ہونے میں کوئی دقت باقی نہیں رہتی۔ یہ ان کا امتداد محمدیہ علی صاحبہا السلام پر احسانِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ رحمۃ اللہ کو اس کی بڑائے بس نیل عطا فرمائے۔ آپ کی یہ شرح چونکہ فارسی زبان میں ہے اور فارسی زبان سے بھی عربی زبان کی طرح دلچسپی بہت کم رہ گئی ہے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو زبان میں کیا جاتا تاکہ اس سے ہر خاص و عام مستفید ہو سکے۔ الحمد للہ مولانا کریم نے بروقت مجھے فی اللہ واجب الاحترام حضرت مولانا محمد سعید احمد دامت برکاتہم العالیہ خطیب جامع مسجد مبارک حضرت ڈاکٹر گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور، مترجم کتب کثیرہ و مولف تصانیف کثیرہ، کی توجہ کو اس کی طرف منطقت کیا۔ مولانا موصوف نے اس کا نہایت سلیس اور عام فہم طریق سے اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ میں نے بعض مقامات سے ترجمہ کو پرہیز کیا۔ لطف یہ ہے کہ ترجمہ میں حضرت موصوف نے جو صفت ترتیب متن و شرح میں وضع فرمائی ہے کہ اوّل حدیث مشکوٰۃ درج کر کے اس پر باقاعدہ حرکات زیب متن کہیں پھر اس کے مقابلہ میں حدیث کا سلیس یا محاورہ ترجمہ تحریر کیا پھر ہر دو کے نیچے اشدہ تعلیمات کا حدیث سے متعلق سہل ترین انداز میں ترجمہ زیب رقم کیا جس سے کتب کے اردو ترجمہ میں مزید دلچسپی پیدا ہوگئی اور ضروری تعلقات حدیث کی صورت صحیح منوں میں ذہن نشین ہونے کے قریب ہوگئی ہے۔ بہرِ نفع مولانا موصوف نے شائقین پر بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مولانا کی اس خلوص بھری محنت کو قبول کر کے سب کے لیے فلاح داریں کا ذریعہ بنائے۔ اور ان کی دیگر تصانیف کی طرح اس کو بھی قبولیت عامہ کا شرف بخشے۔ آمین تم آمین۔

خادم الحدیث محمد مہر الدین عفی عنہ حزب الخائف لاہور

تقریظ فرید الدھر وحید العصر الفاضل الکامل قانع البدعة ناصر السنۃ جناب علامہ مفتی محمد حسین نعیمی دام فیضہ وعم احسانہ شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت شیخ عبدالحی محمد دہلوی وہ پہلی شخصیت میں جنہوں نے پاک و ہند میں علم حدیث کے فروغ اور اس کی اشاعت کے لیے تدبیریں و تصنیفات کے ذریعہ اہم اور زریں خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ آپ کی معروف مشہور تصنیف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جو کتب حدیث کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے کی تشریح و توضیح فرمائی ہے جو فارسی زبان میں ہے۔ اردو خوان حضرات اس ذخیرہ علم سے بے بہرہ تھے اس کے اردو ترجمے کی سخت ضرورت تھی۔ مجھہ تعالیٰ اس ضروری اور مفید کام کو جناب محترم فاضل مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی خلیفہ جامع مسجد انا و بار لاہور نے پر حسن و خوبی انجام دیا۔ مولانا موصوف نے اشعۃ اللمعات کا سلیس اور بہترین ترجمہ کر کے اردو خوان حضرات کے لیے حدیث کے مطالب اور مسائل کو عام فہم بنا دیا ہے مولانا تعالیٰ مولانا موصوف کی اس دینی و علمی خدمت کو مقبول عام بنائے اور اس صدقہ جاریہ کو مسلمانوں کے لیے نفع بخشی کا ذریعہ فرمائے۔ مولانا موصوف بہت سی اہم کتب کا اردو ترجمہ اس سے پہلے ہی کر چکے ہیں جس سے شائقین علم و تحقیق مستفیض رہے ہیں۔

مفتی محمد حسین نعیمی ناظم دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور
یکم ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

تقریظ العالم العالِم المحقق المدقّق جامع معقول و منقول حساوی فروع و اصول حضرت العلامة مولانا غلام رسول صاحب القادری الرضوی متعنا اللہ بطول حیاته و نفعا من علومه و فیوضاته شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام فیصل آباد

اشعة اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ علم حدیث میں مستند اور جامع شرح ہے، حضرت شیخ محقق جملہ اللہ نے حدیث کے بیان اور تشریح میں ہر پہلو کو ملحوظ رکھا ہے حدیث کے اسناد و متن کی تحقیق میں حدیث کا حق ادا کیا ہے اور اختلاف مذاہب فقیہہ کی تفصیل اور ان میں ترجیح اور عقائد کی تدقیق بہتر انداز میں کی، لیکن شرح قادری ہونے کے باعث بعض اذہان کے لیے کچھ الجھنیں محسوس ہوتی تھیں اور وہ شیخ محقق کی بیان کردہ تشریح کی تک پہنچنے سے قاصر تھے نتیجہ ہر انسان مستفید نہ ہو سکتا تھا۔

حضرت مولانا محمد سعید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا احساس کرتے ہوئے۔ اس شرح کو اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے جب کہ سیاق و سباق میں اصل سے ذرا بھی بعد پیدا نہیں ہونے دیا۔ اور سلیس اردو میں حدیث کی روانی کا لحاظ رکھتے ہوئے بہترین انداز میں حدیث کی وضاحت کی ہے۔ گو میں نے چند مقامات دیکھے ہیں لیکن وہ ساری کتاب کے لیے دلالت مطابقی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اصل مولانا موصوف نے انسحک محنت اور اپنی خدا داد استعداد سے اس کی وضاحت کا حق ادا کیا ہے۔ و غار ہے کہ مولیٰ کریم اپنے نبی جیم کے توسل سے اسے قول فرما کر مولانا موصوف کو اجر عظیم سے نوازے اور مخلوق خدا کو اس سے مزید استفادہ و استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین۔

غلام رسول رضوی خادم الحدیث، جامعہ رضویہ
۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
فیصل آباد

۲۱ - ۲ - ۸۱

تقریظ علامۃ الزمان فرید الاوان خاتمۃ المحققین عمدۃ المحدثین والمدرسین

مولانا اکمل السید محمد جلال الدین شاہ نقشبندی مجددی ادام اللہ فیوضہ

علی الرغبین ونفع لعلومہ الطالبین شیخ الحدیث والتفسیر

جامعہ مجریہ رضویہ نوریہ بھکی ضلع گجرات

جناب شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی علمی اور تصنیفی خدمات کے اعتبار سے نہایت ہی بزرگ اور ہند پایہ شخصیت گذری ہے۔ آپ کی پوری زندگی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بسر ہوئی۔ آپ نے اسلام کے اہم موضوعات پر اپنی تصنیفات والیفات کا اپنے بعد نہایت گرانقدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔ ان میں سے ایک علم حدیث کی مشہور اور متداول کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی فارسی شرح ششہ اشاعت فی ترجمہ مشکوٰۃ ہے۔ یہ شرح مختصر ہونے کے باوجود بڑی جامع اور نفیس تحقیقات و معلومات پر مشتمل ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنے وقت کے عرف و ماحول کے مطابق یہ شرح فارسی زبان میں تحریر کی تھی۔ آج کے دور الحاد میں جب کہ سنت کی روشنی لمحہ بہ لمحہ مہم پڑتی جا رہی ہے۔ بدعات و خرافات بڑی تیزی سے پھیلی جا رہی ہیں اور مسلمان اپنے اسلاف کے عربی و فارسی علوم کے سرمایہ سے بے بہرہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کتاب کے تیار کرنے اور ترجمہ کی شدید ضرورت تھی۔ الحمد للہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی سلمہ ربہ خلیل جامع مسجد حضرت داماد گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ میں نے اسی تقریظ کے وقت مولانا موصوف کے اس ترجمہ کے بعض مقامات کو اصل فارسی کتاب سے سامنے رکھ کر دیکھا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ ترجمہ آسان اور سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ اصل کتاب کے عین مطابق ہے۔ امید ہے کہ اردو خوان طبقہ اس ترجمہ سے بھرپور فائدہ اٹھائے گا۔ دعا ہے کہ رب العزت مولانا موصوف کو اس عظیم دینی و تبلیغی خدمت کی تکمیل کی سعادت عطا کرے اور مسلمانوں کے لیے نافع اور مولانا موصوف کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

البراہمہ سید محمد جلال الدین شاہ مجددی بھکی شریف
مطابق ۲۲ ذی القعدہ ۱۴۱۱ھ

تقریظ العلامة التحریر الفاضل الفہامۃ الشہیر صاحب التصانیف والتحریر شراح صحیح البخاری فضیلۃ الشیخ مولانا السید محمود احمد الرضوی القادری ناظم دارالعلوم حزب الاحناف نفع اللہ تعالیٰ بہیاتہ وافاض علی المسلمین من برکاتہ

امام المحدثین۔ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز دنیا سے علم و فضل کی وہ عظیم و عظیم
شخصیت میں جنہوں نے علوم عالیہ اسلامیہ خصوصاً علم حدیث کی تبلیغ و اشاعت اور حدیث رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعلیم و ترویج کا ایک میار قائم فرمایا۔ پاک دہندہ میں آپ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے علم حدیث
کو اپنی تبلیغی۔ تدریسی اور تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز و محور بنایا اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تفسیری زبان میں
بہترین علمی توجیہ و تشریح کا اعزاز حاصل کیا۔

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی تصانیف جلیلہ میں اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ حدیثی اسرار و معارف کا ایک ایسا
مترک ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کے تمام دینی معلقوں میں مقبول و معروف ہے اور آپ کی بیان کردہ توضیحات و
تشریحات کو بطور سند و دلیل پیش کیا جاتا ہے۔

اوردون خان حضرات کے لیے اشعۃ اللمعات کے صحیح ترجمہ کی ضرورت محتاج بیان نہ تھی۔ مقام مسرت ہے
کہ حضرت استاذ العلماء علامہ مولانا محمد سعید صاحب نقشبندی مدظلہ خطیب جامع مسجد دارالکلیۃ بخش علیہ الرحمہ نے
مکمل غور و عقیدت اس مترک کتاب کا آسان و سلیس اور جامع ترجمہ کر کے مسلمانوں کے تمام طبقات کے
لیے اشعۃ اللمعات کے جو اہل ریڑوں سے مستفیض و مستفید ہونے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔ اشعۃ اللمعات
کا ترجمہ مولانا موصوف کی بہترین علمی و دینی خدمت ہے۔ مولانا خود بھی فاضل علوم عقلیہ و نقلیہ ہیں۔ ملک کے
مختلف مدارس میں ایک عرصہ سے درس و تدریس کے فرائض باحسن و جود انجام دینے کے علاوہ متعدد ضمیمہ دینی

دعویٰ کتب کے ترجمے کر چکے ہیں۔ جو ملک میں مقبول و عام خاص ہیں۔ ان شاء العزیز اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ
کایہ ترجمہ بھی مسلمانوں کے تمام طبقات میں مقبول و محمود ہوگا۔

سید محمد احمد رضوی تعلیم خود

ناظم مرکزی دارالعلوم حجاز پاکستان

لاہور

۲۳۔ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ

تقریظ افضل الفضلاء اکمل النبلاء فخر السلف قد وہ الخلف عمدة
العالمین زبدة المدرسین العلامة مولانا محمد نواز نقشبندی مجددی
صدر المدرسین جامعہ محمدیہ رضویہ نوریہ بمبئی۔ ضلع گجرات
نفع اللہ تعالیٰ المسلمین بطول بقائه

بندہ نے شیخ عبدالحق محقق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح مشکوٰۃ شریف بزبان فارسی اشعۃ اللمعات
کا تدریس کے دوران بار بار مطالعہ کیا۔ شیخ محقق نے اپنی اس شرح میں مشکوٰۃ شریف کے محل کرنے میں کوئی
دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اور اس کے ہر پہلو کو یعنی ترجمہ، اشکافی مسائل کا حل، فقہی مباحث اور جو فوائد سے ہر حصہ
شریف سے استنباط ہوتے تھے، نہایت جامع انداز میں بیان فرمائے ہیں۔ دور حاضر میں لوگ فارسی زبان
سے اتنے ہی دور ہیں جتنے کہ عربی زبان سے۔ اس لیے لوگوں کو جس قدر دشواری عربی عبارت کو سمجھنے میں
ہے اتنی ہی دشواری فارسی کے محل کرنے میں محسوس ہوتی ہے اس لیے اس کا اردو زبان میں ترجمہ لا بظاہر

تھا اور عرصہ سے میرے خیال میں یہ بات آتی تھی کہ اس کا ترجمہ سلیس اردو میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے عزیزم حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد صاحب خطیب جامع مسجد دربارہ دارنا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سہی بیخ کی ہے۔ بندہ نے اس ترجمہ کو چند اہم مقامات سے دیکھا ہے۔ بکھرے قلم کے مولانا موصوف نے صحیح ترجمہ اور کہیں کہیں حاشیہ لگا کر کتاب کی افادیت کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ مولانا کریم مولانا موصوف کی اس کاوش بے غرق ریزی اور سماعی جہلہ کو قبول فرمائے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے اور اس کا ذخیرہ کا صدقہ جاریہ کی صورت میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

الفقیہ محمد نواز غفرلہ
خادمِ تدریس جامعہ محمدیہ ضریہ نور یہ یکمگی شریف
۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۶ فروری ۱۹۹۱ء
بروز اتوار

تقریظ نادرۃ ہذا الزمان، عترۃ ہذا الدهر والاولان العالم العادل الہمام
اوشد الفضلاء الکرام۔ العلامة القاضی محمد ارشاد الہی فیضی عصامی
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم نعمانیہ۔ لاہور۔ شکر اللہ تعالیٰ مساعیہ و
دامت محفوظۃ باللطف الرعایۃ والعنایۃ معالیہ

فیقر غفرلہ! القدر نے علامہ فاضلہ جناب مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی، ناظم تعلیم دارالعلوم نعمانیہ لاہور و خطیب جامع مسجد حضرت دارنا صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) زید برکاتہ العالیہ نے جو اشۃ اللغات شرح مشکوٰۃ للشیخ الحق علی الاطلاق حضرت عبدالحق صاحب محدث و ملوہی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ترجمہ اردو میں کیا۔ اس کے بعض

مقامات کو ملاحظہ کیا۔ الحمد للہ نہایت بہترین ترجمہ فرمایا اور جو کچھ مصنف اشعۃ اللمعات کا مقصود و شرح تھا اُسے نہایت اعلیٰ حیثیت سے اور بہترین انداز میں ظاہر فرمایا۔ عبارت شستہ آسان اور عام فہم کلمات میں ہے اس سے مشکوٰۃ شریف کے سمجھنے میں خوب مدد ملے گی۔ لہذا اہل السنۃ والجماعت کے لوگوں کے لیے بالخصوص اور تمام مسلمانوں کو بالعموم اس سے فائدہ ہوگا۔ خدائے قدوس مترجم کی زندگی میں برکت دے کر یہ کام انتہائیک آسانی کے ساتھ پہنچا سکے۔ آمین

فاضل محمد ارشد والی فیضی عصائی عفی عنہ
ساکن دودے تحصیل گوجران ضلع راولپنڈی
(محال)، شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ - لاہور
۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ ۲۶/۸

تقریظ

زعیم ملت فخر اہل سنت جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی

صدر مرکزی مجلس رضا لاہور

حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی مدظلہ خطیب جامع مسجد امام الاولیاء حضرت داماد الحاج محمد
قدس اللہ تعالیٰ سرۃ الاقدس، ایک عرصہ تک جامعہ نعمانیہ اور دارالعلوم حزب الاتحاد لاہور میں مدظلہ العالیین
کی حیثیت سے تدریسی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں تالیف و ترجمہ کا لکھ بھی عطا کیا ہے۔ ان کی ترجمہ کتب میں سے حضرت مجدد الف
ثانی قدس سرۃ السامی کے مکتوبات شریفہ، حجتہ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایۃ الہدایہ اور
منہاج العابدین قبول عام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی تالیف مسلک امام ربانی کے مطالعہ سے لائق و

گم گشتگانِ بادِ یہ ضلالت، راہِ ہدایت پانچکے میں۔

اب فاضل موصوف نضر المہدین، رئیس المتقین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (فارسی) کا اردو ترجمہ مکمل کرنے میں مصروف ہیں اس ضخیم و حجم اور مقدس کتاب کا پہلا حصہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے۔ ترجمہ نہایت آسان سلیس اور عام فہم زبان میں کیا گیا ہے۔ علماء کرام کے علاوہ طلبہ اور عوام اناس بھی اس ترجمہ سے صحیح طور پر مستفید و مستفیض ہو سکیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ۔

فاضل مترجم اس پیش کش پر ہدیہ تحسین و تبریک کے مستحق ہیں اور اس لیے بھی مبارک باد کے حق دار ہیں کہ اشعۃ اللمعات کو اردو میں منتقل کرنے کی اولیت کا سہرا بھی ان ہی کے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا محمد سعید احمد صاحب زید مجدد کو توفیق ارزانی فرمائے کہ وہ اس عظیم کام کی تکمیل جلد از جلد کر سکیں۔ آمین ثم آمین بجاؤ نبی الایمن صلی اللہ علیہ وآلہ و اہلہ و اصحابہ وسلم۔

محمد موسیٰ صفی نمبر ۲۲ جولائی ۱۴۰۱ھ

نوٹ ۱۔ سطور بالا تحسیر کرنے کے فوراً بعد ترجمہ اشعۃ اللمعات کے سالِ طباعت کے بتا دیجی
مادے ذہن میں آئے وہ صبح ذیل میں۔

منظرِ نور _____ ریاضِ رسولِ عزیز (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۴۰۱ھ

۱۴۰۱ھ

ریاضِ رسولِ باکمال (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۴۰۱ھ



مختصر سوانح حضرت محدث دہلوی

نسب

حضرت شیخ کے مورث اعلیٰ آغا محمد ترک بخارا کے رہنے والے تھے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں جب مغلوں نے اپنی وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا تو آپ وطن کی خراب فضا سے بدول ہو کر ترکوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ یہ سلطان علاؤ الدین خلجی (۱۲۹۶ء/۱۳۱۴ء) کا نانا تھا۔ سلطان نے آپ کی بڑی عزت افزائی کی اور اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔ راسی درمیان گجرات کی ہمیشہ آگنی جس کی وجہ سے آپ کو گجرات بابا پڑا فتح کے بعد وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ اللہ نے آپ کو بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا ایک سو ایک بیٹے تھے لیکن ایک ہونا تک ساتھ پیش آیا۔ سولہ کے انتقال کر گئے سب سے بڑے صاحبزادے معز الدین بیچے۔ آپ اپنے والد کے ہمراہ دہلی آ گئے۔ اخبار الاخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق (۱۳۲۵ء-۱۳۲۵ء) کے عہد تک گجرات رہے تھے۔ سلطان محمد بن تغلق کے زمانے میں انتقال ہوا۔ ملک معز الدین سے اس خاندان کا سلسلہ جاری ہوا۔ آپ کے فرزند شیخ موسیٰ نے بڑی شہرت و ناموری حاصل کی یہ فیروز شاہ کا نانا تھا لیکن فیروز شاہ (الموتی ۱۳۸۸ء) کے انتقال کے بعد ملک میں بڑی بد نظمی پھیل گئی اور حالات نے ایسی خطرناک صورت اختیار کر لی کہ آپ کو مجبوراً دہلی چھوڑ کر اولہ اندر کا ستھ کرنا پڑا لیکن زیادہ دن وہاں نہ ٹھہر سکے۔ جب تیمور (۱۳۹۸ء) نے ہندوستان پر حملہ کیا تو آپ اس کی فوجوں کے ساتھ پھر دہلی تشریف لائے۔ شیخ موسیٰ کے کوئی بیٹے تھے لیکن شیخ فیروز سب سے امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کو سہ گری اور شعر و شاعری میں کمال حاصل تھا۔ شہر میں شیخ فیروز بہرائچ کے کئی معرکے میں شہید ہو گئے۔ انکی بیوی حاضر تھیں۔ کچھ دنوں بعد ایک فیروز بخت صاحبزادے کو لہہ ہوئے جن کا نام سدا اللہ تھا۔ ان میں بھی باپ کے تمام خصال موجود تھے۔ شیخ محمد گلکن کے دست حق پرست پرست کی۔ آپ کا ۲۲ ربیع الاول شریف ۹۱۵ھ مطابق ۱۵۱۲ء کو وصال ہوا۔ آپ کے دو بیٹے تھے شیخ رزق اللہ اور شیخ سیف الدین دونوں کو عشق و محبت الہی کا بے پناہ جذبہ و شہ میں طاقتا۔

شیخ محدثؒ کے والد ماجد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے والد ماجد مولانا سیف الدین رحمہ اللہ ۱۱۳۷ھ مطابق ۱۷۲۴ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و عمل کی بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وہ ایک صاحبِ دل بزرگ اچھے شاعر اور پرِ لطف اور بزرگ انسان تھے۔ لوگ ان کی ظرافت و لطافت، معاطہ فہمی اور محبتِ اسلوبی کے معترف تھے۔ شیخ محدث رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

در شعر و فصاحت و قبولِ خواطر و ذوق و شوق و
محبت و ظرافت و لطافت و بے تعلقی و دارنگی و
لیب قلب و حضورِ ذکر و ذکرِ لطافت و نکات و فہم و
وقائق و ارشادات بگاہِ روزگار انسانہ و بارِ غوث

شاعری، علم، مقبولیت، ذوق و شوق، ظرافت
زہد، پاکیزگی، دل، حضورِ قلب، اندکۂ سبغی
میں اپنے عہد میں بے مثال تھے۔

شیخ سیف الدین رحمہ کو عام لوگ شعر و سخن کی وجہ سے جانتے تھے، لیکن حقیقت میں وہ ایک صاحبِ باطن اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ رسالہ وصیت میں شیخ محدث رحمہ ان کے متعلق لکھتے ہیں:-

پند میں شیخ سیف الدین از عالمِ نبی و فقر و فنا و تجوید
و تجوید و تفرید نصیبِ کامل داشت و تکلف و تصنع
و اگر و سرآمدِ حال دے مجال نبود نظر اور تاثیرے
بود کہ ہر گز البتہ ان محبتِ نظری کرد، بقدر استعداد
و مناسب حال اثر قبولی آمد و شیخ

میرے والد شیخ سیف الدین کو فقر و فنا اور تجوید و تجوید
کا کافی حصہ ملا تھا۔ وہ تکلف و تصنع سے بالکل پاک
تھے۔ نگاہ میں ایسا اثر تھا کہ جس پر توجہ کی خالی نہ گئی
اور اس کو حسبِ استعداد قائمہ پہنچا۔

اخبارِ الاخیار میں بھی شیخ محدث رحمہ نے ان کی نظر کی تمائز کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔ — این معنی بیلہ تجربہ
کرہ شدہ است۔ وہ ایک نظریں تھے عالم کی صلاحیتوں کا اندازہ کر لیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے:-

۱۰ مارا از صفائی صحبت و در شان و طول ملازمت
ایشان ایس قدر ارشادہ است کہ حقیقت احوال تہی
رامی شام کہ شب تاریک کے راسخ کم امید
ہست کہ حقیقت حال اور دیکھ ۱۱

شیخ سیف الدین کو عمر مزید یک مرشد کمال کی تلاش رہی۔ بالآخر حضرت شیخ امان اللہ چرپانی پتی کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور یہاں اُن کو ایسا خطر لقیقت مل گیا جس نے اُن کے مشرب توحید کو جلا دے دی۔

شیخ امان اللہ چرپانی پتی

اُن کا نام عبدالمک اور لقب امان اللہ تھا۔ امام اکبر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے فلسفہ وحدت الوجود
پر کامل عبور رکھتے تھے یہ شیخ محدث نے اُن کے متعلق لکھا ہے :-

۱۲ دے از علمائے سوفیہ مودہ است الزما بان
ابن عربی قدس سرہ و عظم ایں طاغیر تہجد و بندہ پایہ
۱۳ وہ وحدت وجود پر اعتقاد رکھنے والے صوفیہ تھے
ابن عربی قدس سرہ کے تلمیذ تھے۔ اس طبقہ کے علم
میں ان کا مرتبہ اور بلند و جہر رکھتے تھے۔ مسئلہ وحدت وجود
بڑی شافی تقریر کرتے تھے۔ اور اس پر توحید کو حکم کھلا
دفعہ دانی و سخن توحید را فاش گفتے ۱۴

شیخ امان اللہ چرپانی پتی نے ۱۲ ربیع الآخر ۹۵۵ھ مطابق ۱۵۴۸ء کو وصال فرمایا۔

شیخ سیف الدین شیخ امان کی خدمت میں

شیخ سیف الدین کو ابتدائی زمانہ سے شیخ کی محبت کا شوق تھا بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حقیقت خدا
حاضر ہوئے تھے لیکن تکمیل کا سامان کہیں نہیں ملا تھا جب شیخ امان چرپانی پتی کی خدمت میں پہنچے تو ایسا محسوس ہوا کہ کسی
نے انھوں پر سرم لگا دیا۔ جو جذبات بہر کمال کی غیر موجودگی میں اُن کے دل و دماغ پر قیامت ڈھا رہے تھے، اُن کی

ترتیب کا سامان دینا ہو گیا شیخ سیف الدین ابتدا و حال میں کسی سرحدی بزرگ سے شک ہو گئے تھے شیخ مانجہ رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں آنے سے قبل مرید ہو چکا تھا لیکن اب آپ کا جذبہ محبت و ارادت مجھ پر غالب آ رہا ہے کیا کروں؟ فرمایا۔ الموعود من احب۔ اس رستہ میں محبت کا اعتبار ہے اس کے بعد ان کی تربیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ کچھ عرصہ کی کتابیں ان کو پڑھائیں پھر اپنے دستِ خاص سے لکھ کر خلافت عنایت فرمایا۔ شیخ محدث نے لکھا ہے۔

واللہ ما بہ عنایت خاص مخصوص مانت و خرد
خلافت پوشا بندہ نیشالِ خلافت چند روزہ خط
میرے والد پر خاص عنایت فرمائی اور فرقہ خلافت
عطا کیا اور خلافت نامہ اپنے دستِ خاص سے
لکھ کر دیا۔

عالات اور وفات

آخر سی خلافت کے زمانے میں شیخ سیف الدین پر ایک عجیب کیفیت طاری رہی، عرفِ دشیت کا اس قدر غلبہ ہو گیا کہ ہر وقت اسی میں پڑیشان رہنے لگے جب کوئی ایسی آیت مٹس لیے جس میں وعدہ رحمت ہو تو طبیعت بشاش ہو جاتی۔ ایک مرتبہ شیخ محدث نے یہ آیت تلاوت کی:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَمُوا
تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا
لَا تَحْزَنُوا وَلَا يَأْتِيَنَّكُمُ الْمَوْتُ مِنْ أَيْنَ شِئْتُمْ
كُنْتُمْ مَخْلُوقِينَ

حقیق جنوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی
پر قائم رہے، ان پر اتنے رحم میں فرشتے کہ تم نہ
ڈرو اور نہ تم کو کماؤ اور خوشی سزاؤں بہشت کی جس کا
تم کو وعدہ تھا۔

قرآن کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور شیخ محدث کربت سی دعائیں دیں شیخ فرماتے ہیں۔
امید دارم کہ مرنے سے آں شب مرے دنیا و
آخرت شود۔
دنیا اور آخرت کا سرمایہ ہو۔
وصل سے کچھ قبل یہ کلمات اور اشعار لکھ کر کفن کے ساتھ رکھنے کی ہدایت کی۔

صدوقہ و کین یلمز و میری
اسے اکرم الاکرمین یلمز و میری
مِنْ الْحَسَنَاتِ وَالْقُلُوبِ التَّائِبِينَ
نہ سیکیاں ہیں اور نہ قلب سلیم
اِذَا كَانَ الْقَدَاؤُ مَرَّ إِلَى الْكَافِرِينَ
جب کہ ایک کریم کے پاس جانا ہو

(۱) وارم رکے غین یلمز و میری
شرمندہ شوم اگر میری مسلم
(۲) قَدِمْتُ عَلَى الْكَافِرِ يُغَيِّرُ زَادَ
میں آیا ہوں کے پاس کفر تو
نَحْمَلُ الزَّادَ اَتَبَحُّ كُلِّي شَيْءٍ
مگر قوشے جانا تو ناموزوں بات ہے

(۳) رَبِّ اَللّٰهُ وَدَعْنِي الْاِسْلَامَ وَنَبِيَّ مُحَمَّدًا وَشَيْخِي الشَّيْحَ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلَانِي۔

وصال کے وقت، خوف و خشیت کی کیفیت، ذوق و شوق میں بدل گئی، عسکر کا وقت تھا شیخ عبدالحق کو کعبہ
سے بلوایا یہ شیخ محدث قرشی اور بحالی کی یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے شیخ سیف الدین نے پھر ان سے فرمایا:
”ابا! ابدانہ مارا کنوں اصلار بجے و مٹے دگٹے نیت،
شوق و ذوق و طرب و طرب است، ہر رخصت و
بیاری کہ میدان باوجود بد رفتہ است و لیکن تو ایسا کہ
مشغول شوی و دکانی کہ مراد و ذرا خیال و راز و سر اسطو
کہ تمام عمر دوست و رفاقت جہاد باذیہاں حالت
نادر و نام و نامی کہ کم کا قریب و میا و قد و داری کا شوق
و ذوق ازین جابری۔ کنوں جمال اس ملو با حسن
وجہ ملو کہ شہ است، اگر ہم دریں حالت
پیش خود طلبد کمال لطف و عنایت او
باشد۔“
گاتر اس کی استغاثی عنایت اور کریم ہوگا۔

معتوق حقیقی کے دیدار کی اس قدر بے معنی تھی کہ اگر کوئی شخص عبادت کو اتار دے کہ کتا حق تعالیٰ آپ کو صحت
عطا فرمائے تو آپ ناخوش ہوتے اور فرماتے کہ خدا را یہ دعا کر و کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہاں سے بلا لے۔ خدا سے ہر سوز
کرنے لگے تو لوگوں نے دہیر پوچھی۔ فرمایا۔

مذہب اسے اپنے ذہنی ختم کعبہ اور اسباب بقائے
من شود، اما ہر دم کہ اس جامی رود بکفنت می
رود
اس وجہ سے بھی نہیں کھانا ہوں کہ میری ابتلا
سبب بن جائے مجھے اب ایک سالہ لڑکا بھی
بوش کفنت ہے۔

۲۶ شعبان ۱۲۹۹ھ کو بے چین عاشق اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا۔ اور مد
عمر میر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

شیخ محدث کی ولادت اور ابتدائی تعلیم و تربیت ولادت:

۱۰ محرم ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۵۵۱ھ کو شیخ محدث دہلی میں پیدا ہوئے۔

زندگی گفت کہ در خاک پتیدم ہر عمر
تا ازین گنبد دیرینہ در سے پیدا شد

محرم ۱۲۹۵ھ اسلامی ہند کی تاریخ میں ایک اہم مہینہ ہے۔ اسی مہینے میں شیخ عبدالحق محدث پیدا ہوئے
اور اسی مہینے میں ابو الفضل رحمہ اللہ نے اسلامی شاعری کی تعویک و توہین میں وقت صرف کیا، تو اول الذکر
نے عیاد شریعت اور قیام امر بالمعروف میں اپنی مادی زندگی کو زبردی ایک سے دین الہی نے تقویت پائی،
دوسرے سے دین محمدی کو مروج ہوا۔

باپ کے آغوش میں:

شیخ محدث کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور خیالات کے نشوونما میں ان کے والد ماجد کا خاص حصہ تھا۔ ایم طفلی
ہی سے انہوں نے اپنے بیٹے کی تربیت کی طرف توجہ کی تھی۔ شیخ محدث کا بیان ہے کہ:

”شب و روز کند محنت و جہد نیت ایشان
تربیت می یافتم“
رات دن میں ان کی آغوش ماطفت میں تربیت
حاصل کرتا تھا۔

لے اخبار الاخبار سے

تین چار سال کا بچہ دیکھیے اور باپ کا یہ ذوق و شوق کہ شب و روز آغوش میں لیے اس کی تربیت میں مشغول ہے۔ اور برسوں کی ریاضت سے جو ذہنی اور قلبی کیفیات اس میں پیدا کر دی ہیں ان کو منتقل کرنے کے لیے بے چین ہے۔ مسئلہ وحدت الوجود کے اسرار سے اس بچہ کو آشنا کرنا چاہتا ہے۔ جب کوئی منکرتہ بچہ کی کچھ میں نہیں آتا تو تجربہ کار باپ یہ کہہ کر تسلی کرتا ہے۔

ان شاء اللہ رفتہ رفتہ اندر سے کار کشا یو
ان شاء اللہ رفتہ رفتہ حقیقت کے چہرے سے پردہ
جمال عین رؤے کا لیدر ملے
اٹھے گا اور جمال عین نظر آئے گا۔

لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کرتا ہے
لیکن باید کہ دائم دریں خیال باشد و ہر مقدہ حرکت
وہمسی کند۔
لیکن یہ غزوی ہے کہ ہمیشہ اسی خیال میں رہو اور جس
قد ممکن ہو کوشش کرتے ہو۔

شرح محدث کے والد اجداد نے ان کو بعض ایسی ہدایتیں کی تھیں جن پر شیخ تمام عمر عمل پیرا رہے اور جو آج بھی ان کی خاص شان اور مخصوص روایات کا ایک اہم حصہ بھی جاتی ہیں شیخ سمیع الدین نے اپنے زمانے کے علماء کی سب سے راہروی کج بخشی اور گراہی کا خوب مشاہدہ کیا تھا، اس لیے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی۔

باید کہ شیخ کس حد بحث علم نزاع علمی سوہ گفت
چاہیے کہ کسی سے علمی بحث میں جھگڑا نہ کرے اور تکلیف
نرسانی، اگر وہ اپنی حق بجانب دیگر است قبول کنی،
و اگر نزد سربار ہو، اگر قبول کند جو کہ بندہ را چنین
معلوم است۔ آن نوع نیز قرائد بود کہ شامی گوئید
نزاع برائے حقیقت نہ
فرمایا کرتے تھے کہ علمی بحث میں جو جنگ کی جاتی ہے وہ صرف اپنے شخص کے واسطے ہوتی ہے یہ لامحالہ
چیز ہے، اس سے منافرت اور مخالفت کے سوت ابل پڑتے ہیں۔ علمی مسائل میں محبت و الفت سے تبادلہ
خیالات ہونا چاہیے کہ۔

ان کا محبت است، آرا کہ محبت نباشد چو کار نہ بچ
ی محبت کا معاملہ ہے جس میں محبت نہیں وہ کیا کرے گا۔
شیخ سمیع الدین کی ان نصیحتوں کو شیخ محدث کے دماغ کے ہر گوریشے نے قبول کیا۔ اور وہ انکی زندگی

کا جزو بن گئیں۔ اگر ہی دور میں بحث و مباحثہ تکثیر و تفسیل کے کیسے کیسے ہنگامے برپا ہوئے، لیکن محدث نے اپنے مسلک سے کبھی سرواخر اخراج نہیں کیا۔ ان کی زندگی کی بنیاد پر ان اصولوں پر رکھی گئی تھی۔

تھے پیدا کن از مشیت بخارے تھے علم تراز سنگین حصارے
دورانِ ادولے در آشنائے چو جوئے در گنار کوہِ حصارے

شیخ سیف الدین کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے دل میں صرف حصولِ علم کی لگن ہی پیدا نہیں کی بلکہ اس کے ذہن میں علم کے متعلق صحیح نظریے بھی قائم کر دیے۔

ابتدائی تعلیم:

شیخ محدث کو ابتدائی تعلیم خود ان کے والد ماجد ہی نے دی تھی۔ سب سے پہلے قرآن پاک شروع کر لیا اور وہ بھی نئے انداز سے شیخ محدث نے ابھی قواعد بھی نہیں سیکھے تھے کہ ان کے والد ماجد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ قرآن پاک کی کچھ سورتیں لکھ کر ان کو یاد کرنے کے لیے دے دیتے تھے۔ اسی طرح دو تین مہینے میں پورا اکلایا پاک ختم ہو گیا۔ خود شیخ محدث فرماتے ہیں:

”اقل ما قرآن مجید بے سابقہ تعلیم قواعد بھی کر
المحال خواندہ دوسرے جو ملکہ کم تر..... تعلیم
فرمودہ سبق و در سبق ایشان می نوشتند و من
می خواندم باز قرآن ہمیں مقدار تعلیم کردہ ام، بعد
از اس از تربیت و شفقت ایشان چنان
قوت بهم رسید کہ ہر روز قدسے از قرآن می خواندم
و ہر مقدار کہ می خواندم پیش ایشان می گذرانیدم۔
دوسرے قرآن ختم کر دے۔“

اس کے بعد کہنے کی طرف توجہ کی اور ایک ماہ کی تعلیم مدت میں لکھنا سیکھ لیا۔

”و از مذمت و تائید اگر مقدار یک ماہ تعلیم گذشت

سب سے پہلے قرآن مجید بے سابقہ تعلیم قواعد بھی
کے جس طرح لڑکوں کو عموماً پڑھا جاتا ہے، دو تین جزو
بلکہ اس سے کم تعلیم فرماتے تھے۔ وہ سبق لکھتے تھے۔
میں پڑھتا تھا۔ قرآن کی بھی مقدار میں نے ان سے
سبق پڑھی ہے۔ اس کے بعد ان کی تربیت و شفقت
کے اثر سے ایسی قوت بہم پہنچی کہ ہر روز مقدار اساتذہ
پڑھنے لگا اور پڑھتا تھا ان کو سناتا تھا غرض وہ
تین مہینے میں قرآن شریف ختم کر لیا۔

نکتہ ہائیم کتابت و تالیف انشاء پیدائش ۱۰

اتنے کم عرصہ میں لکھا اور پڑھنا سیکھ لیتا شیخ کی غیر معمولی ذہانت کا کارثر ہے شیخ محدث نے اپنی اس کامیابی کا اصلی سبب اپنے والد کو قرار دیا ہے، فرماتے ہیں :-

”میرے بہت اثر توجہ و عنایت ایشاں است :- جو کہ بھی ہے وہ ان کی توجہ اور عنایت کا اثر ہے۔“

شیخ سیف الدین نے اپنے فرزند کی تعلیم میں اس زمانہ کے مروجہ نصاب یا طریقہ تعلیم کی پابندی نہیں کی بلکہ ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر جس کتاب کو مناسب سمجھا پڑھا دیا۔ اس زمانہ میں تعلیم کی بہت سی کتابیں نصاب میں شامل تھیں اور ان کا پڑھنا ابتدائی تعلیم کا لازمی جزو سمجھا جاتا تھا۔ شیخ سیف الدین نے اپنے بیٹے کو بوستان اور دیوان حافظ کے چند جزو کے علاوہ نظم کی کوئی کتاب نہیں پڑھائی۔ قرآن پاک کے بعد میزان شروع کر دی اور مصباح اور کافیہ تک خود تعلیم دی شیخ محدث کا بیان ہے :-

”میں کتابائے نظم و اشعار کی تعلیم ان مشافہت میں دیا راست، شاید کہ چند جزو از بوستان و دیوان خواجہ حافظ تعلیم کر دہ باشند ہم از ابتدائے حالت صغریٰ بحدار تمام قرآن میزان العرفیہ و دیوان مصباح و کافیہ خود تعلیم فرمود :-“

اور نظم کی ان کتابوں میں جسے جو اس محکم میں مروج ہیں شاید گلستان و بوستان کے چند جزو اور دیوان حافظ پڑھایا ہو اور ان کی ہر سے قرآن پاک ختم کرنے کے بعد میزان العرفیہ سے مصباح و کافیہ تک خود تعلیم دی۔

پڑھاتے وقت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ انشاء اللہ توبلکہ عالم بن جائے گا۔

۱۰ اخبار الاخیار ص ۳۰

۱۱ عرصہ سے ہندوستان کے نصاب میں یہ ہی کتابیں شامل تھیں، جو اس خیر و ان خیر شاہ کی تعلیم کے مشق تالیف شیر شاہی میں لکھا ہے۔

”فریہ تحصیل علوم عربیہ مشغولی شدہ کا فیرہ بواشی تاضی شباب الدین عرب طریق بزمانہ و علوم دیگر نیز تحصیل کردہ گلستان و بوستان و سنگندہ نمرد و غیر ہم بزمانہ و تعلیمی لیسٹ“

اس زمانہ کے نصاب تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات دیکھو کہ کاجو کہ حکیم عبدالحی مرحوم کا مضمون ”ہندوستان کا نصاب علمی“ (الندوہ، فروری ۱۹۱۰ء) ملاحظہ کرنا چاہیے۔ نیز اکثر مضمون کی کتاب المناجیح بھی اس موضوع پر کافی دلچسپ ہے۔

”ان شاء اللہ قزوین و دانشمندی“

شیخ سیف الدین اپنے بیٹے کی تعلیم خود اپنی نگرانی میں مکمل کرنے کے لیے سبھارین رہتے تھے۔ ان کی تنہائی کردہ اپنے جگر گوشہ کے سینہ میں وہ تمام علوم منتقل کر دیں جو انہوں نے عمر بھر کے ریاض کے بعد حاصل کیے تھے۔ لیکن یہ ان کی پیرائہ سالی کا نشانہ تھا۔ اس لیے محنت و محوری بھی تھے، کبھی کتابوں کا شمار کرتے اور حسرت کے ساتھ کہتے کہ یہ اور پڑھالوں پر پھر فرماتے۔

”مرآۃ غریب دست و دہرہ تصور آفرین تھلے“
بھبھوئی خوشی ہوتی ہے جس وقت ہاتھ دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اس کمال تک پہنچا کہ مجھ کو جس نے خیال کیا ہے۔

شیخ محدث خود بے حد ذہین تھے۔ طلب علم کا سچا جذبہ تھا جس علم کی طرف توجہ کرتے، پانی ہو جاتا، بول چال باپ بیٹے کی ذہانت اور سید سیم سے خوش ہوتا اور اس کے شاگرد اعلیٰ مستقبل کے نقشہ ذہن میں جھانک رہتا تھا۔ ایک دن لاوا قہر شیخ محدث خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”یاد اوم کہ روز سے در عازمت ایشان تقریر بیچے سندان علی می کردند و ایشان بجانب بندہ ناظر بودند۔ در اشئے سخن ایشان را حلقے دگر گزشتہ، و نغمہ از دند و گریہ کردند۔ دم در آں حالت ہر دو دست بر روئے غیر بر آصفند، و ہا کہ کردند و بعد از فروز آمدن آں حالت فرمودند کہ از مشاہدہ شما تہلی دست دلو، و دلو سے مشہود شد کہ تہیر از کیفیت آن ممکن نباشد خداوند کہ آں چہ حالت بود۔“

بارہ تیرہ برس کی عمر میں شرح شمسہ اور شرح عقائد پڑھ لی۔ پندرہ سالہ برس کی عمر ہوگی کہ مختصر و مطول سے فلسفہ ہو گئے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم عقلی و نقلی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس کی سیر نہ کر چکے ہوں۔ اس زمانہ کی پوری سوئد اور خود ان کی زبانی سننے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

”اسیہ بھی فرماتے تھے اپنے والد کی طرف اشارہ کرتے ہیں، کہ ہر ایک علم میں سے مختصر پڑھ لو گے تو تم کو کافی ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد برکت اور سعادت کے دروازے تم پر کھل جائیں گے۔ اور تمہیں سارے علوم پر کف حاصل ہو جائیں گے۔ اُن کے اس ارشاد پاک نے یہ اثر کیا کہ تحصیل علوم میں مجھ کو ایسی سرعت حاصل ہوئی کہ جس کو طے مان اور طے مکان کہتے ہیں ہر علم حاصل ہو گیا۔ یعنی مختصرات و خوش کافیرہ و لب دارشاد و غیرہ شاید ایک

بڑو ملکہ زیادہ یاد کرتا تھا اور تمام تحصیل علم کے لیے اس قدر بے چینی مٹی کر اگر کوئی بڑوان منقرات کا مہم اور
 عشی مل جاتا تھا تو اس کو خود مطالعہ کر لیتا، حاجت، استوصے پڑھنے یا دریافت کرنے کی نہ ہوتی، اگر کثرت آسان ہوتی
 یا مصنوع سے پہلے سے واقفیت ہوتی تو میرا فکر اس کو قبول نہ کرتا خدا ہمارے کان و دلوں میں کیا سمجھتا تھا اور کیا
 دیکھتا تھا لیکن ہر کتاب کے متن اور اضافے اور ان کے الفاظ سے پورا فائدہ حاصل کرتا تھا اور جو کتاب میرے
 ہاتھ آتی بجز کسی کتاب کا مٹا، خواہ میرے پڑھے ہوئے یا نہ ہوئے اس کو اول سے آخر تک دیکھنا پڑے
 اور پورا جب کر لیتا تھا اور میں اس امر کا عقیدہ تھا کہ شروع یا آخر کتاب ملے تو دیکھوں میری نظر تحصیل علم پر
 مٹی، خواہ کسی طرح پر ہو ۱۷

شیخ محدث طالب علم کی حیثیت سے

شیخ محدث رحمہ اللہ نے اپنے بڑے بڑے حواریوں میں فرمایا: "شیخ نسرد کہ ایک خط میں طلبہ بلوق"
 کی نوعیت بتائی تھی ۱۸۔

ہر دے کہ زندہ ہر قدے کہ زندہ حصول مطلوب و انسان جو سائنس سے اوجہ مقدم رکھے اس میں ہوش
 حضور محبوب پیش چشم دارد ۱۹۔ حصول مطلوب اور خود محبوب میں رہے۔

طالب علمی کے زمانہ میں خود ان کا یہی حال تھا دون اوقات ایسی میں غرق رہتے تھے حصول علم کا جذبہ اس
 قدر غالب تھا کہ زندگی اور اس کی ساری پسپائی سمٹ کر اسی میں آگئی تھیں خود کہتے ہیں ۲۰۔

از ابتداء ایام طفولیت ہی دائم کرداری جیت نہیں سے میری حال ہے کہ پچھو نہیں ملکہ کل
 و خواب کدام مصاحبت کیست و آرام چہ و کو کیا ہے خواب مصاحبت کا نام اور آرائش کے کیا
 آرائش کو دیر کیا ہے سنی میں نہیں جانتا کہ میری جوتی ہے نہ

شب خواب چہ و سکون کدام است

خود خواب بے افعال حرام است

ہرگز رشوق کسب و کار طعام پر وقت خود خواب تحصیل علم میں شوقیت کی بنا پر کھانا کبھی ہر وقت
 در محل نہ رہے ۲۱۔ نہیں کھانا اور نیند بھر کر نہیں سویا۔

۱۷ اخبار الانوار ص ۱۳۰۔ ۱۸ المکتبہ دارالریاضی ص ۱۷۰۔ ۱۹ اخبار الانوار ص ۱۳۰۔

جس محنت و مشقت اور جہان مہی کے ساتھ انہوں نے علم حاصل کیا تھا، اس کی مثال اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ ابو الفضل نے اگر رات کو پڑھتے پڑھتے اپنے دماغ میں لٹکی پیدا کر لی تھی تو شیخ محدث عبداللہ نے بار بار معاملہ کی مشغولیت میں اپنے بالوں اور علم کو چراغ سے جلایا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ آگ لگنے کی خبر تک بھی نہیں ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں :

چند دو ہائے چراغے کہ دماغ زلفت کہ ام بادۂ محنت کہ دماغ زلفت

کہ ام خواب چراغ آتش و کبا آرام چہ غار غار کہ در بستر زلفت

بیکر تم زدل خود کہ عمر رفت ولے ز کج عکدہ ہرگز بہ صحن بطن زلفت

شیخ محدث نے صبح سے رات تک کا اپنا پورا پروگرام بتایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علمی دنیا کی حد نشینی کیلئے جس ریاض کی ضرورت تھی، اس میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی تھی۔ بچپن سے انہیں اس بات کا احساس تھا۔ خط جنت تری پنہاں ہے ترے خون جگر میں

اس لیے انہوں نے تحصیل علم میں اپنے خون کا پانی کر دیا۔ طلوع آفتاب سے قبل وہ مدرسہ کو روانہ ہو جاتے تھے۔ مدرسہ مکان سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ دوسرے کوٹھانا کھانے کی عورتوں کی دیکھنے لگھڑکتے اس کے بعد پھر مدرسہ جا کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ چھ میل کی مسافت کو چھپنے کے بعد بھی ان کو ٹھکن محسوس نہ ہوتی تھی اور وہ پورے ذوق و انہماک کے ساتھ رات تک مدرسہ میں مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ رات کو جب گھر واپس آتے تو آرام کرنے کے بجائے پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتے۔ والدین ان کی اس محنت اور مصروفیت سے بہت پریشان ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی بھی آرام بھی کرنا چاہیے۔ لیکن ان کی تحصیل علم کا ایک نشہ سا تھا۔ وہ سب کی نصیحتیں سنتے تھے لیکن کچھ مجبور سے تھے۔ بفضل کیفیت خود ان کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں :

ہر روز باوجود طلبہ پر ہودت جو اسے نذر تان وقت میں جاڑے کی ٹھنڈی ہوا اور گرمی کے جھلساؤ سے بولے

جرات تابستان دہلے بعد سونہی کر شاید از نزل ابد جھنکوں میں ہر روز دو بار دہلی کے مدرسہ میں جانا تھا جو

دو میل یا شتر باقی میل ہی کر کم۔ دیوان مذاق و وقف ہمارے مکان سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہو گا۔ دوسرے

درغیب خانہ سب متادل چند لڑکے سب ملای قرام کو تنہا ہی دیکھ کر شکر چند تھے منہ کھا لیتا..... میرے

لے لے کتا ہے۔ دو چار داغ خود شب آدھ دوام ہر روز مقدمہ ادا شد نہ داغ مرا تری

لے اخبار الانیار ۲۳

وہ نظری آمد تقید آں بہ کہ بت از غریبات وقت می
 و انتم اکثرے از شب و پاره از روز بہ مطالعہ می
 گذشت و پاره از شب و اکثرے از روز یکجا بت
 می رفت ۛ ۛ

ان کے لیے بھی، کھنے کی مشق کو مقدماتِ وقت میں سے
 شمار کرتا تھا۔ اس کا زیادہ حصہ اور مقدماتِ حدیث کا مطالعہ
 میں گزرتا تھا اور مقدماتِ احادیث کا اور زیادہ حصہ حدیث
 کا کھنے میں صرف ہوتا تھا۔

یہ تھا اس شخص کی طالب علمی کا زمانہ جس نے سترھویں صدی میں احیاء علوم الدین کی شاندار خدمت انجام دی۔

حفظِ کلامِ پاک

شیخ محدث رحمہ اللہ نے ابتدائی زمانہ میں ہی قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔ اس کام میں اُن کو سال سوا سال محنت کرنی پڑی تھی۔ خود فرماتے ہیں:

”بعد ازاں بہ حفظ قرآن بمید نیز موفقی شدم و رکعت
 حفظہ اہم و سعادت یک سال چہینے میں نعمت
 را..... بدست آوردم ۛ ۛ

اس کے بعد قرآن مجید کے حفظ کرنے کی توفیق یافتہ ہوا
 نے غایتِ خزانہ میں اس نے ایک سال اور کچھ دنوں
 میں اس نعمت کو حاصل کر لیا۔

عبادت و ریاضت کی ابتدا

اقبالِ رح نے لکھا ہے۔

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و فرو
 فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

شیخ محدث رحمہ نے پاکی عقل و فرو کے ساتھ ساتھ عفتِ قلب و نگاہ کا بھی پورا پورا خیال رکھا۔ پہلے
 نے اُن کو عبودیت و ریاضت میں دلچسپی تھی۔ اُن کے والد ماجد نے ہدایت کی تھی:

”مائے خشک و نامہ ہولِ ریاضی! ۛ ۛ

چنانچہ عمر بھر ان کے ایک ہاتھ میں جامِ شریعت رہا۔ دوسرے میں سندانِ عشق و عشقِ الہی کی گون تو اٹھانا مذہبی
 و مشہ تھی۔ شیخ سیف الدین رحمہ نے ان میں عشقِ حقیقی کے وہ جذبات پھونک دیے تھے جو آخر عمر تک ان کے

ۛ ۛ اخبار الاخیار ص ۳۰۱، ۳۰۲۔ ۛ ۛ اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۳

چون نین مرشد مشرقین رسید از پای تحصیل دیبہ
تدیس برآمد چونس چکمر اتحادہ گرم داشتہ پائے
طلب بدین طائی سفر حجاز کریم ۳۷۵

اخبار الانبیا میں اپنی تعلیم کا ذکر کرنے کے بعد ایک دم سے یہ کہنے لگتے ہیں :-

پندہ گزیدہ گاہ دہانہ نئے آواز گاہ مرا بآب
خود غلیبہ دمن بے غامناں راستہ شوق ہر گز
الگندہ لبوس غلہ خوشید دمن نامراد راہ
منزل مراد رسانید یعنی بدرگاہ حبیب صلی اللہ علیہ
وسلم جائے ولو ۳۷۵

زاو المتقین میں کہتے ہیں :

۳۷۶ میں جند حبیب سے پیدا ہو گیا۔ اور دل پر
دشت طاری ہو گئی۔ دیوانگی کی حالت میں عرق کاراؤ
کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔

آخر وہ ہندوستان میں اپنے آپ کو بے غامناں کہتے تھے، اور وہ دشت، جس کا ذکر انہوں
نے زاو المتقین میں کیا ہے ان کو ہندوستان میں کیوں محسوس ہونے لگی تھی؟

شیخ عبد الوہاب کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے دشت کا سبب اس طرح بیان کیا :

یاسیدی ایسا اور نشات من زمان صغری
فی الیاضۃ التعلو والتعبد لولعنا
بصحبۃ الناس والاختلاط معہم و۔

یاسیدی ایسا وہ شخص ہوں جو کمپن ہی سے تحصیل علم
اور عبادت گزاری کی محنت اور ریاضت میں پلے ہے،
میں کبھی عام لوگوں کی صحبت اور میل جول کو غلط میں

۱۲۲۱-۱۲۲۲

محمد علی کنہو نے شاہ جہاں نامہ (جلد سوم ص ۱۳۸۴) میں بھی یہی کلمہ ہے۔ دوسرے تبدیس و تعلیم گزارانہ اس کے بعد

معنی تعبد بربہ دل پر نگاشتہ بر عزم کبر مقید فرشتہ ۳۷۷

۳۷۷ اخبار الانبیا ص ۳۷۷

الدخول فيه هو ولما حصل لي بفضل الله
طرف صالح من ذلك وقصيت وطري
وحاجتي مما هنالك دعائي بعض اهل
الحقوق الى الخروج الى ارباب الدنيا
فادركت سلطان الوقت والا حرام
فاعتوا انشائي ورا فعا مكاني وارا دوا
ان يكثر واني سواد هو ويكبر واديدوا
الضعيف صورا هو وهواد هو تحباني الله
ولعير كفا معهودا وجداني قلب عبدا
جذبة هذا اها الى هذا المقام الشريف

نیں ملایا اور جب شہ کے کرم سے مجھے اعلم کا پہنچانا
حاصل گیا، اور میں نے اپنی ضروریات یہاں کی چیزوں
سے پوری کر لیں تو اس شخص اہل حقوق نے مجھے نیا دارو گوں
کی طرف بلایا پہنچا تو میں بادشاہ وقت اور امراء کے
پاس گیا۔ انہوں نے میری طرف بہت توجہ کی میرا تہ
بند کیا اور لڑکھایا کہ میرے ذمہ اپنی جماعت پر عا میں
اور مجھ کو دوسرے اپنی طاقت منہ دے کریں۔ پس اللہ نے
مجھے محفوظ رکھا انسان کے ساتھ مجھ نہ چھوڑا۔ اپنے
بندہ کے دل میں ایک جذبہ پیدا کیا جس نے اس
مقام شریف تک پہنچایا۔

اس سے پہلے باریہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محدث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میری میں بھی رہے تھے اور وہاں اکبر اور
اس کے درباریوں نے اُن کی بڑی قدیم بھی کی تھی لیکن جس شخص کی قسمت میں علوم اسلامی کی تجدید اور تقویت
شرح کلمی حوالی تھی وہ کس طرح اُس ماحول میں ٹھہر سکتا تھا جہاں شرع کی سب سے ترستی جو یہی تھی اور بدعات کا جگہ
برپا تھا۔ قاضی القادری جالونی نے لکھا ہے:-

”چوں وضع زمانہ و زمانیاں کہ ہر فعل و ہر کلام
شکل است دیگر گوں شد و بر اوضاع آشنایاں
اعتقاد نادر، صحبت غلامی و غلامی راست نیاد و
توفیق رفتن بہ کعبہ شریف رفیق اوشد، از دہلی نہ
طریق جذبہ بر بچ چیسز متعبد نہ شدہ بیکرات
رفت“

جب اہل غلامی و صبیح میں دعوایات میں مثل
کہ اہل شریعت نہ تھا فرق آوا اور غلامی کے
اعتقاد کے قابل نہ تھے اور غلامی و غلامی کی صحبت
سازگار نہ ہوئی اور کعبہ شریف جہاں کی توفیق و توفیق
ہوئی توفیق جذبہ کے عالم بہ دوسرے سامانی کے ساتھ
سے گرات کو روانہ ہو گئے۔

۱۱۱ منتخب التاریخ جلد سوم ۱۱۱

۱۱۱ الکاتب والرسائل ۱۱۱

اکا خیال ہے کہ قاضی القادری نے بیان فیض اور ابراہیم

سردار سے بیگ

کھنے کے بجائے صحبت غلامی و غلامی نہ دیا ہے۔ انگریزی ترجمہ منتخب التاریخ جلد سوم ۱۱۱

شیخ محدث رحمۃ اللہ حجاز کی طرف

۱۹۹۵ء مطابق ۱۴۱۷ھ میں جب کہ شیخ محدث رحمۃ اللہ کی عمر اڑتیس سال کی تھی وہ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ بخیر فرقی نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ شیخ ۱۹۹۵ء کے شروع میں ماہ وہ ہوتے ہوئے گجرات پہنچ گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر موسم ہوا کہ حجاز کا موسم گرم نہ ہو چکا ہے چنانچہ آپ سال بھر وہیں رہے اور ۱۹۹۶ء میں حجاز کو روانہ ہوئے۔

اس زمانہ میں سرزاعزیز کو کہ ماہ کے حاکم تھے شیخ نے ان کے پاس بھی قیام فرمایا تھا۔ وہاں سے وہ ماندو تشریف لے گئے تھے۔ ماندو میں گلزار ابرار کے مصنف نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ فیروزی اور فرزندگی کے فوائد حاصل کیے تھے۔ ماندو سے روانہ ہو کر شیخ محدث رحمۃ اللہ احمد آباد پہنچے۔ وہاں ان دنوں مرزا انصاری الدین مصنف طبقات اکبری صوبے کے بخشی تھے انہوں نے نہایت گرم جوشی سے شیخ کا استقبال کیا اور بے حد التماس کر کے آئندہ موسم تک ٹھہرایا۔

احمد آباد میں شیخ عبدالحی محدث دہلوی رحمۃ اللہ دہلی کی خدمت میں طوبی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں:-

محمود سطور و تنقید تصنیفات سید کائنات	محمود سطور جب سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
صلی اللہ علیہ وسلم ہ احمد آباد گجرات سید طاہر خیرین	کے ارادہ سے احمد آباد گجرات پہنچا تو اس وقت وہاں
شاخ آں دیدار کہ شیخ وحید الدین جاس کائنات	مشائخ متاخرین میں شیخ وحید الدین جو جامع کائنات و

لے مرزا اگر کائنات اعظم نب تھا۔ اگر کائنات کا لڑکا اور اگر کائنات کا بھائی تھا۔ ماجد القادر بدایونی نے اس کے متعلق لکھا ہے۔

”بحسب اختلاف و بالارواح فضائل و ہر صفت ہر صفت (ج ۲ ص ۲۸۰-۲۸۱)“

اگرچہ اس سے علاوہ مزید کلام کرنا ضروری ہے اور مزید کے درمیان دفعہ کی ضرورت ہے اس لیے مجبور ہوں جہاں گئے اس کے سب علمی فضائل کو مختصر بیان کیا ہے۔

”در علم و فن تدریج استقامت نام داشت۔ دور تامل و تفریب و تفریب و دور مدعا و قیسی و مدعا و طوی داشت و مدعا طیفہ

گوئی بے شہد و در شعر ہمار می گفت:-

شہ گلزار ابرار ص ۵۹۹ - شہ ایضا - شہ ایضا -

دس دھرم و ماضی شغل بتدریس علوم و تصنیف
کتاب و ترتیب دار شاد طالبان بود۔ بلاغات
و سے مستعد شد۔ و بہرے افکار و اشتغال بلسلا
عالیہ قادریہ شرف گردید۔

برکات سن دہیہ بزرگ تھے جس میں تدریس بھی شغل تھے
کتابوں کی تصنیف و ترتیب اور شاگرد طالبان میں ان کا
انعام تھا۔ انکی ملاقات کی سعادت حاصل کی اور سلسلہ
عالیہ قادریہ کے کچھ لوگ اور اشتغال ان سے حاصل کیے۔

شیخ محدث دہلی سے بلا کسی زاوراہ کے احمد آباد پہنچے تھے۔ احمد آباد میں مرزا نظام الدین بخش نے جو ان
کے دیرینہ دوست تھے ان کو اپنے یہاں ٹھہرایا جب حجاز کو روانہ ہونے کا وقت آیا تو زاوراہ فراہم کی اور جہاز
کا بندوبست کیا۔ ملا عبد الوہاب کا بیان ہے:-

از دہلی بطریق جذبہ برہنہ حیرت منید شدہ، بجزرات
رنت و بر حسن سہمی مرزا نظام الدین احمد و گامی لو
در جہاز نشستہ بفرج حجاز رنت و شہ

دہلی سے ایک جذبہ کی حالت بلا سامان سفر کے بجزرات
پہنچ گئے اور سید نظام الدین احمد کی مدد سے جہاز میں
بیٹھ کر حجاز کو روانہ ہو گئے۔

رسالہ صلوٰۃ الاسرار میں شیخ محدث نے لکھا ہے کہ ان کا شریک سفر ایک قادیانی درویش تھا۔ صبح کو جب
جہاز کا لنگر اٹھایا جاتا تھا یہ درویش جہاز کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا حضرت شیخ عبد الوہاب کی طرف کانامز پر زور
سے دیا کرتا تھا۔ شیخ کو اس کی آواز بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔

شیخ محدث ماہ رمضان سے کافی عرصہ قبل مکہ منکرہ پہنچ گئے تھے چنانچہ رمضان ۱۲۹۶ھ تک انہوں نے
مکہ منکرہ کے محدثین سے صبح مسلم اصریح بخاری کا درس دیا۔ پھر شیخ عبد الوہاب مکی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مولانا عبد الوہاب متقی رحم کے قدموں میں

شیخ عبد الحق دہلوی ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۳۵۵ء میں حجاز پہنچے تھے ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۳۵۵ء تک ان کا وہاں
قیام ہوا۔ یہ تقریباً تمام وقت شیخ عبد الوہاب ہی کی خدمت میں گزرا۔ ان کی صحبت نے سونے پر سونے کا کام کیا۔ شیخ
نے علم کی تکمیل کر لی اور احسان و سلوک کی راہوں سے آشنا کیا۔ تکمیل علم کے بعد توفیق عالم کو ایک مہنت منزل
پیش آتی ہے۔ اسے کسی ایسے سہرے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے علمی ذخیرے کو تعمیری کاموں میں لگا دے۔ علم
دماغ پر علم کا ایک بوجھ ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک ہلکا نہیں ہوتا جب تک اس کے استعمال کیلئے صبح و راتیں

لے لے کر صرف التواضع بخلافت نہ رہے۔ ص ۱۱۳۔

متعین نہ ہو جائیں۔ اس منزل پر ہذا اسی اغرض عمر پھر کے ریاض کو رکھ کر دیتی ہے شیخ عبدالحق خوش قسمت تھے کہ ان کو ایسا رہبر کامل ملی گیا جس نے ان کے علم اور علمی صلاحیتوں کو صحیح راہ پر لگایا۔

شیخ عبدالحق کی تعلیم و تربیت شیخ متقی کی نگرانی میں

رمضان ۹۹۶ھ میں شیخ عبدالحق دہلوی شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور مشکوٰۃ کا سبق لینا شروع کیا۔ رمضان کے آخری دس دنوں میں ان کے ساتھ مشغول رہے۔ مناسک حج انہی کے ساتھ ادا کیے۔ عرفات اور مزدلفہ میں ان کی صحبت سے فوائد حاصل کیے۔ پھر دس میں مشغول ہو گئے۔ ۲۳ ربیع الثانی ۹۹۹ھ کو شیخ عبدالوہاب کی اجازت سے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور آخر جب ۲۸ شعبان ۹۹۹ھ تک یہیں مقیم رہے۔ پھر مکہ معظمہ آکر شیخ عبدالوہاب سے مشکوٰۃ کا درس پورا کیا۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو شیخ نے فرمایا:-

الحمد للہ نسبتے میں علم شریف و بحر اتم حاصل شد است
و ایں مقدار شدہ است کہ از عمدہ خدمت ایں علم تویند
برآمد انکوں چند روز بکار و زجر ہمہ روز و زید و لذ کے
لذت خلوت و ذکر اللہ نہر و یادید ۵

اور ان کو آداب و اوقاف و ذکر و تغلیل طعام وغیرہ کی تعلیم دی اور تصوف کی کچھ کتابیں پڑھائیں۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

و اں ہو گام کہ شیخ اجل و عزا کرم و ادبیا عدل
عبد الوہاب متقی قادری شاذلی ایں سکین و اتقین
ذکر نمودہ اجازت دادہ و آداب ایں اخوت کلدے
پرست من و دوستی یہ منہج اساک الی اشرف المساکت
و چوں عبارت ایں کتاب عربی بود برائے طالبان
ترجمہ کردم ۵ (الکاتب والرسال)

جس زمانہ میں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی
اس سکین کو تین دن ذکر فرما رہے تھے اور اسکے آداب
بتا کر اجازت دی تھی، ایک کتاب میرے ہاتھ میں دی تھی
اس کا نام منہج اساک الی اشرف المساکت تھا وہ کتاب
عربی میں تھی۔ اس لیے میں نے اس کا انگریزی میں
ترجمہ کر دیا۔

ایک اور کتاب جس کی تعلیم خاص طور پر دی تھی وہ قواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعہ و الحقیقہ تھی کتاب کے مؤلف ہی

علامہ زکریا المتعین (دکنی) علیہ شہادہ کرامت دہلوی رح نے کھنکھل لکھی اس ۱۲-۱۱ میں اس کا طبع اکتباس دیا ہے۔

سے شیخ متقی رحمہ اللہ کے مقصد تعلیم کا پتہ چلتا ہے۔

پھر حرم شریف کے ایک حجرے میں جو باب جیاد کے مقابل مسجد اسوداد کن بیانی کے مابین واقع تھا، ریاضت کے لیے بنوایا۔ شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ نے اس زمانہ میں ان کی طرف خاص توجہ کی۔ اُن کا یہ دستور تھا کہ ہر جمعہ کو حرم شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے جب یہاں آتے تو شیخ عبدالحق سے بھی ملنے اداان کی عبادت و ریاضت کی نگرانی فرماتے شیخ محدث زادو المتقین میں ٹکٹے ملیں۔

فقیر رانیہ دران غلوت مشرف می ساقند پر سش
اقوال ہی کرند می فرزند کہ المہر قدس احوال ہوائی
فقیر کے پاس اس غلوت میں تشریف لاتے تھے پرسش
اقوال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ المہر قدس احوال
مقصود است

جب اس غلوت کدہ سے باہر آنے کی اجازت ملی تو شیخ محدث نے صحیح مسلم کی قرأت کی اجازت چاہی جب اس سے بھی فارغ ہو گئے تو حکم ہوا۔

اکنون عزیمت ہندوستان بکنید
اب ہندوستان کا لداہ کرو۔
شیخ عبدالوہاب متقی نے اپنے علم حدیث کا وہ بیش بہا حصہ عنایت فرمایا جس کی شہرت سے مصر و عرب کے علمی حلقے گونج رہے تھے۔ شیخ عبدالحق فرماتے تھے:

تمام کتب احادیث و سائر علوم و فنیہ از علمائے آن
عالی مقام عظیم جتہ الشہ الملک العلمام خصوصاً از
حضرت شیخ اجل داکم اودعدو اعدل عبدالوہاب متقی
قادسی شانازی قدس اللہ روحہ وادو اعلیٰ الیہ فیوضہ و
فصوصہ متقین و ذکر واثبات غلوت و برکت مشرف و تائید شدہ
و نعتہ و ثبات تلامذہ خدمت دے وصول افراد تلامذہ و
ثمرات برکت و التزام تمام صدق و استقامت و فیض علم
دینی و حصول مراتب یقینی مشرف و مگر گشتہ برجوع و
وطن ماوت و امور و کف شدہ ملہ

تمام کتب احادیث و سائر علوم و فنیہ از علمائے آن
عالی مقام عظیم جتہ الشہ الملک العلمام خصوصاً از
حضرت شیخ اجل داکم اودعدو اعدل عبدالوہاب متقی
قادسی شانازی قدس اللہ روحہ وادو اعلیٰ الیہ فیوضہ و
فصوصہ متقین و ذکر واثبات غلوت و برکت مشرف و تائید شدہ
و نعتہ و ثبات تلامذہ خدمت دے وصول افراد تلامذہ و
ثمرات برکت و التزام تمام صدق و استقامت و فیض علم
دینی و حصول مراتب یقینی مشرف و مگر گشتہ برجوع و
وطن ماوت و امور و کف شدہ ملہ

لہذا یقین قلب الیقین (تقریباً)۔

وَأَن كَلَّمَاتُ حَقَائِقِ آيَاتِ اِیْسِ اِسْت -

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی الضُّوْرِ -

ہرچہ روشنی پروردگار صیغہ زندگانِ مخلصی مندرج است
 نہایت چہ نور پسے فرصت و قوت بکے وقت نفس
 را غیبت شمرہ متبغضائے آن زندگانی مباد کردہ
 وریخ کہ ایں عاجز گرفتار قوت کار نماندہ و گدہ بترقی
 اندر دین و دروزہ عمر و روانہ دار تمام بپانندگی خود
 میداشت زندگانی فدائے ایں راہ می کردتی قتالی
 وریں افتادگی نیز دوسے و آشوبے کرامت فرماید
 کہ کار و جہاں خود را در قبضہ اقتدار او نماندہ از
 مجموع گرفتار بیا فرمائی بیایم تا مین بارب العالمین
 امید ازاں برادر آنت کہ دوسے بر خاک بند و
 از برائے حصول ایں آزند سے غیر از دعا بجزا کہ
 عَاوُ الْعَاثِبُ لِلْعَاثِبِ اِصْرَع
 اجابۃ آمدہ است و الدعاء ۱۷

حضور نے جو کلمات حقائق آمیز کہے تھے وہ یہ ہیں :-

”اَللّٰہُ اِیْمَانُ وَالْوَلِیُّ کَا حَامِی دَمْدَمِ گار ہے کہ اُن کو کفر کی
 تہمت کیوں سے نکال کر ایمان کی رفعتی میں لانا ہے ؟

جو کہ کلمہ اتحاد زندگانِ مخلصی کے خط میں لکھا گیا نہایت
 کیا کھول پان لٹا نکلتا ہیں کہ فرصت اور قوت بکے وقت
 اور نفس کو غیبت شمار کر کے اس کے مناسب زندگی کرنی
 چاہیے۔ انوس کہ اس عاجز گرفتار قوت کی کامی نہیں
 رہی و گرنہ نہ زندگی و توفیق سے اس دوران کی عمر میں
 دیرانوں کی طرح اپنی عاجزی و کمزوری کا تمام کرنا اور اپنی
 زندگی کو اس راہ میں قربان کر دینا لیکن دعا ہے کہ دعا کمالی
 اس عاجزی میں بھی ایسا دہ اور آشوب نہایت فرمائے کہ
 میں اپنے دین و دنیا کے کاموں کو اس کے قبضہ اقتدار
 میں سوچ کر کام کر سکوں میں سے فرقت چھاؤں تا مین
 یارب العالمین امید ہے کہ تم ہمیشہ ناک نہایت پر عاجزی کا
 منہ نہ کر لے لگی ایں کمند پر کامیاب ہوئے کہ تہ اسے
 دعا مانگتے ہو گے یہ کہ حدیث میں آیا ہے کہ کلمہ الکی
 دعا و عاثِب کے لیے بہت جلد قبول ہوتی ہے و الدعاء -

سلسلہ قادریہ سے خصوصی تعلق :

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو مندرجہ ذیل سلاسل کی خدمت ملی تھی -

(۳) شاذلیہ

(۲) چشتیہ

(۱) قادریہ

(۵) نقشبندیہ

(۳) مہنتیہ

لے کلمات لطیبات - ص ۵۴ - ۵۵ -

لیکن ان کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا۔ ان کی عقیدت و ارادت کا مرکز حضرت غوث اعظم شیخ
محمد الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ بعض وقتی ضروریات اور اس حال کے اثرات کی بنا پر دوسرے
خانوادوں کے بزرگوں سے استفادہ کرنے مجبور ہو گئے تھے لیکن ان کا دل و دماغ کا ریشہ ریشہ شیخ جیلانی کے
عشق میں گرفتار تھا۔ زبدۃ الآثار منتخب بیۃ الاسرار میں لکھتے ہیں کہ خواب میں حضرت غوث الاعظم نے رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر سر ید کیا تھا اور بیعت ہونے کے بعد حضور سرور کائنات نے ہریان فارسی بشارت
دی تھی کہ: ”بزرگ خوابی شد“۔

اپنی تصانیف میں جس طرح انہوں نے شیخ جیلانی کا ذکر کیا ہے وہ ان کے جذبات عقیدت کا آئینہ دار ہے
شیخ کا نام آتے ہی ان پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اور ان کا علم فرط مسرت اور جوش عقیدت میں وجد کرنے
لگتا ہے۔ اخبار الانبیاء میں انہوں نے حرف ہندوستان کے علماء و مشائخ کا ذکر کیا ہے، لیکن عقیدت کی بنا پر
حضرت شیخ جیلانی کے تذکرہ سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔ ایک مکتوب میں اپنے فرزند شیخ نور الحق کو لکھتے ہیں:-

”مرجع دادا لئے باقران ہر جناب سید کائنات و خلاصہ موجودات است علیہ افضل الصلوات و اعلیٰ التیات
بریل حضرت پیر و ستار غریب نور و شکستہ پرورد غوث الثقلین شیخ محمد الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ۲۰
شیخ محدث اپنے نام کے ساتھ بھی حرف قادریہ سلسلہ سے ہی اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں ۱۔
عبدالغنی بن سیف الدین الدہلوی وطناً، التماری اصلاً، الترمذی، نسباً الحنفی مذہباً، العسقلانی شرفاً،
القادری طریقہ ۲۰

مکالمات

۲۱ ربیع الاول ۱۲۵۲ھ کو یہ آفتاب علم جس نے چاروں تیس سال تک فضاے ہند کو اپنی صوفیانی
سے منور رکھا تھا، غروب ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

۲۲ مکاتیب وال رسائل مش ۲۹

۲۳ زبدۃ الآثار دہلی نسخہ

۲۴

۲۵ مکہ خانی خاں نے غلط لکھا ہے کہ ”زیادہ از صد سال مرطوطہ علی نمودہ“ ۲۶

وصیت نامہ میں لکھا تھا۔

”و ما و تمنائے غیر از دعا الہی است۔“

اگر ایں دعا قبول افتاد بیج حاجت بوصیت نیست، اگر صریحاً بجل رسید بالائے حوض شمس کہ جائے پاکی و مغفرت است و دفن کنند۔“

چنانچہ ان کے جسد غالی کو حوض شمس کے کنارے ہی سپرد خاک کیا گیا۔ وصیت نامہ میں قبر کے متعلق یہ ہدایات تھیں۔

”قبر وسیع بکنند۔ تجاوز از حد اعتدال و درون قبر گنجد۔ و دیوار ہائے او بخت خام بر آئند و دیوار ہائیں طاق بسازند و شجرہ پیراں در آن نہند۔“

اس کے بعد لکھا تھا کہ شیخ سیف الدین رحمہ کے کنن پر جو عبادت لکھی گئی تھی وہ تحریر علی حسرت و فیں لکھ دی جائے اور

اگر مصلحت و اندوہ سے قائم کنند کہ دوسے تاریخ ولادت و فوت یا پرے از احوال تحصیل و مفردات و اقارب

وصیت کے مطابق نور الحق نے نماز جنازہ پڑھائی اور مزار پر یہ کتبہ نصب کرایا۔

”بجائے از احوال کرامت منوال ایں شیخ وقت مقتدائے زمان صاحب المغنر ابو الجہد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ

واسعہ آنکھ از مبادی شور بطاعت حق و طلب علم کرامت نزد یک باہان بوجہ اکثر علوم دین تحصیل کردہ سن بہت و

دوا لگی زہر آں ناسخ شدہ و کلام حمید از برگزیدہ بر سندانہ شست۔ و ہم در عنوان خوانی باذنیہ الہی در رسید

بیکبار دل زیار و دیار بر کندہ متوجہ حرمین محترم گشت۔ مدتے مدید بآں مقامات شریفہ کرامت و زیدہ بقطاب

زبان وادیائے کبار مہبتنا داشتہ بود اربعہ درخت ارشاد و طالع باقی اختصاص یافت۔ و علاوہ آں تکمیل فن حدیث

نمودہ باہر کات فلزواں بوطن با وقت مراجعت فرمود۔ و مدت پنجاہ و دو سال بحکیمیت ظاہر و باطن مکن فی تکمیل

فرزندان و طالبان بجا آورد۔ و بیشتر علوم سیا علم شریف حدیث پر داشتہ نہیکہ در دیار ہم اصے راز علمائے

مقدمین و متاخرین دست نہادہ است۔ ممتاز و مستثنی اگر وید و در فنون علمینہ فاضلہ فن حدیث کتب متبرہ

تصنیف کرد۔ چنانکہ علمائے زمان اعتنا بآں مدنیہ و مستور اصل خود دارند۔ و اہل دانش از خواص و اولیاء

خریداری نمایند۔ تصانیف ایں فیاض والا گرامر و معنی و کیر بعد جلد و کسب شہادیات پانصد ہزار

رسیدات۔

درم ۱۵۵۰ ع میں خود اتم پر تو محمد بن عالم مغربی داؤد۔ و در ۱۰۵۷ ع تمام اسی دکن وہ پیشانی بن عالم قدس فرامید۔

تمذیج ولادت شیخ ادلیا (۹۵۸ھ) و تکریم طاعت فرما لم است : (۱۰۵۶ھ)

روح مراد کی یہ عبارت اس قدر جامع اور مکمل ہے کہ بہت سے مصنفین نے شیخ محدث کے حالات میں صرف اسی کو نقل کر کے پرکھ لیا ہے۔ مولوی انوار الحق نے اس عبارت کو کتاب المکاتیب و الرسائل کے ساتھ طبع کروایا ہے۔
مرآۃ المتقین میں مقبرہ کے متعلق لکھا ہے۔

ایسا سنا ہے کہ نواب مہابت خاں سپہ سالار محمد شایمیاں نے حضرت کی حیات میں کنہ حوض شمسی پر بنوایا تھا۔ نواب بدیع کو حضرت سے عیدت مغروا تھی۔ مہدیہ اہتمم نے حضرت شیخ سے جب اطلاع کی کہ حضرت مقبرہ تیار ہے۔ فرمایا کہ ہم بھی تیار ہیں۔

سر سید نے آثار الصنادید میں لکھا ہے کہ یہ مقبرہ وفات کے بعد تیار ہوا۔ میرے خیال میں سر سید کی رائے صحیح ہے۔ مہابت خاں کا انتقال شیخ محدث کے وفات سے آٹھ سال قبل ہو گیا تھا۔

شیخ محدث کا مکان، مدرسہ اور کتب خانہ

دہلی صدارت سے آگے، باغ میدان کے قریب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مکان خانقاہ اور مسجد واقع تھی، خانقاہ کی طرف خود انہوں نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں اس طرح اشارہ کیا ہے۔

تَعْرِفِي الْخَانِقَاوَالْمَسْجِدَ هَٰذَا الْفَقِيرُ بِخِدْمَتِهِ وَيَكُنْسُهُ وَيُوقَدُ مَرَّاجَةً كَالْمَسْجِدِ
تَعْرِفِي مَجْلِسِي وَآجِدِي۔

(یہ کتاب خانقاہ قادسیہ میں ختم ہوئی جس کی خدمت یہ فقیر کرتا ہے اور اس میں جہاں لو دیتا ہے اوروہاں کپڑاؤں بدش کرتا ہے۔ گویا کہ یہ کتاب ایک مجلس میں ختم ہوئی)۔

شیخ کی خانقاہ کا کچھ حصہ انیسویں صدی کے آخر تک موجود تھا۔ فشی برکت علی حتی مصنف مرآۃ المتقین نے اس کی زیارت کی تھی۔ مسجد کی اس نمانہ میں مرمت کرائی گئی تھی۔

شیخ محدث کے مکانات کی زمین کی پائیش ان کے خاندان کے لوگوں نے کرائی تھی، کل رقبہ چھ بیگہ اور چند

لے مرآۃ المتقین۔ ص ۹۲

بوسہ تھا۔ شیخ کے خاندان کے لوگ ہی اس پر قابض تھے۔

شیخ محدث نے جس مدرسہ میں تعلیم پائی تھی اور جس کی نسبت اخبار الاخبار میں لکھا ہے :-
 "ہر روز باوجود غلبہ برودت ہوائے زمستان و شدت حرارت تابستان دوبارہ مدرسہ دہلی کی از منزل با بعد وکیل
 داشتہ باشند و یک روز بعد از وقت صبح مدرسہ سی رسیدیم و در سایہ چراغ جزوی کشیدیم ۲
 پرانے قلعہ کے قریب واقع تھا۔ مراۃ المتفان میں اس کے متعلق لکھا ہے :-

"یہ مدرسہ بھارت پختہ دروازہ سے مسجد مقابل قلعہ کنہ لب مرکز دہلی واقع ہے یعنی دروازہ قلعہ کا بجانب
 غرب ہے اور اس مدرسہ کا سمت شرق ہے۔ یہ مکان مدرسہ اب تک اپنی ہیئت پر دستور قائم ہے مگر
 دروازہ سے مسجد اس کی نظر آتی ہے اور گرجن کے ہر چار طرف مکانات بنے ہوئے ہیں اور اس سے بھی زیادہ تر
 پتہ یہ ہے کہ سمت دکن جو دروازہ مکانات بالائی کی ہے، اس میں چند دروازے باہر کی طرف ہیں کہ خلدان کے کوئی
 دروازہ پتھر اور چرنے سے معدودہ ہے اور کوئی پرستور کشادہ ہے کہ یہ ہیئت پول سے جانے والوں کو
 دور سے دکھائی دیتی ہے اور جانب شمال متصل اس مدرسہ کے ایک ایسا ہی مکان عظیم الشان اسی زمانہ کا بنا ہوا
 ہے اور اس کے دروازہ صدر پر سنگ سرخ لگا ہوا ہے۔"

ایک ایسے دور میں جبکہ کتب خانے وجود میں نہیں آئے تھے بہر تصنیف کام کرنے والے کے لیے ناگزیر تھا کہ
 وہ ایک ذاتی کتب خانہ جمع کرے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر
 کر دیا۔ اس نصف صدی میں انہوں نے عرب و عجم کے علمی فوائد اپنے کتب خانہ میں سمیٹ لیے تھے اکی تصانیف
 سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فن پر ان کے پاس معیاری کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا۔ شرح سفر السعادت لکھنؤیہ تو حدیث
 تفسیر و فقہ کی کتابوں کا ذخیرہ سامنے تھا۔ اخبار الاخبار مرتب کرنے لگے تو اسلامی ہند کا سارا مذہبی و علمی منظر تھا۔
 حجاز میں قیام کے دوران میں انہوں نے کثیر تعداد میں کتابیں حاصل کی تھیں۔ اس طرح ان کا کتب خانہ ہندوستان
 کے نہایت ہی بیش قیمت علمی ذخیروں میں تھا۔ شیخ محدث کا یہ کتب خانہ ان کے وصال کے بعد عرصہ تک صحیح حالت
 میں رہا۔ ان کے فرزند شیخ نور الحق اور پھر ان کی اولاد علمی ذوق رکھتی تھی۔ اس طرح اس کتب خانہ کی گزراں اور تجدید و
 ہوتی رہی اٹھارہویں صدی میں جب دہلی کی سیاسی و فضاہلی اور سرٹوں، سکون اور جانوں نے مسلسل ہنگامہ آرائی پر

افرازہ میں مرفیض نے غلطی کی ہے۔ انہوں نے وہ مضامین و رسائل بھی علیحدہ کتاب تصور کر لیے ہیں جو حقیقت میں ایک ہی کتاب کا جزو ہیں۔

شیخ محدث نے اپنی تصانیف کی فہرست خود ایک رسالہ میں جس کا نام "ایف قلب لایف مذکر فہرس التوالیف" ہے، دی ہے۔ یہ فہرست جس وقت مرتب کی گئی تھی اس وقت تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا چنانچہ اسی فہرست کے اختتام پر فرماتے ہیں۔

"ہنوز سلسلہ سخن دراز است و در فیض الہی باز تا بجا رسد و بجا رسد"

اس فہرست میں ۴۹ کتابوں کے نام درج ہیں۔ ان میں ایک کتاب یعنی الکاتیب و الرسائل میں ۹۸ رسائل شامل ہیں۔ اگر اس میں سے ہر رسالہ کو الگ تصنیف مانا جائے (جیسا کہ عبد الحمید لاہوری اور محمد صالح کنبوہ نے کیا ہے) تو تصانیف کی تعداد ۱۱۶ ہو جاتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں ان رسائل کو ایک ہی کتاب سمجھنا چاہیے۔ جیسا کہ خود شیخ نے بھی ہدایت فرمائی ہے۔

"ایں ہمد ایک صحیفہ سازند و یک جلد فیازہ ببندد"

فہرس التوالیف کو مرتب کرنے کے بعد شیخ محدث نے گیارہ کتابیں اور تصنیف فرمائی ہیں، اس طرح ان کی کل تصانیف کی تعداد ساٹھ ہوتی ہے۔ ان تصانیف کے موضوع مختلف ہیں، لیکن مقصد ایک ہے۔

مصلحت و دید من آفت کہ بیاں ہم کار

بگذارند و سر طرفہ یا سہ گیسند

جیسا کہ خود انہوں نے کتاب الرسائل میں کہل ہے وہ اس بات پر ماحور تھے کہ سوائے سنت و شریعت کے کسی موضوع پر گفت گو نہ کریں، چنانچہ ان کی تمام ادبی کاوشوں کا مرکز و محور شریعت و سنت ہی ہے۔ شیخ محدث کی تصانیف فن و موضوع کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت آتی ہیں۔

(۱) تفسیر	(۲) تجرید	۵۱ حدیث
(۳) عقائد	(۵) فقہ	(۶) تصوف
(۷) اخلاق	(۸) اعمال	(۹) فلسفہ و منطق
(۱۰) تاریخ	(۱۱) سیر	(۱۲) نحو
(۱۳) ذاتی حالات	(۱۴) خطبات	(۱۵) مکاتیب

جب اس چیز پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک ہی قلم سے یہ مختلف انواع تصانیف نکلی ہیں اور ان سب کا علمی معیار نہایت اعلیٰ ہے تو شیخ محدث کے علمی تجربہ کا غیر قافی نقش دل پر قائم ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایک چراغ مست و دریں خانہ کہ از پر تو آں ہر کج می نگری انجمنے ساختہ اند

حدیث

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی علمی خدمات کا خاص پہلو علم الحدیث کی ترویج و اشاعت سے متعلق ہے۔ اس ضمن میں ان کی بیش بہا خدمات پر پھر کسی وقت بحث کی جائے گی۔ یہاں صرف ان تصانیف کا ذکر مقصود ہے حدیث اور علم حدیث پر شیخ محدث کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں۔

- ۱۔ اشعة اللمعات فی شرح مشکوٰۃ -
- ۲۔ لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح -
- ۳۔ ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوک والسلاطین -
- ۴۔ جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ -
- ۵۔ جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین -
- ۶۔ رسالہ اقسام الحدیث -
- ۷۔ رسالہ شب بکرات -
- ۸۔ ثابت بالسنة فی ایام السنة -
- ۹۔ الاکمال فی اسماء الرجال -
- ۱۰۔ شرح سفر السعادت -
- ۱۱۔ اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب مشکوٰۃ -
- ۱۲۔ تحقیق الاشارة فی ترمیم البشارة -
- ۱۳۔ ترجمہ مکتوب النبی الاہل فی تغریۃ ولدا معاذ بن جبل -

اشعۃ المعانی فی شرح مشکوٰۃ

فارسی زبان میں مشکوٰۃ کی نہایت جامع اور مکمل شرح ہے۔ شیخ محمد ثانی نے یہ عظیم الشان کام ۱۰۹۰ھ مطابق ۱۶۷۸ء میں دہلی میں شروع کیا تھا۔ ۱۱۲۵ھ مطابق ۱۷۱۲ء میں چھ سال کی محنت کے بعد مکمل کیا۔ کتاب کے خاتمہ پر لکھتے ہیں:-

قال مولف الكتاب شكر الله سبحانه وتعالى عليه نصه وقم الغناء من جمع الاحاديث النبوية صلى الله عليه وآله وسلم واخر يوم الجمعة من رمضان عند روية هلال شوال سنة سبع وثلاثين وسبعمائة بحمد الله وحسن توفيقه۔

مشکوٰۃ کی شرح کھنے کا خیال جن حالات میں پیدا ہوا اس کے متعلق خود فرماتے ہیں۔
بعد از رجوع از حرم شریفین زاد ہما اللہ تشریفاً و تقیاً و حصول اجازت روایت حدیث از مشائخ آں دیار شریف چوں توفیق و تائید الہی تعالیٰ و نگیزی کرد و در خدمت ایں علم شریف در مقام استقامت بشاخص است کہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح را کہ دیدیں روزگار بہت تداول داشتہ و موسم است شرح کند و از فوائد آن کہ کتب قوم ویدہ از مشائخ وقت شنیدہ یا بمحاطرہ تروسہ رسیدہ بطالبان برساندہ شدہ
اشعۃ المعانی کی تکمیل میں حضرت شاہ ابوالمعانی کے تقاضوں اور دعاؤں کو بھی بطور عمل تھا۔ ایک مرتبہ شیخ محمد ثانی لاہور تشریف لے گئے تو فرمایا:-

شرح مشکوٰۃ را تمام کنید۔ اِن شاء اللہ کتابے شود کہ اہل عالم ہر ازان مستفید شوند۔
شاہ صاحب نے ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت بھی فرمائی کہ شرح میں موقع کی مناسبت سے جو کچھ اضافی لکھے جائیں جیسا کہ ملاحضین نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ شیخ محمد ثانی نے عرض کیا کہ دوسروں کے اضافے کو یاد نہیں میں مغرباً۔
”تمہارا حاجت تمہارے عزم نیست۔ اپنے شمارا باید از شمار ائمہ شمار میری چیز بیج کس احتیاج خواہد بود و میریز حاصل است۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔“

عہ اس عبارت میں کتاب کی تکمیل کا سنہ ۱۱۲۵ھ ہے جو ظاہر ہے کہ طرح درست نہیں۔ پس یہ عبارت کی مکمل ہوئی تھی ہے۔ مسیح
لے اشعۃ المعانی جلد چہارم۔ ۹۲۰
لے کتاب المکاتیب والرسائل صفحہ ۳۰۶

لے کتاب المکاتیب والرسائل ص ۳۰۶۔ ۳۰۷۔

اشعۃ اللمعات، چار جلدوں پر مشتمل ہے اور طبع فول کشور سے شائع ہو چکی ہے۔ ان چار جلدوں میں مضامین کی ترتیب یہ ہے۔ پہلی جلد میں علم حدیث و محدثین پر انتالیس صفحات کا ایک مقدمہ ہے جس میں علم حدیث اور ائمہ حدیث پر نہایت عالمانہ اور بصیرت افزا نفاذ میں تبصرو کیا گیا ہے اور امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام شافعی، امام حنفی، امام ابو داؤد، یحییٰ، امام ترمذی، امام نسائی، ابن ماجہ، دارمی، دارقطنی، سیوطی، زبیری، نووی، ابن جوزی کے حالات مختصراً لکھے گئے ہیں۔ اس کی افادیت کے پیش نظر اس کو علیحدہ بھی شائع کیا گیا۔ ۱۷

اس مقدمہ کے علاوہ پہلی جلد میں مشکوٰۃ کی مندرجہ ذیل پانچ کتابوں کا ترجمہ ہے۔ ۱۔

- | | | |
|-----------------|-----------------|-----------------|
| ۱۔ کتاب الایمان | ۲۔ کتاب العلم | ۳۔ کتاب الطہارت |
| ۴۔ کتاب الصلوٰۃ | ۵۔ کتاب الجنائز | |

دوسری جلد میں چھ کتابیں ہیں۔ ۱۔

- | | | |
|-----------------|---------------------------|----------------------|
| ۱۔ کتاب الزکوٰۃ | ۲۔ کتاب الصوم | ۳۔ کتاب فضائل القرآن |
| ۴۔ کتاب الدعوات | ۵۔ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ | ۶۔ کتاب المناسک |

تیسری جلد میں مندرجہ ذیل نو کتابیں ہیں۔ ۱۔

- | | | |
|-------------------------|----------------|------------------------|
| ۱۔ کتاب البیوع | ۲۔ کتاب المتق | ۳۔ کتاب الحدود |
| ۴۔ کتاب اللغات والعقبات | ۵۔ کتاب الجہاد | ۶۔ کتاب الصيد والذبائح |
| ۷۔ کتاب الاطعمہ | ۸۔ کتاب اللباس | ۹۔ کتاب الطب والرقي |

چوتھی جلد میں دو کتابیں ہیں۔ ۱۔

- | | |
|----------------|---------------|
| ۱۔ کتاب الآداب | ۲۔ کتاب العقن |
|----------------|---------------|

چاروں جلدیں ۲۶۵۵ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان ڈھائی ہزار صفحات میں شیخ محدث نے مشکوٰۃ کی شرح کا حق پوری طرح ادا کر دیا ہے۔

اشعۃ اللمعات کے قلمی نسخے حبیب گنج (علی گڑھ)۔ اسلامیہ کالج پشاور۔ ایشیاٹک سوسائٹی

۱۷۴۵ء میں طبع اعظم جون پور سے شائع ہوا۔

۱۷۴۵ء مقالات شریانی، ص ۲۳۵-۲۳۷۔ نیز رسالہ "محدث" اکتوبر ۱۹۳۲ء ص ۲۷۷۔

۱۷۴۵ء نمبر ۲۱۵۔

کلمۃ برائش میوزیم، پانی پور، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور دیگر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان سب نسخوں میں عجیب گنج کا نسخہ سب سے زیادہ قدیم اور قابل قدر ہے۔ اس کے خاتمہ پر مصنف کے دست مبارک کی عبارت ہے:-

تمام شد تسوید این کتاب عشیرۃ اہم الدربعا و میت و چہارم ربیع الآخر سنہ ہجری ۱۲۹۹ و پنج از ہجرت
سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ و اتباعہ اجمعین و بوجہ ابتداء و تالیف نیز ہجری ۱۲۹۹ سنہ
یک ہزار و نو ہجری و بہ تحقیق در آمد و بیان مشاغل و دیگر از مایعات و دیگر کہ مجموع صد سال و کسرے باشد و تمام شد
و رفقا و تلامذہ و درویشی کہ ایں بندہ خدمت میکند را و جواب دہی (می کنند) می افزون و چراغ آن را و بوجہ ابتداء و
ختم و در یک مکان گویا در مجلس واحد تمام شد مقصود بیان توفیق الہی است سبحانہ و اعلائے و استقامت
مراد و تحسین و سہ تعالیٰ بندہ میکنم را بسلامت و عافیت و الحمد للہ اولاً و آخراً و ظلہ بر او با بقا خدمت بندہ اللہ اطہر
علی یدینہ الرحمۃ الخیر عبد الحق بن سیف الدین القاسمی الدہلوی الحمدی رحمہ یوم الحمد سنہ ۱۲۹۹ الف و تسع و
اربعین و آخر دعوانی ان الحمد للہ رب العالمین ۔

اس عبادت کی تحریر کے وقت فتح محدث کا سن شریف کیا نوے برس کا تھا مگر قبولِ ذیاب عیب الرحمن
خال صاحب مرحوم "خط میں ہاتھ کی کمزوری یا نگاہ کے ضعف کا بال برابر اثر نہیں ہے۔" فائدہ کتاب پر لکھا ہے۔
"ترجمہ مشکوٰۃ شریف تعین حضرت شیخ عبدالحق قدس سرہ کہ فائدہ کتاب دیکھ حضرت شیخ درج است
پہ ہر ایک ہزار روپے دینے لگے۔"

۱۱۹۲-۱۱۹۷

۱۸۔ لے بھان انٹرکلیشن $\frac{۲۹۴۱۶}{۸}$ ، $\frac{۲۹۴۱۶}{۲}$ ، $\frac{۲۹۴۱۶}{۱}$ شینے کیکشن

اسی زمانہ میں شرح فتوح الغیب اور دیگر رسائل کی تکمیل ہوئی۔

که مقالات شروانی ۲۲۷

یہ عبارت بھی کافی قدیم ہے۔ اس سے اس زمانہ میں شیخ محدث کی تصانیف کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ عجیب گنج کے نسخہ کے بعد ایشیا ٹیک سوسائٹی اور اسلامیہ کالج کے نسخے بہت قابل قدر ہیں۔ دونوں کا نسخہ کتابت ۹۵۵ھ ہے یعنی مصنف کے تینتالیس سال بعد۔

لُعَاتُ التَّنْقِیْحِ فِی شَرْحِ مُشْكُوَّةِ الْمُصَلِّحِ

عربی زبان میں مشکوٰۃ کی شرح ہے۔ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ فہرست التوالیف میں شیخ محدث نے سرفہرست اسی کا ذکر کیا ہے۔ شیخ محدث جب اشعۃ اللعات کی تصنیف میں مصروف تھے تو بعض مضامین ایسے پیش آئے جن کی تشریح کو فارسی میں مناسب نہ سمجھا۔ فارسی عوام کی زبان ہندی۔ بعض مباحث میں عوام کو شریک کرنا محفلت کے خلاف تھا لہذا جو باتیں فارسی میں قلم انداز کر دی تھیں وہ عربی میں بیان کریں۔ فرماتے ہیں:۔

مردم را نے مطالعہ آن سخاں روسہ نمود کہ در حق آن مخرج فارسی مناسب نباشد و از دست دادن آن سخاں رانیز نگذاشتن بعید۔ پس در شرح آن بلسان نیز شروع نمود تا چند گاہ ہر دو شرح فارسی و عربی معاً تسوید یافت ، آخر میں گشت کہ عربی چوں اسپہ تازی میخیزد و تمام شدہ فارسی در زیر راہ ماند چو لہر از نظر ثانی بہاں مقید شدہ معین نمود و نانے مدید بہاں گشت و سوادہ فارسی حکم نیسیا گرفت باز امر شد کہ فارسی نیز تمام گردد و ملہ ۱۲۲۔ جب ۱۲۵ھ تک شیخ محدث لعات التنیقح سے فارغ ہوئے۔

لعات میں لغوی و نحوی مشکلات اور فقہی مسائل کو نہایت عمدگی سے حل کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں احادیث سے فقہ حنفی کی تطبیق نہایت کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ اس شرح کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت امام شافعی اصحاب الرائے میں سے ہیں اور حضرت امام اعظم اصحاب ظواہر میں سے۔ لعات کے شروع میں جو مقدمہ ہے وہ نہایت جامع اور مفید ہے اور مشکوٰۃ کے متن کے ساتھ اور علیحدہ شائع کیا گیا ہے۔ یہ

لعات التنیقح۔ اس کے قلمی نسخے باقی چوتھے۔ رامپور۔ چیدر آباد۔ ایشیا ٹیک سوسائٹی۔ دہلی اور علی گڑھ کے تھے۔ ۵۔ ۱۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء میں محدث سہارنوی نے مشکوٰۃ کے ساتھ شائع کیا اور ترجمہ شیخ ابوالحسن بدلی اور خواجہ علی نائل سہارنوی کے تھے۔ ۵۔ ۱۲۶ھ فہرست کتب خانہ آصفیہ۔ نمبر ۶۶۴۔ ۵۔ نمبر ۸۹۵ (حضرت ترمذی کے نسخہ)

۵۔ نسخہ نمبر ۱۵۰۔

۵۔ بحران التذکرہ

کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

عقائد

حضرت شیخ عقیق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۵۲ھ/۱۱۵۸ء) کی شخصیت اپنے علم و عرفان اور عظیم تجدیدی کارناموں اور تصنیفی خدمات کے باعث بڑی ہی بزرگ اور بلند پایا ہے۔ ان کی حیات و خدمات پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے مگر ان کی سوانحیات میں ان کے عقائد و نظریات پر سیر حاصل گفتگو نہیں ملتی حالانکہ کسی بھی شخصیت کا مکمل تعارف اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے نظریات و عقائد کی بھی واضح نشاندہی کر دی جائے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کا فکری و اعتقادی موقف ان کی گراں قدر تصنیفات سے بخوبی واضح ہے آپ نے خاص بیان عقائد میں تکمیل الایمان و تقوۃ الایمان نامی کتاب تصنیف فرمائی۔ دور اکبری کے فتن ہاول میں شیخ رحمۃ اللہ نے اہل اسلام کو عقائد حق کی روشنی دکھا کر ان کے اثبات و استقلال کا سامان فراہم کیا اور ہر اس نظریے اور عقیدے کی صحیح معنی کی جو اسلام و ایمان کی روح سے متصادم ہو ذیل کے چند صفات میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی تصنیفات سے ان کے عقائد و نظریات کی ایک جھلک پیش کی جا رہی ہے جس سے واضح ہو گا کہ حضرت شیخ نے عقائد اہل سنت کی پوری پوری ترجمانی کی ہے۔ ان کی روشنی میں وہ لوگ اپنے افکار و نظریات کا مضائقہ جائزہ لیں۔ جو حضرت شیخ قدس سرہ کو اپنا پیشوا و مقتدا بنانے کے باوجود قدم قدم پر عقیدۂ ان سے متصادم اور ان کے خلاف ہیں۔

علم غیب اور علم ماکان و مایکون

حدیث پاک فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی شرح فرماتے ہوئے ائمہ العلماء میں رقمطراز ہیں۔

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو
ہو گیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اس سے
یہ مراد ہے کہ تمام جزوی و کلی علوم حضور کو حاصل ہو گئے۔
اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کا اعلا فرمایا۔

پس دانشمندی ہر جہ و آسماں ہر جہ و زمین پر
عبادت است از حصول تمام علوم جزئی
و کلی و اعلا اہل۔

اسی حدیث کی شرح کے اخیر میں فرمایا۔

پس ازل و انت عالم و حقائق آں را۔
 قرآن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم اور علم کے
 تمام حقائق کو جاتا۔

۱ ص ۳۳۳ ج ۱۔ (مکشوری)
 اشعة السمات میں دوسری جگہ رقمطراز ہیں:۔
 یعنی احوال مبدا و مواصل ازل تا آخر ہر راییاں
 کرو (ج ۴ ص ۴۴۵)

حدیث حذیفہ فاخرنا بما هو کائن الی یوم القیمة کی شرح میں فرماتے ہیں:۔
 پس خبر را و مارا کمینہ یکہ پیدا شونده است از
 تو حضور نے ہیں ہر اس چیز کی خبر دی جو قیمت تک
 حوادث و وقائع و غائب و غریب تا روز قیامت
 پیدا ہونے والی ہے حوادث و واقعات، غائب و
 غریب سب بتا دیے۔

در ارج النبوة شریف جلد اول کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔
 دھو بکل شئی علیہ و دے صلی اللہ علیہ وسلم
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جانتے والے
 و اما است بر ہر چیز از شیونات الہی و احکام و
 ہیں۔ انہوں نے خدائے پاک کی شان میں اس کے
 صفات حق و اسما و افعال و آثار و بحسب علم ظہور و
 احکام حق تعالیٰ کے صفات اور افعال سارے ظاہر و
 باطنی ازل و آخر کے علوم کا اعطا فرمایا ہے اور
 فذوق کل ذی علم علیہم کے مصداق ہو گئے ہیں
 علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اسی مدارج النبوة باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت میں ارقام فرماتے ہیں:۔
 و ہرچہ در دنیا است از زمان آدم (علیہ السلام)
 تمامہ آدم سے قیامت تک جو کچھ دنیا میں ہے سب
 حاضر علیہ السلام پہ ظہور فرمائیے تاکہ ازل سے آخر تک تمام
 تاہم احوال اور ازل و اقل تا آخر معلوم کر دے، و یارین
 حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

ان تمام علماتوں سے عیاں ہے کہ علم غیب رسول اللہ ﷺ و اللہ کے بارے میں شیخ کا یہی مسلک تھا کہ تمام
 علوم اولین و آخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور از ابتدا تا قیامت سارے جزئیات و کلیات کا

علم حضور کو عطا فرمایا گیا۔

ہم اسی کو جمیع مایکون مایکون کے علم سے تعبیر کرتے ہیں۔

اختیار و تصرف

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت شیخ مدارج النبویہ میں

قطرانہ میں :-

وازل جملہ آنت کہ دادہ شدہ آن حضرت را
صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح خدائن و سپردہ شدہ بوسے
وظاہرش آنت کہ خدائن ملوک فارس و روم ہر
بدست صحابہ اقلدہ و باطنش آن کہ مراد خدائن
اجناس عالم است کہ رزق ہر در کف افتد ار
وے سپردہ و قوت تربیت ظاہر و باطن ہر بوسے
(مدارج النبوة جلد ۱ ص ۱۱۱)

صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ اور معجم کبیر، طبرانی کی حدیث جس میں ہے کہ حضرت ربیع بن کعب السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور نے فرمایا سَلِّ سَلَامًا عَلَیْکَ اَوْ حَضَرْتَ رَبِیعَیْنِ عَرَضَ عَلَیْکَ خَدَّیْہِیْنِ سَلَامًا کَرَامَہِیْنِ کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں، ہر کالے فرمایا کچھ اور حضرت ربیع نے عرض کیا میری مولد تو صرف یہی ہے اس کی شرح میں شیخ قطرانہ میں :-

از مطلق سوال کہ فرمود سَلِّ عَلَیْہِ سَلَامًا
بے خاص معلوم ہی شود کہ کار ہر بدست ہست و
کرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جہ
خواہ ہر کہ خواہد باذن پروردگار خود بدید -
فان من جودک الدنیا وضی قہا ومن
علومک علو النوح والقلو اگر خیریت

سوال کو مطلق فرماتے ہوئے کہ فرمایا سَلَامًا کَرَامَہِیْنِ
چیز سے عقیدہ فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ سلام اسلما
حضور ہی کے کرنا نہ باتوں میں ہے خواہ میں جس کو
چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں۔ کیوں کہ
دنیا اور اس کی شادابی آپ ہی کی عنایت سے ہے
اور لوح و قلم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے گدایاؤ

دنیا و عقبی آزموداری بدرگاہ شریعت و ہرچیز میں قرہی
تتمائیں۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۳۹۶)

احکام شرعیہ حضور کے اختیار میں ہیں جس کے لیے جو حکم چاہیں جاری کر دیں۔ اس بارے میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:-

واذا ان جملہ آیت کہ آنحضرت تخصیص می کر رہے
کہ اگر ہرچیز میں خواست از احکام میں جادو قول است
کیے آپ کا حکم موقوف بود برے صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ہرچیز خواہ حکم کند۔ دوم آنکہ ہر ملکہ و حیضانی
شد چنانکہ تخصیص کر وزیر بن ثابت۔ ابھو شہادت
و سے حکم و شہادت دارد۔
(دارج النبوة جلد ۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:-
و شائع را می رسد کہ تخصیص کند ہر کافر و باہر
خواہ۔ (دارج النبوة جلد ۱ ص ۱۵۴)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کلی سے متعلق شیخ کی وہ عبارت بہت جامع ہے جو شرح مشکوٰۃ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:-

و ملک و حکومت جن والی و تمام مملکت و قرون
ہی جملہ صلیقت و قرون و سے بود صلی اللہ
علیہ وسلم (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۳۹۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اختیارات اور بطنائے الہی سارے جہان ان کے زیر
تعمین ہونے کے بارے میں شیخ کی مذکورہ بالا عبارتیں اتنی نمایاں اور روشن ہیں کہ مزید کسی وضاحت
کی کوئی حاجت ہی نہیں۔

حضور کا حاضر و ناظر ہونا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ بار عالم پر ہمہ وقت ناظر و ناظر ہیں اور ان کو ہر وقت حاصل ہے کہ تشریف سے تعلق رکھتے ہوئے جہاں چاہیں تشریف لارہے فرما سکتے ہیں۔ اس نظریہ پر شیخ کی تحریریں ملاحظہ فرمائیں:-
 مدارج النبوة جلد دوم قسم چہارم وصل حیات انبیاء میں رقمطراز ہیں:-

اگر بعد ازاں گوئید کہ حق تعالیٰ سب سے تشریف لے جاتے
 و قد تے بخشدہ است۔ کہ در ہر کلمے کہ فرماید
 تشریف بخشد، خواہ بعینہ، خواہ بشمال، خواہ بر آسمان
 خواہ بر زمین، خواہ در قسب یا غیرہ، وے مودتے
 دلہو۔ باوجود نسبت خاص بقتبہ در ہر حال،
 اس کے بعد اگر کہیں کہیں تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک
 کو ایسی حالت و قصت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں
 تشریف لے جائیں، خواہ بعینہ، اس جسم سے خواہ جسم
 مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ زمین پر، خواہ قبر میں
 یا دلہو کہیں اور دست سے تہرے ہر حال میں خاص
 نسبت رہتی ہے۔ (ج ۲ صفحہ ۲۵)

جامع البرکات میں فرماتے ہیں:-

وے علیہ السلام بر احوال و اعمال امت مطلع
 است بر مقربان و خاصان و گاہ خود بنفس و
 حاضر و ناظر است۔
 مدارج النبوة میں فرماتے ہیں:-

ذکر کن اورا، و درود و بزرگست بروے علیہ السلام و
 باش وصال ذکر آگاہی حاضر است، پیش قدمیات
 حیات و مہنی تواریخ و استاد با جلال و شکیم و
 ہیبت و حیا و باندہ وے علیہ السلام می بیند و می
 شنود کلام ترا، زیرا کہ وے علیہ السلام تعففات است
 بیعتات اللہ، ویکے انصافات الہی آں است کہ
 أنا جلیس من ذکر فی۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کردہ و یاد دہی حضور
 بعد از موت و ذکر میں، الجسہ پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 میں تہلکے ملت میں اور تم ان کو یکے تہلکے تہلکے
 اور تعلیم ہیبت و محبت سے۔ ہر اور جانور کہ حضور
 علیہ السلام تمہیں دیکھتے اور تہلکے کلام کو سننے میں
 کیونکہ حضور علیہ السلام صفات الہی سے موصوف ہیں اور
 ان کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذکر کا ہمنشین ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

دیکھئے از مسند غفہ اند کہ اس خطاب بہت
سراپا حقیقت محمدیہ است و در اثر موجودات
و اسناد مکنت ہا پس آنحضرت و ذوات
مصلیان موجود و حاضر است۔ پس مصلی را باید
کہ از ہی معنی آگاہ باشد۔ و از ہی شعور غافل
نبود۔ تا با تواریق قرب و اسرار معرفت متور و غافل
گردد۔
و اشہد انہما علیہ السلام (۱)

اور بعض مارتوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التحیات
میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا
النَّبِیُّ۔ کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقت
محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور مکنت کے ہر فرد میں
سراپا کیے ہوئے ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ
و سلم نمازیوں کی اذان میں موجود اور حاضر ہیں تو چاہیے کہ
نمازی اس نکتے سے باخبر اور آگاہ رہے۔ تاکہ قرب کے لذت اور
معرفت کے سرسے فیضیاب ہو۔

یہ عبارتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر، احوال عالم سے باخبر اور قبر سے نسبت باقی رکھتے
ہوئے ہر جگہ تشریف اترنا ہونے کے بارے میں شیخ کا سخت اور مستحکم فکری موقف نمایاں طور
پر بتا رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے اہل سنت کی وہی مراد ہے جو شیخ کی
توضیحات سے ظاہر ہے۔

حیاتِ انبیاء و اولیاء

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات و زندگی کا بہت علم
است کا اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں
اس لیے کہ انبیاء کی زندگی شہداء و مجاہدین کی زندگی
سے زیادہ کامل اور قوی ہے۔ ان کی زندگی تو مٹنی
اور اخروی ہے مگر انبیاء کی زندگی حسی اور دنیاوی
زندگی ہے۔ اس بارے میں احادیث و آثار
داروہی۔

بہا کی حیاتِ انبیاء و صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین
محقق علیہ است میان طوائف و بیچ کس را اختلاف
نیست حد آن کہ اہل کمال تر و قوی تر از وجود حیات
شہداء و متعلقین فی سبیل اللہ است کہ اہل معنوی
اخری است و حیاتِ انبیاء و حیاتِ حسی دنیاوی
است و احادیث و آثار و اہل واقع شدہ۔

(درلج النبوة ج ۲ ص ۴۴۷)

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں:-

اولیٰ خذ النفل کرہ شدند انیس وارنانی بہ
وارنقا وزندہ اندنوز پرودگار خود و مرزوق
اندو خوش حال اندو مردم را از ان شوز نیست
(اشترک المعانی جلد ۲ ص ۴۵۸)

اپنے رسالہ میں رقمطراز ہیں:-

باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علماء
است است یک کس را دریں مسئلہ علمائے
نہست کہ آنحضرت علیہ السلام بحقیقت حیات
بے شبائے مجاز و قوہم تاویل دائم و باقی است
و در اعمال است حاضر و ناظر است و در مطالب
حقیقت و متوجہاں آنحضرت را سفین و مربی
است۔ (سلوک اقرب السبل بالتوحید الی
سید الرسل برآمدش اخبار الانبیاء ص ۱۵۵)

حضور غوث اعظم کی تصنیف فتوح الغیب کی شرح میں فرماتے ہیں:-

امام انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی دنیاوی ہی
دباقی و معروف اندو نیا سخن نیست۔
(شرح فتوح الغیب ص ۲۲۳)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی دنیاوی
زندگی کے ساتھ زندہ باقی اور معروف ہونے
میں کلام نہیں ہے۔

مردوں کا سننا، دیکھنا، اور اک کرنا:

حدیث شریف: کسر عظم المیت لکسہ حیا و مروءے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی ایسی
ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنی، اے تحت امام ابو عمر ابن عبد البر سے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں نقل
فرماتے ہیں:-

یہاں سے مستغفر ہوتا ہے کہ میت کو ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اے لایم ہے کہ مردہ کو ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندہ کو لذت حاصل ہوتی ہے۔

انہیں جاسٹ غلامی گروہ کر میت متالم می گروہ تمام آن کر متالم می گروہ ہاں ولایم ایس است کر متالم گروہ تمام آنچہ متالم ذمی شو و بل متالم (اشعۃ اللمعات)

جذب، اقلوب میں فرماتے ہیں:

تمام اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ مردے مردوں کے لیے اور اک جیسے جاننا سنا وغیرہ ثابت ہے۔

تمام اہل سنت و جماعت اعتقاد و رعبہ ثبوت اور اکات مثل علم و سلع و سائر اموات را۔ (ص ۲۶ نوکسور)

زیارت قبور

شیخ، اموات کے لیے علم و ادراک کے ساتھ زیارت قبور کے بھی قائل ہیں۔ فرماتے ہیں۔ زیارت گاہے از جنت اولے حق اہل قبور باشد، در حدیث آمدہ افوس ترین حالتے کہ میت را بود، در وقتست کہ یکے از آشتیاں اور زیارت قبر او کند و احادیث دریں باب بسیار است (جذب، اقلوب، ص ۲۱۳)

دوسری جگہ علامہ صدر الدین قزوینی سے نقل فرماتے ہیں۔

وہی ان قبور سائر مومنین و ارواح ایشان نسبت غصے است مگر کہ در ان زائران و ائیں شائد و سلام بر ایشان می کنند، بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات۔

(جذب، اقلوب ص ۲۱۶)

تمام مومنین کی قبروں اور ان کی روحوں کے میلان ہمیشہ ایک خاص نسبت قائم رہتی ہے جس سے اپنے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے اور انہیں سلام کرتے ہیں ہمیشہ یہ نسبت قائم رہنے کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں محبت ہے۔

زیارتِ روضۃ النور

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت علماء دین کے قولی اور عملی اجماع کی بنا پر سب سے افضل سنتیں اور سب سے عظیم مستجابات اسے ہے۔

زیارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم باجماع علماء دین قولا وفعلا از افضل سنتیں واکرم مستجابات است (مذہب القلوب صفحہ ۲۱۸)

سفر زیارت

یہاں قبر شریف کی زیارت کے لیے سفر اور اس عظیم مسکن کے بارگاہِ حصول سے شدید حالِ توجیب زیارت کا افضل و مستحب ہونا ثابت ہو گیا، سفر کا جائز و مستحب ہونا بھی لازم آیا۔ اس لیے کہ زیارت کے دلائل عام ہیں۔ اور اس بات کا افادہ کر رہے ہیں کہ زیارت کے جواز و استحباب میں اور دوزیک قرب و بعد سب برابر ہیں۔

والا امتیاز سفر از بڑے زیارت قبر شریف و شد حال بقصد دریافت اس مسکن عظمیٰ ہر گاہ کہ استحباب فضیلت زیارت ثابت شد مشروعت سفر و استحباب او نیز لازم آمد از جهت عموم دلائل و افادہ و استوائے قرب و بعد و زان (مذہب القلوب صفحہ ۲۱۸)

توسل و استعانت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وسیلہ چاہنا حاجت و سببِ نجات مرام است۔

توسل بوسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجب ثقل ہے حاجت و سبب نجات مرام است۔ (مذہب القلوب صفحہ ۲۱۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نبی کے بعد ان انبیاء کے وسیلہ سے جو مجھ سے پہلے میں اس حدیث سے حیات اور بعد وفات دونوں حالتوں میں وسیلہ چاہئے گا تو آپ ہوتا ہے حضور علیہ السلام کی بہ نسبت زندگی میں اور دیگر انبیاء کی بہ نسبت بعد وفات اور

وگفت آنحضرت بحق بنیک و الانبیاء الذین من قبلی دیک حدیث دلیل است بر توسل در ہر دو حالت نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حالت حیات و نسبت انبیاء علیہم السلام بعد از وفات و چوں توسل بانبیاء دیگر صلوٰۃ اللہ علیہم بعد از وفات

جب دیگر انبیاء علیہم السلام سے بعد وفات نازل جائے
ہو تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد وفات نازل
ہو گا۔ اور اہل بیت کے بعد بھی نازل ہو گا۔ بجز سید نہیں اگر اس حدیث پر لایا
ہے ان کی وفات کے بعد بھی وسیلہ چاہئے کہ قیاس
کر لیں اس لیے کہ پیغمبر ان مقام علیہم السلام کی تخصیص
نہیں لگوا دیں تخصیص ہو تو البتہ مگر اہل بیت کی کیا؟

حجۃ الاسلام امام غزالی کا فرما ہے کہ جس سے زندگی
میں بدو مائی جائے اس سے بعد وفات بھی بدو مائی ہوگی
لیکن عظیم بزرگ نے دنیا میں نے چار مشائخ کو دیکھا
کہ اپنی قبروں میں تعریف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں
تعریف کیا کرتے تھے یا اس سے زیادہ شیخ معروف غفرلہ
غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور دو دوسرے شیخ غفرلہ
بسی ۱۸۰۰ شیخ ابن قیس عراقی رضی اللہ عنہم کو شمار کر لیا اور
حرم مقبرہ نہیں بلکہ جو کچھ خود دیکھا اور پایا بتایا۔

سیدی احمد بن مرزوق جو بار مغرب کے اکابر فقہاء
و علماء و مشائخ سے ہیں انہوں نے فرمایا: شیخ
ابو العباس عفری نے ایک دن مجھ سے پوچھا: زندہ
کی امداد قوی ہے یا مردہ کی؟ میں نے کہا: کچھ لوگ
کہتے ہیں کہ زندہ کی قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ وفات یافتہ کی
مدد زیادہ قوی ہے۔ شیخ نے مسرہلایاں اس
لیے کہ وہ خدا کے دوبار اور اس کی بارگاہ
میں ہے۔

جائز است نید انبیاء بطریق اولیٰ جائز باشد
بلکہ اگر اس حدیث قوس باولیا خدا نیز بعد از
وفات ایشان قیاس کنند و نیز نیست مگر آن کہ
و یلیٰ بر تخصیص حضرت رسل صلوات الرحمن
علیہم اجمعین قائم شود و ایں الدلیل؟
و جذب القلوب ص ۲۲۱

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔
امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کر وہ شود بوسے حیات
استمداد کر وہ می شود بوسے بعد از وفات۔
یکے از مشائخ عظام گفتہ دیدم چہار کس را از مشائخ کبار
تصرف می کنند و قبور خود مانند تصرفائے شاہان
حیات خود یا بیشتر شیخ معروف عبد القادر
جیلانی رضی اللہ عنہما و دو کس دیگر را از اولیاء
شمرده و مقصود حرم نیست آنچه خود دیدہ و
یافتہ گفت است۔

سیدی احمد بن مرزوق کہ از اعظم فقہاء و علماء
و مشائخ دیار مغرب است گفت مرد زنده شیخ
ابو العباس عفری از من پرسید امداد حی قوی
است یا امداد میت قوی است من گفتم می گویند کہ
امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی
تر است پس شیخ گفت نمیزد اگر کہ وہ دہ باطن است
و در حضرت اوست۔

اشترک الطوائف جلد ۱ باب زیلۃ القبر ص ۱۹۱

جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔

اولیاء اگر کمالات و تہنرات و درگاہان حاصل
است۔

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

لبست شرعی چہی خواہند ایشان باستعداد و لدلو کہ

ایں فرقہ منکرند آن را۔ آں چہ جامی فہیم از ان ایں

است کہ داعی دعا کند خدا را و توسل کند بر حیثیت

ایں بندہ مقرب یا نہا کند ایں بندہ مقرب را کہ

اسے بندہ دلی سے شفاعت کن مراد بخواہ خدا

کہ بدسترس و مطلوب بہ را اگر ایں معنی موجب

شرک باشد چنانکہ منکر مذہبی کند باید کہ منع کر وہ

شروع توسل و مطلب دعا از دوستان خدا در حالت

حیات نیز و ایں مستحب و مستحسن است باتفاق

و شائع است در دین و آنچه مروی و محکی است

از شایخ اہل کشف و استعداد از ادراج کمل و

استعداد از ان خارج از صحر است و مذکور است

در کتب و رسائل ایشان و مشہور است میان

ایشان حاجت نیست آن را ذکر کنیم و شاید

کہ منکر متعصب سود نہ کند اورا کلمات ایشان

حافانہ من ذلک۔ کلام قدس مقام کرد الخائب

کشیدہ بر غم منکران کہ در قرب ایں نہاں فرقہ

پیدا شدہ اند کہ منکر اند استعداد و استعانت

را از اولیائے خدا و متوجہاں بہ باب ایشان

کائنات میں اولیاء کی کمالات اور ان کے تہنرات
ہوتے ہیں۔

آخر فرماتے ولے استعداد و اعدا سے کون سا ایسا معنی

مراد لیتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ اس سے ہم

قول ہی ہی سمجھتے ہیں کہ دعا کرنے والا خدا سے دعا کرتا ہے

اور اس نیندہ مقرب کو وسیلہ بناتا یا اس کو کھلاتا ہے

کہ اس خدا کے بندے اور اس کے ولی میرے لیے

شفاعت کیجے اور خدا سے دعا کیجے کہ میری مراد پورائے

میرا مطلب حاصل فرمے۔ اگر یہ معنی شرک کا سبب

ہے جیسا کہ منکر گمان کرتا ہے تو چاہیے کہ زندگی ہی میں

خدا کے دوستوں سے توسل اور مطلب و دعا سے رک

ویں اور کیونکہ جو چیز شرک ہوگی حیات و بعد وفات

دونوں حالتوں میں شرک ہوگی حالانکہ یہ معنی بالاتفاق

مستحب و مستحسن اور دین میں رائج ہے بلکہ ادراج کالہیں

سے استعداد اور استعداد کے بہرہ میں اہل کشف

بند گوی سے جو مشاہدہ کے واقعات مروی ہیں وہ

حصر بہر ان کے رسائل اور کتابوں میں مذکور اند

ان کے درمیان مشہور ہیں جس میں ان کے ذکر کی حاجت

نہیں شاید متعصب منکر کے لیے ان کے کلمات

بھی مفید نہ ہوں خدا ہمیں اس سے عانت دے میں

رکھے اس جگہ کلام طویل و الخائب کی حد تک پہنچ گیا۔

رامشک بخدا و عیدۃ اصنام می واندوئی گوئند
آنچه می گوئند -

منکروں کا ٹنگناں آؤدو کر کے لیے کیڑ کو قربانہ
میں ایک فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو اولیاء اللہ سے استمداد
استانت کا منکر ہے اور اولیا کی طرف توجہ کرنے والوں کو
منکر اور بت پرست سمجھتا ہے اور کہتا ہے جو کہتا ہے -

(اشعۃ اللمعات ج ۱، جلد ۲ صفحہ ۱۸۸)

اس آخری مضمون کو عربی میں یوں بیان فرماتے ہیں :-

والہما اطلبنا الکلام فی هذا المقام
رغباً لا نفث المنکرین فانہ قد احدث
فی زماننا اثر ذمۃ ینکرون الاستمداد
من الاولیاء ویقولون معالہو علی ذلک
من علوان ہوا لا یخوضون - (طبقات ۲)

شفاعت

یشفع یوم القیمۃ ثلثۃ الانبیاء
العباد ثلثہ الشہداء -

شیخ اس حدیث میں فرماتے ہیں -

ان تینوں گروہوں کی تخصیص ان کے زیارت فضل و
کریمت کی وجہ سے ہے ورنہ مسلمانوں میں سے
تمام اہل خیر کے لیے شفاعت ثابت ہے اور اس
باب میں احادیث مشہور وارد ہیں -

دوسری حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

ایں جا معلوم می شود کہ فاسقان و گناہگراں اگر
خدا سے دعا و ادا سے۔ اہل طاعت و تقویٰ و درو
بیگار و بارسند و آخرت و قہر آں بیابند و

پائیں گے اور ان کی شفاعت سے بہشت
میں داخل ہوں گے۔

شفاعت کا انکار بدعتی ہی و اگر ایسی ہے۔ مہیا کر
خواجہ اور بعض معتزلہ اس کے منکر ہیں۔

و بعد از شفاعت ایشان در بہشت در آیند۔
(اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۴۰۵)

اور فرماتے ہیں۔
واللہ شفاعت بدعت و قتالات است
چنانچہ خواجہ و بعض معتزلہ بدال رفتہ اند۔
(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۰۸)

محل میلاد

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کے عوض
ابولیب کے عذاب میں تخفیف ہوئی اور وہ شہرہ کو اس
سے عذاب اٹھایا گیا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے
یہاں یہ بخیر لکھ کر دے والوں کے لیے سند و دلیل ہے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد کی شب میں خوشی منائیں اور
مال خرچ کریں یعنی ابولیب جو کافر تھا جب حضور
کی ولادت کی خوشی اور باندی آزاد کر دینے کی اسے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جزا دی گئی۔ تو
مسلمان کا حال جو رحمت و مہربانی اور صرف مال سے
بہرہ ہوا ہے اس میں کیا پروا۔
تو کہ بادشاہان و حکمرانوں کی طرف سے

ابو حنیبلہ بر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرور
کرد۔ عذاب دسے تخفیف کرو اور وزو و شہرہ
از دسے عذاب برداشت چنانکہ در حدیث
آمدہ ست و در ایں جا سند است مرآۃ البیضاء
کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سرور کنند و قبل احوال نمایند یعنی ابولیب کو کافر
بود و چون سرور میلاد آنحضرت و قبل جاریہ دسے
آنحضرت جزا دادہ شد اعمال مسلمان کہ محلو است
سرور و قبل مال در دسے چہ باشد۔

(ملاحق النبوة دوم و صل و صافیت)

دوستوں کا کچھ بھی عسودم

فاتحہ و ایصال ثواب

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔
متعب است کہ تصدق کردہ خود از نیت بعد از

میت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک

اس کی طرف سے مدد کرنا مستحب ہے میت کی طرف سے مدد کرنا اُسے نفع پہنچاتا ہے اس میں اہل علم کے درمیان اختلاف نہیں۔ اس باب سے صحیح حدیثیں آ رہی ہیں خصوصاً پانی اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ میت کو صرف مدد اور دعا پہنچتی ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمع کی رات میں اپنے گھر آتی ہے اور نظر کرتی ہے کہ اہل خانہ اس کی طرف سے مدد کرتے ہیں یا نہیں۔

زندوں کے مردوں کے لیے دعا کرنے اور ان کے ثواب کی نیت سے مدد دینے میں مردوں کے لیے بڑا فائدہ ہے۔ اس باب میں آمادہ احادیث بہت ہیں۔

رفیق اواز عالم جاہلیت روز، تصدیق الہیت
نفع می کند اور اسے خلافت میاں اہل علم وارشد
است دران احوال میر خصوصاً آب و بھنے از
علماء گفتہ اند کہ نمی رسد بہیت مگر مدد دعا و در
بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ
خود را شب جمعہ پس نغمہ می کند کہ تصدیق می کند از
وہ یا نہ۔

(اشعۃ المعات باب زیارۃ القبر روح امک)
تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں۔

و دعا ہائے زندگان مردود ہوا و مدد و ادن بہ
نیت ثواب ایشان را نفع عظیم است مردود ہوا
و احادیث و آثار میں باب بسیار است۔
(تکمیل الاکام ص ۱۶۷)

عُرسِ بزرگان

ما ثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں۔

ذكر بعض المتأخرين من مشايخ الغرب
ان اليوم الذي وصلوا الي جناب العزة
مخطا اثر القدا وس يُزجى ذبيہ من الخير
والبركة والنورانية اكثر وافر
من سائر الايام واما هو من مستحبات
التأخرين۔ (ما ثبت بالسنۃ ص ۱۶۷)

سے تو ہے۔

عُرس کی حقیقت یہی ہے کہ ولی کی تاریخ وفات میں اہل اسلام جمع ہو کر دعا و قرآن خوانی، مدد

اور ایصالِ ثواب کریں اور صاحبِ قبر کے فیوضِ برکات سے مستفید ہوں۔ اس دن کی خصوصیت کی وجہ حضرت شیخ نے نقل فرمائی۔

رہے منکرات اور محرمات شرعیہ تو وہ جس طرح اور تمام ایام و مقامات میں حرام ہیں۔ یہاں بھی حرام ہوں گے۔ بزرگوں کے پاک اعضا اس کو ان سے خالی رکھنا بے حد ضروری ہے۔

مزارات پر قبے اور عمارت بنانا

فرماتے ہیں:-

آزمنہ میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر میں رہ گئے ہیں مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عداوت بنانے میں مصطط دیکھ کر کہ چہ چیزوں کا افتخار کروا تا کہ وہاں مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی سبب و شرکت ظاہر ہو خصوصاً ہندوستان میں جہاں ہندو اور کھنڈ بہت سے دشمنانِ دین ہیں۔ ان مقامات کی بنیادیں شانِ ظاہر کرنا کھنڈ کے عجب اور اطاعت کاذبہ ہے اور بہت سے کام پہلے کر رہتے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔

در آزمان بحسب اقتضائے نظر عوام بظاہر مصلحت تعمیر و ترمیم مشاہدہ مقابر مشائخ و غلامیدہ چیزنا افزودند تا آن جا بسبب و شرکت اسلام و اہل صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند۔ و ترمیم و اعلا شان ایسے مقامات باعثِ رعب و تقیہ و ایثار است و بسیار اعمال و افعال و اذنیاع کہ در شان سلف مکرمہ بودہ اند در آفرینان از مستنات گشتہ - (شرح سفر السعادت)

سرکار کا سایہ نہ تھا

حضرت علیؓ کا سایہ نہ تھا نہ دعویٰ میں نہ چاندنی میں۔ اسے امام محمد بن علیؓ کی محکم ترمیزی نے فوارہ الاصول میں مدایت کیا ہے اور عجیب ہے کہ ان بزرگوں نے چراغ کی روشنی میں سایہ نہ ہونے کا ذکر نہ کیا اور ”فوارہ“ حضور کے اسرارِ گرامی سے ایک

دہن و در آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را سایہ از آفتاب و نہ در قمر و آہ الہیم الترمیزی فی فوارہ الاصول۔ و عجیب است انہیں بزرگان کہ ذکر نہ کرے نہ چراغ را و نہ سے کہ از اسمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است و نور و سایہ نمی باشد۔ (درارج البیوت)

نام ہے اللہ اور کاسایہ نہیں ہوتا۔

دور سے ندا کرنا

اپنے قصیدہ نعیمیہ میں عرض کرتے ہیں۔

خزائم و غنم ہجر حیات یا رسول اللہ
جہاں خود نثار ہے بجان زار شید لکن
یا رسول اللہ! آپ کے غم و ہجر میں برباد ہوں۔ اپنا جمال دکھائیں اس جان نثار عاشق پر نثار غم فرمائیں۔
بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ! کم نوا
بلطف خود سر و سلمان جیسے سرو پاک
جیسے بھی ہو یا رسول اللہ! آپ کے کم سے فرازیں اپنی عنایت سے اس بے یار و مددگار کو سر و سلمان بنائیں۔

معراج جسمانی

مدارج النبوة میں رقمطراز ہیں:-
معراج آنت کہ درجہ اسرار و معراج ہمدرد سیداری
معراج یہ ہے کہ سرکار کی یہ گراہی اور معراج سب
و کسب بود و صبور علماء از صلابہ و تابعین و اتباع
بیداری میں اور جسم اطہر کے ساتھ تہمتی صحابہ تابعین
ان کے بعد محدثین و فقہاء اور تکلمین کے عبور علماء
اسی مذہب پر ہیں۔ اس بارے میں معراج اور معراج
اعادیت و اخبار دار و ہیں۔
است بدان اعادیت میسر و اختیار صریحہ۔
(مدارج النبوة جلد ۱ ص ۱۵۴)

رویت باری تعالیٰ

رویت حق سبحانہ تعالیٰ صدائے ممکن و ممکن
واقعہ نیست۔ اتفاقاً لا حضرت سید المرسلین
ویدار الہی دنیا میں بھی ممکن ہے گزرا واقع نہیں ہے۔
بالاتفاق ان حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے لیے شب معراج میں ویدار الہی واقع
و ثابت ہے۔
است۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۴۲۳)

اعلاءِ شانِ رسالت

شیخ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ اگلی دورِ الماد میں جب کہ شانِ رسالت کی بے حرمتی کی جارہی تھی اور اسلام کی عظمتیں پامال ہو رہی تھیں، مسلمانوں نے لوگوں کو مقامِ رسالت سے روشناس کیا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و خصال، اختیارات و تصرفات اور ان کی عظمتوں کو ایک دل سوزندہ اور حق شناس علم سے اپنی کتابوں میں پوری قوتِ تحریر کے ساتھ بیان کیا۔ جس نے کم گشتگانِ راہ کو ہدایت سے ہمکنار کیا اور اہل اسلام کو دینِ حق پر استقامت بخشتی۔

رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و محبت شیخ کی سطر سطر میں نمایاں ہے اور آج بھی ان کے رشحاتِ قلم اس دورِ بے ادبی کے لیے شمعِ ہدایت ہیں۔

بیانِ شفاعت میں شیخ کی یہ سطور قابلِ ملاحظہ ہیں۔ جہان کے جذباتِ تعظیم و عقیدت سے بھرپور ہیں۔

اور سب سے پہلے جو روزانہ شفاعت والا فیض لگے
وہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ کل ظاہر ہو گا کہ
ان کو بارگاہِ خداوندی میں کس قدر عزت و جہالت
حاصل ہے۔ دن ان کا دن ہے اور تہران کا مرتبہ۔

اول کے کہ نفع بابِ شفاعت کند محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بود، فزاد ظاہر شود کہ اور احد صگا
خداوندی چه قدر جاہ و عزت بود است روز
روز است، و جاہ جاو او۔

پھر فرماتے ہیں:-

حاصل یہ ہے کہ دن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا دن ہے اور اہل ان کی جاہ ہے اور مقام ان کا مقام
اعزات ان کی بات وہ نعمان ہیں اور تمام اہل عشر
طیفی قرآن مجید میں خطاب ہوتا ہے ولسوف
یعطیک ربک فقرضی تمہیں اسے محمد صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں اسے میرے حب! اسے میرے محبوب
و مطلوب! اسے میرے بندہ خاص! اتنی نعمت

بالجور روزِ محمد است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وجائے جائے است و تمام مقام او، و سخن سخن
اور نعمان است۔ دیگران طیفی اندوہ قرآن مجید
خطاب پروردگار ولسوف یعطیک ربک
فقرضی ترا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ترا ہے
محب من! اسے محبوب من و مطلوب من! لے بندہ
خاص من! چنداں نعمتِ دہم و رحمتِ کم کہ راضی

شوی ازین توحید آندو دل تو نہ شکند اسے
 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر کس رضائے من
 طلبند ومن رضائے تو، خواہ گرفت من رضائی
 نہ شوم تا یک ایک از امت من نیلرزی -

(تکمیل الایمان ص ۲۲۳)

ایک ایک امتی کی مغفرت نہ فرماوے۔

اسی ویسا پڑ اخبار الاخبار میں غنیمت مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء اور مقام سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے
 ہوئے اُن کے حسن محبت اور صلابت اعتماد کا عالم قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں :-

ہم چنان کہ شکر و سپاس خالق موجودات
 از حیطۃ امکان و اعطاء انسان قدر و استحقاق
 و ثنائے سنیہ کائنات از مجال شرح و
 بیان افزوں ہے۔

خیر اللہی الماسد سل بطہر اتم
 بہترین خلقی پیشوائے رسالوں، ذاتِ خدا کے منظر اکمل وہ تو خدا سے ابھر سب کائناتی ان کی ذات -

جانِ جبر عالمِ حق جانِ جانِ شہار
 وہ سارے عالم کی جان اور حق کو جان جانِ سبحان کے واسطے کے بغیر خدا کے طالب نہ ہو۔

پھر ان کی بلاغت عقیدت اور اکرام اہلال کے موقی کجا انکم دیکھیں۔

در اقل با عنث خلقت عالم است، دور
 آخر واسطہ ہدایت بنی آدم، در باطن مربی
 ادراج و در ظاہر ستم اشباح کاسرار کان
 ادیان و دُؤل، تا سچ احکام ملل و ملل و فتن
 خاتم وجود، نقشی معرفت و دشود، مقصود
 معکنا بن مقصودہ انلاک، مقصد سالکان

ابتدایں باعث تخلیق عالم انسان میں درلیہ
 ہدایت بنی آدم، باطن میں روحوں کے تربیت
 فرما، ظاہر میں جنوں کے تکمیل کار، باطل مذہبوں
 اور حکومتوں کے ارکان محکم، دوسرے مذاہب
 و مل کے احکام منسوخ فرمانے والے، انگیزی
 وجود کے نگین، معرفت و دشود کے نقش، حجرہ

معمورہ خاک، متمم مکارم احساق، مکمل
 کا لائق آفاق، عاجز و مثزلین وجود و عدم
 بربذخ بحرِ حدوث و قدم، باجانبِ نسخہ امکان
 و وجوب، بموجبِ رابطہ طالب و مطلوب
 عزیزِ معرِ صمدیت، ملکِ مملکتِ احدیت
 منظرِ حقیقتِ فردانیت، منظرِ صورتِ جانیت
 برکتِ مژمِ غیبِ لاہوت، بلسمِ معلومِ کنجِ جبروت
 مروحِ ارواحِ ملکوتیہ، مزینِ اشباحِ ناسوتیہ
 ہدایتِ خطِ ولایت، نہایتِ دائرہِ نبوت
 منظرِ اتم، رحمتِ اہم، عقلِ ازل
 ترجمانِ ازل، نورِ افر، سرِ اسرار، بادِی
 سبل، سیدِ رسل نورانی، سرِ امی، حبیبِ اعلیٰ
 صفیٰ صفیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مخلوق کے وجودِ ازل، ازل کے ترجمان، نورِ ازل کے نور، رازِ حق کے رازِ حق، راستی کے ہادی، برحق
 کے سرور، نورِ حق، رازِ حق، محبوبِ بالا، سب سے پاکیزہ انتخاب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سیدِ رسل شیعہ اہم، خواجہ و کوثر
 رسولوں کے سرور، امتوں کے شفاعت فرما، دونوں جہاں کے آقا، ہدایت کے نور، خدا کے محبوب، مخلوق کے سرور
 مقصوداتِ دوست و گریہ پیش
 مقصودان کی ذاتِ ہستی پیش
 ہر تہ کہ بود در امکانِ ہر دستِ ختم
 امکان کا ہر مرتبہ ان پر ختم ہے
 شکرِ خدا و دستِ گرہی غلام
 نمایان کا نور ہے باقی سب تائید
 ہر نیت کہ داشت خدا شد برو تمام
 اور خدا کی ہر نعمت ان پر تمام

(اخبار الانبار ص ۳۴)

حضرت شیخ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منظرِ ذاتِ خدا، مصدرِ حلیہ و خوات اور منبعِ تمام فیوض

وبرکات مستحقین مدارج النبوۃ میں اپنے نظریات بڑی صلابت اور پختگی کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

انبیاء مخلوق اعلا از اسما و ذاتی حق و اولیاء از اسما و صفیات، و بقیہ کائنات از صفات و فعلیہ و سید رسل و مخلوق است از ذات حق و ظهور حق در صفہ بالذات است پس انبیاء و اولیاء و علیم صلوات اللہ و سلامہ علیہ اسما و صفات گشتند و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مظهر ذات۔
(مدارج النبوۃ ص ۶۰ و ۶۱ طبعاً)

اور فرماتے ہیں۔

پس حقیقت محمدی مصدقہ میں موجودات و مبدء و واسطہ تمام فیوض و برکات است پس اگر متحقق شو و یکے یکے انان کمالات شکمہ الیہ اسطوت خواہد بود بروے و قابل خواہد گشت مراد۔
(مدارج النبوۃ ص ۶۵ طبعاً)

دیباچہ میں فرماتے ہیں۔

هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو کل شئی علیہ۔ ایں کلمات اعجاز مات جبرئیل بر محمد و سلم الی است تعالیٰ و تقدس کہ در کتاب جبرئیل کسبرائی غریب و غافلہ، ہم متفقین نہت و وصت حضرت رسالت پناہی است صلی اللہ علیہ وسلم کہ دے سبحانہ اور ابدان تسمیہ و توصیف نمودہ و جنہی اسرار حزن جل شانہ است کہ در دجی مستور و غیر متلو وہ اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ یہ اعجاز نشان کلمات خداے تعالیٰ کی حمد و ثناء پر بھی مشتمل ہیں جن سے قرآن مجید میں اپنی بکربانی کا خطبہ پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت و صفات کو بھی متفقین میں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے یہ نام و صفات رکھے۔ اور وحی متلوہ غیر متلوہ قرآن و حدیث میں کئے اسرار حسنہ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہیں کہ اپنے

حبیب خود را بدل امید و علیرجاء علی کمال
و سے ساختہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بہائم اسما و صفات الہی متعلق و متصف
است، با وجود آن بہ بعض ازاں بخصوص
نامزد و نامور گشتہ است مثل نورقی، عظیم، مجسم
مومن، یمن، ولی، ہادی، مدون، درجیم، و جبرائیل
و ایں چنانچہ اسم اول و آخر و ظاہر و باطن نیز ازاں
قبیل است۔ (مدارج النبوة ج ۱ ص ۱۸۱)

سرمکار و عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج و دیدار الہی سے شرف یاب ہوئے۔ اس بڑا عادت، دلائل
فریقین اور علماء کا راجح مسلک تحریر فرمانے کے بعد اپنے وجدان اور عقل و بصیرت کا ایمانی فیصلہ تحریر فرماتے ہیں۔
گفت بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین
خدا اللہ عنہ الصدق والیقین کہ کلام علماء
تقریب دلائل و آثار و اخبار چنان مست کہ مذکور
شد، اما میں مقتدر علیان می کند کہ معراج اہم مقامات
واقعی کمال است آنحضرت بود صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کیجیے کہ انبیا و در انجا با و سے شرکت
نہ بود هیچ بشرت و ہلکے را گنجائش آن مقام
نہ۔ پس عجیب است کہ در ان مقام بر نہ و در
خلوت خاص نہ آند و با علی مطلب و اقصدی
مسائل کہ دیدار است مشرف مگرداند آنحضرت
بایں معنی راضی باشد اگرچہ بکمال بندگی و ادب
و سلطنت کبروائی حق اندازد ابریں دارد کہ سوال
نخوازد کرد، از ذوق کلام مست گشتہ انبیا

بندہ پیروز عبدالحق بن سیف الدین اللہ تعالیٰ
اے عزیز صدق و یقین سے فوائزے، اکتاہے،
کہ دلائل اور احمد و اعادیت پر نظر کرتے ہوئے
علماء کے کلام اس طرح ہیں جیسا کہ ذکر ہوا لیکن
انسان علیان رہ جائے کہ معراج آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا کامل ترین مقام اور بعید الحصول
کمال تھا کہ اس مقام و کمال میں کوئی بھی حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں اندھنی کسی انسان
یا فرشتہ کی، اس مقام تک رسائی میں قبیل غیر ہر
ہے کہ اس مقام میں سے باقی خلوت خاص میں
دلائل اور سب سے اعلیٰ و اقصدی مطلب و
مقصود دیدار سے مشرف نہ فرمائیں اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی بھی رہیں۔

تلاش طلب ویدار نہ کند پناہ کو موسیٰ علیہ السلام
 اگر کمال بندگی و ادب اور سطوت کبریائی کی بنا
 کردہ کمال محبت و محبوبیت کہ با جناب اقدس
 پر خدا انہیں اسی حال پر رکھے کہ سوال نہ کریں اور
 وارو کجائی گزارو کہ جنابے بلند مدارج پر پہنچیں
 اور طلب ویدار نہ کریں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ لیکن کمال محبت و محبوبیت جو حضور کو رب
 کی جناب اقدس میں حاصل ہے کب اس حال پر چھوڑے گا کہ کوئی جناب باقی رہ جائے۔
 عظمت مصطفیٰ علیہ التیمۃ و الثناء سے متعلق شیخ کے کلمات و عبارت کا احصاء انتہائی مشکل ہے ہر کتاب
 میں تنظیم و احوال اور ادب و محنت کے شواہد و آثار نمایاں ہیں۔ ذوق مطالعہ نہ نمانا کیڑا ہے۔
 بہر حال شیخ نے اس وقت کے بگڑے ماحول میں عظمت رسالت سے اہل عالم کو روشناس کر کے
 ایسی عظیم خدمت انجام دی ہے۔ جو ہر ہی دنیا تک ان کے نمایاں تجدیدی و اصلاحی کارناموں میں شمار کی
 جائے گی۔

سرکار غوثیت

شیخ کو تمام اولیاء کرام سے عقیدت و محبت ہے مگر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے انہیں گہری اور
 بے پناہ عقیدت تھی، حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات میں انہوں نے زبدۃ الآثار تصنیف فرمائی جو
 بحمد الاسرار شریعت کی نمائش ہے۔ پھر فارسی میں خود ہی اس کا ترجمہ بھی فرمایا۔

اخبار الاختیار شریعت کے خاتم میں بارگاہ غوثیت میں ان کی نظر عقیدت ملاحظہ ہو۔

اگر دیگر ان قطب انداز قطب الاقطاب است
 اگر دوسرے اولیاء قطب میں تروہ قلوب کے
 و اگر انیس سہ طین، اور سلطان السلاطین
 قطب اور اگر یہ بادشاہ ہیں تو وہ بادشاہوں کے
 محی الدین کہ دین اسلام رازندہ گردانید، طہ
 بادشاہ محی الدین کہ دین اسلام کو زندہ فرمایا ملت
 کفر و ابراریند کہ الشیخ یحییٰ و سیت۔
 کفر و ابراریند کہ الشیخ یحییٰ و سیت۔

نہ ہے تہ کہ ایک آدمی از حق قیوم است و احیا
 خورشامرتہ کہ ایک آدمی دین خدا کے حق قیوم سے ہے
 ازو نے غوث الثقلین آں، اگر کوند کہ جن و انس
 اور احیائے دین ان سے، غوث الثقلین اسے
 بہر بوسہ پناہ جو مہند من بے کسی نیز پناہ با وجہ
 کہے ہیں جس کی جن و انس سب پناہ لیں۔ بندہ

ام و ہر درگاہ اوقنادہ مراجر عنایت اؤکس
 نیست و نیز لطفت اؤفریادرس نے۔
 یکس نے بھی ان ہی کی پناہ لی ہے اور انہیں کی
 بارگاہ میں پڑا ہوا ہے۔ میرا ان کی عنایت کے سوا
 کوئی نہیں امدان کے کام کے نیز کوئی فریادرس۔
 آگے فرما سقویں۔

اوست در جملہ اولیا و ممتاز
 وہ ہیں تمام اولیا میں ممتاز
 چوں سنبیبر در انبیا و ممتاز
 جیسے ہمارے پیغمبر تمام انبیا میں ممتاز
 (اخبار الاخبار ص ۳۱۵)

بارگاہ غوثیت سے اپنی عقیدت کا اظہار دوسری تصنیفات میں بھی طرح طرح فرمایا ہے۔ اپنے ہم کے
 ساتھ قادری لکھا کرتے تھے جب کہ دیگر سلاسل میں بھی ان کو رعیت و خلافت حاصل تھی۔
 حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "فتوح الغیب" کی شیخ نے فارسی میں شرح کی ہے مگر شرح
 میں اپنا مقدمہ یا نام تحریر نہ فرمایا۔ بلکہ فرما سقویں۔

وگرام ایں پیغمبر مدو مجال کہ دین مقام توں
 کیا جزات و طاقت کہ اس حقیر کا ہم اس مقام میں
 برو (شرح فتوح الغیب ص ۳۲۲)
 ذکر ہو سکے۔

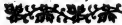
اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بارگاہ غوثیت میں ان کے کمالی احترام و عقیدت کا کیا حال تھا؟
 وصلی اللہ تعالیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محبوبا و آلہ و اصحابہ و معتوبہ و مصلو

۲۰ فروری ۱۹۱۵ء

بروز مجید المبارک

(افروز و ملحق)

محمد سعید احمد نقشبندی معنی منہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

الحمد لله اكمل الحمد على كل حال وفي كل حين والصلوة والسلام الايمان الاكملان
على سيد المرسلين واما المعتقدون وخاتم النبيين فحمد والہ واصحابہ واتباعہ اجمعين هذه
طريق الحق وهي سيرة

ہر حال اور ہر وقت میں اکمل دعا علی محمد وثناء اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور اتم دعا کلمہ درود و سلام سید المرسلین امام المتقین
خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و آپ کے صحابہ اور تمام پیروکاروں پر ہمیشہ نازل ہوتا رہے۔ جو راوی حق کے
راہنما اور پیغمبرین کو زندہ کرنے والے تھے۔

بعد حمد و صلوٰۃ بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین دہلوی و طاب ثارہ اسی اصل کی جب عربی میں خرفین نژاد ہما اللہ تشریفاً و تنبیلاً
سے ایسی اور ان دیار شریفہ کے مشائخ سے روایت حدیث کی اجازت کے حصول کے بعد توفیق و تائید الہی نے دستگیری فرمائی۔
اور ناچیز کو اس علم شریف کی خدمت میں مقام استقامت پر بٹھایا۔ تو اس بندہ مسکین نے چاہا کہ کتاب مشکوٰۃ الصالحین (جو آج کل
مشہور و متداول ہے) کی شرح تحریر کرے اور ان فرماندہ کو جو قوم کی کتابوں سے معلوم ہوئے اور مشائخ و متصنفین سے سنے یا اس

سب سے مزاج بندہ کے دل میں القا ہوئے ان کے طلبگار اور چاہنے والوں تک پہنچانے کے لیے کچھ مخلص اور علیل القدر دوستوں اور
ارباب محبت نے فرمایا اگر یہ شرح فارسی زبان میں تالیف کی جائے تو اس کا نفع اور فائدہ ضرور زیادہ اور عام ہوگا۔ جب ان کی
فرائض کے مطابق فارسی میں یہ شرح لکھنا شروع کی تو اس کے مطالعہ کے دوران کچھ اباحت اور باتیں ایسی سامنے آئیں جن
کا فارسی میں تحریر کرنا مناسب نہ تھا مگر نظر انداز کر دینا بھی مشکوک نہیں تھا تو اس پر ساتھ ہی ایک شرح عربی میں بھی تحریر کرنا
شروع کر دی۔ محض اسے ہی عرض میں دونوں شرحیں مکمل کے قریب پہنچ گئیں۔ لیکن آخر جا کر یہ معاملہ رونما ہوا کہ عربی شرح تو
عربی محض کے کی طرح آگے نکل گئی اور مکمل ہو گئی اور فارسی شرح راستہ میں ہی رہ گئی۔ لاقم جب عربی شرح کی نظر ثانی میں
معروف ہوا۔ اور نظر ثانی کا کام بھی مکمل کر لیا۔ اور ایک عرصہ گزر گیا۔ اور فارسی شرح کا کام ڈھب سے بالکل مکمل کیا تو دوبارہ حکم ہوا
کہ فارسی شرح بھی مکمل کی جائے۔ اور اس کی نظر ثانی کر کے اسے بھی آخری شکل دینا چاہئے۔ لہذا امور مخفیہ و دینی حکم کی تعمیل کے نامی پر ترقی

ہے) کے مطابق جس قدر فارسی شرح لکھی جا چکی تھی اسے موضعہ کی شکل دی۔ اس باقی ماندہ شرح کی تکمیل شروع کر دی۔ وہ انشا التوفیق و منہ الامام۔ اسے ہمارے پیر و گار ہمارے لیے ہمارا نور کمل فرما میں بخش دے جنگ تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور تو ہی مغفور رحم ہے۔ کتاب (مشکوٰۃ) کی شرح شروع کرنے سے قبل بقدر ضرورت مصطلحات حدیث میں یہ مقدمہ

مقدمہ۔ معلوم ہونا چاہیے کہ محدثین کی اصطلاح میں حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں۔ تقریر کا معنی یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی کام کیا یا کوئی بات کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے آگاہ ہونے کے باوجود اس کام یا بات سے منع نہ کیا۔ اس کا انکار نہ کیا بلکہ اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ اور اسے جائز و ثابت رکھا اسے تقریر کہتے ہیں۔ اور یہی حدیث میں داخل ہے۔ اور بعض محدثین کے نزدیک صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قول و فعل اور تقریر کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ پھر وہ حدیث میں کی سند حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہو اسے مرفوع کہتے ہیں۔ جیسے فرمایا یا کیا یا مقرر و جائز رکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا اس طرح کہیں یہ روایت ابن عباس رحمہ سے مرفوعاً آئی ہے یا یوں کہیں اس حدیث کو ابن عباس رحمہ سے مرفوعاً نقل کیا۔

موقوف :- اور وہ حدیث جس کی سند صحابی تک پہنچتی ہو اسے موقوف کہتے ہیں۔ جیسے حضرت ابن عباس رحمہ سے فرمایا گیا اس بات کو مقرر و جائز رکھا۔ یا یوں کہیں یہ حدیث ابن عباس رحمہ سے مرفوعاً آئی ہے یا ابن عباس رحمہ سے موقوف ہے۔

مقطوع :- اور جس حدیث کی سند تابعین تک ہی پہنچے اسے حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ اور مشہور ہے کہ موقوف و مقطوع حدیث کو اشد کہتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں آثار میں اس طرح آیا ہے اور بعض محدثین اثر کا اطلاق مرفوع حدیث پر بھی کر دیتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں آثار و دعاوی یاد ملے آثار میں اس طرح آیا ہے۔ اور عروہ و حدیث دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اور کچھ محدثین حدیث کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے خاص کرتے ہیں۔ اور عروہ کا لفظ ترک و سلاطین اور ایام گزشتہ میں استعمال کرتے ہیں۔

حدیث کا مرفوع ہونا کہیں تو مرفوع ہوتا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور کہیں مرفوع کے حکم میں جیسے صحابہ و تابعین ایسا کہنا ایسی بات نقل کریں۔ جیسے اجتہاد و فکر اور قیاس عقل سے ذکر کہتے ہیں۔ سماع و نقل کے سوا اس تک کوئی راستہ نہ ہو۔ جیسے آخرت کے ملاحظہ و گزشتہ اور آئے دلائل و واقعات کی خبریں کو ان کی اس طرح کہ روایت میں مرفوع کی طرح ہے۔ اور اگر یوں کہیں کہ مرفوع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اس طرح کیا کرتے تھے۔ یا سنت اس طرح ہے تو یہ بھی مرفوع کی طرح ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان الفاظ میں اس کا استعمال میں ہوتا ہے کہ یہ صحابہ اور خلفائے راشدین کی سنت ہیں۔

و فصل :- سند ان رجال حدیث کو کہتے ہیں جنہوں نے وہ روایت کی جو راہ نقل سند اس حدیث کے معنی میں آتا ہے۔ اور کبھی ذکر سند

اور اہل اسناد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حقیقی حدیث اس کلام کو کہتے ہیں جس پر سند یا کراختم ہو۔ تو اگر روایت حدیث میں سے کوئی راوی درمیان سے ساقط نہ ہو اور اس کا اسناد متصل اس مسلسل سلسلے سے حدیث متصل کہتے ہیں۔ اور اس عدم سقوط کا نام اتصال ہے۔ اور اگر سند کے درمیان سے ایک یا زیادہ راوی ساقط ہوں تو اسے حدیث منقطع کہتے ہیں۔ اور اس سقوط کا نام انقطاع ہے۔ پھر اگر یہ سقوط ابتداء سند میں واقع ہو تو اسے منقطع کہتے ہیں۔ اور اس اسقاط کو تعلق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ ساقط راوی چاہے ایک ہو یا ایک سے زیادہ۔ اور کسی پوری کی پوری سند ہی ساقط ہو تو ہے جیسے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح منقطعین کی عادت ہے۔ اور صحیح بخاری کے تراجم میں تعلیقات بہت ہیں۔ مگر وہ سب کی سب صحیح ہیں اور اتصال کی طرح ہیں۔ کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا احترام کر رکھا ہے کہ وہ اپنی اس کتاب میں صحیح کے بغیر نہ لائیں گے۔ پھر حضرت امام موسوی حسن علیہ السلام میں سے بعض کو دوسرے مقامات میں متصل بیان کر دیا ہے۔ اور اگر یہ سقوط تاہمین کے بعد سند کے آخر میں ہو تو اسے حدیث موصول کہتے ہیں۔ اور اس فعل کو لفظ ارسال سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے کوئی تاہمی یوں کہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ بعض محدثین کے نزدیک موصول و منقطع کا ایک ہی معنی ہے۔ تاہم اصطلاح اول فقہاء اور محدثین کے نزدیک زیادہ مشہور ہے۔ اور مجموعہ علماء کے نزدیک اصل حدیث کا نام توقف ہے کیونکہ اس بات کا پتہ نہیں کہ راوی ساقط فقہ ہے یا غیر فقہ۔ کیونکہ تاہمی کی تاہمین سے روایت کی تعداد بہت ہے۔ اس تاہمین میں فقہ بھی ہیں اور غیر فقہ بھی۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اصل حدیث مطلقاً مقبول ہے۔ یہ دونوں امام فرماتے ہیں کہ ارسال کمال وثوق و اعتقاد کی بنا پر ہے۔ کیونکہ کلام فقہ راوی میں مجرب ہے۔ اگر اس کے نزدیک حدیث صحیح ذہنی تو وہ ارسال نہ کرتا۔ اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہتا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصل حدیث کی تائید کسی اور حدیث نہ ہوتی ہو تو وہ مقبول ہوگی۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دو قول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ مقبول ہے دوسرا یہ کہ اس میں توقف کیا جائے گا۔ اور اگر سقوط سند کے درمیان سے ہوا ہو اور اس شخصے دو راوی مسلسل ساقط ہیں تو اسے معتقل کہتے ہیں۔ حضرت محمد بن مسکن میں اندر فقہ خاد محمد اور اگر ایک راوی یا ایک سے زیادہ راوی ساقط ہوں مگر مسلسل نہ ہوں بلکہ دو یا تین سے زیادہ متفرق جگہوں سے ساقط ہوں تو اس حدیث کو منقطع کہیں گے۔ اور منقطع ایک معنی کے مطابق تمام مذکورہ اقسام کو شامل ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ منقطع حدیث کی ایک قسم وہ ہے جسے محدثین کہتے ہیں۔ یعنی ہم و نفع وال مضبوطہ اور اس فعل کو تیس سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور اس کے قائل کو محدثین کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا نام نہ لے۔ بلکہ اس سے اوپر کے شیخ سے روایت کرے۔ لیکن ایسا لفظ استعمال کرنے سے سماع کا درجہ پتہ نہیں چلتا۔ حالانکہ فی الواقع اس سے سماع واقع نہ ہوا ہو۔ مثلاً یوں کہیں غلام حقل غلام اور تیس مکر وہ وغیرہم فعل ہے۔ یاں اس صورت میں تیس مکر وہ وغیرہم نہیں جب کہ اس بات کا پتہ ہو کہ راوی فقہ سے نہیں کہتا ہے۔ اور کوئی طرف ناسدیہ و درمیان میں کارفرما نہیں

ہوتی جیسے اس وجہ سے اپنے شیخ سے سماع کا پڑھ سیدہ رکھنا کہ شیخ کی عمر چھوٹی ہے۔ یا اسے شہرت و شہرت حاصل نہیں۔ یا وہ شیخ مستور الحال ہے۔ کیونکہ سب نقاش طعن اور عیب کا باعث ہیں۔ نکتہ میں حدیث کے معنی سامان کا عیب چھپانے، غلط خط کرنے اور سخت تاریکی کے بھی آتے ہیں۔ بعض کا بر حدیث بھی حدیثیں کرتے تھے لیکن ان کی حدیثیں حدیث کی صحت پر وثوق اور راوی کے حال کی شہرت کی بنا پر ہوتی تھیں، مذکورہ وافر میں فاسد کے تحت نہ ہوتی تھیں۔

اور اگر راوی حدیث سے اسناد و اطن میں اختلاف واقع ہو جائے۔ مثلاً راوی نے مورخ کو مقدم کر دیا یا مقدمہ کو مزید یا الفاظ بڑھا دیے یا کم کر دیے۔ یا ایک راوی کی جگہ دوسرے راوی کا ذکر کر دیا یا ایک متن کی جگہ دوسرا متن ذکر کر دیا۔ اور اس طرح کی اور باتیں تو اس حدیث کو حجت نہ سمجھتے تھے۔ اور اگر راوی کسی فرض و معصیت کے تحت حدیث کے درمیان یا بعض الفاظ سے آئے تو اس حدیث کو مضطرب کہتے ہیں۔

تنبیہ۔ اس کلام کا تعلق دراصل اس کلام سے جوڑا جاتا ہے جو روایت حدیث اور نقل بالمعنی سے متعلق ہے۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر نقل اور روایات بالمعنی کو جائز قرار دیتے ہیں تو اس شخص کے لیے جو حدیث کا درجہ عالم یا سالیب کلام کا ماہر اور جہارت و مقبولات اور خطابات کے خواص سے اس میں حواظ ہو تاکہ زائد یا کمی وغیرہ خطا سے بچ سکے۔

اور حجتہ ۱۲ اس روایت حدیث کا نام ہے جو من غان عن غان کے لفظ سے مروی ہو۔ اور معنی غان وہ حدیث ہوگی جو اس طرح پر روایت کی گئی ہو۔ اور شرط حدیث کے باعث حجتہ متبرکین ہے۔ کیونکہ اس میں التباس مذکور کا اشتباہ ہے۔ اور جو مرفوع ہو اور اس کی سند بھی متصل ہو اسے حجتہ کہتے ہیں۔ مثلاً راوی مرفوع ہے۔ یعنی راوی متصل کو مطلقاً سند نہ دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ مرفوع یا مقطوع ہو۔ اور بعض مطلقاً مرفوع کو سند نہ دیتے ہیں اگرچہ اس کا متصل یا منقطع ہو تاہم سند پر یہ پورا قول ہے۔
وُضِّلَ :- حدیث کے اقسام میں سے شاذ، منکر اور معل ہیں۔ شاذ وہ حدیث ہے جو کوئی کہتے ہیں جو جماعت سے الگ ہو جائے۔ اور حدیثیں کی اصطلاح میں وہ حدیث شاذ ہوگی جو ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف روایت کی گئی ہو۔ پھر اگر وہ شاذ حدیث کا راوی ثقہ نہ ہو تو مرفوع ہوگی اور اگر ثقہ ہو اور اس میں مزید حقا، کثرت، عدد وغیرہ وجوہ ترجیح کی روغن میں ترجیح کا راستہ اختیار کیا گیا ہو تو جو حدیث راوی قرار پائے گی اسے محضہ نکلیں گے۔ اور ترجیح کو شاذ کا نام دیا جائے گا۔ ضعیف وہ حدیث ہے جسے وہ راوی ضعیف روایت کرے جس کی روایت کردہ حدیث اس سے کم ضعف والے راوی کی حدیث کے خلاف ہو مگر کے مقابل معروف ہے۔

منکر و معروف دونوں کے راوی ضعیف ہوتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ معروف حدیث کا راوی کم ضعیف ہوتا ہے اور منکر کا زیادہ۔ اور شاذ و مضطرب میں دونوں راوی قوی ہوتے ہیں، ان کا فرق یہ ہے کہ مضطرب کا راوی شاذ کے راوی سے قوی تر ہوتا ہے۔ شاذ و منکر دونوں حدیثیں صحیح ہوتی ہیں اور معروف و معروف دونوں راوی۔ اور بعض محدثین نے شاذ و منکر میں دوسری حدیث کے

ضبط و عدالت :- اس ضبط و عدالت کا معنی بیان کیا جا چکا ہے۔ تاکہ ان مذکورہ اقسام کی تعریف کا پتہ مل جاسے۔ جانتا چاہیے کہ عدالت سے کسی شخص میں ایسے مکمل کا پایا جاتا مراد ہے جو اسے تقویٰ و صروت پر استحکام و مضبوطی سے قائم رہنے پر راضی کرنا ہو۔ اور تقویٰ سے اعمالِ شیعہ، شرک، فسق و بدعت سے بچنا مراد ہے۔ گناہ و مغرور سے اجتناب میں اشکوت ہے۔ راجح بات یہی ہے کہ مصفا نے اس اجتناب مراد میں کہ یہ امر عموماً طاقت انسانی سے باہر ہے، لہذا یہ کہ صغیر یا مراد دوام اختیار کرے کہ یہی کیرو گناہوں کے قید میں سے ہے۔ اور صروت سے بعض ایسے گناہوں اور تقاضوں سے بچنا مراد ہے جو انسانیت اور مردانگی کے تقاضا کے مطابق نہ ہوں۔ جیسے دین میں بعض مباح امور جیسے بازار میں کھانا پینا، اور شارع عام میں دل پریشاں و خیر و معلوم ہونا چاہیے کہ عدلی روایت و عدل شہادت سے عام ہے۔ کیونکہ عدل روایت تمام کو بھی شامل ہے جبکہ عدلی شہادت صرف آزاد کو شامل ہے۔ یعنی روایت تمام عادل کی بھی معتبر ہوگی مگر شہادت تمام عادل کی معتبر نہیں ہے اور ضبط سے وہ حفظ اور قوت یافتہ رہتا ہے جس کے باعث سنی ہوئی روایات نقل اور بعض الفاظ کے چھوٹ جانے سے محفوظ رہتا ہو یہاں تک کہ ان مرویات کے ذہن میں حاضر کرنے کی قدرت رکھتا ہو، پھر ضبط کی دو قسمیں ہیں ضبط صدر اور ضبط کتاب۔ ضبط صدر زیادہ اشاعت اور حفظ قلب سے ہوتی ہے۔ اور ضبط کتاب یہ ہے کہ ادا کرنے اور دوسرے کو پہنچانے تک محفوظ اور یاد رکھے۔

فصل : عدالت سے متعلق درجہ علم کی طوائف کے بیان کی ہیں۔ تمام ادلی راوی کا کاذب اور مجربا ہو تا۔ قسم دوم اس کا کذب کے ساتھ تتم ہونا۔ قسم سوم فسق راوی۔ قسم چہارم راوی کی جماعت، قسم پنجم راوی کا بدعتی ہونا۔ کذب راوی سے مراد یہ ہے کہ اس کا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کرنے میں جھوٹ ثابت ہو چکا ہو۔ اور اس حدیث کو جس کا راوی کاذب قرار پایا ہو، موضوع کتب ہیں۔ اور جس شخص سے تمام حدیث ایک دفعہ بھی روایت حدیث میں جھوٹ اور ناانجام ہو گیا ہو اس کی روایت کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ جھوٹ سے تو یہ بھی کرے۔ لیکن جھوٹی گواہی دینے والے گمراہ کے کیونکہ ثابت ہونے کے بعد وہ مقبول الشہادۃ ہو جائے گا۔ اور حدیث کی اصطلاح میں موضوع حدیث سے ہی مراد ہے۔ وہ کہ کسی خاص حدیث میں اس کا کذب و وضع ثابت ہو۔ اور وضع و افتراء کا مکمل غرض ناپ سے ہو گا تخلیق و تفسیر کے لیے کوئی راہ نہیں۔ کیونکہ مجربا انسانی بھی کبھی کبھی کہہ دیتا ہے۔ اور راوی کے معتمد یا کذب ہونے سے یہ مراد ہے کہ راوی گفتگو میں دوسرا گئی میں مشہور ہو چکا ہو۔ اگرچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت میں اس کا مجربا ہو نا ثابت نہ ہو یا ہو۔ اور مجرد روایت شریعت پاک کے معلوم و ضروری قوا عدل کے مخالف ہو وہ بھی موضوع حدیث کے مکمل میں ہے۔ حدیث کی اس قسم کو متروک کہتے ہیں۔ چنانچہ محدثین کہتے ہیں حدیث متروکہ یا متروک الحدیث۔ ایسا شخص اگر تو یہ کرے اور نہ ہی مضبوط ہو جائے اور صدق و راستگی کے علاوہ اس کے حال کی پیشانی سے ظاہر ہو نا شروع ہو جائیں تو اس کی روایت کردہ حدیث بھی ہی جاسکتی۔

اور وہ شخص جس کے حدیث کے سوا دوسرے کلام میں کبھی کبھی ناظر طبع پر محسوس کا ثبوت ملتا ہو تو اگرچہ اتنی مقدار میں بھی کذب کا مرتکب ہونا معصیت اور گناہ ہے تاہم اس کی روایت کردہ حدیث کا نام موضوع الاسترک نہ ہوگا۔

اور فقہ سے علیٰ غرض مراد ہے کہ جو فقہ اعتقادی بدعت میں داخل ہے۔ بدعت کا زیادہ تر استعمال اعتقادی خرابی میں ہوتا ہے اور کذب بھی اگرچہ فقہ میں داخل ہے تاہم اس کے شدید قسم کا نفع ہونے کے باعث اور ایک ایک سے قرار دیتے ہوئے اسے فقہ سے جدا چیز شمار کیا گیا ہے۔ راوی کے نام کا معلوم نہ ہونا بھی حدیث میں طعن کا مرتبہ ہے۔ کہ جب راوی کا نام معلوم نہ ہوگا اس کا حال میں معلوم نہ ہوگا اور یہ معلوم نہ ہونے کا کوئی ثبوت ہے یا غیر ثبوت۔ اس کی مثال ایوں ہے أَخْبَرَنِي زَيْدٌ أَوْ أَخْبَرَنِي شَيْخٌ اور اس جملہ اسم راوی کو ہم کہتے ہیں۔ اور ہم راوی کی حدیث مقبول نہیں ہے الا یہ کہ وہ صحابی ہو کہ صحابہ سب کے سب عادل و ثقہ ہیں۔ اور اگر راوی ہم کا نام روایت میں بضرورت تبدیل آیا ہو جیسے أَخْبَرَنِي حَدَّثَ أَوْ أَخْبَرَنِي ثِقَاتٌ تو اس میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ اس کی روایت مقبول نہیں کیونکہ ہر ممکن ہے کہ روایت کرنے والے نے اس جملہ اسم راوی کو اپنے خیال کے مطابق ثبوت لگان کر لیا ہو۔ مگر وہ نفس الامر میں ثبوت نہ ہو لہذا اس کا نام لیتا چاہیے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ثبوت ہے۔ اور اگر علم حدیث کا کوئی ماہر و عاقل امام جملہ اسم راوی کو ثبوت کے نقطہ سے بیان کرے تو وہ مقبول ہے۔

پہرعت: بدعت سے اس نئی شکل ہوئی جو کچھ کلام کے اعتبار سے مراد ہے جو کچھ نبی علیہ السلام اور ائمہ اربعہ علیہم السلام نے بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ معروف و معلوم طور پر وارد ہوا ہے اس کے خلاف ہر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت شدہ معروف و معلوم چیز کے انکار اور اس سے مخالفت بنا کر اس نئی چیز کا متفقہ نہ ہونا ہو۔ کیونکہ انکار و مخالفت غرض ہے۔ اور مبتدع کی حدیث مردود ہے۔ اور اگر وہ مبتدع صلیح و مخالفت زبان سے نہ صرف ہو تو بعض کے نزدیک اس کی حدیث مقبول ہے۔ اور بعض کے نزدیک اگر وہ مبتدع کسی ایسے متواتر امر شرع کا منکر ہو جس کا دین اسلام میں سے ہونا یا بدعت معلوم یا اس کا ضروریات دین میں سے ہونا معلوم و معروف ہو تو اس کی حدیث مردود ہے۔ اور جو اس حالت تک نہ پہنچا ہو اگرچہ مخالفوں نے اس کی تکفیر بھی کی ہو اس کی حدیث مقبول ہوگی جب کہ اس راوی میں مضبوط و درست و تقویٰ اور احتیاط ہائی جاتی ہو۔ لیکن اس بارے میں علماء و پند یہ مذہب یہ ہے کہ اگر وہ مبتدع لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا۔ اور اس کی ترویج و ترویج میں کو شاکل و جہتا ہو تو اس کی حدیث کو قبول نہ کیا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو مقبول ہوگی الا یہ کہ ایسی چیز روایت کیے ہو جس کی بدعت کو تقویت دینے والی ہو۔ کہ اس صورت میں اس کی روایت مردود ہوگی۔ الغرض اہل بدعت و ہوا اور بدعتیہ لوگوں سے حدیث اخذ کرنے میں حدیث کرام کا آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جامع الاحادیث میں ہے کہ آئمہ حدیث کی ایک جماعت نے خواہجہ اور ان لوگوں سے جو تدریس، شیعہ، ووافض اور دوسرے اہل بدعت و ہوا سے حدیث لے لی ہے۔ اس کے برعکس محدثین کی ایک دوسری جماعت نے ان لوگوں سے اخذ حدیث میں احتیاط اور دوسرے

کو اختیار کیا ہے۔ محدثین کے ان دونوں گرد و بول کی اپنی اپنی نیت ہے۔ اساس میں کوئی شک نہیں کہ ان فرقوں سے اخذ حدیث مان کے صدق و مصواب کو پہری طرف جانچنے کے بعد کیا جائے گا۔ اور اسے احتیاط عدم اقتباس ہے کہ چونکہ یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ ان گزراہ فرقوں نے اپنے مذہب کو رواج دینے کے لیے بہت سی مادیات اپنے پاس سے گھڑی ہیں اور بدعت سے تو بہرہ اور رجوع کے بعد انہوں نے خود اس کا اعتراف و اقرار بھی کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَضَلَّ: علماء فقہ و جرح نے ضبط سے متعلق و جرح و طعن کی بعض پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔ اول غفلت کی نرا ورتی۔ دوم غلطی کا کثرت سے واقع ہونا۔ سوم ثقات کی مخالفت۔ چہارم وہم میں مبتلا ہونا۔ پنجم غلطی کا غلاب ہونا۔ غفلت کا زیادہ ہونا اور غلطی کا کثرت سے وقوع و تکرار۔ ایک ہی چیز میں معرفت اس قدر فرق ہے کہ غفلت کا تعلق حدیث کے نسخے اور اسے زمین میں محفوظ کرنے سے ہوتا ہے اور غلطی کا تعلق دوسرے کو سنانے اور حدیث کو دوسرے تک پہنچانے سے ہوتا ہے۔ اور فقہ راویوں کی مخالفت کا تعلق اسناد یا متن حدیث سے ہوتا ہے۔ اور اس کی متعدد صورتیں ہیں۔ اور یہ حدیث کو شاذ کر دینے کا موجب ہے۔ اور یہ مخالفت ثقات غلطہ کے وجہ و طعن میں سے اس لحاظ سے ہے کہ فقہ راویوں کی مخالفت کا باعث عدم ضبط ہوتا ہے۔ اور اس وصف ضبط کے نہ ہونے کے باعث یہ راوی حدیث میں تغیر و تبدیل سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اور ہم اس وجہ سے موجب طعن ہے کہ اس کی بنا پر راوی سعادت حدیث کی توفیق وہم میں مبتلا اور غلطی واقع ہو جاتا ہے۔ پھر اگر اس کے وہم و غلط پر دلالت کرنے والے قرائن کے ذریعہ اطلاع ہو جائے تو اس سعادت میں نقص پیدا کرنے والے اسباب و علل کا پتہ چلی جائے تو ایسی حدیث کو مَحْذُور کہتے ہیں اور یہ شناخت و اطلاع حدیث کے مشکل ترین اور اذوق ترین علم میں سے ہے۔ اس استعداد پر وہی شخص قائم و رابط ہو سکتا ہے جسے مراتب و روافد اور اسانید و متنون کی معرفت تمام اور اس سلسلے میں تیز فہم اور وسیع حفظ کی قوت عطا کی گئی ہو۔ جیسا کہ اس فن کے متقدمین معجزات سے ہے کہ انہم فارغی تک کہ علماء کرام کا فیصلہ ہے کہ اس باب میں دائرہ غلطی جیسا کہ ان کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مَحْذُور (نقص بیان کرنے والا) کی عبارت جہت اور دلیل قائم کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ اور وہ علت و نقص کی تتبع و تیسیر نہیں کر سکتا۔ جس طرح بعض اوقات صرف وہم و دربار کو کوٹھا کھڑا ہو کر نہ کرنے کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ غافلانہ غرائی سے مراد یہ ہے کہ اس کی درستی فہم غلط ہے اور حفظ و یادداشت سمورہ بیان سے بڑھ کر دہر۔ یعنی یا تو غلط اور بیان غالب ہو یا صحت فہم و قوت یادداشت کے برابر ہو۔

یہ دونوں صورتیں سمورہ حفظ میں داخل ہیں۔ مقابل اعتبار یہ ہے کہ صحت فہم و قوت یادداشت کا غلبہ ہو۔ اور غرائی حافظہ کا صرف اگر راوی کی پوری عمر کے حالات کے ساتھ لازم ہو چکا ہو اور کسی حالت میں بھی وہ اس سے محفوظ و مصون نہ رہتا ہو تو اس کی حدیث معتبر نہ ہوگی۔ اور بعض محدثین کے نزدیک اسے بھی شاذ ہی کہیں گے۔ اور اگر غرائی حافظہ کا صرف غار معنی اور حق ہو۔ شاذ زیادہ

بڑا صابر جاننے کے باعث یا بیانی چلے جانے کی وجہ سے یا کتابوں کے تلف ہو جانے کی بنا پر ہو کر اسے مختص کرتے ہیں۔ اور اگر اس نے کوئی روایت اس نسل داخل اختلاف کے عارض ہوئے سے قبل بیان کی ہو اور اسے ان مضامین سے جدا وانگ کر دیا ہو جو اس ماریض کے لاحق ہونے کے بعد روایت کی ہیں مگر جدا کردہ روایت کو قبول کر لیا جائے گا۔ اور اس انگ اور جدا کیا ہو کر اس میں ترفیع کیا جائے گا۔ اور اگر اشتباہ ہو کر اس کا حکم بھی یہی ہے۔ اور اگر اس قسم حدیث کے لیے متابعات اور شواہد مل جائیں اور وہ مقام اشتباہ سے نکل جائے تو وہ روایت درجہ دوم و توقف سے نکل کر مرتبہ قبول و درجہ اول کو پہنچ جائے گی۔ اور میں حکم ہے مستور ہونے کی ضرورت اور اصل احادیث کا وُضُوح ہے۔ اگر حدیث صحیح کا راوی ایک ہی ہو تو اسے غریب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اگر دو راوی ہوں تو اسے عزیز کہتے ہیں۔ اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو اسے مشہور و مستفیض کہتے ہیں۔ اور اگر راویوں کی کثرت اس حد تک پہنچ جائے کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو جائے تو اسے متواتر کہتے ہیں۔ اور غریب حدیث کو فرد بھی کہتے ہیں۔ اور راوی کے ایک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کے ایک درجے میں بھی یہ صورت حال پیدا ہو جائے تو وہ غریب کہلائے گی۔ لیکن اس صورت میں اسے فرد نہیں کہتے ہیں۔ اور اگر سند کے تمام درجوں میں ایک ہی راوی چلا آئے ہو تو ایسی روایت کا نام فرد مطلق ہے۔ اور درود راویوں کی روایت کرنے سے مراد یہ ہے کہ سند کے تمام درجوں میں دو راوی ہوں۔ اگر کسی ایک درجے میں بھی صرف ایک راوی آگیا تو وہ عزیز نہ ہوگی بلکہ غریب کہلائے گی جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور اس قیاس پر مشہور حدیث میں دو سے زیادہ راویوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ علماء نقد و مرجع کے اس قول کا اگر اس فن میں اقل اکثر یہ غالب ہے یہی معنی ہے۔ (ریات ذہبی نشانی کر لو)۔ اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ غزوات صحت کے منافی نہیں۔ اور یہ کہ غریب حدیث بھی صحیح ہو سکتی ہے۔ جب کہ اس کے تمام رجال سند ثقہ ہوں۔ اور کبھی غریب یعنی شاذ بھی آتی ہے۔ وہ شاذ جو حدیث میں اقسام طعن میں سے ہے۔ صاحب مصابیح بعض احادیث کے بارے میں بطور طعن جب یہ فرماتے ہیں کہ بڑا حدیث غریب تو اس سے ان کی مراد یہی شاذ ہوتی ہے۔ اور بعض نے شاذ سے صرف وہ حدیث مراد لی ہے جن کا راوی مفرد ہو۔ بغیر اس بات کا لحاظ کیا کہ اس میں ثقافت کی مخالفت واقع ہوئی ہو۔ اس بنا پر یہ معضلات کہتے ہیں کہ صحیح شاذ بھی ہوتی ہے اور غیر شاذ یا یعنی فرد نفسی بھی۔ اور عمال طعن کے طور پر کسی حدیث کو شاذ کہتے ہیں وہاں مخالفت ثقات مراد ہوتی ہے۔

وُضُوح ہے۔ ضعیف وہ حدیث ہے جس میں صحیح یا حسن کی شرائط مستقر ہیں سے ایک یا ایک سے زیادہ مطلقاً شرائط مفقود ہوں اور راوی میں عدالت یا ضبط نہ ہو۔ یا اس کا اسناد انقطاع کے سبب سے ناقض ہو اور شد و ذہاب و نجسیت اور علت و نقص سے پاک نہ ہو۔ اس اعتبار سے افراد و ترکیب ضعیف کی متعدد اور کثیر اقسام بن جاتی ہیں۔ اس طرح صحیح یا حسن ثقات اور غیر مکی اقسام بھی اصل معنی میں مشترک ہونے کے باوجود ان صفات کے مراتب و درجات سے تقاضا کے لحاظ سے بہت بن جاتی ہیں۔

اور علماء نقد و جرح نے صحت کے مراتب پر دوسرے مضبوط کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔ احادیث کی تعیین فرمادی ہے۔ اور احادیث کی سندوں سے ان کی شائیں بھی بیان فرمائی ہیں۔ اور کہا ہے کہ عدالت و ضبط کا نام سندوں کے تمام رجال (دروداء حدیث، کو شامل ہے۔ لیکن ان صفات عدالت و ضبط میں بعض راویوں کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ تاہم صحیح ترین سند کا اطلاق کس مخصوص سند پر کیا جائے تو اس میں علی الاطلاق اختلاف ہے۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اصح ترین سند حضرت امام ترین العابدین رضی اللہ عنہ کی ہے۔ جو وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے نانا (محمود علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے کریں۔ اور بعض نے کہا کہ ان نافع ازہابی کو صحیح ترین سند کہتے ہیں۔ اور بعض زہری، زہد، سالم اور وہ اپنے باپ ابن عمر سے روایت کو اصح تو سند قرار دیتے ہیں لیکن اس سلسلے میں درست بات یہ ہے کہ کس مخصوص سند پر علی الاطلاق اصح ترین ہونے کا حکم نہیں ٹھکانا جاسکتا۔ ہاں اس مقام پر ایک اعلیٰ درجہ پر ہی بہت سی سندیں داخل ہیں۔ اور اگر کسی نیک کے ساتھ عقیدہ کر کے اصح ترین کا لقب لایا جائے۔ مثلاً علان شمر کی اصح ترین سند یا علان باب میں اصح ترین سند یا اس سند میں اصح ترین کو بہتر یہ اطلاق درست ہے۔ واللہ اعلم۔

تفسیر: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ وہ ایک حدیث کے بارے میں یوں فرمادیا کرتے ہیں حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَ حَدِیثٌ غَرِیْبٌ حَسَنٌ اور حَدِیثٌ غَرِیْبٌ حَسَنٌ مَعْنٰی اُن کی اس عادت کے بارے میں یہ بات ہے کہ حسن و صحت کے اجتماع میں تو کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ ایک حدیث حسن لفظاً اور صحیح لغوہ ہو سکتی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا۔ ہاں غریب اور حسن کے اجتماع میں اشکال ضرور ہے۔ کیونکہ امام ترمذی نے حسن میں تعدد طرق کا اعتبار کیا ہے۔ اور یہ بات غزالی کے مفہوم کے متافی ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ امام ترمذی کے نزدیک تعدد طرق کا اعتبار مطلق حسن میں نہیں ہے۔ بلکہ حسن کی ایک خاص قسم میں ہے۔ اور جہاں وہ حسن اور غریب کو جمع کرتے ہیں وہاں اس سے ایک دوسری قسم مراد ہوتی ہے۔ بعض علماء اس اشکال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حسن و غریب کو یکجا کر کے امام ترمذی طبعاً رحمۃ اللہ علیہ اختلاف روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بعض روایات کے مطابق یہ حدیث غریب اور بعض دوسری کے اعتبار سے حسن ہے۔ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں دو معنی آئے ہیں جو شک و تردد کے معنی دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ حدیث یا تو غریب ہے یا حسن۔ اور اس اشکال کا یہ جواب دینا کہ یہاں سے مراد اصطلاحی حسن نہیں بلکہ حسن سے امیل الیہ الطبع مراد ہے یعنی جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اگرچہ وہ سند کے اعتبار سے غریب ہی کیوں نہ ہو تو یہ جواب درستی سے بعید ہے۔

وضّل: ہاں احکام میں صحیح لفظات کے قابل محبت ہونے پر سب علماء کا اجماع ہے۔ عام علماء کے نزدیک حسن لفظاً کی بھی یہی حیثیت ہے اور یہ قابل محبت ہونے میں درجہ کے ساتھ ملحق ہے۔ اگرچہ مرتبہ میں اس سے کم ہے۔ اور جب ضعیف حدیث تعدد طرق کے ذریعے درجہ حسن تک پہنچ جائے تو اس سے بھی استعمال کرنا درست ہوتا ہے۔ اور یہ جو مشورہ ہے کہ ضعیف حدیث

صرف فضائل اعمال میں محبت ہے تو اس سے مفروضہ ایک مستطیل ضعیف مراد ہے۔ نہ کہ وہ ہر گزئی اسناد سے مروی ہو اس پر پکڑ کر تو تعدد طرق کی وجہ سے درجہ حسن کو پہنچ جاتا ہے۔ اور ضعیف کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہوتی تاہم جن نے اس امر کی تصریح کر دی ہے۔ بعض آثار یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا ضعف اگر بعض راویوں کے سوا حفظ یا اعتناء طرازیوں کی بنا پر ہو۔ اور راویوں میں صدق و دیانت کا وہ ضعف بھی ہو تو تعدد طرق سے اس کے ضعف کی تصدیق ہو پٹے گا اور اگر ضعف کا موجب راوی کا متمم یا کذب ہو یا اس کا شذوذ اور غلطی ہو تو تعدد طرق کے ساتھ بھی اس کی تلافی ضرور کئے گی اور حدیث دیرہ ضعف میں ہی رہے گی۔ اور فضائل میں مقبول و معمول ہوگی۔ لیکن ہے کہ بعض علماء کے اس قول کا کہ ایک ضعف کے دوسرے ضعف کے ساتھ مل جانے سے قوت نہیں آ سکتی تنقید ضعیف حدیث کی اس قسم ہے۔ ہر در نہ کسی اور معنی کے مطابق یہ قول ظاہر افاضہ ہے۔ اور اس بات میں ابھی مزید غور و تدبیر کی ضرورت ہے۔

و فضل :- جب کہ صحیح حدیث کے درجات میں فرق و تفاوت ہوتا ہے۔ اور بعض بعض سے زیادہ صحیح ہوتی ہیں۔ تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بات محدثین کے اہل علم شدہ ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ صحیح حدیث میں تعین شدہ کتب میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ علماء نے کہا ہے: صحیح اکمل بعد کتاب اللہ صحیح البخاری۔ یعنی کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب صحیح بخاری ہے۔ اور بعض مغربی علماء و دانش و فہرہ کے علماء کے نزدیک صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر صحت میں فوقیت حاصل ہے۔ لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ ترجیح احادیث کے حسن سیاق و حدیث کی ترتیب و وضع میں حدیثی و فہرہ کے اعتبار سے ہے۔ اور حدیث کی کوئی کتاب بھی احادیث کی وضع و ترتیب و اشارات کی باریکیوں کی رعایت و مسندوں کے ذکر کرنے میں بہترین نہایت پرستش ہونے کے اعتبار سے صحیح مسلم کی ہم پلہ اور برابر نہیں۔ تاہم ترجیح کی یہ وجوہات خارج از بحث ہیں۔ کیونکہ یہاں گفتگو حدیث کی صحت، قوت اور ان امور کے بارے میں ہے جو اس سے متعلق

صحیح بخاری کے برابر نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے رجال حدیث میں صحت حدیث کے لیے جن صفات کا مل کا لحاظ و اعتبار کیا گیا ہے۔ وہ کسی اور حدیث نے ملحوظ نہیں رکھیں۔ بعض علماء ان دونوں کتابوں کو ایک قدر بلکہ ترجیح دینے میں تردد کرتے ہیں تاہم جمہور کے نزدیک مشہور یہی ہے کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے۔ جیسا کہ اس بات کو انہوں نے اپنے مقام پر وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اس حدیث کی تخریج و روایت میں امام بخاری و امام مسلم دونوں اکٹھے ہو جائیں یا جس کے ہمارے میں ہوں آئے اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانُ قَوَّاهُ حَدِيثَ مُتَّفَقٍ عَلَيْهِ كَمَا لَمْ يَكُنْ۔ علماء حدیث نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صحیح اکمل بعد از مسند محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مختصر یہ کہ جمہور محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک احادیث صحیحہ میں اعلیٰ ترین مرتبہ متفق علیہ حدیث کا ہے۔ پھر اس کا جس کے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہوں۔ پھر اس کا مرتبہ

ہیں کے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں۔ پھر وہ حدیث جو امام بخاری و امام مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔ پھر وہ جو امام بخاری کی شرط کے مطابق ہو۔ اس کے بعد وہ جو امام مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔ پھر اس کا وہ جو امام بخاری و امام مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔ دوسرے آئمہ حدیث کی شرط کے موافق ہو جنہوں نے صحت احادیث کا التزام کر کے ان کی تصحیح کی ہے اس ترتیب کے مطابق تمام سات قسمیں بنتی ہیں۔ بخاری اور مسلم کی شرط سے مراد یہ ہے کہ رجال حدیث ان صفات سے متصف ہوں جن کا اعتبار ان دونوں اماموں نے کیا ہے۔ جیسے ضبط، عدالت، شرف و ذکاوت، ہذا نکاح و انصاف، راضی اور ملت قادر صحت پاک ہونا وغیرہ۔ بخاری و مسلم کی شرط کی اس سے زیادہ تفصیل مقدمہ شرح مسند احمد میں کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

و فصل :- احادیث صحیحہ کا ذخیرہ و معرفت صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہی منحصر نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان دونوں حضرات نے تمام صحاح کا استیعاب راکھی کر دیا کیا ہے۔ بلکہ ان دونوں اماموں نے بعض ایسی صحیح احادیث بھی چھوڑ دی ہیں۔ جو ان کی شرائط کے مطابق تھیں۔ چہ جائیکہ مطلقاً تمام صحیح احادیث کو اصول نے اپنی سمجھ میں نہ کر لیا ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث درج کی ہیں اور ان میں سے بھی بہت سی چھوڑ دی ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے میں نے اپنی کتاب میں صرف احادیث صحیحہ ہی درج کی ہیں۔ اور میں یہ نہیں کہتا کہ صحیح احادیث کو میں نے درج نہیں کیا یا ضیع ہیں تاہم بعض احادیث صحاح کو چھوڑ دینے اور بعض کے نقل کو نہ کرنا ان دونوں اماموں کے ہاں تخصیص و ترجیح کی وجہ ضرور ہوگی۔ خواہ وہ صحت کی حیثیت سے متعلق ہو یا دوسرے مقاصد کے پیش نظر۔

اور حاکم ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب تحفہ صنف کی ہے اس کا نام مستدرک رکھا۔ یعنی وہ صحیح احادیث جنہیں امام بخاری و مسلم نے چھوڑ دیا مستدرک میں انہیں درج کر کے ان کی اس فراموشی کو تصحیح کیا۔ اس کتاب میں انہوں نے بعض احادیث شرط طیفین کے مطابق روایت کیں اور بعض ان میں سے ایک کی شرط کے مطابق۔ اور بعض دوسرے آئمہ حرثہ کی شرط کے مطابق۔ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ انہوں نے یعنی بخاری و مسلم نے یہ فیصلہ نہیں دیا کہ میں احادیث کی کون سی دو کتابوں میں بخاری و مسلم میں تخریج دو روایت نہیں وہ غیر صحیح ہیں۔ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارے ہاں میں بدعتی لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو چکی ہے جنہوں نے آئمہ دین پر حق و احترام کی زبانیں کھول دی ہیں۔ کہ تو اگرچہ خود ایک بھی احادیث صحیحہ کی تعداد بارہ ہزار ہے۔ (تو ان آئمہ حدیث نے بہت سی صحیح احادیث کیوں چھوڑ دیں تاہم آئمہ دین پر حق و احترام کرنا عینک نہیں۔ اور امام بخاری سے منقول ہے وہ فرماتے تھے مجھے ایک لاکھ صحیح حدیث یاد ہے۔ اور غیر صحیح سے دو لاکھ یاد ہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ صحیح سے مراد وہ احادیث ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق صحیح ہوں۔ اور صحیح بخاری میں لکھ کر احادیث سمیت کل سات ہزار و دو سو پچتر احادیث ہیں۔ اور لکھ کر احادیث کو شمار نہ کرنے کی صحت

یہ مرجع بخاری میں کئی چار ہزار حدیث ہے۔

بت سے دوسرے اکثر حدیث نے بھی مرجع احادیث اکٹھا کرنے کی خاطر کتب تصنیف فرمائی ہیں جیسے مرجع ابن خزیمہ کہ ابن خزیمہ علیہ الرحمۃ کو اللمعہ ملا گیا ہے یہ صاحب ابن حبان کے شیخ و استاد ہیں۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شان میں فرمایا ہے کہ میں نے رونے زمین پر اپنی خزیمہ کے سوا ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو جن حدیث کو ان سے بہتر جانتا ہو۔ یا جسے مختلف الفاظ کے ساتھ پوری طرح احادیث صحیحہ پر ہوں گے یا تمام سنن و احادیث کا ذخیرہ ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ اسی طرح ایک کتاب مجمع ابن حبان ہے۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ امام اللمعہ ابن خزیمہ علیہ الرحمۃ کے شاگرد ہیں۔ فقہ، ثبوت (فک الذہن)، فاضل اور نہایت تیز فہم و فراست کے مالک تھے۔ حاکم نے ان کی شان میں فرمایا ہے کہ ابن حبان علیہ الرحمۃ علم فقہ، علم حدیث اور علم غزالیوں میں علم سے بھرے ہوئے برتنوں کی طرح تھے۔ اور نہایت ہی عقل مند شخصیت تھے۔ اور ایک کتاب مجمع حاکم ابو عبد اللہ شیشا پوری الفاظ اشعۃ ہے جس کا نام مستدرک ہے۔ بعض علما نے یہ بھی کہا ہے کہ حاکم سے اس کتاب میں نقد سے لڑو گناشت بھی مرزد ہوتی ہے۔ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان سندوں اور متنیوں کے بیان کرنے میں حاکم سے اکمل و اقرب اور بہتر و عمدہ تھے۔ اسی سلسلے کا ایک کتاب معتادہ حافظ ضیاء مقدسی ہے۔ انہوں نے بھی اس میں وہ احادیث صحیحہ اکٹھی کی ہیں جو صحیحین میں نہیں ہیں۔ علما نے اس کتاب کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ مستدرک حاکم سے بھی یہ اس میں ہے۔ سبلی بھی مرجع ابو حنبلہ، ابی السکین اور ابی ہامد کی مُنتَقٰی ہے۔ ان تمام مذکورہ کتب میں مرجع احادیث ہی مرجع کی گئی ہیں۔ تاہم علماء نقد و جرح کا ایک جماعت نے ان کتب پر ازراہ تعصب یا از روی انصاف تنقید کی ہے۔

وفوق کل ذی علم حلیم رہر علم دانے سے بڑھ کر علم والا مسطور ہے واللہ اعلم۔

و فصل: در اسلامی مکتبہ میں حدیث کی جو چھ کتابیں مشہور ہیں اور جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں وہ مرجع بخاری، مجمع مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابی ماجہ سے عبارت ہیں۔ بعض کے نزدیک ابن ماجہ کے بجائے موطا ہے۔ کتب جامع الاصول کے مؤلف نے موطا کو ہی اختیار کیا ہے۔ ان چھ کتابوں میں مرجع، حسن، ضعیف ہر قسم کی احادیث موجود ہیں۔ اغلب و اکثر احادیث کے لحاظ سے ان کتب کو صحاح ستہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ صاحب مصابیح نے جرح بخاری و مسلم کے غیر روایات کو حسن کہا ہے۔ تراویح کی وجہ بھی قریب قریب یہی ہے۔ دراصل یہ صاحب مصابیح کی جدید اصطلاح ہے۔ اور علما نے کہا ہے کہ ابن ماجہ کی جگہ دارمی کی کتاب چھٹی کتب شمار کیے جانے کے زیادہ لائق ہے۔ کیونکہ اس کے رجال صحت میں کتر ہیں۔ اور حکر و شاذ احادیث اس میں بہت کم پائی جاتی ہیں۔

یہ تمام مذکورہ کتب میں علم حدیث کی مشہور کتابیں ہیں۔ اور امام بیہقی نے میں الجماعت میں یہاں سے زائد کتب حدیث سے

رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ ابراہیم راغب اور اہل بیت کے راویوں میں سے تھے۔ انہیں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و شفقت نصیب رہی۔ اور انہوں نے امام ہاشم کے اصحاب اور ان کے طبقہ سے روایت کی ہے۔ اور وہ رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ سادہ بار بار بارگاہ النبی میں عرض کیا کرتے تھے خداوند قدوس امیری تمام دماؤں و دنیا میں ہی قبول نہ کرے بلکہ کچھ آخرت کے لیے بھی رہنے دے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی مستجاب الدعوات تھیں۔ منقول ہے کہ امام بخاری بچپن میں تلامینا ہو گئے۔ اہل بیت سے آپ کو علاج قرار دے دیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے بدگاہ النبی میں منتر جوہر کر دیا کہ خواب میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ امیر المسلمین کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اسے بڑھایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے بار بار دعا کرنے اور تیری گریہ و زاری کی برکت سے تیرے بچے کو بینائی عطا فرمادی۔ امام بخاری جب صبح کو اٹھے تو انھوں نے بینائی اس طرح رکھی اور درست تھی گویا کبھی بینائی طالع نہیں ہوئی تھی۔ منقول ہے کہ آپ دی برسن کے تھے کہ حدیث محفوظ کرنے کا امام ہوا گیا۔ برس کے تھے کہ اپنے شیخ کے غلط (سند حدیث میں عیب و نقص کا نام ہے) کی اصلاح کی۔ سولہ برس کی عمر میں مبارک اور کعب کی کتابوں کو حفظ کر لیا اور اصحاب اس کی کتابوں سے واقف ہو گئے۔ انہی ایام میں والدہ و والدہ اور آپ کا بھائی آپ کو حج بیت اللہ کے لیے لے گئے۔ انعامہ برس کی عمر میں آپ نے اصحاب و تابعین کے فضائل و مناقب میں کتاب تصنیف کی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے قریب بیٹھ کر تاریخ کیر تالیف کی۔ آپ چاندنی قول میں بھی کہیں کہتے تھے کہ آپ نے سماع اہل قرأت حدیث کے لیے اسلامی شہروں کے متعدد مسافر اختیار کیے۔ آپ سے حقیقی ہے کہ فرمایا میں نے استفادہ حدیث کے لیے دوسرے شام اور صبح کا سفر کیا۔ چار مرتبہ مصر آیا۔ چھ سال حج و عمرہ میں قیامت گزری رہا۔ اور اس کا شمار نہیں کر سکتا کہ بغداد و کوفہ میں کتنے بار آیا ہوں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک بزرگ اسی شخص سے میں نے حدیث روایت کی ہے۔ اور اس تعداد میں اصحاب حدیث طلاء کے علاوہ اور کئی شامل نہیں۔ آپ کے مشائخ کے چار طبقے تھے۔ تبع تابعین، تبع تابعین، تبع تابعین۔ آپ کے ہم عصر آپ کے ساتھی۔ اور آپ کے وہ تابعین کی مطابقت کہ وہ احادیث میں آپ نے قیام ملا نظر فرمائے ان سب حضرات سے آپ نے روایت کی ہے۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ سے یہ بات منقول ہے کہ کوئی عہدہ اس وقت تک کامل عہدہ نہیں ہو سکتا جب تک اپنے سے بڑا اپنے برابر اور اپنے سے کم و بڑا آدمی سے روایت نہ کرے۔ اور وہ شمار لوگوں نے امام بخاری علیہ الرحمۃ سے روایت کی ہے۔ جیسے امام مسلم نے ابی ہریرہؓ میں اور امام ترمذی، امام ابن خزیمرہ اور فریری وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ اور کہویش ایک واقعہ کہ انہوں نے آپ سے طہارت کی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ و علیہم وعلیٰ سائر عبد اللہ الصالحین۔

منقول ہے کہ امام صاحب کو اپنے والد کے ترکہ سے بحالی وراثت ملا تھا اس کی بنا پر آپ بہت بڑے مالدار تھے۔

اور آپ جو انفرادی، محلی، صاحب مروت، نہایت پارسیا، تمام انہیں میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے۔ غریب و فقرا کو حد تکات و خیرات سے نوازتے رہتے تھے۔ علم حدیث کے طلب کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اور نہایت تحلیل القادح تھے۔ یہاں تک کہ دن میں صرف دو یا تین یا چار آپ کی خوراک تھی۔ اور ایک روزانہ کے مطابق آپ نے چالیس سال روئی کے ساتھ سالی استعمال نہیں کیا۔ جب بیمار ہو گئے تو اطباء نے کہا کہ میری حق شک روئی کھانے کی وجہ سے لاحق ہوا ہے۔ تو صحت کی خاطر کثرت کے ساتھ مخصوص شربت دینا چاہتے تھے کہ ایک دفعہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے کہ ستر مرتبہ بھرنے آپ کو کاٹھا مارا آپ نے نماز توڑی اور بدستور نماز میں مصروف رہے وحۃ اللہ علیہما رحمۃ اللعۃ کا منتر صبح کے علاوہ امام بخاری علیہ السلام کی اور بھی تالیفات ہیں۔ جیسے ادب مفرد، رفع الیدین فی الصلوۃ قرآنہ خلف الامام، براہ الوالدین، تاریخ کبیر و تاریخ اوسط و تاریخ صغیر، غنی انحال علماء الکتاب الضعفا و جامع کبیر و مستند کبیر، تفسیر کبیر و کتاب الاشربہ و کتاب البیترہ و اسامی صحابہ و کتاب ربیع الکتاب مل، کتاب گنتی، کتاب مبسوط اور کتاب فرائد۔

صحیح بخاری کی وجہ تصنیف

معلوم ہوتا چاہیے کہ صحابہ اور تابعین کی بارہوی تالیفات حدیث کے زمانہ میں عامیث و آثار جامع کتب کی شکل میں مدون و مرتب نہ ہوئی تھیں اور تصنیف و تالیف کی رسم سرحد محدود میں خالی تھی کیونکہ حدیث کو مولیٰ اللہ علیہ السلام کی جمعگی کرکھ اور نادر رسالت سے قرب کی بنا پر ان حضرات کا دائرہ حفظ بڑا وسیع، اور ان کے اذنان و عقلیں بڑے صاف و روان تھے۔ نیز جو امور جمع اندر تالیف اور تصنیف کتب کا سبب بنتے ہیں، جیسے مذہبی تنازعات، اختلافات، فتاویٰ اور واقعات بھی کم تھے۔ روایت حدیث کو بھی کیا ہے کہ صحابہ کرام کو احادیث ضبط تحریر میں لانے کی عادت نہ تھی، تاکہ ان میں بعض قرآن مجید سے غلط نہ ہو جائیں اور بعض طرح سلی ذہن کے لوگ اشتباہ و التباس میں مبتلا نہ ہو جائیں ضبط تحریر نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان میں سے اکثر حضرات فن تحریر سے آشنا نہ تھے۔ احادیث و اخبار کی تدوین اور من و آثار کی تصنیف کا سلسلہ دراصل تابعین کے آخری دور میں شروع ہوا چنانچہ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن یحییٰ اور سعید بن ابی حریزہ و غیرہ نے اس مبارک کام کا آغاز کیا۔ اور یہ باب کی عیدہ تصنیف کی تا آنکہ طبقہ تابعین میں بڑے بڑے لوگ پیدا ہو گئے۔ اور انہوں نے الیاب فقہ کی ترتیب کے مطابق حدیث کی تدوین و تالیف کی۔ امام ابی حریزہ نے جو اہل مدینہ کے پیشرو و مقتدر تھے، موطا تصنیف کی۔ اور اہل حجاز کی جو احادیث ان کے ہاں جمع و قوت کے معیار پر درست تھیں وہ اس جمیع میں کر دی۔ نیز صحابہ کرام کے اقوال اور تابعین خطام انہوں کے بعد کے لوگوں کے فتویٰ ہاں

جو آپ نے درج کی ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام صاحب ہر حدیث عالم واقف الہام میں حضور طیبہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کرتے ہوں۔ اور حضور طیبہ السلام سے اجازت و رخصت لے کر درج کرتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

امام ابو یزید مروزی فرماتے ہیں کہ میں رکن اور مقام براہیم کے درمیان سو یا ہوا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ اے ابو یزید تو میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی کتاب کو کسی ہے۔ فرمایا محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب۔

اور بعض عظیم القدر علماء کرام سے منقول ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اور میں جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قدم مبارک رکھتے ہیں بالکل اسی جگہ امام سو صرف بھی پناہ قدم رکھتے ہیں۔ اور جہود علماء اس بات پر ہیں کہ علم حدیث میں تمام تصنیف شدہ کتابوں میں سے امام بخاری کی کتاب کو فوقیت و برتری حاصل ہے۔ یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اصح الکتاب بعد کتاب اللہ، صحیح البخاری کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب صحیح البخاری ہے۔

شیخ شامب الدین ابن حجر نے صحیح بخاری کی شرح میں فرمایا ہے کہ صحیح بخاری کی تمام احادیث کی تعداد قطیعات اشباہ، تابعات اور مکمل احادیث، ملاکر نو ہزار آٹھ سو سیاسی ہے۔ اور مکمل احادیث کو چھوڑ کر مرفوع احادیث دو ہزار چھ سو سیاسی ہیں۔ اتنی لیکن اس جگہ علماء اصول حدیث اور شارحین بخاری کے درمیان اختلاف بھی پایا جاتا ہے طائفہ ائمہ صحیح بخاری کی احادیث میں سند کے اعتبار سے اعلیٰ و اقرب وہ احادیث ہیں جن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضور طیبہ السلام کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ اور مکملات کو ملا کر مکمل احادیث ہیں۔ مکملات کو چھوڑ کر مکمل احادیث ہیں۔

اور سنت سے مشائخ اور ثقہ علماء کرام مرادوں کے حصول، مصنفات کی کفایت، اجازت کے پورا ہونے، مصائب کے دور کرنے، تنکلیف سے نہایت پائے، بیماریوں کی صحت و شفا اور شدائد و پریشانیوں کے وقت بخاری شریف کے پڑھنے کا عمل کرتے آئے ہیں۔ اور اس عمل کے ذریعہ اپنی مرادیں پاتے اور مقاصد میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ اور اس عمل کو انہوں نے تریاق جرب کی طرح قرار دیا ہے۔ اور علماء حدیث کے ہاں یہ عمل و تفریق نہایت ہی شہرت یافتہ ہے۔ چنانچہ میر علی الدین محقق رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایستاد سید اصیل الدین رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے اپنی اور لوگوں کی مشکلات اور مسائل و پریشانیوں کی خاطر مکمل بخاری ایک سو بیس مرتبہ صحیح بخاری پڑھنے کا عمل کیا ہے جس سے مقصد اور بھی نیت کے تحت ایسا کیا اس میں کامیابی اور کمالی نصیب ہوئی اور علماء امت کے درمیان یہ حقیقت اس حد تک شہرت یافتہ ہے کہ جو دھوکہ یہ کہا جاتا رہا ہے کہ صحیح بخاری کی تلاوت کسی مشکل کے لیے نہیں کی گئی گمراہی سے نہایت مل گئی۔ اور وہ مشکل حل ہو گئی۔

تیز جس کشتی اور گھریں کتاب مدح بخاری ہوگی خدا تعالیٰ اسے ثواب دے اور جہنم و غیرہ سے محفوظ رکھے گا۔ اور محمد طہار کے نزدیک یہ بات بھی پائے ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات تھے۔ اور آپ نے حج بخاری پڑھنے والے کے حق میں دعا تھے غیر فراموشی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

مذکورہ نگار رقم طراز ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب تحصیل علوم، بلاد اسلامی کی رحلت و سیاست اور شائع سے اکتساب فیض سے فارغ ہو کر اپنے وطن داونون بخاری شریف میں جو آپ کی جائے پیدائش بھی ہے، واپس تشریف لائے تو اہل بخاری نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم انداز میں کیا اور آپ کا بڑا اہو و احترام کیا بخاری شریف سے تین میل باہر جا کر آپ کا استقبال کیا۔ اور اس موقع پر آپ کے پورے راستے میں آپ کے اعزاز و اکرام میں تھپتھپاتے اور تھپتھپاتے نصب کیے۔ اور آپ پر درہم و درہم اور زر و زر و ہوا ہوا کیا۔ ایک مدت تک بخاری میں آپ کا قیام رہا اس دوران آپ کا زیادہ وقت تعلیم حدیث اور افادہ علوم میں گزرتا تھا۔ اس اثنا میں بعض لوگوں نے آپ سے حسد و عداوت کی بنا پر حاکم بخاری حکم دیا کہ وہ امام بخاری کو حکم دے کہ وہ حج الجذبی اور تباہی بخیر اس کے دربار میں لائیں اور پھر کرسٹالیں امام صاحب نے حاکم بخاری کے قاصد کو جواب دیا میں علم کو خواہ سب کرسٹال نہ لائوں گا۔ کہ میں لائے کو تیار نہیں ہوں۔ حاکم بخاری اگر ملک حبشہ یا ہندوستان کو وہ میرے پاس میری مسجد میں یا میرے گھر آئے اور کتاب ملک کرے یا ایک روایت ہے کہ کوئی بخاری نے امام صاحب سے اسلحہ مانگی تھی کہ ایک مخصوص مجلس کا اختتام کیا کریں میں بھی مصروف میری اولاد کو تعلیم دینے اور ان کی معاونت کریں اس مجلس میں کوئی جڑی نہ ہو۔ امام صاحب علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تیار نہیں ہوں کہ حدیث منانے میں یہ اختیار تو ان لوگوں کو خاص کر دیا ہے یہ بات امام صاحب نے حاکم و قاصد کے درمیان کشیدگی کا باعث بن گئی۔ اور لوہے میں یکساں ہوئی کہ حاکم بخاری نے شہر بخاری سے امام صاحب کو بدر کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ امام صاحب شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ مگر جو کچھ آغوش میں آپ کو ناحق اور سیرت میں تھا اس لیے آپ نے حاکم بخاری احساس سے اتفاق کرنے والے نے درباروں کے حق میں بدگمانی۔ اور اس طرح بارگاہ الہی میں عرض کی۔ اَللّٰهُمَّ اَمِّرْهُمْ مَا تَقْضُوْنَ فِيْهِمْ اَقْبِسْهُمْ وَادْكُهُمْ وَادْكُهُمْ وَادْكُهُمْ۔

اے میرے رب اللہ میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں نے میرے متعلق کیا ہے نہ چیز تیرے دیکھنے کے بجائے ان کو ان کی اولاد کو اور ان کے

الہ و عیال کو دکھا۔

آپ کی یہ بددعا ان لوگوں کے حق میں قبول ہوئی اور ایک ماہ بھی نہیں گزرنے پایا تھا کہ والی بخارا کے لیے دارالافتاء سے حکم جاری ہوا کہ اُسے عہدہ سے برطرف کیا جاتا ہے۔ پھر اسے گھر میں پرہیزگار کے تمام شہری پھر لایا گیا۔ ساتھ ہی ایک عادی یہ نذر کر دیا تھا کہ بدکار شخص کی یہ سزا ہے۔ پھر اُسے جیل میں قید کر دیا گیا یہاں تک کہ وہ جیل ہی مرا۔ اور اس کے درباریوں کے سب گروہ نے اس سے اتفاق لائے کیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک ایسی مصیبت و بلا لایا مگر قاتل ہر ایک کو لوگوں کے لیے دوسری صورت بن گیا۔

شعبہ - اللہ تعالیٰ اذاحلوا بسترۃ حلوا لہما ویسیر الجود اذاساروا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے کچھ مقبول بندے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ جہاں نزول فرماتے ہیں غلغلہ بھی وہاں نہ پڑتی ہے۔ اور جب چاہتے ہیں تو خود و سخا بھی ان کے ساتھ چلتا ہے۔

منقول ہے کہ کربیب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخارا شریف سے نکل کھڑے ہوئے اور اہل سرقند کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے سرقند میں قیام اختیار کرنے کی پیش کش کی۔ آپ اس پیش کش کو قبول کرتے ہوئے سرقند کی طرف روانہ ہوئے۔ سب خرمنگ نامی قبصہ میں پہنچے جو سرقند کے قریب ہے تو آپ کو اطلاع ملی کہ اہل سرقند کا آپ کے سرقند میں قیام پذیر ہونے پر اتفاق نہیں بلکہ اختلاف ہے۔ اس اختلاف میں آپ اسی قبصہ میں ٹھک گئے کہ لوگ ایک فیصلہ کرتے ہیں۔ آخر کار ایک رات یہ دیکھ کر کہ لوگوں کا اس بارے میں اتفاق نہیں ہو رہا۔ بلکہ ان میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔ اور یہ صورت حال ان کے دین میں بھی اختلاف و اختلاف کا باعث بن جائے گی۔ اس عہدے نے آپ کے دل پر بڑا اثر کیا۔ اسی صلیت تمہارے فرائض کرنے کے بعد آپ نے دعا کے لیے اٹھا اٹھا میسے۔ اور بارگاہ النبی میں دعا کی۔

”اے میرے اللہ زمین فراخ ہونے کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکا ہے اس لیے اب تو مجھے اپنی رحمت اٹھائے۔“

یہ دعا کیے ابھی ایک ماہ نہ گزر رہا تھا کہ آپ بیمار پڑ گئے۔ چند روز بیمار رہ کر اسی قبصہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی ولادت ۱۳ شوال المعظم ۱۹۲۲ء بمذہب جمعۃ المبارک بعد نماز عصر شہر بخارا میں ہوئی۔ اور وفات یکم شوال المعظم ۱۳۷۲ء بمذہب جمعۃ المبارک ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

غلیب الزکری بخاری اپنی سند سے عبداللہ مدظلہ اسی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ کھڑے ہیں اور کسی کی انتظام دہی ہے۔ میں نے سلام عرض کیا آپ نے میرے سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کی حضور یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ انہوں نے کہا انتظام دہی ہے۔ ارشاد فرمایا اَنْشُؤْا مَعْنَا بن احمید۔ میں محمد بن اسماعیل بخاری کی انتظام دہی میں ہوں اس خواب کے چند دن بعد امام بخاری کی وفات کا اطلاع ملی تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جس رات میں نے خواب دیکھا تھا اسی رات امام صاحب کی وفات ہوئی تھی۔

حقول ہے۔ کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا تو آپ کی قبر انور سے نہایت اعلیٰ قسم کی کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ اور مدت دراز تک یہ خوشبو آتی رہی۔ لوگ نہایت کے لیے آتے تھے۔ اور قبر مبارک کی خاک بطور تبرک لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قبر انور میں کافی گڑھا چل گیا۔ تو قبر مبارک کے قویہ پر کڑی کا بنجرو بنا کر رکھ دیا گیا۔ تاکہ قویہ پر سے لوگ مٹی نہ اٹھا سکیں۔ اب لوگ بنجرے سے باہر سے قبر کی مٹی اٹھاتے تھے اس مٹی سے میں دی خوشبو آتی تھی۔ یہ خوشبو عرصہ دراز تک زائرین کے دماغ مسخر کرتی رہی۔

نظم۔ ہر جا کو بگڑی درواری ہے گل روید و لالہ روید اندر بہرے
تو جہاں سے گزرتا ہے اور جہاں قدم رکھتا ہے۔ اس کی تر سے پھول اور گل لالہ لگتا ہے۔
کمال ہشتین در من اثر کرو و گردہ من جہاں خاک کو ہستم
ہمنش کا کمال جہاں اثر کر گیا۔ در میں تو وہی خاک ہوں جو کہ تھا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو اسحاق مسلم بن الحجاج بن مسلم بن خالد قشیری نسابہ شیشا پوری دلفاؤ اور مکناسمت کے چوٹی کے علماء اور حفاظ ملت میں سے ہوئے ہیں۔ فن حدیث میں متقاویہ پیشوا، اس فن کے مسلم لوگوں میں سے اور اس علم شریف کے ظاہر کرنے والے اہل تقویٰ میں سے ایک عظیم شخصیت۔ اور اہل اسلام کے نزدیک امام، عمدہ اور استاذ برہمنے ہیں۔ آپ نے طلب حدیث میں اپنے وطن مالون سے رخصت اختیار کی۔ اور تحصیل علم کی گنجی میں اقطار و اکانات اور اصحاب و اطراف عالم میں پہنچے اور علم حدیث کی تحصیل کی۔ پناچہ خراسانی میں پہنچی، اسحاق بن راہویہ وغیرہا سے، رے میں محمد بن مہران جمال (نیم ہے) اور ابو شامی سمعی وغیرہا سے۔ عراق میں احمد بن حنبل اور عبداللہ بن مسلمہ قسبی وغیرہا سے۔ حجاز میں سعید بن منصور اور ابو مصعب وغیرہا سے اور قحس بن عمر بن اسود اور حرملہ بن یحییٰ وغیرہا سے اسکا طرح اپنے وقت کے کبار علماء و حفاظ حدیث سے جو آپ سے ناواقف تھے، حدیث کی روایت کی ہے۔ چند بار بغداد بھی تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہنچ کر اس علم کا پھر چار کیا۔ اور آپ سے آپ کے ہم عصر شایخ، علماء و حفاظ کے ایک گروہ نے خود ہی میں آپ کے برابر ہو گئے ہیں، روایت کی ہے جیسے ابو حاتم رازی، ہوشی بن ہاشم، احمد بن سلمہ، ابو یسیٰ حرملہ، ابو الجہنم بن خزیمہ وغیرہم بہت سے لوگوں نے بھی کا شمار مثل ہے، روایت کی ہے۔ آپ نے خاص مجمع احادیث میں کتاب تصنیف کی ہے۔ جسے علاؤنہ قبولیت کے شرف سے نوازا ہے۔ یہی طرح امام بخاری نے اپنی مجمع میں کیا ہے۔ میں نے ہر مجمع حدیث کو اپنی کتب میں درج

نہیں کیا بلکہ اس مجمع حدیث کو درج کیا ہے جس کی محبت پر اجماع ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس سند مجمع کو اپنے کانوں سے سنی ہوئی تین لاکھ احادیث سے چھانٹ کر تصنیف کیا ہے۔

اور ابو عمرو بن محمد بن محمد بن بیری نے فرمایا میں نے ابو العباس بن عقیقہ سے محمد بن اسماعیل بخاری اور مسلم بن الحجاج نیشاپوری کے پاس سے دریافت کیا کہ ان میں سے زیادہ عالم کون ہے۔ فرمایا وہ بھی عالم ہیں اور یہ بھی۔ میں نے دوبارہ یہی بات دریافت کی تو انہوں نے پھر یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا اسے ابو عمرو بن شام کے بارے میں بھی کہیں امام بخاری غلط طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو ایک جگہ تواتر سے بیان کرتے ہیں اور دوسری جگہ اسی شخص کو اس کے نام سے اس طرح یہ گمان جو تلبہ کرے وہ غلط ہے۔ لیکن امام مسلم سے یہ غلطی بہت کم واقع ہوتی ہے۔ غریب بغدادی نے فرمایا ہے کہ امام مسلم نے امام بخاری کی پیروی کی ہے۔ اور ان کے علم میں غرور و فکر کیا ہے۔ پھر ان کے برابر باطل و راست طریقہ پر چلے ہیں۔ اور امام بخاری جب آخر عمر میں نیشاپور تشریف لے گئے تو امام مسلم پوری پابندی سے ان کے پاس رہے اور ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور ان کے پاس کثرت سے آمد و رفت جاری رکھی۔ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اگر وہاں امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم آمد و رفت نہ رکھتے۔ مختصر یہ کہ امام مسلم امام بخاری کے آثار سے استفادہ کرنے والے اور ان کے الزام سے روشنی حاصل کرنے والے ہیں۔ اور ابو احمد جریشی عالم ابو عبد اللہ بنی نے کہ ہے کہ امام مسلم اپنی کتاب میں متفرق مقامات پر بھی بخاری کی احادیث لکھے ہیں۔ اور بڑی دلیری سے کام لیا ہے کہ یہ احادیث ان کی طرف منسوب نہیں کیں انصاف اپنی مجمع میں ان سے روایت نہیں کی۔ واثق اعلم۔

اور مسلم کا اعلیٰ ترین مستقل میں سے وہ سند ہے جس میں امام مسلم ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ وسلم کے درمیان معرفت چار واسطے ہیں۔ مجمع مسلم میں اسی سے کچھ اور احادیث اس نوعیت کی ہیں۔ اور اس کتاب مجمع مسلم کے علاوہ اور بھی امام مسلم علیہ الرحمۃ کی تصنیفات ہیں۔ جیسے مسند کبیر جامع کبیر کتاب علل کتاب ابواب حدیث کتاب تفسیر کتاب میں میں لکھا ناو واحد کتاب طبائعت النابین اور کتاب مختصر میں اور شیخ حمی الدین نووی علیہ الرحمۃ نے شرح مسلم کے مجتہد میں فرمایا ہے۔ جو شخص مجمع مسلم کا تحقیق و دقت نظر سے مطالعہ کرے گا۔ اور اسناد و ترتیب احادیث میں ان کے اسلوب کی عملگی۔ سمجھ جائے۔ انہیں تحقیق حاصل ہو جائے۔ متذقبات، ہمہ پہلو تقویٰ و احتیاط، روایت، حدیث میں ان کے غور و تدبر، و طرق حدیث میں ان کی تخیل و جامعیت، متفرق امور کے ضبط و حیر و اسرار میں ان کے انوکھے و اچھوتے پرین پر مطلع ہوگا وہ جانے لے گا کہ آپ علماء و سلف میں سے ایسے متقلد و پیشوا ہیں کہ بعد کا کوئی عالم و مصنف ان کے مقام رفیع کو نہیں پاسکا۔ ان کے زراعت میں ان کا ہم پایہ یا ان کے مرتبہ کے قریب بہت کم ہی کوئی شخص پایا گیا ہوگا۔ و ذلک بفضل اللہ و تہد من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔ و یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔ اور حضور عطا کے نزدیک آپ کی۔ مجمع محبت و شرافت میں مجمع البخاری

کے بعد دوسرے درجے کی کتاب ہے۔ اور علامہ مغرب کے بعض علماء کے نزدیک یہ مسیح کو مسیح بخاری پر فضیلت و ترجیح حاصل ہے۔ لیکن ترجیح عملی وضع و ترتیب کے اعتبار سے اسلوب بیان میں ہے۔ تاہم علماء اسلام میں سے کسی نے بھی مسیح کو مسیح بخاری سے اس طرح قرار نہیں دیا۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ وہ صفات میں پرصحت کا حامل و بار ہے جیسے سند، عدالت، ضبط، حفظ، رجال کا نقد ہونا، شذوذ و غلطی سے پاک ہونا یہ سب مسیح بخاری میں بدرجہ اتم ہیں اور بخاری کی شرائط بھی انہی اور اشد ہیں۔

ولادت :- آپ دوسو چار گیارہ ایک قبل کے مطابق دوسو چھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور اقوال کی راستہ جو ہیں رجب المرجب دوسو اسٹھ ہجری میں پیشاپہ پیش فوت ہوئے۔ اور پیشاپہ کے بار دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عیسیٰ بن العاص بن المہجر بن۔ آپ دار الحجرۃ یعنی مدینہ منورہ کے مقتدا و پیشوا تھے۔ آپ فقیہ، مامون، متقی، فقیہ، محدث اور محنت و دہلیز تھے۔ تابعین میں سے ہوئے ہیں۔ منافع موطا ابن عمر اور محمد بن المنکدر، زہری اور تابعین و تبع تابعین کی ایک جماعت سے حدیث روایت کی ہے۔ یہ محمد بن سعید انصاری اور امام زہری نے باوجودیکہ آپ کے شیوخ اور تابعین میں سے ہوئے ہیں، ان سے حدیث روایت کی ہے۔ اور ابان بن جریج، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، او زاعی، شعبہ، لیث بن سعید، ابن جابر، امام شافعی، ابن وہب اور دوسرے بے شمار لوگوں اور علماء نے آپ سے حدیث سنی۔ اور علم حفظ احادیث اور تقویٰ و ورع میں آپ کی جلالت شان اور افضلیت و برتری کے فاضل و محترم تھے۔ امام شافعی نے آپ کی شان میں فرمایا: **وَمَا كَانَ قَائِمٌ عَيْنَتُهُ لَذَقَ قَبْ وَطَعُوا هَذَا الْوَجْهَ وَ زَاكَ رَأَى** اور ابن عیینہ نے فرمایا: **قَالَ ابْنُ عَجَانَ زَاكَ رَأَى** امام شافعی علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں یہ بھی فرمایا: **إِذَا دُكِرَ الْعِلْمُ آتَى قَائِمَتُهُ النَّبِيَّ** جب علماء کا ذکر کیا جائے تو امام مالک کی حیثیت ان میں ستارے اور کرب کی ہے۔ اور آپ کی کتاب موطا کی شان میں فرمایا: **تَحْتَ** ابو جعفر احمد بن محمد بن اسحاق بن اسحاق بن اسحاق کے چچے موطا مالک سے مسیح ترکم کی کتاب میں موطا کی تعین کے وقت مسیح بخاری و مسلم کی تالیف نہیں ہوئی تھی۔ اندھ مہ بن خالد نے علامہ و محدث میں عظیم شخصیت ہوئے ہیں۔ فرمایا ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان امام مالک علیہ الرحمۃ سے بڑھ کر حدیث و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شخص نہیں گزرا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کوئی کہی ایسا شخص ہوا ہے جس سے میں نے حدیث کبھی ہے اور وہ میرے پاس نہ آیا ہوا نہ مجھ سے فتویٰ نہ لیا ہو۔ آپ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام میں اتنا دلچسپی کی کوشش کرتے تھے جب طلبہ کے

یہ کہ کوئی شخص آپ کے دولت کدہ پر ماضی ہوتا آپ کو ٹیڑی کرکھ دیتے جا پرچہ کہ فتویٰ چاہتا ہے یا حدیث چاہتا ہے یا جتنا ہے۔ اگر فتویٰ کا ضرورت مند ہوتا تو آپ باہر تشریف لاتے اور فتویٰ کا جواب ارشاد فرماتے۔ اور اگر وہ حدیث پر سمجھنے کے لیے آیا ہوتا تو اسے بٹھاتے۔ اور خود وہ غل غل فرماتے۔ پاکیزہ لباس زیب تن فرماتے خوشبو لگاتے۔ اپنے آپ کو پاک و عاف کرتے۔ تکیہ رکھتے اور اس پر ہیبت و وقار سے تشریف فرما ہوتے۔ پھر اس شخص کو اندر لے جاتے اور حدیث بیان فرماتے۔

منقول ہے کہ ہارون رشید اپنے دور خلافت و سلطنت میں روحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواہت کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ امام مالک علیہ الرحمۃ اسے دیکھنے کے لیے اس کے پاس گئے۔ جب ملاقات ہو گئی اور اس کی آؤ بگلت اور سلام و کلام کی مجلس برخواست ہو گئی۔ اور امام مالک اللہ کرکھنے لگے تو ہارون رشید نے عرض کی اگر مسلمانوں کے مقتدا و پیشوا (یعنی امام مالک) ہر باطنی فرما کر دینا تو ہمارے پاس تشریف لایا کریں اور ہمارے لشکر کو این وامون کو حدیث کی تعلیم دیا کریں تو آپ کا ہم پر بڑا احسان ہوگا۔ یہ سن کر امام صاحب نے عیسیٰ کی طرف انفرجہ مختار سے دیکھا اور فرمایا مہ امیر المؤمنین کا تقصیر فی عزة شیء رافعبہ اللہ۔ العلم ثقیف ولا یاتی امیر المؤمنین ایس بات نہ کیجئے اور اس چیز کی عزت کم نہ کیجئے جسے اللہ تعالیٰ نے لوٹ و پھرتی عطا کی ہے۔ علم کے پاس دنیا آتی ہے علم کسی کے پاس نہیں آتا۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عطاء کے لیے علم بقیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے جو تمنا ہے اصل و قبلیہ سے جو تمنا ہے اس کی عزت و حرمت تم کو گوارا نہ لازم و واجب ہے۔ یہ سن کر ہارون کا داغ درست ہوا۔ اور انصاف کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ جعت ایھا الشیخ کا ن هذا حقہ منی فاسترحما

اے شیخ آپ نے درست فرمایا۔ مجھ سے یہ ایک نامناسب اور فضول بات ہو گئی۔ اس پر پروردگار نے ڈال دیا اور دگر نہ فرمائی۔ اسی کے بعد وہ اپنے لشکر کو این وامون کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں لے آیا۔ اور امام صاحب ان کو اس وقت شرف پارائی عطا کرتے جب دوسرے طالب علم بھی آجاتے۔ ان سب کو اکٹھے بڑا اظہار تعلیم دیتے۔ سماج نگاہی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ہارون رشید نے امام صاحب کی خدمت میں اشرفیائیں بھیجیں۔ امام صاحب نے خلاصہ سے فرمایا۔ بل محفوظ رکھ لو اسے خرچ کرنا۔ اس کے بعد ہارون نے امام صاحب سے کہا کہ اگر آپ ہم سے اتفاق کر لیں۔ اور ہماری مجلس میں آکر کسی توہم کہہ کر کتاب کو مستور کر دیں گے اور اسے رواج دیں گے۔ اور تمام لوگوں کو آپ کے اس کتاب کے مذہب کے مطابق کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا چاہہ نہ تھا! ہم نے یہ کتاب اپنے اور اپنی وائش کے مطابق جمع کی ہے۔ جو سکتا ہے اس میں دست سے غلطیوں۔ اور دوسرا شخص مجھ سے زیادہ صاحب علم ہو۔ اس لیے دوسروں کو اپنے مذہب کی طرف کھینچنے کا کیا حق ہے۔ امیر المؤمنین نے اس کی بھی باطل جہل کی قول اہانت کے طور پر پڑھا۔ یہی ہے۔ پھر وہ رقم ہارون کو واپس کر دی۔ ہارون نے حدیث کی اور رقم واپس نہ لی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ میں نے ایک دفعہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے دروازے پر چند

خراسانی گھوڑے اور عمری چرخ بندھی ہوئی دیکھیں کہ ان سے بہتر وعدہ کہیں نہ دیکھی تھیں۔ میں نے ربیع العجب کہا کیا ہی اعلیٰ نسل کے گھوڑے اور چرخ ہیں۔ آپ نے سن کر فرمایا اسے ابو عبد اللہ میں نے یہ سب بطور ہدیہ تجھے دے دیے مائیں قبول کر میں نے کہا ان میں سے ایک سواری آپ اپنی خدمت کے لیے اپنے پاس رکھ لیں۔ فرمایا مجھے خدا تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اس زمین پر سوار ہو کر چلوں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کا حدیث ادب و احترام کرتے تھے۔ ساری عمریں صرف ایک مرتبہ حج کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے سداۃ عمر مسجد نبوی میں رونق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درس و تدریس میں مصروف رہے۔ آپ مدینہ طیبہ میں ہی ۹۵ یا ۹۶ یا ۹۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور شام ہجری میں فوت ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن ابی اسحاق بن شافعی بن سائب بن عبید بن عبد جہ بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی۔ آپ کو مطلبی اس نسبت سے کہا جاتا ہے کہ آپ کا جد اعلیٰ جیا کہ معلوم ہوا ہاشم بن عبد مناف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد محترم کا بھائی مطلب بن عبد مناف ہے۔ اس آپ کی نسبت آپ کے جد اعلیٰ شافعی کی طرف کر کے آپ کو شافعی کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ آپ کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ہاشم بن عبد جہ بن ہاشم کی والدہ ہاشم بن عبد مناف (حضور علیہ السلام کا بھلائی ہے) کی بیوی ہے۔ اس واسطے کہ شافعی کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف حضرت فاطمہ بنت اسد کی بیوی ہے جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہے۔ اور کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ام الحسین بنت حمزہ بن القاسم بن یزید بن الحسن بن علی بن ابی طالب ہے۔ سلطان اطراف سے بیت جنت کے ساتھ امام شافعی کی نسبت ثابت ہے۔ علاوہ یہ بھی کہا ہے کہ شافعی بن سائب نے جوانی کی عمر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طاعت کی چیزیں مانگی کہ آپ نے ان کی جانب سے ہاشم کا بھٹا اٹھائے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھ کر کے ان کو جگہ پر بھیج دی تھیں۔

والموت: آپ فرزند نبی پیدا ہوئے اور ایک روایت کے مطابق عسکان میں اور ایک کے مطابق مغزیں۔ پھر آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہی نشوونما پائی سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور دس سال کی عمر میں موطا مالک یاد کی۔ علم فقہ مفتی مکہ حضرت مسلم بن خالد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ پندرہ سال کی عمر میں اس وقت کے علماء نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور امام مالک کی شاگردی اختیار کی اور ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں شافعی شافعی کے بڑے دلدادہ تھے۔ لیکن آخر الامر اللہ تعالیٰ نے انہیں

وہ مقام عطا فرمایا جو بڑے ہی صاحب نصیب کو عطا ہوتا ہے۔ اور فرماتے ہیں ایک دن میں ایک بار اور کعبہ کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ تجھے سے کہا زانی کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ یا محمد ملیک بالفقر ودم الشحہ اسے محمد بن ادریس نے فقر حاصل کر دیا اور شہر و شاعری کا شغل ترک کر دیا۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے یوسف سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے فرما رہے ہیں۔ اے بچے میں نے مرفعی کی ایک یا رسول اللہ فرمایا تو کس قوم میں سے ہے۔ میں نے مرفعی کی آپ کی قوم سے فرمایا میرے قریب آ۔ اور منہ کھول۔ میں نے حکم کی تعمیل کی آپ نے اپنے طباب دین مبارک کی کچھ مقدار لی اور میرے منہ میں ڈال دیا۔ اور فرمایا یرضین یا ترکے اللہ فیکے جہا اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا کرے۔ حضور کی اس مہربانی کے بعد مدینہ اور کلام عرب میں خطا اور غلطی واقع نہیں ہوئی۔ امام شافعی نے یہ بھی کہا ہے کہ جب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے میرا کلام سنا تو کچھ دیر میری طرف دیکھتے رہے۔ امام مالک صاحب فرست پر برگ تھے۔ میرا نام دیا نہ کیا نہ میں نے کما حقہ فرمایا اسے محمد قس سے ڈر کر یہ سب گامی اختیار کر اور گناہوں سے بچا۔ اللہ تعالیٰ تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں عظیم شان عطا فرمائے گا میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تمام علوم حاصل کرنے تک ان کی خدمت میں رہا۔ جب میں نے آپ سے واپس سفر کی امانت طلب کی تو رخصت کرتے وقت فرمایا اے جوان اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں ایک نور ڈالا ہوا ہے۔ غلبت معصیت سے نور بچا نہ دیتا۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے امام مالک، سفیان بن عیینہ، مالک بن عیینہ، ابو یوسف وغیرہ سے شمار لوگوں سے ہدایت کی ہے۔ اور آپ سے امام احمد بن حنبل، ابو ثور اور مزنی وغیرہ بہت سے لوگوں نے حدیث روایت کی ہے۔ مذکور ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے آنے کے بعد آپ بغداد گئے اور دو سال وہاں رہے۔ اس دوران بغداد کے علماء آپ کی خدمت میں آتے اور حدیث و فقہ کا علم حاصل کرتے۔ آپ نے اپنی اپنی کتاب و وحی تصنیف کی۔ مذکور ہے کہ امام احمد بن محمد بن حنبل نے تالیفات کی تعداد دسویں سے بھی زیادہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخبر حدیث کو مرفعی سے حدیث صفائی کو عام سے اور اس کے بدلہ کو محض سے اس وقت تک نہ پہچانا جب تک امام شافعی کے ساتھ بیٹھے کی سعادت ہمیں حاصل نہ ہوئی۔ ہمیں محمد حنفی سے منقول ہے۔ مجھے جب بھی امام شافعی کی خدمت میں آنے کا اتفاق ہوا امام احمد بن حنبل کو ان کے پاس ہی بیٹھا ہوا دیکھتا اور ان سے استفادہ کرتے ہی دیکھا۔ امام احمد بن حنبل غازی کے بعد یہ دیکھا کرتے تھے۔ اللہ اعظم فی دلو الدی و لد محمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث سے میرے والدین اور محمد بن ادریس شافعی کی محضر فرما۔ اور فرماتے تھے امام شافعی دیکھ کے انکاب کی طرح اور لوگوں کے لیے شفا اور ہدایت ہیں۔ اور فرماتے تھے تین سال کا عرصہ ہو رہا ہے کہ میں امام شافعی کے لیے دعا اور استغفار کر رہا ہوں۔ یہی میں نے جو

علمائے حدیث کے رئیس و سردار ہونے میں ایک وضو امام احمد بن حنبل سے فرمایا اور مجھ سے کہ تم علم و زہد میں کامل ہونے کے باوجود امام شافعی علیہ الرحمۃ کی سواری کے داہنی جانب ان کے ساتھ ساتھ بیٹھ جاتے ہو۔ امام احمد بن حنبل نے جواب دیا اگر آپ بھی علم و فقہ کے دلدادہ ہوتے تو ان کی سواری کے ساتھ بائیں جانب بیٹھ چلتے (اور اسے غرضمندی کرتے)۔ شعر
برکرداش نا شدش روزی ننگ دارد و دانش آموزی
جس کی قسمت میں دانش و شکستگی نہ ہو۔ اسے دانش کی بات سیکھنے سے شرم و عار محسوس ہوتی ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کی مدح و ثنا میں فرمایا ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتاب اوسط عاریفہ لے گئے اور ایک ہی دی رات میں وہ کتاب پہلری حفظ کر لی۔ علماء وقت نے ان کی مدح و ثنا میں بہت کچھ فرمایا ہے۔

حفظ اور ضبط حدیث، فقہ، علم، وضاحت و معرفت، پختگی اہل سیرت و سیرت سرائے کی مدح، افرات و شجاعت، حسن اخلاق، کرم و جود اور سخاوت و مروت میں آپ درجہ کمال پہنچا کرتے تھے۔ امام شافعی کے بھانجے ابو محمد علیہ الرحمۃ سے مشغولی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک رات میں اپنی نوٹندی کو کئی بار چراغ جلائے کا حکم دیتے اور اس کی روشنی میں جو کچھ چاہتے تھے ان مطالعہ فرماتے۔ اس کے بعد فراتے چراغ اٹھائے پھر تفکر و تدبر میں مصروف ہو جاتے۔ کچھ دیر بعد پھر آواز دیتے کہ چراغ لے آ۔ گوگوں نے ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا چراغ اٹھا دینے سے ان کا مقصد کیا ہوتا تھا۔ فرمایا اندھیرے میں ذکر و فکر زیادہ جلد اور صفائی ملتا ہے۔

آپ کے کلمات علم و حکمت :- استیناد علی الکلام بالصمت علی الاستیجاب لکن کلام کے لیے خاموشی سے مدلولہ اور استنباط کے لیے فکر ہے۔

قُلْ اِنْ مِنْكُمْ عَظَمَةٌ فَذُنُوبُهُمْ ذُنُوبُهُمْ وَ اِنْ مِنْكُمْ عَظَمَةٌ فَذُنُوبُهُمْ ذُنُوبُهُمْ وَ اِنْ مِنْكُمْ عَظَمَةٌ فَذُنُوبُهُمْ ذُنُوبُهُمْ
پیشیدہ عہد پر نصیحت کرتا ہے وہ دراصل اس کی غیر خواہی کرتا اور اسے زینت و حسن ملتا کرتا ہے۔ اور جو شخص علانیہ نصیحت کرتا ہے وہ اسے عیب لگاتا اور شرمندہ کرتا ہے۔

اور فرمایا :- ذینہ العلماء والاعتزلی و حیث تغر حسن الخلق و حالہم و کرم النفس - علماء کی زینت تقویٰ ہے۔
ان کا زہد و حسن اخلاق اور ان کا کمال و جمال کرم نفس ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ سے یہ بھی مشغولی ہے اگر علماء کرام غلامی کے دلی اور دوست نہیں ہیں تو پھر آخرت میں غلام کا دوست کوئی نہ ہوگا۔ ما اتقنا فہد و ما لم یاتنا فہلا قط - اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی جاہل کو اپنا دوست نہیں بنایا۔ کہتے

اور ایسے وقت اسے چھوڑا کہ وہاں امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر کوئی نیا یہ متقی زیادہ ہو نہ سکا اور زیادہ عالم نہ تھا۔
 امام احمد بن سعید دارمی فرماتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر کسی جوان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا حافظ نہیں
 دیکھا آپ کی کتاب مسند لوگوں میں مشہور و معروف ہے۔ مسند میں آپ نے کس بڑا حدیث جمع کی ہیں۔ آپ کے زمانہ
 میں آپ کی کتاب (مسند) تمام کتب سے اعلیٰ و ارفع اور جامع تھی۔ لائق اعتماد اور ثقہ علماء نے آپ سے یہ بات نقل کی
 ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنی کتاب مسند سات لاکھ پچاس ہزار احادیث سے منتخب کر کے لکھی ہے۔ ابو داؤد سجستانی
 رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل کے ساتھ بیٹھنا اور مجلس کرنا اور حقیقت آخرت کی چیز کے ساتھ بیٹھنے کے
 مترادف ہے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دنیا کی ہر چیز بھول جاتی تھی۔ علماء نے بیان کیا ہے۔ کہ امام احمد بن حنبل نے فقر کی زندگی
 اختیار کر رکھی تھی۔ چنانچہ پورے ستر برس فقر و فاقہ میں گزار دیے اور کبھی سے کوئی چیز قبول نہ کی۔ محمد بن یونس کہتے ہیں مصر
 سے حسن بن عید العزیز کے لیے مال وراثت اور سرخ سونے کے ایک لاکھ دینار لاد کر بغداد پہنچائے گئے۔ ان میں سے تین
 تصیلیاں لی گئیں۔ ہر ایک میں ایک ہزار دینار تھے امام احمد بن حنبل کے لیے روا کرکین اور پیغام ارسال کیا اسے ابو عبد اللہ
 مال وراثت حلال طریقہ سے میری ملکیت میں آیا ہے۔ آپ اسے قبول کریں اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات میں صرف
 کریں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا مجھے اس دولت کی کچھ ضرورت نہیں اور آپ نے اس میں سے کچھ دیا۔ شعر
 گر چہ کرد آلود فخرم بآواز اہمتم گر بآب چشمہ خورشید داسی تر کنم
 ترجمہ۔ اگرچہ فقر نے مجھے آلود کر دیا ہے۔ تاہم مجھے اپنی ہمت سے شرم محسوس کرنی چاہیے اگر چشمہ آفتاب کے
 پانی سے اپنے داس کو تر کر دوں۔

میرزا کوکب، استغفار اور باب درع و تقویٰ اور احتیاط میں آپ سے عجیب و غریب حکایات منقول ہیں جو اس باب
 میں آپ کے بلند اور اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ کاملۃ۔ رباعی
 دست و دل ماہر چہ حق تر خوشتر و آزار می باز ہر چہ خوشتر خوشتر
 پیش خوش مخلصانہ یک چشم زدن از عشرت حد ہزار قیر خوشتر
 ترجمہ۔ ہمارے ہاتھ اور دل کا ہر چیز سے خالی ہونا بہت بہتر ہے۔ نفس کو ہر چیز اچھی گنتی ہو اس سے ہمارا زانو
 فارغ رہنا بہت بہتر ہے۔ ایک لمحہ بھر کے لیے نفس کی خوش زندگی قیصر بادشاہ کی لاکھ برس کی بیش و عشرت کی زندگی سے
 بہتر ہے۔

ابو داؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ میری مشائخ حدیث کے دو سو بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے

ان میں احمد بن حنبل جیسا باکمال شخص کوئی نہ پایا۔ ابو زہرہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ میری آنکھوں نے احمد بن حنبل جیسا کوئی صاحب کمال نہیں دیکھا۔ لوگوں نے کہا علم حدیث میں۔ فرمایا علم زہد، فقہ اور تمام نیکیوں میں۔ علی بن الدنالی فرماتے ہیں۔ ہمارے اصحاب میں ماہر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر حافظ نہیں دیکھا۔ عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بہت سے علماء حدیث، ابو یوسف، ابو یحییٰ بن خالد کی خدمت میں حاضر تھے۔

ابو یحییٰ نے فرمایا تم لوگ اس لیے مجھ سے ملو کہ تمہارے علم میں اضافہ ہو مگر علم تم میں کوئی شخص فقہیہ نہیں ہے۔ یہ بات سن کر اور مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان لوگوں کی خدمت کی۔ علماء نے فرمایا ان میں ایک شخص فقہیہ ہے فرمایا کون؟ انہوں نے کہا وہ فقہیہ ابھی ابھی تشریف لائے والا ہے۔ اتنے میں جب میرے باپ احمد بن حنبل خود وار ہوئے۔ تو علماء نے فرمایا جس شخص کو آپ چاہتے تھے وہ تشریف لے آیا ہے۔ ابو یحییٰ نے پوچھا دیکھا امام احمد پر نگاہ پڑی تو فرمایا چلیے اور بیٹہ جگہ پر تشریف رکھیے۔ امام احمد نے فرمایا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں کی گردنوں پر پاؤں رکھوں۔ ابو یحییٰ نے یہ سن کر فرمایا امام احمد کی یہ بات ابھی ان کی فقہ میں سے ہے۔ پھر فرمایا ان کے لیے مجلس کشادہ کرو۔ علماء کھلے کھلے بیٹھ گئے۔

اور ابو یحییٰ نے امام احمد کو اپنے سامنے بٹھالیا۔ اور ایک مسئلہ دریافت فرمایا جس کا انہوں نے جواب دیا ابواب دیالیک مستدرج علیہ امام احمد نے اس کا بھی جواب ارشاد فرمایا۔ اسی طرح ابو یحییٰ نے کئی مسائل دریافت کیے جس کے امام احمد نے جواب دیے۔ ابو یحییٰ نے فرمایا احمد بن حنبل ان لوگوں میں سے ہیں جو قرآن پر پلٹنے کے بجائے دنیا پر مل سکتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے علوم مقام برصغیر مکان اور قوت مذہب و استقامت قوی ترین احمدیوں میں ہیں۔ وہ شیخ الشیوخ و قدوة الاولیاء، قطب الاقطاب، فردا سحاب، عرث اعظم شیخ محمد بن عبد القادر رضی اللہ عنہ و وارثہ۔ آپ کے مذہب کے حامل اور آپ کے اقوال و ارشادات کے پیروکار ہیں۔ کتاب، ہجرت، الاسرار، تشریفات میں حضور عربیہ پاک رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں ہے کہ کان یفتی علی مذہب الشافعی و احمد بن حنبل کو حضور عربیہ پاک رضی اللہ عنہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ حضور عربیہ پاک رضی اللہ عنہ کے اسی طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مستند اجتہاد پر فائز و محکم تھے۔ اسی لیے مذکورہ مذہب میں سے کسی ایک کی مخالفت نہ کرتے تھے۔ لیکن مشہور و تحقیقی بات یہ ہے کہ آپ امام احمد بن حنبل کے مذہب پر تھے۔ اور آپ کا ذکر حنبلی علماء میں ثابت و واقع ہے۔

ولادت :- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں سن ایک سو چھ ہجری میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ہی سن دوسرا آن لیس میں بعد المبارک کے دن چاشت کے وقت فوت ہوئے۔ اور نماز عصر کے بعد آپ کو دفن کیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

پیدا اور دوسرا اس میں فوت ہوئے رحمتہ اللہ علیہ۔ واللہ اعلم۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

یعنی ابو عبد الرحمن بن احمد بن شعیب بن بحر بن عثمان النسائی۔ آپ محدثین کے طبقہ حفاظ میں بلند مرتبہ حافظ حدیث، عالم، شہرت یافتہ، افضل، عمدہ اور پیشوا و مقتدا ہوئے ہیں۔ آپ کی حرج و تعدیل علما میں معتبر قرار دی گئی ہے۔ پہلے آپ نے سن نسائی کیر تصنیف کی جمع طرق حدیث اور بیان حرج میں بلند پایہ کتاب ہے اس موضوع پر اس طرح کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ پھر اسی سن نسائی کبیر کا اختصار کیا اور اس کا نام جتبیٰ رکھا۔ اختصار کی وجہ یہ تھی کہ وقت کے امرا میں سے کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کتاب کی تمام احادیث جمع ہیں۔ فرمایا میں اس پر ابرم موصوف نے آپ کو حکم دیا کہ فاصل جمع احادیث پر مشتمل ایک کتاب الکتب التالیف کریں۔ تو آپ جتبیٰ کا انتخاب کیا۔ اور ہر ایسی حدیث کو جس کی سند میں قیل و قال کی گئی ہے اور نقص و عیب بیان کیا گیا، اس کتاب سے خارج کر دی۔ جب محدثین کرام یوں فرماتے ہیں رواہ النسائی۔ تو اس سے ان کی مراد یہ مختصر کتاب جتبیٰ ہی ہوتی ہے نہ کہ وہ بڑی کتاب۔ اسی طرح بعض دفعہ جب علماء فرماتے ہیں کتب فسد، یا اصول فسد، تو اس سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، جامع ترمذی اور جتبیٰ نسائی مراد ہوتی ہے۔

حاکم ابو عبد اللہ شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعلی حافظ بیضاوی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا کہ آپ اہل اسلام میں چار افراد کو حافظ حدیث کہتے تھے۔ ان میں پہلا نام ابو عبد الرحمن نسائی کا پڑھتے تھے۔ حاکم سے یہ بات بھی منقول ہے کہ انہوں نے ابو الحسن علی بن عمرو دارقطنی سے کئی بار سنا کہ فرماتے تھے کہ علم حدیث اور راویوں پر حرج و تعدیل کے فن میں اپنے وقت کے تمام لوگوں پر آپ کو فوقیت حاصل ہے۔ آپ نہایت حفاظہ و تقویٰ پر پیر نگار تھے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ آپ اپنی سن میں جب حادثہ بن سکیں سے روایت کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں۔ قوی علیہ وانا کاسمہ وانا کے سامنے یہ حدیث پڑھی گئی جب کہ میں اس پر احساس ان سے حدیث روایت کرتے وقت یوں نہیں کہتے حدثنا اللہ یا محمد یا کہ اپنے دوسرے مشائخ سے روایت کرتے وقت کہتے ہیں۔ علماء نے ان سے اس طریقہ روایت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حادثہ اور نسائی کے درمیان کچھ ناراضگی اور ناچاقی ہو چکی تھی۔ اس بنا پر آپ ان کی مجلس حدیث میں حادثہ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے نہ بیٹھتے تھے۔ بلکہ ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ جاتے کہ احادیث آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ لیکن نسائی ان کی آواز سنتے تھے۔ اور اس طرح ان سے حدیث سنتے تھے۔ اور یہ حادثہ بن سکیں رحمتہ اللہ علیہ تک شخص احادیث کا حق مصرعے امام نسائی نے قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہوی، علی بن خضرم، عمرو بن عثمان اور ابو داؤد وغیرہ عظیم الشان مشائخ سے حدیث روایت کی ہے۔ اور ان سے ابو جعفر طحاوی، ابو یزید بن اسحاق،

ابوالقاسم طبرانی وغیرہم نے احادیث روایت کی ہیں۔

میر تقی الدین محدث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عبداللہ طاقی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے ابو عبد الرحمن - احمد بن شعیب نسائی صاحب تصانیف اندر اپنے وقت کے مقتدر ائمہ تھے معریں رہتے تھے۔ اور اس علاقہ میں آپ کی تصانیف مشہور و معروف ہیں۔ بیشمار لوگوں نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا کچھ عرصہ بعد آپ دمشق تشریف لائے وہاں کے لوگوں نے ایک دفتر مسجد میں آپ سے سوال کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے اور ان کی فضیلت میں کیا کچھ وارد ہے۔ آپ نے سائل کے جواب میں فرمایا اصابہ معاً و دینہ ان ینخرج ما ساروا من حقینہ کیا معاویہ رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہیں کہ قیامت کے دن صرف نجات ہی حاصل کریں۔ فضیلت کی بات کو مسترد ہے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے یہ جواب دیا۔ میرے علم میں آپ کی فضیلت میں کچھ وارد نہیں ہے۔ سنو اللہ اس کے پیٹ کو نہ بھرے۔ (جمہور سلف و خلف اہل سنت کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت سے فضائل و مناقب کے حامل ہیں۔ آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابیت کا عظیم شرف حاصل ہے۔ آپ کاتب وحی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے حق میں دعا فرمائی ہے۔ امام نسائی علیہ الرحمۃ کا یہ بیان جمہور اہل سنت کے خلاف ہے۔ اسے ہرگز اختیار نہ کیا جائے مترجم)۔ آپ کا جواب سن کر لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ پر ہلکا پھلکا ہوا۔ آپ کی بے حرمتی شروع کر دی۔ اور بار بار کہہ رہے تھے نکال دیا۔ اس کے بعد آپ کو رملہ سے جایا گیا۔ وہاں آپ بیمار ہو گئے۔ اندوفات پائی۔ ایک دعا پڑھ کر آپ کو مکہ منظر سے جایا گیا وہاں بیمار ہوئے اور مکہ منظر میں ہی وفات پائی اور مضافہ مکہ کے درمیان مدفون ہوئے۔

امام طاقی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ آپ نے کتاب فضائل حضرت علیؓ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان میں تالیف کی لوگوں نے کہا کہ آپ نے فضائل صحابہ میں کوئی کتاب کیوں تصنیف نہیں کی فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جب دمشق آیا تو لوگوں کو دیکھا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منحرف ہیں۔ میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا کرے اس لیے یہ کتاب تالیف کی۔ آپ ایک دن معززہ رکھتے اچانک ایک دن افکار کرتے۔ آپ کثرت جماع کے عادی تھے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں ان میں پھر علیہ و انصاف کرتے تھے۔ بیویوں کے علاوہ آپ کی نو بیویاں بھی تھیں آپ کو دوسرے بچے بھی ہوئے۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ الرمی (یعنی اس قبیلہ کے آزاد کردہ غلام) القزوينی۔ آپ علم ہونے کے نامور مضافہ حدیث

پیدا ہوئے۔ اور دوسرے پچھن میں وفات پائی۔

اسحاق بن احمد بن مفضل بخاری فرماتے ہیں۔ ہم لوگ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی کی وفات کی خبر ملی۔ امام بخاری نے یہ خبر سنتے ہی سر مبارک نیچے جھکا لیا۔ فقہ شری دیر بعد سراٹھایا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس وقت آنسو آپ کے رخساروں پر بہ رہے تھے رحمۃ اللہ علیہما۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

یعنی ابوالحسن بن علی بن عمر الدارقطنی۔ آپ اپنے زمانہ میں حافظ حدیث، فاضل، محدث، عالم باعمل اور بجاۃ وقت تھے۔ نیز علم حدیث، حدیث کی علل پر پانچنے، اسماء و رجال اور راویوں کی شناخت میں بے مثل تھے۔ اور صحت و دیانت، ثبات و عدالت اور صحت اعتماد سے موصوف تھے علماء فرماتے ہیں اس باب میں ان کے بعد ان جیسا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا سوا دیر بنی آپ پر شتم ہو گیا آپ تفسیر و فقہ اور ادب و شعر میں درجہ کمال پر فائز تھے۔ آپ نے علم فقہ ابو سعید مصری سے اور علم حدیث ان سے اور دوسرے بہت سے لوگوں سے حاصل کیا۔ اور آپ سے حافظ ابو نعیم، ابو بکر برقانی، جرمیری، قاضی ابو طیب طبری اور حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری نے احادیث روایت کیں۔ حاکم نیشاپوری سے پوچھا گیا کہ آپ نے دارقطنی جیسا شخص دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا دارقطنی نے خود اپنے جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا مجھے اس جیسا شخص کہاں نظر آئے۔ آپ سن تین سو پانچ یا چھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ اور بغداد میں ہی تین سو پچاسی ہجری یا تیس ذیقعدہ کے روز وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے ائمہ حدیث و فقہ اور شواہد میں سے جو نے آپ نے تحقیق عظیم میں بڑا وقت صرف کیا۔ ماہر مناظر و میں نہایت ہی متصف مزاج تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، کہا جاتا ہے آپ کی تصانیف کی تعداد ہزار جز و تک پہنچتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ علم میں کوئی آپ کا ثناء نہ تھا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے مناظرین میں سات افراد ایسے گزے ہیں جنہوں نے اسلامی کتابیں تصنیف کیں اور مسلمانوں کو ان کی تالیفات سے بہت فائدہ پہنچا۔ ایک دارقطنی۔ دوسرے حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری۔ تیسرے ابو محمد عبدالعزیز بن سعید ازوی مہری جو کتنے ابو نعیم احمد بن عبداللہ صفصانی۔ پانچویں ابو عمرو بن محمد الحریز فری حافظ اہل مغرب۔ چھٹے ابوبکر محمد بن الحسین بیہقی، ساتویں

خلیفہ ابو بکر محمد بن علی بغدادی صاحب تاریخ بغداد۔ آپ نے علم فقہ شیخ مسلم صعلوکی سے حاصل کیا۔ آپ کے زمانہ میں غلام خراسان میں کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ علم حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا سناؤ اور یہ اجازت و حرج یہ تعلیم دے۔ آپ نے حدیث کی روایت حاکم ابو عبد اللہ شمس قاضی مصنف تاریخ نیشاپور اور ابو طاهر محمد بن محمد زبیدی اور ابن فورک اور ابو عبد اللہ سلمی سے کی۔ امام بیہقی کی مشہور تصانیف میں سے کتاب مسرطہ، کتاب السنن، کتاب دلائل النبوة، کتاب معرفۃ علوم الحدیث، کتاب بعث و نشور، کتاب آداب، کتاب فضائل صحابہ، کتاب فضائل اوقات، کتاب شعب الایمان اور کتاب غلامتیا ہیں۔ آپ کی ولادت قصبہ جرجریں ہونی جو شام کی بیعت سے سب سے سات شعبان تین سو چھتراسی ہجری میں ہوئی۔ اور چار سو ستائیس میں نیشاپور میں فوت ہوئے۔ زبان سے آپ کا جنازہ اٹھا کر اپنے وطن لایا گیا۔ اور سال مذکور کی دس جمادی اونی کو مدفون ہوئے۔

امام رزین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو العین رزین بن محمد بن العبدی صاحب کتاب تجرید فی الجمع بین الصحاح۔ آپ پانچویں ہجری کے بعد فوت ہوئے۔ عیدری عبداللہ ابن قس قریش کی ایک مشہور شاخ کی طرف منسوب ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

لقب محی الدین، کنیت ابو ترکیب۔ اند نام بنی بن شرف جزائی بحمد مملہ مکسورہ و از اجرام کی طرف نسبت ہے۔ حزام ابن کے اجداد میں سے ہوئے ہیں۔ آپ کی ولادت ملک شام کے قصبہ نووی میں جو دمشق کے مضافات سے ہے، چھ سو اکتیس ہجری کے پہلے عشرہ محرم الحرام میں ہوئی۔ اس قصبہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو نوادی بھی کہتے ہیں۔ آپ نے سب سے پہلے تجوید سے قرآن پاک پڑھا پھر حیرت ہوا نچاس میں دمشق آئے۔ اور شافعی مذہب کی کتاب تنبیہ ساڑھے چار ہادیں یاد کی اور شافعی مذہب کے بقایا مسائل اس سال کے باقی حصہ میں پڑھے۔ اور میان دو سال اس طرح گزارے کہ زمین پر پہلو نہ رکھا۔ اور دن رات میں دین کے حلقہ علوم و فنون کا دہان کے علاوہ شاخ سے بارہ وقتہ درس لیتے۔ آپ نے بہت سے شاخ سے علم فقہ حاصل کیا نہ یادہ راستہ و کمال الدین اسحاق مغربی سے کیا۔

آپ مذہب شافعی کے محرم، اُسے اسان کر کے بیان کرنے والے، اور اُسے چھانٹنے اور مرتب دینے والے ہیں۔ راضی والدان رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب کا دار و مدار آپ کی تصحیح و تحقیق پر ہے۔ آپ اتمام دورہ کے باعمل، زائد،

صابر اور باکل سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ حمام میں نہ جاتے تھے۔ دمشق کے پہلے نہیں کھاتے تھے۔ حالانکہ وہاں کے لوگوں کی زیادہ تر خوراک پہلے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہی لوگوں کی حفاظت و تحویل و حفاظت میں پھلوں کے باغات تھے وہ لوگ ان میں تیار اور شہبے کے مرکب ہوتے تھے۔ جو آپ کے شہر سے آپ کے والدین کے پاس سے آتا تھا اس پر گزارہ کرتے دن درات میں صرف ایک بار عشاء کی نماز کے بعد کھانا تناول فرماتے۔ اور صرف بحری کے وقت ایک دفعہ پانی پیتے۔ اور بہت کا پانی نہ پیتے جیسا کہ شامیوں کی عادت ہے۔ آپ نے تجرود و انفرادی زندگی اختیار کی۔ ملاح کہنے کا اتفاق بھی نہ ہوا۔ زیادہ وقت جماعت الہی میں بیدار رہ کر گزارتے۔ دینی کتب کی تصنیف و تالیف میں، معروف رہتے۔ حکام و امراء و غیر ہم کو امر معروف اور نہی منکر کی تاکید کرتے۔ آپ کے نزدیک اس کام میں عداوت کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ دودھ فیرج کے لیے تشریف لے گئے۔ سن چھ سو پینسٹھ میں دارالحدیث اشرفیہ کے نگران و متولی مقرر ہوئے لیکن تاریخ کی اس خدمت کا کوئی وظیفہ وصول نہ کیا۔ وفات کے وقت آپ کی وارثیں مبارک میں صرف چند بال سفید تھے۔ بحث و گفتگو کے دوران آپ پر سکون و وقار چھایا ہوتا تھا۔ ہمیشہ شائیت کے قصب سے دور رہے۔ کسی مسئلے میں بھی "نصائح کا دامن" ہاتھ نہ چھوڑا۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں کے اقوال اپنی کتابوں میں نقل کیے آپ قصوف و سلوک سے متصف تھے۔ شائع موفیہ کے ساتھ آپ کا اعتقاد درست تھا۔ دمشق میں عرصہ دراز سکونت رکھنے کے بعد واپس اپنے شہر تشریف لے گئے اور قدس غلیل کی زیارت کے لیے گئے تریلوٹ سے لوٹے کہ والدین کے پاس اپنے گھر آتے ہی بیمار ہو گئے۔ اور سن چھ سو پینسٹھ میں چودہ رجب المرجب بدھ کے روز وفات پائی۔ اور اپنے شہر میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ علی جلالہ العالیین۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

کنیت ابو الطرح۔ نام عبدالرحمن بن علی البغدادی البغلی الصمدی۔ ابن جوزی کے نام سے مشہور ہیں۔ ہجری ایک موضع کی طرف نسبت ہے جس کا نام فرجۃ الجوزی تھا۔ آپ کے والد ابو جوزی کا نام کرتے تھے۔ آپ عالم، فاضل، فقیہ، محدث، فصیح و بلیغ اور تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ اور اخبار اور مواظبین صاحب تفاسیف ہوئے ہیں۔ اور ان احمد میں اپنے دور میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ وعظ و تذکرہ و قصص و حکایات کے بیان کرنے میں معروف رہتے تھے۔ اور فی البدیہہ ہر پہر لوگوں کے سوالات کا جواب دے دیتے تھے۔ آپ کی حکایات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن ابن سنت و شیعہ حضرت ابو بکر علی رضی اللہ عنہ کی اخصیہ میں جھگڑا ہوا تھا۔ اس سلسلے میں بیت جھگڑا ہوا آخر کار ابن جوزی کے فیصلے پر ماضی ہوئے۔ ابن جوزی علیہ الرحمۃ اس وقت مبراہ وعظ فرما رہے تھے۔ لوگوں نے اگر آپ سے

سوال کیا میں افضل الصواب۔ آپ نے فریقین اور حق بات مندوں کی پہلوؤں کی حمایت کرتے ہوئے جواب دیا افضل صفاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی یفتی فی بیتہ۔ (مضمون کے صحابہ کرام میں افضل وہ ہے جس کی بیٹی اس کے گھریں ہے) اتنا جواب دیا اور باہر نکل گئے تاکہ فریقین اس کا مطلب سمجھ سکیں یہ حکایت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں فرمایا ہے کہ خلفاء جو بنی عباس میں سے خلیفہ الناصر لدین اللہ نے جس کا جھکاؤ اپنے آباؤ اجداد کے خلاف ملائم مذہب کی طرف ہو چکا تھا، ابی جوزی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا میں افضل بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ علامہ ابن جوزی نے اس کے جواب میں یہ نہ کہ وہ بات کہی تھی۔ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے موضوع احادیث پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جس میں انہوں نے افراط و تفریط سے کام لیا ہے اور جو کچھ ان کے علم میں تھا اس کے خلاف محض توہم کی بنیاد پر بہت سی احادیث کو موضوع قرار دیا یا شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مقامات میں ابن جوزی کو اپنی بحث کا نشانہ بنایا اور کہا کہ احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ آپ پانچ سو دس ہجری میں پیدا ہوئے اور خلیفہ الناصر لدین اللہ کے عہد خلافت میں ۷۹۹ھ میں پانچ سو ستائیس میں فوت ہوئے علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی ایک مشہور تصنیف مقبیس المیس ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ان مسائل کی نشان دہی کی ہے۔ جن میں سے شیطان اگر لوگوں کو گمراہ کرتا۔ اور بدعت و خلاف سنت کا عمل میں مبتلا کرتا ہے۔ اس کتاب میں گروہ صوفیہ پر خصوصیت کے ساتھ سخت تنقید کی ہے۔ اور اس گروہ کی غلبہ حال و سکر کی حکایات سامنے رکھ کر انہیں بڑی شدت سے رد و انکار کا نشانہ بنایا ہے۔ اور اس بلند گروہ کے زندگوں کو محل و مخون اور حماقت سے منسوب کیا ہے۔ باوجودیکہ اپنی اس کتاب کو انہیں بزرگوں کے عمدہ کلمات اور عجیب سے حکایات سے مزین و آراستہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ ابن جوزی کی یہ تنقید بھی مقبیس المیس کا ہی کرشمہ ہے۔ علامہ موصوت کو اس نے اس طریقہ کا شکار بنایا اور غرور و تکبر ہی ڈال دیا ہے۔ علامہ موصوت نے اگرچہ قسم کھا کر کہا ہے کہ اس تنقید سے ان کی طرف وقایع مرتعہ ظہار علم اور اتیان سنت کی ترغیب دینا ہے۔ لیکن لوگ باوجود استقامت کی بیروی اختیار کریں اللہ کے نیک بندوں پر طعن و تشنیع مقصود نہیں۔ تاہم علامہ کا حد اعتدال سے تجاوز کر جانا اور موصوفیہ کے کام کو رد و انکار کا نشانہ بنانا اس کے خلاف دلائل کتاب ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ علامہ موصوت اس گروہ بند کا منکر اور فی الحقیقت ان سے اعتکاف رکھتا ہے۔ سیّدی احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ فرمایا ہے کہ غیر خواہان ملت نے اس کتاب کے مطالعہ سے منع کیا ہے۔ کیونکہ یہ مشائخ کرام کے متعلق بدگمانی اور سوء ظن کا موجب ہے۔ بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معصوم نہ ہونے اور غلبہ حال اور روشہ تقدیر کی بنا پر دلی سے نفرتیں اور غیر مناسب باتیں صادر ہو جاتی ہیں۔ تاہم آئمہ کرام اور مشائخ عظام کی ان نفرتوں اور غیر مناسب باتوں کی پروردہ پوشی ضروری ہے۔ نصیحت و تذکیر

کے طور پر مصلحت کے تحت اچانک اگر تنبیہ و خبردار کرنا پڑے تو کسی فاعل کو میں کیے بغیر صرف جوابی پر گرفت کرے کہ ائمہ کی لغزشوں کا چھپانا لازم اور انصاف پر چلنا ضروری ہے۔ اور وہ دیانت و تقویٰ میں جس میں غرضت نفس کی حادث ہو غلط اور اعتراض کی چیز ہے۔ یہ طریقہ محفوظ کرے۔ اسم تسلیم سلامتی کی راہ اختیار کر دے۔ محفوظ و ناموں رہو گے۔ ابن جوزی نے جو کچھ کہلے اور حضرت کلام کی شان میں حد سے تجاوز کر کے جو نارسا الفاظ کہے ان کا رد و انکار اور ان پر جو اعتراضات کیے ہیں صوفیائے کلام کی طرف سے علماء نے ان سب باتوں کے نہایت شافی جوابات دیے ہیں جن سے شریعت و طریقت اور علماء و صوفیائے درمیان اختلاف دفع ہو جاتا اور درست پہلو سامنے آ جاتا ہے۔ ان جوابات کی تقریر و تحریر ایک تو امام ابو حنیفہ الدین عبداللہ شافعی نے اپنی تالیفات میں کی ہے دوسرے اس سلسلے میں سید احمد بن دق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دقیق عمدہ مقالہ واضح کرنے والی کتاب مسمیٰ بقراءۃ الطریقۃ فی الجمع بین الشریعت و الحقینہ تصنیف فرمائی ہیں آپ انصاف کے راستہ پر چلے ہیں۔ اور بلا جھجک طریقے سے حق بیان فرمایا ہے۔ سیدی الشیخ القلعب الامام عبدالہاب الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے راقم حروف و شیخ عبداللہ بن علی کو اس کتاب کی تعلیم اور اس کی روایت کی امانت دی۔ میں نے اس کے بعض مسائل کا اپنے رسائل میں نارسا ترجمہ کیا ہے۔ غصہ و ناراضہ مراد مرصع البحر فی الجلیح بنی الطریقین کا۔ وہ اللہ اعرف بہ۔

مختصر یہ کہ ابن حمزہ عالم و فاضل شخص تھے لیکن اپنے علم و فضل اور جوانی پر نظر کر کے غرور و تکبر میں مبتلا ہو گئے۔ علامہ موصوف سخت گیر و سخت مزاج اور نہایت خشک طبیعت تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرے۔ طریقہ موفیہ سے بعید اور ان سے عقیدت و محبت سے دور تھے۔ سب سے سخت حرمان ہے کہ زبان کر اسٹن شافعی شیخ غنی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں علامہ موصوف بنداد میں ہی تھے۔ لیکن ان کی برکات و عقیدت سے محروم رہے۔ اور حضور نبی اکرم رضی اللہ عنہ سے اجتناب و انکار کے راستے پر گامزن رہے۔ احادیث و احادیث من ذلک اللہ تعالیٰ میں اس روش سے بچنا چاہیے کہ حضرت مالکہ یہاں تک پہنچی چکا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے علامہ موصوف نے اپنے دور کے بغداد و حیرہ و شہر یوں میں محمود و زائد ہوں اور عابدوں کے حالات میں ایک کتاب تالیف کی مگر حضرت شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ کے ذکر و حیل سے اپنی کتاب کو آراستہ اور مزین نہ کیا۔ یہ علامہ کے ظاہری علم و فضل پر مغرور اور اس کے جاہل ہونے کی دلیل ہے۔

شیخ عالم، عارف کامل خواجہ محمد پارسا قدس اللہ روحہ و افاض علی المستفیدین فیہ و فتوہ مصنف اپنی ایک کتاب "فصول ستہ" میں ابن حمزہ کی ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ وہ شیخ حافظ ابو الفرج حیدر اعظمی بن علی بن محمد بن علی ابیکری البغدادی ہیں ابن حمزہ کے نام سے مشہور ہیں امام حافظ انصاری متعجب اور کئی علوم میں کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں۔ دوسرے چاس کتابیں

تضعیف کی۔ خاص وہام میں مقبول و پسندیدہ نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ پانچ سو آٹھ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے اور پانچ سو ستائیس میں رمضان کے بیسویں صفر میں فوت ہوئے۔ قطب الاولیاء تاج المغائر شیخ عبدالقادر اور دوسرے اہل معارف مشائخ کے انکار، ان پر ردا اور ان پر تنقید کرنے کے باعث پانچ سال لوگوں سے درپردہ رہے۔ اور واسطہ کے تید غمانہ سے باہر لائے گئے۔ علامہ ابن جوزی کا ذلت و غماری، رابلیس کے مکرو فریب میں مبتلا ہونا اور غرور و عجب میں پڑنا ان کے سیدنا حضور ختم پاک اور دوسرے اولیاء کرام کے انکار کے باعث ہوا۔ حالانکہ دوسری جانب اولیاء کرام کے محاسن کلمات اور ان کے مقامات و حالات کے ذکر سے اپنے کام اور اپنی تالیفات و تصنیفات کو مزین و آراستہ بھی کرتے ہیں۔ ابن جوزی اگر مشائخ اور علماء باطن کے انکار اور ان پر طعن و اعتراض سے بچے رہتے تو اس خطابی میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتے۔ اور محاسن اخلاق اور عمدہ اوصاف کے ساتھ موصوف ہوئے۔ ان کا لکھا بھی الدین یوسف بغداد کا مقرب اور گروہ حنا بلہ کے مدرسہ مستغریہ کی تعلیم و تدریس کا متولی و مقرر تھا۔ یہی تک بلفظ حضرت محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

کاتب حروف کتبہ ہے اہل اللہ شانہ جہانہ علینا بعدہ والاشاہ کے حالات کی اصلاح کرے۔ اور ہر صیب کی بات سے اسے محفوظ رکھے، مگر میں نے حرم شریفہ کے معتمد (داؤد اللہ تشریفاء و تعظیما) میں ایک رسالہ دیکھا جس میں ابن جوزی اور ان کے حضرت شیخ غنی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے انکار کرنے کا ذکر تھا۔ مولف رسالہ لکھتا ہے کہ کچھ مشائخ و علماء ابن جوزی کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے اور درخواست کی کہ ابن جوزی کو معاف کر دیا جائے۔ اور درگزر کر کے جائے۔ آپ نے یہ درخواست منظور کی اور ابن جوزی علیہ الرحمۃ سے درگزر فرمایا اور انہیں معافی دے دی۔ اور ان کے جرم کو نظر انداز کر دیا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں، مگر وہ رسالہ میں یہ واقعہ پڑھنے کے بعد میں سیدی الشیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کتاب کا یہ واقعہ بیان کیا۔ اور حضرت شیخ جیلانی رضی اللہ عنہ کے ابن جوزی علیہ الرحمۃ کو معاف کر دینے کا حال سنایا۔ ساری بات سن کر شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے الحمد للہ علی ذلک پڑھا اور کہا میں ابن جوزی بہت بڑے محدث اور عالم و فاضل مرد تھے الحمد للہ کہ اس انکار اولیاء کے مجبور و فتنہ سے نجات پاسکتے۔ پھر فرمایا اسے ظان رحیم حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نہایت بزرگ شخصیت ہیں۔ ان کا انکار نہ ہر قائل ہے۔ اللہ تعالیٰ انکار اولیاء سے محفوظ رکھے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضور غوث پاک کو وہ شان عظیم عطا فرمائی ہے۔ جو کسی اور بزرگ کو عطا نہیں ہوئی۔ ذل اللہ العالیۃ والعالیۃ بالآخر۔ ہم اللہ صفائیت کے طلبگار ہیں۔ اور سب کا انجام بخیر ہو۔ اب وہ وقت آگیا کہ میں کتاب (مشکوۃ) کی شرح شروع کر دوں اللہ التوفیق۔ چنانچہ کہتا ہوں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ ہر عالم کی طرف سے ہر محمود پر ہر نعمت کے برابر ہر صفت کمال پر ہر معنی اور ہر وجہ پر ہر وقت اور ہر

احسانات و انعامات سے ہر گھڑی مستفید ہونے کے باوجود زبان کو اس کی حمد و ستائش میں مشغول و مصروف نہ رکھنا سنیّت کی درست و اصلا غلامی کی اور کوتاہی کے ہوتے ہوئے علم حدیث میں کتب تصنیف کرنا یا اس نعمت عظمیٰ اور ست بڑے عطیہ کی توفیق ملنے پر اس کے شکر میں کوتاہی کرنا یا زبان سے باطل و لاعینی باتیں کرتے رہنا خدا تعالیٰ کے ذکر سے غافل رہنا۔ اور عبادت و طاعات بجالانے میں سستی کرنا۔ اور حرام و مکروہ چیزوں کا ارتکاب کرتے رہنا۔ مَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ فَخْرًا مُجِدًّا لَّهُ - جس کی رہنمائی کرنے والا خدا ہمارے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ وَ مَنْ يُضِلَّهُ فَلَاحَاقَ بِهِ لَذَّةُ اِهْلِهِ جَسَدِ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ بیان واقعہ اور ہدایت دینے اور گمراہ کرنے میں خدا تعالیٰ کے اکیلا ہونے کے اثبات میں یہ کلام اپنے الفاظ کے لحاظ سے خبر پر انشاء نہیں تاہم خدا تعالیٰ سے ہدایت کی طلب اور سوال اور گمراہی سے احتیاط و بچاؤ کی درخواست کرنے کے اعتبار سے معنی انشاء ہے۔ یعنی تو یہ بات دینے والا اور گمراہ کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی نہیں۔ تو ہمیں ہدایت عطا فرما اور گمراہی میں پڑنے سے محفوظ رکھ کر تو جو چاہے کر سکتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ ہدایت کے دو معنی ہیں ایک راہ نمودن یعنی راستہ دکھانا اور اس کے نشانات و علامات بیان کرنا اس معنی کے مطابق ہدایت کی نسبت قرآن اور غیر صل الشریعہ وسلم کی طرف کی جاسکتی ہے کیونکہ یہ ہدایت کا سبب و خدایہی۔ جس طرح علامات کی نسبت شیطان اور قرآن کی طرف کی جاسکتی ہے۔ ہدایت کا دوسرا معنی ہے مقصود تک سے جاننا اور مقصود تک پہنچا دینا۔ یہ صرف حق سبحانہ و تعالیٰ کا کام ہے کسی اور سے نہیں ہو سکتا۔

اور جب کہ حدیث میں آچکا ہے کہ جس شخصے میں اللہ رسولی پر ایمان لگا دے گا تو نہ ہو گئے ہرے فتنہ کی طرح ہے یعنی مقطوع البرکتہ رکھنے سے خالی۔ اور یہ فائدہ ہر تلبہ ہے۔ اس لیے مصنف علیہ الرحمۃ یہاں دونوں شہادتوں کا ذکر لائے ہیں۔ چنانچہ کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ اَمْرٌ اِلهی گواہی دیتا ہوں اور جزم و یقین سے اظہار کرتا ہوں کہ اس ایک ذات کے سوا جو تمام صفات کمال سے متصف اور نقص و زوال کے پریشان سے منزہ ہے کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ وَحْدًا لَا شَرِیکَ لَہُ۔ وہ اکیلا ہے وہ اکیلا جس کا کوئی شریک نہیں۔ شَہَادَةُ تَبْکُوْنُ لِلنَّجَاةِ وَیَسْئِلُہُ اِیْسَی گواہی دیتا ہوں جو آتش و دوزخ اور دوزی و نار انگلی کی سزا اور عذاب سے نجات کا سبب اور ستارہ و ثابوت ہے۔ وَلَوْ فُجِی الدَّرَجَاتِ کَیْفَہُ اور جو مشیت اور قرب و دفع نے خدا تعالیٰ کے پاس بلند کرنے کی خاص و کنیل ہے۔ اور وہ شہادت ہے جو صدق و اخلاص و زبان کی دل کے مطابق اور ظاہر و باطن کی موافقت سے آراستہ اور موت کے دن تک جس میں استقامت کا خبیہ بھی نگاہ اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرما کہ۔ اِنَّ الْکَافِرِیْنَ قَالُوْا اَرٰبِیْنَا اِلٰہُ تَعَالٰی اَسْتَعِیْزُ بِہِ رَیْسُکَیْنِ کو گولے کہا ہمارا سبب اللہ ہے پھر اس اقرار پر مستقیم ہے، حمد و استعانت اور استغفار میں عینہ جمع لانا اور شہادت میں واحد

میں استعمال کرنا اس بنا پر ہے کہ وہاں کثرت، نعمتوں کی دیدار اپنی تصویر گنگنا ہوں اور خدا تعالیٰ کی صفات کا کشف و
 ملاحظہ پیش نظر ہوتا ہے۔ اور یہاں مقام شہادت میں وحدت ذات کا مشاہدہ اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا نگاہ سے
 ہٹا دینا ملحوظ ہوتا ہے۔ تو اول مقام فرق ہے۔ اور دوسرا مرتبہ جمع ہے۔ اس کی تو جمیع میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہادت اس
 مطابق واقع خبر دینے کا نام ہے جو جزم و یقین سے ہو۔ اور معصیت کے لیے مناسب نہیں کہ ایسی خبر کی ذمہ داری اپنی ذات
 کے سوا کسی اور کی طرف سے بھی اٹھائے بخلاف حوالہ الہی کے تاکہ کلام ایمان کے مطابق ہوا متفق ہو جائے۔ وَ أَشْهَدُ
 أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ اَللّٰهِمْ جِزْمٌ وَ يَقِيْنٌ سَے گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور خلق کی طرف
 اس کے پیغمبر ہوئے رسول ہیں۔ اَلَّذِيْ بَعْثْنَاكَ وَ طَرَفُ الْاِيْمَانِ كَقَدْ عَفَفْتَ اَنَّا رُكَّاهَا وَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کی
 صفت اور شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے حال میں مبعوث فرمایا جب کہ ایمان کے دراستے ناپیدہ اور اس کے
 نشانات مٹ چکے تھے وَ جَبَّتْ اَعْمَارُهُمْ اَوْدَانِ اس کی روشنیاں بھیج چکی تھیں۔ وَ هَدَيْتْ اَمْرًا كَانَتْ اَوْدَانِ کے ستون
 سست و کمزور اور بے بنیاد ہو چکے تھے۔ لیکن بغیر ماہر چیز کے معبوط ستون اور سمارے کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں
 ہے وَ جُعِلَ مَثَلُ هَٰؤُلَاءِ اَوْدَانِ کی جگہیں لاپتہ اور پوشیدہ ہو چکی تھیں جو سکتے ہیں طوق ایمان سے ایمان و رسول صلی اللہ علیہ
 وسلم علیہم اجمعین اور ان کے پیرو کار اور تبعین یعنی علماء دین اور علماء یقین پر چھنے والے لوگ مراد ہوں۔ اور ان کے راستوں
 کے مٹ جانے، ان کی روشنیوں کے بھیج جانے اور ان کے ستونوں کے کمزور پڑ جانے سے مراد ان اعمال کا ترک کر دینا جو اعمال
 نے شریعت کے طرہ پر لوگوں کو تباہ کیے اور ان باتوں کا انہوں نے حکم دیا۔ اَلَّذِيْنَ اَعْمَلُوا اَعْلًا وَ اَدَابًا اَوْدَانِ و مَوَارِثِ
 کی انہوں نے وضاحت کی ہے اور جنہیں انہوں نے روشن و ظاہر کیا ہے۔ نیز علم دین پر چھنے، علم و اخلاق و آداب کے ساتھ
 موصوف ہونے کو چھوڑ دینا علم ہو اور ان کے مکان کے لاپتہ ہو جانے سے ان کے مرتبہ اور شان اور ان کے حقوق پہچاننے
 سے بے خبر ہونا مراد ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ طرق ایمان سے طوم و اعمال، آداب و ریاضتیں، اچھی صفات کی تحصیل اور
 اخلاق حمیدہ کی تکمیل مراد ہو۔ کہ انہی چیزوں کے ذریعے انسانی ایمان کامل کامر جا سکتا ہے جو حق کے راستے پر چھنے والوں
 کا مقصود و مطلوب ہے۔ اور نشانات کے مٹ جانے، روشنیوں کے بھیج جانے، ستونوں کے کمزور پڑ جانے اور مکان کے لاپتہ
 ہو جانے سے اس راستے پر نہ چلنا اور اس کی تحصیل و تکمیل کے اہتمام سے لاپرواہی یا تیرا مراد ہو۔ فَتَقِيْدًا مَسْكُوَاتُ اَعْلُوْ
 مَسْلَمَتُهُ مَكِيْمُوْنَ مَعْلَمًا مَعْلَمًا اَوْ مَعْلَمًا مَعْلَمًا اَوْ مَعْلَمًا مَعْلَمًا اَوْ مَعْلَمًا مَعْلَمًا اَوْ مَعْلَمًا مَعْلَمًا اَوْ مَعْلَمًا مَعْلَمًا
 جگہوں کو اور پناہ اور بلند کر دیا جو ہر جگہ اور ہر مٹ چکی تھیں۔ اور راہ کو دیکھنے والوں اور اس پر چلنے والوں کے لیے پوشیدہ
 ہو چکی تھیں اگرچہ باطنی آنکھوں کے اندر حرم کو انسانی دماغ اور ظاہر ہونے کے باوجود وہ جگہیں اور راہیں باطن ہی نظر نہ

آسکس۔ وَشَفَى مِنَ الْعِلْدَانِ تَابِيْدُ كَلِمَةِ التَّوْحِيدِ كَانَتْ عَلَى شَفَا۔ اور آپ صلا اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو موت اور ہلاکت کو جھانک رہے تھے واپس راہ راست سے ہٹ چکے تھے اور مراط مستقیم پر نہیں چل رہے تھے یا آتش فزع کے گرمی کے مارے پہنچ چکے تھے، شفا اور شفا دہی عطا فرمادی۔ اور کلمہ توحید کو قوت و طاقت عطا کر کے انہیں جہالت و ظلم کی بیماری سے نجات عطا فرمادی۔ یہ دوا اصل اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے وَكُنْتُ عَلَى شَفَا حُشْرٍ مِنَ النَّاسِ اَوْ قَدْ لَوْكُ الْاَكْ كَلِمَةِ التَّوْحِيدِ كَانَتْ عَلَى شَفَا۔ اور کلمہ توحید سے کلمہ ایمان یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مراد ہے۔ اکثر نفوس میں غلیل یعنی مہم ہے یعنی بیمار۔ اور اس سے بیماروں کی جنس مراد ہے کوئی مخصوص فرد مراد نہیں۔ میں یا نبی یا نبیغیبہ ہے۔ جسے عبارت میں مقدم کر دیا گیا ہے۔

جمال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ ہمارے اصل سماع اور ہمارے سامنے کتاب مشکوٰۃ کے تمام نفوس میں غلیل یعنی بے نقطہ ہے۔ یعنی بیمار یعنی وہ گزشتہ معنی جنس بیمار مراد ہے۔ اور چنانچہ ہے کہ غلیل یعنی مجھ سے پڑھا جائے۔ جو غفلت یعنی کینہ یا غفلت بروز غفلت یعنی کینہ سے شش ہو۔ یا یعنی سوزش و تشنگی اور اس سے وہ لوگ مراد ہوں جو جماعت اہل ایمان سے کینہ رکھتے ہیں۔ اور تشنگی کا مول کی طرح جہالت و ضلالت کے جنگل میں حیران اور سرگشتہ پھر رہے ہیں واثنا ظلم یا انصواب انتہی۔ اور میں خدا تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ غلیل مصدر بھی تشنگی و سختی اور یعنی سوزش مینہ آیا ہے ایک شاعر نے کہا ہے۔

یشقی غلیل صدور ہمدان قہر ہوا

تھارا ہلاک ہو جانا ان کے سینوں کی سوزش کو شفا بخشا ہے۔

اور سوزش کے معنی میں ہو۔ اور شفی سے متعلق ہو تو یہ بھی صحیح تو جیسے ہے۔ اور اس کا معنی ظاہر ہے کمال نبی و اَوْضَحَ مَسْبِلَ الْهَدَايَةِ لِيَنْتَهِدَ اَنْ يَسْتَكْبَرَ اور روشن کر دیا ہدایت اور ایمان کا راستہ ہر ایسے شخص کے لیے جو اس پر چلنا چاہے۔ وَاَظْهَرَ كَثْرَةَ السَّاعِدِ لِيَنْتَهِدَ اَنْ يَسْتَكْبَرَ اور ظاہر نمایاں کر دے سعادت و نیک بختی کے خزانے ہر ایسے شخص کے لیے جو ان خزانوں کے مالک بننے کا قصد و ارادہ رکھتا ہو۔ اس موقعہ و محل اور مفتاح کی مناسبت سے گنجانے سعادت سے ایک تو اسلام، ایمان، احسان، طاعات، عبادت اور عنایات الہیہ کی قریب جیسے امر مراد میں دوسرے ان امور و صفات کے قافی و مواہب یعنی علوم، معارف، انوار اور امرار مراد ہیں۔ جو شخص ان عزائوں اور خزانوں کو جمع کرتا ہے۔ نیم جنت سے ملنے حق تعالیٰ اور اس بلند بزرگوں اقدس کے عطا کی سعادت ابدی اسے نصیب ہوگی۔ ایک حدیث میں موجود ہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کنز من کنوز الجنة یعنی لاجل

ولا قوۃ الا بالشدہ بنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، تو اس میں اسی طرح اٹاوا ہے۔ الاغراض وقت اسے اللہ
میں یہ گنہگار نے سعادت عطا فرما۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ بیت

اسیر لفتی تن مانند و گر نہ ترا چہ گنجاست کہ در ملک جان میا نیست

ترجمہ۔ اسوس کہ تو جسمانی لذتوں میں گرفتار ہو کر ہو گیا ہے۔ ورنہ وہ کون سے خزانے میں جو یہ جانی ملک میں تیرے لیے
مہیا اور حاصل نہیں ہیں۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ راہ ہدایت کا بیان والیضاح اور گنج سعادت کا اظہار و اختصار جو میان شریعت اور
تعلیم دین سے عبارت ہے، اس پر چلنے والوں اور ان خزانوں کا مالک بننے والوں اور نہ چلنے کا ارادہ کرنے والوں اور
ان خزانوں کو اپنی ملکیت میں نہ لائے کا قصد کرنے والوں سب کے لیے برابر ہے تو پھر مصنف نے قصد ارادہ کی تخصیص
کیوں کی ہے۔

جواب :- جب کہ اس وضاحت و اظہار سے نفع اٹھانے والے صرف یہی لوگ ہیں جو اس کا قصد ارادہ کرتے ہیں۔
اور اس کا فائدہ اور نفع بھی صرف انہی حضرات کو پہنچتا ہے۔ تو گویا یہ ایضاح اور اظہار صرف انہی لوگوں کے لیے ہے۔
اور بس جیسا کہ آیت **فَذِي الْقَلْبِ الْغَافِلِ** کی تفسیر میں مفسرین کلام نے کہا ہے۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ التَّسْلُوكُ بِهَدْيِهِ لَا يَسْتَحْبِبُّ ”امایہ ایک کلمہ ہے جو ایک اسلوب و طرز سے دوسرے
اسلوب و طرز کی طرف منتقل ہونے کے وقت انسان استعمال کرتا ہے۔ اور کہتا ہے ”امایہ“ باب تاریخ و اخبار کا
اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے یہ کلمہ کس نے استعمال کیا۔ مشہور ہے کہ سب سے پہلے اسے حضرت داؤدؑ پیغمبر
علیہ السلام نے استعمال فرمایا۔ اس قول کے ملاحظہ اور اقوال میں اس کلمہ کی شرح میں مذکور ہیں و اللہ تعالیٰ اعلم۔ یہاں اصل
کلام اس طرح ہو گا حمد و صلوة اور شہادہ مذکور کے بعد جب تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، طریقہ اور عادت مبارکہ کو
مضبوطی سے نمٹنا سنے کا عمل تمام اور درست اور ٹھیک نہیں ہو سکتا **لَا يَأْتِيكَ إِلَّا بِمَنْ هَدَىٰ** ”لَا يَأْتِيكَ إِلَّا بِمَنْ هَدَىٰ“
پیروں کی گئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے صادر و ظاہر ہوئی ہے۔ مشکوٰۃ دراصل اس روایت
اور طاقی کو کہتے ہیں جو جراح رکھنے کے لیے دیوار میں بنایا جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو اس طاق
سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں جراح ہوتا ہے اور نور کا فیضان آپ کے دل و رخسے سے جو جراح کا خاتمہ ہے، لوگوں کو پہنچتا
ہے یا قلب شریف آئینہ کی طرح ہے جیسے درخشندہ ستارہ اور آپ کے دل اطہر میں پاکیزہ اور روشن لطیفہ جراح کی

مانند ہے تاکہ یہ تشبیہ مطابق آید کہ یہ مکتبہ فخریہ کی گنجینہ کو قریباً مقابلاً مقابلاً فی ذلجا جاتہ الایہ اس کے نور کا مال طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو چراغ شیشے میں ہوا لالہ (سرمایہ) والا مختصاً موجد اھو لایہ تفرکاً یوہیکان کشفہ اختتام پنچے کے ساتھ مضبوط پکڑنا، میل رسی۔ بیان واضح اور صاف گفتگو کرنا کشف نمایاں کرنا نکالنا۔ یعنی مضبوط پنچے کے ساتھ اشک کی رسی کو پکڑنا جو اس کی جناب کے قرب تک وصول اور پہنچنے کا سبب و وسیلہ ہے، مکمل نہیں ہو سکتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمائے نمایاں اور ظاہر کرنے سے۔ جلد اللہ واشک کی رسی اسے یا تو خدا تعالیٰ کا وہ عمدہ پیمانہ مراد ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے۔ یعنی ایمان، توحید، ربوبیت کا اقرار اور اس کی فرمانبرداری اور عبادت کی پابندی کرنا۔ اور جسے الست کے رعد بندے قبول کر چکے ہیں (مگر بعد میں) اسوار کے ابدان کے ساتھ متعلق ہونے اور تبارع اور اشتباہ عامی کے سبب اسوار پر کدورتوں کے میل کھیل چڑھ جانے سے بندوں نے اسے فراموش کر دیا اور انبیاء و عیساء و السلام تشریف لاکر اس عمدہ کی یاد دہانی کرتے رہے ہیں خصوصاً حضور سید رسل علیہ وعلی آلہ من الصلوٰۃ الفضلہ واکملنا فی واضح اور صاف بیان سے اور پوری طرح کھول کر اسے لوگوں کے سامنے رکھا۔ اور مکمل طور پر اس کی یاد دہانی کرائی ہے۔ اور واضح آیات و غالب معجزات کے ذریعے اس کی تائید و توثیق کی۔ اور فرمایا ہے لوگو! اللہ کے عمدہ کو پورا کرنا تاکہ مطابق آیت کریمہ اَدْعُوا بِحُجَّتِہِیْ اَوْفَوْا بِعَہْدِکُمْ اَوْفُوا بِعَہْدِکُمْ اَوْفُوا تم میرا عمدہ پورا کرو میں تمہارا عمدہ پورا کروں گا، اللہ تعالیٰ میں دائمی نعمتوں، رعنا و قرب، اپنی ذات کریم کے دیدار سے تیں مشرف کر کے اپنا وعدہ اور عمدہ پورا کرے۔ نظم

جو تک در عمد خدا کر دی وفا از کرم صمدت نگہدار خدا

یک زبان اور فوجی گشتدار تاکہ اوت عمدہ کم آید زیار

آن جوامعت را کہ وہائی بودہ اند بر ہمد امناات شایان بودہ اند

ترجمہ۔ جب تو نے خدا تعالیٰ کا عمدہ پورا کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تیرے ساتھ کیے ہوئے عمدہ کو پورا کرے گا۔

اور فوجی کی آواز اپنے کافوں میں تازہ رکھ تاکہ تو اپنے دوست حقیقی کی طرف سے اوت عمدہ کم کی خوشخبری سنے۔

کالمین کی وہ جوامعت جو خدا داری میں پوری اتاری وہ اس وقت کے عمدہ کی صفت میں سب سے سبقت لے گئی۔

اور ہو سکتا ہے کہ جبل اللہ سے مراد قرآن مجید ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ القرآن جبل اللہ المدد و من السحاب والیٰ جو قرآن مجید اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے۔ فضائل قرآن میں یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث، ان شاء اللہ آئیں گی۔ اور جس طرح مضبوطی سے رسی کو پکڑنا پانی حاصل کرتے وقت کنسری میں گرنے سے سلامتی اور حفاظت کا ہے۔

نہجہ ہے، قرآن مجید کو تمام لینا جہنم کے گروہوں میں گرنے سے نجات کا سبب و ذریعہ ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ قرآن کے معانی کی حقیقت اور اس کے مقاصد کا فہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان و انکشاف کے بغیر نہیں آسکتا جو احادیث کی شکل میں موجود و معلوم ہے۔

وَكَانَ كِتَابُ الْمَصْنُوعِ بِحَرِّ الْكَذِبِ مَشْفَعًا أَلَا مَاتَمَّ. اور کتاب المعانی جیسا اپنے زمانہ کے پیشوا و مفتادوں نے تصنیف فرمایا تھا۔ تصنیف کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور بعض کو بعض سے الگ کرنا۔ صفت کسر و صاف یا نفع و مضر سے مشتق ہے۔ بعض ایک حصہ اور ٹکڑا۔ اس کی جمع اصناف آتی ہے۔ محلی الشئ۔ جو سنت کو زندہ کرنے والے تھے۔ سنت لغت میں روش اور طریقہ کو کہتے ہیں اور اصطلاح شریع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مراد ہوتی ہے چاہے وہ آپ کا قول یا فعل یا تقریر ہو۔ جیسا کہ مقدمہ میں گزرا۔ اور میں کام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر اس کے درجہ کی کوئی دلیل نہ ہو وہ بھی سنت میں داخل ہے۔ بعض علماء نے اس عمل کو سنت قرار دیا ہے جو آپ نے ہمیشہ کیا ہو مگر کہیں کہیں ترک بھی کیا ہو۔ قَامِعُ الْيَدِ عَقْوُ جَوْدِ عَصَا پر غالب آئے والے اور اُسے ذلیل و خوار کرنے والے تھے۔ دین میں نئی بات جاری کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ شرح شریف میں بدعت کے مفہوم کی حقیقت اور اس کے اقسام و انواع کی تفصیل باب اعتصام بکتاب و سنت میں ان شاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگی۔ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ یہ امام صاحب کی کنیت ہے۔ اَلْعَصِيْبُ آپ کا نام مبارک ہے۔ بَنِي مُشْعُوْدُ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی ہے۔ العزاد فتح فاؤر تشدید را کے ساتھ پوسین و ذرا چھڑے کی سلائی کرنے والے، مصنف مشکوٰۃ المعانی کے والد کی صفت ہے جو یہ کام کرتے تھے۔ اَلْبَحْوُفُ پنشنہ کی طرف منسوب ہے۔ جو ہرات اور مرد کے درمیان ایک گاؤں تھا۔ قَامِسِ دین ہے کہ بنشور مفت ہرات اور مرص کے درمیان ایک شہر کا نام ہے۔ اور یہ غلات قیاس نسبت ہے۔ محلی السنۃ ابو محمد الحسین بن الفراء اس کی طرف منسوب ہے۔ غالب اور کثیر الاستعمال یہ ہے کہ اسم مرکب مزجی میں جز و دوم کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ لیکن کہیں جز و اول کی طرف بھی نسبت کر دیتے ہیں۔ جس طرح معدی مرکب میں معدی اور معدی کی معنی۔ ایک روایت کے مطابق اس گاؤں کو بیخ بھی کہتے تھے۔ اس قول کے مطابق مذکورہ تاویل کی ضرورت نہیں۔ جہتی۔ نسبت کرتے وقت دو زیادہ کر دیتے ہیں۔ جیسے دینی میں دہلوی اور غزنوی کو غزنوی، علم صرف میں اسے بھی قاعدہ قرار دیا گیا ہے۔ وَقَعَ اَهْلُهُ وَرَجَعَتْ اِلَيْهِ اُمَامُ مَرُوفُ کے درجات بلند فرمائے۔

امام محی السنۃ علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات

آپ اپنے زمانہ میں اہل اسلام کے پیشوا و مفتاد و مفتی، ادب و تفسیر کے امام، احادیث میراث نام صلی اللہ علیہ وسلم کے

کی جمع ہے بعضی وحشی جانور۔ مزاح میں ہے آبد گائے میل کا بیجا جانا لوگوں کے ساتھ مل کر ذرہ بنا۔ ادیبوں کی بیانی
 بھاگ جانے والے جانور۔ میر جمال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے شمار دے وہ احادیث مراد ہیں جن کی تخریج
 کتب اصول میں تو کی گئی ہے مگر طالبان حدیث سے یہ بات پوشیدہ ہو کر وہ کہاں کہاں سے لائی گئی ہیں۔ تو گویا وہ
 احادیث ان سے بھاگ چکی ہیں۔ اور اداوا بد سے وہ احادیث مراد ہیں جن کے مرادی اور مقصودی معانی طالبان حدیث
 سے پوشیدہ ہیں۔ تو گویا وہ احادیث طالب علم سے وحشت و نفرت اختیار کر چکی ہیں۔ اور محی السنہ نے مصابیح میں ان
 کے مناسب دلائل باب میں لاکرائیں پوشیدگی و وحشت کی دھت سے نکالا اور ضبط تحریر میں لاکرائیں مانوس کر دیا ہے دکن
 سَلَّمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ طَرِيقًا إِلَى خَيْرٍ صَارَ وَحَدَّثَ الْإِسْلَامَ بِدَقِّكَ قَلْبُكَ وَبَعْثَ الْقِتَادَ اِذَا رَجَبَ كَاحْضَرْتَ شَيْخًا مِنْ
 میں اختصار کا راستہ اختیار کیا اور سندیں حذف کر دیں تو بعض ناقدین اور کھری کوئی بھٹکانے والوں اور مجمع حدیث کو غیر
 مجمع سے الگ کرنے والوں نے اس پر اعتراض کر دیے۔ اس لیے کہ ان کی نگاہ میں مجمع و مقیم میں امتیاز سندوں سے ظاہر
 ہوتی ہے۔ تو جس حدیث کی سند کم کر دے ہوگا وہاں مجمع و مقیم میں امتیاز نہ ہو سکے گا۔ اس حدیث کی سند کا معنی ہے کسی کو پانچ
 بلانا کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ یکساں شمار دینا، اور بات کو آشکارا کرنے والے تک نے جانا اس حدیث کی اصطلاح
 میں اس کا معنی ہے متنب حدیث کے طریق کو اس طرح نقل کرنا کہ اس کی روایت کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ ان رجال
 و اشخاص کا ذکر کرتا جنہوں نے وہ حدیث کی روایت ہے۔ اور متنب حدیث اس سے عبارت ہے جس کا اسناد پورا ہونے
 کے بعد ذکر ہوتا ہے۔ اور کتاب الصابیح میں حضرت اسناد سے معافی اور حدیث بیان کرنے والے اور اپنی کتاب میں وضع
 کرنے والے محدث کا ذکر نہ کرنا مراد ہو گا کیونکہ مصنف نے مشکوٰۃ میں مصابیح پر زیادہ سے زیادہ یہ کام کیا ہے کہ معافی
 کا ذکر اور ہر حدیث کے تخریج راہی کتاب میں لائے والے محدث کا ذکر کر دیا ہے اس کے برعکس صاحب مصابیح نے ان
 دونوں چیزوں کو چھوڑ دیا تھا۔ اور ہو سکتا ہے اسناد سے اصطلاحی معنی مراد ہو۔ یعنی طریق متنب کی حکایت ہر سند کے
 پورے رجال کا ذکر۔ لیکن مولف علیہ الرحمۃ نے پورے اسناد کے ساتھ کتاب میں وضع کرنے والے محدث کے ذکر پر اکتفا
 کیا ہے جیسا کہ وہ آگے فرمائیے گئے کہیں نے جب ان محدثین کی طرف حدیث کی نسبت کر دی تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 طرف نسبت کر دی۔ اس اعتبار سے معافی کا ذکر بعض ترک و تاکید کے طور پر ہو گا (موجب) بھٹکانے والا اس فن والوں کے نزدیک
 اخراج و تخریج، اسناد کے ساتھ حدیث کتاب میں لانے سے عبارت ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں اخرجہ الشیخ اس حدیث کا
 اخراج شیخان (بخاری و مسلم) نے کیا ہے۔ یا اخرجہ الشیخان یا اس کی تخریج شیخین نے کی ہے۔ ان الفاظ سے ان
 کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ان حضرات ائمہ نے یہ حدیث سند کے ساتھ راہی کتاب میں وضع کی ہے۔ تو مرسل فرماتے ہیں صاحب

معاہد کے سندیں مذکور دینے کی وجہ سے کچھ ناواقفین نے آپ پر اعتراض کیا اور قیل و قال کی قاف کَانَ فَقَدْ
قَوَانَتْ مِنَ الْمُتَّفَاتِ کا لٹکھا دیا اگرچہ شیخ فی السنۃ کا حدیث نقل کرنا جب کہ وہ خود ثقہ اور لائق اعتماد لوگوں میں ہے،
حدیث کے باسند بیان کرنے کے مترادف ہے۔ یعنی شیخ فی السنۃ کا احادیث بے سند بیان کرنا باسند بیان کرنے کے
مکمل میں ہے۔ لفظ ثقات ثقہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ثقہ ہیں۔ اعتماد کرنے اور درست جاننے کے ہیں۔ اس لغوی
معنی کے مطابق حدیث میں متعدد متبر شخص پر اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ لَکِنْ لَّيْسَ مَعَهُ اَعْلَامٌ کَا عَقْلَانِ اگرچہ صاحب
معاہد کا باسند بیان کرنا ان کے ثقہ ہونے کی بنا پر باسند کی طرح ہی تھا تاہم جس راستے میں نشانات و علامات موجود
ہوں اس راستے کی طرح نہیں جو بے نشان اور بے علامت ہو۔ اعلام بفتح ہمزہ جمع عکمر و فتحوں کے ساتھ معنی ایسی
علامت اور اثر جو دوسری چیز پر دلالت کرے۔ اعتقاد بھی اسی وزن پر بمعنی فہم کی جمع ہے۔ غفل اس زمین کو کہتے
ہیں جس میں آبادی کا کوئی نشان نہ پایا جاتا ہو۔ اور اعلام و اعتقاد بہ لفظ مصدر بھی درست ہے۔ فَاسْتَحْوَتْ اَهْلَهُ
فَاسْتَوْقَفَتْهُ تَوْفِیْقُہُ نے اس عمل پر اللہ تعالیٰ سے غیروکیل طلب کی اور اس سے توفیق کی درخواست کی۔ فَاَعْلَمْتُ مَا اَعْلَمْتُ
توفیق نے غیرو کی توفیق مانگنے کے بعد صاحب معاہد کی احادیث کو جنہیں انہوں نے بے نشان اور بے علامت چھوڑ دیا تھا،
نشان والا کر دیا۔ یعنی انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے
والے کا ذکر چھوڑ دیا تھا، میں نے ہر حدیث میں اس کا راوی ذکر کرنے کی پابندی کی نیز صاحب معاہد نے ہر حدیث کی
جو تخریج جنہیں کی تھی (اس حدیث کو اپنی کتاب میں باسند بیان کرنے والے محدث کا ذکر نہیں کیا تھا) میں نے ہر اس کی
تخریج کر دی۔ اگرچہ صاحب معاہد کی تصحیح اور حسن احادیث میں وضع کردہ اصطلاح سے اجمالاً پتہ چل جاتا ہے کہ تمہارا
میں دونوں شعبہ یا ان میں سے ایک کی مطابقت کردہ حدیث مراد ہے۔ اور قسم دوم میں ان کے غیر کی احادیث ہیں۔ لیکن میں
نے خصوصیت کے ساتھ ہر حدیث میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔ تَہَنُّا وَ اَکْثَرُ اَلَّذِیْنَ تَتَّقُونَ وَ اَلَّذِیْنَ تَتَّقُونَ جیسا کہ عمدہ
شکل میں کام کرنے والے اور قابل اعتمادانہ نے جو علم حدیث میں پختہ اور مضبوط ہیں، اپنی تصنیفات میں اسے روایت
کیا تھا۔ جیسے ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، ابو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری، ابو عبد اللہ مالک بن انس الامشی، ابو عبد اللہ محمد
بن ادریس الشافعی، ابو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانی، ابو یوسف محمد بن یحییٰ الترمذی، ابو داؤد سلیمان الاشعث السجستانی و
ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی۔ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن ماجہ القزوی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی و
ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی، ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی، ابو الحسن زبیر بن حادیر، العبدی۔ حدیث کے ائمہ سے
تبرہ حضرات میں جنہوں نے اپنے اپنے اسناد کے ساتھ احادیث اپنی کتابوں میں لائی ہیں۔ اور صاحب منکرۃ نے احادیث

بھی شریک ہوں۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (القرآن) روایت میں ان کے منہ پیرا اور ذوق اشان ہونے کی بنا پر کہ کسی حدیث کو ان دونوں کے روایت کر دینے سے حدیث کی صحت کا اصل ثابت ہو جائے سے دوسروں کی روایت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگرچہ دوسروں کا بھی روایت کرنا تا ئید و تاکید کے لیے ضروری مفید ہے۔ مگر صرف شیخین کے ذکر میں اختصار بھی ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ جس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہو اسے اصطلاح حدیث میں متفق علیہ کہتے ہیں۔ لیکن اس میں ایک شرط ہے کہ دونوں نے ایک ہی صحابی سے روایت کی ہو۔ اور اگر دونوں کے راوی الگ الگ صحابی ہوں تو اسے اصطلاح حدیث میں متفق علیہ نہ کہیں گے۔ شیخ ابن حجر نے شرح نخبة الفکر میں اس کی تصریح کی ہے وَثَابِتٌ هَذَا مَا أَرَدْنَا غَيْرُهُمَا مِنَ الْأَشْخَاطِ الْمَذْكُورِينَ (الفتح) فصول میں سے دوسری فصل ان احادیث پر مشتمل ہے جنہیں شیخین کے بجائے دوسرے ائمہ نے روایت کیا ہے۔ وَفَرَّقْنَا مَا اسْتَسَنَّ عَلَى تَنْبِذِ تِسْرِي فَعَلِ ان جِزْوِلِ پر مشتمل ہے ہر مقصد باب اور جس غرض کے لیے باب باندھا گیا ہے اس کے موافق ہیں۔ مِنْ مُثَلِّقَاتٍ مُنَابِجَةٍ یعنی ایسے لمحات اور مناسب امور جو باب پر چسپاں ہوتے ہیں اور مقصد باب کے مناسب و موافق ہیں مِمَّا خُفِّضَتْ عَلَى الشَّرِيعَةِ اس شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی ہر حدیث میں راوی اور اس کے روایت کرنے والے محدث امام کا ذکر۔ فَإِنْ كَانَ مَا تَوَرَّأَتْ السُّلُفَ وَالْمُتَلَفِّتِ وہ چیز جو فعل سوم میں مذکور اور معنی باب پر مشتمل ہے اگرچہ جماعت سلف اور گروہ طاعت سے ہی متعلق ہوئی ہو۔ یعنی متقدمین اور متاخرین علماء سے ماثور و منقول ہو۔ مطلب یہ کہ جو کچھ میں نے فعل سوم میں ذکر کیا ہے اس میں یہ پابندی نہیں کی کہ وہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوعہ ہی ہو، بلکہ صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے حضرات کے وہ اقوال، افعال اور تقریرات جو باب کے مناسب ہوں، بھی تیسری فصل میں درج کر دی ہیں۔ اور مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ اصطلاح میں انہیں بھی حدیث کہہ دیتے ہیں۔ یہ تیسری زائد فصل مصنف لکھنے میں محتاج ہیں نہ مکتبی۔ مضامین میں صرف اول اور ثانی قسم ہی تھی۔ اسے بھی فصل کے عنوان سے بیان نہ کیا تھا۔ بلکہ اول کو جسے شیخین یا دونوں میں سے ایک نے روایت کیا تھا اپنے قول میں من الصحاح کے عنوان سے معنون کیا۔ اور دوسری قسم کو جسے غیر شیخین نے روایت کیا من الحدیث کے عنوان سے ذکر کیا۔ قسم ثانی کو حسان کے نام سے موسوم کرنا صاحب مضامین کی جدید اصطلاح ہے۔ درجہ قسم ثانی میں صحیح اور ضعیف احادیث بھی ہیں، یا انتخاب کے طور پر سب کو حسان کہہ دیا کیونکہ قسم ثانی میں زیادہ تر من احادیث ہی ہیں حالانکہ علم۔

اور صاحب مشکوٰۃ نے اپنے قول میں الفصل الاول الفصل الثاني کے عنوان سے معنون کیا۔ اور مصنف نے مذکورہ کتابوں سے احادیث کا کبار کے اپنے پاس سے ایک تیسری فصل بنادی۔ وہ چارہ شیخین سے مروی ہو چاہے غیر شیخین سے۔

اور اس کے ساتھ سلف کے اقتل و آثار بھی ملا دیے اور یہاں بھی ہادی کا ذکر وہ صلیبی ہوا غیر صلیبی اور منکرہ ائمہ میں
 ہے اپنی کتاب میں لانے والے کا نیز کبھی احترام دیا ہندی سے کیا ہے۔ **فَعَدَّ ثَلَاثَ مِائَاتٍ مِائَاتٍ** باب پھر ان منکرہ
 مقدمات کے جان لینے کے بعد یہ بھی ظہر میں جڑنا چاہیے کہ اس کتاب کے الجاب میں سے کسی باب میں اگر تجھے کوئی ایسی حدیث
 ملے جسے صاحب معاریج نے اس باب میں درج کیا تھا **فَذَلِكَ عَنْ يَكْفُرُ بِأَسْوَطَةٍ** تو اس حدیث کا اس باب میں مذکور نہ
 ہونا اور نہ غنا اس وجہ سے ہے کہ صاحب معاریج نے اسے مکرر بیان کیا تھا۔ میں نے اسے باقسط کر دیا بیان نہ کیا۔ **وَدَّ**
إِنْ وَجَدَتْ أَخْرَجْتُهَا مَعَهُ وَكَانَ عَلَى شَيْءٍ أَوْ دَرَّ اگر تو بعض دوسری احادیث میں سے کسی کو مختصراً پائے
أَوْ مَعَهُ مَوْضِعًا آخَرَ یا کسی جگہ اس متروک حدیث کو مکمل اور باقی حصے کے ساتھ موجود پائے۔ **فَعَنْ حَاضِرٍ أَوْ هَاتِمٍ أَوْ مَرَكَةٍ**
أَلَيْسَ تو کسی خاص وجہ یا انتہام اور اعتنا کی بنا پر میں نے اس کے کچھ الفاظ کو چھوڑا ہو گا۔ یا انتہام اور ضرورت کے تحت میں
 نے پوری اور مکمل حدیث بیان کی ہوگی، یعنی یہاں ایسی صورت حال ہوگی جہاں اس کے بعض الفاظ نقل نہ کرنے یا پوری حدیث
 بیان کرنے کی مقامی ہوگی۔ اس کے بعض الفاظ ترک کر دینے کا سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ مثلاً اس حدیث کا کچھ حصہ ہی باب
 کے مناسب ہے۔ دوسرا حصہ اس باب کے مناسب نہیں۔ یا ایک حصہ یا اس باب کے مناسب ہے اور دوسرا کسی دوسرے
 باب سے مناسب رکھتا ہے۔ جو حدیث اس نوعیت کی ہے میں نے اسے مختصر شکل میں بیان کیا کہ اس باب کے مناسب حصہ
 کو ذکر کر دیا باقی ذکر نہ کیا۔ اور اگر حضرت شیخ فی السنۃ علیہ الرحمۃ نے ایسی غرض سے کہیں اختصار کیا ہے تو میں نے
 بھی اس کی پیروی کی ہے۔ اور اس مناسبت کی رعایت کرتے ہوئے میں نے بھی اسے اختصار کی صورت میں درج کر دیا ہے
 اور جس حدیث میں میں نے یہ صفات تپاؤں اس کے تتمہ اور باقی مانعہ حصہ کو بھی اس سے جدا کر بیان کر دیا۔ اگرچہ شیخ نے
 اس کے بیان میں اختصار کا راستہ اختیار کیا تھا اور یہ ہو سکتا ہے کہ ترک یا الحاق کا باعث وہی اس بیان شعبہ معنی
 کے علاوہ کوئی اور معنی بھی ہو (محبوب مجھ سے) **وَكَانَ عَشْرَتٌ عَلَى اخْتِلَافٍ فِي الْقَدَمَيْنِ** اور اگر فصل داخل اور فصل ثانی
 میں تجھے اختلاف کی اطلاع ہو تو میری فصل کے اختلاف کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں
 ہے۔ **مَنْ دَخَلَ غَيْرَ الشَّيْخَيْنِ أَوْ أَحَدَهُمَا** وہ اختلاف یہ ہے کہ غیر شیخین کا ذکر تو فصل اول میں پائے گا **وَكُنْ هَذَا الْبُحْثُ**
 اور شیخین امام بخاری و امام مسلم کا ذکر تجھے فصل ثانی میں ملے۔ یعنی صاحب معاریج نے تو یہ بات طے کر رکھی ہے کہ جو
 احادیث قسم اول میں وارد کی ہیں وہ بخاری و مسلم کی ہیں۔ اوپر قسم دوم میں وارد کی ہیں وہ اس کے خیال میں غیر بخاری و مسلم
 کی احادیث ہیں۔ لیکن میں نے فصل اول کی بعض احادیث غیر بخاری و مسلم کی طرف نسبت کر دی ہیں اور ان دو اماموں کی جگہ
 دوسرے ائمہ حدیث کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ باب سنی و متروکی فصل اول اور باب فغافل القرآن کی فصل اول اور کتاب الآداب

[illegible]

وَأَنْ تَأْتِيَتْ أَهْلَكَ بِمِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِّنَ خَيْرٍ يَّعْلَمِ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَإِذْ تَأْتِيَتْ أَهْلَكَ بِمِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِّنَ شَرٍّ يَّعْلَمِ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّكَ أَنتَ السَّامِعُ الْمُعْلِمُ ۚ وَإِذْ تَأْتِيَتْ أَهْلَكَ بِمِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِّنَ خَيْرٍ يَّعْلَمِ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَإِذْ تَأْتِيَتْ أَهْلَكَ بِمِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِّنَ شَرٍّ يَّعْلَمِ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّكَ أَنتَ السَّامِعُ الْمُعْلِمُ ۚ

اختلاف نظر آئے کہ صاحب مصابیح نے اُسے اور الفاظ سے ذکر کیا ہو اور میں نے دوسرے الفاظ سے تذوق میں مستعد
 طوق التحذیر۔ تو یہ اختلاف احادیث کی اسانید کے متفرق اور زیادہ اور مختلف ہونے کے باعث ہے۔ جو حدیث
 نمک پہنچنے کے راستے ہیں۔ ایک طریق اور اسناد سے حدیث ابن العلقمہ کے ساتھ آئی ہے۔ دوسرے طریق اور دوسرے
 اسناد میں دوسرے الفاظ سے۔ وَلَقَدْ عَلِمْنَا لَمَسَ الْأُتَمِّ عَلَىٰ تِلْكَ الْوَدَّيَةِ الْبَيْتِ مَسْكَةً الشَّيْءِ مِنْهُ اور اس کا سبب یہ
 بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس طریق کا پتہ نہ مل سکا ہو جس کے مطابق شیخ نے روایت کی ہے اور صاحب مصابیح کے الفاظ
 اس طریق کے مطابق ہوں۔ وَيَكُونُ مَسْكَةً أَوَّلَىٰ قِيلٍ مَّكُونٍ يَنْتَهِجُ بَيْنَ كِتَابِهَا مَعْنَى بَابِهَا كَمَا مَسَّ جَدَّتْ هَذِهِ
 الْوَدَّيَةِ فِي كِتَابِ الْأَصُولِ مجھے صاحب مصابیح کی یہ روایت کتب اصول میں نہیں ملی۔ یعنی ائمہ حدیث کی ان کتابوں میں جو
 روایت کا اصل و مدارج اور اس باب میں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اَوْ وَجَدْتُ مَسْكَةً تَحْتَ الْكَلْبِ فِي بَابِهَا كَمَا مَسَّ بَابِهَا
 کتب اصول میں شیخ کی ذکر کردہ روایت کے خلاف پایا ہے۔ وَادَّادُفَتْ عَلَيْهِ جِبْتٌ تَمِيرُ اس بات سے واقف
 ہو فَنَسَبَ الْقَصْدَ إِلَىٰ لَيْكَلِهِ الدَّوَايِعُ تَمِيرُ تَمِيرُ دَوَايِعُ اس قصہ کو کتابی کی نسبت
 میری طرف کرنا لا ائی جناب الشیخ جناب شیخ کی طرف نہ کرنا۔ اس اہل زبان میں ادب و احترام پایا جاتا ہے۔
 یعنی شیخ تو وہ ہستی ہیں کہ ان کا نام تو زبان مبارک پر لایا نہ ہو۔ جاتا ہے ان کی درگاہ کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ یوں ہی جب
 ایسے مقامات میں فقط حضرت یا مجلس یا خدام و لو اب یا ملازمین کی طرف نسبت کی جاتی ہے تو اس سے ادب و احترام
 مقصود ہوتا ہے۔ رَفَعَهُ اللَّهُ فَدَرَا فِي الدَّوَايِعِ۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی دونوں جہان میں منتشر فرمائے۔ سَاكَا
 وَبَيْنَ ذَٰلِكَ۔ قصہ کو کتابی کی اس نسبت سے شیخ کی نجات پاک و شرف ہے۔ اور ان کی یہ پاکیزگی و نزاہت خدا کی جانب
 سے ہے الفاظ ماشاء اللہ کی تحقیق اور بیان شرح میں ذکر کیا گیا ہے وَبَيْنَ ذَٰلِكَ عَلَا ذَٰلِكَ الْوَدَّيَةِ
 اس شخص پر رحم و دربان فرمائے جو اس روایت پر مطلع ہو جائے جسے شیخ نے مصابیح میں ذکر کیا ہے۔ حدیث میں کتب اصول
 میں اسے نہیں پاسکتا تَعْنَى عَلَيَّ تَمِيرُ بھی اس کے بارے میں حیدر اور آگاہ کرے۔ وَادَّادُفَتْ كَمَا مَسَّ طَرِيقُ الْقَصَابِ
 اور میں بھی راہ راست دکھا دے۔ تنہیہ و ارشاد اگر حقیقت پر محمول ہوں تو اس صورت میں نزول کی زندگی کے ساتھ
 مخصوص ہوں گے۔ اور اگر حقیقی معنی پر محمول ہو تو چھوٹے و افاد مناسب تغیر و تبدل، کتب پر سواشی کی تعلیق اور مناسب
 سواشی کی طرف اشارات اور ان پر تنہیہ کی صورت میں کتب کی صحت اور درستی مراد ہوگی۔ وَكَوْا لِحُفْدِ الْوَدَّيَةِ
 التَّغْيِيرُ وَالْتَفْيِيزُ۔ اور میں نے کتب اصول سے مختلف احادیث و روایات کی کھود کرید و تلاش و جستجو اور چھان بین
 بَعْدَ تَوْجُّهِ الطَّائِفَةِ اِیْنِ وَصَعَتْ وَطَاقَتِ كَيْ مَطَابِقِ كَوْنِ كِي نَبِيْنِ جَمْعُورِي۔ تنقیہ و تفتیش دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

جس طرح لفظ وسع اور طاق ہم معنی ہیں۔ اور یہ ارباب تعصیف کی عادت ہے کہ خطیبوں میں مترادف الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ وَتَقُلْتُ ذَٰلِكَ الْاِخْتِلَافُ كَمَا وَجَدْتُهُ۔ اور میں نے اختلاف روایات کو جس طرح پایا بالکل اسی طرح نقل کر دیا۔ یعنی بغیر کسی بیشی کہنے اور بغیر کسی تفسیر و تبدل کے۔ وَمَا اَنَّا اِلَّا رَاٰلِیُّو دَعٰی اللّٰهُ عَنْهُ مَوْتُ غَرِیْبٍ اَوْ مَضْعُفٍ اَوْ غَیْرَ مَا یُكْنَسُ وَتَعَدُّ قَوْلًا اور شیخ رضی اللہ عنہ نے جو حدیث غریب، ضعیف اور غیر غریب و ضعیف جیسے شاذ منکر اور محل وغیرہ کی طرف اشارہ کیا تھا میں نے اس میں سے اکثر کی وجہ بیان کر دی۔ اور تفسیری احادیث ایسی ہیں جن کی وجہ معلوم ہونے یا کسی اور بنا پر غرابت یا ضعف وغیرہ کا سبب بیان نہیں کیا۔ واللہ اعلم وَمَا لَکَیْشِیْءٌ اِلَّا مَعْنٰی الْاُصُوْلِ۔ اور کتب اصول کی ان احادیث کے بارے میں شیخ نے اشارہ نہ کیا اور غریب و ضعیف وغیرہ نہ کہا فَقَدْ قَسَّیْتُہُ فِی تَرْکِہُ۔ تو اس میں نے بھی شیخ کی اتباع اور پیروی کی اور حدیث کی صحت، حسن، ضعف اور غرابت وغیرہ کی جانب اشارہ اور اس کا تعرض نہ کیا۔ اِلَّا فِی مَوَاقِعَ لَیْزُو حَی۔ مگر کتاب کے چند مقامات میں شیخ کی پیروی نہیں کی اور کسی عرض کے تحت حدیث کے مال کی جانب اشارہ کر دیا یا جو دیگر شیخ نے ایسا کوئی اشارہ نہ کیا تھا۔ وہ عرض یہ ہے کہ بعض ناقدین اور محققین نے مصابیح کی کچھ احادیث کی نسبت وضع اور بطلان کی طرف کی تھی۔ تو مولف صاحب مشکوٰۃ علیہ الرحمۃ نے ترجمہ وغیرہ کا سوال نقل کر کے بتا دیا کہ یہ حدیث صحیح یا حسن ہے وغیرہ تاکہ ان ناقدین و محققین کا دہم باطل ہو جائے۔ دوسری عرض یہ ہے کہ محلی السنۃ علیہ الرحمۃ نے دریا پر مصابیح میں کہا تھا کہ میں نے منکر احادیث لانے سے گریز کیا ہے حالانکہ مصابیح میں منکر احادیث موجود ہیں۔ تو مصنف علیہ الرحمۃ اظہار حق کی خاطر وہ بھی بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ علامہ طیبی نے فرمایا ہے وَرَبِّمَا یُجَدُّ مَوَاضِعُ مُعْلَلَةٌ اور بہت کہا یا با ادوات تو میری کتاب مشکوٰۃ میں خالی جگہ بھی پائے گا کہ ماں ائمہ مذکورین میں سے کسی راوی کا ذکر نہیں کیا گیا۔ وَ ذَٰلِکَ حِیْثُ کَرُّ اَطْلَعْتُ عَلٰی مَا رَوٰیہُ یہ راوی کا ذکر نہ کرنا اور جگہ خالی چھوڑ دینا اس بنا پر ہے کہ میں اس راوی سے آگاہ نہ ہو سکا۔ تَبَرَّکْتَ اَیُّہَا سَیِّدُ۔ تو میں نے اس کا نام کہنے کے لیے کتاب میں سفید جگہ چھوڑ دی۔ کَوْنُ عَشْرَتَ عَلَیْہِمْ فَاٰجِزٌ بِہِ اسے مخاطب کر کے کتاب کا مطالعہ کرنے والے اگر سمجھے اس کا علم ہو جائے تو اس کے ساتھ حق کر دینا اور اس سفید جگہ میں راوی کا نام لکھ دینا۔ اَجَسَّ اللّٰهُ جَعْلًا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی تجھے اس عمل کی نیک جزا عطا کرے۔ اور کچھ علماء جیسے شیخ شمس الدین محمد جزیری وغیرہ نے خالی جگہوں کی وضاحت کی ہے۔ مگر سفید جگہ میں کہنے کے بجائے کتاب کے کنارے پر راوی کا نام لکھ دیا اور سفید جگہ کو اس لیے اسی طرح سمجھ دیا تاکہ اس امر کا پتہ چل جائے کہ یہ وضاحت مصنف کی طرف سے نہیں ہے۔ لیکن اس زمانہ میں مشکوٰۃ کے اکثر نسخوں میں اس سفید جگہ میں ہی لکھ دیا اور حاشیہ میں لکھ دیا کہ یہ جگہ اصل میں سفید

تجدید مذی کی تھی۔ اور یہ ماضی اور بعد کی تحریر ہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ کے فحول کو دیکھنے سے یہ بات ظاہر ہے۔ **وَقَدْ تَمَّتْ**
الْكِتَابُ اور میں نے اس کتاب کا نام **مِشْكُوٰۃُ الْمُعَاوِیَہِ** مشکوٰۃ یعنی طاق جس میں چراغ رکھتے
 ہیں مصابیح جمع مصابیح یعنی چراغ کتب کا یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر حدیث کو چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے جو روشنی
 عطا کرتا ہے۔ حدیث بھی ایمان و یقین کے راستے پر چلنے والے کو روشنی بخشتی ہے۔ اور نور ظلم اور معرفت دین سے اس
 کے دل کو منور کرتی ہے۔ دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مصابیح جو بھی السنہ کی کتاب ہے اس کتاب مشکوٰۃ کے اندر ہے۔
 اور یہ کتاب مصابیح کو اس طرح شامل ہے جیسے طاق چراغ پر مشتمل ہوتا ہے۔ **وَأَسْأَلُ اللّٰهَ التَّوْفِیْقَ** اور میں مذکورہ اور
 جامع طریقہ پر اس کتاب کی تصنیف بلکہ تمام امور و حالات میں اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں ایضاً میں توفیق کسی کی دستگیری
 کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح علماء میں خدا تعالیٰ کا بندے میں قدرت، قوت اور طاقت پیدا کرنے کا نام توفیق ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اور میں تالیف اور باقی امید میری بھی خدا تعالیٰ سے اعانت و ہدایت اور اس کتاب
 وغیرہ میں اس حفاظت کا خیرا سدا رہوں۔ **وَتَبِیْہُ** یعنی تالیف کا بعد جمع مقام میں آسانی پیدا کرنے کا طلبگار
 ہوں۔ **وَأَن تَفْعَلُوْا فِی الْحَیْوَةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ** اور خدا تعالیٰ سے یہ سوال بھی کرتا ہوں کہ مجھے زندگی میں اس تالیف کے
 ذریعے مطالعہ کی توفیق، تعلیم اور اس کتاب کی اعادیت لوگوں تک پہنچا کر دنیا میں اور مرثیہ کے بعد جہے اجر و ثواب،
 رضاء و خوشنودی، جو عظیم پیرزہ، عطا کر کے نفع عطا فرمائے **وَتَجِیْعُ الشَّہِیْدِیْنَ** بعد مقام مسلمان مردوں اور
 مسلمان عورتوں کو بھی نفع عطا فرمائے **جِیْیَ اللّٰہُ تَوْفِیْقَہُ** میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ **وَمِنْ مَّوَدِّعِیْہِ** وکیل
 ہے۔ وکیل اُسے کہتے ہیں جس کے حوالے اپنا کام کر دیتے ہیں۔ **وَشَفْعِیْ**

کار خود بخود یا اگر گزار۔ **کِتَابُ فِی مَہَازِیْنِ مِشْكُوٰۃ**
 ترجمہ۔ اپنا کام خدا تعالیٰ کے حوالے کر دے۔ کہ اس سے بہتر میرے نزدیک تیرے لیے کوئی کام نہیں۔
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ اور اگر کاموں سے دور رہنے اور جمل کرنا اور نیک کام کرنے کی
 بہت و طاقت نہیں ہے مگر اللہ عز وند حکیم کی مدد و نصرت سے۔ اور عین دیکھ لا معنی کتاب میں اس نے حق کی شرح کے
 مقام پر بیان ہو گا۔ **إِن شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْعَلِیُّ الْعَلِیْمُ** اور یہ ہم خطبہ کتاب کی شرح سے خارج ہو گئے تو وقت کا پتلا ہے
 کہ اعادیت ہمارے کی شرح میں اپنے آپ کو مصروف و مشغول کوں۔ **وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ وَمِنَہُ التَّیْسِیْرُ** اللہ ہی توفیق عطا
 کرنے والا اور آسانی مینا کرنے والا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کتب و ایماہ کا ذکر شروع کرنے سے پہلے کتاب کی ابتداء حدیث

ان افعال یا نیات سے اس طرح نیت کی طلب و تحصیل میں نیت کو شاید فراموش یا معاونہ لینے کے خیال سے غالی اور پاک رکھنے پر تنبیہ کرنے اور اس کی ترکیب دینے کے لیے کی ہے اور اگر یا اس علم کی طلب کے راستے میں نا خدا اور رسول خدا کی طرف ہجرت کرنے کے حکم میں ہے۔ تو جس طرح ہجرت کے وقت غلوں نیت کی ضرورت ہے یہاں بھی غلوں نیت کی ضرورت ہے۔ درباب تعصیف و تالیف کی عادت بن چکی ہے کہ وہ اپنی تالیفات کی ابتداء اس حدیث سے کرتے ہیں جہاں امام بخاری جو اس گروہ کے رئیس و سردار ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ غلطی نے فرمایا ہمارے شائع کرام احمد دین میں سے ہمارے پہلے حدیث ان افعال یا نیات کا لانا مستحسن اور اچھا مانتے تھے۔ ائمہ حدیث اس حدیث کے فضل و شرف و موقع کی عظمت کے مطابق اس کی عظمت شان اور اس کے کثرت فوائد پر اتفاق رکھتے ہیں۔ یہ حدیث اصول دین میں سے ایک عظیم اصل ہے۔ بعض علما نے تو اسے نفع علم قرار دیا ہے۔ اور وہ لوگ کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں۔ قلبی اعمال اور بدنی اعمال نیت اعمال قلب کی اصل و بنیاد ہے۔ اور اگر یہ اعتبار کیا جائے کہ تمام اعمال، عبادات و عادات کی محنت اور ان کا ثواب حسن و غلوں نیت پر موقوف ہے۔ اور اس طرح اس حدیث کا دین کے اجواب میں سے ستر یا ہجرت میں عمل بدخل ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث کا دین کے اجواب میں سے ستر یا ہجرت میں عمل بدخل ہے۔ مگر ہے امام شافعی علیہ الرحمۃ کا اس جملے سے تعقد کفر و دہانہ ہو۔ مگر وہ شخص معقول نہ ہو۔ اس لیے کہ ستر کا عدد مبالغہ و کثرت میں مشہور ہو چکا ہے۔ ورنہ اس حدیث کا دین کے ستر یا ہجرت میں سے بھی زیادہ میں عمل بدخل ہے۔ کہ عبادات، معاملات اور عادات کے اقسام عدد شمار سے باہر ہیں۔ اور نیت کا ہر جگہ بدخل ہے۔ اور تمام علما اس حدیث کی محنت پر متفق ہیں۔ بعض نے اسے متواتر کہا ہے۔ تحقیقی حال مقدمہ میں کر دی گئی ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ كَرَأَيْنَا لِمَا مَرَّ مِنْهَا مَوْجٌ قَدْ كَانَتْ هَجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ دَوَائِجُهُ فَعَجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ رَسُولُهُ دَمْنٌ كَانَتْ هَجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَدَامَةٌ لَا يَتَوَجَّهَهَا وَهَجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ کفر امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمل یا نیت پر موقوف ہے اور ایک شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو اسی کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہوگی کو اسے حاصل کرے یا محنت کی طرف کر اس سے تخاص کرے۔ تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت اختیار کی ہے۔

شرح :- امیر المؤمنین عروى الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ کہنے والا اصل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ و تقدس کی بارگاہ میں اعمال ادا کرنے کی قبولیت کا اعتبار نہیں مگر ان کی نیتوں کے ساتھ اکثر ادا شدہ روایات میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ اور بعض روایات میں بغیر لفظ انا معرفت الاعمال بالنیات کے الفاظ ہیں اور بعض میں بالنیات جمع کے بجائے بالنیۃ کے الفاظ ہیں اور بعض میں معرفت اصل بالنیۃ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ لیکن تمام عبارات سے مقصود مدعی ایک ہی ہے کہ قلب و قالب (ظاہر و باطن) کا کوئی عمل کسی حکم کا بجا لانا، امر ممنوع کو چھوڑنا۔ قول فعل اور عبادات و طاعات نیت کے بغیر مقبول و مستبر نہیں ہیں اور نیت کے بغیر ان پر کوئی ثواب مرتب نہیں ہوتا۔ اس باب میں تحقیق کی غایت و انتہا یہ ہے کہ اعمال و قسمیں ایک وہ جو مقصود لذاتہ ہیں جیسے ناز اس قسم میں جب ثواب نہ ہوگا تو وہ عمل صحیح اور جائز بھی نہ ہوگا۔ دوسری قسم وہ ہے جو دوسرے عمل کے لیے واسطہ اور ذریعہ ہے۔ جیسے وضو۔ اس قسم میں اگر اب اس وقت سے گاہ جب نیت ہوگی لیکن نیت کے بغیر بھی عمل جائز ہوگا۔ اور بغیر نیت کے وضو سے ناز درست ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی ہے۔ تاہم دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ نیت کے وضو سے ناز درست اور جائز نہیں ہے۔ اور نیت سے یہاں تقرب الی اللہ کا قصد ارادہ مراد ہے یعنی جو کام بھی کرے خدا کے لیے اور اس کے حکم کی بجا آوری اور اس کی رضا و خوشنودی کے لیے کرے معلوم ہونا چاہیے کہ نیت دل کا فعل ہے زبان سے کہنے کی ضرورت و حاجت نہیں۔ اگر دل کا فعل ہو اور صرف زبان سے نیت کے الفاظ دہرائے جائیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس کے برعکس اگر دل میں نیت موجود ہو مگر زبان پر نہ آ سکے یا زبان سے اس کے الفاظ ادا ہو جائیں تو اس میں کچھ نقصان ورجوع نہیں ہے اور علماء کرام میں اس بات پر اتفاق کے باوجود کہ ملندہ امانیۃ سے نیت کے الفاظ کہنا صحیح نہیں اس میں اختلاف ہے کہ نیت کو الفاظ میں ادا کرنا حاجت و مانع کے لیے شرط ہے یا نہیں۔ مذہب صحیح یہ ہے کہ شرط نہیں ہے۔ اور اسے شرط قرار دینا خطا ہے۔ تاہم فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے زبان سے کہہ لینا بھی بہتر و مستحب ہے تاکہ زبان کی دل سے خواہش اور ظاہر کی باطن سے مطابقت ہو جائے۔ اور نیت کے الفاظ ذکر کرنے سے ان کا معنی سمجھنا اور دل میں ان کا استحضار بھی آسان ہو جائیگا۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ کسی روایت میں نہیں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے نیت کہتے تھے۔ صرف اسی قدر آیا ہے کہ جب ناز کے لیے کھڑے ہوتے تو صرف اللہ اکبر کہتے۔ اگر اس مقام پر زبان سے بھی آپ نے کچھ پڑھا ہو یا تو محدثین ضرور اسے روایت کرتے، لہذا بقدر سنت اور اس کی اتباع یہی ہے کہ دل کی نیت پر اکتفا کیا جائے۔ اور جس طرح کسی کام کے کرنے میں اتباع ضروری ہے اسی طرح کسی کام کے نہ کرنے میں بھی اتباع ضروری ہے۔ پس جو شخص وہ کام ہمیشہ ادا یا بند کرے جو شارع علیہ السلام نے نہیں کیا تو ایسا شخص بدعتی ہے جیسا کہ محدثین کرام علیہم الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

[illegible]

میں بُدِیْت کا لفظ ہے۔ یعنی جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو یعنی اسے حاصل کرنے کے لیے تاکہ اس ہجرت کے ذریعے اُسے پاک کرے۔ اَوَامِرًا وَنَهْيًا جَمْعاً پابندی کے لیے ہجرت کرے کہ اس سے نکاح کے لیے عینی خداداد رسول کی رضا و خوشنودی اور ان کے حکم کی بجا آوری کے لیے نہ ہو۔ وَجَعَلْتُ لَهَا مَا يَحْتَاجُ لَهَا قُوَاں کی ہجرت اس چیز کی طرف ہے جس کے لیے اس نے ہجرت اختیار کی ہے۔ یعنی دنیا کا حصول اور عورت سے نکاح دنیا اور عورت کا ذکر مراد ہے۔ پہلے پہلے میں خداداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا ذکر اس مسئلہ اور شہاس حاصل کرنے کے لیے۔ نیز اجمالاً ذکر فرمایا تاکہ بطریق کلیت اور عموم ان تمام اشیاء اور امور کو شامل ہو جس کے لیے انسان اپنا وطن ترک کرنا اور ان کی طرف ہجرت اختیار کرتا ہے۔ اور اس صورت کو بھی شامل ہو جس میں انسان قصور و غلطی الٰہی اور اس کے حکم کی بجا آوری اور اس کے ساتھ کسی صورت سے نکاح یا حصول دنیا کا ارادہ بھی ملا ہے۔ کہ اس صورت میں قولِ خدا کے مطابق بھی حصولِ ثواب سے غافل نہ رہے گا اور باعزائے نیت ثواب پائے گا۔ مگر بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ نیت میں شرکت کی صورت میں ثواب کا باطل مستحق نہ ہو گا ظاہر احادیث بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ یاں یہ کہ رہائے الٰہی کی نیت غالب ہو۔ واللہ اعلم۔

خصوصیت کے ساتھ عورت کا ذکر اس سے ڈرانے کے لیے کیا۔ کہ وہ دنیا میں ہے۔ کیونکہ دنیا سے مراد خدا تعالیٰ کے ماسوا اور برائی چیز ہے جو اس کے ذکر اور اس کی یاد سے غافل کر دے۔ یا اس بنا پر عورت کی تخصیص فرمائی کہ اس سے زیادہ ڈرنا چاہیے کیونکہ لوگوں کے لیے اس کا ابتلا و فتنہ زیادہ اور سخت تر ہے اور عورت خدا کے ذکر سے زیادہ غافل کرتی اور دین کے رستے پر پھٹنے میں زیادہ۔ کاوش ہے۔ محدثین کرام۔۔۔۔۔ اس حدیث کے تحت ایک مرد کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس نے ایک عورت کے پیچھے جس کا نام ام قیس تھا اور مغنیہ تھی، ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگیا اس کا یہ۔ جزا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیان کیا گیا۔ اس پر آپ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔ اس کے بعد لوگ اس شخص کو صاحبِ ام قیس کے لفظ سے پکارتے تھے۔

مرحہ بخاری کے بعض شارحین نے عورت کے ذکر کی تخصیص کی وجہ بیان کی ہے۔ کہ عرب کے لوگ جمیوں کے نکاح میں عربی عورتیں نہیں دیتے تھے۔ اور سب میں اپنی گفتگو بڑا خیال رکھتے تھے۔ جب اسلام آیا اور عربوں کی عصبیت میں کچھ کمی ہوئی اور مسلمانوں میں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نکاح و غیرہ معاملات میں مساوات کی طرح پڑی تو بہت سے لوگوں نے عورتوں سے نکاح کے طبع میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اختیار کی جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ یہود و نصاریٰ کے زیادہ قریب اندر زیادہ قابلِ اعتبار ہے۔ تاہم صاحبِ ام قیس کے قصہ کی محنت میں بھی کلام ہے جیسا کہ فتح الباری میں شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

جاننا چاہیے کہ لغت میں ہجرت کا معنی ترک اور قطع ہے۔ اور شرع شریف کے عرف میں رفاۃ الیٰ عزوجل کی خاطر ایک سرزمین سے دوسری سرزمین کی طرف چلے جانے کو ہجرت کہتے ہیں۔ اور اسلام میں ہجرت دو طرح واقع ہوئی ہے۔ ایک خوف کی وجہ سے امن و سکون کی جگہ منتقل ہونا۔ جیسے صحابہ کرام نے ابتدائے اسلام میں مکہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تاکہ مشرکین کے شر و فساد سے امن پائیں۔ ۲۰ طرح بعض صحابہ کرام نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے اور اسلام کے مستحکم ہونے سے پہلے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت کی دوسری قسم دار کفر سے دار اسلام کی طرف منتقل ہونا ہے۔ یہ ہجرت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں جم جانے اور قرار پذیر ہونے کے بعد معرض وجود میں آئی۔ مسلمانوں کا مکہ معظمہ وغیرہ سے مدینہ منورہ کی طرف اس وقت ہجرت کرنا اس دوسری قسم کی ہجرت میں سے ہے۔ اس وقت ہجرت غالب و اکثر کے مدینہ منورہ کی جانب ہوتی تھی۔ اور فتح مکہ تک اس ہجرت کو بڑی خصوصیت و اہمیت حاصل تھی فتح مکہ کے بعد یہ خصوصیت و اہمیت ختم ہو گئی۔ اور وہ مجددیت میں وارد ہے کہ لا ہجرتہ بعد الفتح (فتح کے بعد کوئی ہجرت نہیں) تو اس سے کہہ سکتے ہیں (بعد فتح) ہجرت ملام ہے۔ کیونکہ فتح کے بعد مکہ بھی دار اسلام بن گیا۔ اور ہجرت بمعنی دار کفر سے علی العموم جیسے بھی اس کی قدرت نصیب ہو یا امت تک باقی رہے گی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا تقطع الہجرة حتی تقطع التوبة ہجرت متعلق نہ ہوگی جب تک تو یہ منقطع نہ ہو اور ہجرت کا حکم منسوخ نہ ہوگا جب تک توبہ کے دروازے بند نہ ہوں اور یہ روز قیامت تک بند نہ ہوں گے) تو اس ہجرت سے اپنے وطن و مافوق سے غیر وطن کی طرف منتقل ہونا مراد ہے۔ خواہ مکہ سے ہو یا غیر مکہ سے۔ اور خواہ مدینہ منورہ کی جانب ہو یا غیر مدینہ کی طرف۔ اور خواہ قلب رفاۃ الیٰ کے لیے ہو یا دنیا کی خاطر۔ تاکہ دنیا اور حرمت کی خاطر ترک وطن کے مفہوم کو بھی شامل ہو جائے۔

اور ہجرت کا ایک خاص معنی بھی ہے جسے حقیقی ہجرت کہنا چاہیے۔ اور وہ طبعی اور بشری تقاضوں سے باہر اُجائے اور منوعات و کمالات شرعیہ کا ترک کر دینا ہے۔ اس ہجرت کا ذکر بھی حدیث شریف میں موجود ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے اَلْعَاجُزُ حَقٌّ جَوَّامًا نَحْنُ اِنَّهُ سَنَّكَ مَعِيَ کَالِ اَوْ عَظِيقِی مَا جَرَدَ شَخْصٌ ہے جس نے اس پیڑ کو چھوڑ دیا جو جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا اور منع کیا ہے۔ اسی بنا پر ہر ماضی کو جہاد اکر کہا گیا ہے۔ متفق علیہ (یہ حدیث متفق علیہ ہے)۔ اور متفق علیہ جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا، اس حدیث کو کہتے ہیں جیسے امام بخاری و مسلم نے ایک بھی صحابی سے روایت کیا ہو۔ اور حدیث اِنَّا اَلْاَعْمَالُ بِالْاَنْبِیَاءِ کو اکثر مشہور ائمہ بلکہ تمام ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ اور تمام ائمہ کے نزدیک صحیح ہے۔ اور اگرچہ دور اول میں دو تین افراد سے کہہ کر اس فقرہ کو لے کر روایت کیا تاہم بعد کے دور

میں اسے یہاں تک شہرت حاصل ہو گئی کہ عد تو اتنا تک بلکہ اس سے بھی بڑھ کر شہرت فریر ہو گئی۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس حدیث کو دوسو پچاس مشہور راویوں نے روایت کیا ہے۔ بلکہ تین سو راویوں سے بڑھ کر سات سو راویوں تک کا قول بھی بعض نے نقل کیا ہے۔ وائے احم۔

فائدہ:- انہار میں وارہ ہوا ہے کہ نیت المؤمن خیر من عملہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں ضعیف و محض سے موصوف نہیں تاہم موضوع کے نام سے بھی موسوم نہیں ہے۔ اور اس کی توجہ یہ تفسیر میں ملے کہ نیت سے اقوال ہیں۔

قول اول:- یہ کہ صرف نیت بغیر عمل کے بھی عبادت ہے۔ اور اس پر بھی اجر و ثواب ملتا ہے خلاف اعضاء و جوارح کے عمل کے کہ اس پر اجر و ثواب کا مٹنا نیت پر موقوف ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے نیک کام کے صرف ارادے اور نیت پر بھی کامل نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص یہ نیت کہے کہ سوئے کہ سحری کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرے گا۔ تو اس کے لیے تہجد ادا کرنے کا اجر و ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ اگرچہ ظہر، عصر، عصر، صبح تک سویا رہے اور نماز تہجد نہ پڑھ سکے۔ اس بارے میں بہت سی حکایات و روایات منقول ہیں۔

دوسرا قول:- نیت کی جگہ دل ہے۔ بارہ معرفت الہیہ کا مکان بھی دل ہی ہے۔ اور جو چیز معرفت کی جگہ سے پیدا ہو۔ اور اس معدن سے خود ار ہو وہ ضرور اس سے افضل و اعلیٰ ہوگا جو کسی اور جگہ سے سامنے آئے۔ حضرت سہیل بن عبد اللہ تفسیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رب العزت نے عرش سے فرش تک کوئی جگہ ایسی پیدا نہیں کی جو بندہ مومن کے دل سے اسے زیادہ پیار کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی معرفت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ چیز عطا نہیں فرمائی۔ اس لیے عہدہ ترین چیز اعلیٰ ترین جگہ میں رکھ دی۔ اگر دل سے بڑھ کر کوئی اور جگہ اعلیٰ ہوتی تو رب العزت اپنی معرفت اس جگہ رکھتا۔ اور فرمایا بندے کا سب سے گھٹیا قصد و ارادہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے اشرف و عزیز ترین جگہ کو غیر ذکر حق میں مصروف و مشغول کرے۔ اور وہ آدمی نہایت بے ادب ہے جو خدا تعالیٰ کی رکھی ہوئی چیز کو اس کی جگہ سے نکال کر اس کی جگہ کسی دوسری چیز کو رکھے۔

تیسرا قول:- یہ ہے کہ نیت بہر حال عمل سے بہتر ہے کہ نیت پائدار اور باق رہنے والی چیز ہے۔ اور عمل ناپائدار اور فانی چیز ہے۔ اہل بہشت اور اہل دوزخ کا نیت و قصد میں دائم و ہمیشہ۔ نہ نیت کی بنا پر جو گناہ و ملامت چیز ہے اگر انسانہ عمل کے مطابق ہوتا تو اتنے وقت تک ہی ہوتا۔ مگر صدمہ عمل میں صرف ہوا تھا۔

چوتھا قول:- یہ ہے کہ عمل میں دیبا کا داخل ہوا ہے اور اس کی وجہ سے اس میں ناسا وہ و غمائی پیدا ہو جاتی ہے۔

بخلات نیت خیر کے کہ وہ باطن اور دل سے متعلق رکھتی ہے اس میں ریا کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔ آثار اور روایات میں لکھا ہے کہ جب فرشتے بندوں کے اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کے متعلق فرماتا ہے ان الصبیحة فذلک المصحیحة فلان عمل نامہ اور ظلال عمل نامہ نیچے پھینک دے۔ فرشتہ عرض کرتا ہے یا رب خدایا تیرے بندے نے تو اچھی اور نیک بات کی ہے اور نیک عمل کیا ہے۔ ہم نے اس کی نیک کو خود مستاد اور دیکھا ہے اور نیکوں کے عمل نامہ میں درج کیا ہے۔ ہم اسے کیسے نیچے پھینک دیں۔ رب العزت کی طرف سے جواب ملا ہے کہ تیرے وہ بندے جو اس نے یہ کام میری رضا کے لیے نہیں کیا تھا۔ اور کچھ دوسرے ملائکہ کو آواز دی جاتی ہے اذنیہ لعلان کذا وکذا کر ظلال بندے کے اعمال نامہ میں یہ نیک لکھ دے۔ فرشتہ عرض کرتا ہے خداوند تعالیٰ اس بندے سے نیک کام نہیں کیا اس لیے میں کیسے لکھوں اس پر رب العزت کی طرف سے جواب ملا ہے کہ اس بندے نے قصد خیر اور ارادہ نیک کیا تھا۔

پانچواں قول:- یہ ہے کہ نیک کام بے حدود رہے اعلانہ میں اور مومن کی نیت ان تمام سے متعلق ہوتی ہے۔ اور بندہ بھی چاہتا ہے کہ سب سے نیت متعلق ہو۔ مگر ایک عمل سب اعمال سے متعلق نہیں ہو سکتا اس وجہ سے نیت کے ثواب کی کوئی حدود و اتہاد نہیں ہے۔ اور خیرات و طاعات بندے کے نیت میں محدود نہیں ہوتے اس پر قیاس کرتے ہوئے نیت الکافہ شر من عہدہ یعنی کافر کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہوگی۔ تمام معاصی میں اس کی نیت کا رفا ہوگی اور اس کے اعمال بہر حال محدود ہوں گے۔ نیت کی اسی اہمیت کے پیش نظر بعض مشائخ صوفیہ نے فرمایا ہے: ساریات

۱ ہوں بنا شد پاک اعمال از ریا است بے حاصل ہوں نقش بود ریا

۲ ہر کردار اندر عمل اخلاص نیست در جہان از بندگان خاص نیست

۳ ہر کردار کا راز برائے حق بود کار او میرستہ بار و نق بود

۴ پاک گردانی عمل را از ریا شیعہ ایمان حرا باشد ضیا و

ترجمہ اشعار:- ۱۔ جب اعمال ریا و فائش سے پاک نہ ہوں تو وہ ٹائٹ پرچی ہوئی معنی ایک بے جان تصویر کی طرح ہیں۔

(۲) جس شخص کے عمل میں اخلاص نہیں ہے وہ جہان میں مائتہ تعالیٰ کے بندگان خاص میں سے نہیں ہے۔

(۳) جس شخص کا کام رفا کے حق تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا کام ہمیشہ بار و نق رہتا ہے۔

(۴) اپنے عمل کو ریا اور فائش سے پاک کرنا کہ تیری شیعہ ایمان کو ضیا اور روشنی حاصل ہو۔

واللہ التوفیق

کتاب الایمان

شرع شریف کے عرف میں ایمان وہ سب کچھ تسلیم کر لینے اور اس پر اعتقاد و یقین کر لینے سے عبارت ہے جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے لائے اور اس کے بندوں کو پیش پایا، اور جس کا خدا تعالیٰ کی طرف سے لانا یقین کے ساتھ معلوم ہو چکا ہو، یہ تسلیم و اعتقاد خواہ اجمالی طور پر ہو جیسے کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے لائے وہ سب حق اور سچ ہے۔ یا تعلیم و اعتقاد تفصیلاً ہو۔ جیسے ہرگز حکم محمد آپ نے کیا اللہ ہر چیز جو آپ لائے اسے سب کو تسلیم کرنا اور ان پر ایمان لانا۔ مومن ہونے کے لیے ایمان اجمالی کافی ہے۔ تاہم ایمان تفصیل کا درجہ اتم اور اکمل ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ شی کی معرفت صداقت کاظم ہو جائے اور حق کا پیمان لینا مومن ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ جب تک کہ مرتبہ تصدیق تک جس سے ملو یہاں اذعان و تسلیم ہے اور فارسی میں گرویدن کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، نہ پہنچے سادہ باطن اس کے اقرار سے آرام پذیر نہ ہو جائے۔ تاکہ اہل تکبر و عناد کا حال، جو دیدہ و دانستہ کفر و انکار کی راہ پر چلتے اور معرفت حق اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا ہونے سے واقف و آگاہ ہونے کے باوجود کفر اختیار کرتے ہیں، ایمان کی تعریف سے خارج ہو جائے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا:-

وَجَعَلُوا آيَاتِهِ دَاجِيَةً وَاسْتَفْتَحُوا الْعَصَافَ

ان کے دلوں کو یقین ہوتے ہوئے انہوں نے ہانک دیا۔
انکار کیا۔

دوسری جگہ فرمایا:-

يَعْرِفُونَ كَمَا يَعْبَرُونَ أَجْنَاءَهُمْ - اپنی اولاد کو۔

اور متفقہ ایمان ہی تصدیق نہیں ہے۔ ایمان سے اقرار احکام اسلامی کے اجراء کی معرفت شرط ہے۔ اگر اقرار باللسان میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔ جیسے لگا ہی یا لگا کر کہنے پر مجبور کرنا۔ یا وہ شخص جو اجماعی دین سے معرفت ایمان ہی لایا تھا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ یہاں ایمان کی تشریح کے مقام میں تصدیق و اقرار کے ساتھ ساتھ ایک چیز اندیشہ ہے۔ جسے شارع علیہ السلام نے کفر کا نشان اور علامت قرار دیا ہے۔ جیسے بت کو سجدہ کرنا اور نثار یا نہ صنایع و غیرہ۔ کہ ان امور کا مرکب بھی مکمل شرع کے مطابق کافر ہو گا۔ مگر جب بالفرض تصدیق و اقرار کا مدعی کیوں نہ ہو۔ باقی رہا عمل صالح کو وہ تحقیق ایمان سے خارج ہے بلکہ

کمال ایمان کی شرط ہے۔ ایمان ہو اور عمل نہ ہو تو وہ ناقص ایمان ہو گا۔ تاہم ایمان کا نام اس پر بھی اطلاق ہو گا۔ ایسا شخص اگر معصیت و گناہ کو ہلکا اور حلال نہ جانتا ہو۔ چاہے گناہ معصیہ کی کیوں نہ ہو تو اسے کوسن فاسق کہیں گے۔ اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ صاحبہ کرام اور سلف صالحین کا یہی ہی اعتقاد تھا۔ وہ فاسق کو مومن کہتے تھے۔ اس پر اسلامی احکام جاری کرتے تھے۔ اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے تھے۔ بعض صاحبہ کرام بتابین عظام اور دوسرے حضرات سے جو منقول ہے کہ الایمان تصدیق بالقلب و اقرار باللسان و عمل بالادراک یعنی ایمان تصدیق قلبی زبان کے اقرار اور اعضا کے عمل کے مجموعے کا نام ہے۔ تو اس سے ایمان کامل ہوا ہے و لا ینکرہ اور تحقیقین کی تصریح کے مطابق اسی پر معمول ہے وہ کلام جو اس بارے میں محدثین سے منقول ہے۔ اگر جہان میں سے بعض کی عبارتوں کے ظاہر معنی اس کے خلاف دہم ڈالتے ہیں لیکن اکابر متکلمین نے بھی سلف کے مذکورہ قول کو ظاہری معنی پر عمل کر دیا اور اس قول کی نسبت سلف اور محدثین کی طرف کر دی جیسے صاحبہ ہر واقف و مجرور۔ مگر تحقیقی بات وہی ہے جو ایمان کر دی گئی ہے۔

فقد برہ مقام غور ہے۔ و بائذا الترفیق۔

اور غور راجح گناہ کبیرہ بلکہ معصیہ کے مرکب کو بھی کافی کفایت ہے۔ لہذا شرط ہے شخص کو نہ کہ کافر کہتے ہیں مومن بلکہ ایمان و کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ سائنس و بد معصیت ہو یا ظاہر میں زیندہ ہو۔ یہ لوگ بعض کلیات و احادیث کے ظاہر معنی سے استدلال کرتے ہیں اور ان آیات و احادیث کی جو حد صاحبہ اہل سنت و جماعت کی دلیل علیہا و علیہا کہتے ہیں۔ تاہم حقیقت یہی ہے کہ آیات و احادیث کا سر ادبی معنی وہی ہے جو ادنیٰ سلف صالحین نے کہا کہ وہ حاکم و دین کے لہان الہی اور قرآن و مواہج استعمال کے عالم جاننے کی بنا پر ضرورت چھٹکے کے نزدیک خاص ہیں۔ اگرچہ ظاہری معنی اس کے خلاف ہے، محسوس ہوتا ہو۔ اور یہ چیز نعوس کے کھنڈ اور مراد کی تعبیر کے باوجود میں بہت بڑا اور جامع ضابطہ ہے۔ بد معنی شخص کی بھی اور اس کی لغزش اسی جگہ و جہ میں آتی ہے۔ اور مطالعہ و تفریق اللہ ہی کے ہوشیار و حذیق ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ میں طرح اپنی کہہ چکے ہیں جو ان میں حدیث اللہ تعالیٰ و انبیاء علیہ السلام سے جو احادیث و عبارات و عبارات کی بنیاد ہے۔ اسی طرح کتاب الایمان کے ابتداء میں وہ حدیث لافسہ و بیرونی کے اصول و فروع پر مشتمل ہے۔ اور اسے حدیث جبریل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کرنے والے نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس حدیث کو ام الاحادیث انداء ثم الجوامع بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حدیث ان تمام احادیث کے مضامین کی جامع ہے۔ جو دوسری تمام احادیث سے معلوم ہوتے ہیں۔ جس طرح فاتحہ الکتاب یعنی سورہ فاتحہ کہ ام القرآن اور ام الکتاب کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ سورہ قرآن عظیم کے تمام معانی اور مقاصد پر مشتمل ہے۔ اور آیت حدیث اس

نے کہا آپ مجھے ایمان کے متعلق بھی بتائیں رکھنا کیسے ہے
 آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں اور
 رسول پر اور روز قیامت پر ایمان لے لے اور اس کی پیروی کرے
 تقدیر پر ایمان لے۔ اس نے کہا آپ نے درست فرمایا
 ہے۔ پھر اس نے عرض کی مجھے اس کی بارے میں بتائیں
 کہ وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا احسان کا اعلیٰ مرتبہ ایسے ہے کہ تو
 خدا تعالیٰ کی اس طرح عبادت کہے گویا اسے دیکھ رہا ہے اور
 احسان کا کم درجہ یہ ہے کہ اگر کوئی سے نہیں دیکھ رہا تو
 رکم اگر کچھ ایسا پیش کرے کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ اس نے پھر
 سوال کیا کیا قیامت کے بارے میں مجھے بتائیں کہ کب واقع ہوگی
 آپ نے فرمایا قیامت کے متعلق جس سے سوال کیا گیا ہے وہ
 سطل کرنے والے ہے زیادہ علم نہیں رکھتا۔
 غاصب، اس نے کہا مجھے اس کی اطلاع ہی بتائیے آپ نے فرمایا
 قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ لوڑی یا پتلا ملک درمیں
 بھنگی راندے کہ توہ کیسے کہہ نہ پاؤں، برہمن، سیم، بکریاں، چمکا
 جانے اور جنگ جھگڑوں کی اسی علامت ہے۔ یہ سب آگے کہہ
 سکا لیکن پھر وہ آواز اٹھیں میں خود کچھ کہہ رہا ہوں ایک دوسرے
 سے آگے بڑھنے میں کوشش کرنی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ
 عنہ فرماتے ہیں چہرہ غصہ ہو گیا۔ اور میں اس کے ہانپنے کے
 بعد کافی دیر خاموش۔ پھر حضور ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے خود ہی مجھے فرمایا اے عمر ماں تباہ کہ یہ سب کون کیا ہیں
 نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا ایک
 وہ جبریل تھا تو میں تمہارا ہی مکان کے لیے آیا تھا۔

وَسُئِلَهُ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْأَخِيرِ وَفُتِيهُنَّ
 بِالْقَدْرِ خَيْرٌ وَ شَرٌّ قَالَ
 صَدَقْتُ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ
 الْإِحْسَانِ قَالَ إِنْ تَعْبُدَ اللَّهَ
 حَتَّى أَنْتَ تَرَاهُ فَإِنَّ لَهُ عُنْ
 تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ
 فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ
 قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا
 بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ
 فَأَخْبِرْنِي عَنْ آيَاتِهَا
 قَالَ أَنْتَ تَسِدُ الْآمَنَةَ
 رَبَّتَعَا وَ أَنْتَ تَوَى
 الْعَفَاةَ الْعَرَاةَ الْعَالَةَ
 رَعَاءَ الشَّارِ يَتَطَاوَلُونَ
 فِي الْبُيُوتِ قَالَ ثُمَّ
 أَنْطَلَقَ فَبُكِّشْتُ مَرَّةً ثُمَّ
 قَالَ لِي يَا عُمَرُ أَتَدْرِي
 مِنْ السَّائِلِ قُلْتُ اللَّهُ وَ
 رَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ
 يَا أُمَّ رَجُلٍ نَزَلَ أَتَاكُمْ
 يَعْزِلُكُمْ وَيَنْكُرُكُمْ دَوَا
 مُسْلِمٌ وَ دَوَا أَبُو مُسْلِمٍ
 مَعَ اخْتِلَافٍ وَفِيهِ وَرَأَا

رَأَيْتَ لَعْنَةً - الْعَوَاكِفَ
 أَلَيْكُمْ مَكْرًا الْأَرْضِ
 وَخَمِيرًا لَا يَعْلَمُونَ إِلَّا
 أَنَّهُ شَرٌّ قَرَأَ رَأَى أَنَّهُ
 عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ
 وَيَسْئَلُ الْغَيْثُ الْغَيْثَ

متفق علیہ -

مسلّم نے روایت کیا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے
 اس سے کہ مختلف الفاظ سے حدیث روایت کی ہے۔ اس
 میں اس طرح ہے اور تو کہے گا نگہ پاؤں جسے ہم سے اور
 نگہ لوگوں کو زمین کے بادشاہ و قیامت کا علم، ان پانچ علوم میں
 سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے
 ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغيث الا انی سورۃ
 لقمان کی آخری آیت پڑھی ہے حدیث متفق علیہ ہے۔

شرح فعل اول: سعد بن عبد بن الخطاب رضی اللہ عنہ قائل روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب سے کہ آپ
 نے فرمایا (بیشک) میں عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اثنا میں کہ ہم لوگ جمع ہوا ہر ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت میں حاضر تھے رفات یوم ایک روز طلحہ حلیہ نجد کہ ایک نہایت حسین اور رنگ شخصیت کا مرد ہمارے
 سامنے اچانک نمودار اور ظاہر ہوا جیسے سورج یا چاند نمودار ہوتا ہے۔ (شدید بیاض الشہاب جس کے کپڑے تھیں
 سفید (شدید سواد الشمس) اور بال نہایت سیاہ تھے۔ شعر مکون میں اور رخ بین دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ رکا
 بروی علیہ اثر السفر) اس پر سفر کا کوئی نشان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جیسے گرو غبار، بالوں کی آلودگی، تھکاوٹ، ہر سر کی
 گنت میں تبدیلی، اور سستی و کمزوری وغیرہ آگواہ مرد ہمارے اسی شہر میں سے کسی جگہ سے گزرا تھا۔ روکا بعرفہ منا عدم
 اور حالت یہ تھی کہ ہم میں سے کوئی بھی اسے نہیں پہچانتا تھا۔ یعنی حقیقت میں وہ ہمارے شہر کا باشندہ نہیں تھا اگر ہمارے
 شہر کا ہوتا تو ہم اسے پہچان لیتے۔ (رحمۃ جلیس اللہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں تک کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک
 آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دلدیا، جھک کر اور آپ کی طرف متوجہ ہو کر آپ کی خدمت میں اس طرح بیٹھ گیا جس طرح
 شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے۔ (وفاست) کتبہ الی، کتبہ) تو اس شخص نے اپنے دونوں زانوؤں
 حضور میں کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں زانوؤں کے ساتھ ملا دیے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت زیادہ قریب
 ہو گیا تاکہ دونوں طرف سے سوال و جواب سننے میں آسانی ہو۔ اندکمال محبت و دوستی اور موانست کی بنا پر جو دونوں میں
 تھی (ووضع کتبه علی عنقه) اور اپنے دونوں ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں ران مبارک پر حضور کی تسکین
 و تسلی کے لیے رکھ دیے تاکہ نگہ اور دھم دافہام کے دوران آپ کا قرین مبارک حاضر و متوجہ رہے۔ یہاں اس نے اپنے
 شخص نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر اس طرح ادب و احترام کے ساتھ رکھے جس طرح شاگردوں کی رسم و

عادت ہوتی ہے۔ یہ دوسرا معنی جبرئیل کے خدمت میں حاضر ہونے، آپ کے قریب ہونے اور متعلم و شاگرد کی طرح حضور کی خدمت میں بیٹھنے کے اعتبار سے بظاہر زیادہ مناسب ہے۔ تاہم پہلا دو جہاد راجع اور افضل ہے، کیونکہ ناسی میں مہر احاطہ آپ کا ہے کہ حتی وضع ید یدہ علی دکتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اپنے دونوں ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھٹنوں پر رکھ دیے۔ اور حضرت جبرئیل بظاہر اگرچہ سائل اور متعلم کی صورت میں حاضر ہوئے تھے۔ مگر حقیقتہً خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف معلم اور علم اقدس اللہ عنہ آئے تھے۔ اور حاضرین کو تعلیم اور دینی احکام سنانے آئے تھے۔ جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جبرئیل علیہ السلام کی طرف تعلیم دینے کی نسبت قرآن مجید بھی آپ کی ہے، جیسا کہ (سورۃ النجم میں) افر یا بار عظیمہ شہیدہ ما لکونی ذوقیہ است بڑی قوتوں والے بڑے زور والے نے علم سکھایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ و قد قال کیا معتمد آئندہ نبی عنی (ختم) اور اس آئے والے مرد سکھایا اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کی حقیقت بتائیے کہ وہ کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کے جواب میں فرمایا۔ لا انا لاسلام ان تشهد ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تو اس امر کی گواہی دے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حق نہیں۔ اور اس بات کی بھی شہادت دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے احکام کی تبلیغ کے لیے اس کی طرف سے لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

نعت میں اسلام انبیاء و اطاعت گذاری، قرآن و ہدایت اور نبوی و رجبیت سے جبکہ جاننے اور کسی قسم کی سرکشی اور اعراض کے بغیر کسی کا حکم تسلیم کر لینے کے معنی میں لکھا ہے۔ اور شرع شریعت کے معنی میں اسلام قرآن و ہدایت۔ احکام مائتہ کی اطاعت اور دین اسلام کے پانچ ارکان ہوا گئے بیان ہوں گے، یکے بجا لائے سے عبارت ہے۔ تو اسلام ظاہری و عملی اور ایمان باطنی اعتقاد کا نام ہے۔ اور دین مجموعہ اسلام و ایمان سے عبارت ہے۔ اور عقائد میں جو مذکور ہے۔ کہ اسلام و ایمان ایک ہی چیز ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ہر مومن مسلم ہوتا ہے۔ اور ہر مسلم مومن۔ ایمان و عملوں سے کسی ایک نام کی مسلمان سے نفی نہیں کی جاسکتی تاہم حقیقتاً اسلام ایمان کا ثمر اور ایمان کی فرع ہے۔ علمائے کرام نے اس مسئلے میں بہت گفتگو فرمائی ہے۔ مگر تحقیق یہی ہے جو اس مقام پر بیان کر دی گئی ہے۔ تو اسلام کا پہلا رکن قبولہ تعالیٰ و تقدس کی وحدانیت اور رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت و گواہی دینا ہے۔ حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلمہ شہادت کا ایمان سے اولیٰ و اولیٰ اسلام کی شرط ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص اگر اس کی شہادت نہ دے۔ یا کلمہ اہم نہ گواہی دیتا ہوں، یا کہ کلمہ کلمہ علم میں جا تا ہوں، ایمان سے اولیٰ ہے۔ لیکن اس بات کا دین میں سے ہونا واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص صرف کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے۔ وہ

مسلمان کہلے گا۔ مگر جب کہ احادیث میں لفظ اَشْفَعُ (میں گواہی دیتا ہوں) واقع ہو چکا ہے۔ تو اس لفظ کا ادا کرنا ہی زیادہ بہتر اور زیادہ درست ہے۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔

اسلام کے ارکان میں سے دوسرا رکن نماز ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَتُحْمِلُهُ الْعُلَمَاءُ اور تو نماز قائم کرے۔ اور اقامت صلوٰۃ سے صبح و درست اور تعدیل ارکان اس کی پوری شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور مستقیل اور مستقیم کی ترغیب کرتے ہوئے ادا کرنا مراد ہے۔ اور اقامت کا لفظ تقویم سے مشتق ہے۔ جس کا معنی درست اور سیدھا کرنے کا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ اَتَامَ الْغَوْدَ اس نے میزھی لکڑی کو سیدھا کر دیا۔ یا اقامت سے نماز کو ہمیشہ اور پابندی سے ادا کرنا اور اس کے لیے جدوجہد کرنا مراد ہے۔ اس صورت میں اقامت مقیم ہونے کے معنی میں ہوگا۔ یا اقامت کا لفظ قیام مشتق سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی باز آنے کے بدل پڑنے اور گرم ہوجانے کے ہیں۔

اسلام کے ارکان میں سے تیسرا رکن مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا (وَذِكْرِ الزَّكَاةِ) اور زکوٰۃ دے۔ لغت میں زکوٰۃ کا معنی بڑھنا اور پاک کرنا ہے۔ اور زکوٰۃ کا ادا کرنا۔ بڑھنے سال کے زیادہ ہونے۔ اس میں برکت پیدا ہونے کا سبب اور مال کے پاک ہونے۔ اور صاحب مال کے بدل و کنجوسی کی بدصفت سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے۔ اور لفظ زکوٰۃ متحرک شہور گواہوں کی معافی پیش کرنا، سے مشتق ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنے ایمان کی صحت اور قدامتِ تعالیٰ کے ساتھ دعویٰ محبت میں سچا ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ یہ تھا کہ رمضان خریف کے روزے رکھنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا (وَقَسَمَ مَدْمَعَانِ) اور تو ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ لفظ صوم لغت میں وقفے اور حفاظت کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اور شرع میں نفس کو کھانے پینے اور جماع سے روک رکھنے سے جامد ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک جن میں سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہے۔ زبان کو وقفہ سے رکھنے کی حالت میں کھانے پینے اور جماع کی طرح غیرت سے روکنا بھی ضروری ہے۔ ان حضرات کے نزدیک غیرتِ موقوفہ مگر توڑ دینے والی چیز ہے۔ کامل موقوفہ ہے کہ تمام اعضاء اور حواس کو غیر شرع باتوں سے روک رکھا جائے۔ رمضان مَرْمَضُ سے مشتق ہے جس کا معنی گرم کرنا اور جلانا ہے۔ چونکہ رمضان میں نفس کو جلایا اور چلایا جاتا ہے۔ اس خاصیت اور مطلق سے رمضان کے معنی کا نام ماہِ رمضان رکھا گیا۔ لیکن یہ تو جیسے اس صورت میں درست ہوگی۔ جب کہ انتظارِ رمضان شرعی باتوں میں سے ہوا و کچھ لوگ کہتے ہیں۔ کہ عربوں نے جب عینوں کے نام مقرر کیے۔ اس وقت گرم ہوا اور گرمی کا نام تھا۔ اس لیے گرمی دینے کا نام رمضان رکھ دیا، واللہ اعلم۔

(وتعبدواہ) اسلام کے ارکان میں سے چاروں رکن یہ ہے کہ تو فرائض کا ادا کرے اور حج کے احکام و ن

اداکرے۔ ان استطاعت الیہ سبیلاً اگر مجھے اس تک پہنچنے اور راستہ پانے کی طاقت و استطاعت ہو۔ اکثر علماء کے نزدیک استطاعت دو چیزوں سے عبارت ہے۔ سفر خرچ اور سواری۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس شخص پر بھی حج فرض ہے جو میل چل کر پیٹھ کی طاقت رکھتا ہو۔ اور راستے کا پڑا امن ہونا بھی استطاعت میں داخل ہے۔ مگر اس باب میں اعتبار غالب حالت کا ہے۔ اس بنا پر راستے میں دریا کا واقع ہونا۔ امن کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ غالب یہی ہے کہ موسم حج میں سلامتی کے ساتھ ہی اس سے گزریا جائے گا۔ صحابہ کرام نے جہاد کے لیے کشتی میں سفر کیا ہے۔ لہذا حج کے لیے بھی کشتی میں سفر کرنا جائز ہو گا۔ اور فرض حج کو ذمہ سے ماقطر کرے گا۔ ایک محدث میں وارد ہے کہ افضل شہید وہ ہے جو کشتی میں ڈوب کر مرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ڈوب کر مرنے والوں کی جان اللہ تعالیٰ براہ راست خود قبض فرماتا ہے۔ فرشتوں کے ذریعے قبض نہیں فرماتا۔ قال جہم حضور علیہ السلام نے اسلام کی حقیقت بیان فرمائی۔ تو اس شخص نے کہا مَعتقد یعنی آپ نے حقیقت اسلام ٹھیک ٹھیک بیان فرمادی ہے۔ کیونکہ اسلام کی حقیقت یہی ہے جو آپ نے بیان فرمائی۔ (روایتناہ وصالہ و بعدہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اس شخص کے حال سے تعجب ہوا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھتا بھی ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ کیونکہ پوچھنا اور دریافت کرنا بظاہر حوائج اور نوائی پر ذلت کرتا ہے۔ لیکن حضور کی بیان کردہ عبارت کی تصدیق کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا علم ہے۔ تاہم فی الحقیقت کوئی تعجب کی چیز نہیں تھی کیونکہ وہ مرد حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ جو صحابہ کرام کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔ تاکہ جبرئیل علیہ السلام پر چھتے جائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جواب ارشاد فرماتے جائیں اور وہ بارہ دین کی باتیں یاد کر لیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پاک کے آخری ایام کا واقعہ ہے۔

وقال داعیہ فی من الایمان، پھر اس شخص نے کہا میں طرح آپ نے اسلام کا معنی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ اسی طرح مجھے ایمان کی حقیقت بھی بتائیں، کہ کیا ہے؟ وقال، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ان تو من مائتہ) ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ تو خدا نے تعالیٰ کی ذات۔ اس کی ثبوتی اور علمی صفات اور اس کی تزیینہ و تقدیس پر ایمان لانے اور اسے تمام محبوب و فغانوں اور مذہب و فتنے کے نشاطات سے پاک جانے (و ملشکدہ) اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لانے۔ کہ وہ توری جسم کی ایک جملہ ہے۔ جو مختلف شکلیں تبدیل کرنے کی قدرت رکھتی ہے اور وہ بھی اللہ کے بندے ہیں۔ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور اس کے اذن و اجابت سے جہاں میں تعریف کرنے کی طاقت رکھتے

لے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جہاں میں تعریف کرنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ تعریف کی طاقت اللہ تعالیٰ نے اپنے

ہیں۔ اور فرمودہ ہوئے کی صفت سے موصوف نہیں ہیں فرشتوں کی باقی صفات کتاب و سنت میں آپ کی ہیں۔
 (ذکر شہید) اور یہ کہ تو خدا نے تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لائے۔ کہ وہ کلام قدیم ہے جو حرف و آواز سے خالی ہے۔ ان
 کتابوں کو خدا نے تعالیٰ نے تختیوں یا فرشتوں کی کتابوں میں حروف و آواز ایجاد کر کے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمایا۔ یا
 فرشتے کے واسطے کہ بغیر ہی پر دے کے کیچھے سے وہ آواز سن جاتی ہے۔ اور تمام آسمانی کتابیں خداوند تعالیٰ کا سچا اور
 ثابت کلام ہے۔ اور قرآن مجید فصاحت اور جامعیت کی حیثیت سے سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ علمائے کرام نے فرمایا
 ہے کہ آسمانی کتابیں تعداد میں ایک سو چار ہیں۔ ان میں سے پچاس حضرت شیث پر تیس حضرت ادریس پر دس حضرت
 آدم پر اور دس حضرت ابراہیم علیہم السلام پر نازل ہوئیں باقی چار شہد کتابیں ہیں یعنی توریت زبور و انجیل اور قرآن مجید۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَرُسُلِهِ اور یہ کہ تو مخلوق کی بلایت، ان کے معاشی و دنیوی اور اخروی مسائل و احکام کی تکمیل کے لیے اللہ
 کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معجزات اور صداقت کے نشانات سے مزید
 کر کے بھیجا۔ اصل نبوت میں فرق کیے بغیر ان سب پر ایمان لانا لازم اور ضروری ہے۔ ان کا ادب و احترام بھی واجب
 اور ضروری ہے۔ نیز خود سے پہلے اور نبوت کے بعد انہیں ہر قسم کے گناہوں اور برہمنی کے نقص و عیب کے وارث
 پاک جانا ضروری ہے۔ یہی علماء کا پسندیدہ اور مختار مذہب ہے۔

بعض مفسرین اور اہل قصص و اخبار نے جو بعض ادبیاء کے بارے میں جیسے حضرت یوسف اور حضرت داؤد علیہم السلام
 کے متعلق ان کی شان نبوت کے خلاف باتیں نقل کی ہیں، صحیح اور درست نہیں ہیں۔ اور اگر میں تو خطا اور نہ بیان پر مبنی
 ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی پیغمبر نہیں تھے۔ اور قرآن مجید میں جو حضرت آدم علیہ السلام
 کی طرف عصیان و نافرمانی کی نسبت کی اور ان پر عتاب فرمایا۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے خدائے تعالیٰ کے مقرب
 ہونے اور ان کی بلندی شان پر مبنی ہے۔ اور مالک کو حق پہنچتا ہے کہ اولیٰ و افضل چیز کے ترک کرنے پر اگرچہ وہ
 معصیت کی حد تک نہ پہنچے۔ اپنے بندے کو جو کچھ چاہے کہے۔ اور عتاب کرے۔ دوسرے کسی کو بھی کچھ کہنے کی

اولیاء کو بھی عطا کر رکھی ہے۔ جیسا کہ محدث و تاج جنس رحمتہ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں اس کی تصریح کی ہے۔ جو مواصل مست کالیں
 مسک ہے۔ مزید تفصیل کے لیے کمزرات امام ربانی جتہ اللہ اللہ انفتاحہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور کتاب الامن و العمل
 تصنیف اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا مطالعہ فرمائیے۔ ۱۲۔

کے پہلے کہنے کی وجہ ظاہر ہے۔ اور اسلام کا ذکر ایمان سے پہلے آنے کی وجہ اپنی اس عظمیٰ کی طرف توجہ کرنے کی بنا پر ہے۔ جس طرح ایمان کی تحقیق کے بعد احسان کا ذکر فرمایا۔ جو ایمان و اسلام کا آخری درجہ اور مرتبہ تکمیل ہے۔ اور اعلیٰ مراتب و مقامات سے ہے۔ جیسا کہ فرمایا (قال صدقت قال فاعرف ان من الاحکم اس شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ آپ نے ٹھیک فرمایا۔ اب مجھے احسان کی حقیقت سے بھی آگاہ فرمائیں۔) چونکہ بہت سی آیات و احادیث میں احسان کا ذکر آیا ہے۔ اور اسے درجہ عالی پر رکھا اور مرتبہ کمال قرار دیا۔ اس لیے اسلام اور ایمان کا معنی دریافت کرنے کے بعد اس نے احسان کی حقیقت کے بارے میں بھی سوال کر دیا۔ تاکہ دین کا کام مکمل اور پورے طور پر معلوم ہو جائے۔ احسان کا معنی نیکی کرنا ہے۔ اور یہ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ لوگوں سے نیکی کرنا یعنی انہیں انعام و اکرام سے نوازنا۔ اور نیک عمل کرنا پورے کمال اور پوری درستی اور اچھائی کے ساتھ اور جیسا کہ چاہیے اسے بھالانا۔ نیک عمل اس اچھائی اور عمدگی سے کرنا۔ گویا اپنی ذات کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ اور اس کے خلاف کسی عمل کا بھالانا اپنی ذات پر ظلم اور اپنے نفس کے ساتھ برائی کرنے کے مترادف ہے۔ احسان کا خلاصہ اور اصل عبادت میں اقلاص اور حضور و شروع ہے اور اسے اقلاص و شروع در حقیقت شرط کمال بلکہ اسلام و ایمان کی صحت کا نشان ہے۔ (قال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حقیقت احسان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا (اَنْ تَحِبَّهٗ اِنَّهٗ تَحْبَبُكَ تَحِبُّوا) احسان (محبت) تعالیٰ کی اس طرح محبت کرنے کا نام ہے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کا یہ حال ہوتا ہے وہ نہایت ہیبت و تعظیم اور احترام و شروع حضور اور جہاد شوق و ذوق اور محبت و مہذب کے مقام پر فائز ہوگا۔ اور یہ مقام مشاہدہ اور دریافت شوق و حضور و مہذب جانے کا مقام ہے۔ اس سے پہلا درجہ مرتبہ کا درجہ ہے۔ یعنی یہ اعتقاد ہوتا۔ کہ خدا تعالیٰ کی نگاہ مجھ پر پڑ رہی ہے۔ اور اس کا علم بندے کے حال کو شامل ہے۔ جیسا کہ فرمایا (ان لیسو بنی قراہنا منہم) پس اگر تیری یہ حالت نہ ہو کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ تو پھر اس ذات پاک کی اس طرح عبادت کر کہ تو اس کی بارگاہ میں حاضر ہے۔ اور وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس صورت میں بھی حرکات و سکنات میں خوف و خشیت اور احتیاط اور افعال و جمالات اور ادب و احترام اور اطمینان میں ضبط و رعایت اور دائیں بائیں توجہ نہ پٹنے کی سعادت ضرور نصیب ہوگی۔ جس طرح کسی بادشاہ کی حضور میں جب کوئی شخص موجود ہو۔ اور اسے پتہ ہو کہ بادشاہ میرے حالات کا مشاہدہ ان کی نگاہی اور ان کا معائنہ فرما رہا ہے۔ تو اس صورت میں وہ بے قیاد اور غافل ہونے کی جرأت نہ کرے گا۔ اور ترک ادب اس کے لیے مشکل ہوگا۔ اور وہ شخص جو اس حالت میں بادشاہ کو دیکھ بھی رہا ہو۔ اور اس کے جمال کا مشاہدہ بھی کر رہا ہو۔ اس کا حال کچھ اور ہی ہوگا۔ اور اس کی حضوری اور تہمت کی کیفیت کچھ دوسری ہی ہوگی۔ جس

ہے آگے کوئی درجہ تصور میں نہیں آسکتا۔ اور سید العابدین و امام الخائفین صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک دَعَوْتُ نَزْعًا حَنِيفًا فِي الْمَعْلُوكِ (دھڑیر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے)۔ مقام اہل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور تمام عبادت گزاروں کے مقام سے بالاتر اور کامل تر ہے۔ پھر اس کے نیچے درجہ بدرجہ مقامات ہیں۔ مختصر یہ کہ طاعت و عبادت کے تین مرتبے ہیں۔ پہلا یہ کہ صرف اسی قدر عبادت بجالائے جو اس کے ذمے ہو۔ تاکہ اس پر تشاؤ واجب نہ ہو جو سراسر تہریر ہے۔ کہ اس کام و ارکان اور شرائط و آداب کو اس طرح بجالائے۔ کہ حصول رضا اور عظیم ثواب مرتب ہونے کا موجب بنے۔ اور اس کا باطن بھی ذوق عبادت و بندگی سے بھر پور ہو۔ اور سب سے بلند تر مرتبہ یہ ہے۔ کہ مشاہدہ معبود اور اس کی ذات اقدس کے حضور میں ڈوب جائے۔ اور نمازیں جو سب عبادتوں سے افضل اور تمام مقامات قرب سے اعلیٰ مقام ہے۔ اس ذات اقدس تعالیٰ شانہ کے سامنے بکھڑے ہو جانے کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ جس سے باطن و اورانیت سے روشن و منور ہو جاتا ہے۔ وہ ایسی کیفیت ہے جو معرفت ذوق سے معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ مقام نصیب فرمائے۔

اس حدیث سے آخرت میں خداوند تعالیٰ کا امیدوار اخذ ہو سکتا ہے۔ چونکہ دنیا میں جسمانی عبادات کی تین جم جاتے ہیں کیا پر انسان اس کے دیدار سے محروم و محروم ہے۔ جنب یہ نزدہ اللہ جاتے گا اور کائنات خدا کا (گوئی اگر کوئی اسے دیکھ رہا ہے) سے حریف کر کے انک تھوڑا بے شک کھڑا ہے (دیکھ رہا ہے) جیسا کہ آغوش میں واقع ہو گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔

سترون ریکم يوم القيمة الحديث (مختصر یہ تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھو گے) اسی بنا پر حدیث موجود ہے۔ پہلی اور آخری نماز کی پابندی کرنے کی بطور خاص تاکید آئی ہے۔ کیونکہ نبشت میں یہ اوقات خدا کے تعالیٰ کو دیکھنے کے اوقات ہوں گے۔ یعنی تاکہ پانچ نماز کی ہر رکعت سے مشاہدہ ذات کا ٹھٹھکا پیدا ہو۔ اور آنکھ سے دیکھنے کی استعداد نصیب ہو۔ کہ بندے میں عالم آخرت میں حوت بصیرت پیدا کر دی جائے گی۔ (وقال صدق) اس نے کہا آپ نے بتایا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ دین کی بنیاد اور اس کا کمال تین چیزوں پر ہے۔ عقیدہ علم عقاید اور علم تصورات و سلوک پر۔ اس حدیث میں یہ تینوں مقام بیان فرما دیے۔ اسلام فقر کی طرف اشارہ ہے جس میں اعمال و احکام شرعیہ کا پلکان ہوتا ہے۔ ایمان اعتقادی مسائل اور اصول کلام کی طرف اور احسان اصل تصورات کی طرف اشارہ ہے جو مالک کی طرف سبکی توجہ سے عبارت ہے۔ تصورات کے تمام معانی جن کی طرف شائع طریقہ ہے اشارت فرماتے ہیں۔ اسی معنی کی طرف لوٹتے ہیں لہذا تصورات اور علم عقائد و کلام ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا اور نہ وجود میں آسکتا ہے۔ اور تصورات فقر کے بغیر بھی عرض و وجود میں نہیں آسکتا۔

علامات و نشانات سے آگاہ فرمائیں کہ ان تین علامتوں میں سے ایک نشان یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص ہو جس کو ہم دے گی۔ اس عبارت کی تاویل اور بیان مراد میں شارحین کے بہت سے اقوال ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص ہو جس کی کثرت ہو جائے گی۔ اور کوئی ایسا شخص پیدا ہونے والوں کی حیثیت اپنے باپوں کی نسبت سے اپنی ماں کے لیے سولا اور سردار اور مالک کی طرح ہوگی۔ یا اس اعتبار سے کہ آدمی کا مال و متاع موت کے بعد ولاد کے قبضہ و ملک میں چلا جاتا ہے۔ یا مالک کی زندگی ہی میں اس کی واضح تصریح یا اشارۃً یا عرف و عادت کی بنا پر ولاد کے تصرف و استعمال میں آ جاتا ہے۔ اس امر کا قیامت کی علامت ہونا اس بنا پر ہوگا کہ غرضاً ان ناز و نعمت کی زندگی اور معیشت کے اسباب و آلات میں دائرۂ اعتدال و میانہ روی سے تجاوز کر جائیں گے جس کی بنا پر لوگوں کے حالات و انتظام زندگی میں خلل و فساد پیدا ہو جائے گا۔ یا اس بنا پر یہ بات فرمائی کہ بڑی کثرت سے جہاد کے مواقع پیدا ہوں گے اور بہت سے لوگ گرفتار اور قیدی بنیں گے۔ اور ممکن ہے کہ اس دوران کچھ اولاد اپنی ماؤں کو قید کر لیں اور گرفتار کر کے اپنے پاس سے آتش اور ان کے مالک بنیں۔ پھر اگر یہ بات معلوم نہ ہو سکے کہ ان کی مائیں ہیں۔ تو وہ عمر میں ہمیشہ ان کی ملکیت میں رہیں گی۔ اور اگر ان عورتوں کے ظلم بخشنے کے بعد معلوم ہو جائے کہ یہ فی الحقیقت گرفتار کرنے والوں کی مائیں ہیں۔ تو وہ آئندہ ہو جائیں گی۔ یا آپ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ جہاد کا کثرت سے واقع ہونا بلا و کفر پر مسلمانوں کے غلبے اور تسلط اور اسلام کی مضبوطی اور اس کے کمال کا باعث ہوگا۔ اور چونکہ ہر کمال کے لیے نوال ہے۔ اس جبرِ حاوی اور لوگوں کو ڈرانے والے و غلبے نے اسلامی حکومت و اقتدار کے ختم اور منقطع ہونے کی خبر دے دی جو قیامت کے قائم ہونے کی علامت ہے۔ یا اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اولاد و عیال اپنی مخلوق کی بے ادبی اور ان کی نافرمانی اس حد تک بڑھ جائے گی کہ وہ اپنی ماؤں کو اپنی نوٹروں کی طرح سمجھنے لگیں گے۔ اور ان کے ساتھ بالکلوں اور آقاؤں جیسا سلوک کریں گے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جہاد کی کثرت اور ولاد و کفر پر قبضہ و تسلط تو اسلام کے دورِ اقبال میں تھا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ علامات قیامت آخر زمانہ میں پیدا ہوں گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دورِ اسلامی تک کے زمانے کی نسبت، اسلام کا ابتدائی زمانہ بھی آخری زمانہ ہی ہے۔ لہذا اگر اسلام کے ابتدائی دور میں بھی قیامت کی کچھ علامات ظاہر ہو جائیں۔ تو کوئی دور اور بعید نہیں ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخر زمانہ میں جہاد اور غلبہ بہت زیادہ ہو جائے۔

واللہ اعلم۔

بعض علمائے کرام اس عبارت کی تشریح میں یوں فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں اسلام کی رعایت اور محال و حرام میں

خطوط کے بارے میں لوگوں کے حالات میں خساد و بگاڑ پیدا ہو جانے کی بنا پر لوگ اپنی ماقول تک کی خرید و فروخت شروع کر دیں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ چیزوں کے کثرت کے ساتھ لوگوں کے ہاتھوں میں ادل بدل ہونے اور خریداروں کے ہاتھوں میں گھونٹنے کی وجہ سے مائیں بکتی بکتی اپنی اولاد کے ہاتھوں میں آپہنچیں اور تلدا کا منہ دجھا (لوٹندی) اپنے مالک و مرنی کو جہم دے گی، کا معنون سچا ہو جائے۔

بعض علماء اس جملے کی توجیہ میں یوں فرماتے ہیں کہ یہ جملہ اس بات کا کنایہ ہے کہ ایسا وقت آئے گا کہ عورتیں بادشاہوں اور امراء کو جنم دیں گی۔ اور ان کی مائیں ان کی رعایا میں شامل ہوں گی اور وہ امراء اور بادشاہان کے سرپرست و مرئی اور حاکم ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیش گوئی بھی آخر زمانہ میں پوری ہو چکی ہے۔ خصوصاً خلفائے بنی عباس کے دور حکومت میں اور دوسرے رڈر سا اور اکابر کے زمانہ میں۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ دجھتا بتائے تائید کیوں فرمایا گیا دجھتا کا لفظ کیوں نہیں لایا گیا۔ حالانکہ گزشتہ بیان میں اس جملے کی جزئیات و بیانات اور توجیہات بیان ہوئی ہیں وہ مذکور ٹوٹ دونوں کو شامل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا موصوت یا لفظ نفس یا نسہ ہے جو ٹوٹ ہے۔ اور اس کا معنی ذکر و آفات دونوں کو شامل ہے۔ اور اس بنا پر بھی لفظ دجھتا استعمال نہ فرمایا کہ یہ لفظ عموماً فاسد پروردگار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی عظمت اور بزرگی شان کا لحاظ کرتے ہوئے اس سے گریز کیا گیا۔ اگرچہ اضافت کے ساتھ رب کا اطلاق غیر حق کے لیے بھی آیا ہے۔ یا دجھتا سے مراد پیشی ہے۔ اور جب کہ اس کے لیے یہی لفظ درست تھا اس بنا پر دجھتا کا لفظ لایا گیا۔

اور ایک روایت میں دجھتا کے بجائے بٹھکا کا لفظ آیا ہے۔ اور بدل مرئی و سردار کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور اگر بدل بمعنی خادم ہو تو بھی بعض مذکورہ توجیہات کے مطابق درست ہے جیسے کوئی شخص کفار کی گرفتار کر دے تو بد اپنے قہقہوں و ہلک میں لائے اور اسے جو واقع میں اس کی ماں ہو تو راستہ طور پر اپنے نکاح میں لائے۔ اور اس سے صحبت کرے۔ یا ابتدائے اسلام میں لوگ لوٹنے کے ساتھ دلی اور محبت کرنے سے نفرت اور انکار کرتے تھے۔ اور آزاد عورتوں سے نکاح اور دلی کرنے کی رغبت رکھتے تھے۔ واللہ اعلم۔

(وان عرفوا الحقائق العارۃ العالیۃ لست علیہم طاعات قیامت میں سے دوسری علامت یہ ہے کہ اسے مخاطب کر دیکھے گا ننگے پاؤں ننگے جسم۔ تنگ دست۔ بکریاں چرانے والوں کو یعنی فقر پرے نوا لوگوں کو اس حالت و کیفیت میں پائے گا۔ کہ رہتا دونوں ذالینان، کمالات کے تعمیر کرنے میں ایک دوسرے پر غر و تکبر کریں گے۔ یعنی محتاج اور جنگلات میں رہنے والے لوگ جو ہمیشہ نکر و فساد و فحش کی حالت میں بیا بالوں و صحرائوں میں گزرتے ہیں۔ اور بھڑکریاں بھول عرب

کے نزدیک گھسیا دے گا مال ہے۔ چراتے ہیں۔ ایسے لوگ معزز و متبرک و شریفیت اختیار کر لیں گے اور شہروں میں حکومت پذیر ہو جائیں گے اور اونچے اونچے مملکت تعمیر کریں گے۔ اور ایک دوسرے پر غرور تکبر کریں گے۔ یہ بھی قیامت کی علامت و نشان ہوگا۔ جو آخر زمانے میں ظاہر و نمودار ہوگا کہ یہ حالت جہان کی ہے انتظامی اور خلل کا موجب بنے گی۔ کیونکہ اس طرح زمین اور گھسیا اور جاہل لوگوں کی عزت و عظمت ہوگی۔ اور بلند مرتبہ لوگوں کا ہر اور علماء کی اہانت و عنفارت کا سبب بنے گی۔

منقول ہے کہ ذوالقرنین نے اپنے دور حکومت میں تمام لوگوں کو ان کے ایسے پیشوں و مستحق میں لگایا جو ان کے آباد و اجراء کے مناسب حال تھا اور کسی کو بھی اس میں رد و بدل کی اجازت نہ دی۔ یہی اس کے دور حکومت میں لوگوں کے امن و امان ان کی سلامتی اور ان کے نظم و ضبط سے رہنے کا باعث بنی۔

ایک حدیث شریفیت میں آیا ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دنیا کے کبد سخت اور بے عقل لوگ سب سے زیادہ دولت مند اور خوشحال نہ ہوں گے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ نیک پست اور ذلیل کچھ جائیں گے اور بے لوگ بلند اور غالب ہو جائیں گے۔ پر شیعہ نہ رہے۔ کہ قیامت کی چھوٹی اور بڑی بہت سی علامات ہیں جیسا کہ باب علامات قیامت میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ لیکن یہاں شاید نقض مقام کی بنا پر صرف دو علامات بیان کرنے پر کفایت فرمائی۔ واللہ اعلم۔ (وقال) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا (رضی اللہ عنہ) اس شخص نے یہ سوالات کیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات ان کے بعد چلا گیا۔ (غلبت علیہ) اس پر میں کافی دیر مضطرب رہا۔ یعنی میں حقے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کیا کہ یہ مرد کون تھا۔ تو رفتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اسے نہ سمجھتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہیں امر ہے۔ اس قسم کے عجیب و غریب قصہ میں اتنے غنائے حال اندر مقتضائے طبیعت کو یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے میں جلدی کی جاتی۔ ایسے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے عمر (رضی اللہ عنہ) تھے عمر ہے کہ سوالات کرنے والا آدمی کون تھا (قلت) میں نے عرض کی (اللہ و رسولہ ام) اللہ اور اس کا رسول اسے بہتر جانتا ہے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریقہ تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی بات پوچھتے تو یہ اب میں اللہ و رسولہ ام کہہ کر تے تھے۔ اور اس طرح ابوب و دانش کا ثبوت دیتے (وقال هذا جبریل)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس روایت کرنے والا یہ شخص جبرئیل فرشتہ تھا جبرئیل سریانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی عبداللہ ہے (انتا کوہلکم دینکم) تمہارے پاس آیا تاکہ تمہیں تمہارا دین سکھائے۔ اس مقام پر نیز احادیث و احکام اسلامی اور تعلیم کی نسبت جو حضرت جبرئیل کی طرف کی گئی اس بنا پر بھی کہ حضرت جبرئیل سوالات کرتے اور اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جواب ارشاد فرمانے کا باعث بنے۔ اور صحابہ کرام کو یہ جوابات سنوائے۔ اور امر واقع بھی یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام چونکہ حامل وحی اور مبلغ علم ہیں۔ اس لیے تعلیم کی نسبت آپ کی طرف کرنا فی الحقیقت ٹھیک اور درست ہے۔ غایت درجہ صرف یہ بات ہے کہ یہ احکام پہلے سے معلوم تھے۔ سوالات کرنے سے مقصود یاد دہانی اور ان احکام کے علم کی تجدید تھی۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین اسلام ایمان اور احسان کے مجموعے سے عبارت ہے۔ اور شریعت اس مجموعے کا نام ہے۔ اور کبھی کبھی خاص اسلام پر بھی یہی اصطلاح کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ان الدین عند اللہ لا یدار اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور کبھی شریعت کا لفظ احکام فرعیہ فقہیہ کے ساتھ خاص ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح شریعت، طریقت اور حقیقت کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ کہ یہ تینوں دین کے اجزاء اور شعبے ہیں۔ درحقیقت شریعت ہی حقیقت ہے۔ تاکہ اہل اسلام میں حقائق پر ایمان لائے بی فی الحقیقت ان تک پہنچیں اور جو کچھ انہوں نے سنا ہے اسے مستضیٰ الین شریعت دین سے الگ اور متاخر کوئی چیز نہیں۔ اور دین ایک ہی ہے وہ نہیں ہیں جو شخص اس تحقیق کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے وہ خطا پر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (رد المحتار) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا اگرچہ امام بخاری نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں کی لہذا اصطلاح کے مطابق یہ حدیث متفق علیہ نہ ہوگی اور بخاری و مسلم دونوں نے اس حدیث کی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔ لیکن اس کا حدیث عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ الفاظ میں اختلاف ہے جیسا کہ فرمایا۔

وہو باہ ابو ہریرۃ مع اختلاف ماں حدیث کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی حدیث کے الفاظ سے کچھ مختلف اور مخایر الفاظ سے روایت کیا وہ یہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو انہوں نے روایت کی اس طرح آیا ہے

روافدا میت المعافاة العداۃ الصم البکم ملوک الاغلاۃ قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ جب تو دیکھے کہ ہا برہنہ ننگے جسم والے کانوں سے بہرے زبان سے ننگے یعنی نادان اور بے عقل لوگ صاحب ملک و جاہ اور حاکم بن جائیں گے۔ (رف غن لا یدعون الا اللہ) علم قیامت اور اس کے قائم ہونے کا خاص وقت ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جنہیں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (شیرۃ) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پانچ چیزوں کے بیان اور ان کی تمیز کے لیے جنہیں

لہ یعنی اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر۔

سوا خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ان اللہ حنکہ علم آیت ایک لفظ الہی کہ جسے نہ کہ کسی اور کو قیامت کا علم کہ کتب واقع ہوگی (وینزل اللہ فی الایہ) اور اللہ ہی جانتا ہے بارش کا علم کہ کتب برے سے الی آخر الایہ۔ اور یہ ہے۔ ویسے ہر مافی الامام اور صرف وہی جانتا ہے کہ حاملہ عورت کے شکم میں بچہ ہے یا بچی۔ وعاتدہ فی نفس ما ذاکب۔ خدا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کیا کام کرے گا۔ وعاتدہ فی نفس پایہ حق اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا۔ نفی علم سے مراد یہ ہے کہ بے تعلیم الہی حق عقل کے ذریعے ان مذکورہ چیزوں کو کوئی نہیں جان سکتا۔ اور یہ ان احمد غیبیہ میں سے ہیں جن کا صرف خدا تعالیٰ کو ہی علم ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو وحی و الہام کے ذریعے بتا دے تو یہ امر دیگر ہے۔

۲۔ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
مَنْ آتَى اللَّهَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَسْكَرِ
عَلَى خَمْسٍ سَجَادًا كَانَ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَنَّ مَسْئَلَةَ رَسُولِ اللَّهِ وَرَأَا وَافْعَلُوا
وَأَيُّهَا الزُّكُورُ وَالْبَعِثُ وَمَنْعُ
تَمَعْنَانِ - متفق علیہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد بائیس
چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا
کوئی معبود برحق نہیں۔ اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے
رسول ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو نبی و ناسریت اللہ کا کبریٰ کرنا۔
اور رمضان طریقت کے دنوں سے رکنا۔ متفق علیہ۔

شرح: سنہ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ کی تلاوت باسماوات نازل وحی سے ایک سال پیشتر ہوئی۔ چھوٹی عمر میں ہی اپنے والد ماجد
کے ساتھ حلقہ بغوش اسلام ہوئے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ اپنے والد سے بھی پہلے اسلام لائے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔
حضرت کی بنا پر بیگ بدر میں شریک نہ ہوئے۔ غزوہ اہدیں تک ان کے پاس میں اختلاف ہے۔ آپ اہل مدینہ و انصاریہ و تقویٰ
میں سے جوئے ہیں۔ فتویٰ دینے میں تمام امتیاز پر پورے خود غرض اور علی سے پہنچنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اتباع
سنت میں بڑے قوی اور مستقیم۔ اعلیٰ تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں ہر شخص دنیا کی جانب میلان رکھتا تھا دنیا
اس کی طرف مائل ہوتی تھی سوائے ابن عمر کے رضی اللہ عنہ۔

(قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی
کے جن آیات و احادیث میں مخلوق سے علم حبیب کی نفی کی گئی ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے جو معرفت بخیر نے بیان بیان

فرمایا ہے۔

عقلی اور دین کے کاموں میں نہایت عمدہ کام ہے۔ اسی لیے اس شعبہ کو ہدایا بیان فرمایا اور خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔
 حیالغت میں اس تفسیر و انکساری (شکستگی) کا نام ہے جو انسان کو عیب والے کام کے ارتکاب کے خوف سے لاحق ہوتی
 ہے۔ اور عرف شرعی میں اس سیرت و عادت کا نام یہ ہے جو ممنوع اور نافرمندہ کاموں سے پرہیز کا باعث و ذریعہ بنتی
 اور ادائیگی حق میں کوتاہی کرنے سے مانع اور رکاوٹ بنتی ہے۔ اور یہ اگرچہ انسان کی خیرست اور اس کا جلی و صفت ہے
 لیکن شرعی حیاکو و جود میں لائق میں بندے کے اختیار اور ریاضت کا و فضل ہے جس طرح اس اسے کے باقی تمام اخلاق
 اور تمذیب و تربیت میں بندے کی ریاضت اور اس کے اختیار اور ارادہ کا و فضل ہے۔ رسید الطائفہ حضرت بنیادہ
 قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے۔ الجلاء و حالۃ تنقلہ من رذیۃ الاکاد و رذیۃ التہیجہ حالیکہ ایس حالت کا نام ہے جو فرد
 تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھنے اور پھر اس کے شکر میں کوتاہی کے احساس سے بندے پر طاری ہوتی ہے۔ بندہ جب اپنے
 اور حق تعالیٰ کے شمار نعمتیں نازل ہوتی دیکھتا ہے۔ اور پھر اپنی طرف سے ان کے شکر کی ادائیگی میں کوتاہی کا مشاہدہ
 کرتا ہے۔ تو اس سے جو شرم محسوس ہوتی ہے اس کا نام حیا ہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۴۔ وَغُنَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلْمُسْلِمِ مَنْ سَلِمَ
 الْمُسْلِمُونَ مِنْ يَدِهِ وَجِدَادٍ وَالْعَابِرُ
 مَنْ جَرَّ مَا دَفَى اللَّهُ عَنْهُ هَذَا لَفْظُ الْغَرَارِ
 وَلِلْمُسْلِمِ قَدْ انْ سَلِمَ سَأَلَ الْيَقَافَ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْمَلِيَّتَيْنِ تَحْتَ قَدْ
 مَنْ يَلِمُ الْيَزْنَ عَنِ كَيْدِ الْبَغِيَّةِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور
 ہاتھ سے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے اور عاجز و ناتوان ہے جو اس چیز کو
 چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو۔ یہ بخاری کے الفاظ
 ہیں۔ اور مسلم کے ہاں یوں ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا
 حضور علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال کیا مسلمانوں میں بہتر
 مسلمان کون ہے۔ فرمایا وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان
 سالم اور محفوظ رہیں۔

شرح :- تنذکرہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص بن دائل سہمی تخریش کے ایک بطن بہمن ہیں
 عمر کی طرف منسوب ہے۔ آپ عبادت گزار و مجید عالم، رزق دار اور قائم الیل تھے۔ اپنے باپ سے بارہ سال چھوٹے
 تھے۔ اور عادت پر تیرہ علی صاحبہما اعلیٰ و السلام کے کاتب تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں مجھ میں اور ان میں صرف
 یہ فرق تھا کہ وہ احادیث کہتے بھی تھے اور میں کہتا نہیں تھا۔ اہل بیت سے محبت رکھتے تھے۔ اگرچہ باپ کی خوشنودی
 کی خاطر جس کی حضور علیہ السلام نے ان کو وصیت کی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اپنے والد کی خدمت و صحبت

میں رہتے تھے۔ پہلے ان کا نام ان کے دادا عامر کے نام پر تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر ان کا نام عبداللہ رکھا۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المسلمون، مسلم المسلمون من لسانہ ویدعہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان امن و سلامتی میں رہیں۔ کہ زبان سے کسی کو گالی نہ دے اور کسی کی نفی نہ کرے۔ اور کوئی نازیبا بات نہ کرے۔ اور ہاتھ سے نہ کسی کو مارے نہ تکلیف دے۔ اور نہ غضب و غصہ کا اظہار کرے۔ ہاتھ اور زبان کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا کہ ایذا اور تکلیف پہنچانے کی اکثر انواع انہیں دوا اعضاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور انسان کے نفس اور باطن میں جو کچھ ہے زبان اس کی ترجمان اور مہر ہے۔ اور زیادہ تر کام ہاتھ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اور زبان کا ذکر پہلے اس لیے فرمایا کہ زبان سے ایذا پہنچانا زیادہ اور سخت تر مہر ہے۔ اور زبان سے ہی گزیرے ہوئے اور موجود ادا کئے جانے لوگوں کو بُرا بھلا کجاتا ہے۔ ہاتھ سے تو صرف سامنے موجود اور حاضر لوگوں کو ہی اذیت دی جاسکتی ہے۔ اور نہ گناہ زبان سے کہنے کی طرح ہے۔ بلکہ اس میں زبان اور ہاتھ دونوں شریک ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی تخصیص غالب صورت حال کے تحت ہے ورنہ کافر جو ذمی اور مطیع اسلام ہوں وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ اور ابن حبان کی روایت میں من۔ مسلمان اس کے الفاظ واقع ہوئے ہیں۔ ابن حبان کی روایت کے الفاظ زیادہ عام ہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ بہر صورت وہ اذیت مراد ہے جو ناجائز دی جائے۔ ورنہ حکم شرع کے مطابق جو چیز جو زور و کوب اور جو گالی وغیرہ ہو جائے وہ اسے۔ بلکہ بعض اوقات داسبب اند ضروری ہو جاتی ہے۔ شعر

وہے حکم شرع آب خوردن خطاست وگر خون پشتی بریزد رواست

ترجمہ۔ حکم شرع کے بغیر پانی پینا بھی گناہ ہے۔ اور فتویٰ شریعت کے مطابق اگر کسی کا خون بھی ہمارے تو جائز و روا ہے۔ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو ایذا دینا مسلمانوں کی صفت اور شان کے خلاف ہے۔ اور مسلمان کو چاہیے کہ اس کی یہی شان ہو۔ اور جس کی یہ شان و صفت نہ ہو وہ گویا مسلمانوں میں سے نہیں رہے مطلب نہیں کہ جو شخص صرف یہ صفت رکھتا ہو وہ مومن کامل ہے۔ اگرچہ باقی احکام دارالکمال دین میں سستی اور کوتاہی کرتا ہو جیسا کہ علماء اور بے دین لوگ مطلب نکالتے ہیں۔ شعر

مباحض دہے آزار دہے خواہی کن کہ در شریعت ما غیر از این گناہ نیست

کسی کے دہے آزار نہ ہو اس کے سوا جو چاہے کہہ کہ ہماری شریعت میں اس کے سوا کوئی گناہ نہیں۔

حدیث کی حقیقی مراد یہ ہے کہ جو شخص حقوق برہدہ گارک ادا نیکی کے ساتھ ساتھ خلق کے حقوق بھی بہا لاتا ہے وہی مومن کامل ہے (والعاجز من جہد ما علی اللہ عنہ) اور ماجر وہ ہے جو اس چیز کو ترک کر دے جس سے خدا تعالیٰ نے اسے باندھنے کا حکم دیا ہے۔ معلوم ہو نا چاہیے کہ اگر کفر سے دارالاسلام کی طرف آنے اور دینی فتنہ کے مقام سے بھاگ جانے کا نام ہجرت ہے۔ اسے ظاہری ہجرت کہتے ہیں اور باطنی ہجرت یہ ہے کہ انسان بشری اور طبعی تقاضوں سے کنارہ کشی اختیار کرے اور نفس و شیطان اسے جس طرف بلائیں اس طرف نہ جائے۔ بلکہ اس سے دور بھاگے بشریت میں درجہ حقیقت ہجرت اسی طرف من کے لیے ہے۔ جو آدمی یہ سفر حاصل کرنے میں مصروف ہو وہ ماجر ہی ہے۔ اگر چہ اپنے وطن میں ہی کیوں نہ ہو۔ مگر یہ کہ ظاہری صورت میں بھی ہجرت لازم اور ضروری ہو جائے تو پھر وہ بھی کرنا ہوگی جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہوا کہ مسلمانوں کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا ضروری تھا۔ اس حدیث سے مقصود ماجر ہی کو منوعات کے ترک کرنے کی ترغیب دینا ہے تاکہ صرف نام اور صورت پر اکتفا نہ کریں۔ اور غرور و دھوکے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ یا اس میں ان کے دلوں کے لیے ثقل ہے بن کو دنیا میں صورت ماجر نصیب نہ ہوئی کہ وہ بھی منیہ کو ترک کر کے ہجرت کا ثواب حاصل کریں (هذا لفظ البخاری) یہ حدیث جو مذکور ہوئی بخاری کے الفاظ میں۔ کہ انہوں نے اس لفظ سے یہ حدیث روایت کی۔ حدیث کے یہ الفاظ مسلم کی روایت کے الفاظ سے قدرے مفارقت اور مخالفت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا (ولمسلمان بجلال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا (ایہ المسلمین نہیں) مسلمانوں میں سب سے بڑے مسلمان کون ہے۔ (قَالَ) پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے جواب میں فرمایا (من سلم المسلمون من لسانہ ویدۃ) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو کوئی فحشیت اور تکلیف نہ پہنچے۔ اور مسلم ثانیہ جملہ یعنی والعاجز من جہد ما علی اللہ عنہ (ماجر وہ ہے جو اس بات کو چھوڑ دے جس سے اللہ نے اس کو روکا ہو) نہیں ہے۔ لیکن مولف کتاب کی ظاہر عبارت سے دہم ہوتا ہے کہ یہ جملہ بھی ہے۔ خوب سمجھو۔

۵۔ وَعَنْ أَكْبَرِ رِوَايَةِ اللَّهِ عَنْهُ مَا قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يُدْرِي مَنْ أَمَّا كُمْ حَقٌّ أَتَمُّونَ أَحَبُّ إِلَيْكُمْ
مِنْ دَالِدٍ وَلَا لَدٍ وَالْأَنْبَاءُ أَجْمَعِينَ۔

حضرت ابن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص
اس وقت تک مومن نہیں ہو گا جب تک کہ میں اس کے
تذکرے اس کے باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ

کے محبوب اور عزیز نہ ہوں۔

(متفق علیہ)

ہے۔ بیرونی ہمارا ترجمہ نہیں کھاتے۔ رواہ البخاری۔

۱۲۔ وَكَانَ إِذَا مَرَّ بِرَقَّةَ قَالَ آتَى أَعْرَابُ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

وَلَقِيَ عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلَتْهُ دَخَلَتْ

الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ

شَيْئًا وَتُعِمْ الْفَرَغَةَ وَتُؤَدِّي الزُّكَاةَ

الْمَرْفُوعَةَ نَعْبُورُ وَمَضَّانَ قَالَ وَاللَّيْ

لَعَسَى بِبَيْنِهِ لَا أَزِيدُكَ عَلَى هَذَا شَيْئًا

وَلَا أَقْصُ مِنْهُ فَسَكَتَا وَلَقِيَ قَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

سَرَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ

الْجَنَّةِ فَلْيَنْتَظِرْهُ إِلَى هَذَا -

(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی
رومیاتی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور
عرض کیا مجھے ایسا عمل بتائیے جساً اختیار کرنے سے میں جنت میں
جائوں۔ فرمایا وہ عمل یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے
اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اور غنائم کو کرے اور فرض
شدہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور رمضان شریف کے روزے رکھے۔
یہ سن کر اس اعرابی نے کہا اس فات کی قسم جس کے قبضہ
قدرت میں میری جان ہے کہ میں اس سے کچھ زیادہ کروں گا۔
اور نہ اس میں سے کچھ کم کروں گا۔ جب وہ اعرابی پشت پھیر کر
چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات سے صرت
غور کرے کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ
لے۔

شرح :- روئے ای عروۃ یعنی اللہ عنہ قال آتای اعرابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ آپ نے فرمایا ایک ہادیہ ثمن رو میاتی ہادی حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ (فقہ) پس اس اعرابی نے حضور علیہ السلام
کو یہ کہہ کر دیکھا کہ میں نے آپ کو ملنے پر آمادہ کیا ہے۔ (اذا عملتہ دخلت الجنة) کہ جب میں وہ
عمل کروں تو بہشت میں داخل ہواؤں گا۔ (قال) حضور علیہ السلام نے اس اعرابی کے جواب میں فرمایا (تعبد الله ولا تشرك به
شيئا) یہ کہ تو اللہ کی عبادت کرے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ (یام شحاتین) (الاشد رسول پر ایمان کی شہادت) یا
اس کی شہادت کی وضاحت سے ذکر نہ فرمایا یہاں پر شہادت کا نہیں ملے گا سوال کیا گیا تھا (شک کرنے سے مراد یا تو بتوں کی پرستش
ہے۔ یا ریا و فحاشی کہ اس میں انسان مخلوق کو خدا کے ساتھ شریک کرتا ہے۔ اسی لیے احادیث میں ریا کو شرک اصغر کہا
گیا ہے ظاہر ہے کہ اس حدیث میں شرک سے ریا ہی مراد ہے۔ کہ اس کے بعد آپ نے اپنے قول مبارک میں عبادت کا ذکر
فرمایا (و تعيم الفرجة) اور یہ کہ غنائم کو کرے جو فرض کی گئی اور ہندوں کے ذمہ مکہ و مکی گئی اور اس کی ادائیگی کا حکم دیا
گیا ہے۔ (و تؤدي الزكوة المفروضة) اور فرض شدہ زکوٰۃ ادا کرے۔ فرض زکوٰۃ یہی ہے جو ادا کی جاتی ہے۔ یہاں زکوٰۃ سے

مراد صدقہ ہے۔ (و قد صرح بعضنا) اور یہ کہ رمضان شریف کے روزے رکھے۔ یہاں فرائض کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ فرائض ہی آتش و دوزخ سے نجات۔ اور ہمیشہ میں آنے کا اصل ذریعہ ہیں۔ ہر سکتا ہے کہ اس سوال کے وقت صرف یہی احکام فرض ہوئے تھے۔ اور جو نیکوہ اعرابی و تقیت بہشت میں داخل ہونے کا طالب تھا اس لیے صرف اسی عقد جواب پر کفایت کی گئی (قال) اس نے کہا (والذی نفسی بیدہ) مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تقدیر میں میری ذات کی بقا ہے۔ (کانید علی هذا شیئا) کلا انفس منہ (کہ جو عبادات آپ نے فرمائی ہیں ان میں نہ تو فرائض کا اضافہ نہ کر دیں گا۔ اور نہ ہی ان فرائض میں سے کوئی چیز کم کر دیں گا۔ اور جس کا یہ حال ہو وہ بلاشبہ نجات یافتہ شخص ہے۔ اگرچہ سنتوں کے ترک سے قدرے برائی کا مرتکب ہو گا اور ترک فرائض سے مراتب و درجات کی ٹیکسیوں سے محروم رہے گا۔ یا زیادہ کرنے سے حد شرع سے زیادہ کرنا۔ اور نقصان سے حد شرع سے کم کرنا مراد ہو۔ جیسے غار کی مقررہ رکعتوں سے کسی رکعت کا زیادہ کرنا یا شرعاً مقررہ مقدار سے کم کرنا یا یہ مراد ہے کہ میں اس سے زیادہ کوئی سوال نہ کر دیں گا۔ اور ان کے قبول کرنے میں کوتاہی نہ کر دیں گا۔ یا یہ سوال کرنے والا ایک قوم کی طرف سے بھیجا گیا تھا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اپنی قوم تک یہ احکام پہنچانے میں زیادتی کی نہ کر دیں گا۔ یا یہ کلام شارع علیہا الصلوٰۃ والسلام کے اظہار و انتہام میں شدت و مبالغہ سے کنایہ ہے۔ کلام کا حقیقی معنی مراد نہیں (فدا ولی)۔ جب اس اعرابی نے منہ پھیرا، میٹھو دکھائی اور چلا گیا (قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم) تو بغیر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ومن معہ ان ینظر الی رجل من اهل الجنة) جسے جنتی انسان دیکھنے سے مسرت و خوشی حاصل ہوتی ہو۔ یعنی جو شخص چاہتا ہو کہ جنتی آدمی کو دیکھے۔ (فلینظر الیہا) تو چاہیے کہ وہ اس مرد پر نگاہ ڈالے اور اسے دیکھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس شخص کا صدق و یقین اور احکام دین کے ساتھ اس کی عقیدت کا مشاہدہ فرمایا تو اسے جنت کی بشارت دی (یشفق علیہ)۔

۱۲۔ وَعَنْ سَفِيَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ كُنْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ فُكِّرْتُ فِي الْاِكْلِ سَلَامٍ
تَوَلَّوْا لَا اَسْأَلُ عَنْهُ اَحَدًا اَبَعْدَكَ وَفِي
وَعَابِيهِ عَيْبِكَ قَالَ كَذَا مَنَنْتُ يَا مَلِكُ
ثُمَّ اسْتَقَمَّ

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اسلام کے متعلق ایسا جامع ارشاد فرمائیے کہ آپ کے بعد اس کے بارے میں پھر کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ فرمایا کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہا۔ ایک مدت میں میرے کاندھ کا تھکاؤ تھا۔

شرح: بتدریج حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ۔ آپ طائف کے رہنے والے ہیں، صلبانی ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کی طرف سے طائف کے حاکم تھے۔ وعن سفیان بن

عبد اللہ التتقی رضی اللہ عنہ قال قلت لاسعزت اسمانی بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ میرے لیے اسلام و ایمان کے بارے میں ایسی بات صادر فرمادے کہ لا اسئل عنہ (اسئل عنہ) آپ کے بندہ میرے لیے کسی اور سے دریافت کرنے کی حاجت نہ رہے۔ یعنی آپ کے سوا یا آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد (و فی دایۃ غیبتہ) اور ایک روایت میں بدک کے بدلے غیر کہ آیا ہے۔ اور یہ روایت پہلے معنی کو واضح کرتی ہے۔ (قال) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب میں فرمایا۔ (انزل امنتم باللہ ثم استنسرت) کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر مستقیم رہ۔ یعنی خدا تعالیٰ کے اسماء صفات اور افعال کے ساتھ اس کی وحدانیت کی گواہی دے۔ اور اس نے جو جو خبریں دی ہیں ان کی تصدیق کر۔ اور اس کے اوامر و نواہی کو قبول کر۔ یہ قول ان تمام باتوں کو شامل ہے جن پر ایمان لانا چاہیے۔ اس کے بعد اس بات کی پابندی کر کہ تو اس پر قائم رہے۔ اور اس پر استقامت اختیار کر۔ استقامت کا معنی ہے انسان کا راہ راست پر قائم رہنا اور سیدھا کھڑا ہونا۔ یہاں اس سے تمام اوامر و نواہی کی قسم کی گواہی اور مستحق کے بغیر دوام و ثبات اور اعتدال سے بجا لانا مراد ہے۔ تمام میں کیا استقامت الامر اعتدال کام پر مستقیم رہا یعنی اعتدال کا راستہ اختیار کیا۔ اور شرح مکرم میں فرمایا کہ بلا افرط و تغریط درستی اور غفلت کے ساتھ حق کی اتباع میں جیسے رہنے کا نام استقامت ہے۔ اور قواعد الطریق میں فرمایا کہ استقامت یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو کتاب و سنت کے آداب و اخلاق کا عادی بنائے اور فحشاء و فہرہوں کے ملکات راخہ کی تحصیل کے اسے ریا ضت اور عمدہ ادوات کا عادی بنائے۔ (رواہ مسلم) اسے مسلم نے روایت کیا۔

حضرت عمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اہل نجر میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے سر کے بال پرانہ تھے ہم اس کی گھٹکتا ہٹ سنتے تھے مگر یہ مجھ میں آتی تھی کہ وہ کیا کر رہا ہے یہاں تک کہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گیا۔ اور حاضر ہوتے ہی اس نے اسلام کے بارے میں معلوم سے پوچھنا شروع کر دیا۔ اس کے جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دن رات میں پانچ نمازیں (رفرن) ہیں۔ اس نے کہا ان کے علاوہ بھی کوئی نادر فرض ہے آپ نے فرمایا

۱۳۔ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدٍ النَّخَعِيِّ جَاءَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ النَّجْدِ ثَاثًا فَأَخْبَرَهُمْ سَمِعَ وَفِي مَنَاسِكِهِمْ وَلَا تَفْتَعُهُ مَا يَقُولُ حَقٌّ دَنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادَّاهُوهُمْ بِمَنْ عَزَبَ الْأَنْدَامُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَسَى مَسْكُوًّا مَسِيًّا الْيَوْمَ وَالْأَيُّمُ فَقَالَ هَذَا عَلَى غَيْرِ هَذَا

نہیں الایہ کتو نقل نماز ادا کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کے روزے رکھی فرض ہیں، اس شخص نے کہا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی روزہ سفر میں ہیں فرمایا نہیں الایہ کہ تو اپنی خوشی سے نقل روزے رکھے۔ اور اس شخص کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کا ذکر فرمایا تو اس نے کہا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ فرض ہے۔ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نقل صدقہ و خیرات کرے۔ مادی کتبہ پھر وہ آدمی پشت پیر کر چلا گیا۔ اور اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے اللہ کی قسم میں اس سے تہ کچھ زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص کامیاب ہو گیا اگر اپنے قول و اقرار میں سچا ہے۔

فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْ تَطُوعَ قَالَ وَمَنْ لِي بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ شَعْرٍ وَمَضَانٍ فَقَالَ هَلْ عَلَى عَيْنِي قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعَ قَالَ وَدَوَّرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزُّكُوفَ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعَ قُلْتُ فَادَّبَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَقْصُرُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا زَكَاةُ الرَّجُلِ إِنْ صَدَقَ - (متفق علیہ)

شرح :- تذکرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر زادہ ہیں۔ آپ کے مناقب و فضائل کتاب کے آخر میں ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوں گے۔

۱) من طلحة بن عبد الله رضي الله عنه قال جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل نجد میں سے ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نجد بفتح نون و سکون جیم بلاد عرب کے اس علاقہ کا نام ہے جو تھامہ سے سرزمین عراق تک پھیلا ہوا ہے۔ نجد غمر کے مقابل استعمال ہوتا ہے۔ نجد دراصل بلند زمین کو کہتے ہیں۔ جس طرح نجد بفتح نون پست اور نشیبی زمین کو کہا جاتا ہے۔ (شاخاواص) اس کے سر کے بال پرانہ تھے ۲) نسیم دو صوته، ہم اس کی گھنگناہٹ کی آواز سننے لگے۔ دوی بفتح و مضموال واو سکون اور یائے مشدود کے ساتھ پست آواز کو کہتے ہیں۔ جو مجھ میں نہ آئے جیسے شہد کی مکھی وغیرہ کی آواز ہوتی ہے۔ (دلائل لغت) ۳) يقول اور جو کچھ وہ رو کہہ رہا تھا ہم اُسے نہیں سمجھ رہے تھے۔ نسیم وثقیۃ بفتح نون دو نون فعل مضارع کے صیغے ہیں۔ اور نسیم وثقیۃ بیلے نے تھانی بصیغہ جمول بھی ایک روایت میں ہے۔ صیغہ معلوم کی صورت میں دوی منصوب ہو گا۔ اور دوسری روایت کے مطابق مرفوع (حق) نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آگیا۔ رفا ذہوی بیان عن الاسلام) اور آتے ہی اس نے اسلام کے احکام و فرائض کے بارے

میں پوچھنا شروع کر دیا۔ اور ہر سکتا ہے کہ اس نے حقیقت اسلام کے متعلق سوال کیا ہو۔ اور تو حیدر رسالت کی شمار
 وگرا ہی کا ذکر اس جگہ اس لیے نہیں کیا گیا کہ یہ مشہور چیز ہے۔ اور اس کا علم ہوتا ہی ہے۔ (فقہ الدسول اللہ) تو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خمس صلوات اللہ علیہا) دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ (فقہ) پس اس مرد نے
 کہا (حد علی غیرہ) کیا مجھ پر دن رات میں پانچ نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز بھی پڑھنا لازم ہے۔ (فقہ) لا الا ان
 قطعہ ۶) آپ نے فرمایا ان پانچ نمازوں کے سوا تجھ پر کوئی اور نماز نہیں مگر یہ کہ تو اپنی خوشی سے کوئی نماز چاہے جو فرض نہیں
 ہے۔ (فقہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عبہ معہ) احکام اسلام میں سے دوسرا حکم
 رمضان شریف کے روزے ہیں۔ (فقہ حد علی غیرہ) اس شخص نے کہا کیا مجھ پر رمضان کے روزوں کے علاوہ اور
 بھی کوئی روزہ لازم ہیں۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (لا الا تطوع) تجھ پر رمضان کے روزوں
 کے سوا کوئی لازم نہیں۔ مگر یہ کہ تو اپنی خوشی سے نفل روزے رکھے۔ (فقہ) حضرت طلحہ بن عبید اللہ جو حدیث کے راوی
 ہیں، فرماتے ہیں: (روہ) رسول اللہ (ﷺ) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کے لیے (انزکوا) زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔
 (فقہ حد علی غیرہ) تو اس نے دریافت کیا کہ زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی کچھ فرض ہے۔ (فقہ) لا الا تطوع (تطوع)
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تجھ پر زکوٰۃ کے سوا کچھ لازم نہیں الا یہ کہ تو اپنی چاہت سے صدقہ نفل ادا کرے۔
 (قال) حضرت طلحہ فرماتے ہیں (فادرجہ) میں وہ مروی ہے کہ چل پڑا۔ (وہو یقول) اور وہ یہ کہ رہا تھا (واللہ
 لا اذیدہ) عدا اقلیٰ (عقلی) قسم میں ان قرائن پر اور کوئی چیز زائد نہ کر دے گا۔ اور نہ ان سے کوئی شے کم کر دے گا۔
 اس کلام کی توجہ یہ کہ مشہور حدیث میں گن رہی ہے۔ (فقہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا (ان الرجل ان صدق) نجات اور فلاح پا گیا یہ مرد اگر سچ کہتا ہے اور اس میں خلل پیرا ہوتا ہے۔ یا اس کے کلام
 میں عجز طبیعت و اہتمام محسوس ہوتا ہے اگر اس میں یہ آدمی راست گو ہے۔ اس معنی کے مطابق فرد فلاح اس کی صدق بیعت پر
 مبنی ہے۔ اور ان صدق بیعت ہرزہ بھی مروی ہے۔ (محقق علیہ) یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ جب کہ اس شخص کا سوال قرائن
 اسلام سے متعلق تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی اس کے مطابق دیا۔ ہر سکتا ہے کہ اس وقت تک سچ فرض
 نہ ہوا ہو۔ یا وہ شخص سچ کا اہل نہیں تھا۔ اور ہر سکتا ہے کہ اس وقت تک وتر نماز بھی فرض نہ ہوئی تھی وتر نماز کے ذکر نہ
 کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ وتر فرض قطعی نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ فرض نماز روزہ و زکوٰۃ پر مزید فرض نماز روزہ اور زکوٰۃ کی
 آپ نے نفی فرمائی۔ یہاں آپ کے نفی کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کوئی چیز اسلام میں فرض نہیں۔ یہی شافعیہ کا اس
 حدیث سے ذبح و جہاد میں ہم اللہ کے فرض نہ ہونے پر دلیل بنانا جیسا کہ علامہ طبری نے ذکر کیا ہے کچھ معنی نہیں رکھتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حدیث ہے فرماتے ہیں
 جیکے عبد القیس کا وفد حبشی کریم علیہ السلام کی خدمت
 میں آیا تو آپ نے پوچھا کون تم یا کونسا وفد ہو، یہ بادی کہ
 شک ہے، انہوں نے کہا ہم قبیلہ ریحہ کے لوگ ہیں۔ آپ نے
 اس قوم یا وفد کو رسا کہا۔ اور فرمایا آپ لوگوں کا بیان آنا
 آپ کے لیے کس قسم کی ذلت و اہانت اور شرم و ندامت کا
 سبب بنے گا۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہم لوگ موت شرم طلب میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔
 اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مسخر کا یہ قبیلہ آباد ہے۔ تو
 آپ انہیں جامع اور دو ٹوک بات کا حکم دیجیے میں کی خبر ہم اپنے
 پیچھے رہنے والوں کو جان کر رہی۔ اور اس کے ذریعے ہم جنت میں
 داخل ہوں۔ اور انہوں نے آپ سے پیشگی چیزوں کے بارے
 میں پوچھا۔ تو آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا۔ اور چار چیزوں
 سے منع کیا۔ ان میں اللہ و وحدۃ لا شریک ہر ایمان لانے کا حکم دیا۔
 آپ نے فرمایا اہل بیت ہر اللہ و وحدۃ ہر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے
 انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ستر یا قنچہ۔ فرمایا
 ایمان ہے کہ اس امر کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود و رح
 نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور اذان کا تم کرنا اور
 نکلنا دینا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور یہ کہ تم لوگ قیمت
 میں سے پانچوں حصہ اور اگر سوار چار چیزوں سے آپ نے انہیں
 منع فرمایا۔ سبز رنگ کے رزے۔ کہ وہ کی بنی ہوئی مراعی و رشت
 کی جڑ کے بنے ہوئے پیلے اور نلک کے استعمال سے منع
 فرمایا۔ اور فرمایا ان کو یاد رکھو اور اپنے قبیلے کے لوگوں کو بھی

۱۵ - وَكَرِهَ اَنْ يَخْبَأَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ مُعْتَمِدًا قَالَتْ اِنَّ
 وَكَرِهَ عَبْدًا لَقِيْتُمْ لَحْمًا اَقْوَامُ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقَوْمِ اَوْ مِنْ
 الْوَقْدِ قَالَ يَبِيعُهُ قَالَ مَرَّحِيًا يَا الْقَوْمِ
 اَوْ يَا الْوَقْدِ فَيَرْحَلُ يَا وَلَا تَدْعُوا
 قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ اِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ
 اَنْ نَأْتِيَكَ الْاَرْفَ الشَّعْرِ الْعَوَامِ
 وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا النَّحْيُ مِنَ الْكُفْرِ
 مُضَرَّنًا يَا مَرْفَعِيلُ نَحْبِرُ بِهِ مَنْ
 دَرَاؤَنَا وَنَدْعُو بِهِ الْعَمَّةَ وَسَائِرَ
 عَنِ الْاَثَرِ بَدَلًا فَامْرُؤًا يَنْبَغِ
 وَنَحْنُ هُمْ عَنْ اَرْبَعِ اَمْرٍ هُمْ
 يَا اَيُّهَا اِيْمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالَ
 اَشْهَدُونَ مَا اِلَّا اِيْمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ
 قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ قَالَ
 شَهِادَةٌ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَ اَنْ
 مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ وَ اَقَامُ
 الْقِسْلَةَ وَ اِيْتَاؤَ الزَّكَاةَ وَ
 صِيَامَ رَمَضَانَ وَ اَنْ تُعْبَدُوهُ
 اَلْقُرْبَى الْعَمْسَ وَ نَحْنُ هُمْ عَنْ
 اَمْرٍ يَحِبُّ عَنِ الْحَسَنَةِ وَالْبَدَاءِ وَ
 النِّعَمِ وَالْمَزْنَةِ وَ قَالَ لَا تَقْطَعُوهُنَّ

وَأَخْبِرُوا بَيْنَهُمْ مَنْ دَسَّاهُ كُمْ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَنَفَقَةُ الْبَخَّارِيِّ -

جاگر بنائے۔ اور یہ ہجرات کے الفاظ ہیں۔

شرح :- تذکرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں ان کے بیان کی حاجت و ضرورت نہیں آپ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت آپ کی عمر مبارک تیرہ یا پندرہ سال تھی۔ جیسا کہ اس میں شکاف ہے۔ آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو دو بار دیکھا۔ آپ نکل و شبابست میں اہل الناس و گفتگو میں انفع الناس اور علم حدیث میں اعلیٰ الناس تھے۔ آپ کا لقب ترجمان القرآن اور سلطان الفریض ہے۔ اور آپ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے شاگرد و رشید ہیں۔ آپ نہایت دانا و عظیم الطبع متعل اور صابر مزاج تھے۔ آپ کا قد و انداز تھا اور لوگوں میں اس طرح دکھائی دیتے تھے جیسے گھوڑے پر سوار ہیں۔ اور آپ کے والد ماجد حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان سے بھی دلا باز قد تھے۔ اور عبد المطلب حضرت عباس سے بھی زیادہ دراز قد تھے۔ آپ کا رنگ گورا تھا۔ متناسب الاعضاء نہایت خوبصورت و ذی صیغہ الزہرہ اور بہت بڑے عالم تھے۔ سترہ سچ میں طائف میں انتقال فرمایا۔ اکہتر سال عمر پائی۔ رضی اللہ عنہ۔

(و عن ابن عباس رضی اللہ عنہما) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال) آپ نے کہا (ان وفد عبد اللہ بن عبد المطلب) کہ جبکہ عبد اللہ بن عبد المطلب کا وفد جو بنی ربیعہ کے ایک قبیلے کا نام ہے۔ ربیعہ وراصل ان کے جدا علی کا نام ہوا ہے۔ اس کے نام پر سارے قبیلے کو ربیعہ کہتے ہیں۔ قبائل عرب کے اکثر نام ایسے ہی ہیں کہ ان کے پاپوں کے نام پر ہوتے ہیں۔ (لما اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ (وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا (من القوم) یہ کونسی قوم کے لوگ ہیں یا (اد من الوند) یا یہ لوگ کس جماعت کی طرف سے قاصدین کر گئے ہیں۔ یہ راوی کا حکم ہے کہ حضور نے قوم کا لفظ استعمال فرمایا یا وفد (قالوا بیعة) انہوں نے کہا ہم قوم ربیعہ کے لوگ ہیں (قال) اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مرجبا بالقرماد و بالوفد) اس قوم یا اس وفد کو مرجبا عرب فرائض جگہ کہتے ہیں یہ کلمہ آئے اس شخص کے اکرام و اعزاز اور اس سے اظہار انیسیت کے لیے کہا جاتا ہے۔ یعنی تو فرائض و کثرت و جگہ میں آیا ہے۔ اور کہیں مرجبا کے ساتھ اظہار و سلا کا کلمہ بھی لادیتے ہیں۔ یعنی تو اپنے اہل و عیال اور نرم و ملائم بگرنے وار د ہوا ہے۔ (فہذا یا و لا ہذا) تم لوگ ایسے حال میں تشریف لائے ہو کہ تمہیں کسی قسم کی رسوائی اور تلامت لاحق نہ ہوگی اور کسی قسم کی مصیبت و شدت اور شیمانی نہ دیکھو گے یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اس قوم کو بشارت اور دلائل شیر ہے۔ (قالوا) وفد کے لوگوں نے کہا (یا رسول اللہ اننا لا نستطیع

ان نایتیک (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک ہم لوگ اس بات کی استطاعت و طاقت نہیں رکھتے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ (الافی التعلو لہا من اگر عزت و حرمت کے معینوں میں۔ اور وہ ذوالقعدہ، ذی الحجۃ، محرم اور ربیع ہے۔ کہ عرب لوگ ان معینوں میں ایک دوسرے کے ساتھ جنگ نہیں کرتے تھے۔ اور ان معینوں کی تغلیف اور بیت اللہ شریف کی زیارت کو آنے والوں کو اس عطا کرنے کے لیے ان معینوں میں جنگ کرنا حرام ہانتے تھے۔ لہذا ان اوقات میں وہ لوگ راستوں میں دشمنوں سے امن میں ہوتے تھے۔ (و بیننا و بینک هذا المیمن کذا معضرا) اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ حائل ہے۔ مضر بنم مہم فتح صنابہ قبیلہ یسیر کے مقابل ایک قبیلہ کا نام ہے۔ یہ لوگ مضر بن نزاو کی اولاد ہیں۔ اور ربیعہ اور مضر کے درمیان ہمیشہ دشمنی اور جنگ رہتی تھی۔ (فمن نابا مو فذلہم) جب کہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں بار بار نہیں آ سکتے اور شریعت کے احکام و مسائل دریافت نہیں کر سکتے آپ ہمیں واضح اور حکم بات ارشاد فرمادیں جس میں کوئی بجمالیہ اشکال نہ ہو اور حق و باطل میں بالکل صاف صاف امتیاز کر دے۔ (و نہ یجوبہ من دروانا) تاکہ ہم لوگ پیچھے اپنی قوم کے لوگوں کو تاسکیں۔ یعنی اپنی قوم کے ان لوگوں کو جنہیں ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ (و نہ یجوبہ الجنبۃ) اور جس پر عمل کر کے ہمارے قوم کے لوگ ہنست میں جاؤں۔ (فمن نابا مو فذلہم) اور ہمارے قوم کے لوگوں کے ساتھ مروی ہیں۔ (و سنوہ عن الاشدیۃ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عبدالقیس کے وقت سے چند خصوص قسم کے پیشے کے برتنوں کے استعمال کے متعلق بھی پوچھا۔ جیسا کہ مختصر سیر الی برتنوں کا ذکر آ رہا ہے۔ (فمن نابا مو فذلہم) اور ہمارے قوم کے لوگوں کے ساتھ تو آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا۔ اور چار باتوں سے منع کیا (و معہم بالایمان باللہ وعدہ) انہیں ایسے ایسے خدا تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ (و قال) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (و اندعون ما الایمان باللہ وعدہ) چاہتے ہو اللہ وعدہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے۔ (و قالوا اللہ وعدہ) اعلیٰ امور نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں یہ صحابہ کرام کا امانت از ادب تھا کہ جب آپ ان سے کوئی بات پوچھتے تو وہ اس کے جواب میں یہ کلمہ عرض کرتے۔ اگر چہ وہ بات ان کے علم میں ہوتی تھی۔ (و قال) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خدا نے وعدہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے (و شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسولہ) لا الہ الا اللہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں۔ (و اقام الصلوٰۃ و ایتاؤ الزکوٰۃ و صیام رمضان) غار قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔ جن چار باتوں کا آپ نے حکم دیا وہ بھی ہیں اور سچ کا ذکر کرنے کی وجہ سے قبل کہ مدینہ میں ہو چکی ہے۔ اور خدا تعالیٰ پر ایمان کی تفسیر ان چار چیزوں سے اس لیے کی کہ یہ ایمان سے اسلام اور اس کا اقرار مراد ہے۔ (و ان تعطوا النسی من المغنم) اور یہ کہ تم لوگ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔ آپ نے یہاں جہاد کا ذکر جہاد کی اہمیت ظاہر کرنے کی غرض سے کیا کہ یہ لوگ مجاہد تھے اور کفار و مشرک تھے ساتھ

وَلَا تَرْجُوا وَلَا تَنْفُتُوا وَلَا تَكُونُوا
تَأْتُوا بِمَنْ تَنْفُتُوا تَنْفُتُوا بَيْنَ
أَيْدِيكُمْ وَأَنْ تَرْجُوا وَلَا تَنْفُتُوا
فِي مَعْرُوفٍ مِّنْ وَفٍّ وَمِنْكُمْ قَاجِرٌ
عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا
فَعَمَّ وَبَّ بِهِ فَإِنَّهُ فَعَمَّ كَمَا رَأَى لَهُ
وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ
سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَعَمَّ إِلَى اللَّهِ إِنَّ
شَاءَ عَمَّا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ قَبَائِلُهُ
عَلَى ذَلِكَ (متفق علیہ)

کو گئے اور نہ چھری کرو گئے نہ ناکرو گئے اور نہ اپنی اولاد کو قتل
کرو گئے۔ اور نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہستان
گھرو گئے اور کسی نیک کام میں نافرمانی نہ کرنا جو شخص پورا اسے
گناہ اس کا اجر و ثواب اللہ کے ذکر کم پر ہے۔ اور جو ان میں سے
کسی چیز کا شریک ہو گا۔ پھر دنیا میں ہی اسے اس کی سزا مل گئی تو وہ
اس کے لیے کفارہ و ذریعہ معافی میں چلے گا۔ اور جو شخص ان
میں سے کسی چیز کا شریک ہو یا پھر اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تو
اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے کون سے صاف کرے اور
چاہے اسے سزا دے۔ کو ہم سب نے اس پر آپ کی بیعت
کی۔

شرح :- مذکورہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ۔ عبادۃ بغير عین و تحقیق باوجود نقیضہ انعام میں سے ہیں۔
آپ بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ اور غزوہ بدر میں موجود تھے۔ وذا ان قد غسیم اور غسیم اسم شخصیت تھے۔ اور جامعین قرآن
میں سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کا قاضی اور معلم بن کر بھیجا۔ آپ کا مفضل ذکر کتاب کے آخر میں
اسما نے اہل بدر میں آئے گا۔

وقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وحلہ اصابتہ من صلح جب کہ آپ کے اندر دو صحابہ کرام اور آپ کے دو رسول کی
ایک جماعت موجود تھی۔ (عصابتہ) بکسر میں دس سے چالیس تک کی جماعت کو کہتے ہیں۔ (ابا یعون علی ان لا تہزلوا عنہ) یعنی
میری بیعت کرو، مجھ سے عہد کرو اور عہد باندھو۔ مباہت میں سے مشتق ہے۔ جو شخص کسی نے عہد کرتا ہے وہ گویا
اپنے آپ کو اس کے ہاتھ میں فروخت کر لے گا جس طرح بیعت میں ہاتھ پر ہاتھ ملاتے ہیں۔ اور خرید و فروخت کا معاہدہ
کرتے ہیں۔ بیعت میں بھی گویا یہی چیز ملحوظ ہوتی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا میری بیعت
کرو۔ کہ کسی چیز کو خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرو گے۔ (لا تشرک سے بہت پرستی یا عمل میں دیا مواد ہے۔) (ولا تہزلوا) اور
چھری نہ کرو گے۔ (ولا تفرقا) اور نہ تباہ کاری کا ارتکاب نہیں کرو گے۔ (ولا تفتکروا) اور نہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے
جیسا کہ دوسرے جاہلیت کے لوگوں کی عادت تھی کہ نیک مسلمان کے ذریعے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ (ولا تاقابہن عقرونہ)

اور اس کاٹھے اور نر لوگ جھوٹ جسے تم گھڑو۔ (یعنی ایسا کوہا جسکے) اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے ساتھ۔ یعنی اپنی
 ذوات کو جھوٹ سے طوط نہ کرو گے۔ کہ دست و پا سے ذات مراد ہے۔ کیونکہ بہتان و افتراء وہ ہے کہ جسے انسان اپنے پاس سے کہے
 ہے مگر انسان اپنی ذات سے گھڑا ہے۔ لوگ اس سے پاک و مبرا ہوتے ہیں۔ یا قاسد گمانوں کے تحت لوگ جو اپنے دل و ضمیر
 سے جھوٹ بہتان و افتراء اترتے تھے ہیں تم ایسا کرنے سے باز رہنا۔ جو نہ کہ دل انسان کے بیٹھے میں ہوتا ہے۔ لہذا وہ بندے
 کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہی ہوتا ہے۔ یا افتراء کی نسبت ہاتھ پاؤں کی طرف اس لیے کہ اکثر کام ہاتھ
 پاؤں سے انجام پاتے ہیں۔ اگرچہ ان الراقع تمام اعضاء کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اور ان تین تو جیسوں کا مقصد اصل ایک
 میں ہے۔ یعنی اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان کسی چیز کو گھڑنے کا مطلب ہے اعلان یا دیکھ کر کھلم کھلا لوگوں پر افتراء بازی
 اور بہتان تراشی کرنا اور بے حیائی و بے مروتی کی داد دینا۔ (ولا تصرون فی مودت) اور جس کام کا جوہد شرع سے معلوم
 ہو چکا ہے اس میں میری نافرمانی نہ کرنا یعنی غیر شرعی اور ناجائز کام۔ (وفن دقامتکوا جہود علی اللہ) تو جو
 شخص اس بیعت کے تقاضوں کو پورا کرے گا تو اس کی مزدوری اور اس کا اجر اللہ پر لازم ہے کہ اپنے فضل و کرم سے اس
 پر ثواب عطا کرے۔ (ومن اسباب من ذلک شدیداً) اور جو شخص شرک کے علاوہ دوسری مذکورہ برائیوں کا مرتکب ہوا۔
 (فوقبہ ذالذنب) پھر اسے دنیا میں ہی اس کی سزا میں مل گئی کہ اس جرم و گنہ پر حد شرعی اس پر لگا دی جائے۔ یا اسے سزا
 دے دی گئی۔ (فوقبہ ذالذنب) تو وہ حد یا سزا اس گنہ کا ظاہر ہی جائے گی اور آخرت میں اس پر سزا نہ ہوگی (ومن اسباب من
 ذلک شدیداً) اور میں نے اس مذکورہ گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا۔ (ثمرستہ اللہ علیہ) پھر اللہ نے اس کے گناہ کو پرستید
 رکھا یعنی اس کا گناہ ظاہر نہ ہوا۔ اور اس پر حد شرعی نافذ نہ ہوئی (فوقوال اللہ) تو وہ یعنی اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔
 (ان شاء عاقبت) اگر خدا تعالیٰ چاہے گا تو وہ گزر کر دے گا۔ اور سزا دے گا (ان شاء عاقبت) اور اگر اس کی مشیت ہوگی
 تو اسے سزا دے گا۔

اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ اور ستر لکے نزدیک نافرمان کو سزا دینا اللہ کے لیے لازم و ضروری ہے۔
 اسے معافی نہیں مل سکتی اور اس کی بخشش ہو سکتی ہے۔ یہ حدیث معتزلہ کے خلاف اہل سنت و جماعت کی دلیل و حجت
 ہے (فباینا) علی الذل (تو ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی اور آپ سے عہد کیا کہ ہم ان باتوں کے پابند
 نہیں گے۔ متفق علیہ۔

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
أَجْنَحِي أَوْ فُطْرِي إِلَى الْمَعْلُومَةِ عَلَى النَّسَاءِ
فَقَالَ يَامَعْشَرَ النَّسَاءِ قَصَّةٌ ثَلَاثِي
أَوْ ثِيْثِي كُنَّ أَكْثَرًا هَذَا النَّارُ قَتَلْنَ
وَبِحَرِّهَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ تَكْفُرُونَ الْكُفْرَ
وَتَكْفُرُونَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَارٍ قَتَلَتْ
عَقْلًا وَدِينًا إِذْ هَبَّ لِلْبَّيْتِ الرَّجُلُ
الْمُكَافِرُ مِنْ أَحَدًا كُنَّ قَتَلْنَ وَمَا
تَقْتَصِرْنَ دِينًا وَعَقْلًا يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ الْيَمْسُ شَعَادَةُ الْمَاءِ وَمِثْلُ
نَيْصِ شَعَادَةِ الرَّجُلِ قَتَلَ بَلًا قَالَ
فَذَلِكَ مَنْ تَقْتَصِرْنَ عَقْلَهَا قَالَ الْيَمْسُ
إِذَا حَاضَتْ كَرْتُمْ تَقِيلَ وَلَمْ تَقْصُرْ قَتَلَ بَلًا
قَالَ فَذَلِكَ مَنْ تَقْتَصِرْنَ دِينَهَا

(متفق علیہ)

شرح: ستذکرہ حضرت البرسید غدیری رضی اللہ عنہ۔ آپ شہود صحابی ہیں۔ شجوعہ بیعت رضوان میں سے ہیں۔
انصار میں سے ایک بھڑے قبیلہ بنی فہرہ سے تعلق رکھتے ہیں (غدرہ بمعنی غم) سب سے پہلا غزوہ بنی میں آپ
شریک ہوئے غزوہ خندق ہے۔ بارہ غزوات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت و رفاقت نصیب ہوئی۔
آپ کا نام مبارک سید بن مالک بن سنان ہے۔ آپ کے والد ماجد بھی صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔

(روعن ابی سعید الخدری عن حضرت البرسید غدیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہنے لگے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (غدرہ بمعنی غم) روزِ اضحیٰ بیعتِ جہود سکون
مبارک میں انصاف و راصل اس دجے یا کبرے کو کہتے ہیں جس کی قربانی کی جاتی ہے۔ پھر اس لفظ کا اطلاق عید بقرہ
کے دنوں پر بھی کر دیتے ہیں (ادخلہ یہ راوی کا شک ہے کہ یہ عید بقرہ کا دن تھا یا عید فطر کا۔ (الی المعصی) یا ہر عید گاہ

کی طرف تشریف لے گئے۔ (ضرعی النساء) تو آپ کا گزرد عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا۔ اور عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتیں بھی حضور کی اجازت اور امر کے مطابق عید گاہ میں آتی تھیں۔ اور اگر ایک کو نے میں بیٹھ جاتی تھیں تاکہ مسلمانوں کی دعا سے محروم نہ رہیں۔ (فقہان) تو آپ نے ان سے فرمایا۔ (یا معشر النساء) اسے عورتوں کے گروہ (تصدیق) راہ خدا میں صدقہ و خیرات دیا کرو فانما یسئرن اکثر اهل النساء) کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے۔ یعنی مجھے بتلایا گیا ہے وحی یا کشف یا مشاہدہ کے ذریعے کہ مردوں کی نسبت دوزخ میں زیادہ تعداد میں تم جاؤ گی۔ یعنی دوزخ میں عورتیں زیادہ ہوں گی اور مرد کم۔ (فقلن و بعد یا رسول اللہ)۔ عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کیوں ہو گا کہ عورتیں زیادہ تعداد میں دوزخ کے اندر جائیں گی (فقلن کثرت الفسق) آپ نے فرمایا اس لیے کہ تم لعنت کا استعمال زیادہ کرتی ہو۔ عورتوں کی عادت ہے کہ ہر حرف شکایت اور ذرا سی بات پر لعنت و نفرست پھینکا کرے الفاظ زبان پر لاتی ہیں۔ اور لعنت کا معنی ہے خدا تعالیٰ کا اپنی مددگار رحمت سے راہ نمائے اور دوزخ میں ڈال دینا۔ لعنت کا یہ مضمون کفار کے ساتھ خاص ہے کسی شخص اور مین آدمی پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ممکن ہے آخر وقت میں مسلمان ہو کر مرے۔ الایہ کہ کفین سے اس کا کفر پر مارتا معلوم ہو چکا ہو۔ اور یہ علم فیہنی شارح علیہ السلام کے سوا انہیں ہو سکتا جس طرح ایمان پر مرزا سوائے شارح کے کسی کو معلوم نہیں، ہاں کسی وصف و عنوان کے ساتھ لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسے لعنت اللہ علی الکافرین۔ اور لعن اللہ الیہود و النصارى اور خاص رحمت اور مقام قرب سے کسی کو دور کر دینے کے معنی میں بھی لعنت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ لعنت کا یہ معنی کفار کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تنفیذ و تشدید کے ارادے سے کافر پر بھی اس کا اطلاق درست ہے۔ مختصر یہ کہ لعنت کرنا ایک بُری عادت ہے۔ اور اگر وہ شخص لعنت کا مستحق نہ ہو تو وہ لعنت لعنت کرنے والے پر لوٹ کر پڑتی ہے۔ (وکلن العشیہ) اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہو عورت کا یہ مزاج ہے کہ شوہر سے اگر سونا زود نصیب بھی دیکھ چکی ہو اور صرف ایک بار اس کے حق میں کمی واقع ہو جائے تو کہہ دیتی ہے کہ ترے پاس اگر میں نے سکھ اور چین کا منہ بھی نہیں دیکھا۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آچکا ہے۔ عیشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے اپنے شوہر کو لعنت کر دیا ہے۔ (یعنی لعنت کرنا ایک بُری عادت ہے)۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔ (ما دایت من ناقصان عقل و دین) میں نے نہیں دیکھا ناقص عقل و دین میں سے کسی کو مردا ذہب للہ الرجل العا دم) حاکم بھائے مملہ و زلے مجھ (من موافق) تم سے بڑھ کر نے جانے اور لوٹ لینے والی داتا اور سجدہ آدمی کی عقل کو جو اپنے کاروبار میں ہشیار و چالاک ہوتا ہے۔ (قلن و ما نقصان عقلنا و دیننا) عورتوں نے عرض کی یا رسول اللہ تمہاری عقلوں اور ہمارے دین کا نقص

کیا ہے۔ اور یہ نقصان دہ کی کس طرح معلوم کی جاسکتی ہے۔ (قال ایس شجاکة المرأة مثل نصف الرجل) فرمایا ایک شرع شریف میں ایسا نہیں ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی نصف شہادت کے برابر ہے۔ کیونکہ وہ عورتوں کی گواہی ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔ (قلن مبی) انہوں نے عرض کی ہاں یہ تو ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی نصف گواہی کی مثل ہے۔ (قال فذلک من نقصان عقلها) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی گواہی کا مرد کی نصف گواہی کے برابر ہونا عورت کے نقص عقل کی بنا پر ہے کہ عورت ثقہ ہونے میں زیر حفظ و تحمل اور ادائے شہادت میں وہ درجہ اور مقام نہیں رکھتی جو مرد رکھتا ہے۔ (قال ایس اذا حاجت لمرءة لتصل ولترحمہم فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ حیض کے ایام میں عورت نہ نماز ادا کر سکتی ہے اور نہ روزه رکھ سکتی ہے۔ (قلن بلی قال فذلک من نقصان دینہا) فرمایا یہ بات عورت کے نقصان دین کے باعث ہے۔ اگرچہ یہ امر خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے۔ عورت کا اس میں کوئی اختیار نہیں لیکن عورتوں کو اس حالت پر پیدا کرنا اور انہیں عبادات سے منع کرنا مردوں کو منع نہ کرنا ہی عورتوں کے دہے کو مردوں کے درجے سے کم کرنا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا زیادہ ہونا دین کے زیادہ ہونے کا سبب ہے۔ اور عبادت میں کمی دین میں کمی اور نقصان کا سبب ہے۔ اگرچہ وہ نقصان کسی قدر کے باعث ہی کیوں نہ ہو۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ عائشہ کو حیض کے عذر کے باعث اس کی فوت شدہ نمازوں کا ثواب ملے گا۔ میں طرح مریض و مسافر کو قدر مرض و سفر کی وجہ سے نماز عبادات ادا نہ کرنے کی صورت میں بھی ان کا ثواب ملتا ہے۔ حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ یعنی عائشہ کو فوت شدہ نمازوں کا ثواب نہیں ملتا۔ کیونکہ مریض و مسافر تو ہر وقت ان عبادات کی ادائیگی کی نیت رکھتے ہیں۔ اور اس نیت کے اہل بھی ہیں بخلاف عائشہ عورت کے کہ وہ نیت کی اہلیت ہی نہیں رکھتی۔ جیسا کہ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ متفق علیہ۔

۱۸۔ وَ عَنْ أَنَسٍ مَوْلَا نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى كَذَبْتَنِي أَيْنَ أَدَمَ وَ تَوْبَتُنْ لَهُ ذَلِكَ وَ شَتَرْتَنِي وَ كَفَرْتَنِي لَهُ ذَلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ رَأَيْتُمْ صَوْلَةَ كَنْ يَغِيثُ فِي كَمَا مَدَّوْنِي وَ لَيْسَ أَذَلَّ الْخَلْقِ بِأَقْرَبَ عَلَيَّ مِنْ

حضرت انس مولا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آدم کے بیٹے نے مجھے جھٹلایا ہے مالا کہتا ہے حق نہ پہنچا تھا اور آدم کے بیٹے نے مجھے گالی دی ہے۔ حالانکہ اسے یہ لائق نہ تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا، اس کا یہ قول ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ مدد دی دوسرے کے گناہوں میں سے مجھے پہلے بڑی عطا کی۔ حالانکہ

پہلی بار پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے آسان نہیں ہے۔ (یعنی پہلے پیدا کرنا اور موت کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنا دونوں میرے لیے یکساں آسان ہے)۔ اور مجھے اس کا گمانی دینا اس کا یہ قول ہے کہ میری اولاد ہے۔ حالانکہ میں یہودی اور اولاد سے پاک و منزه ہوں۔

إِعَادَتِهِ وَأَعَادَتُهُ يَأْتِي تَقْوُلُهُ فِي
وَلَدًا وَسَمِعَ أَنِّي أَخَذْتُ صَاحِبَهُ
أَوْ وَلَدًا زَاتًا لَأَحَدِ الْعِبَادِ الَّذِي
لَمْ أَلِدْهُ لَمْ أَدْ لَدَّ لَمْ يَكُنْ فِي كَفْوًا
أَحَدٌ فِي رَايَةِ ابْنِ عَنَابٍ وَأَعَادَتُهُ
إِنِّي تَقْوُلُهُ وَلَدًا وَسَمِعَ أَنِّي أَخَذْتُ
صَاحِبَهُ أَوْ وَلَدًا دُونَ ابْنِ عَنَابٍ

شرح :- (و عن ابی هريرة رضي الله عنه) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (و قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى) کہ بخوابنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی ہے۔ (و لم یکن له ذلک) حالانکہ اس کے لیے روایتیں اور نہ اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ میرے پروردگار عالم ہوتے ہوئے میری طرف جھوٹی اور غلط حقیقت بات کی نسبت کرے۔ کہ اس کی یہ بات دلیل و برہان کے خلاف اور مرتبہ عبودیت کے خلاف ہے۔ (و شتمنی و لم یکن له ذلک) اور اس نے مجھے گالی دی حالانکہ اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ مجھے گالی دے۔ (فاما تکذیبہ ای) لیکن ابن آدم کا میری طرف جھوٹ منسوب کرنا (تقولہ لمن یحید فی کسبہ ذی) تو اس کا یہ قول ہے کہ اس نے میں طرح مجھے پہلے پیدا کیا دوبارہ مجھے ہرگز نہ عطا کیا اور نہ موت کے بعد مجھے زندہ کرے گا۔ اس قول میں تکذیب سے مراد ان اختیارات الہیہ کی تکذیب ہے جو موت بعد الموت سے متعلق ہیں۔ یا بندے کو خاک سے پیدا کر کے اس جہاں میں لانا اس حقیقت کو متضمن ہے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ بھی انسان کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور انسان کا اس پر اعتقاد رکھنا اس کی تکذیب ہے۔ جیسا کہ فرمایا (ولیس اقل الخلق باحد من اعادته) حالانکہ میرے بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے پہلی بار پیدا کرنا تو آسان ہو مگر دوبارہ پیدا کرنا مشکل اور دشوار ہو جائے۔ بلکہ دستور کے مطابق دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ کہ سب لوگ جانتے ہیں کہ ٹوٹی ہوئی چیز کے اجزا کو جوڑ دینا نئے سرے سے پیدا کرنے اور عدم محض سے وجود میں لانے سے آسان تر ہوتا ہے۔ یہ بیان لوگوں کے اذہان اور دستور کے مطابق ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے لیے جو قادر مطلق ہے، سب یکساں ہے وہاں آسان یا مشکل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور یہ انسان کا قول ہے جو پہلی بار پیدا کرنا تو قائل ہے اگر یہ انسان صحیح نظر و فکر سے کام لے تو ممکن ہے کہ بحث بعد الموت کا بھی قائل ہو جائے۔ (واما شتم ای) قولہ اغذ

اللہ ولدنا اور آدمی کا بچہ گالی دینا اس کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے۔ جس طرح نھاری حضرت عیسیٰ اور یسوی حضرت عزیر علیہم السلام کو اور ششکین فرشتوں کو خدا کے بیٹے پیش کیا گئے ہیں۔ یہ قول اس بنا پر خدا کے حق میں گالی ہے۔ کہ اس میں ماہیت اور بافتنیں جنہیں اولاد کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مماثلت لازم آتی ہے۔ جس طرح کہ عادت و دستور ہے بھراس قول سے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کے خلاف اس کی ذات میں بے شمار عیوب و نقائص لازم آتے ہیں جیسا کہ فرمایا انا احد الصمد الذی لہ اولۃ فکفر اولادہ مالک میں ذات و صفات میں بے مثل و بے مثال ہوں۔ کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ بلکہ سب میرے محتاج ہیں۔ میں اولاد جنہ سے یا کسی کی اولاد دہونے سے پاک و منزہ ہوں۔ (دوسری کنکھ احدہ اور کوئی بھی میری مثل و مانند نہیں۔ اور یہ زوجہ کی نفی ہے جو زوجہ شوہر کی مانند مثل بہر کی ہے۔ اور زوجہ میں کی باہمی مماثلت کی بنا پر ان سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ یا یہ قول بچے کی نفی کو بھی شامل ہے۔ کہ وہ بھی باپ کی مثل ہوتا ہے۔) (وفی رواية ابن عباس واما شتمہ ابیہی فتولہ فی ولدہ و سحانی ان اعتدنا لہم) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یوں آیا ہے۔ لیکن ابی آدم کا بچہ گالی دینا تو اس کا یہ قول ہے کہ میری اولاد ہے۔ حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ میری بیوی یا اولاد میری روایت میں او کے بھائے کلمہ واؤ آیا ہے۔

۱۹۔ وَعَنْ ابْنِ مَرْيَمَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يُؤْذِنُنِي ابْنُ آدَمَ رَيْسُ الدَّهْرِ وَأَنَا الدَّهْرُ يَبْدُوهُ الْأَمْرُ أَقْبَلُ الْكَيْلُ وَالنَّهْرُ مَشْفُوعِلِي۔
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور حضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کا بیٹا مجھے رنج و آذیت دیتا ہے۔ اور ایسا کام کرتا ہے جو مجھے ناپسند ہے۔ اور جس سے میں راضی نہیں ہوں اور وہ یہ ہے کہ (رے سب الدھر) وہ زمانے کو گالی دیتا ہے۔ جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ رنج و سخت اور بلا و مصیبت کے وقت زمانے کی شکایت کرتے اور اسے برا کہتے ہیں (و انما الدھر مالک میں ہی نہاد ہوں۔ یعنی اس کا قائل و مدبر اور متصرف میں ہی ہوں۔ جب کہ زمانہ کو گالی دینا زمانے کی فاعلیت اور اس کے تصرف کے اعتقاد کا مشعر ہے۔ تو گویا دھر فاعل متصرف کا نام ہوا۔ تو فرمایا میں ہی دھر ہوں۔ یعنی تم لوگ جو زمانے کو فاعل و متصرف اعتقاد کرتے ہو وہ فاعل و متصرف میری ذات ہے۔ یا مضاف

مذہب ہے یعنی انا مقلب الدہر نہ رہنے کو اصل بلکہ غفلت میں ہوں، علامہ کرمانی نے کہا انا الدھر سے مراد انا المدبر ہے۔ یعنی نہانہ میں تبدیلیاں میں لائے والا ہوں۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ دھر اللہ تعالیٰ شانہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ہے۔ لیکن علامہ خطابی نے اس کا انکار کیا۔ تاہم قاموس سے اس کی صحت مفہوم ہوتی ہے۔ اور قطع نظر اس سے کہ دھر اللہ تعالیٰ کا نام ہوا اس میں معنوی بلاغت و وجودت منیں مگر اس صحت میں کو صریحاً معنی فاعل و متصرف ہو۔ اور ایک روایت میں انا الدھر یہ نصب بھی آیا ہے اور زمانہ کو گالی میں ایذا اور رنج پہنچانے کا پہلو بایں طور ہے کہ اس کی خدمت اور اسے گالی دینا اس کی طرف نسبت تعریف کا اظہار کرتا ہے۔ یا اس بنا پر ہے کہ اس کی خدمت اور اسے گالی دینا دراصل جناب الہی کی طرف لوٹنا ہے۔ کہ جب فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے تو زمانے کو گالی دینا حقیقت میں خدا تعالیٰ کو گالی دینا ہوگا۔ جس طرح کہ علماء نے فرمایا ہے ویدیع الدھر زمانہ میں ردفا ہوئے وائے ہر کام کی باگ ڈور دراصل مہر سے دست قدرت میں ہے۔ ایک روایت میں (ویدیع) شد کے ساتھ بھی وارد ہوا ہے۔ اقلب اللیل والنہس میں ہی رات دن کو گھمانا اور پھیرنا ہوں۔ بیت

چرخ را در دیش شبام روزی دم
شب بدم روز را درم روزی دم

ترجمہ: آسمان کو دن رات کے گھومنے کے چکر میں میں ڈالتا ہوں۔ رات سے جاتا ہوں دن چڑھتا ہوں۔ اور روزی میں مٹا کرتا ہوں۔

۲۰۔ وَقَالَ اٰیْمُوْسَى الْاَشْعَرِیَّ قَالَ قَالَهُمُوْلُوْا
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمْ مَّا اَحَدٌ
اَسْتَبْرَحَ عَلٰی اَدْوٰی یَسْتَعِیْہُ مِنَ اللّٰہِ
یَسْتَوْفُوْنَ لَکَ الْوَلَدَیْنِ یَسْتَعِیْہُم
وَسَيُوْزُقُھُمْ۔
(متفق علیہ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رُجی و تکلیف کی باتیں سن کر ان پر سب سے زیادہ صبر و برداشت کرنے والا خدا تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ لوگ اس کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں جن سے وہ پاک و منزه ہے پھر وہ انہیں صحت و تندرستی دیتا ہے اور رزق عطا کرتا ہے۔

شرح: (روعن ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما استبرح علی ادوی یستعیہ من اللہ (کوئی بھی تکلیف و ذیت کی بات سن کر اس پر خدا تعالیٰ سے بڑھ کر صبر کرنے والا نہیں۔ ویدیع (ولد) لوگ اس کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں۔ جو اس کی جناب کے ہرگز لائق نہیں (شہداء) و رزق، پھر وہ انہیں آفات و بلیات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور انواع و اقسام کی

فہم کی شکل میں انہیں رزق دیتا ہے۔ نفس کا ناگوار بات کو برداشت کرنا میر کلمات ہے۔ صبر کے مقابل جزع (بے مبری) ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کا معنی ہوتا ہے۔ گناہ گاروں کو معاف کر دینا یا ان سے انتقام لینے میں تاخیر کرنا اور جلدی نہ کرنا۔ صبور اللہ تعالیٰ و تقدس کے اسمائے حسنی میں سے ہے۔ علیم و مبہود معنی میں قریب قریب ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ مبہود میں مجرم و گنہ گار کا مقام سے بالکل بے خوف نہیں ہوتا۔ اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ کسی بھی وقت انتقام لے۔ علیم میں بے خوف و خطرہ بھی نہیں ہوتا۔

۲۱۔ وَ عَلَّمَ مَعَادَ قَالِ كُنْتَ تَرَدُّوْنَ الشَّرِیْقَ صَلِّ

اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی رَسَاكِهِ لَیْسَ

سَبِیْنِ وَ سَبِیْنَةُ اِذَا مَوْعَرَةً اِلْحٰلِ فَقَالَ

يَا مَعَادُ هَلْ تَتَذَكَّرُ مَا حَقَّ اللّٰهُ عَلَی

عِبَادِهِ وَ مَا حَقَّ اَلْعِبَادِ عَلَی اللّٰهِ

قُلْتُ اللّٰهُ وَ مَسْئَلُهُ اَمْلَكُ مَا كُنْتُ

حَقَّ اللّٰهُ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَ

لَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَ حَقَّ اَلْعِبَادِ عَلَی

اللّٰهِ اَنْ لَا يَعْذِبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهٖ

شَيْئًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَذَلَّ

اُبْشِرْ بِهٖ النَّاسَ قَالَ لَا بُشْرَ عَنْ

قِيَمَتِهِمْ كَلُوا۔ (معنی علیہ)

اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے پیچھے دلاڑ گوش پر سوار تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان کباوے کی طرف پچھل مٹری مائل تھی ہیں آپ نے فرمایا اسے معاذ کو جانتا ہے کہ اللہ کا بندہ لپکا کرتا ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ستر جاتا ہے۔ فرمایا ایک اللہ کا اس کے بندوں پر یہ حق ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ شخص اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے تاہم وہ اسے ملازمین نہ ڈالے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دوں آپ نے فرمایا ان کو اس کی بشارت نہ دو تاکہ لوگ مجھ سے نہ ڈریں۔

شرح :- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اکابر و علماء صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کے مناقب و فضائل حد و شمار سے باہر ہیں۔ کتاب کے آخر میں تقدیم آپ کے فضائل و مناقب بیان کیے جائیں گے۔

(و عن معاذ) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے و قال، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا (مکتبہ مدنی) صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (علی حاد) دلاڑ گوش پر سوار تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تواضع اور بے تکلفی کے طور پر کہیں کہیں اس دلاڑ گوش پر سوار فرمایا کرتے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اسی دلاڑ گوش پر سوار تھا اریس مہینی وینتہا کو موخر کا ہوا ہمارے

سوار ہونے کی کیفیت و حالت یہ تھی کہ میرے اور آپ کے درمیان پالان کی حرکت پچھل کڑی ہی تھی جس کے ساتھ سوار ٹیکہ لگاتا ہے۔ مؤخرۃً بعزم، وسکون ہمزہ، وغالبہ مجھ کسورہ اند ہمزہ مفتوحہ اور تشدید خانے مفتوحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا اس بیان سے متعدد معنوی طریقہ السلام کے بالکل نزدیک ہونا اور آپ کے کلام مبارک کا فہم اور ضبط کرنا ہے (وقلت) کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یا معاذ اهل تدہی ماحق اللہ علی عبادہ) اسے معاذ تو رہا تھا ہے اللہ کا حق جو اس نے ان کی عبودیت اور حکم شریعت کے تحت ان پر لازم و واجب قرار دیا ہے کیا ہے (وما حق العباد علی اللہ) اور بندوں کا حق خدا تعالیٰ کے ذمے کیا ہے جو اس نے بعض اپنے فضل و کرم سے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے۔ (وقلت اللہ وہ سولہ اعلم) میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں (قال فان اللہ حق اللہ علی العباد) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر ان بعد وکلا ولا یشکوا بشیء) یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ یعنی بت پرستی نہ کریں۔ یا ریام سے بھیجیں اور عبادت میں اغلاص کو ملحوظ رکھیں۔ (وحق العباد علی اللہ ان لا یعذب) اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ عذاب میں مبتلا نہ کرے۔ (من لا یشک بہ) اس بندے کو جو اس کے ساتھ شریک نہ کرے۔ اگر شرک سے کفر مراد ہو تو معنی یہ ہو گا کہ کفار کی طرح اسے عذاب مقرر میں نہ ڈالے۔ اور اگر شرک سے ریام مراد ہو تو اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اسے عذاب سے بالکل معذور رکھے۔ (وقلت) میں نے عرض کیا۔ (واذ رسول اللہ اخلا ابشرہ اناس) یا رسول اللہ لوگوں کو میں اس کی بشارت دے دوں۔ بشارت بکسر وفتح وضمہ تینوں طرح وارد ہوا ہے۔ اس کا معنی ہے کسی کو خوش کن خبر دینا۔ بشرہ سے مشتق ہے۔ خوش کن خبر سننے کا زیادہ تر اثر انسان کے بشرے اور چہرے سے نمایاں ہوتا ہے۔ (قال لا تبشروہ فیتکلموا) فرمایا لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے تاکہ بھروسہ نہ کر بیٹھیں اور مروتہ اتنی بات پر اعتماد کر کے احکام الہی پر عمل کرنا نہ پھوڑ دیں۔ (وآیۃ تخیلوا) اتنے فو قانی مشددہ اور کاف مکسورہ کے ساتھ اِتِّخَالِ یعنی اعتماد فیتکلموا یعنی یا تھے تھانی وسکون نون وضمہ کاف بھی ایک روایت ہے۔ اس صورت میں ٹکول سے مشتق ہو گا۔ جس کا معنی ہے کسی کام کے کرنے سے رک جانا۔ کوئی شخص اگر یہ سوال کرے جب حضور علیہ السلام نے اس حدیث کے مضمون کی بشارت دینے سے حضرت معاذ کو منع کر دیا تھا تو حضرت معاذ نے اس کی خبر کیوں دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یہ مانعت اور نہی اسی زمانہ کے لوگوں کے ساتھ خاص ہے مگر وہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہونے لگے۔ ابھی تکالیف شریعیہ کے عادی نہ ہونے لگے۔ اس کے بعد جب احکام اور تکالیف شریعیہ بابت ثبوت کو کچھ گئیں۔ اور امر و نہی کا معاملہ استقامت پذیر ہو

نے تین بار حضرت معاذ کو بلایا۔ حضرت معاذ نے تینوں بار یہ جواب عرض کیا۔ اس تکلم سے صدرِ اصل تکید و مبالغہ متغیر ہے کہ معاذ حضور کی گفتگو اور کلام کو پوری توجہ اور دھیان سے نہیں دیکھ سکتا۔ معاذ نے قبول کرنا اور فرما کر داری اختیار کرنا ہے۔ اور حدیث کا معنی معاذ و سنت و موافقت کرنا ہے۔ یعنی میں آپ کی خدمت و طاعت اور ہر بات میں موافقت کے لیے تیار کھڑا ہوں۔ آپ کو بکفر مانا چاہتے ہیں فرمائیں۔ (وقال) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ما من احد یشہد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله) انہیں ہے کوئی شخص جو گواہی دے اور ایمان لائے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھیجے ہوئے پیچھے رسول ہیں (بعد قانع ظہر) یہ گواہی صدقِ دل سے ہوا غلام سے ہوا شائبہ کذب و نفاق سے پاک ہو۔ (الاحمد للہ علی النادم) تو البتہ اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گواہی دینے والے کو آتش و دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔ جو اس نے کافروں و منکروں کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ یا آتش و دوزخ میں ہمیشہ رہنا اس کے لیے حرام کر دیتا ہے۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ معرفت کلمہ شہادت پر اس بشارت کے ملنے کا حکم فرائض اور دام و دوا ہی کے نزدیک سے پہلے تھا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ادائے حق اور فرض الہی کی بجا آوری کے ساتھ اس کلمہ شہادت کا پڑھنا مراد ہے۔ اور بعض ملاوٹ یہ کہ ہے کہ نہ امت و توہیکِ نیت سے کلمہ شہادت کا پڑھنا مراد ہے اس پر مرنا مراد ہے۔ (وقال) حضرت معاذ نے کہا (ارسل اللہ املاً احبہ الی الناس) یا رسول اللہ عرض فرمادیں لوگوں کو کہ وہ دل نہ تیش دے کہ وہ بشارت سنیں اور اپنے دل خوش کریں۔ (وقال) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا (ادائے حق و دوا) جب لوگوں کو یہ بشارت دے گا تو وہ اسی پر اعتماد کر دیتے ہیں گے اور دل کو بوجھڑ دیں گے۔ (فانخبرہا) معاذ نے دوسرے تو حضرت معاذ نے اس شخص سے یا ان کلمات کی خبر لوگوں کو اپنی سرت کے وقت بعد تاشا، علم کے پھیلانے کے گناہ اور تین گناہوں کے بھنے کی بلائی سے بچنے کے لیے خبر دی۔ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بشارت دینے کی مبالغہ علم پھیلانے کی مبالغہ سے پہلے تھی۔

۲۴۔ وَكَفَىٰ ذَٰلِكَ قَوْلًا ۚ أَمَّا بَشِيرُ الشَّيْءِ صَاحِبِ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَفَىٰ قَوْلًا

أَبِيعَ وَفَعَلْنَا وَفَعَلْنَا وَفَعَلْنَا وَفَعَلْنَا

أَسْتَقْبَلُ فَقَالَ مَا مِنْ عِبَادَةٍ تَكُنْ لَكَ

إِلَّا أَنَّا نَقْتَرِفُ مَا تَعْبَلُ ذَٰلِكَ رَأَىٰ

مَعْلُ الْجَنَّةِ قُلْتُ وَإِنْ كُنْ وَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مدافعت ہے وہ کہتے ہیں میں حضور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (اس وقت) آپ سفید

کپڑے پہنے ہوئے تھے میں وہیں چلا گیا کہ دیر بعد پھر حاضر خدمت

ہوا اس وقت آپ سفید سے بیدار ہو چکے تھے۔ آپ نے

فرمایا میرے بعد بھی کلمہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے پھر اسی پر اس کی سرت واقع

ہوتی ہے تو وہ جنت میں داخل ہو گا میں نے عرض کیا اگرچہ اس نے

إِنْ سَرَقْتَ قَالَ قَرَأَنُ ذُنُوبَ سَرَقَ
قُلْتُ وَرَأَنُ ذُنُوبَ وَإِنْ سَرَقْتَ كَمَا
قَرَأَنُ ذُنُوبَ وَإِنْ سَرَقْتَ قُلْتُ قَرَأَنُ
ذُنُوبَ وَإِنْ سَرَقْتَ عَلَى مَرَّعٍ أَهْلُ
آفِ ذُنُوبٍ وَهَكَذَا آفُ ذُنُوبٍ إِذَا أَحْتَدَتْ
مِنْهَا قَاتِلٌ وَإِنْ مَرَّعٍ أَهْلُ آفِ
ذُنُوبٍ (متفق علیہ)

نہا کیا ہوا اور چوری کی ہو فرمایا اگرچہ اس نے نہا کیا اور چوری کی ہو۔
میں نے عرض کیا اگرچہ اس نے نہا کیا اور چوری کی ہو فرمایا اگرچہ
اس نے نہا کیا اور چوری کی ہو۔ میں نے عرض کیا اگرچہ اس
نے نہا کیا اور چوری کی ہو۔ فرمایا اگرچہ اس نے نہا کیا اور چوری
کی ہو۔ چاہے اللہ ذکر کی ناک خاک آلودہ ہی کیوں نہ ہو۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جب بھی یہ حدیث بیان فرماتے تھے وہ ان
رفعت الی ذکر کے الفاظ ساتھ بیان کرتے۔

شرح :- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ زنا بیاہر و ما دین صحابہ کرام میں سے ہیں آپ کا مذہب یہ تھا کہ مال میں سے اگر
خدا کا حق ادا بھی کر دیا جائے تب بھی اس کا ذخیرہ نہیں بنانا چاہیے۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ اور ان شاء
اللہ العزیز بڑی کتاب کے آخر میں بیان ہوں گے۔

(عن ابی ذر) رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال «انہوں نے کہا انیت النبی صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایسی حالت میں حاضر ہوا کہ (وعلیہ قوب ایمن) مگر آپ پر سفید رنگ
کا کپڑا تھا وہ نہاٹا اور آپ سوئے ہوئے تھے (ذکر انیتہ وقتہ لیسقہ) کچھ دیر کے بعد میں پھر آیا اس وقت آپ
بیدار ہو چکے تھے۔ آپ نے ان حالات کا ذکر اس لیے کیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ حضرت ابوذر حضور کے حالات خیر فیرت خوب
واقف و آگاہ ہیں۔ تاکہ لوگ یہ بات جان لیں کہ ابوذر نے روایت پر سے علم اور مکمل بصیرت سے کر رہے ہیں۔ یا اس بنا پر
کہ دوسرے معاملات سے قطع نظر محبوب کے حالات کا تنگہ بندارت خود لذت و شہویں بہت تباہ اور قابلیہ و عبادت الہیہ
کی حالت میں ہوئی تھی۔ اس بنا پر حضور کی اس حالت کا ذکر کرنا بھی بہتر تھا۔ و اشرا علم من فقال «پس حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا (ما من عبد قال) نہیں ہے کوئی بندہ جو کہتے کہ لا الہ الا اللہ (شواہد علیہ السلام) پھر اسی حدیث سے یہ ہوا۔
اور اس کلمہ کی شافی کوئی بات اس سے صادر نہ ہوئی۔ والا دخل الجنة) مگر وہ بندہ بہشت میں داخل ہو گا۔ حضرت ابوذر
فرماتے ہیں۔ (قلت) میں نے عرض کیا وہ ان ذنوب و ان سرق (کیا بہشت میں داخل ہو گا اگرچہ اس بندے نے نہا کیا
ہوا اور چوری کی ہو۔) قال «حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ ان ذنوب و ان سرق (اگرچہ اس نے نہا کیا ہوا اور چوری
کی ہو اور جب کہ یہ بات حضرت ابوذر کو بیدار و محسوس ہوئی اس لیے تحقیق و یقین کی خاطر دوبارہ اس کا اعادہ کیا۔
اور ہر کلمہ کے کہ یہ تکرار و اعادہ حق بل و ملکی رحمت پر کامل سرفراہ و شکر گزاری کے لیے ہو۔) قلت (میں نے عرض کیا وہ ان

جو انہیں اللہ یا اللہ کا شاہد کہتے ہیں۔ اور ان کی رسالت کی شہادت میں یہود و کفار ہے جو آپ کی ربانیت کے منکر ہیں۔
 (روایت احمد) اور اس امر کی گواہی دے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کی پندہ مریم کے فرزند ہیں۔ عربوں میں مرد کو عبد اللہ
 اور عورت کو ام اللہ کہتے ہیں۔ اور مرد و عورت میں سب سے بڑا اللہ کے غلام اور اس ذات پر ہود و کفار کے بندے ہیں۔ ظاہر یہ
 ہے کہ ان الفاظ میں نصاریٰ کا رد اور اس کی تائید ہے۔ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اس میں یہود کا بھی جو سکتا ہے۔
 ان الفاظ سے اصل مراد یہ ہے کہ اس ذات پاک کی جناب اس بتان و گال سے بری اور منزہ ہے جس کی یہود اس کی طرف
 نسبت کرتے ہیں۔ (روایت احمد) انہی مایہ اور عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا۔ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ اللہ اس بنا پر کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت اسباب علیہ اللہ آپ کی وساطت کے بغیر صرف کلمہ کن
 سے ہوئی۔ یا اس بنا پر کہ آپ نے گوارہ میں صغریٰ میں کہا کہ انا اللہ آپ اسم المستکمل کے مظہر کامل ہیں۔ (روح مند)
 حضرت عیسیٰ جناب حق تعالیٰ کی طرف سے علو پر نہ دالی روح ہیں۔ آپ کو روح اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے
 مرد سے زعمہ کیے۔ مردہ دلوں کو معنوی اور روحانی زندگی عطا کی۔ یا روح اللہ سے یہ مراد ہے کہ آپ الہی صاحب
 روح شخصیت ہیں جسے وساطت اصل و مادہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے وجود عطا کیا۔ (والجنت والناہ)
 حق) اور اس بات کی گواہی دی کہ بہشت اور دوزخ برحق ہیں۔ (وادخلہ اللہ الجنۃ) تو اللہ تعالیٰ ایسے انسان
 کو اپنا دیا بعد نقاب جنت میں داخل کرے گا۔ (و علی ما کان علیہ من العمل) وہ نیک یا بد جس عمل پر بھی ہو۔
 یہ حدیث مذہب اہل سنت و جماعت کی مروجہ دلیل ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ اپنا دہنا
 ہاتھ پھیلائیے کہ میں آپ کی بیعت ہونا چاہتا ہوں۔
 میں کہ آپ نے پناہ دینا دست مبارک پھیلا دیا۔ تو میں نے
 اپنا ہاتھ دیکر کیا آپ نے فرمایا اسے مرو تھے کیا ہوا میں نے عرض
 کیا میں نے ارادہ کیا ہے کہ شرط مقرر کر لیں یا کیا شرط مقرر کرنا
 چاہتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ اللہ مجھے بخش دے۔ اس پر حضور
 علیہ السلام نے فرمایا اسے مرو تھے معلوم نہیں کہ اسلام پہلے سب
 گنہگار کو مانتا ہے۔ اور ہجرت سب پہلے گنہگار کو مانتا

۲۵۔ وَكَانَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ قَالَ أَتَيْتُ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ
 أَتَبْسُطُ يَمِينَكَ فَلَا بَيْعَ لَكَ تَبْسُطُ
 يَمِينَهُ فَقَبَضْتُ يَدَهُ فَقَالَ مَا لَكَ يَا
 عَمْرُو قُلْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَشْخِطَكَ قَالَ
 تَشْخِطُ مَاذَا قُلْتُ أَنْ يُعْفِيَ بَنِي قَالِ
 أَمَا كُنْتُمْ يَأْمُرُونَ أَنْ لَا إِسْلَامَ
 يُقَدِّمُ مَا كَانَ تَحْتَهُ وَأَنَّ الْهَاجِرَةَ
 تَهْتَدِي مَا كَانَ تَحْتَهُ وَأَنَّ الْعَجَمَ

يَعْدُو مَا كَانَ قَبْلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَالْعَدِيُّ شَانِ الْمَرْوِيَّاتِ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
أَنَا أَغْنَى الشُّكَاةِ عَنِ الشَّرِكِ وَ
الْآخِرُ الْكَبِيرُ يَا عِدَائِي سَعْدٌ كَرُمُهُمَا
فِي بَابِ الْإِسْلَامِ وَالْكَبِيرُ إِنْ شَاءَ
اللَّهُ تَعَالَى ۝

دیجی ہے اندر بھی تمام پہلے گنہگار کو شادیتا ہے۔ اسے مسلم
نہدایت کیا۔ اور صدر شیں جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی
ہیں۔ ان میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شرکیوں
کے شرکیہ سے بہت ہی بے نیاز ہوں۔ دوسری حدیث یہ کہ
کبریا کی اور بڑائی میری چاروں طرف ہے ہم دونوں احادیث باب
سبباً و کبریا ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے۔

شرح: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ اور عقلی قریش اور اہل فہم و دانش میں سے ہیں۔
آپ کے مفصل حالات کتاب جامع المناقب میں آئیں گے۔

(ومن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال) حضرت عمرو بن العاص کہتے ہیں۔ (انیت النبی صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم فقد أتى بسبط مبینك فلا يملكك) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔
اپنا دامنا ہاتھ کشاؤ کیجئے تاکہ میں اسلام پر آپ کا بیعت ہو جاؤں۔ لا با یعدک بکسر لام اور تعجب میں اور حج کلام اور
رفع میں دونوں طرح مروی ہے۔ (نسباً مبیناً) اس پر آپ نے اپنا دست راست کشاؤ فرمایا اور قبضت
بیدی (اور میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کیجی لیا) فقال (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) مالک یا معنی اسے عرض کیجے
کیا ہوا اور کرنے پر کیا کیا ہے اور اپنا ہاتھ پیچھے کیوں کیجی لیا ہے؟ قلت ادوت انت اشتد علی عرصی کیا
چاہتا ہوں کہ شرط طے کر لوں؟ قال تشد ماذا؟ کیا شرط طے کرنا چاہتا ہے؟ قلت ان یتفعلے
میں نے عرض کی میری شرط یہ ہے کہ میری مغفرت ہو جائے اور میرے تمام پہلے گنہگار کو بے گناہی (قال)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اما عدت یا عمرو ان الاسلام یدھر ما کان قبلہ (اسے عرض کیجے
معلوم نہیں یعنی تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام قبول کرنا پہلے برہمن کے گناہ کو چاہے وہ مظالم میں سے ہو مگر مظالم
میں سے سب شادیتا ہے۔ مظالم اور غیر مظالم یعنی حقوق العباد اور حقوق اللہ۔) وان الہجرة تہدر ما
کان قبلہا اور تجھے معلوم نہیں کہ ہجرت یعنی ایمان بچانے کی خاطر دار حرب و کفر سے دار اسلام میں پناہ لینا پہلے
برہمن گنہگار کو شادیتا ہے (ان کی معافی ہو جاتی ہے)۔ (وان الہجرة یدھر ما کان قبلہ) اور تجھے معلوم نہیں کہ ہجرت اللہ
شریف کا پہلے تمام گنہگاروں کے نام و نشان کو شادیتا ہے۔ ہجرت دینِ حقان گنہگاروں کی مغفرت سے مخصوص ہے جو

لوگوں پر نظام اور ان کی حقوق تعلق کے علاوہ ہیں۔ مع میں ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ اس کے نظام بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہے۔ واللہ اعلم۔ (العاصم) اسے مسلم نے روایت کیا۔ مع میں آیا ہے۔ کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ موت کے وقت نہایت قلق و اضطراب اور شدید بے تابی محسوس کر رہے تھے۔ آپ کے بیٹے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا اسے والد محترم اس قدر قلق و اضطراب کی کیا وجہ ہے۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھیں چاہیے کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ انصیب ہو چکی ہے۔ اور آپ کے حضور کی خدمت اقدس میں رہ کر کاربائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں اپنی عمر میں تین قسم کے حالات پیش آئے۔ ایک یہ کہ اسلام لانے سے پہلے ہم لوگ اپنا سب سے بڑا دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتے تھے۔ اسی لیے ہم نے ان کے خلاف لڑائیاں لڑیں۔ اور ان کی عداوت و دشمنی میں کمر بستہ رہے۔ پھر دوسری حالت یہ تھی کہ اسلام لانے بعد قبول کرنے کے بعد ہمارے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا۔ اور میں آپ کی خدمت میں رہنا انصیب ہوا اور آپ کی طاعت و فرمانبرداری کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر تیسری حالت یہ رونما ہوئی کہ حضور کے وصال مبارک کے بعد ہم نے امارت اور حکومت کا دور دیکھا۔ اور کئی طرح کے عجیب و غریب حالات و واقعات پیش آئے۔ ان میں کئی طرح کی افراط و تفریط واقع ہوئی۔ اور بہت سی باتیں صادر ہوئیں۔ دیکھیں ان کا انجام کیا سلسلہ آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

والحدیثان المودیان عن ابی ہریرۃ (اور دو حدیثیں جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہیں۔ اور معانیج میں کتاب ایمان کے اندر موجود ہیں) ان میں سے پہلی حدیث وہ ہے جس کا ابتدائی الفاظ یہ ہیں ۱ قال اللہ تعالیٰ انا اخلق الشوکاة عن الشوکے (میں تمام شریکیں کے شرک کا کامل درجہ بنیاد ہوں۔ اور دوسری حدیث جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں ۲ اے نبی کریم! وکبریا فی میرا لباس ہے۔ یہ دونوں مکمل احادیث ہم ریا و دکر کے باب میں ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے روایت چھڑاتے ہیں اگر میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک بائیں جو مجھے جنت میں داخل کرے۔ اور مجھے نوزخ سے دور کرے۔ فرمایا ایک قول ہے

✓ ۲۶۔ عَنْ مَعَاذٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَحِبُّنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَرَبِّهَا عِدَّتِي مِنَ النَّارِ قَالَ كَعَدِّ

ایک نہایت مشکل چیز کے بارے میں سوال کیا ہے۔ تاہم بلاشبہ وہ اس شخص کے لیے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان کرے۔ وہ عمل بہت کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس کے ساتھ کسی چیز کو خراب نہ کرے۔ اور پابندی سے نذرانہ لگا کر دے۔ درمیان طریق کے مفید ہے کہ ایک حدیث اللہ تعالیٰ کا ہے کہ: پھر حضور نے فرمایا میں تجھے غیر اور کسی کے دروازوں کی درہنائی نہ کروں۔ سند وہ وہاں ہے۔ مگر گناہ کا اس طرح سمجھاؤ کہ اس کے ساتھ ہی طرح پائی آگ کو سمجھا دیتا ہے۔ اور آدمی کو کلمات کے درمیان میں بھی غلطی نہ کرنا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: تَتَجَلَّىٰ جَنَّتُوهَا مِنَ الْمُضَاجِعِ يَعْلَمُونَ بَلْ پھر آپ نے فرمایا میں تجھے سب سے بڑا کام اس کا ہے کہ اس کی کوئی بات نہ پڑے۔ میں نے عرض کیا ہاں فرمایا سب سے بڑا کام اسلام ہے۔ اس کا ستون نذرانہ ہے۔ اور اس کی کوئی بات نہ پڑے۔ پھر آپ نے فرمایا میں تجھے اس سبب یاد دلاؤں گا کہ اصل دار اور اس کی بنیاد کی عید وہاں میں ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے نبی ضرور بتائیں تو آپ نے اچھی باتیں کہیں کہنا اور فرمایا اسے اپنے پاس رکھ کر کہہ دے۔ میں نے عرض کیا کہ اسے اللہ کے نبی ہم لوگ زبان سے بولیں کہ تمہیں اس پر بھی ہماری گرفت ہوگی۔ فرمایا اسے سادہ سادہ زبان سے کہہ دو۔

کوئی چیز لوگوں کو ان کے مومنوں یا مومنوں کے بل و درجہ میں نہ گھسا سکے گی۔ گھرانہ کی زبانوں کی باتیں۔

سَأَلْتُ عَنْ أَمْرِ عَظِيمٍ وَرَأَيْتُ
بَسِيرًا عَلَىٰ مَنْ تَشَرَّكَ اللَّهُ تَعَالَىٰ
عَلَيْهِ تَعَبَّدَ اللَّهُ وَلَا تُشْرِكْ
بِهِ شَيْئًا مَوْثِقِيهَا الصَّلَاةُ
وَتُؤْتِي الرِّزْقَ وَتَعْمُودُ
رَمَضَانَ وَتُعِيمُ الْبَيْتَ ثُمَّ
قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَىٰ أَجْرٍ
الْخَيْرِ الصَّوْمُ جَنَّةٌ
الْصَّادِقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا
يُطْفِئُ كَمَاءُ النَّارِ صَلَوةُ الرَّجُلِ
فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا تَجْعَلَنِي
جَنَّتُوهَا مِنَ الْمُضَاجِعِ حَتَّىٰ يَهْتَمُّ
يَعْمَلُونَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ
بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَتَعْمُودُ
سَنَاهُ ثُمَّ بَيَّيْنَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَتَعْمُودُ
الصَّلَاةُ وَذُرَّةُ سَنَاهُ الْبَيْتُ ثُمَّ
قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِبَلَدٍ ذِيكَ كَلِمَةٌ
بَنِي يَأْتِي اللَّهُ فَآخِذْ بِسَانِهِ فَقُلْ كَلِمَةً
عَلَيْكَ هَذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّا
نَعْبُدُكَ وَمَا تَكَلَّمُ بِهِ قَالَ تَكَلَّمْتُ أَمْرًا
يَأْمُرُكَ بِهِ وَهَلْ يَكُنْ بِكَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وَجْهِهِمْ
أَوْ عَلَىٰ سَائِرِهِمْ وَلَا حَاصِلَ إِلَيْهِمْ. رواه احمد والبيهقي

شرح: (سازن معاذ) حضرت مازن بن جہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اخیر میں بعض بدعتی الجنتہ ویامدنی من النبی یا رسول اللہ! مجھ یا اہل بیت! میں جو مجھے جنت میں داخل کرے اور آتش دوزخ سے دور کرے۔ (ما قال) آپ نے فرمایا (لقد سالت عن امر عظیم) بیشک تو نے بڑے مشکل اور عظیم کام کا سوال کیا ہے۔ (وانہ یسیر من ینسیر من ینسیر) اللہ تعالیٰ علیہ کا اور بیشک وہ آسان ہے اُس شخص پر جس پر اللہ تعالیٰ کا کام آسان کرے۔ اس کے بعد اس کا ذکر فرمایا (وتعبداً للہ ولا تشوک بہ) خدا تعالیٰ کی عبادت کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ (وتقیہ الضلالت) اور پابندی سے نماز ادا کر۔ (وتقوی الزکوۃ) اور کہہ (وتصوم رمضان) اور رمضان کے روزے رکھ۔ (وتحج البیت) اور خانہ کعبہ کا حج کر۔ (ثم قال) الا اذ لک علی ابواب الخیر! پھر فرمایا کیا میں تجھے نہ تاول کر دیتا اور نیکی کے دروازے کھول دیتا ہوں۔ (ہن ینبکی بندے کے اندر داخل ہوتی ہے) (القوم جنۃ) اور وہ اُٹھال کا حکم رکھتا ہے کہ روزہ دار کو معصیت کا تیر گھنے سے بچاتا ہے۔ (بیکو روزہ شہوت کو روکتا اور شیطان راستے کو بند کرتا ہے۔) (والصدقۃ تطفی الغلیظۃ) اور فقیر کو راہ خدا میں مال دینا سرور دیتا اور شادی تلے آتش گناہ کو۔ (کما یطفی الماء النار) جس طرح پانی آگ کو سرد کر دیتا ہے۔ اگرچہ مطلقاً ہر نیکی گناہوں کو مٹاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آگیا ہے (ان الحسنات ینظرن النسیات) بیشک نیکیاں براہیوں کو مٹاتی (مٹا دیتی) ہیں، لیکن صدقہ میں گناہ مٹانے کی قوت زیادہ ہے کہ اس میں دوسرے کا نفع ملحوظ ہوتا ہے۔ اور یہ چیز دعویٰ ایمان کی صداقت اور خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت و وابستگی کی قوی دلیل ہے۔ (وصلوۃ الرجل فی جوف الیل) اور مرد کا رات کے درمیان صبح میں نماز (نفل) پڑھنا بھی خیر و نیکی کے دروازوں میں سے ہے کہ اس دروازہ سے بھی بندے میں فیض و انوار آتے ہیں۔ اور یہ بھی گناہوں کی آگ کو بجھانے کا سبب و ذریعہ ہے۔ بیت

گر روزِ نیا میری شمعِ زعفرانی عرب شبِ محرم ماستقان ست شہدائش طلب
ترجمہ: اگر دن میں لوگوں کے شور و غوغا کے باعث تو اُسے نہیں پاسکتا تو رات میں اسے تلاش کر کہ رات ماستقول
کی محرم (راہ) ہے۔

(تجوید) یہ رات کی نماز اور صدقہ کی فضیلت کی تائید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔
تنتجانی جنودہ من المضاجع جزاء بعدا کا نواہیوں تک آپ نے یہ آیت پڑھی۔ یہ آیت مذکورہ کا حاصل معنی یہ ہے۔
کہ اللہ تعالیٰ شب بیدار اور اپنے چلوں کو اپنی خواہجہوں سے الگ رکھنے والوں کی صفت و ثناء فرماتا ہے۔ اور پھر یہی
کریم علیہ السلام جن نعمتوں سے نوازے گا اور اس کے راستے میں مال خرچ کرنے والوں کو آخرت میں جو کچھ عطا فرما

گلاس سے کوئی آگاد نہیں وہ ایسی نعمتیں اور عطائیں ہوں گی جو ان کے سزاوارک اور امان کی لذت اور ان کے گھر کی خوشنکد
نہیں گی۔ ان کے اعمال صالحہ اور ان کی شب بیلاری اور صدقہ و خیرات کی جزا کے طور پر اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی انواع
و اقسام کی نعمتوں اور اپنے دیدار سے نوازے گا۔ بیت

شرع مرد و بھو دست و کرامت بھجو ہر کر اہی ہر دو تبار مد مشن بہر دھو

ترجمہ۔ مرد کی بزرگی اور اس کا شرف سزاوارک ہے اور اس کی عزت سجدہ و عبادت سے ہے۔ جس میں یہ دو خوبیاں
نہ ہوں اس کا نہ مہر نہ سہونے سے بہتر ہے۔

(شع قات) اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امر دین اور شعار ملت میں سے افضل امر اور غاصہ
دین کا انتخاب کرتے ہوئے فرمایا (الا اذک بلس الا مہر) میں تجھے بتاؤں کہ اصل اور دینی کاموں میں سے
افضل و اعلیٰ کو سا کام و عمل ہے۔ جس کے بغیر دین کچھ نہیں جس طرح روح کے بغیر جسم کی کوئی حیثیت نہیں (وعدودہ)
اور بتاؤں کہ دین کا ستون کیا چیز ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہوتا۔ اور کھوت و کمال کے درجے کو پہنچتا ہے۔ جس
طرح مکان ستون کے سارے قائم ہوتا ہے۔ (وذرۃ سنامہ) اور بتاؤں دین کی کوہان کی چوٹی پر بلند کیا چیز
ہے۔ جس سے دین بلند اور اونچا دکھائی دیتا ہے۔ ذرۃ بکسر و معنی ذال بلند مکان کو کہتے ہیں۔ اور پھاڑ کی بلند
چوٹی کو بھی ذرۃ کہتے ہیں۔ سنام بفتح سین اوٹ کی کوہان۔ (وذرۃ) میں نے عرض کی ہاں جب کہ سائل کا جواب
سے سننے کا شوق و ذوق بڑھا اور اس مقام میں پہنچ کر اس امر عظیم کی صفات عظیمہ سن کر اسے پالنے اور معلوم کرنے کی
رغب بڑھ گئی یعنی (تو عرض کیا ہاں یا رسول اللہ) مجھے اس کی راہ نمائی فرمائیں۔ (و قات) آپ نے فرمایا (راس اللہ
الاسلام) تمام ارکان کا سر و دار اسلام ہے۔ اسلام سے مراد اللہ و رسول پر ایمان کی خدمات ہے۔ جو سارے دین کی
اصل و بنیاد ہے۔ (وعدۃ الصلۃ) اور دین کا ستون نماز ہے۔ کہ مسلمان کے دین کو اس سے کھوت و چنگی حاصل
ہوتی ہے۔ (وذرۃ سنامہ) اور دین کی کوہان کی بلند ی کفار سے جدا کرتا ہے۔ کہ اس سے وہی کہ بلند ی و رفعت
حاصل ہوتی ہے۔ اور جب کہ جنگ و جہاد غالباً ساری کی حالت میں ہوتا ہے تو جہاد میں صورۃ بھی بلند ی پائی
جاتی ہے (ثم قال الا اخبرک بملاک ذلک کلام) پھر آپ نے فرمایا میں تجھے وہ چیز بتاؤں جو ان تمام چیزوں کی
جکا ذکر و ہدایہ و مدار و موقوف علیہ ہے۔ یا ذلک سے اسلام کی طرف اشارہ ہے۔ سارا اس کے اجزاء اور ارکان کے اعتبار سے
اس کی تاکید ہے۔ ہر ایک وہ چیز جس سے کوئی چیز قائم پذیر اور منظم ہو۔ یہ لفظ کسوعیم اور فتح دونوں کے ساتھ کیا ہے۔
غلام فرشتہ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل لغت کسروا فتح و فون طرح اسے استعمال کرتے ہیں۔ یہاں حدیث میں بکسر

۲۷- وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ أَحَبُّ

يَدِّيَ أَنْفَضَ لِي وَاعْطَى يَدِّيَ مَنَعَ لِي

فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ مَعَاذِ بْنِ أَنَسٍ مَعَ

تَقْدِيمِهِ فَمُتَّحِدٌ فِيهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ

إِيمَانُهُ .

شرح: متذکرہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ۔ آپ کا نام مُدنی ہے بجم عاد وفتح وال صلیق و تشدید

یا وقیلہ یا ہر سے ہیں۔ صحابی ہیں۔ آپ کے نسب اور آبائے اجداد میں عیثیٰ کا اختلاف ہے تاہم آپ کی کنیت پر

سب کا اتفاق ہے۔ پہلے مصر میں سکونت اختیار کی پھر مصر میں منتقل ہو گئے۔ وہیں وفات پائی۔ آپ کثیر السوائے

ہیں۔ آپ کی اکثر احادیث شامیوں کے پاس ہیں۔ ششمہ عریاضہ جرمین ۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اکثر عیثیوں کے

قول کے مطابق آپ آخری صحابی ہیں جنہوں نے شام میں انتقال فرمایا۔

(ر عن ابی امامۃ) رضی اللہ عنہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ذاتی قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب لک و ابغض لک (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے لیے

کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور اسی کے لیے کسی سے دشمنی رکھتا ہے۔) روا حقیقہ و معہ لک و اور خدا کے لیے ہوتا

ہے اور خدا ہی کے لیے ہو گا ہے۔ یعنی اس کے تمام کام خدا ہی کی رضا و خوشنودی کی خاطر ہوتے ہیں۔ یہیت

وطن برائے تو گریں سزا برائے تو عیثیٰ غش برائے تو اشم غش برائے تو گریں

ترجمہ: میں تیرے لیے کسی جگہ کو وطن بنانا نہیں اور تیرے ہی لیے سزا اختیار کرتا ہوں۔ تیرے لیے غاموش

رہتا ہوں اور تیرے ہی لیے لب کشائی کرتا ہوں۔

(فقد استكمل ایمان) ایمان تک اس نے ایمان کو وہ جہر کمال تک پہنچا دیا۔ کہ اس کی کمال خاص و ایمان لانے

میں ہے۔ جو حدیقین کا لہجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا ایمان عطا فرمائے۔ (رواہ ابو داؤد) اس حدیث کو

ابو داؤد نے روایت کیا۔ (رواہ البیہقی) مع ماؤذ بن انس اور امام ترمذی نے اسے معاذ بن انس سے

روایت کیا بعض فقہوں کو بعض پر تنبیہ ہے کہ اسے اور صحابہ کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقہا اسکل ایمان کی

حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے لیے کسی سے

محبت کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے کسی کو کچھ عطا

کیا اور اللہ کے لیے روکا تاہم اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ اسے

ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے معاذ بن انس سے

یہ حدیث روایت کی اس میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے۔ اور اس میں

بہ الفاظ میں فقہا اسکل ایمان اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

یا وقیلہ یا ہر سے ہیں۔ صحابی ہیں۔ آپ کے نسب اور آبائے اجداد میں عیثیٰ کا اختلاف ہے تاہم آپ کی کنیت پر

سب کا اتفاق ہے۔ پہلے مصر میں سکونت اختیار کی پھر مصر میں منتقل ہو گئے۔ وہیں وفات پائی۔ آپ کثیر السوائے

ہیں۔ آپ کی اکثر احادیث شامیوں کے پاس ہیں۔ ششمہ عریاضہ جرمین ۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اکثر عیثیوں کے

قول کے مطابق آپ آخری صحابی ہیں جنہوں نے شام میں انتقال فرمایا۔

(ر عن ابی امامۃ) رضی اللہ عنہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ذاتی قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب لک و ابغض لک (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے لیے

کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور اسی کے لیے کسی سے دشمنی رکھتا ہے۔) روا حقیقہ و معہ لک و اور خدا کے لیے ہوتا

ہے اور خدا ہی کے لیے ہو گا ہے۔ یعنی اس کے تمام کام خدا ہی کی رضا و خوشنودی کی خاطر ہوتے ہیں۔ یہیت

وطن برائے تو گریں سزا برائے تو عیثیٰ غش برائے تو اشم غش برائے تو گریں

ترجمہ: میں تیرے لیے کسی جگہ کو وطن بنانا نہیں اور تیرے ہی لیے سزا اختیار کرتا ہوں۔ تیرے لیے غاموش

رہتا ہوں اور تیرے ہی لیے لب کشائی کرتا ہوں۔

(فقد استكمل ایمان) ایمان تک اس نے ایمان کو وہ جہر کمال تک پہنچا دیا۔ کہ اس کی کمال خاص و ایمان لانے

میں ہے۔ جو حدیقین کا لہجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا ایمان عطا فرمائے۔ (رواہ ابو داؤد) اس حدیث کو

ابو داؤد نے روایت کیا۔ (رواہ البیہقی) مع ماؤذ بن انس اور امام ترمذی نے اسے معاذ بن انس سے

روایت کیا بعض فقہوں کو بعض پر تنبیہ ہے کہ اسے اور صحابہ کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقہا اسکل ایمان کی

بہارِ نقد اشکل ایمانہ کے الفاظ آئے ہیں۔

۲۸۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ

الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبِقْصُ فِي اللَّهِ -

رواۃ ابو حاتم -

احوالِ دواؤ و نسخہ روایت کیا۔

شرح :- اس حدیث کا معنی یحییٰ وہی ہے جو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے اور اس عمل کا

تمام اعلیٰ سے افضل و برتر ہوتا اس لحاظ سے کہ تمام غیرات اور نیکیوں کا منبہ اور باعث خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔ اور جب اس کی محبت اس حد تک غالب آجائے کہ کسی شے سے محبت نہ کر سکے مگر خدا کے لیے اور دشمنی نہ کر سکے مگر خدا کی خوشنودی کے لیے۔ تو اس کے قلبِ محبت کی یہ کیفیت تمام اطہر کی بجا آوری اور تمام منہیات سے رک جانے کا باعث بنے گی۔

اس قسم کی احادیث جو اس انکم روہ ملکات جن کے معانی میں غایت درجہ جامعیت پائی جاتی ہیں۔ میں سے ہیں مکر اسلام، ایمان اولیساں کے تمام مراتب و درجات کی جامع اور شریعت کے تمام احکام و طریقہ کے جملہ آداب اور حقیقت کے جملہ اسرار پر مشتمل ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو شخص کسی باورچی سے اس بنا پر دوستی رکھے کہ یہ اچھا کھانا پکاتا اور فقراء و علماء کو کھلاتا ہے تو اس کی یہ دوستی خدا کے لیے ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی آدمی ایسے استاد سے اس لیے محبت کرے کہ اس سے علم حاصل کرتا ہے۔ اور پھر اس علم کو دنیا میں جمع کرنے کا ذریعہ بنائے گا۔ تو یہ دوستی خدا کے لیے نہیں ہے۔

٤٩- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

مَنْ سَلَاحًا مُسْلِمُونَ مِنْ إِسَائِهِ وَ

يَذِيقُ الْمَوْتِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ آمَنَ النَّاسُ عَلَى

جَمَاعَتُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ فِي أَيْدِي التَّوْبَةِ وَالنَّسَائِ

وزاد البهقي في شعب الإيمان برواية

نُصَالَةً وَالْحَيَاءُ يَنْهَى جَاهِدَ نَفْسِهِ فِي طَاعَةِ

اللَّهُ وَالْمُهَاجِرِينَ هَجَرُوا الْخَطِيئَاتِ وَالذُّنُوبِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کو اپنے غمخوں اور مالوں کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ اسے حرمی اور نسائی کے روایت کیا۔ اور یحییٰ نے شعب الایمان میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ عنہ الفاظ زیادہ روایت کیے اور ابوداؤد نے بروایت قتادہ، طاعصہ و قراہ واری میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کر کے۔ اور معاصر وہ ہے جو خطاوں یا درگاہوں کو چھوڑ دے۔

شرح :- (ومن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویداۃ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں۔ ان الفاظ کی شرح فصل اول میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔ لا المؤمن من آمنہ الناس علی دماءہ واماوالہ) اور مومن کامل وہ شخص ہے جسے لوگ اپنے خوفوں اور باتوں پر ایمان اور محافظہ پائیں یعنی جس سے لوگ اپنی جان و مال میں کوئی خطرہ محسوس نہ کرتے ہوں۔ اور جس کے بارے میں یہ خیال نہ رکھتے ہوں کہ بلا اجانتہ شرع کسی کے مال میں یہ شخص تصرف نہ کرے گا اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اسلام و ایمان اور مسلم و مومن متغایر اور الگ الگ چیزیں ہیں۔ اور ان کے احکام بھی مختلف ہیں۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اسلام و ایمان سے ایک ہی معنی مراد ہے۔ نفرو ثانی پہلے نفرو کی تائید و تقریر ہے۔ اس حدیث میں اسلام پر لوگوں کی سلامتی کو مرتب فرمایا اور ایمان سے عقلی مناسبت و مطابقت کے لحاظ سے لوگوں کے امن و عافیت کو متعلق فرمایا۔ پھر جملہ ثانی را المؤمن من آمنہ) میں صرف ہاتھ کے گناہوں کے بیان پر کفایت کی زبان کے گناہوں کا مکمل نہ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان کے گناہ ظاہر اور عام ہیں اس لیے اس کے تکلیف کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن ہاتھ کے گناہ بیان و تاکید کے محتاج ہیں۔ جیسا کہ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور یہ تو عجمہ بھی درست ہے کہ جب کہ ایمان تصدیق اور عمل حسب ہے عیان ہے اس بنا پر ایمان اسلام سے قوی اور کامل تر ہے۔ کہ اسلام اپنے مفہوم لغوی کے اعتبار سے عین ظاہری طاعت و فرمانبرداری سے عبارت ہے۔ اس لیے لوگوں کے امن و عافیت کو جو سلامتی کے مفہوم سے قوی تر ہے ایمان کے ساتھ تحقق کیا کہ سلامتی کا مفہوم ذہنی نقصان پہنچانے کے وہم و احتمال کے باوجود کسی کو ضرر و نقصان نہ پہنچاتا ہے۔ اور اس کے مفہوم میں اس وہم و احتمال کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ علاوہ ان میں دماء و خون) و اماوال سے متعلق اس و خوف ہاتھ کے ساتھ تحقق نہیں ہوتا اس لیے ان کا بھی اس میں دخل ہے کہ زبان کے گناہوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے و رسول کی فیست و پہنچانے میں محروم ہوتا ہے۔ اس حدیث میں خون و مال کے ساتھ صرف کا ذکر کیا اس بنا پر ہے کہ خون کی حفاظت عزت کی حفاظت کے شامل اور اسی کے حکم میں داخل ہے۔ خوب سمجھ لے۔ و با اثرا التوفیق) اسے تہذیب اور انسانی نے روایت کیا۔ اور یہی تھے شعب الایمان میں بروایت حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ درج ذیل فقرات زیاد بیان کیے تھے انہذا یخرج فاداً فحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں و المجاہد من جاهد نفسه فی طاعة اللہ) کامل اور حقیقی مجاہد وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ کہ نفس طاعت الخی ہے انکار اور سرکش

کرتا ہے۔ اور فرمانبرداری کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ تو مجاہد وہ ہے جو اس سے جنگ کرتا شریعت کا پابند نہ تھا اور خالق و مالک کا فرمانبردار کی طرف کیج کر لاتا ہے۔ یہی

سمل آن حیرے کہ مضاب شکند شیر آن باشد کہ خود را بشکند
ترجمہ۔ بڑا شیر وہ نہیں جو مصلوں کو بچھاڑ دے بلکہ وہ ہے جو اپنے آپ کو بچھاڑ دے۔

روالمہلجہ من ہجر الغطایا والذنوب (اسی طرح تحقیق کا دل دہے گا مہاجر وہ ہے جو مغیرہ کبیرہ اور دانستہ و نادانستہ ہر قسم کے گناہ چھوڑ دے۔ اس کی تحقیق و تشریح بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزیر چکی ہے۔

۳۰۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ أَخْبَطْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لَهُ لِمَنْ لَا مَهْدَ لَهُ يَدَاهُ الْبُيُوتُ فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ اور عبد کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔

شرح: (عن انس) رضی اللہ عنہ (قال) فلما خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا وقت کم ہی تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا (إلا قال) مگر یہ کلمات ضرور بیان فرمائے اور ان پر عمل کی وصیت فرمائی (ولا إيمان لمن لا أمانة له) جس میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں (ولا دين لمن لا مهدي له) اور جو عہد و پیمان کا پابند نہیں اس کا دین نہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ظاہر یہی ہے کہ امانت سے اس کا مشہور و متعارف معنی۔ مراد ہے پیمان کے اموال اور ان کی مجالس کی حفاظت اور اس میں ترک خیانت سے عبادت ہے۔ اور عہد سے الی کے آپس کے عہد و پیمان مراد ہیں جو وہ آپس میں کرتے ہیں۔ تو ایمان و دین کی نفی تنہی غلط و تاکید کے لیے ہے۔ اور دین و ایمان کامل مراد ہے۔ اور اگر امانت سے تکالیف شرعیہ مراد ہوں تو ان کا ذکر ایسا کرے ان عہد و پیمان کا مانتہ (بیک ہمنے ایک امانت پیش کی) اور عہد سے مراد امانت کا عہد مراد ہر چہ وہ کار عالم نے بندوں سے حقوق ربوبیت کی حفاظت کے لیے کیا تھا تو پھر حدیث کے الفاظ میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا کہ وہ فروع و اصول کے لحاظ سے دین و ایمان کو شامل ہے۔ اس حدیث میں کلام میں تکرار و تاکید تحقیق و بحال کے لیے ہوگی۔ واللہ اعلم

الفصل الثالث

تیسری فصل

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے
تھے۔ جس نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے آتش و دوزخ
اس پر حرام کر دی۔

۳۱۔ عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ حَقَّ
اللَّهُ عَلَيْهِ الثَّوَابُ - رواه مسلم -

شرح و نہ عن عبادہ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) روایت ہے حضرت عبادہ (بضم بین و تخفیف با)
بن الصامت جو کبرائے انصار و اصحاب کے نقباء میں سے ہیں کہ (قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ شہدا ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا رسول
اللہ صوم اللہ علیہ الناموس جو شخص صدق و یقین سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان لایا اور اس کا اقرار کیا اللہ تعالیٰ اس پر
آتش و دوزخ حرام کر دیتا ہے۔ اس کی شرح گذشتہ حدیث معاذ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۔ وَعَنْ عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَقُولُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ - رواه مسلم -

شرح و۔ (ومن عثمان) رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وهو يقول لا
الا الہ الا اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ کی
وحدانیت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین و ایمان کی حالت میں مراد و دخل الجنة (وہ جنت میں داخل ہوگا۔
اگرچہ گناہوں کی پاداش میں اسے کچھ وقت کے لیے دوزخ میں جانا اور عذاب برداشت کرنا پڑے۔ اور اس بات
کی بھی امید ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں
اور وہ دوزخ کے عذاب سے بالکل ہی محفوظ رہے۔

۳۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ
اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثُمَّ تَابَتْ مَوَاجِبَتَانِ - قَالَ رَجُلٌ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ قَالَ
مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا
دَخَلَ النَّارَ - وَمَنْ مَاتَ لَا
يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ
الْجَنَّةَ - رواه مسلمو-

۳۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا
ثَعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَهَمْدُ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي نَفْسِ فَقَامَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ
أَظْهَرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا وَشَفِيتُنَا أَنْ
يَقْطَعُ دُونَكَ وَكَذَمْنَا نَعْمُنَا
فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ لَزِمَ فَبَدْرَجَتْ أَجْفَايَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
أَتَيْتُ حَاطِطًا لِلْأَنْصَارِ لِيُنِجِيَ النَّجَّارِ
فَدَنَرْتُ بِهِ هَلْ أَحْبَدُ لَهُ مَبَايَا
فَكَرْتُ أَحَبُّ فَلَمَّا دَارَ بَيْنِي يَدُ خُلٍّ
فِي جَوْنِ حَاطِطٍ وَتِ يَنْزِلُ خَاوِجِيَّةً
وَالرَّبِيعُ الْجَدُّ لَمَّا تَابَتْ خُفَّتْ
فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

علیہ وسلم نے فرمایا وہ کام ایسے ہیں جن کی جزا اور بدلہ ثابت ہو کر
رہتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ چیزیں کونسی
جگہ تک کی جتنا بندے کو ضرورت ملتی ہے۔ فرمایا جو شخص اس حال
میں ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا تھا اور کفر میں مبتلا
تھا وہ الجنتہ ووزخ میں جاے گا اور ہمیشہ اس میں رہے گا اور
جو شخص اس حال میں ہو کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک
نہ کرتا تھا اور مرتے ہی یا انجام کار جنت میں داخل ہو گیا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ
صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے اگلی بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے
درمیان سے اٹھ کر باہر چلے گئے اور آپ نے ہمارے تشریف
لے جانے میں دیر کر دی اور میں خطر محسوس ہوا کہ آپ کیسے بائیں
تہانہ ہو جائیں اور آپ کو کوئی غیبت نہ پہنچے اور ہم لوگ گھر گئے
اور آپ کی تلاش کے لیے لاکھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے عمرؓ
محسوس کرتے تھا کہ شخص میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش
کے لیے کل کھڑا ہوا یہاں تک کہ انصاری کے قبیلہ بنی ہنزلہ کے باغ کے
پاس پہنچا جسے اس باغ کے ارد گرد پکڑ لیا گیا اور مجھے اندر جانے کا
دوا دیا۔ چاک کیا دیکھتا ہوں کہ باغ سے باہر کنوئری کی ایک
ٹالی باغ کے اندر چال ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے اس باغ
میں کوئی کثیر اللہ باغ کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہو گیا اور آپ سے کہہ کر فرمایا ابو ہریرہؓ۔ میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ میں ابو ہریرہؓ ہوں۔ فرمایا سلام کیا علی

نَقَلْتُ نَعْمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
مَا شَأْنُكَ قُلْتُ كُنْتُ يَتَى أَظْهَرِيكَ
فَعَمِدْتُ كَأَبْنَاءٍ عَلَيْنَا فَخَشِينَا أَنْ
نُقْطَعَ دُونَنَا فَمَنْ عَنَّا كُنْتُ
أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هَذَا
الْعَاطِطَ فَاسْتَفْزَعْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ
الشَّعْلَبُ وَهُوَ لَاءُ النَّاسِ وَرَأَيْتُ
فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ دَاعِطَانِي
تَعْلِيهِ فَقَالَ دُعَابٌ بَنُو هَاتَيْنِ
فَمَنْ لَيْفِكَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْعَاطِطِ
يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا بِهَا
قَلْبُهُ نَبِيًّا بِالْبَيْتَةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ
لَقِيتُ عُمَرُ فَقَالَ مَا هَاتَانِ التَّلَاتِ
يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -
بَعَثَنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا بِهَا
قَلْبُهُ بَشَرْتُكَ بِالْبَيْتَةِ فَصَوَّبَ عُمَرُ
بَيْنَ تَدْيِ فَخَذَتِ لَا سَتُونَ فَقَالَ
ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاجْتَهَشْتُ بِالْبَيْتَةِ وَرَكِبَنِي عُمَرُ
وَإِذَا هُوَ عَلَى إِشْرِي فَقَالَ رَسُولُ

چہ لادھر کیسے آئے ہو میں نے عرض کی آپ ہمارے درمیان
تشریف فرما تھے پھر ایک آپ آٹھ کرا گئے اور اس نے پیچھے
آپ نے دیکھ کر وہی جس سے ہمیں ڈر لاحق ہوا کہ آپ کہیں
بالکل تنہا اور اکیسے نہ جائیں اور دشمن آپ کو گزند پہنچانے
اس خیال سے ہم لوگ گھبرا گئے۔ اور سب سے یہ گھبراہٹ
مجھے لاحق ہوئی وہ میں تھا۔ تو میں اس باغ میں آیا اور جس طرح
لوٹری اپنا جام سیکر لیتی ہے اس طرح میں اپنا جام سیکر کر اندر
داخل ہوا اور اسے لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں اس پر آپ نے
اپنا جام تاجدار مجھے دیتے ہوئے فرمایا اسے اللہ میری یہ
نعلین تشریف لے کر جاؤ اور اس باغ کے کما ہر پیچھے آنے والا اور
یقین بھی کہ ساتھ لڑا اللہ کی شہادت دینے والا ہر شخص بھی
جستہ اسے جنت کی بشارت دے۔ تو سب سے پہلے ہر شخص
مجھے ملے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے
دیکھ کر فرمایا کہ اس کے نعلین مبارک ہیں میں نے کہا یہ حضور علیہ
الصلوة والسلام کے نعلین تشریف ہیں آپ نے یہ کہہ کر مجھے
بھیجا ہے کہ یقین علی کی ساتھ لڑا اللہ کی شہادت
دینے والے ہر شخص سے بھی ہیں اسے جنت کی بشارت
دوں (یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے پیچھے پر چھڑ
اما میں سے ہیں اپنی سرور کے بن گڑھا اور فرمایا اسے اللہ میری یہ
واپس لوٹ چل کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
اقدس میں واپس لوٹ آیا اور میں نے روتے ہوئے حضور کے
پاس آکر پناہ لی۔ اور حضرت عمر بھی مجھ پر چڑھے ہوئے میرے ساتھ
ساتھ میرے پیچھے ہی آئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ مَا نَدَىٰ يَا أَبَاهُمْ حِزْبَةً فَلَمَّا لَقِيتُ
عُمَرَ قَدْ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثَنِي بِهِ
فَضَرَبَ بَيْنَ كَدَيْ صَوْبَةٍ خَدْرَتْ
رَأْسِي فَقَالَ ارْجِعْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عُمَرُ مَا
حَمَلَكَ عَلَىٰ مَا فَعَلْتَ قَالَا رَسُولُ
اللَّهِ يَا بَنِي آدَمَ وَ أُنْحَىٰ أَبْعَدَتْ
أَبَاهُمْ حِزْبَةً بِنِعْلَتِكَ مَنْ لَقِيَ
كَشَفَدَانٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
مُسْتَقْبِحًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَرَةً
بِالْجَنَّةِ قَالَ لَعَوْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ
فَنَادَىٰ أَخِي أَن يَتَحَكَّمِ النَّاسُ
عَلَيْهِمَا فَعَلِيهِمْ يَتَمَلَّوْنَ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِّهِمَا

رواہ مسلم۔

فرمایا ابوہریرہؓ کیا ہماری نعرہ کی کریم سے طاعت اور انہیں
وہ بشارت دی جس کے دینے کے لیے آپ نے مجھے بھیجا انہوں
نے خود بخود اس کو میرے سینے پر تھپڑ مارا ہے جس سے میں اپنی
سیر سے بے گل گڑھا ہوں۔ اور مجھ کو کہہ دیا میں ہل۔ اس
پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مٹ جائے اس فعل پر
کس چیز نے اٹھو کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے
میں آپ آپ پر نفا اور قربان ہوں۔ کیا آپ نے ابوہریرہؓ کو اپنا
جو نام مبارک دے کر یہ بشارت دینے کے لیے بھیجا ہے کہ جو شخص
میں یقین رکھے کہ ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ کی لہجہ دے اسے
جنت کی شامت دے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس حضرت عمرؓ نے عرض کی
آپ ایسا نہ کریں کہ ایک بچے کو کہہ کر کہ لوگ اسی پر مجبور ہو کر
لینے گئے (عمل کرنا چھوڑ دیں گے) لوگوں کو رہنے دیں کہ عمل
میں عہد رہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیک
(ہے) اسی حال میں لوگوں کو رہنے دے۔

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (قال کذا قعدوا حول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
حضرت ابوہریرہؓ نے کہتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ (ومعنا ابو بکر وعمر)
حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہمارے ساتھ تھے (فقال) ایک جماعت و گروہ کی صورت میں فخر کا لفظ آدمیوں کی تین
سے دس تک کی جماعت پر بولا جاتا ہے اور مطلق قوم و جماعت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم) تو آپ اللہ تعالیٰ کے رسول بنے۔ (ومن بین اھلنا) ہمارے درمیان سے۔ (أکبر) بڑھ چلا، دھم دھم، بڑھ کر
ہے یعنی پشت پر نہ کہ جو شخص چند افراد کے درمیان بیٹھا ہوتا ہے۔ وہ دراصل ان کی پشتوں کے درمیان ہوتا ہے کہ ہر فرد کی
پشت اس سے ایک طرف کو ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں لفظ ظہر میں مد و قوت حاصل کرنے کا معنی بھی ہے۔ جو شخص کسی
قوم و جماعت کے درمیان ہوتا ہے۔ وہ ان کے ساتھ مضبوط طور پر قوی ہوتا ہے۔ عربیہ لفظ ویسے ہی کلام میں

استعمال کرتے ہیں اس کا معنی مراد نہیں ہوتا بظاہر اس لفظ کا معنی ہے نیت ہے کہ حضور ہماری پشتوں کے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے۔ یعنی ہمارے درمیان سے۔ زبان عرب میں یہ لفظ اس طرح استعمال ہوتا ہے۔ (رنا بظاہر علیہا) تو آپ نے ہمارے پاس واپس آنے میں دیر کر دی۔ اور کافی وقت گزر گیا کہ آپ ہائیں تشریف دلائے۔ (روحینا ان یقتطم دوننا) اور ہمیں ڈر لاحق ہوا کہ کیسے دشمن و شیرو آپ کو تنہا اور کمزور کر کے کھڑے۔ اور تکلیف پہنچا کر مراں میں ہے اختراع کسی چیز سے کھڑا جدا کرنا۔ (و فرعوناً خشیت اور فرعون دونوں کا نابالائیکہ یعنی بے معرفت و متنافر ہے کہ خشیت دل کے ڈر اور خوف کو کہتے ہیں۔ اور فرعون وہ ڈر ہے جس کا اثر ظاہر جسم پر بھی محسوس ہو۔ جیسے اٹھ کھڑا ہونا اور فکر و تلاش کرنا۔ (و فعدنا) تو ہم ساری کی ساری جماعت اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کی وحی و نثر پڑھنا شروع کر دی۔ بیت

نشست آن دبیر جانی بیخافم ہر چہ جانی دانا
اگر یکدم جلا افتاد جان از تن بر دل آید

ترجمہ - وہ دبیر جانی میری جان میں جان کی طرح بروقت مروجہ ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی اس سمبدانی واقع ہو جائے
تو جسم سے جان نکل جائے گی۔

(فکنت اقل من فزع) سب سے پہلے شخص جسے یہ ڈرا حق ہوا، اور اللہ کھڑا ہوا اور اس جہالت
 سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نایت محبت و اتحاد مقوم ہوئی
 ہے۔ فی الحقیقت ایسا کیوں نہ ہو جب کہ طریقہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے حضور کی جناب اور آپ کے طہار و کرم
 کے سوا اور کوئی پرشت و پناہ اور مہیا و مائی نہ تھی۔ بیعت

جنات شانی تو ارم در جهان پناه نیست
سر مرا بجز این در عالم کلبه نیست

ترجمہ: حیرے آستانے کے سماجوں میں میری کوئی جائے پناہ نہیں۔ تیرے درد کے سوا کوئی جگہ نہیں جس کے
حوالے اپنا سر کروں۔

(خروجت ابنتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔
 (حق) انیت حائطا لا نصار) یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ میں پہنچا۔ ابنتی الفجائی جو بنی بخاری کی حکیمہ تھا۔
 بنی بخار انصار کا ایک تہیلہ ہے۔ حادثہ دراصل اس دیوار کو کہتے ہیں جو باغ کے ارد گرد ہوتی ہے۔ پھر اس کا
 اطلاق باغ پر بھی کر دیتے ہیں۔ گو یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قیاس اندکس قرینہ و علامات سے معلوم ہو گیا کہ
 آپ اس باغ میں تشریف فرما ہیں۔ بلکہ حضور کے جمال کی خوشبو نے نسیم آپ کے مشام محبت کو پہنچی تھی سے حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ آپ اس باغ میں تشریف رکھتے ہیں۔ یہ بیت

رفتہ ہوئے سر زلزلت تو غلطی نہ تھی۔ وہ کہہ کر بولے نیم عمری بود غرض
ترجمہ۔ لوگ تیری زلزلت کا نقشہ کے خیال میں ہیں، چن کی طرف گئے۔ وہ نہ بولے نیم عمری سے کسی کو کوئی غرض و مطلب
نہیں۔

(خدا تہم بہ حال احد لبایا) اور باغ کے گرد چکر لگایا کہ شاید کسی جانب دروازہ ملے تو اندر جاؤں۔ وہ فہم اجدا
تو مجھے کوئی دروازہ نہ ملے۔ شاید اس کا دروازہ بند تھا۔ یا وہ قلعہ و اعتراب جو اس وقت حضرت ابوہریرہ کو لاحق تھا
اس کی وجہ سے دروازہ دکھائی نہ دیا بلکہ فاذا ربیع میں داخل ہو کر حائط ارد گرد پکڑ کاٹنے کے دوران مجھے ایک چھوٹی
سی نثر دکھائی دی جو دروازہ کے درمیان سے باغ میں داخل ہو رہی تھی۔ من بنو خارجہ (ایک بیرونی کنوئیں سے۔ بعض
نے کہا ہے کہ خارجہ ایک آدمی کا نام ہے جس کا یہ کنوئیں تھا۔ پچھلے معنی کے مطابق لفظ بشر اور خارجہ تنویر کے ساتھ
اور دوسرے صفحہ کے مطابق بشر مجرور اور خارجہ برف پڑھا جائے گا۔ اور ربیع الجبل ہر بیچ چھوٹی نثر کہتے ہیں۔
یہ امر آدمی نے تفسیر کی ہے۔ (و قال) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (و فاحتفت) میں نے اپنے ہاتھ پاؤں
سیٹھے تاکہ اس چھوٹی سی نثر میں گھس کر اندر جا سکوں۔ صراح میں ہے احتفاظا و زنا تمہ کے ساتھ اپنے آپ کو اکٹھا کر
لینا، ورو پاؤں سیٹھ کر بیٹھنا (و فاحتفت) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت
میں کچھ کیونکر تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کہہ کر بطور تعجب و استعظام فرمایا (ابوہریرہ) تو ابوہریرہ ہے۔ باغ کا
دراز بند ہونے کے باوجود حضرت ابوہریرہ کے باغ کے اندر داخل ہو جانے پر حضور کو تعجب ہوا۔ یا اس بنا پر آپ کو
تعجب لاحق ہوا کہ آپ اس وقت نزول وحی کے سبب حالت استغراق میں تھے۔ اور اپنی ذات اور عالم دنیا سے غائب
تھے اس لیے حضرت ابوہریرہ کو نہ پہچان سکتے تھے (رسول اللہ) میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ میں ابوہریرہ
ہوں۔ (و قال) ما شانك انما یا تیر کیا حال ہے اور کیا کر رہا ہے۔ اور یہاں کس طرح آ پہنچا ہے۔ (و قلت) کنت
بین اظہرنا فاجبات علینا فغشیتنا ان تقطع دوننا ففزعنا فکنت اول من فزع فانیبت
هكذا الخاطم حضرت ابوہریرہ نے پورا قصہ بیان کیا اور صورت حال واضح کی اور کہا یا رسول اللہ آپ ہمارے درمیان
تشریف فرما تھے۔ پھر آپ اپنا ایک ہاتھ کراٹ گئے اور ہمارے واپس پہنچنے میں آپ نے دیر کر دی ہیں (و لاحق ہوا کہ آپ
کو کوئی دشمن تکلیف نہ پہنچائے۔ اور ہر لوگ آپ کے پاس نہ ہوں۔ اس لیے ہم سب لوگ آپ کی تلاش کے لیے آئے
کھڑے ہوئے۔ سب سے اول مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا۔ تو میں باغ میں آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ (و فاحتفت)
میں سکڑ کر چھوٹی نثر میں سے اس طرح باغ کے اندر داخل ہوا ہوں جس طرح کوٹری سکڑ کر اپنے سوراخ میں داخل

ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہوا قسم بیان کرنے میں، جہاں کی شکایت کرنے اور کسی تکلیف دہ چیز سے ڈرنے میں دواصل کمال محبت و دوستی کا اظہار ہے نیز علوت میں آگے اور گستاخی کرنے کی محذرت پر شمل ہے۔ (دخولہ الناس و دافی) اور یہ لوگ بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ (عقلان) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (یا ابا ہریرۃ و اعطانی نعیم) اے ابو ہریرۃ! اور اپنی نعیم مبارک بھی آپ نے مجھے عطا فرمائی تاکہ اس بات کا نشان ہو کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آ رہا ہوں۔ نعیم شریف دینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت نشان کے طور پر دینے کے لیے کوئی چیز موجود نہ ہوگی۔ بعض لوگوں نے اس کی وجہ مناسبت یہ بیان کی ہے۔ کہ نعیم شریف دینے پر جو چاہئے میں سمولت اور آسانی کا ذریعہ ہے، اس طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، آسانی فراہم کرنے اور سمولت دینے کے لیے ہے۔ اور آپ کا کام آسانی فراہم کرنا ہے۔ نیز اس میں مکہ طیبہ کی شہادت کے بعد ثابت قدمی اور استقامت کی شہادت ہے۔ جیسے فرمایا: (أمنت بالله ثم استقم) (میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہا) (فقال اذهب بنی ہاشم! اور فرمایا میرے یہ نعیم شریف نے ہمارے ذمہ لے لیا) (من وراء هذا الحائط) جو شخص بھی تجھے اس باغ کے پیچھے (یشہدان لآلہ اللہ) (مکہ طیبہ کی گواہی دینے والا ہے) (مستیقنا بھا قلبہ) (صدق دل سے اس مکہ کی گواہی دینے والا) (نبشہ بالجنۃ) تو اسے بہشت کی بشارت دے یعنی اسے اس بات کی اطلاع دیدے کہ جو یہی اس بہشت کا آدمی ہو، بہشتی ہے۔ (فکان اول من نعیت حمر) پھر سب سے اول جو شخص مجھے ملوہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ (فقال) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ما ہاتان اتعلان یا ابا ہریرۃ) اے ابو ہریرہ! یہ نعیم مبارک کس کے ہیں۔ (قلت) ہاتان فعلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہاں! یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعیم شریف ہیں۔ یہ دے کر آپ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ (من نعیت یشہدان لآلہ اللہ) (مستیقنا بھا قلبہ) ایسے میں شخص سے بھی میری ملاقات ہو جو صلیق دل سے اس مکہ طیبہ کی شہادت دے گا وہی دیتا ہو۔ (نبشہ بالجنۃ) میں اسے بہشت کی بشارت دوں۔ (فضوبہم بین شہی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے دونوں پستانوں کے درمیان تھپہ مارا (فخوت الی) تو میں اپنی سون کے بل زمین پر گر گیا۔ (فقال ارجع یا ابا ہریرۃ) اور فرمایا اے ابو ہریرہ! واپس لوٹ جا۔ (و رجعت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس لوٹ آیا۔ (رجعنا بعشۃ بالکاتو) اور میں نے روتے ہوئے حضور کے پاس پناہ لی۔ ہش دوا جماش رونے کے ارادے سے کسی آدمی کا کسی کے پاس پناہ لینا۔ جس طرح پھر اپنی ماں کے پاس جاتا

ہے۔ مزاج میں ہے جس کسی کے سلفہ رونما اور رونے کا ارادہ کرنا۔ اس جشت و محشت مزید و مجرد دونوں طرح مودی ہے (در کتبوع) اور حضرت عمرؓ میرے اوپر چڑھے ہوئے آگئے (و اذا هو علی اثری) میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ بھی مجھے اپنے پیچھے کھڑے نظر آئے۔ اثر بکسر ہمزہ سکون ثا ششہ اور ہمزہ و ثا ششہ دونوں کے جمع کے ساتھ دونوں روایتیں ہیں اور دونوں لغات فصیح میں (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ما لک یا ابابہ) اسے ابو ہریرہؓ تجھے کیا ہوا ہے۔ اور تو کیا کر رہا ہے۔ اور کیوں رو رہا ہے (قلت) میں نے عرض کی (نفقت عمر) حضرت عمرؓ میرے سامنے آئے (فما خیر ما یزیدنی منہم) میں نے ان کو اس بشارت سے آگاہ کیا جس کے لیے آپ نے مجھے بھیجا۔ میں ہر اس شخص کو بشارت دینے کے لیے جو کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہو۔ (فغوب بین ثدی ضربہ فخریت لاسی) تو انہوں نے میرے دونوں پستانوں کے درمیان زور سے تھپڑ مارا ہے جس سے میں اپنی سیریں کے بل گر پڑا ہوں۔ (فقال ارجع) اور واپس لوٹ جا۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یا عمر ما حملک علی ما فعلت) اسے عمر تجھے کس چیز نے اس فعل پر آمادہ کیا کہ تو نے ابو ہریرہؓ کو مارا ہے اور واپس بھی لوٹا دیا۔ (فقال) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا (یا رسول اللہ باقی انت و اقی) میرے ان باپ آپ پر قدار ابعثت یا ابہ بنہ بنعلیک) کیا آپ نے اپنے نسلین شریف سے کر ابو ہریرہؓ کو بھیجا ہے اور ان کو یہ حکم دیا ہے۔ (من لقی یسعدہ ان لا الہ الا اللہ مستقیقاً بما قبلہ بشعرہ بالجنت) اگر جو شخص بھی صدق دل سے کہے لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا ہے۔ اُسے جنت کی بشارت دے۔ (فقال نعم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے اسے بھیجا ہے۔ کہ اس کی بشارت دیجیے۔ (فقال فلا تغلہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی لوگوں کو اس کی بشارت نہ دیں۔ (فانی اخشی ان یشکل الناس علیہا) اگر جیکے مجھے اس کا ڈر ہے کہ لوگ اس پر یعنی اس بشارت پر یا صرف یہ کلمہ کہ لیجئے پر تکیہ کر لیں گے اور عمل کرتا پھوڑ دیں گے (فخیرتم یمنون) لوگوں کو پھوڑ دیں کہ عمل میں مصروف رہیں۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) فلا تغلہ اگر تجھے لوگوں کو ان کے حال پر پھوڑ دینے میں مصلحت نظر آتی ہے تو ٹھیک ہے انہیں یہ بشارت نہ دے۔

سوال :- یہ کہاں جائز ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے کام سے روک دیں جس کے کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو واپس لوٹا دیں۔ اور انہیں اس بات کا پابند کر دیں کہ وہ بشارت نہ دیں۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معلوم کر چکے تھے کہ بشارت دینے کا مکمل ضروری نہیں۔ بلکہ یہ بشارت صرف اہل ایمان کے دل خوش کرنے کے لیے ہے۔ اور اگر وہ یہ بشارت سن لیں گے تو صرف اسی پر اکتفا کر لیں گے۔ اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے جیسا کہ خود حضور نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا اِذَا بَيَّكُلُوا لِيَكُنْ حُبُّكُمْ وَاعْلَافُكُمْ كَسَاسِ اس کے تحت اہل اسلام پر فرایت رحمت و شفقت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بشارت دینے پر آمادہ ہو گئے تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یاد دلانے پر وہ مصلحت آپ کے ذہن شریف میں تازہ ہو گئی اس لیے حضرت عمر کے ساتھ موافقت کرتے ہوئے فرمایا ہاں رہنے دے تاکہ لوگ عمل میں مشغول رہیں۔ ورنہ اگر بشارت کا یہ حکم وجوہی اور ضروری ہوتا تو آپ نے یہ بشارت دینے کے وقت کلیہ کیوں اختیار فرمایا اور بشارت دینے سے کیوں روک لیا۔ خوب سمجھ لے۔ و اللہ اعلم بالصواب۔

۳۵۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَايِشُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ رواه احمد۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی چار مایاں لا الہ الا اللہ کی شہادت۔

شرح :- (و عن معاذ بن جبل) رضی اللہ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال) قالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معایش الجنة شهادة ان لا اله الا الله۔ (جنات کی چار مایاں اس کلمہ طیبہ کی شہادت اور گواہی دینا ہے۔ معایش کا لفظ جمع لانا اہل ایمان کے افراد کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ہر مومن فرد کی شہادت اس کے لیے جنت کی چابی ہے تو جس قدر اہل ایمان کے افراد ہیں اسی قدر چار مایاں ہیں۔ یا اس لیے کہ جنتیں متعدد ہیں۔ اس لیے اس کی چار مایاں بھی متعدد ہوں گی۔ یا مابین کے طور پر کلمہ جمع فرمایا گو یا اس کلمہ شہادت کا ہر جوہر چابی ہے۔ جیسا کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

۳۶۔ وَعَنْ حُثَمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَرَأَى رَجُلًا قَدْ أَصْعَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبِيبَيْنِ تَوَفَّيَ حَزَنًا عَظِيمًا حَتَّى كَادَ يَبْطُلُهُنَّ بُؤْسُهُمْ قَالَ عُثْمَانُ وَكُنْتُ مِنْهُنَّ نَبِيْنًا آتَانَا لِرِجْ مَوْفَى عَمْرٍ وَسَلَّمَ نَكَرًا أَشْعَرًا بِهِ۔
اور حضرت حثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر صحابہ کرام میں سے بعض حضرات نے سخت غم و مدہم میں کیا یہاں تک کہ بعض کو دوسرا لاحق ہونا شروع ہو گیا۔ حضرت عثمان کہتے ہیں میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جو دوسرے کا شمار ہونے لگا۔ اس اثنا میں کہ میں بیٹھا ہوا تھا، حضرت عمر کا میرے پاس سے گزر

مَا شَيْءٌ كَانَ عَمْرًا إِلَىٰ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا ثُمَّ أَتَيْنَا حَتَّىٰ سَلَّمَا عَلَىٰ
جَمِيعَتِهِمَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا حَمَلَكَ
أَنْتَ لَا تَهْدِي عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْ عَمْرٍ وَسَلَامَةٍ
قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عَمْرٌ بَنِي
وَاللَّهِ لَعَنَ فَعَلْتُ مَا قُلْتُ وَاللَّهِ
مَا شَعَرْتُ أَنْتَ كَمَنْ مَرَّتْ وَلَا سَلَمْتُ
قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ عُمَرَانُ كَذَّ
بَشَعْلَكَ عَنْ ذَلِكَ أَمْسُرُ فَقُلْتُ
أَجَلٌ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ كَوْنِي اللَّهُ
تَعَالَىٰ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُ عَنْ نَجَاةِ هَذَا
الْأَمْرِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَدْ سَأَلْتَهُ
عَنْ ذَلِكَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ وَقُلْتُ
لَهُ يَا أَبَايَ أَنْتَ مَا بَقِيَ أَحَدٌ
يَعْلَمُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَا نَجَاةُ هَذَا الْأَمْرِ فَقَالَ
سَأَلْتُ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قِيلَ مِنِّي الْكَلِمَةُ الْيَقِينُ عَرَضَتْ
عَلَيَّ عَشْرَةٌ فَأَخَذْتُ لِي نَبِيًّا

تَوَاهُ أَحْمَدُ

مہرا خوں نے مجھے سلام کہا لیکن ذہن پر مدد سے کے (اثر کے باعث)
مجھے اس کا پتہ نہ چلا (اور میں نے انہیں سلام کا جواب نہ دیا)
میں کا حکم وہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ پھر یہ
دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے
اگر مجھے السلام علیکم کہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے
پوچھا تو نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ میں نے
کہا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
اللہ کی قسم تو تم ایسا ضرور کہو۔ حضرت عثمان کثیفہ میں نے
کہا اللہ کی قسم مجھے آپ کے میرے پاس آنے اور سلام کہنے کا
شعور نہ ہوسکا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عثمان کج
گفتہ ہے۔ بیشک تجھے ایک چیز نے سلام کا جواب دینے سے
معذور و شغول رکھا ہے کہ ماہان ایسا ہی ہے۔ حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کونسی چیز ہے۔ میں نے کہا تیل اس
کے کہ ہم لوگ اس چیز سے نجات کے بارے میں معذور
پوچھتے آپ وصال فرما گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے حضور
سے اس چیز سے نجات پانے کے بارے میں دریافت کیا تھا
(کہ کون کون سی چیزیں ابوبکر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے
ان سے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ اس چیز کے متعلق
دریافت کرنے کے لیے بارہ لائق ہیں۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا میں
نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ اس چیز (عذابِ آخرت) سے نجات پانے
کا کیا طریقہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری طرف
سے دو کربل کر لیا جو میں نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا اور اس نے اسے
مکروں یا تھا تو وہ کلاس کے لیے نجات ہے۔

شرح :- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کتاب کے آخر میں مناقب خلفاء میں مذکور ہوں گے۔
 (وعن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں (ان رجال من
 اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عین توفی حزنوا علیہ) بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہر آپ کے صحابہ میں
 سے کچھ لوگ غم و حد میں ڈوب گئے۔ حتیٰ کہ وہ ہضم پر بھی برابری تک کہ قریب تھا کہ لوگ دوسروں میں مبتلا ہو جائیں۔ دوسرے
 حدیث نقل کرکتے ہیں۔ تاسوس میں ہے دوسرے نفس و شیطان کی اس بات کو کہتے ہیں میں میں کوئی نفع اور سبزی نہ ہو۔ پھر وہیں
 بسر و افتان سے نجات والے کے ساتھ پڑھنا غلط ہے۔ اور دوسرے میں پڑ گیا اور دوسرے کو دوسرے میں ڈالنا اے کے معنی یہ آیا تا
 ہے۔ (قال عثمان وکنت منهم) حضرت عثمان کہتے ہیں اور میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جو دوسرے میں مبتلا ہونے کے
 قریب تھے۔ (ولم یبنا انما جالس مع علی عدا) اس دوران کہ میں بیٹھا ہوا تھا، حضرت عمر میرے پاس سے گزرے۔
 (وسئل) اور مجھے سلام کیا۔ (فلما اشر) یہ تاہم مجھے حضرت عمر ان کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہ ملا۔ (فاشقی عدا علی
 ابی بکر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کا گلہ کیا۔ (ثما ابتلا حتی سلما علی جلیقا)
 پھر یہ دونوں حضرات تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کیا۔ (فقال ابوبکر ما جلت علی بان لا ترو علی خلیفک عدا
 سلاما) حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ (قلت ما فعلت) میں نے کیا کیا
 میں نے تو ایسا نہیں کیا کہ سلام کا جواب نہ دیا ہو۔ یعنی مجھے علم نہیں کہ میں نے کیا کیا ہو۔ (فقال عمر علی اللہ لقد فعلت)
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم کہ تم نے ایسا کر دیا ہے۔ (قال قلت) حضرت عثمان کہتے ہیں میں نے حضرت عمر
 سے کہا کہ اللہ ما شعلت انک من ملامتہ اشک) قسم مجھے بالکل چھوڑ چلا کہ آپ گزرے ہیں اور آپ نے سلام نہیں کیا۔
 (قال ابوبکر صدق عثمان) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست اور حضرت عثمان کی بات پر توفیق کرتے ہوئے فرمایا
 عثمان کا کہہ رہے ہیں۔ حضرت عثمان کہتے ہیں کہ کچھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ مبارک میری طرف کیا اور مجھے
 ہم کلام ہوتے ہوئے فرمایا (قد شعلت من ذلک) اس اے عثمان! مجھے ایک عظیم بات نے حضرت عمر کے کہنے اور
 ان کے سلام کہنے کا طہہ ہونے یا رفتار نقلت اجل) میں نے کہا میں بات ہے جو آپ نے بیان کی ہے کہ مجھے ایک عظیم بات
 نے اس سے آواز دیا۔ (قال) حضرت ابوبکر نے فرمایا (ما هو) وہ عظیم بات کیا ہے۔ (قلت) میں نے کہا (توفی
 اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دی۔ (قبل ان نسالہ من غیابة
 هذا الامر) اس سے پہلے کہ ہم آپ سے اس عظیم بات سے نجات حاصل کر کے کاہل نہ ہوتے۔ (قال ابوبکر قد شعلت
 عن ذلک) حضرت ابوبکر نے فرمایا بیشک میں نے حضور سے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔ (فتمت الیہ) تو میں مکمل

ہو گیا اور ان کے قریب چلا گیا۔ (قلت لدیابی انت واق) میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں۔ (انت احق بہا) آپ حضور کے ساتھ کمال قرب، علم حاصل کرنے کی حرص و چاہت اور خصوصیت سے حضور کے محرم اسرار ہونے کی بنا پر اس نجات، اس امر عظیم اور اس کے دریافت کرنے کے زیادہ لائق ہیں (قلت) حضرت ابو بکر نے کہا (قلت) میں نے کہا یا رسول اللہ ما نجاۃ هذا الامم) یا رسول اللہ اس امت (غلاب آخرت) سے نجات کی کیا صورت ہے۔ (فقال) تو حضور نے فرمایا (من قبل منی) الکلمۃ النقا حضرت علی (ع) جن شخص نے وہ کلمہ قبول کر لیا جو میں نے اپنے چچا ابو طالب پر پیش کیا (قد دعا) اور اس نے وہ کلمہ قبول نہ کیا۔ (فہی لہ نجاۃ) تو وہ کلمہ اس کے لیے نجات ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ نجاۃ هذا الامم کے الفاظ کی شرح میں علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو کہ اس امر سے امر دین مراد ہو۔ یعنی دین میں آتش دوزخ سے نجات اور قلمی دینے والی کیا چیز ہے۔ یا امر سے مراد وہ اعمال ہیں جو دین و گنہ کی اکثریت مبتلا ہے۔ جیسے فریب شیطان، حسب دنیا، غواہات و شہوات فحشانی میں پھنسا رہنا اور معاصی کا ارتکاب ان سب سے نجات کی کیا صورت ہے۔ فرمایا اس کلمہ طیبہ کی دل سے تصدیق آتش دوزخ سے نجات کا سبب ہے۔ اور ہمیشہ اس کا درد و ذکر مغالی عکب اور طہارت باطن کا موجب ہے۔ اور دل کی صفائی اور باطن کی طہارت غرور و فریب شیطان کے دفع کرنے، نہ ہوا اور حصول تقویٰ کا ذریعہ ہے انتہی۔

پہنچیدہ خبر ہے کہ علامہ طبری کی بیان کردہ ان دعویٰ میں سے وہ اصل اس وجہ سے مخدوش ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود روایت کی ہے کہ جو شخص کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھتا رکھتے ہوئے مرتا ہے وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ اس لیے یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز نہ پوچھ سکا جو دین میں آتش دوزخ سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔ پھر اس وجہ سے بھی اس کو ہمیشہ کی گنجائش ہے جو دین کی اولین باتوں میں سے ہو اور حضرت عثمان کو معلوم نہ ہوا کہ یہ کلمہ صفات کی رحمت اور رحمت حیرت کی بنا پر حقیقی طور پر آپ کو اس کا ذمہ ہونا چاہیے۔

اس کے باوجود درست تو جمع ہے کہ دوسرے شیطان سے نجات مراد ہے۔ جیسا کہ سیاق حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور محمد بن عبید اللہ علیہ السلام کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا۔ حضرت عمر نے ان کو سلام کہا مگر انہوں نے آپ کے سلام کا جواب نہ دیا اس کی شکایت حضرت عمر نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کی۔ جس پر حضرت ابو بکر نے حضرت عثمان سے دریافت فرمایا تم نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا حضرت عثمان نے کہا خدا کی قسم میں نے ان کا سلام نہ سنا۔ اس وقت میں اپنے جی سے کوئی بات کر رہا

تھا نہ یاقم اپنے ہمیں کیا بات کر رہے تھے۔ عرض کیا شیطان کے غلات کرو میرے نفس میں یا یہ ایسے دوسرے خدا کا ہے۔ کہ روئے نرمی پر جو کچھ ہے سب مجھے دے دیا جلے تب بھی میں انہیں زبان پر لانا پسند نہیں کرتا۔ جب شیطان نے میرے نفس میں ایسا ہی دوسرے ڈالنا تو ہم نے اپنے جی میں کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتا کہ ان دوسروں سے کس طرح نجات مل سکتی ہے۔ پھر شیطان ہمارے دلوں میں ڈال ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تھی اور پوچھا تھا کہ ہم لوگ شیطان اور رسول میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ان دوسروں سے وہ کلمہ نجات عطا کرنا ہے۔ جو میں تجھ پر چا کی موت کے وقت اس کے سامنے پیش کیا مگر اس نے قبول نہ کیا۔ اسے ابو بلعہ نے اپنے مستند میں روایت کیا۔ اور امام ابو میری نے زوائد العشرة میں فرمایا اس کی سند صحیح ہے۔ جیسا کہ علامہ سیوطی کی جامع الجرائع میں ہے۔ اور ہمارے حدیث کے شیخ المشائخ شیخ ابن حجر کی رحمتہ اللہ علیہ نے یوسوس کی شرح میں فرمایا یہاں دوسرے سے مراد انہیں میں لوگ جتنا ہونے کے قریب ہو گئے تھے۔ یہ کہ شاید آپ کی وفات کے بعد دین ختم ہو جائے گا۔ اس کے انکار پر مایوس ہو کر اس کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ خوب غور سے سمجھو۔

۳۷۔ وَعَنِ الْيَقْدَادِ اِنَّكَ تَسْمِعُ سَوْرَةَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَوَّلُ لَا
يَتَّبِعِي عَلَى كَلْبٍ الْاَنَّهُمْ يَنْتِ سَمْعًا
وَلَا دُخْرًا اَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةً الْاِسْلَامِ
بِعِزِّ عِزِّيْهِ وَذُلِّ دَلِيلِ اِمَائِهِ رُحَمَؤُ
اللّٰهُ تَجْعَلُ لِّمَعْمُورٍ مِنْ اَهْلِيْهَا اَوْ يَنْزِلُ لِّمَعْمُورٍ
قَبِيْذٌ يُّنَوِّنُ لَهَا اَتَلَتْ فَيَتَكُونُ التَّوْبَتِ
فَجَعَلَ لِلّٰهِ - رواه احمد

اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ فرمایا یہ تمہارا کلمہ ہے
میں پر کلمہ پڑھا کیا مکان درجہ گاہگاہ میں اللہ تعالیٰ کو
اسلام کو داخل ہو کر رہے گا۔ حضرت والے کی عزت کے ساتھ
السلام والے کی ذلت و غلاری کے ساتھ۔ یا تو انہیں اللہ
تعالیٰ عزت عطا کرے گا کہ تو انہیں اس کلمہ سلام بخلائی گا
وہ گا۔ یا انہیں ذلیل کرے گا کہ انہیں مجبوراً اس کلمہ کی اطاعت
قبول کرنا پڑے گی۔ حضرت مقداد کہتے ہیں تو پھر دین سب کا
سب اللہ ہی کے لیے ہی ہو جائے گا۔

شرح :- تذکرہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ۔ حضرت مقداد بن الاسود فضلاء و نجباء صحابہ میں سے ہیں۔
قدیم الاسلام ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ آپ کو ابن الاسود اس لیے
کہتے ہیں کہ اسود نامی شخص کے ملیح یا پردہ تھے۔ درحقیقت آپ مقداد بن عمرو بن ثعلبہ کنزی ہیں آپ کا قدرے

تفصیل سے ذکر کتاب کے آخر اس لئے اہل بیہوشی آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

روعن المقداد انہم سئلوا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا (لا یقعی علی ظہر الذین) نہ باقی رہے گا روئے زمین پر (بیت مدینہ و لادبر) اینٹ کا بتا ہوا مکان اور نہ شیخے کا مکان مگر درختِ حیم و دال پہلے اینٹ، مٹی کا روڑہ۔ تو یہ نفع دوا و موحہ اودن۔ یعنی نیمہ۔ بیت مدر سے شہر اور بستیاں مراویں اور بیت و بر سے جنگلات و صحرا و مراویں جو نیموں میں رہنے والوں کی جگہ ہے جیسا کہ بارہ نشینانِ عرب کی عادت ہے۔ تو حضور فرماتے ہیں کوئی جگہ نہ رہے گی کیا شر کیا کاؤ اور کیا یاد یہ اور صحرا و الاراد حذۃ اللہ کلمۃ الاسلام) مگر یہ کہ داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اس میں کوئی اسلام شکوہ کے بعض نشوون میں اسم اللہ علی دلا صراحتہ مذکور ہے۔ جیسا کہ یہاں ہے (بعز عن نزول ذلیل) اللہ تعالیٰ اس کو گھر میں داخل کرے گا جو عزت والا بننا چاہتا ہے اسے اس کلمہ کے سبب عزت دے کر اقبو زلت و خواری میں رہنا چاہتا ہے اسے خوار کر دے جیسا کہ فرمایا (اسما یعزہ اللہ) یا تو ان اہل خانہ کو اللہ تعالیٰ عزیز و غالب کرے گا (فیعلم من اہلہ) انہیں اس کلمہ کا اہل اداسی پر ایمان کی توفیق عطا کرے گا۔ (ادین لہم) یا انہیں خوار و ذلیل کرے گا۔ (قیدینون) بھا، تو وہ ذی بن کر اور جزیرہ قبول کرے اس کلمہ کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کریں گے۔ جب یہ کلمہ برگزین داخل ہو جائے گا تو قلت (حضرت مقداد فرماتے ہیں میں نے کہا) ھیکون الدین کلمۃ اللہ) پھر سامعین اللہ ہی کا ہو جائے گا اور باقی تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔ لوگ خوش ہوں یا ناخوش۔

۳۸۔ وَعَنْ وَهْبِ بْنِ مَنِبْهٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ لَدَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَمُعْتَمِدًا الْجَنَّةَ قَالَ بَنِي دَاكُنْ لَيْسَ مُعْتَمِدًا إِلَّا ذَلِكَ أَسْنَانٌ كُنْتُ حَقًّا بِمُعْتَمِدٍ لَهُ أَسْنَانٌ نَبِيٌّ نَكَّ وَأَلَا تَوَقُّفَتُمْ لَكَ۔ دعاء الجہلی فی ترجمۃ الباب۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ سے کہ گویا کیا کلمہ لا الہ الا اللہ جنت کو چاہی نہیں انہوں نے کہا ہاں۔ لیکن ہر چاہی کے مدعاں ہوتے ہیں اگر تو ایسی چاہی لائے گا جس کے مدعاں ہوں گے تو دروازہ کھلے گا ورنہ کھلے گا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے ترجمہ باب میں روایت کیا۔

مشرع: یہ تذکرہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہم و فتح (ن) و تشدید باء مکسورہ آپ منقولہ میں سے ہیں تاہم بعض نسخہ میں یکن کے قاضی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انتقال فرمایا۔

(روعن وہب بن منبہ) رضی اللہ عنہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قبل لہ)

آپ سے کہا گیا جب کہ آپ لوگوں کو عمل کی ترغیب اور گناہ چھوڑ دینے کی تاکید کر رہے تھے۔ (وَالَيْسَ لِاِلٰهِ اِلٰهَةٌ مِّمَّنْ مَعَنَا) کہ کلمہ لا الہ الا اللہ بہشت کی چابی نہیں ہے جس کے ساتھ جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ لہذا صرف یہی کلمہ کافی ہے۔ اعمال بجالانا کوئی شرط نہیں۔ (قال بقی) دہب بن منبہ نے کہا یہ کلمہ صرف جنت کی چابی ہے (و لکن لیس مفتاح الاولہ اسنان) لیکن کوئی چابی نہیں ہوتی مگر اس کے ذمہ لے ہوتے ہیں۔ (من ان جنت بمفتاح لسان فتح لک)۔ اگر تو ایسی چابی لانے کا جس کے ذمہ لے ہوں تو تیرے لیے دروازہ کھلے گا۔ (والانہو یفتح لک) درخت تیرے لیے دروازہ نہ کھلے گا۔ اسناد لا مانور سے نیک اعمال کی طرف اشارہ کیا۔ تاکہ سابقین و متقدمین کے ساتھ جنت میں داخلے کے مسئلے میں کریم ذات کے وعدہ کا یقین اور مقرب بندوں کے مراتب و درجہ پائے کی سعادت نصیب ہو۔ مقصود اعمال کی بجائے اور ہی کی تاکید و ترغیب ہے۔ (رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب) بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ترجمہ باب میں بیان کی ہے اور ان کی تعلیقات میں سے ہے۔ تعلیق کا معنی مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۹۔ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا احْسَنَ اَحَدُكُمْ اِسْلَامَهُ فَعَلَّ حَسَنَةً يَّعْمَلُهَا تَكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ امْثَالِهَا اَوْ سَبْعُمِائَةٍ ضَعِيفٌ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَّعْمَلُهَا تَكْتَبُ يَنْقُصُهَا عَشْرٌ فَقَالَ اللّٰهُ - مَعْنَى عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص اچھے طریقے سے اسلام لے آئے۔ تو پھر وہ جو نیکی بھی کرتا ہے اس کا اجر دس سے سات سو تک لکھا جاتا ہے۔ اور انسان جو برائی کرتا ہے۔ تو وہ ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔ بیان تک کہ خدا کے جا ملے۔

شرح: (روای ہریرہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا احْسَنَ اَحَدُكُمْ اِسْلَامَهُ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص اچھے طریقے سے اسلام لے آئے۔ یعنی صدق و اخلاص سے ایمان قبول کر لیتا ہے۔ (فَعَلَّ حَسَنَةً يَّعْمَلُهَا تَكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ امْثَالِهَا) تو پھر وہ جو نیکی بھی کرتا ہے اس کا اجر دس سے سات سو تک لکھا جاتا ہے۔ (اَوْ سَبْعُمِائَةٍ ضَعِيفٌ) یا سب سے کم سو تک لکھا جاتا ہے۔ (وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَّعْمَلُهَا تَكْتَبُ يَنْقُصُهَا عَشْرٌ) اور جو وہ برائی کرتا ہے اس کی ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔ (فَقَالَ اللّٰهُ - مَعْنَى عَلَيْهِ) یہاں تک کہ خدا تعالیٰ سے جا ملے۔ یعنی تا دمہرگ خدا سے ملاقاتِ نبوت سے کیا ہے۔

۴۰۔ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ جُبَّحَانَ رَسُولِ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ایمان کیلئے سفر فرمایا جب تیری نیکی تجھے اچھی لگے اور تیری برائی تجھے بری محسوس ہو تو تو مومن ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیلئے۔ فرمایا جب کوئی چیز تیرے دل میں چمکتی ہو تو اسے چھوڑ دے۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَلَيْتَانِ
قَالَ إِذَا تَوَلَّيْتُكَ حَسَنَتَكَ وَسَاءَتَكَ
سَيِّئَتَكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ قَالَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ فَمَا أَلَيْتُكَ قَالَ إِذَا أَحَاكَ فِي
فَضِيكَ شَيْءٌ فَمَدَّعُهُ۔ رواه احمد

شرح :- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان دو جہلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالاہیمان (کہ بیشک ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ایمان کی صحت و درستی کی کیا علامت ہے۔) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) (اذا اسورتک حسنتک) جب تجھے تیرا نیک عمل جو تجھ سے صادر ہوا خوشی و مسرت سے بھنکارے۔ یہ مسرت و خوشی شک کی کوئی قطعیت طعنات حق قاتی اور اس کی درگاہ کے قریب ہونے کے خیال سے ہو۔ (وساءتک سیئتک) اور تیرا برا فعل و عمل جو تجھ سے درجہ میں آیا تجھے غم ڈالے تجھے غم و عدم میں ڈال دے کہ یہ عمل بد تو تجھے عذاب الہی میں مبتلا کرنے کا باعث ہے۔ اور یہ تو خدا تعالیٰ سے دور ہونے اور حجاب نفس میں گرفتار ہونے کو برآ جاتا ہوں۔ تجھ سے یہ عمل بد کیوں ہو گیا جب تو اپنے اندر ہی اندر اس بات سے کور سے اور افسوس کر رہے (فانت مومن) تو تو درست ایمان والا مومن ہے۔ کہ حیرانہ کہ حنا اور افسوس کرنا اس امر کی علامت ہے کہ تجھے تصدیق ایمانی اور خدا اور اس کے احکام پر یقین کی دولت حاصل ہے۔ اور اس بات کا نشان ہے کہ روزِ آخرت اور جزائے اعمال پر تیرا ایمان ہے۔ اور جن چیزوں پر یقین رکھنا ضروری ہے ان میں ایک چیز جزائے اعمال پر یقین رکھنا بھی ہے۔

شیخ امام عارف حضرت عبدالوہاب السنی المکی قدس اللہ روحہ واصل الیہا فتوحہ نے رسالہ جلالتین فی تقویۃ الیقین میں فرمایا ہے چار چیزیں ایسی ہیں کہ اس راستے پر چلنے والے کے لیے ان پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ پہلی چیز توحید ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ اس کا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ تمام صفات کمال سے موصوف ہے۔ اور جو کچھ جہان میں رونما ہوتا ہے یعنی نفع و نقصان خیر و شر اور منع و مطالب اس کے حکم اور تقدیر کے تحت ہے۔ اس عقیدہ توحید سے یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ بندے کا انتفاع اور اس کی توجہ مخلوقات کے ضرور نفع اور ان کے ہونے نہ ہونے سے کٹ جاتی ہے۔ دوسری چیز توکل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کے رزق عطا کرنے میں اس کی ضمانت و ذمہ داری پر پورا

پورا یقین رکھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ تلاش متفق میں جائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ اور متفق کے اسباب و ذرائع
میں اضافہ ہونے کی صورت میں اضطراب دے بیٹھتا ہے اور پریشانی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ تیسری چیز جتنا اسے اعمال میں ثواب و عطا
پر یقین رکھنا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی کوشش کرتا اور معصیت و نافرمانی
سے دور رہتا ہے۔ چوتھی چیز یہ کہ تیسرا اس پر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ بندے کے تمام حالات و اداس کے تمام اعمال و
افعال سے پوری طرح ہر وقت واقف و آگاہ ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ظاہر و باطن کی اصلاح کی سعی کرتا
اداس میں پوری جدوجہد بروئے کار لاتا ہے۔ حضرت شیخ عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ کتاب حکم میں فرماتے
ہیں۔ دل مردہ ہو جانے کی علامات اداس کا نشان یہ ہے کہ بندہ نیکوئیوں کے ثواب سے محروم ہو جانے سے حد مدام غم محسوس
نہیں کرتا۔ اور گناہوں اور غیر شرعیوں کے صدور سے نادم و پشیمان نہیں ہوتا۔ (قال) اس شخص نے کہا یا رسول
اللہ فما الا شہد انکناہ کیا ہے اور کس نشانی سے پتہ چلے کہ یہ کام گناہ ہے۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اذ احاک فی نفسک شیء (جب کوئی چیز تیری ذات میں کھٹکا پیدا کرے۔ تجھ پر اثر کرے۔ تجھے
متروک کر دے۔ اور اس پر حیران و اطمینان و قرار نہ پکڑے اور کشادگی و سکون محسوس نہ کرے (فدفعہ) تو اس کام
کو چھوڑ دے کہ یہ اس امر کا نشان ہے کہ اس گناہ ہے استغفرت قلبک (اپنے دل سے فتویٰ پوچھ) کا یہی مطلب
ہے۔ لیکن یہاں دل سے تقدسی دل مراد ہے۔ جو زیور تقویٰ سے آراستہ، ایمان کے نور سے منور اور یقین کی صفائی
سے مصفا ہو چکا ہے۔ ایسا دل اگر کسی کام کے کرنے میں متروک ہو اور غلیان و کھٹکا محسوس کرتا ہو تو یہ اس کی علامت
ہے کہ اس کام میں گناہ کی آمیزش ہے۔ عام اہل اسلام کا دل مراد نہیں جو معصیت و کدورت کی تاریکی سے برباد ہوتا ہے
جو بھی کو برائی اور سرائی کو بھی بھگتا ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ دل کا فتویٰ وہاں معتبر ہے جہاں شرعی دلائل مفقود یا متعارض ہوں۔ قرآن مجید کی
نص، حدیث یا اجماع نہ ہو اور وہاں علماء اقول متعارض اور مخالفت ہوں۔ ایسے مقام میں شرح صدر و فتویٰ قلب
سے ایک قول کو دوسرے قول پر ترجیح دینا درست ہے۔ اسے غریب سمجھو و بائنا التوفیق۔

۴۱۔ وَ عَنْ عَبْدِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

اور حضرت عروہ بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے

أَقْبَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا

عرض کیا یا رسول اللہ اس کام میں آپ کے ساتھ اندکون ہے۔ فرمایا

أَلَا أَمْرٌ قَدْ خَرَّ وَعَبْدٌ قُلْتُ مَا إِلَا شَرٌّ

آؤ اور وہلام میں نے دریافت کیا اسلام کیا ہے فرمایا پاکیزہ گفتگو

قَالَ طَيْبُ الْكَلَامِ وَرَأَيْتُ النَّفْعَ وَجَلَّتْ
مَا أَرِيْتَانِ قَالَ الضُّبُّ وَالشَّامَةُ
ثُمَّ ثَلُثُ أَتَى الْإِسْلَامَ أَفْضَلُ
قَالَ مَتَّ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ وَث
لِسَانِهِ وَوَيْدِهِ قَالَ ثَلُثُ أَتَى الْإِيْمَانِ
أَفْضَلُ قَالَ خَلَقْتُ حَسَنَ ثَلُثُ أَتَى
الْقُلُوبِ أَفْضَلُ ثَلُثُ أَتَى الْفُتُوْرِ
ثَلُثُ أَتَى الْفُجْرَةِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْ تَحْجُرَ
مَا كَرِهَ رَبُّكَ ثَلُثُ أَتَى الْإِيْمَانِ أَفْضَلُ
قَالَ مِنْ عِفْرِ جَوَادِهِ وَهَرِيْقِ دَمِهِ قَالَ
ثَلُثُ أَتَى الشَّعَائِرِ أَفْضَلُ قَالَ خُزْنُ مَكِّي
الْذِيخِرِ رَوَاهُ أَحْمَدُ

اور کہا نا کلمات میں نے دریافت کیا ایمان کیلئے فرمایا مبرکت اور
سفادت کرنا۔ دوسری کہتے ہیں میں نے دریافت کیا
کونسا ہے۔ فرمایا وہ مسلمان ہیں کہ زبان اور ہاتھ سے
میں۔ دوسری کہتے ہیں میں نے پوچھا کونسا ایمان افضل
ہے فرمایا اچھا اخلاق راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا افضل نماز
کونسی ہے فرمایا ایما قیام۔ دوسری کہتے ہیں میں نے کہا افضل ہجرت
کونسی ہے فرمایا یہ کہ تو ان کاموں کو چھوڑ دے جو تیرے رب کو
نا پسند ہیں۔ دوسری کہتے ہیں میں نے دریافت کیا کونسا عباد افضل
ہے فرمایا جس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں۔ اور میں کا
خون بہا دیا گیا۔ دوسری کہتے ہیں میں نے پوچھا کونسی گھوڑیاں افضل ہیں۔
فرمایا نصف رات کے بعد کا حصہ۔

شرح: حضرت عمرو بن ہشام نے یمنیوں سے سنا کہ سائیدہ بنی النضر صحابی ہیں میرے باپ چوتھے مسلمان ہیں۔ آپ کے
حضور کی خدمت شریف میں آنے۔ اسلام قبول کرنے اور پھر آپ سے رخصت ہونے کا قصہ عجیب و غریب میرے سے خالی نہیں۔
یہ قصہ کسی دوسرے مقام میں مذکور ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

روعن عمرو بن ہشام۔ رضی اللہ عنہما قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن ہشام رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب کہ آپ ابھی مکہ میں ہی
تھے۔ اور اب تک اسے اسلام کا نانا تھا (فقلت) میں نے کہا یا رسول اللہ من معات علی هذا الامور (یا رسول اللہ
آپ کے ساتھ اس دین اسلام میں اتفاق کرنے والا کون ہے۔) (قال حدودہ) حضور علیہ السلام نے فرمایا اس میں میرے
ساتھ اتفاق کرنے والا آزاد اور غلام ہے۔ اس سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت بلال ہیں رضی اللہ عنہما۔ بعض شارحین
نے کہا ہے عید سے مراد حضرت زید بن حارثہ ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ کہ مسلم کی روایت میں معاد ابوبکر عہد مال مرا
سے آپ کا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حرو عید سے سب لوگ مراد ہیں کہ یہ تو جمیع زمانہ استقبال میں خبر کے طور پر درست
ہو سکتی ہے۔ جب اسلام بھل گیا اس کا معاملہ فرمایا ہو گیا۔ مگر یا احمد نے یہ سوال کیا اس میں آپ کی موافقت کون کرے

کا۔ تو حضور نے جواب دیا سب آزاد اور غلام لوگ (قلند) میں نے پوچھا اسلام کی علامات اور اس کے خصائص کیا ہیں۔
 (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (طیب الكلام و اطعما الطعام) گنگویش غمخیز اور نرمی اختیار کرنا۔ اور لوگوں کو کھانا کھانا۔ غالباً عمدہ اخلاق اور اعلیٰ صفات بیان کرنا مقصود ہے لیکن ان سب میں سے ان دونوں مفتول یعنی خواص و مساوت کے بیان پر کتابیت اس لیے کی کہ ان دونوں میں اکثر لوگوں تکسہ پہنچتا ہے یا اس بنا پر صرف ان صفات کا ذکر فرمایا کہ یہ سائل کے حال سے زیادہ تعلق اور مطابقت رکھتی ہیں۔ اسی لیے احادیث میں اس سوال کے جواب میں مختلف صفات ذکر کی گئی ہیں اور ہر سائل کے مناسب حال — ان صفات کا ذکر کر دیا گیا۔ یہی تشریح و تحقیق حضور کے اس کلام میں بھی ہوگی (قلند ما الايمان) میں نے دریافت کیا ایمان کیا ہے اور اس کے خصائص کیا ہیں۔ (قال) آپ نے فرمایا (النصبر والسمحة) علماء فرماتے ہیں ایمان کے تمام خصائص و محاسن کا خلاصہ صبر اور سخاوت ہے لفظ صبر میں منوعاً کے چھوڑ دینے کی جانب اشارہ ہے اور سماحت میں اچھے کام کرنے کی تلقین ہے جیسا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول (النصبر من معصية الله والسمحة على اداء فرائض الله) (اللہ کی نافرمانی سے رک جانا اور اس کے فرائض کی ادائیگی پر کمر بستہ رہنا) میں غوطہ کی تفسیر کر دی ہے۔ (قال) حضرت عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں (قلند) میں نے عرض کیا (ای الاسلام افضل) کونسا اسلام یعنی اسلام کے کون سے اخلاق اور اس کی کون سی صفات زیادہ افضل اور اعلیٰ ہیں۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من صلوا المسلمون من لسانه و يده و بهم من زبان و باطن سے مسلمانوں کو کوئی تکلیف و اذیت نہ پہنچے) (قال) حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں (قلند) میں نے دریافت کیا (ای ایمان افضل) کونسا ایمان یعنی ایمان کی مصلحتوں اور شعبوں میں سے کونسی مصلحت اور کونسا شعبہ افضل و اعلیٰ ہے۔ (قال) خلق حسن (ایمان کے شعبوں میں افضل) شعبہ اچھا خلق ہے۔ جو تمام اعمال حسہ کی اصل و جڑ۔ نفس کے لیے مشکل گزار و مفلوکی الہی کو طبع پہنچانے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ (قال قلند) لاوی کہتے ہیں میں نے پوچھا (ای الصلوة افضل) کونسی نماز میں نماز کے ارکان و اعمال میں سب سے افضل رکن و فعل کونسا ہے۔ (قال طول القنوت) فرمایا کیا قیام لفظ قنوت کے متعدد معانی ہیں۔ جیسے طاعت و عشاء و نماز دعا، قیام اللیل سکوت و عاصوشی۔ یہاں قیام مراد ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ طول قیام افضل ہے یا لمیاسیدہ بعض اس پر ہیں کہ طول قیام افضل ہے۔ بعض کہتے ہیں درازی سیدہ افضل ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ رات کی نماز میں طول قیام افضل ہے اور دن کی نماز میں درازی سیدہ افضل ہے۔ ہم نے ان سب علماء کے دلائل شرح سفر السعادة میں ذکر کر دیے ہیں۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں رکن فضیلت میں برابر ہیں۔ قیام کی فضیلت قرآن مجید کی قرأت سے ہے۔ اور سجدہ کی فضیلت تہلیل و تہلیل و تہلیل کی شکل و نہایت کی بنا

پر۔ اس بارے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ طویل قیام افضل ہے کہ اس میں مشقت بیشتر اور خدمت زیادہ تر ہے۔
 (قال قلت ای الحجۃ افضل) راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کونسی ہجرت افضل ہے۔ (قال ان تعجزوا مکراہ
 دہک) فرمایا یہ کہ تو وہ کام ترک کر دے جو تم پر بے پردہ و گار کو ناپسند ہو۔ اس سے وہ غرض اور باطنی نہ ہو۔ اس معنی
 کی تفصیل گزشتہ صفات میں گزر چکی ہے۔ (قال فقلت) حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں جب میں نے ان تمام احکام
 دار کا ان اسلام کے بارے میں دریافت کر لیا اور جواب سن لیا تو آخر میں جہاد کا سوال کیا جہاد کا ان دین میں اعلیٰ وارث
 رکھ ہے۔ تو میں نے عرض کیا (غای الجہاد افضل) افضل جہاد کون سا ہے (قال من عجز جوادہ و ہین دماہ)
 جس کے عمدہ گھوڑے سکی انگلیں کاٹ دی گئیں۔ اور اس کا خون بہا دیا گیا۔ یعنی سواری اور سوار دونوں اللہ کے راستے کام
 آگئے۔ اور اس نے پہری مروا لگی اور کوشش سے جہاد میں حصہ لیا یہاں تک کہ وہ شہادت کے اس مرتبہ طینہ پر فائز ہو
 گیا۔ اور خالص ثواب آخرت کے لیے ایسا کیا قیمت اور مال دنیا سے پاک چلا گیا۔ اور دین کے بدلے دنیا حاصل
 نہ کی۔

جب کہ اس صحابی نے افضل نماز کا سوال کیا تو نماز کے افضل اوقات کا بھی سوال کیا۔ غالباً آپ کا مقصود رات
 کن نماز اور اس کا قیام تھا (قال قلت ای الاوقات افضل) کہتے ہیں میں نے پوچھا اوقات میں سے کون سا وقت یا رات
 کی گھڑیوں میں سے کونسی گھڑی شب بیداری کے لیے افضل ہے۔ (قال جوف اللیل اذا خدر) فرمایا رات کے دوسرے
 نصف کا درمیان حصہ۔ کہ وہ رات کا چوتھیا یا پانچواں گھنٹہ ہے اور اگر چھٹے گھنٹے کو بھی داخل کر لیا جائے تو یہ رات کے
 آخری چھٹے سے کو بھی شامل ہو جائے گا۔

۲۲۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يَشْرِكُ بِهِ
 شَيْئًا وَرَ يُصَلِّيَ الْعَمَسَ وَيَقْرَأَ
 رَمَضَانَ عَفِيفًا قُلْتُ أَتَلَا أَبْتَرَهُ هُوَ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ دَعَمْتُمْ يَتَكَلَّمُوا۔

رواہ احمد۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے
 نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جہاں اللہ تعالیٰ
 سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا
 تھا۔ اور پانچ نمازیں پڑھنا۔ رمضان شریف کے روزے رکھنا
 تھا۔ اسے عیش دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں لوگوں کو
 اس کی بشاعت دے دوں تو فرمایا انہیں رہنے دے کہ عمل کریں۔

شرح :- (وعن معاذ بن جبل) رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال)

صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میقول (میر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا
(من لقی اللہ) جس نے اللہ سے ملاقات کی اور اس کی کتاب میں پڑھ لیا۔ لا یشرب بہ شیشاً) اس حال میں کہ وہ اس
کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرا کر دیکھتا تھا۔ اور صحابہ کرام نماز کو ادا کرتے تھے۔ (و یصوم رمضان) اور رمضان
شریعہ کے روزے رکھتا ہے۔ (وغفر لہ) اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ صرف نماز روزہ کا ذکر ان کی انصافیت
شہرت اور عویت کی بنا پر کیا۔ یا زکوٰۃ و حج اس وقت ابھی فرض ہی نہ ہوئے تھے۔ یا اس بنا پر صرف ان کو کا ذکر
فرمایا کہ ان کو کو فضل و کرم الہی کی کتاب میں وہ شرف و عزت حاصل ہے کہ اگر یہ کہتے ہی گناہ کیے ہوں اور دوسرے
فرائض ترک ہی ہو گئے ہوں، ان دو کی برکت سے بخشش ہو جائے گی۔ یہ ان کی خصوصیت ہے۔ اور ابھی اللہ کی
مشیت اپنی جگہ باقی ہے۔ (قلنت) میں نے کہا (ایلا ابشروہم) یا رسول اللہ! ان میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے
دوں۔ (قال دعوہم یعملوا) فرمایا لوگوں کو چھوڑ دے کہ عمل کرتے رہیں۔ اس عبارت کی شرح گزشتہ صفحات
میں گزر چکی ہے۔

۲۳۔ وَعَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَفْضَلِ الْإِيمَانِ
قَالَ أَنْ تُحِبَّ لِلَّهِ وَتُبْغِضَ لِلَّهِ وَتُحِبَّ
لِسَانَكَ فِي ذِكْرِ اللَّهِ قَالَ وَمَاذَا يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَنْ تُحِبَّ يَلَنَاسِ
مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْهَرُ لَهْوِ
مَا تُكْهَرُ لِنَفْسِكَ۔

اور ان سے روایت ہے کہ شہک انہوں نے علی صلی اللہ علیہ
وسلم سے افضل ایمان کا سوال کیا فرمایا افضل ایمان ہے
کہ تو اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ کے لیے کسی سے دشمنی کرے
اور اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں معصوم رکھے۔ حضرت معاذ
نے عرض کیا اس کے علاوہ آپ اور کیا فرماتا چاہتے ہیں فرمایا کہ
دوسروں کے لیے بھی وہ چیز پسند کرے جو آپ کے لیے پسند کرتا
ہے۔ اور ان کے لیے بھی وہ چیز ناپسند کرے جو آپ نے
پسند کرتا ہے۔

رواہ احمد۔

شرح۔ (و عنہ) اور وہ (انہ) سأل النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن افضل الایمان (اور حضرت معاذ سے ہی
روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایمان کا اعلیٰ ترین فرد اور اس کی بہترین خصلت
کیا ہے۔ (قال ان تحب للہ) (فرمایا ایمان کے افضل و اعلیٰ صفت یہ ہے کہ جس سے دوستی کرے۔ (و تبغض
للہ) اور جس سے دشمنی کرے صرف خدا کے لیے کرے۔ (و یحبه لسانک) (اپنی زبان کو اللہ کی یاد
میں معصوم رکھے قال) حضرت معاذ نے کہا (وماذا) اس کے بعد کیا کروں یا اس کے بعد آپ کیا فرماتے ہیں یا اعلیٰ

درجہ کے ایمان کی اور کونسی صفت و خصلت ہے۔ (قال ان تحب للناس ما تحب لنفسک) فرمایا یہ کہ تو لوگوں کے لیے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (و تکرہ لہم ما تکرہ لنفسک) اور ان کے لیے بھی وہ چیز ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔ یعنی سب کا خیر خواہ ہو۔ کسی کے لیے بد خواہ نہ ہو۔

کبیرہ گناہوں اور نفاق کی علامتوں کا باب

گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے ارتکاب پر شرع میں حد و سزا متعین ہو۔ یا جس پر شرع میں وعید (ڈانٹ) واقع ہو۔ یا جس کی عاقبت دہل قطعی سے ہوئی ہو۔ اور دین کی بے عزتی کا موجب ہو۔ اور جو گناہ اس نوعیت کا نہ ہو وہ صغیر ہے۔ گناہ کبیرہ کے درجات و مراتب مختلف ہیں۔ بعض سخت تر اور شیعہ قریبی اور بعض میں نسبتاً کم شدت و قیاس ہے۔ احادیث میں کبیرہ گناہوں کی کچھ تعداد مذکور ہوئی ہے۔ جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔ لیکن یہ گناہ صرف اس تعداد میں منحصر نہیں ہیں۔ بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جیسے جیسے وحی کا نزول ہوتا رہا حاضرین اور سائین کے مناسب حال ان میں سے کچھ کچھ کا بیان فرماتے رہے۔ باقی گناہوں کا بیان کسی دوسرے وقت پر آئے گا۔

حضرت مولانا بلال الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مقدمہ عشرہ میں بعض اصحاب شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جن کبار کی تعداد تفصیل بیان کی ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ۱۔ قتل ناحق۔ ۲۔ زنا۔ ۳۔ لواطت۔ ۴۔ چوری۔ ۵۔ شراب اور برائیں نشہ آلود چیز پینا جو شراب کے حکم میں ہو۔ ۶۔ خنزیر کا گوشت کھانا۔ ۷۔ کسی کا مال غصب کرنا۔ ۸۔ کسی پر زنا کی تہمت لگانا۔ ۹۔ جھوٹی گواہی دینا۔ ۱۰۔ سود کھانا۔ ۱۱۔ بلا عذر شرعی رمضان شریف کا روزہ توڑنا۔ ۱۲۔ جھوٹی قسم کھانا۔ ۱۳۔ قطع رحمی کرنا۔ ۱۴۔ مسلمان ماں باپ کو ناحق تکلیف دینا۔ ۱۵۔ بنیاد میں کھار کے مقابلے سے بھاگ جانا۔ ۱۶۔ یتیموں کا مال کھانا۔ ۱۷۔ فتنہ و مہمانہ میں خیانت کرنا۔ ۱۸۔ وقت داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھ لینا۔ ۱۹۔ ناز کا وقت ضائع کر کے اسے پڑھنا۔ ۲۰۔ زکوٰۃ نہ دینا۔ ۲۱۔ مسلمانوں سے ناحق جنگ و جدال کرنا۔ ۲۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹا منسوب کرنا۔ ۲۳۔ بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو گالیوں دینا۔ ۲۴۔ بے عذر کسی کو گالی بھیجنا۔ ۲۵۔ رشوت لینا۔ ۲۶۔ فائدہ جیوری کے درمیان نفرت و عداوت ڈالنا۔ ۲۷۔ سلطان وقت کے پاس جا کر لوگوں کی چٹائی کرنا۔ ۲۸۔ تقدیر و طاقت ہوتے ہوئے امر معروف اور نہی منکر ترک کرنا۔ ۲۹۔ حرا کی جمید بکھنے کے بعد بھلا دینا۔ ۳۰۔ حیوانات و جانوروں کو آگ میں جلاتا۔ ۳۱۔ عیبت کا بلا عذر اپنے آپ کو مرد کے قلوب میں ترویج دینا۔ ۳۲۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ ۳۳۔

اس کے غلاب سے بے خوف ہو جانا۔ ۳۲۲۔ اہل علم اور مالکانِ قرآن کی امانت و بے ادبی کرنا۔ ۳۵۔ اپنی عورت سے ظہار کرنا۔ یعنی ماں بہن کے ساتھ تشبیہ دینا۔ مولانا جلال الدین صدیقی نے اس قصہ بیان کیے انداز ایک دوسری تفسیر کے مطابق ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت شیخ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے اس باب سے میں ایک عمدہ کتاب تصنیف کی جس کا نام نفا جریہ ہے۔ نزال الشراعیۃ۔ جہاں شر سے عافیت و سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

الفصل الاول

فصل اول

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیسا ہے۔ فرمایا کہ تو اللہ کا شریک ٹھہرانے کا مکدہ تیرا خالق ہے۔ اس نے کہا پھر اس کے بعد کو بڑا گناہ ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اس ڈرتے اپنی اولاد قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائیں۔ اور اولاد کا کھانا کھائیں کس سے میاں کھائیں اس نے کہا پھر بڑا گناہ کو بڑا ہے فرمایا کہ تو اپنے بڑے بھائی کے ساتھ بدکاری کرے تو اللہ تعالیٰ نے اسی احکام کی تصدیق کی ہے یہ کہتے تھے انزل فرمائی والذین فالو نور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کا عبادت نہیں کرتے۔ اور جس ذات (انسان) کا قتل کرنا حرام ہے اسے قتل نہیں کرتے اللہ کا اس کا قتل کرنا شرعاً حق ہو۔ اور زنا و بدکاری کا ارتکاب نہیں کرتے۔ الا یہ

۴۴۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ أَكْبَرُ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَن تَدْعُو إِلَهًا سِوَا اللَّهِ وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيْ قَالَ أَن تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَحْسِبُكَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيْ قَالَ أَن تَنْتَوِي حَلِيلَةً جَا يَ لَكَ قَالَ اللَّهُ تَصْدِيقًا وَأَكْذِبًا لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ۔
الذیۃ۔

متفق علیہ

شرح :- (عن عبد اللہ بن مسعود)

آپ کے فضائل و مناقب مدو شمار سے زیادہ ہیں۔ کتاب کے آخر میں کتاب جامع المناقب میں حدیث سے مذکور ہیں۔
رضی اللہ عنہ۔ (قال قال رجل) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ای الذنب اکبر عند اللہ اسے اللہ کے رسول اللہ کے نزدیک سب سے بڑا اور بدترین گناہ ہے۔ (وقال ان تدعو الله ندا وهو خلقك) فرمایا سب سے بڑا گناہ جس سے سخت تر اور کوئی گناہ نہیں، یہ ہے کہ تو پروردگار

عالم کے لیے اس کی مانند اور اس کا شریک مٹا کر تجھے ملے کہ تجھے اس نے پیدا کیا اور اگر تجھے اس کا علم نہیں ہے تو علم ہونا چاہیئے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ پیدا کرنے کی صفات اس ذات بکبریا کے سوا کسی اور میں نہیں ہو سکتی۔ بکسر زنون۔ اسے کہتے ہیں جو کسی کی ذات و صفات میں اس کی طرح ہو مگر افعال و احکام میں اس کے خلاف ہو۔ اور خدا اپنے مخالف کو کہتے ہیں جو ذات و صفات میں اس کی طرح نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کا نہ کوئی ندبہ نہ خدا۔

مشترکین اور بت پرست اگرچہ اپنے بتوں کو خدا کا مانند اور اس کا مخالف نہیں جانتے، تاہم کہتے ہیں مگر چونکہ ان کی عبادت اور ان کی تعظیم کی چیزیں اس بنا پر گویا وہ انہیں اس کا مانند و شریک اور اس کا مثل قرار دیتے اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بت ہیں خدا کے عذاب سے چھڑائیں گے۔ مختصر یہ کہ شرک تین قسم ہے۔ وہود میں شرک، مخالفت میں شرک اور عبادت میں شرک۔

(قال تعالى) اس مرد نے کہا کفر کے بعد کو گناہ بڑا ہے۔ (قال ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك)۔ (فرمایا کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اپنے فرزند کو اس بنا پر قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ مل کر کھائے گا، یعنی اپنی محتاجی کے ڈر سے۔ دور مابیت میں لوگ یہ کام کرتے تھے اور تنگ دستی اور شرم و عار کے خوف سے اپنی جھوٹی اور معصوم اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ اگرچہ قتل نفس مطلقاً گناہ کبیرہ ہے، لیکن اپنی اولاد کا تنگ دستی کے خوف کے تحت جو عقیدہ توکل اور مخالفت پروردگار کے اعتقاد کے خلاف ہے۔ قتل کرنا سخت کبیرہ اور بدترین دسبہ گناہ ہے۔ اسی بنا پر خصوصیت سے قتل اولاد کا ذکر فرمایا۔ یا سائل کے مطابق ایسا فرمایا یا قال تعالیٰ) کما قتل نفس کے بعد سب سے بڑا گناہ کو گناہ ہے۔ (قال ان تزني حيلة جوارك)۔ (فرمایا یہ کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے بدکاری کرے۔ ہمسایہ کی بیوی کی قید بھی اس وجہ سے لگائی جو پہلے مذکور بیوی ہے۔ (کہ اگرچہ زنا مطلقاً گناہ کبیرہ ہے۔ مگر ہمسایہ کی بیوی سے ایسا کرنا سخت تر کبیرہ ہے یا سائل کے حال کے مطابق ایسا فرمایا) (ما نزل الله تصديقها) اور اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ احکام کی تصدیق و تائید کے لیے درج ذیل آیت نازل فرمائی جس میں وہ اپنے خاص بندوں کی مدح و ثناء فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ (والذين لا يدعون مع الله الهاً اخر)۔ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو شریک نہیں کرتے۔ (ولا يقتلون النفس التي حرم الله) (انما الحق) اور وہ لوگ جو کسی ذات کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ مگر حق شرع کے تحت جیسے حدود و تعامی کے طور پر قتل کیا جاتا ہے۔ (ولا يزنون) اور بدکاری نہیں کرتے۔ (الایہ)۔ آخر آیت تک جس میں ان جرائم پر شناعت و قبااحت اور عتاب میں مبتلا کرنے کا ذکر

فرمایا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے مقصود مطلق قتل و زنا نے مذکورہ قیود زیادہ تشبیہ اور ظہار قباحت کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ یا خاص سائل کے حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

۴۵۔ وَكَفَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ قَتَادٍ
وَسَوَّى اللَّهُ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَبَائِرَ
أَوْ شَعَرَ أَنَّ اللَّهَ وَعُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ وَتَقْتُلُ
النَّفْسَ وَالْيَمِينِ الْغَمُوسُ - رَوَاهُ ابْنُ
وَفِي رَوَايَةٍ أُخْرَى وَشَهَادَةُ الزَّوْدِ بَدَلِ
الْيَمِينِ الْغَمُوسِ - منفق عليه

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیر و گناہ یہ ہیں۔ ۱۔
اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ ۲۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ ۳۔
قتل باق۔ اور جھوٹی قسم کھانا۔ ۴۔ بھاری سے بھاری روایت کیا۔ اور
حضرت انس کی روایت میں یمن غموس کے بجائے جھوٹی
گواہی دینے کا لفظ آیا ہے۔

شرح :- (ومن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کبائی حضرت
عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیر و گناہ یہ ہیں۔
(محشوات باللہ) وجود یا عبادت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا کر اللہ شریک سے برتر کرنا کافر مراد ہے۔ صرف شرک
کا ذکر اس لیے کیا کہ کفار کہ مشرک تھے۔ اور مت پرستی کرتے تھے۔ اور بعض مقامات میں جہاں مسلمانوں کو شرک کرنے
سے منع کیا گیا ہے وہاں شرک سے بڑا مراد ہے یا مراد ہونے سے روکتا مراد ہے۔ (وعقوق الوالدین) باوق
شرع کے بغیر مسلمان ماں باپ کو ستانا اور ان کی نافرمانی کرنا۔ حدیث کے ظاہر الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ مطلقاً
والدین کو ستانا اور ان کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن دوسری احادیث کے قرینہ کے مطابق والدین سے مسلمان
والدین مراد ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ تاہم کافر والدین کو بھی کفر سے نکالنے کی غرض کے علاوہ کسی اور مقصد کے تحت
دکھ دینا اور درجیدہ کرنا درست نہیں۔ بلکہ ان سے رفق و نرمی سے پیش آنا لازم ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ
عنها حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میری والدہ میرے پاس آئی ہیں وہ
مشرک ہیں ایمان لانے سے انکار کرتی ہیں۔ کیا میں اس سے صلہ رحمی کر دوں۔ فرمایا ہاں اس سے صلہ رحمی کے ساتھ پیش
آؤ۔ جیسا کہ باب البر والصلۃ میں آئے گا۔ (وقتل النفس) اور قتل باق۔ (والیمن الغموس) اور جھوٹی قسم کھانا
بھی کبیر و گناہوں میں سے ہے۔ یمن غموس دراصل یہ ہے کہ کوئی شخص گزرے ہوئے کام کی جھوٹی قسم کھائے۔ مثلاً یوں
کہ میں نے یہ کام کیا یا یہ باعث کی۔ واقع میں وہ کام نہ کیا ہو یا وہ بات نہ کی ہو۔ یمن غموس منہج نین جملہ اسی قسم کے کہتے ہیں۔

شعبہ - ان کی تعلیم دینا اور اس پر اجرت لینا سب حرام ہے۔

(وقتل النفس التي حرم الله الا بالحق) - اور اس ذات کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہو۔

روا اکل الدبا اور سوکھاتا۔ روا اکل حال الیمیم اور قسیم کا مال کھاتا۔ و التوہم الذمعت اور کافروں کے ساتھ جنگ کے دن انہیں پشت دکھاتا اور ان سے منہ پھیرتا۔ زحف اچھلنا اور سرسین پر چلنا جیسے پھر جاتا ہے۔ اور اس لشکر کو بھی زحف کہتے ہیں جسے دشمن کی طرف روانہ کیا گیا ہو۔ سورج بھوم اور مشقت کے باعث چلنے سے ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے سرسین پر چل رہا ہو۔ اور ایک مسلمان کافروں کے مقابلے سے بھاگنا اور پشت دکھانا گناہ کبیرہ ہے۔

اس سے زیادہ تلوک کافروں سے بھاگنا حرام و گناہ نہیں ہے۔ ابتداً اے اسلام میں ایک مسلمان کا دس کفار کے مقابلے سے بھاگنا بھی حرام تھا۔ اس کے بعد اس میں تخفیف کر دی گئی اور مرتد کافروں کے مقابلے میں جب کہ کوئی باندی باقی رکھی۔ (مذمت المصنعت الغافلات) اور کبیر و گناہوں میں سے ہے یا کلام میں بدکاری کے کام دیا ہے بے خبر عورتوں کو زنا کی تمت لگانا بعد قذرت اسی کوڑے میں۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتب فتنہ میں مذکور ہے وہاں دیکھ لی جائے۔۔۔

۴۴۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزِيْزُ فِي النَّارِ حَتَّى يَنْجِي

وَهُوَ مُزْمِنٌ وَلَا يُسَبِّحُ السَّابِقُ جُنُودَ

كَذٰلِكَ وَهِيَ مُّؤْمِنَةٌ وَلَا تَشْرَبُ الْخَمْرَ

جَلَّ جُلَّةُ الشَّامِ وَأَمَّا الْيَهُودُ فَكَفَرُوا وَكَانَ لَكُمْ فِي قِتَالِهِمُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْعَذَابُ أَلِيمٌ

جَنِّ يَسْرِهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يُنْتَهَبُ

لَهُمْ يَرْفَعُ الشَّاتِرِينَ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ

عَلَيْهِمْ أَهْلُ الْاِيْمَانِ وَلَا يُفْلِحُ اَحَدُكُمْ

جَيْنَ يَغْلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِنَّا لَنُحْيِيكَ مَعَهُ

عليه حجة روايته بن عباس ولا يقتل

حِينَ يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ. قَالَ عِلْمُكُمْ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْزُهُ الْإِيمَانُ مِنْهُ

قَالَ هَكَذَا أَذْهَبَتْ بَيْنَ أَهْلِي سَبْعُ ثَوْرٍ أَخْرَجَهَا قَالَ يَٰ

تَابَعَاهُ الْيَهُودُ هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَقَالَ الْوَحِيدُ لِلَّهِ

com

اور انہیں سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا نہ ناکرنے والا جب یہ فعل کر رہا ہو تا ہے اس وقت مومن

میں نے جوتا اور جوری کرتے والا حب جوری کا قتل کر دیا تھا

یہاں پر وقت بڑھ رہا ہے۔ یہاں پر ایک ایک شخص اس وقت

ہے اس وقت تک نہیں جیڑتا۔ اور سرکاری جیڑنے پر ہائیڈرو

ہے اس وقت کوئی نہیں پڑتا اور لوگوں کا دل بوسے والا جیسے

عمل کر رہا سمجھتا ہے اور لوگ نگاہیں بند کر کے اسے دیکھ رہے ہیں۔

یہاں اس وقت وہ مومن نہیں ہو سکا اور ہمیں سے قیامت کرنے

والا خیانت کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ اگر مومن ایسا حال

کے مرکب ہونے سے ڈرتا ہوں۔ متفق علیہ۔ اور ابن عباس

کے مساویت میں یہ الفاظ بھی ہیں اور قاتل قتل کے فعل کے

از کتاب کے وقت مومن نہیں ہوتا، عکرمہ کہتے ہیں میں نے ابن

عجاس سے دریافت کیا اس سے ایسا ہی کس طرح نکال لیا

لَا يَكُونُ مُؤْمِنًا قَامًا وَلَا يَكُونُ لَهُ
نُورٌ وَلَا يَمَانٌ، هَذَا لَفْظُ الْبَغَايِ.

کا کفیدہ کیدہ مری میں ملے دیں اور پھر ان میں کلاہیں گروہ تو کرنا ہے تو ایمان
اس کو رون وشتا ہے اس طرح وہ انگلیں کیدہ مری میں ملے دیں اور وہ بولنے

کلمہ مؤمن کا نہیں رہتا اور اس میں ایمان نہیں رہتا یہ نامی کے افعال میں۔
شرح :- (وہ نہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) (اور انہی الیوم برہ رضی اللہ عنہ سے یہ
یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا یذنی الذانی حین یذنی وهو مؤمن) (نہایتی زنا نہیں کر رہا ہوتا
جب کہ وہ نہ کر رہا ہوتا ہے۔ مگر وہ اس وقت مؤمن نہیں ہوتا یعنی نہایتی زنا کے وقت مؤمن و مسلمان نہیں ہوتا اور یہ ہے
کہ مؤمن کامل نہیں ہوتا۔ یہ الفاظ زنا کے ارتکاب اور اس فعل قبیح سے بطور جالغافہ ڈانٹ و محرک کے لیے استعمال
کیے گئے ہیں۔ (ولا یسوق السائق حین یسرق وهو مؤمن) (اور چور چوری نہیں کرتا جب کہ وہ چوری کرتا ہے
در اخیال کیدہ مؤمن ہو) (ولا یشریب الخمر حین یشر بہا وهو مؤمن) (اور شراب نہیں پیتا شراب پینے والا جب کہ وہ
شراب پیتا ہے اور اس وقت وہ مؤمن ہو۔) (ولا ینتہب نہیہ یضع الناس الیہ ابصارہ حین ینتہبہا وهو
مؤمن) (اور لوٹ مار کرنے والا جب بھی یہ فعل کرتا ہے اور لوگ انکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہیں۔ اس
حالت میں وہ مؤمن نہیں ہوتا۔ یعنی دعا علانیہ قارت گری کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور لوگ کہے اس فعل پر روتے اور اظہار فاسق
کرتے ہیں۔ اور اسے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ایسا شخص اس حالت میں مؤمن نہیں ہوتا۔ کسی کے مال محفوظ
مقصود کہ اس طرح لوٹ لینا یا نکل حرام ہے۔ نسبتہ بفتح قون لوٹنا۔ اور نہ بضم قون لوٹنا ہوا مال حدیث میں دونوں معنیوں
کا اطلاق ہے۔) (ولا یفل احدکم حین یفل وهو مؤمن) (اور تم میں سے کوئی شخص نیت میں خیانت
نہیں کرتا جب کہ خیانت کرتا ہے۔ اور وہ مؤمن ہو۔ قلل نیت میں خیانت کرنا۔ اور تقسیم سے پہلے اس میں سے
کچھ چھالنا۔ اور مطلق خیانت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور گزشتہ حدیث میں گزر کر۔ لا ایمان لمن لا امانہ
لہ۔ کہ جس شخص میں امانت داری کی صفت نہیں اس میں ایمان نہیں۔) (لا یمانکم) (تو ان گناہوں سے
اپنے آپ کو دور رکھو بعد رکھو متفق علیہ۔) (وفی رواۃ ابن عباس) (اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت
میں یہ جاسد بھی آئی ہے۔) (ولا یقتل حین یقتل وهو مؤمن) (اور کوئی شخص قتل نہیں کرتا جب کہ قتل کرتا ہے۔
اور وہ مؤمن ہو۔) (قال حکمرۃ قلت لابن عباس) (حضرت حکمرہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خادم
آپ کے آنکھ کدہ غلام اور آپ کے کاتب اور راوی ہیں کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا
(کیف یفرغ الایمان منہ)۔) (اس شخص سے ایمان کس طرح نکال لیا جاتا ہے۔) (قال حکمرۃ) (حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ فرمایا اس طرح نکال لیا جاتا ہے۔) (وشتبہ بعن اصابعہ) (تم انگوٹھا آپ نے اپنی انگلیوں کی تشبیہ

کہ ان کو ایک دوسری میں ڈالا اور پھر نکالا۔ ایمان یا ہر شے کا اپنے کی صورت بیان کرنے کے لیے۔ کہ ان افعال کا ترکیب ہوئے سے پہلے آدمی کی ذات کے ساتھ پہلے ہی طرح ملا ہوا تھا۔ اور ان افعال کے ارتکاب کے وقت اس سے جدا اور الگ ہو گیا۔ فان تاب عاد الیہ (پھر اگر گناہ کرنے کو توبہ کر لی اور اس گناہ اور معصیت سے باز آ گیا تو ایمان اس کے اندر واپس آ جاتا ہے۔) و شبک بین اصابعہ۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈالا ایمان کے واپس آنے کی صورت دکھانے کے لیے۔ اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ ایمان معصیت سے توبہ کے بعد لوٹ کر بندے میں واپس آتا ہے۔ الایہ کہ توبہ سے لغوی معنی مراد ہو لغوی معنی رجوع کرنا اور پھر نہا ہے۔

جیسا کہ فصل ثانی کے آخر میں سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا کہ بندہ جب اس عمل بدرے الگ ہوتا ہے تو ایمان پھر اس میں لوٹ آتا ہے۔ (قال ابو عبد اللہ) حضرت علام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث اور مذہب اہل سنت و جماعت میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ (ابو عبد اللہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کی نسبت ہے۔) (لا یكون هذا مؤمنا تاما) کہ یہ گناہگار نہیں اس عمل بد کے ارتکاب کے بعد وقت مومن کامل نہیں ہوتا۔ (ولا یكون له نور الايمان) اور اس میں ارتکاب گناہ کے وقت ایمان کی روشنی نہیں ہوتی۔ دراصل اس سے بھی کمال ایمان مراد ہے۔ (لهذا الغلط الفراء) عبادت میں امام بخاری کی عبادت ہے۔ ان کی اس عبادت سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی عمل خشیت ایمان میں داخل نہیں۔ بلکہ عمل کمال ایمان کا موجب ہے۔ اور بعض لوگوں کا یہ گمان غلط ثابت ہو گیا کہ محدثین کے نزدیک عمل جزو ایمان ہے۔ اور محدثین کرام کا یہ گمان کہ الایمان تصدیق بالجنات و اقارب باللسان و عمل بالاذکار (ایمان دل کی تصدیق زبان کے اقرار اور اعضا کے عمل کا نام ہے)۔ درست ہے۔ مگر محدثین اور تمام اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس سے ایمان کامل مراد ہے۔ ہم نے یہ تحقیق بعض دوسرے مقامات میں نیز شرح اور زیادہ مدلل طریقہ سے بیان کر دی ہے۔

۲۸۔ وَعَنْ أَنبِيَاءِ هَادِيَةٍ فَذَلِكَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْدِي

الْمُتَنَافِقِينَ ثَلَاثٌ وَ زَادَ مُسْلِمٌ وَ رَأَى

مُتَنَافِقٌ وَ صَامِدٌ زَعَمَ أَنَّكَ مُسْلِمٌ ثُمَّ

اتَّفَقَا إِذْ أَحَدُكَ كَذِبٌ وَ إِذَا وَ عَدَّ

أَخْلَفَ وَ إِذَا قِيَمَ خَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ اور امام

مسلم نے یہ الفاظ زیادہ کیے، اگرچہ وہ منافق ناز پر ہے،

اور روزہ رکھے اور مسلمان ہوئے گا دعویٰ کرے۔ حدیث

کے باقی الفاظ پر دونوں کا اتفاق ہے۔ جب بات کرے

تو جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے تو اسے بھلا کرے۔ اور

متفق علیہ

جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

شرح ۵۔ (روعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایۃ المنافق ثلاث حضور اللہ ربہ ورضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی نشانی اس کی تین خصلتیں اور عادتیں ہیں۔ اور مسلم نے یہ عبارت زیادہ کی ہے۔) (وان صلی وصالہ وزعم انہ سلم) اگرچہ وہ آثار پرشے اور دوسرے رکھے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے (ثم انفقاً) اس عبارت کی کویشی کے اختلاف کے بعد ان تین چیزوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں امام بخاری و امام مسلم دونوں کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین چیزوں کو منافق ہونے کا نشان قرار دیا ہے۔ (واذا حدث کذب) جب بات کرے جھوٹ بولے (واذا وعد عاهد) جب وعدہ کرے تو جو وعدہ کیا اسے پورا نہ کرے۔ (البتہ کسی مجبوری کے تحت وعدہ خلافی ہو جائے تو امر دیگر ہے)۔ محدثین کرام نے اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ وعدہ کرتے وقت اس کے پورا کرنے کی نیت نہ ہو۔ معلوم ہوتا چاہیے کہ وفائے وعدہ وعدہ اخلاق میں سے ہے اس کی تفصیل باپ وعدہ میں آئے گی۔ (واذا اودعن خات) اور جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے یا اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے کوئی بات کی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین خصلتوں کو نفاق کا نشان اور اس کی علامت قرار دیا چاہے یہ باتیں کسی میں بیک وقت اکٹھی موجود ہوں یا ایک ایک کر کے موجود ہوں۔ بہر حال جس میں بھی یہ تین خصلتیں موجود ہوں وہ حقیقتہً منافق نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ صفات منافقین کے لائق ہیں۔ مسلمانوں کے مناسب حال تو یہ ہے کہ وہ ان بری عادات سے چاک و مبل ہوں۔ کہ ان میں باطن کی ظاہر سے مخالفت پائی جاتی ہے۔ جس طرح منافق کا دل اور زبان ایک نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان برائیوں کو اپنی عادت نہ بنائیں۔ اور نہ ان پر اثرے رہیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ ان کے جوگر ہو کہ وہ حقیقتہً نفاق میں مبتلا ہو جائیں۔ مختصر یہ کہ علامات نفاق کا موجود ہونا وجود نفاق کو مستلزم نہیں۔ دراصل اس میں کمال ایمان کو ان صفات مذکورہ سے بچنے اور دور رہنے کی تاکید ہے اور انہیں ان میں مبتلا ہونے سے ڈرایا اور خوف دلایا گیا ہے۔ اور ان لوگوں سے اخطار ناما تنگی کیا گیا ہے جن میں یہ صفات مذکورہ پائی جاتی ہوں۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلام و بیان سے صحابہ کرام علیہم السلام کو منافقین کے نشان و علامت سے آگاہ فرمایا جو حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں موجود تھے۔ اور منافقین کی یہ صفات بیان کیں تاکہ صحابہ کرام ان کی صحبت و مجلس سے اجتناب و پرہیز کریں۔ معین طور پر منافقین کے نام بیان نہ فرمائے تاکہ

انہیں شریعت کی لائق نہ ہو اور کسی قسم کا شرف و نفع بھی برپا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں ان صفات و عادات والا کوئی شخص نہ تھا۔ تاہم پہلی توجہ زیادہ ظاہر ہے۔

۴۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا حَقًّا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ الْإِنْفَاقِ حَتَّى يَذْهَبَ أَتَيْنَ حَاتٍ. وَإِذَا حَدَّثَ كَذِبًا وَإِذَا مَاهَدَ خَدًّا مَعَادًا خَاخَمَهُمْ فَجَرًا. متفق عليه

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار ایسی عادات ہیں جن میں سے ایک خصلت وہ پورا منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک خصلت و عادت ہو اس میں نفاق کی خصلت موجود ہے۔ یہاں تک کہ اسے ترک کر دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ اور عہد کرے تو اس میں غداری کرے۔ اور جب کسی سے جھگڑ پڑے تو خنڈہ گردی پر اتر آئے۔

شرح :- (روعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع من کن فیہ) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں اور علامتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ چار پائی جاتی ہوں (کان منافقا حقا) وہ خالص اور پورا منافق ہے۔ اس میں ایمان کا نشان نہیں۔ (ومن کانت فیہ خصلۃ منہن) اور جس شخص میں ان چار میں سے ایک موجود ہو (کانت فیہ خصلۃ من النفاق) تو اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود ہے۔ اسی طرح دو اور تین خصلتیں (حق یدعہا) یہاں تک کہ وہ خصلت چھوڑ دے۔ اور وہ چار یہ ہیں (اذا اتعن حات) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے اور اس پر اعتماد کیا جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (وإذا حدث کذب) اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (وإذا مہد خدًا معاد) اور جب کوئی عہد کرے تو اسے توڑ دے۔ (عہد توڑ دینا وہ خلاف کے معنی کے قریب اور اس کا ایک فرد خاص ہے۔) (وإذا خاخمہم فجرًا) جب کسی سے جھگڑ پڑے تو جھگڑ پڑے۔ اور تباہی و بربادی اور ننگانہ دہا کرے۔

۵۰۔ وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو رَفِیَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْلُ الْمَنَافِقِ كَالنَّاسِ الْفَاسِقِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کا حال اس بیکار کی طرح ہے جو بیکاری کے دوران روزی کے درمیان مزدور ہو۔ ایک بار

الْقَتْمَيْنِ كَيْفَ رَأَى هَذِهِ مَوْتَهُ وَرَأَى هَذِهِ مَوْتَهُ. دواء مسلمہ۔
وہ ایک ربڑ کی طرح ہمارے اردو دوسری بار دوسرے
ربڑ کی طرح بھاگے۔

شرح :- (اردن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل
المنائق كالشاة العالقة بين الفخين حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا منافق کا حال اس بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے درمیان متروک ہو۔ (تعدیاتی ہذا مودہ و
انی ہذا مودہ تاکہ کہیں ایک گنے کی طرف جائے اور کہیں دوسرے کی طرف۔) اسی طرح منافق کہیں ایک گروہ کی طرف جاتا
ہے اور کہیں دوسرے کی طرف دوری سے کام لیتا ہے۔ لغت میں مائرہ اس مادہ فشر کہ کہتے ہیں جو زشتی تلاش میں ادھر
ادھر پھرتے تاکہ جماعت کی طرف سے زشتی اس پر کر دے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۱۔ عَنْ صَعْمَانَ بْنِ عَمَّالٍ قَالَ قَالَ
يَهُوذَى لَصَاحِبِهِ إِذْ هَبَّ بِسَأَلِي هَذَا
النَّبِيِّ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ
إِنَّهُ كَوَسْمِعَكَ لَكَانَ لَهُ أَرْبَعُ أَعْيُنٍ
فَاتَّيَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَسَاوَاهُ عَنْ نِسْعِ آيَاتِ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَتَّبِعُوا
لَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ
اللَّهُ إِلَّا بِأَنْتَحَى وَلَا تَمْشُوا بِبِرِّشٍ إِلَى
سُلْطَانٍ يَفْتُلُهُ وَلَا تَتَّبِعُوا وَلَا
تَأْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْدِرُوا مَعْصِيَةً
وَلَا تُولُوا الْفِرَارِ يَوْمَ الزَّعَةِ

حضرت صفوان بن عمال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک
یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا ہمارے ساتھ اس میں
(صل اللہ علیہ وسلم) کے پاس چل اس کے ساتھی نے اسے کہا میں
نہ کہہ چیکہ اگر اس نے تیری یہ بات سن لی تو اس کی چار آنکھیں ہو
جائیں گی (وہ بہت عجب ہو گا) چنانچہ وہ دونوں یہودی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور آپ سے نور و شہنشاہیوں
کے بارے میں سوال کیا کر وہ کیا ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اندھیری اندکرو
نہ نہ کرو، اور اس جان کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام کیا
مگر حق اور جائز طریقہ سے۔ اور کسی بے گناہ کو بادشاہ کے پاس
لے کر نہ جاؤ کہ وہ اسے قتل کرے۔ اور جان دو نہ کرو، سونہ کھاؤ،
اور پاکدین محبت پر قسمت نہ لگاؤ۔ اور جنگ و جدوجہد دن
بھاگنے کے لیے پشت نہ پھیرو۔ اور اسے قوم یہود خاص طبع

وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُودُ أَلَّا
تَعْتَدُوا فِي السَّبْتِ قَالُوا فَقَبْلَ
يَدَيْهِ وَرَجُلَيْهِ قَالَا شَهِدْنَاكَ
يَهْيَى. قَالَ غَمًّا يَمْتَنِعُونَ أَنْ تَدْبِعُونِي
قَالَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهُ أَنْ
لَا يَزَالَ مِنْ خُذِّيْتِهِ نَبِيٌّ وَرَأَى مَخَافَتَ
إِذَا تَبِعْنَاكَ أَنْ يَقْتُلَنَا الْيَهُودُ.

تمہارے لیے یہ ہے کہ بغفہ کے دوزخ سے نہ بڑھو۔
راوی کہتے ہیں اس پر دونوں بیویوں نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے دونوں ہاتھ ادا پاؤں مبارک چومے۔ اور کہا ہم
گواہی دیتے ہیں کہ ایک آپ نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر
تھیں میری تصدیق سے کس نے سوک رکھا ہے کہنے لگے
داؤد علیہ السلام نے۔ انہوں نے دعا کی مگر ہمیشہ ان کی
اولاد میں جی بے عزت ہوتا رہے۔ اور یہ کہ جس کا ڈر
ہے کہ اگر جہنم آپ کی بیوی اختیار کر لے تو بیوی میں نقل
کر دی گئی۔

شرح: مد عن صفوان بن حسان (رض) عن آل بنی النخعیین وشمیعہ دونوں میں منقول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت تھی۔ ان کی روایت کردہ احادیث بھی اہل کوفہ میں شہرت پذیر ہوئیں، بارہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت اور ہر ایسی کا شرف حاصل ہوا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

(قال قال يهودى لصاحبه) حضرت صفوان بن محرز رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا اذھب بنا فی هذا النبی، ہمیں اس شخص کے پاس سے جل جو پیغمبر کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور لوگ اسے پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ فقال له صاحبه اس کے ساتھی نے اسے کہا لا تغفل عنی، اسے بھی نہ کہہ دانا تو سمجھو، بیشک اگر وہ تیری یہ بات سن لے۔ رکانہ امجد ۱ عین بخواس کی چار انگلیں جو جایش لگی۔ یہ دو اصل اتنا درجہ کی مسرت اور خوشحالی کے کانیہ ہے (اس کی طرف اشارہ ہے) کہ سرور و خوشی سے نگاہ میں اضافہ ہوتا ہے جس طرح غم الم کے وقت جہاں تار یک نظر آتا ہے۔ اور جب خوشی و مسرت کا وقت ہو تو روشن نمایاں نظر آتا ہے۔ اس کلمہ کی شرح میں شارحین نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

اس کھمکی شرح اس طرح کرنا بھی ممکن اور درست ہے کہ ان کی ملاویہ ہو کہ یہ بنی اگر یہ کلمہ ہی نے گا تو اپنے کار
نہایت و رسالت اور اپنے پیرو کاروں کے ظہور و غلبہ کا امیدوار اور اس کی انتظار شروع کر دے گا۔ کہ جو شخص کسی معاملے
کا انتظار کر رہا ہو تو ناچے۔ وہ اس کی نگرانی اور زیادہ سعی اور کوشش شروع کر دیتا ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ

تیری انتظار میں میری آنکھیں چارہ ہو چکی ہیں۔

رفاتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سلفی قرون و دولوں میں عسکری و مدنی امور کے لیے حکام کے پاس آئے۔
(فسلہ عن قسم آیات بینات) اور آپ سے نور و روشن نشانیوں کے متعلق سوال کیا۔ ظاہر و قیاس سے یہ ہے
کہ ان نور و روشن آیات سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى
قِسْمَ آيَاتِنَا بِتِينَاتٍ (بیشک ہم نے حضرت موسیٰ کو نور و روشن نشانیوں کا عطا کیا)۔ یعنی یہ فریضہ اور عصا و نیزہ جن کا
تفصیل میں ذکر موجود ہے لیکن اس حدیث میں ان کے جواب میں جو کچھ مذکور ہے۔ وہ ایسے احکام ہیں جو تمام ادیان
اور ملتوں میں موجود تھے۔ پتا چمچ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ جواب دے کر اس امر
کا اشارہ فرمایا کہ معجزات سے کسی لیے سوال کرتے ہو۔ احکام سے متعلق سوالات کرو جو اہم اور ضروری ہیں۔ اس قسم کے
انماز جواب کو اسلوب حکیم کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ علم بلاغت میں تفصیل سے یہ بیان موجود ہے۔ اور بعض محدثین کرام یہ
فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے معجزات سے متعلق ان کے سوال کا جواب ارشاد فرمایا اس کے بعد انہیں
فہم نہ ہونے اور ان کی بات کے لیے ضروری احکام بھی بیان فرمائے۔ مگر ان معجزات کی شہرت کی بنا پر رابری نے ان کا ذکر نہ
فرمایا۔ بعض شارحین یہ فرماتے ہیں۔ کہ آیات بینات سے یہی احکام ہی مراد ہیں۔ کہ مشرع شریعت کے احکام اس شخص
کی سعادت و نیک بخشی کی علامت اور نشان ہیں جو ان پر عمل پیرا ہو۔ اور شقاوت و بدبختی کی علامت یہ ہے کہ
انسان ان پر عمل نہ کرے۔ اور یہ احکام تمام دنیا کی شریعتوں میں ظاہر و باطن اور مشہور تھے۔

وفعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تشربوا بائذہ شیئا (اللہ
 کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ لا تشربوا) اور چھٹی نہ کرو۔ لا توفوا) اور زنا و بدکاری نہ کرو۔ لا تقتلوا
 النفس التي حرم اللہ الا بالحق) اور کسی ذات کو جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ قتل نہ کرو مگر حق اور حکم
 شریعت کے مطابق۔ (ولا تمشوا بعبثی) اور کسی پاک اور بے گناہ انسان پر جھوٹ اور بہتان یا بدمعہ کرنے سے جاؤ۔ راہی
 سلطان، مملکت اور قوت مند و دوائے حاکم کے پاس نہ لے جھوٹا ہتھیار تاکہ وہ اس بے گناہ کو قتل کرے، اسے تکلیف دے
 اذیت دے اور اس پر ظلم کرے۔ جس طرح لوگ بادشاہوں کے پاس لے جاتے اور قتل کر دیتے تھے۔ لا تسجنوا اور
 جادو نہ کرو۔ لا تاكلوا الربوا) اور سود نہ کھاؤ۔ (ولا تقنوا محصنہ) اور کسی پاکدامن و پارسا عورت کو نہ تنگ
 تحت نہ لگاؤ۔ (ولا تولوا العزاد بوجہ الزحف) (انکسار سے جنگ کے دن بھاگنے کے لیے پشت نہ دکھاؤ اور
 منہ نہ پھیرو۔ بیان تک یہ نو حکم جو رسول اور شریعتوں کو شامل ہیں ان کا بیان پہلا ہوا۔ ان کے بعد ایک سادہ

حکم بیان فرمایا جو یہود کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ فرمایا (وعلیکم خاصۃ الیہود) اور اسے یہودیہ پر خصوصیت سے یہ حکم بھی لازم و ضروری ہے۔ (ان لا تقعدوا فی التہمت) کہ ہفتہ کے روز شکار کرنے میں حصہ نہ لےو، اور نافرمانی نہ اختیار کرو۔ جس سے تمہیں روکا گیا ہے۔ عطاء فرماتے ہیں سوالات کرنے والے یہ یہودی اپنے دلوں میں دس سوالات لے کر آئے تھے۔ تو تو انہوں نے ظاہر کر دیا کہ یہ سوالات جو ان سے متعلق اور ان کے ساتھ خاص تھا دلوں میں چھپائے رکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوالات کا جواب دے کر فرمایا اور دس سوالات حکم جو انہوں نے دلوں میں چھپا رکھا تھا، الگ کر کے بیان فرمادیا۔ اس بنا پر انہوں نے حضور کے ہاتھوں اور بائبل مبارک کو بوسہ دیا (قال) حضرت مطہران فرماتے ہیں: (تقبلا لیدایہ وجعلیہ) قرآن دلوں یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں ہاتھوں اور بائبل مبارک کو بوسہ دیا۔ (وقال انشہد انک نبی) اور کہا ہم دلوں آپ کے پیغمبر ہونے کی گواہی دیتے ہیں معنی ہم نے جان لیا اور شناخت کر لیا کہ آپ پیغمبر ہیں جیسا کہ یہودی اس حقیقت کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ مگر یہ ایمانی شکوک نہیں ہے جو اذعان و قبول پر مشتمل ہوتی ہے۔ بلکہ علم و معرفت کا اظہار ہے جو ایمانیہ مامل تھا اور ایمانیہ محض پہچان لینے کا نام نہیں بلکہ اس کے لیے تصدیق و ضروری ہے جیسا کہ اپنے مقام میں اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔ اسی لیے قال، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہما ینعکون تنبعونی) ان کو توں سے پیچھے تمہیں مجھ پر ایمان لانے میری بیعت و رسالت کو قبول کرنے اور میری پیروی سے تمہیں روک کر یہی چھو قلا ان خالد علیہ السلام ان دونوں نے کہا بیشک حضرت داؤد علیہ السلام نے (رد عادیہ ان لا یزال من ذریتہ نبی) اپنے رب تعالیٰ کے حضور۔ (وہما کی حق کر قیامت تک ان کی اولاد میں جی پیدا ہوتا رہے۔ ان کی اولاد کا قبول و ستباب ہو چکی ہے۔ اسی لیے، یہود و من ان کی اولاد میں پیدا ہونے والے نبی کی پیروی کر سکتے ہیں۔ اور علیہ حاکم و بد یہ یہودی کو ہی حاصل ہے۔ گا۔ (و اننا نختار ان تقعد لنا الیہود) اور میں ڈرتے کہ اگر ہم آپ کے پیچھے چلا جائیں اور میں یہودیت ترک کر دیں تو یہودی ہمیں قتل کر دیں گے۔ مگر یہ گفتگو اور جواب یہود کا ہی تھا۔ کہ کذب و نفاق اور ان کی عادت مستقر ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ہرگز کہیں ایسی دماغ نہیں کی کہ اس طرح کی کسی چابھت کا اظہار فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایسی چابھت کیسے کہہ سکتے ہیں جب کہ آپ نے کورات و زبور میں پڑھا ہوا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قائم نہیں ہیں۔ اور آپ کا دین تمام ادیان کا ناسخ ہے۔ بعض علماء کرام یوں فرماتے ہیں کہ یہودی حضور علیہ السلام کو معرفت عربوں کا نبی تسلیم کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کو نبی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں مگر اس بات میں بھی غلطی پر ہیں کہ پیغمبر پر جھوٹ یا عدم حصار و انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعویٰ فرمایا ہے کہ میں تمام لوگوں کی طرف میں

بن کر تشریف لایا ہوں اس لیے مومن ہونے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعویٰ کی تصدیق بھی لازم و ضروری ہے۔

۵۲. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنِ
أَصْلَحَ الْإِيمَانُ الْكَفُّ عَنْ قَاتِلِ الْإِلَهِ
إِلَّا اللَّهُ لَا تَكْفُرُهُ بِذَنْبٍ وَلَا
تُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ يَمُوتُ وَالْجِهَادُ
مَا مِنْ مُدٍّ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَيْنِ أَنْ يُقَاتِلَ
أَخِي هَذَا أَوْ أُمَّةً أَلَدَجَالُ لَا يَبْطِلُهُ
جُودٌ جَلِيلٌ وَلَا عُدْلٌ عَادِلٌ - وَالْإِيمَانُ
بِلَا قَدَارٍ -

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایمان کی اصل اور بنیاد
ہیں۔ کھڑ لا ابراہیم اللہ کی شہادت دینے والے کو کافر کہنے
سے رک جانا کہ تو اسے کسی گناہ کی بنا پر کافر نہ کہ۔ اور کسی
عمل بد کے باعث اسے اسلام سے خارج نہ کر۔ اور جب
ہے اللہ نے مجھے نبی مبعوث فرمایا ہے اس سے کہ اس امت
کے آخری دستے کے وہاں کے ساتھ قتال تک جہاد جاری
اور جو درجہ گناہی ظالم اور کس عادل کا بدل اسے
باجل اور منسوخ نہ کر سکے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی تقدیروں پر
ایمان لانا۔

رواہ ابو داؤد۔

ایمان لانا۔

شرح: سرور عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث من اصل الإيمان: حضرت
انور رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین خصلتیں ایمان کے اصولوں، اس کے
تمام احوال اس کی بنیادی باتوں میں سے ہیں۔ کہ اگر وہ نہ پلا تو ایمان کی عمارت گر جائے اور جڑ سے اکڑ جائے۔ انکف
عن قتال اہل ایمان میں سے پہلے کہ اس شخص سے رک جانا ہے جو کلمہ کرا لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو۔

لا تکفرون بديننا: آقا سے کسی گناہ کی بنا پر کافر نہ کہ۔ لا تکفرون بديننا: کلمہ کا جملہ انکف عن قتال اہل ایمان اور اس کی
تفسیر ہے۔ یعنی اس کلمہ پر مٹنے والے کو کسی گناہ کے سبب جو صادر ہو چاہے کیر و گناہی کیوں نہ ہو کافر نہ جان اور کافر نہ کہ۔
حضور کے اس ارشاد میں غور و فکر ہے۔ جو کلمہ ہی کو مومن معصیت کے ارتکاب سے چاہے صفی ہو یا کافر ہو جاتا ہے۔
اولاً: تخریجہ عن الاسلام یعنی (اور عمل بد کی بنا پر جو درجہ کہ اسے اسلام سے باہر نہ نکال دے اور اس کے مسلمان
سے بھی خارج ہو جائے) کا فیصلہ صادر نہ کر دے۔ اس فرقہ مشرک کے قول کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ بے گناہ و کلمہ کے ارتکاب
سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کفر میں بھی داخل نہیں ہوتا، یہ لوگ قزوایمان کے درمیان ایک واسطہ ہیں، یہ ثابت
کہتے ہیں۔ انہیں کہتے ہیں کہ اگر کلمہ گناہ و کیر و گناہ میں ہوتا ہے کہ کافر اور فاسق کو مومن و کافر کے واسطہ ایک تیسری قسم قرار دیتے

ہیں۔ (۱) الجہاد ماحض مذ لبقنی اللہ (۲) دین کے امور اور دین سے دوسرا اصول یہ ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر مبعوث فرمایا اور جہاد کا حکم دیا ہے اس وقت سے کفار کے ساتھ جہاد و قتال جاری ہو چکا ہے۔ (۳) ان یقاتل آخرہ ذالامۃ الدجال (۴) اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا تا انکس امت کا آخری دستہ آخر زمانہ میں دجال کے ساتھ جہاد و قتال کرے گا۔ پھر دجال کے نکلنے کے بعد یا ہوج یا ہوج نکلیں گے۔ ان کے ساتھ جہاد کی گنتاں کم ہوگی تاہم وہ جہاد کے بغیر ہی فنا اور ختم ہو جائیں گے۔ ان کے فنا و ہلاک ہونے کے بعد روئے زمین پر کوئی کافر موجود نہ رہے گا۔ تو قیامت جہاد کا حکم بھی ختم ہو جائے گا۔ (۵) لا یجہد جود جائد ولا عدل عادل۔ (۶) فرضیت جہاد کو کوئی ظالم یا عادل یا دشا یا باطل نہیں کر سکتا۔ یعنی ترک جہاد جائز نہیں ہے۔ اگرچہ ظالم و فاسق بادشاہ کے زیر سایہ ہی جہاد کرنا پڑے۔ جہاد کرنے میں اس کی موافقت ضروری ہوگی۔ اور اس کے ساتھ جہاد کے بیچنا ہوگا۔ سوال :- ظالم کا ظلم تو اس امر کا حقیقی ثبوت ہے کہ اسکے ساتھ مل کر جہاد کرنا دشا یا باطل اور ناجائز ہو۔ اسی طرح بادشاہ عادل کے عدل سے جہاد کا باطل ہونا تصوری نہیں آ سکتا۔ لہذا اس کی نفی کا کیا فائدہ۔

جواب :- اس نفی سے دراصل دونوں حالتوں کی مساوات بیان کرنا مقصود ہے یعنی جس طرح کسی کا عدل و انصاف اسے باطل نہیں کر سکتا، کسی کا ظلم و ستم بھی اسے باطل نہیں کر سکتا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جبکہ عدل اس و ایمان کا موجب اور کفار سے نہ ڈرنے کا باعث ہے نیز جب کہ حکمت میں عدل و انصاف کا دور درودہ ہو تو انصاف و قیامت کی بھی کوئی ضرورت و حاجت نہیں رہتی۔ ایسے حالات میں تو جہاد کا حکم ملتوی ہو جانا چاہیے اور اس کی ضرورت کا سوال ختم ہو جانا چاہیے۔ تو فرمایا کہ ایسے حالات میں بھی جہاد کی فرضیت اپنی جگہ برقرار ہے کسی عادل کا عدل بھی حکم جہاد کو بے اثر نہیں کر سکتا۔ خوب سمجھو۔

روایات بالاعتقاد ۱۔ (۱) دین کی تیسری اصل و بنیاد تقدیرات الہیہ پر ایمان لانا اور اس امر کا احتساب رکھنا ہے کہ کائنات میں ہر کچھ ہوتا ہے سب خدا تعالیٰ کی قضاء و قدر سے ہوتا ہے۔

۵۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى الْعَبْدُ حَرَمَ مِنْهُ الْإِيمَانِ فَكَانَ غَوْقٌ رَأْسِهِ كَالْفُلْجَةِ قَادَا حَرَمَ مِنْ ذَلِكَ الْعَمَلِ تَجَمَّعَ إِلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ نے کلمہ میں معصوم ہوتا ہے اس وقت اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔ اور اس کے سر پر سانپ کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر جب بندہ اس فعل ترنا سے نکل آتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

الْإِيمَانُ - رواه الترمذی وابن ماجہ

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زنی العبد خرج منه الایمان) جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس وقت ایمان اس کے اندر سے باہر نکل آتا ہے۔
رفکان فوق راسہ کا لفظ (تو وہ اس کے سر پر ساٹیان کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے۔ تَلَّتْ بَطْناً و غمہ ہر وہ چیز جو تیرے سر پر سائے کی طرح قائم اور موجود ہو جیسے بادل یا نیمبر یا چھت وغیرہ۔ واصل یہ ایمان کی صورت مثال ہے۔
اور ہر شے کی اس جہاں میں ایک مثال ہے۔ چنانچہ اجسام میں دودھ علم کی مثال ہے۔ اور بکری دجہ موت کی مانند ہیں۔
اور ساٹیان ایمان کی مثال ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائل میں اس کی تحقیق کی ہے اور اس بارے میں جس قدر احادیث آئی ہیں سب ان رسائل میں جمع کی ہیں۔ وہ سب احادیث ہم نے، شرح دعویٰ میں نقل کی ہیں۔
ایمان کو ساٹیان سے مثال دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ گناہ کی وجہ سے اگرچہ بندہ کمال ایمان اور اس کی نورانیت سے خالی ہو جاتا ہے۔ تاہم اب بھی اس کی پناہ اور اس کی حمایت کے سایہ تلے ہوتا ہے۔ اور بالکل اس طرح اس سے الگ نہیں ہو جاتا کہ پھر واپس ہی نہ آئے۔ یہاں کہ فرمایا فاذا خرج من ذلک العمل ایس جب یہ بندہ اس عمل بد سے باہر نکل آتا اور اس گناہ سے عمل رزنا سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اور اس فعل قبیح کو عمل سے تہیہ کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر عمل بد کی یہی نوعیت ہے۔ زنا ہو یا کوئی اور عمل۔ (روجم علیہ الایمان) تو بندہ کی طرف ایمان لوٹ کر آ جاتا ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۲۔ عَنْ مُبَاذٍ قَالَ أَدْصَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَقْبِي كَلِمَاتٍ.

قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَارِثًا

فَقُلْتُ وَخَيْرُكَ وَكَرْتَعْنَنَ وَالِدَيْكَ

وَارِثًا أَمَرَكَ أَنْ تَعْبُدَ مِنْ أَهْلِكَ

وَمَالِكَ وَلَا تَتَوَكَّلَنَّ مَلَكًا فَكَتَبْتُ

مُتَعَبِّدًا إِيَّانَ مَنْ تَرَكَ مَلَكًا مَكْتُوبَةً

حضرت مہاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی۔ فرمایا اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اگرچہ تجھے نقل کر دیا جائے یا جلا کر پالے۔ اللہ اپنے والدین کی نافرمانی پر گزند کرنا اگرچہ تجھے تیرے اہل اور مال سے نکل جانے کا حکم بھی دیں۔ اور تھان جو مجھ کو فرض ناز ترک نہ کر بلکہ مجھ کو بعض تعدا ناز فرض ترک کر لے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ختم

دوسرے آئمہ کا یہی مذہب ہے۔ صنفی اور مائلی مذہب کے مطابق تارک نماز کو زود کو بکيا جائے گا۔ اسے تعزیر لگائی جائے گی۔ اور قید خانے میں ڈالا جائے گا۔ عطا و کرام نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام تارک نماز کے علاوہ کسی گنہگار کو کفر سے دعا غلط قرار نہیں دیتے تھے۔ (ولا تشوبن خملاً) اور ہرگز شراب نہ پینا۔ (رفا نہ داس مکن فاحشة) کہ بیشک یہ گناہ اور بدکاری کا سرچہ کیونکہ ایمان و طاعت کا دار و مدار عقل پر ہے جب عقل زائل ہو گئی تو ایمان و طاعت سب کچھ جاتا رہا۔ (فوز بانہ من ذالک) (وایا ذلک المعصیۃ) اور اپنے آپ کو گناہ سے دور رکھ اور اس سے پرہیز کر (فان بالمعصیۃ حل سقط اللہ) کہ معصیت و گناہ کے باعث بندے پر اللہ تعالیٰ کا غصہ اور اس کی ناراضگی نازل ہوتی ہے۔ (وایا ذلک والفار من الزحف) اور کفار سے جنگ و جہاد کے وقت بھاگنے سے بچ۔ (وان هذک الناس) اگرچہ لوگ ہلاک ہو جائیں یہ بھی مباح ہے اور ناکید کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ اور قاعدہ وہی ہے جس کا گزشتہ ذکر ہوا کہ ایک مسلمان کو بد کفار کے مقابلے سے بھاگنے کی اجازت نہیں۔ (واذا اصاب الناس موت وافت فیہم) اور جب کسی وبا اور طاعون وغیرہ کے باعث لوگ مر رہے ہوں۔ اور تو ان میں موجود ہو تو (واذا ثبت) تو اپنی جگہ پر موجود رہو وہاں سے موت کے ڈر سے کسی اور طرف نہ جا۔ حکم شرعی یہی ہے کہ جب کسی شہر میں وبا کی مرض پھیل ہوئی ہو تو ایسے وقت میں وہاں سے کسی اور جگہ نہ جانا چاہیے۔ مگر ایسے وقت کسی اور شہر سے اس شہر میں بھی منتقل نہ ہونا چاہیے۔ اور طاعون سے بھاگنا معصیت اور گناہ ہے۔ اور بالکل ایسا ہی جرم ہے جیسے کفار کے مقابلے سے بھاگنا جرم ہے۔ اور اگر اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اگر ایمان سے نہ بھاگا تو ضرور مراؤں گا۔ اور اگر اس شہر سے بھاگ جاؤں تو ضرور نک جاؤں گا اور سلامت رہوں گا تو ایسا عقیدہ رکھنے سے کافر ہو جائیگا۔ خود بانہ من ذالک۔ (وانفق علی صیلت من حولک) اور اپنے اہل و عیال پر اپنی گھٹائش کے مطابق ضروری نان و نفقہ سے بڑھ کر خرچ کیا کر۔ (ولا ترفع عنہم فصالک ادباً) اور اپنی لاشیٰ رکھ دوسرے بلکہ تعلیم و تربیت کے لیے انہیں مار کر۔ (واخفہم فی اللہ) اور انہیں حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ڈنڈا کر۔

۵۵۔ وَكَفَىٰ حَذِیْقَةً قَالَ اِنَّمَا التَّيْقَاتُ

كَانَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ۔ كَمَا اَلَيَّمْتُ قَالِمًا هُوَ الْكَفَرُ

اَيُّ اِلِيْمَانٍ۔ رواہ البخاری۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے

میں کہ نفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں تھا۔ مگر اب

ہمارے نماز میں محض کفر یا ایمان ہے۔

شرح: (وہ حدیث یقیناً) رضی اللہ عنہ۔ یعنی حذیفہ بن الیمان عظیم اور اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی رازدان میں۔ آپ منافقین کے حالات سے بہت زیادہ واقف تھے۔ لہذا انہی منافقوں کا علی عہد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ فرماتے ہیں نفاق موتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔
 روا ما ابیوم، اگر آج ہمارے زمانہ میں رونا ہوا، کھنڈا والا میاں، موتِ کفر یا ایمان ہے۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ تین قسموں میں تقسیم تھے۔ مؤمن۔ کافر۔ منافق۔ آپ کے زمانہ اقدس میں شریعت کا مکمل حکم یہ تھا کہ منافقین کو مسلمانوں کے حکم کے تحت رکھا جاتا تھا۔ اور ان کے حال پر پردہ پوشی کی جاتی تھی۔ اور مکتوں اور مصلحتوں کے تحت جو اس وقت ملحوظ تھیں، ان کے حالات کو نہیں بھیڑا جاتا تھا۔ مگر اب یہ حکم باقی نہیں رہا۔ اگر فرضاً ظاہر ہو جانے کہ فلاں کے سینہ میں نفاق ہے۔ اور اس نے اپنے دل میں کفر پھیلایا ہوا ہے۔ تو اسے بھی ہم قتل کر دیں گے اور اس پر کفر کے احکام جاری کر دیں گے۔

وسوسہ کا بیان

وسوسہ ہم آواز، عورتوں کے نزدیک زینب و خدیجہ کی آواز اور جبرے خیال کو کہتے ہیں مگر یہاں انکارِ فاسدہ اور ردی خیالات مراد ہیں۔ جو گناہ اور مصیبت کا سبب بنتے ہیں۔ اور جو خیالات ایمان کا سبب بنیں انہیں الہام کہا جاتا ہے اور لفظِ وسواس نفع واد کو کرا بھی یہی معنی ہے۔ وسواس یعنی شیطان بھی آتا ہے۔ یہ کہ یہ من شہد الوسواس میں وسواس کا معنی بعض مفسرین نے شیطان کیا ہے۔

الفصل الاول

پہلی فصل

۵۴۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا دَسَّوْهُتَ بِهِ قُلُوبُهُمْ وَتَفَعَّلَ مَا لَوْ تَفَعَّلَ أَوْ تَتَكَلَّفَ. متفق عليه۔
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے حد گزر کر ملے ہیں وہ دوسرے جو اس کے سینوں میں آتے ہیں جس تک امت اس پر عمل کرے یا دوسرے کہ بات نہ بھی کرے۔

شرح :- (عن ابی ہریرۃ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ لہذا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز عن امتی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمادیا ہے میری امت کے (ما دسوسوت بہ قلوبہم) دوسرے جو اس کے سینوں میں آتے ہیں۔ (ما لو تفعیل) جس تک کہ ان پر عمل پیرا نہ ہو۔ (او تکتلف) یا جس تک کہ انہیں زبان پر نہ لانے۔

یعنی وہ عمل جو نہ کرنا چاہیے، نفس و شیطان اس کی دوسرا اندازتی کہتے ہیں۔ اور دل میں اس کے کرنے کا خیال ڈالتے ہیں یا وہ بات جو زبان پر نہ لانی چاہیے اسے زبان پر لائے کی ترغیب دیتے ہیں تاہم جب تک بندہ دوسرے کے مطابق عمل بد نہیں کرتا یا بری بات زبان پر نہیں لاتا کرنا کا تبین اسے نہیں سکھتے اور ان پر اللہ کے ہاں مواخذہ نہ ہوگا۔ یہ رعایت و درگزر اس امت مرحومہ محمدیہ علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ گزشتہ امتوں کی بعض بڑے خیال پر بھی گرفت ہوتی اور انہیں سزا ملتی تھی۔

اس حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ معصیت و گناہ کا پختہ ارادہ و عزم کر لینے پر بھی بندے کی گرفت نہ ہوگی۔ بعض علماء کا یہی مسلک و مذہب ہے۔ لیکن درست اور صحیح مذہب یہ ہے کہ معصیت و گناہ کے پختہ عزم و ارادہ پر بھی بندے کی گرفت ہوگی۔

تفصیل مقام یہ ہے کہ بندے کے اختیار کے بغیر یکایک جو بڑا خیال اس کے نفس میں آتا ہے۔ اسے ہاجس کہتے ہیں۔ یہ تمام امتوں کے لیے معاف تھا کہ ایسا خیال بندے کے اختیار سے باہر ہے۔ اور جو بڑا خیال دل میں آئے اور جاگزین ہو جائے اور سینے میں گھونسا شروع کرے، اُسے خاطر کہتے ہیں۔ یہ بھی اس امت کے لیے معاف ہے۔ قابل گرفت نہیں۔ خدا تعالیٰ کا یہ فضل اور اس کی بہرہ رمت اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ جس طرح سمور انسان اس امت سے اٹھایا گیا ہے۔ یعنی اس پر گرفت و مواخذہ نہیں ہے۔ اور اگر اس خیال بد کے سینہ میں گھونٹنے اور گشت کرنے کے بعد دل میں اس کی محبت و مہارت پیدا ہو۔ اور اس کے حصول کی خواہش اور اس تک پہنچنے کا ارادہ پیدا ہو جائے تو ایسے خیال کو ختم کہتے ہیں۔ یہ بھی اس امت کے لیے معاف کر دیا گیا جلد جب تک بندہ اس پر عمل پیرا نہ ہو، عمل نامہ میں نہیں لکھا جاتا۔ بلکہ اگر اس کا قصد ارادہ کر لیا پھر اپنے نفس کو اس سے روک لیا تو اس پر اس کے لیے، نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہی ایک اور قسم بھی ہے جسے عزم کہتے ہیں اور یہ معصیت پر نفس کی قرار و ارادہ اس معصیت کے ارتکاب کے جوہر اور پختہ ارادہ کا نام ہے۔ یہاں تک کہ اب بندے کی طرف سے اس کے گزرنے میں کوئی پہچان نہ ہو اور کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے ماسوائے اس کے کہ اس کے خارجی اسباب میا نہ ہو سکے۔ اگر خارجی اسباب میا ہو جاتے تو بندہ ضرور اسے گزرتا اس قسم کے عزم و ارادہ پر مواخذہ ہوگا۔ کہ یہ قلب کے اعمال میں سے ہے۔ جس طرح عقائد و اخلاق ذیہ پر بندے کا مواخذہ ہوگا اور قلب کے اعمال پر بھی بندے کی گرفت ہوتی ہے۔ جس طرح ظاہری اعفائے اعمال بد پر گرفت و مواخذہ ہوتا ہے۔ تاہم یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ عزم و ارادہ عین معصیت نہیں ہے۔ جن کا بندے نے عزم کر رکھا ہے۔ مثلاً زنا کا عزم بلاشبہ معصیت و گناہ ہے۔ اور قابل گرفت

ہے۔ مگر یہ عزم و ارادہ عین زمانہ میں اور اس پر مواخذہ عین زمانہ کے موافق کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ یہ عزم فی نفسہ معصیت و گناہ ہے مگر زمانہ کے مدد جبر کا گناہ ہے۔

۵۷۔ وَعَنْهُ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَّأُوهُ إِيَّانَا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاطَاهُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَنَكَّرَ بِهِ. قَالَ أَوْ قَدْ وَجَدْتُمْ مَوَهُ قَالُوا نَعَمْ. قَالَ ذَاكَ هَوِيَّتُمْ إِلَيْهِ بَيَانِ

اسی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سوال کیا کہ ہم لوگ اپنے دلوں میں ایسے بُرے برے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی شخص انہیں زبان پر لائے گا تو عظیم قصور کرتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ واقعی تم لوگ ان خیالات کو اتنا بُرا تصور کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو یہ خاص ایمان کی نشانی ہے۔

(ادراہ صلی)

شرح: ۵۷۔ وعنه قال اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ جاؤ ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت اسی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سوال کیا اور انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے دلوں میں ایسے ایسے برے برے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہر آدمی انہیں زبان پر لانا نہایت سخت ہے۔ ہر گراں بہت مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ (قال) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اؤ قد وجدتموہ (کیا واقعی دلوں میں آئے ورنے ان مجھ سے خیالات کو تم لوگ زبان پر لانا بڑا مکروہ گراں خیال کرتے ہو۔ قالوا نعم انہوں نے عرض کیا ہاں۔ (وقال ذلک صدوہم ایمان) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انہیں گراں اور ناپسندیدہ مانتا تمہارے خاص الایمان نہ ہونے کی دلیل و نشانی ہے کیونکہ تم گراں و ناپسندیدہ کی ان خیالات کے باطل و تبیح ہونے کے اعتقاد اور خدا تعالیٰ کے صحت ناس کی خشیت اور اس کے حکم کی دلوں میں عظمت کی بنا پر ہے۔ اور یہ سب کچھ ایمان کے آثار و نتائج ہیں کہ معصیت و گناہ کو اس حد تک قبیح اور بُرا جاننا کہ اسے زبان پر لائے کر تیار نہ ہو نہ یہ کے صدق ایمان کا اثر ہے۔

۵۸۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا الشَّيْطَانُ احْكُمْ

اور اسی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا

قَبِيضٌ مِّنْ خَلْقٍ كَذًا مِّنْ خَلْقٍ لَّكَافٍ
يَقُولُ مِّنْ خَلْقٍ رَبِّكَ فَاِذَا بَلَغَهُ
فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَكَيْفَ تَعْلَمُ

(متفق علیہ)

ہے اور کتا ہے نکال چیز کس نے پیدا کی ہے نکال چیز کس نے
پیدا کی ہے۔ دینہ جواب میں کتا ہے خدا نے پیدا کی ہے یہاں تک
کو شیطان یہ سوال کرتا ہے تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو
جواب میں اس سوال پر پہنچے تو تیرے کو چاہیے کہ خدا کے
پاس پناہ لے۔ اور اس دوسرے کو دل سے نکال دے۔ اور اس
سے رک جائے۔

شرح :- (و عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی الشیطان احدکم) اور اسی حضرت
البرہہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے پاس شیطان
آتا ہے۔ یہ شیطان خود ابلیس برہنہ ہے۔ یا اس کے لشکر اور گروہ کے شیاطین میں سے ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے اگر
جہات و انسانوں میں سے ہر قسم کے شیاطین شامل ہو جائیں تو یہی درست ہے جیسا کہ آنے والی حدیث میں مذکور ہے۔
مگر فی الحقیقت دوسرا اور گراں میں ڈالنا ابلیس کے سپرد ہے۔ اور اس دوسرا تازی اور گراں کا ذمہ دار اور مرجع
ابلیس کو ہی بنایا گیا ہے۔ (یعقول) تو شیطان یوں کتا اور اس طرح دوسرا ڈالتا ہے کہ من خلق کذا من
خلق کذا۔ (کہ یہ چیز کس نے پیدا کی ہے اور یہ چیز کس نے پیدا کی ہے) انسان خدائی طور پر شیطان کے جواب میں
آکتا ہے۔ میرے پسند و گمان نے پیدا کی ہے (حق یعنی بیان تک کہ شیطان یہ کتا ہے۔) من خلق ذلک (تیرے
پسند و گمان کو کس نے پیدا کیا ہے۔) (مذا) بلغما جب شیطان اس بات پر پہنچے (ولیسستد بالذہ) تو چاہیے کہ تم میں سے
وہ بندہ شیطان کے شر سے خدا تعالیٰ کے پاس پناہ لے۔ (ولیسستد بالذہ) اور چاہیے کہ اس دوسرے سے باز آجائے اور
شیطان کے ساتھ اس گنگو کو ترک کر دے۔ ابلیس سے بحث و جھگڑا اور اس سے ہمنشین سے بچنے کے لیے اپنی
حالت بدل لیتا بھی اگر رکھتا ہے۔ جس طرح کہ ملاو نے غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے حالت کی تبدیلی کو موثر قرار دیا
ہے۔ کیونکہ شیطان کے ساتھ مناظرہ اور جھگڑا دوسروں کا ذمہ وارہ کھٹے انداز کے شر کے مزید ابھرنے اور
پھیلنے کا موجب و فائدہ نہیں سکتا ہے۔ اس لیے کہ ممکن ہے وہ عین اپنے شبہات اور مظالموں میں غالب آجائے۔
اور انسان ان کی تردید سے بے بس ہو جائے۔ لہذا اس عین کے شر سے نجات پانے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ
کار نہیں کہ بندہ حق بل و ملا کی عزت والی جناب میں پناہ لے۔ اور اس طرح اس کے شر سے دور اندام المض
سے اسم النادی کی جانب بھاگے۔

تائین سے یہ امر بلا مشیدہ نہ رہے کہ یہ کلام اس وقت کفر بنتا ہے۔ جب کثرت و حقیقت اور اعتقاد کے طور پر بندے سے صادر ہو، اور اگر اس کا صدور ایک دوسرے کے ساتھ بطور بحث و مناظرہ ہو یا نفس و شیطاں کے ساتھ بطور وسوسہ دل میں آئے تو کفر نہیں ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ بات تغبیہ منفصلہ کے طور پر کی جائے۔ اور یوں کہا جائے کہ اگر نبی سے یہ قول بطور اعتقاد صادر ہو تو آمنت بالشد و سوسہ کلمہ تجدید ایمان کے لیے ہو گا۔ اور اگر کلمہ بطور وسوسہ اور خطرہ دل میں گزرے تو کلمہ آمنت بالشد و سوسہ سب از قلمبان قلب بدر کرنے کے ہو گا۔ آخری شق نسبت ظاہر و واضح ہے۔ خوب سمجھئے۔

۶۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وَفَّى بِهِ قَرِينَهُ مِنَ الْيَمِينِ وَقَدَرِيئَهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوا وَرَأَيْتَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَرَأَيْتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَمَانَتِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمَنُ بِي إِلَّا بِحَبِيرٍ رواه مسلم

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک بھی نہیں گمراہ کہ اس کا ایک ساتھی نبیائین سے ہو اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مسلط کیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا اور آپ کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا میرا حال بھی ایسا ہی ہے لیکن اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے۔ تو وہ مجھے نیک کا حکم ہی دیتا ہے۔

شرح :- (و عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما منكم من أحد الا وقد وكل بقرينه من الجن) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم میں سے کوئی ایک بھی گمراہ مسلط کیا گیا ہے اس پر بنائے ہوئے ایک ساتھی (و قدریئہ من الملائکۃ) اور فرشتوں میں سے ایک ساتھی یعنی برادری کے دو ساتھی ہیں ایک جن جبرائیل سے برے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں بُرے بُرے دوسرے ڈالتے ہیں۔ دوسرا فرشتہ جو نیک کام کا حکم دیتا اور اچھے کاموں کا اہتمام کرتا ہے۔ بعض روایات میں اس طرح وارد ہے کہ جو آدم زاد بھی پیدا ہوتا ہے اس کے ساتھ اس کی مانند ایک جن بھی پیدا ہوتا ہے جسے ہمزاؤں کہتے ہیں۔ (قالوا وایاک) صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (یا رسول اللہ آپ کا اپنے متعلق بھی یہی ارادہ ہے اور اپنے آپ کو بھی آپ اسی علوم میں داخل سمجھتے ہیں۔ اور آپ کا بھی کوئی جن ساتھی ہے۔) قال وایای آپ نے فرمایا میں اپنے آپ کو بھی اس حکم میں داخل جانتا ہوں۔ اور جنات میں سے میرا بھی ایک ساتھی ہے۔ (وکنن اللہ اعاننی علیہ) لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور مجھے اس پر غالب کر دیا ہے۔ (فاسلم) محمد شین نے یہ لفظ

طریقوں سے روایت کی ہے۔ ایک میم کے رفع کے ساتھ بعینہ معارض معلوم یعنی جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے تو میں اپنے اس ساتھی کے شر اس کے دوسروں کی آفت سے بچا رہتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔
میرا طبع اور میرے تابع ہو چکا ہے۔ دوسرے فتح میم کے ساتھ یہ لفظ معنی یعنی میرا یہ ساتھی بھی اسلام لا چکا ہے۔
اس لفظ کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام معنی اطاعت و فرمانبرداری ہو۔ یہ معنی وجہ اول کی طرف راجع ہے اور بعض روایات میں ملاحظہ فرمائیں کہ لفظ بھی آیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اسلام کا معنی یہ ہو کہ میرا جس ساتھی مسلمان ہو گیا اور ایمان قبول کر چکا ہے۔ اور یہ کوئی بعید نہیں کہ موسیٰ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخصیت و زندگی سے متنازع اور مخصوص فرما دیا ہو۔ صاحب نہایت نے فرمایا ہے کہ حدیث رکات شیطان آدم کا فرادہ شیطان مسلمان (آدم کے شیطان کا فرخشا اور میرا شیطان مسلمان ہے) اسی معنی کی شاہد ہے۔ (خلا یا معرق الانجیل) تو وہ مجھے ہر مال میں نیک اور اچھی چیز کا بھی حکم دیتا ہے۔

۶۱۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ

يُخَوِّدُ مِنَ الْإِنْسَانِ يَخْدُو الدَّمَ۔

(متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شیطان بتائیں اس طرح چلتا ہے پیچھے خون اس کی نگاہ میں دوڑتا ہے۔

شرح: (روایۃ انس) رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان یخدی من الانسان مخدوہ (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شیطان انسان میں اس طرح چلتا ہے۔ جیسے انسان بدن میں خون چلتا ہے۔ اس ارشاد سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ شیطان دوسرے انسان میں چلتا اور گھومتے ہیں۔ نیز اس سے شیطان کے انسان کو مدد و رہبر گواہ اور ہدایت کرنے کے تصرف و تسلط کا بیان مقصود ہے۔ اور اگر مدد دہکے اتفاق ظاہری معنی پر عمل کیے جائیں کہ شیطان بذات خود آدمی کے اندر گھس جاتا ہے۔ تو یہ بھی بعید نہیں کہ شیطان اجسام لطیف میں ہے اس لیے اجسام کثیفہ میں اس کا گھس جانا اور ان میں چلنا ممکن ہے۔ جس طرح آگ اور ہوا اور خون کے دوڑنے کے ساتھ تشبیہ دینے کا ظاہر معنی بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم۔

۶۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ بَشَرٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرزندِ آدم میں سے کوئی شخص پیدا

آدم مَوْلُودٌ إِلَّا يَمْلُكُ الشَّيْطَانُ حِينَ
يُولَدُ فَيَسْتَهْلِكُ صُلْبَهُمَا قَسْرَ
الشَّيْطَانِ عَنِ مَرْيَمَ وَآبْنَهَا

(متفق علیہ)

نہیں پیدا مگر اس کی پیدائش کے وقت شیطان اپنے ہاتھ
سے چھو رہا ہے۔ تو وہ چھو بیچ مار کر رہتا ہے شیطان کے
ہاتھ سے چھوئے کی وجہ سے۔ سوائے حضرت مریم اور اس
کے بیٹے حضرت عیسیٰ کے۔

شرح :- رو عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من بنی آدم مولود حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے اولاد آدم کے کوئی پیدا ہونے
والا بچہ۔ (الا یسمی الشیطان حین یولد) مگر اس کی پیدائش کے وقت شیطان اپنے ہاتھ سے اُسے چھو رہا
اور ہلاتا ہے۔ جس سے بچے کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اور درودِ اذیت محسوس کرتا ہے۔ (فیسئلہ صامخاً) تو
وہ چیختا اور آواز نکالتا اور روتا ہے۔ (فمن مس الشیطان) شیطان کے چھوئے کی وجہ سے۔ یعنی پیدائش
کے وقت بچے کا رونا اس وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اس سے اس عین کی غرض و غایت اس بچے کو فطرتِ اسلام سے
برگشتہ کرنا اس کی دینی استعداد کو برباد کرنا اور اس میں گمراہی و فساد کا اثر ڈالنا ہی ہوتا ہے۔ (عند مریم و ابنہا)
ماسوائے حضرت مریم اور اس کے بیٹے حضرت عیسیٰ کے کہ یہ دونوں بستیاں مس شیطان اور اس کے بے
اثر سے منزہ اور پاک ہیں۔ کیونکہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ماں نے اپنی بیٹی اور اس کے بیٹے کے لیے اس امر
کی دعا کی تھی کہ یہ دونوں شیطان کے شر سے محفوظ رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ (وعلیہ
الفاظ یہ ہیں :-)

اٰی عیٰن ہابک و ذریعتہما من الشیطان
الرجیحہ۔
بیشک میں مریم اور اس کی اولاد کو شیطان مرزود سے تیری
پناہ میں دیتی ہوں۔

حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ ماجدہ کا شیطان کے اس مس سے بچنے میں مخصوص ہونا حضرت سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم سے افضل ہونے کی دلیل میں ہو سکتا۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر زیادہ فضائل و معجزات
اور مناقب و مراتب حاصل ہیں کہ دوسرے کسی بھی پیغمبر کو حاصل نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ معقول (کم و درجہ دے)۔
کو کوئی ایسی صفت و کمال حاصل ہو جو ناقص (مطلق و درجہ دے) کو حاصل نہ ہو۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ فضل کل فضل جزئی کے
بتائی نہیں ہے۔ ان سطور کا محرر چند ضعیف کہتا ہے کہ اس بارے میں صحیح اور درست بات یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نبی آدم کے اس عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ اور اس حدیث میں حضور علیہ السلام اپنے علاوہ دوسرے فرزندانِ آدم

کی خبر دے رہے ہیں۔ اور طاعت میں آپ کا مقام اس سے نہایت ارفع و اعلیٰ ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت شیطان آپ پر کسی قسم کا تعارف کر سکے۔

بعض شاربین نے فرمایا ہے کہ منظم جب اس قسم کا کلام کرتا ہے تو عرف و محاورات میں خود اس کی اپنی ذات اس سے خارج ہوتی ہے۔ اور ذوق و حال اس کا قرینہ و منسلک ہے۔ یہ کچھ نادر ضعیف نے کہا ہے یہ کلام اس کی تائید کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔ بیعت

داہن الجلال ان نازک نہال باغ دین بترآمدن کبروے دست نامحرم رسد
ترجمہ۔ باغ دین کے اس نازک بدوے کا داہن عزت و شان اس سے بلند و برتر ہے کہ نامحرم کا ہاتھ اسے مس کرے۔

۶۳۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْكُمْ وَسَلَّمَ صِيَامُ الْمَوْلُودِ يَوْمَ تَقَعُ زُرْقَتُهُ
فَرَضَ الشَّيْطَانُ (متفق علیہ)
اسی حدیث روایہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کا شکم ہارے ماہر آتے وقت مولود شیطان کے اذیت پہنچانے
کی وجہ سے ہوتا ہے۔

شرح :- (وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم) اسی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (صيام المولود حين يقع زرقته من الشيطان) پیدائش کے وقت بچے کا رونا اور آواز نکالنا شیطان کا ٹھکر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ زرقۃ بیچ لون۔ و سکون زاد و بین جمعہ یعنی نیزے سے ٹھکر کر لگانا۔ مگر کسی سے مارنا اور شاد پھیلانے اور گراہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۶۴۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَابِلِيْسَ يَغْتَمُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ يَفْتِنُونَ النَّاسَ فَأَذْنَاهُمْ مِنْهُ مَنَزَلَةً أَعْطَاهُمْ مِنْهُ بَيْعِي أَحَدُهُمْ يَقُولُ نَعَلْتُ كَذَا لَكَ أَفَيَقُولُ مَا صَنَعْتُ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَبْعِي أَحَدَهُمْ يَقُولُ مَا تَوَكَّلْتُ عَلَى فَرَقْتُ بَيْنَهُ وَيَوْمَ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے۔ پھر اپنے دستے بھیجتا ہے۔ پھر دروں میں فتنہ اندوزی کرتے ہیں تو ان میں ایسے کے زیادہ قریب مرتبہ میں ہوتا ہے جو سب سے بڑھ کر تمہارا پیلا کرے۔ ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے میں نے یہ کیا کیا۔ ایسے میں کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ حضور نے فرمایا پھر ایک آتا ہے اور کہتا ہے میں نے فلاں کو نہیں چھڑا مگر اس میں اس کی جبری میں جلال اور بے اتفاقی

إِمْرَأَتِهِ قَالَ نَيْبُ نَيْبٍ وَنَهْ
وَيَقُولُ نَعْمَ أَنْتَ قَالَ الْأَعْمَشُ
أَرَأَهُ كَانَ يَمْلِكُ تَرْمُزَهُ
(رواہ مسلم)

قال کر رہا ہوں حضور نے فرمایا تو ابلیس اسے اپنے قریب کرتا ہے۔ اور کہتا ہے ہاں تو نے ٹھیک کیا ہے۔ اعمش کہتے ہیں میرا لگتا ہے کہ حضرت جابر نے کہا پھر ابلیس یہاں کے طور پر اسے اپنے ساتھ چمٹا لیتا ہے۔

شرح :- (وعن جابر) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابلیس یضع عمرہ علی الماء) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک ابلیس تکبر و غرور اور شرک و غلبہ کے اظہار کے لیے اپنا تخت پانی پر بچھا تا ہے۔ تخت بچھانے سے مراد اگرچہ ہر کردہ اپنا تخت پانی پر رکھ دیتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کا اس کے تخت کو پانی پر قائم رکھنا اور ڈوبنے نہ دینا اس کے لیے مکر و استدراج کے طور پر ہو گا۔ اور اگر پانی پر تخت رکھنے سے پانی کے کنارے پر کھنسا مراد ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں (تو بیعت سوا یاہ یفتنون الناس) پھر ابلیس اپنے دستے اور نوہیں لوگوں میں تقنہ انہازی کے لیے مختلف طاقتوں اور شعوئل کی طرف راہ دکھاتا ہے۔ ستر یا کسریہ بفتح بین معلوم و دوسرواد و تشدید یا مکی جی ہے۔ بمعنی لشکر اور فوج کا ایک دستہ جو دشمن کے غلات اٹھانے کے لیے بھیجا جلتے۔ اور یہ پانچ افراد سے لے کر چار سو یا پانچ سو تک کی نفرین کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تقنہ۔ بمعنی امتحان و آزمائش۔ اصل لغت میں اس کا معنی ہے مونا چاندی کو سیل کیل سے صاف کرنے کے لیے چمکانا سال راہ لاد و تکلیف و راحت اور گناہ و عذاب وغیرہ کو اس لیے تقنہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں کہ یہ سب امتحان و آزمائش کی چیزیں ہیں۔ (فنادنا هو منہ منزلة اعظم هو فتنة) تو ان میں ابلیس کے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے۔ جو تقنہ برپا کرنے میں سب سے بڑھ کر ہو۔ یعنی ان دستوں میں سے ابلیس کے نزدیک زیادہ قند و منزلت اور شان و مرتبہ اس کا ہوتا ہے جو لوگوں کو تقنہ میں ڈالنے اور گمراہ کرنے میں سب سے پیش پیش ہو۔ مختصر یہ کہ جو سب سے بڑھ کر تقنہ انگیز ہو ابلیس کے ہاں سب سے مقرب و معتبر شمار ہوتا ہے۔ (رجعی احد هو فیقول ان شعیاً طین میں سے ایک ابلیس کے پاس آتا اور کہتا ہے۔ (فعلت کذا و کذا) میں نے یہ کام کیا ہے یہ کام کیا ہے۔ یہ تقنہ برپا کیا ہے (فیقول ما صنعت شیعاً)۔ تو ابلیس اس کی کتابچہ کوئی کام نہیں کیا اور تجرکہ کہ کار کوگی نہیں ہے۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یا حضرت جابر نے حضور سے روایت کرتے ہوئے فرمایا (تو رجعی احد هو) پھر اس کے فوجیوں میں سے ایک اور آتا ہے۔ اور کہتا ہے (ما ترکہ حق خروقت بینہ و بین امواتہ) میں نے ظن کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جلائی اور نفرت نہیں نکالی (قال فیدنیہ منہ) حضور فرماتے ہیں

دعویٰ شرح و تفصیل سے اور جو کچھ اس میں اختلاف ہے، اپنی شرح عربی میں ہم نے نقل کر دیا ہے۔ سرزمین عرب کو جزیرہ
اس لیے کہتے ہیں کہ اسے چاروں طرف سے طبع فارس، بحر روم اور ہند و جملہ وفراستے گئے گھر رکھا ہے۔ ردکن فی البحر
بینہم۔ لیکن شیطان باشتد گائی جزیرہ عرب میں آپس میں جنگ و عداوت برپا رکھنا کا سلسلہ جاری رکھے گا۔ اور اس
سے ناامید ہو گا۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں جو لڑائیاں اور واقعات رونما ہوتے رہے وہ
اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ شیطان کی عبادت اور نماز ادا کرنے والوں سے کیا مراد ہے تو علامہ نور ہشتی رحمۃ اللہ علیہ
نے کہا ہے کہ شیطان کی عبادت سے کفر و ارتداد اور معصیت سے اہل ایمان و راہبیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اتنی بات کہنے
کے بعد علامہ نور ہشتی نے سوال اٹھایا ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد کچھ اہل ایمان مرتد ہو گئے
اور انہوں نے میلہ کذاب کی پیروی اختیار کی۔ اور کفر و عناد کے راستے پر چلے۔ حالانکہ اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ابلیس
اس سے باز ہو چکا ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ دیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اہل عرب کفر و
ارتداد اختیار نہیں کریں گے۔ بلکہ اس بات کی خبر دی کہ شیطان مسلمانوں کی شوکت و عزت اور ان کے اجتماع و کثرت
کو دیکھ کر ناامید ہو جائے گا۔ مگر اس کی ناامیدی اور باؤس کے باوجود مسلمانوں میں کفر و ارتداد کا فتنہ پھیل گیا۔ لہذا
اس حدیث اور اس واقعہ کے درمیان کوئی منافقت اور ٹکراؤ نہیں ہے۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود
اس امر کی خبر دینا ہے کہ اسلام کی شوکت اور اس کا دبدبہ اس حد تک بڑھ جائے گا کہ شیطان ان میں ارتداد واقع
ہونے سے باز رہے گا۔ آپ کی اس خبر کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں میں ارتداد قطعاً واقع نہ ہو گا لیکن علامہ موصوفی
کی یہ تقریر فہمیدہ غالی نہیں۔ یعنی ان کا یہ جواب کوئی اتنا تسلی بخش نہیں ہے کہ شیطان کے ناامید ہونے سے ظاہر و
واضح بات یہی ہے کہ کفر و ارتداد واقع نہ ہو گا۔ اور اسی حقیقت کی طرف حضور نے اشارہ فرمایا۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے معصیت سے اہل ایمان اور عبادت شیطان سے تحول کی عبادت مراد
ہے۔ میلہ کذاب کے پیروکاروں اور مانعین و رکوز نے اگر جہاد و کاراستہ اختیار کیا تاہم وہ بھی بت پرستی میں مبتلا
نہ ہونے اتنی۔

مکن ہے کہ حدیث کا معنی اس امر کی خبر دینا ہو کہ یہ دین اب تبدیل نہ ہو گا۔ اور اسلام کی بنیادیں کلیتہاً اور
ہیش کے لیے ختم نہ ہوں گی۔ اور لوگ پھر سے دور جاہلیت کی طرح مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے کفر و ارتداد کے فتنہ میں
مبتلا نہ ہوں گے۔ یہ آخری تو ہمیدہ اس کے خلاف نہیں کہ چند لوگ مرتد ہو جائیں بلکہ جنوں کی پرستش میں مبتلا ہو جائیں۔

واللہ اعلم۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۶۶۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنِّي
 أَحَدُ ثَلَاثٍ نَفْسِي بِالشَّكْرِ لَوْ أَنَا كُنْتُ حُمَةً
 أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي سَادَ أَمْرُهُ رَأْسُ
 الْوَسْوَسةِ۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا
 میرے دل میں ایسی ایسی باتیں آتی ہیں کہ انہیں زبان پر لانے
 کی نسبت جل کر میرا کوئلہ ہو جانا مجھے زیادہ پسند ہے یہ کہ
 میں کہیں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی حمد و ثنا جس
 نے اس شخص کے مصلحت کو دوسرے کی طرف لوٹا دیا۔

شرح:۔ (عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جازہ جبل فقال) حضرت ابن
 عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا سدا فی احد ثلث نفسی
 بالشئ (بیشک میں اپنے نفس سے بطور دوسرا ایسی باتیں کہتا ہوں کہ اگر ان کوئی حمتہ (احبت اوف)
 بیشک میرا دل کر کوئلہ بن جاتا مجھے اس سے اچھا لگتا ہے کہ میں ان سے متکلم ہوں) میں ان باتوں کو زبان پر لاؤں۔
 حمتہ یعنی حاد و فتح و دم۔ یعنی کوئلہ جو محرم یعنی اگر میں جل کر خاک و سیاہ کو خاک و سیاہ و ناپود ہو جاؤں تو وہ مجھے بہتر
 محسوس ہوتا ہے اس کی نسبت جو میرے ضمیر میں دوسرے آتے ہیں انہیں زبان پر لاؤں سر قال (حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا الحمد لله الذي ساد امره الخ الوسوسة حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اس شخص یا
 شیطان کے کام کو اس نے اس شخص کے نفس میں ڈالا، اسے دوسرے کی طرف لوٹا دیا اور دوسرے کی حمد میں
 ہی اسے روک لیا اور اسے یہ بہت نہ دی کہ وہ اس کے مطابق عمل پیرا ہو یا اسے زبان پر لانے کہ وہ قابل

۶۷۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَمَثَلِ
 بَابِ آدَمَ وَفِيهِ ثَلَاثُ نَفْسٍ فَأَمَّا ثَلَاثُ
 الشَّيْطَانِ كَمَا يُعَادُ بِالشَّكْرِ وَكَذَلِكَ يَأْتِي
 وَأَمَّا ثَلَاثُ الْمَلَكِ فَمَا يُعَادُ بِالشَّكْرِ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ابلیس آدم کے پاس شیطان بھی
 آتا ہے اور فرشتے بھی شیطان کا اس کے پاس آتا اور اس صورت
 میں ہوتا ہے کہ اسے شر اور خرابی کے ساتھ ڈالتا ہے۔ اور
 حق کی تائید میں جتنا کہتا ہے۔ اور فرشتے کا آنا اس شکل میں ہوتا

وَتَصْدِيقُ بِالْحَقِّ كَمَنْ رَجَعَا ذَلِكَ
فَلْيَعْلَمُوا أَنَّهُ مِنَ اللَّهِ فَلْيَعْبُدِ اللَّهَ
وَمَنْ قَدَّحَ الْإِخْوَى فَلْيَتَّعِزَّ بِاللَّهِ
مِنَ الشَّيْطَانِ ثُمَّ قَدَّحَ الشَّيْطَانُ
يَعِدُّ كَوْنًا فَقَرَّ وَيَا مَرْكُوبًا فَالْفَتْحَاءُ
رواه الترمذی وقال هذا واحد یثبته یثب

ہے کہ وہ اسے خبر دے گی کہ نوید و خبر گیری دیتا اور حق کی تصدیق
پر آمادہ کرتا ہے۔ تو جو شخص اپنے اندر وعدہ خبر دے تو جان
لے کہ اسے الشیطان طرف سے ہے۔ اور اس پر خدا کی حمد و اس
کا شکر بجالائے۔ اور جو شخص شیطان کی آمد محسوس کرے تو
چاہیے کہ اللہ کے پاس شیطان سے پناہ لے پھر حضور علیہ
السلام نے یہ آیت پڑھی۔ الشیطان بعد کو الفقہ الخ۔

شرح :- (روعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان لیتہ
باہن آدم (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شیطان
ابن آدم پر نازل کرتا اور اس کے نزدیک آتا ہے (والمملک لیتہ) اور فرشتہ بھی انسان پر نازل کرتا اور اس کے نزدیک
آتا ہے۔ کتبہ بنج لام و تشدید یم امام سے ہے۔ یعنی نازل ہوتا، نزدیک آتا اور پہنچتا۔ یعنی انسان کے ساتھ ایک شیطان
ہوتا ہے اور ایک فرشتہ۔ دونوں اس سے کام رکھتے ہیں۔ (فما لعل الشیطان فللعاذ بالشیطان) شیطان کا کام تو
اسے بجائی سے ڈرانا ہوتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ بندے کو لوں کتا ہے۔ کہ اگر کوئی فلاں نیک کام کیا تو قربرائی اور غرابی
میں مبتلا ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی خدا تعالیٰ پر توکل کیا اور اس کی عبادت میں مہر دت ہو گیا تو آپسے آپ کو فقر و محتاجی اور زلت و
تخلی میں مبتلا کرے گا۔ (وکن یب بالحق) اور حق کی تکذیب پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ (وامامۃ المملک فایجاد
بالخبر و تصدیق بالحق) اور فرشتے کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ نیک کی نوید و بشارت دیتا ہے اور حق کی طرف سے کچھ راستی
کی نسبت اور یقین کی دولت دل میں ڈالتا ہے۔ مشورہ ہے کہ نیک کے لیے وعدہ اور برائی کے لیے لفظ وعید استعمال
کیا جاتا ہے۔ لیکن لغوی طور پر دونوں میں کوئی فرق نہیں اور ایک کا دوسرے پر اطلاق کر دیتے ہیں۔ پھر یہ تخصیص
اس وقت بہتی ہے جب کہ غیر و شر کا کلمہ جارت میں مذکور نہ ہو۔ اور اگر لفظ وعدہ و وعید دونوں عبارت میں مذکور ہوں
تو اس صورت میں اختلاف ذیل معنی کے لحاظ سے برابر ہیں۔ (وحد ذلک) تو جو شخص اپنے میں چیز پائے میں
وعدہ غیر جو فرشتے کے نازل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ (فلیعلم اللہ من اللہ)۔ (تو جان لے کہ یہ چیز خدا کی طرف سے ہے۔
یعنی اس کی جناب لطف و رحمت سے صادر ہو رہی ہے۔ (فلیعبد اللہ) اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس بلند
فات کی حمد و ثنا کرے۔ (وحد الاخری) اور جو شخص شیطان کا نازل محسوس کرے۔ (فلیتعوذ باللہ
من الشیطان) (تو چاہیے کہ دوسرے شیطان سے خدا تعالیٰ کے پاس پناہ تلاش کرے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے معنوں کے موافق اور اس کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔
 الشیطن یعد کو الفقر شیطان تمہیں فقر و محتاجی سے ڈراتا ہے۔ یعنی یوں کہتا ہے کہ اگر اللہ کے راستے میں مال
 خرچ کرو گے تو محتاج اور تنگ دست ہو جاؤ گے و یا تم کو بالفحشاء اور تمہیں بخل و کج روی کا حکم دیتا ہے۔ عرب بخل
 کو فحشاء کہتے ہیں۔ یا فحشاء سے مطلق سامی مراد ہیں۔ جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ اس آیت کے آخری الفاظ
 یہ ہیں واللہ بعد کم مغفرة منه وفضلاً اور خدا تعالیٰ اس کے راستے میں مال خرچ کرنے والوں کو گناہوں کی بخشش کی
 بشارت دیتا ہے۔ اور بخشش سے بڑھ کر فضل و کرم کی بشارت بھی دیتا ہے۔ یعنی مال خرچ کرنے پر ثواب عطا
 کرتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں ثواب کے علاوہ اپنے فضل و کرم کی بشارت بھی دیتا ہے۔

مذکورہ حدیث سے اس آیت کی موافقت اس طرح ہے کہ فرشتے کا نازل کتاب حق تعالیٰ کی طرف حسب ہے۔
 لہذا مغفرت و فضل کا وعدہ در حقیقت نازل فرشتہ کا ہم سن ہے۔ (رواہ الترمذی و قال) اس حدیث کو امام ترمذی نے
 روایت کیا اور کہا سہذا حدیث غریب ایہ حدیث غریب ہے۔ حدیث غریب کا معنی مقدم نہیں بیان ہو چکا ہے۔
 معلوم ہوا پہلے یہ کہ اس حدیث میں علم خواطر کی طرف اشارہ چند یہ علم قوم کے دقیق علوم میں سے ہے۔ اور خواطر
 غیر خواطر میں تیز و فرق تیسر نہیں آتا مگر کل تقویٰ۔ تحفہ بکب اور اس کے رقیب سے روشن و منور ہونے کے بعد۔
 اہل علم و صوفیہ کے اہل چار قسم کے خواطر مشہور ہیں۔ ۱۔ متغالی ۲۔ نفسانی ۳۔ مکانی۔ اور ۴۔ شیطان سانہ میں
 فرق و امتیاز کرنے کی وجہ قوم کی کتب میں مذکور ہیں۔ لیکن وہ نہایت دقیق ہیں۔ متاخرین مشائخ میں سے بعض
 حضرات نے فرمایا ہے۔ کہ دل میں آنے والا خطرہ اگر مباح شہوات سے متعلق ہو تو وہ غافلہ نشان ہے۔ اگر حرام
 چیزوں سے متعلق ہو تو غافلہ شیطانی کہلاتا ہے۔ اور اگر نیکی و طاعات سے متعلق ہو تو غافلہ حق ہے اور اگر سامنا
 اللہ سے قطع تعلق سے وابستہ ہو تو غافلہ مخالف ہے۔

حضرت شیخ عارف کامل عبدالوہاب شتی قدس سرہ کا ایک سالہ مسمی بہ مفاتیح الغیب میں معروفہ خواطر اکتوب
 ہے جو اس بارے میں نہایت نافع اور مفید ہے۔ مشکوٰۃ کی عربی شرح حیات میں ہے کہ اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

۴۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبْدَأُ
 النَّاسُ يَكْسِبُونَ حَتَّى يَمُوتُوا هَذَا حَقٌّ
 اللَّهُ تَعَالَى فَمَنْ حَقَّقَ اللَّهُ ذِكْرَهُ أَتَاكَ الْوَلَدُ
 اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے ہمیشہ
 سوالات کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ یوں کیا جائے۔ مخلوق
 کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ جب لوگ یہاں

قُولُوا لِلّٰهِ اَعَدَّ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ
وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ. ثُمَّ
الْبَيْتُ عَنْ كِتَابِهِ ثَلَاثًا وَلَيْسَتْ عَنْ يَدِ اللّٰهِ
مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ رواہ ابوداؤد۔ وسند کر
حدیث عمرو بن الاوص فی باب خطبہ
یوم النحر۔
کس کو تم (میں) کہو اللہ ایک ہے۔ اور نہ ہی ہے۔ اس
نکس کو نہیں جتنا خدا کے کسی نے جہلہ اس کا مثل کوئی
نہیں۔ پھر اپنی بائیں جانب چین وغہ شریک اور شیطان مردود سے
اللہ کے پاس پناہ تلاش کرے۔ اسے ابوداؤد نے روایت
کیا اور ہم معتز بن عمرو بن الاوص کی حدیث باب خطبہ یوم النحر
میں بیان کریں گے۔

شرح :- درعن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صفر ابوہریرہ رضی
اللہ عنہ روایت ہے کہ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا يزال الناس يتساءلون حتى يقال هذا)
لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے پوچھتے اور سوال کرتے رہتے ہیں تاکہ یہ بات کہنے لگتے ہیں (خلق الله الخلق فمن
خلق الله) مخلوقات کو تو اللہ نے پیدا کیا۔ اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ (فماذا اقالوا ذلك) جب لوگ یہ بات
کہیں (قولوا انما هو الله تعالى) اپنی ذات و صفات میں بیگانہ اور ضد لا شریک ہے (اللہ الصمد) اللہ مردار
ہے۔ ہر شے اس کی محتاج ہے۔ اور سب حاجات و مقاصد کے لیے اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

رد الوہیلہ و الوہیلہ (اس نے کسی کو نہیں بنا اور اسے کسی نے بنا ہے) ولو یکن لہ کفو العباد کوئی بھی اس کی ضد
المتنہ نہیں۔ ایسے صفات مخلوق ہونے کے معنی ہیں ان ذات خالق کے سوا کسی کے لائق نہیں۔ ثم لیست عن یسارہ ثلثا
پھر عرض فرمادے گا کہ اس طرح کے کلمات سننے وہ ان صفات کا ذکر کرنے کے بعد تین بار اپنی بائیں جانب تھوکے۔ نقل
اس دم کرنے کو کہتے ہیں۔ میں میں نہ سے پھر کہنے کے وقت کچھ لعاب دہن بھی خارج ہو۔ یہ تھوکن شیطان سے غلبہ
فیوت بہکومت اس کے اعتبار ناپاکی اور اسے ذلیل و خوار کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ تھوکن شیطان اور اس کے شر کو
دفع کرنے میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ بائیں جانب کی تھوکنیں اس لیے فرمائی کہ شیطان بائیں جانب ہوتا ہے۔ ولست عن یسارہ ثلثا
من الشیطان الرجیم اللہ چاہیے کہ شیطان مردود سے خدا تعالیٰ کے پاس پناہ تلاش کرے۔ رواہ ابوداؤد اس
حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ وسند کر حدیث عمرو بن الاوص فی باب خطبہ یوم النحر اور ہم عمرو بن الاوص کی حدیث
جو مصابیح میں اس باب میں مذکور ہے باب خطبہ یوم النحر میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ کہ اس کی مناسبت اس باب کے
ساتھ ظاہر تر اور زیادہ ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۶۹۔ عَنِ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَسْأَلُونَكَ حَقِّي يَقُولُوا هَذَا ۝ اللَّهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۝ ثُمَّ خَلَقَ اللَّهُ ۝ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۝ ثُمَّ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أَمَّتَكَ لَا يَزَالُونَ يَقُولُونَ مَا كَذَبَ مَا كَذَبَ ۝ حَقُّ يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَ الْخَلْقَ ثُمَّ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ۝

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے ہمیشہ پوچھتے اور سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ بولیں کہیں گے۔ اللہ نے ہر شے پیدا کی ہے اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ یہ امام بخاری کی روایت ہے۔ اور مسلم کے ہاں یوں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے تیری امت ہمیشہ اس طرح کہتی رہے گی یہ چیز کیا ہے یہ چیز کیا ہے۔ یہاں تک کہ بولیں کہیں گے۔ مخلوقات کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ عزوجل کو کس نے پیدا کیا ہے۔

شرح :- (عن انس) رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَسْأَلُونَكَ حَقِّي يَقُولُوا هَذَا ۝ اللَّهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۝ ثُمَّ خَلَقَ اللَّهُ ۝ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۝ ثُمَّ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أَمَّتَكَ لَا يَزَالُونَ يَقُولُونَ مَا كَذَبَ مَا كَذَبَ ۝ حَقُّ يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَ الْخَلْقَ ثُمَّ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ۝

مذکورہ الفاظ کے ساتھ امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (روایہ مسلم) اور امام مسلم کے ہاں یہ حدیث یوں الفاظ سے مروی ہے۔ (و قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (و قال) اللہ عزوجل اللہ نے ہر شے کو پیدا کیا ہے۔ یعنی حقانی اور حقیقی کے بارے میں سوالات کرتے رہیں گے۔ اور ان کی تحقیق و تفتیش میں مہم و مصروف رہیں گے۔ (حق) یقولوا (ہذا) یہاں تک کہ وہ بولیں کہیں گے اللہ خلق الخلق فمن خلق الله عزوجل اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ اللہ عزوجل کو کس نے پیدا کیا ہے۔

۷۰۔ وَكَفَى عَشَمَانَ بْنِ إِدْرِيسَ قَالَ قَدِيتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَذِبٌ ۝

اور حضرت عثمان بن ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شیطان میرے اور میری

حَالِ بَيْنِي وَبَيْنَ صَلَافِي وَبَيْنِ قِرَافِي
يَكْنُسُهَا عَنْ قَعَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ الشَّيْطَانُ يُقَالُ لَهُ خَنْزَبٌ
فَإِذَا اخْتَسَمَتْ فَتَعْقُودُ بِاللَّهِ مِنْهُ وَاتَّقِلْ
عَلَى يَأْرِكُ ثَلَاثًا فَنَقَلْتُ ذَلِكَ فَأَذْهَبَ
اللَّهُ عَنْهُ - رواه مسلم -

خانا اور قرأت کے درمیان مانع ہو جاتا ہے۔ مجھے پڑھتے وقت
شک ڈالتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک
شیطان ہے جسے خنزب کہتے ہیں۔ جب قرآن سے غوس کرے تو
اللہ کے پاس سے پناہ لے لو ورنہ بائیں جانب تین۔۔
حرک کر لیں گے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے دور
کر دیا۔

شرح :- روعن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ آپ ثقفی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے آپ کو طائف کا عامل مقرر فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک اور خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی
کے درمیان تک آپ اس صمد پر فائز رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب قبیلہ ثقیف نے اسلام
سے پھر جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے گروہ ثقیف تم لوگ سب
سچا و خالص اسلام لائے ہو۔ اب تمیں سب سے پہلے مرتد ہو جانا چاہیے۔ آپ کی فمائش کے باوجود یہ لوگ باز نہ
آئے اور مرتد ہو گئے۔ آپ سے حضرت حن بھری اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے حضرت
عثمان کی والدہ فرماتی ہیں۔ جب حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے حضور پیدا ہوئے
میں اس وقت ان کے پاس موجود تھی۔

یہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ (قلت) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
اے اللہ کے رسول! ان الشیطان قد حال بیني و بین قِرَافِي . بیشک شیطان میرے اور میری
خانا اور میری قرأت کے درمیان حائل ہوتا اور رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ (و یلبسها) میری قرأت مجھ پر
غلط طبع کرتا میرے لیے اس میں شک ڈالتا اور دوسو سنا اندازی کرتا ہے۔ (فقال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاک
الشَّيْطَانُ (تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شیطان تیرے اور تیری خانا کے درمیان حائل ہوتا اور قرأت
میں شک ڈالتا ہے۔) یقال الخنزب ۔ اے خنزب کہتے ہیں۔ خنزب بکسرہ خا و ذوا و زاء۔ اور خا و ذوا کے ضم
کے ساتھ۔ اور ضمہ خا و فتح زاء کے ساتھ۔ اور کسرہ خا و فتح زاء کے ساتھ۔ ان تمام صورتوں میں سکون نون کے ساتھ۔
یہ دراصل اس شیطان کا لقب ہے جو خانا میں دوسو سنا اندازی کرتا ہے۔ خنزب اصل لغت میں گوشت کے بدبودار ٹکڑے
کو کہتے ہیں۔

نے اس شخص کو کہا (امعن فی صلوٰتک) اسی حالت میں اپنی نماز کا کرنا اور اسی حالت میں اپنی نماز مکمل کر لیا کہ شیطان کی بات پر کان نہ دھرو اور نہ اس کے دوسرے کا اعتبار کرو (فان لن یذهب ذنوبک عنک) کہ یہ وہ جو دوسرے سے برگزیدہ نہ ہو گا۔ (حق تعالیٰ) یہاں تک کہ تو نماز مکمل کر کے لوٹے گا۔ (واخت ققول) اور تو شیطان سے کہہ رہا ہو گا (ما اتممت صلوٰتی) ہاں اسے اٹھیس جس طرح تو کہتا ہے واقعی میری نماز مکمل و صحیح طریقہ سے ادا نہیں ہوئی لیکن میں تیری بات قبول نہ کروں گا اور تیری مخالفت و شکست کے لیے نماز دوبارہ ادا نہ کروں گا۔ دوسرا اس دور کرنے کا یہ ایک عظیم اور موثر قاعدہ ہے کہ انسان اس کے دوسرے پر کار بند نہ ہو۔ اور نہ اس کا اثر قبول کرے۔ (ردواہ صاڈک) اس حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔

حکایت ۱۔ مشائخ کرام عظیم الرحمۃ والرضوان کی حکایت میں مذکور ہے کہ زمانہ کے دوران ایک بزرگ کے پاس شیطان آیا۔ اور کہا آپ یہ نماز دوبارہ ادا کریں کہ آپ نے اچھی طرح نہیں پڑھی۔ آپ نے اسے جواب دیا میں یہ نماز نہ پڑھاؤں گا۔ میں جیسا ادا کر سکتا تھا کرلی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں اپنی کوتاہی کی معذرت کروں گا۔ شیطان نے کہا آپ سستی نہ کریں۔ نماز کا معاملہ ہے۔ یہ سستی کا مقام نہیں ہے۔ بزرگ نے فرمایا جو ہونا تھا ہو گیا میں نماز دوبارہ نہ پڑھوں گا شیطان نے پھر اصرار کرتے ہوئے کہا میں تیرا ناصح اور خیر خواہ ہوں۔ نماز ایک عظیم عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرا مقام و مرتبہ ہوتے ہیں۔ اس زمانہ کے مسئلے میں تجھے خدا تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ اور صبر نہ کرنا چاہیے۔ بزرگ نے جواب دیا میں نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مرتبے کی بلندی کے بجائے پستی پر اصرار نہ کرؤں ہوں شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ ایسی نماز قبول نہیں کرتا جس کو نے فرمایا اللہ تعالیٰ کریم ذات ہے۔ وہ اپنے فضل و کرم سے میرے اس غلہ ناقص کو شرف قبولیت بخشے گا۔ میں اس سے زیادہ تر وادہ و کوشش نہیں کر سکتا۔ تو وقع ہو چاہی اس نماز کا ہرگز اعادہ نہ کروں گا تو شیطان ذلیل و خوار ہو کر چلا گیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس بزرگ کے اس شدت و سختی سے روکرنے سے غرض و نیت یہ تھی کہ شیطان کو نازل و نگوں نہ کیا جائے، اس کے دوسرے کو وقع کیا جائے۔ اور اس کے راستے کو بند کیا جائے۔ یہ غرض نہ تھی کہ ثمن نادرست اور نا مکمل رہ جائے۔ اور اس میں سستی اور لاپرواہی کو رضاء رکھا جائے۔ اور قریب نفس اور کرم خداوندی کے بہانہ پر اعتماد کر لیا جائے کہ میں غلط نماز ادا ہو جائے اس پر کفایت کر لی جائے۔ اور دل کو تسلی دینے کے لیے یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے جس دے گا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ دوسرا اس کی حقیقت قتل کے خیال میں وہم کے بعد سے جو عالم نفس کا شیطان ہے۔ بنا ہی

برپا کرتا ہے۔ اس وجہ میں مزید قوت شیعطان کے دوسرے کے سبب ہو عالم آفاق ہے۔ پیدا ہوتی ہے۔
تاہم یہ ادبام و دوساوس مرکز حق میں قرار پانے میں ہو سکتے اور ان ادبام و دوساوس کے دفع کرنے میں اس سے بڑھ کر کئی
چیز تر نہیں کہ بندہ ان سے بے نیازی اور توجہ نہ دینے کا راستہ اختیار کرے۔ اور وہ کام کرے جو شیطان
دوسرے کے خلاف اور اس کی نفی میں ہو۔

ایک بزرگ کو نماز کی جگہ کے ناپاک ہونے کا دوسرا واسطہ ہوتا تھا تو وہ دفع و دوساوس کی خاطر قعدا وہاں
نماز ادا کرتے تھے جس جگہ کے پاک ہونے میں ان کو شک و شبہ نہ ہوتا تھا۔

تقدیر پر ایمان کا باب

قاموس میں ہے تقدیر حرکت ثبات و دلال یعنی قضا و حکم۔ نمایاں میں ہے تقدیر وہ امور جن کا اللہ تعالیٰ فی فعل اور
حکم فرما دیا ہے۔ تقدیر سکون والی بھی آیا ہے۔ ولیلۃ القدر وہ رات جس میں لوگوں کے رزق اور ان کی اعمال کا اندازہ متعین کیا
جاتا اور ان کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ مراح میں ہے تقدیر سکون و وقع وال بندے پر ناک کے حکم کا اندازہ ان
عبارت سے ظاہر ہوا کہ قضا و قدر دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ کہیں ان کے معنی میں فرق بھی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قضا حکم انلی کو
اور قدر مستقبل میں اس کے وقوع کو کہتے ہیں۔ اس معنی کے مطابق قضا و قدر سے پہلے ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا۔

يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُخَيِّرُ وَيُعَدُّ
اُمُّ الْكِتَابِ۔ اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔
اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے شادیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت و قائم
رکھتا ہے۔

اس آیت میں محمود اثبات تقدیر سے عبارت ہے۔ اور عنہ علم الکتب میں فضائل طرط اشارہ بحدان و الفاظ کا مذکورہ
استعمال کے کس اور اثبات پر بھی الحاق ہوتا ہے۔ چنانچہ تقدیر کا الفاظ تقدیر انلی پر ہوتا ہے۔ اور قضا یعنی قدر کے
مطابق شے کو پیدا کرنا۔ جیسا کہ فرمایا۔ فَخَلَقْنٰهُمْ سَبْعَ سَمَوٰتٍ خَلَقْنٰ یٰسٰی یعنی اللہ تعالیٰ نے سات
آسمان پیدا فرمادیے۔ اس معنی کے مطابق حدیث (جمع التسلیم ص ۸۰) میں (جو کوہ ہونے والا ہے تم اے مکہ
کو شک ہو چکے) میں تقدیر۔ اور آیت کل یوم ہد فی شان۔ (اللہ تعالیٰ ہر دن کام میں ہے) میں
قضا اور مجموعہ۔

امام خزان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المقصد الاسنی فی شرح الاسما الحسنی میں فرمایا ہے کہ حکم، قضا و قدر

کے الفاظ کا معنی ہے اسباب کو مسببات کی طرف متوجہ کرنا۔ حکم مطلق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمام جمل اور مفعول اسباب کا مسبب و خالق ہے۔ اور قضا و قدر حکم کی شاخیں اور اس کے شعبے ہیں۔

پس تدبیر الہی اصل وضع اسباب کو مسببات کی جانب متوجہ کرنے تک حکم کہلاتا ہے۔ پھر اسباب کی کو قائم کرنا اور انہیں پیدا کرنا جیسے آسمان زمین کو اکاب ان کی مناسب حرکات وغیرہ میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اور جب تک ان کی اجل قضا کا وقت نہ آئے قضا کہلاتا ہے۔ پھر ان اسباب کو ان کے حالات و حرکات مناسبہ محدودہ اور ایک اندازہ و حساب سے مسببات کی طرف متوجہ کرنا اور پھر ہر لمحہ و لمحہ مسببات کا وجود میں آتے رہنا قدر کہلاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اس کی تدبیر اصل کلی کا امر اس کا حکم ہے۔ کلام البصر یعنی اس کا حکم انکھ جھپکنے کی منظر میں آنا، غانا، ہوتا ہے۔ اور اسباب کلید وائے کے لیے وضع کلی تعالیٰ اور ان اسباب کلید کو ایک ایک مسبب کی طرف بغیر کسی کی بیشی کے متوجہ کرنا قدر ہے۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ کارخانہ کائنات میں کوئی چیز بھی خدا تعالیٰ کی قضا و قدر سے باہر نہیں۔ اور اس میں کسی بیشی کی گنجائش نہیں۔

پھر تقدیر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ عالم میں جس قدر غیر و شر کا وجود ہو رہا ہے ہندول کے اعمال و کردار سے متعلق ہو یا اس کے علاوہ، سب اس کی تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی ساری کائنات کی تقدیر متعین کر لی ہے۔ سب کچھ اسی نے پیدا فرمایا ہے۔ اور کوئی ذرہ اس کی تقدیر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس کے باوجود ہندول کو ایک گروہ اختیار دیا گیا ہے۔ تاکہ اس پر ثواب و عقاب مترتب ہو۔ اس مسئلے کی پوری تحقیق تقدیر و اختیار میں موافقت و مطابقت اور اس پر ثواب و عقاب کا مترتب ہونا ضابطہ مشکل اور سخت ہے۔ کتب کلامیہ میں اس کی تحقیق کر دی گئی ہے۔ اس بارے میں جس قدر گفتگو اس ترجمے (اشعۃ المعارف) کے حاسب ہے، یہ ہے کہ انسان میں ایک مہبت ہے جسے اختیار کہتے ہیں کہ اس کے تحت بندہ داعیہ شوق و نفرت کی بنا پر فعل و ترک کی دو جانبوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کی یہ حرکت و ترجیح مرض و عرشہ والے کی حرکت کی طرح نہیں ہوتی۔ اس مریض کو اپنی حرکت میں کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ اس تحقیق و گفتگو سے ظاہر ہوا کہ جبر یہ کلام سب کو آدمی کی حرکات و جمادات کی حرکات کی طرح ہیں، بالکل ظل ہے انکے ذہب کا بطلان مشاہدے سے عین ثابت ہوتا ہے۔ اور کتاب و سنت کی اطلاع و خبر سے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ہر چیز ازل میں مقدر ہو چکی ہے۔ اور سب کچھ خدا تعالیٰ کی مشیت و ارادہ اور اس کے پیدا کرنے سے ہے۔ اور فرقہ قدریہ کا مذہب بھی بالکل ہے۔ جو کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق اور اپنے کام و بار میں مستقل ہے۔ مگر حق جبر و قدر کے درمیان ہے۔ جیسا کہ امام الاعارین ابو

عبداللہ حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلیٰ آباءہ اکرام نے فرمایا ہے۔ لاجبر ولا قدر۔ ملکی اور بین امرین یعنی نہ جبر و درست ہے اور نہ قدر صحیح ہے۔ بلکہ حق ان دونوں کے درمیان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق اور ایجاد و اشیا میں اسباب و شرائط کو اپنی عادت جاریہ کے مطابق پیدا کیا ہے۔ جیسے آگ جلانے اور گرم کرنے کے لیے۔ پانی تراور سیراب کرنے کے لیے۔ لکھا ناسیر کرنے کے لیے اور تلوار کاٹنے کے لیے یہ سب کچھ اس کی خلق و ایجاد سے ہے۔ صرف اتنا جبکہ اس میں اسباب کا دخل اور خلق رکھا گیا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو اسباب کے بغیر بھی پیدا کر دے۔ اور اگر چاہے تو اسباب کی موجودگی میں بھی کچھ پیدا کر دے۔ انسان اور اس کا تعداد اختیار خدا تعالیٰ کا فعل پیدا کرنے کا بعض سبب ہے۔ سب اشیا کا پیدا کرنے والا وہی ہے اسباب و مبیات اور شرائط و مشروطات سب اس کے احاطہ قضا و قدر کے تحت ہیں۔ اس کے ساتھ کوئی فکر اور مخالفت نہیں رکھتے۔ اور وہ خواہی اس کے حکم پر برہنیت و جبر و درست کے مطابق ہیں۔ اور ثواب و عتاب اپنی ملک میں تصرف ہے۔ یَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيُصَلِّتُ مَا يَشَاءُ وَيَفْعَلُ مَا يَشَاءُ لَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ أَشْياءَ مِثْلَ مَا لِلَّذِينَ كَفَرُوا لَكَانَ السَّامِيُّ عَلَى السَّامِي۔ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو ارادہ فرماتا ہے اس کا حکم دیتا ہے۔ اس کے افعال پر اس کی باز پرس نہیں ہو سکتی مگر لوگوں کے افعال پر ان کی باز پرس ہوگی) احادیث کی شرح کے ضمن میں اس باب سے متعلق مزید کچھ بیان ہو گا۔

ملاء کرام نے فرمایا ہے قضا و قدر کے اسرار و رموز کی اطلاع انبیاء و اولیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئی اور یہ راز دارالجنہ میں پہنچنے سے پہلے جو ظہور حقیقت کی جگہ ہے، ظاہر و منکشف نہ ہو گا۔ اور مشکل وہاں پہنچنے سے پہلے حل نہ ہوگی۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ سرور انبیاء و خلاصاہل اصطفا و صلوات اللہ علیہم اجمعین اس عدم اطلاع کے حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ آپ کو تو اولین و آخرین کے علوم عطا کر دیے گئے ہیں۔ اور اشیا کی حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں آپ کو دکھادی گئی ہیں۔ واللہ اعلم و علما احکم۔

الفصل الاول

فصل اول

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَسَمٍ رَوَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْعَالَمِينَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَخَصَّ النَّاسَ مِنْهُمْ شَرِيفًا فَقَالَ كَانَ خَلْقُ الْعَالَمِينَ

۵۰ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں لکھ دیں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے۔ فرمایا اور اس کا مشربانی پر تھا۔

۵۱ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں لکھ دیں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے۔ فرمایا اور اس کا مشربانی پر تھا۔

شرح بدر عن عبد اللہ بن عمر و قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتاب اللہ مقادیر المخلوقین) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیر اور اس کے احکام لکھ دیے۔ یعنی اپنا قلم جاری فرما کر لوح محفوظ میں ثبت فرما دیے۔ کیا کچھ فرشتوں کو ان کے کھنے کا حکم دیا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ کھنے سے ان کی تقدیر ان کا اٹلنا نہ کرنا اور ان کی تعیین و تحدید مراد ہے۔ کہ اس کے خلاف نہ ہو گا۔ یہ ایک تاویل معنی ہے۔ ظاہر معنی میں ہے کہ کھنے سے لوح محفوظ میں نقوش و حروف کا ثبت کرنا مراد ہے۔ (قل ان یخلق السموات والارض) آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے (بخمین الف سنۃ) پچاس ہزار سال پہلے۔ اس سے تقدیر اشیاء اور آسمانوں و زمینوں کی پیدائش کے درمیان امت کی درازی اور اس درازی میں مبالغہ مراد ہے۔ اس عدد میں کی تعیین و تحدید مقصود نہیں۔ کہ مخلوق کی تقدیروں کا اندازہ اور اس کی تعیین تو ان میں ہو چکی ہے۔ اس لیے اس انہی تعیین کو زمانے کے کسی عدد میں کے ساتھ خاص کرنا درست نہ ہو گا۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔ لیکن یہ گفتگو اس صورت میں ہے جب کہ کتابت سے تقدیر تعیین مراد لی جائے۔ اور اگر کتابت کو اس کے حقیقی معنی پر عمل کیا جائے تو پھر اس تاویل کی ضرورت نہیں کہ اس صورت میں ممکن ہے کہ تقدیر و اندازہ تو انہی میں ہوا اور اس کی کتابت تحریر بعد میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے۔ پچاس ہزار سال پہلے ہوئی ہو۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ یہاں مزید کچھ کلام ہے۔ جسے ہم نے مزید شرح میں بیان کیا ہے۔ (قال دکان وعرشہ علی السماء) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس کا عرض پانی پر تھا۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ الْفَوْجَ وَالْمَرْمِيْنَ وَنَشَأَ الْجِبَالُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى السَّمَاءِ اور وہی ہے جس نے چھ دنوں میں آسمان و زمین پیدا کیے اور اس کا عرش پانی پر تھا، کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ یعنی آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے عرش پانی پر تھا کہ عرش اور پانی کے درمیان کوئی چیز ماحصل نہ تھی۔ یہ مطلب نہیں عرش پانی کی سطح پر رکھا ہوا۔ اور پانی سے ضحل اور ظاہر تھا۔ اس سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ عالم اجسام میں سب سے پہلے جو چیز مادہ ہوئی اور جو زمین آئی پانی تھا۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں پانی ہوا پر تھا۔ انتہی صاحب کشفات نے کہا ہے اس حدیث میں دلیل ہے کہ پانی اور عرش آسمان و زمین سے پہلے پیدا کیے گئے۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس سے دوسرا یا سند رکھنا پانی مراد نہیں بلکہ وہ پانی ہے جو عرش کے نیچے تھا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے چاہا۔ یہ احتمال بھی درست ہے کہ پانی سے سند رکھنا پانی ہی مراد ہو کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتے پانی میں کھڑے ہیں انتہی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ عرش کے پانی پر ہونے سے قدرت الہی کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

۴، وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجُوزُ وَالْكَلْبُ - درود امسلا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شے ایک انداز کے مطابق ہے۔ یہاں تک کہ کوڑی اور قوت و طاقت بھی۔

شرح: - وعن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جہاں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے ہے۔ (حق العجز والکلب) یہاں تک کہ کوڑی اور قوت و طاقت بھی جو انسانی صفات میں سے ہے۔ تقدیر الہی کے مطابق ہے۔ بحر سے انسان کی وہ کم ہمتی درجے چارگی مراد ہے۔ جو سمندر کی کوڑی عقل کی کمی اور ناتجربہ کاری کے باعث ہوتی ہے اور گیس سے وہ کوانٹیٹی اور مضبوطی مراد ہے جو انسان میں کام کاج اور اپنے امور انجام دینے کے لیے قوت ملے اور مادہ کی خشکی کی صورت پانی باقی ہے کیس۔ نفع کاف اور سکون پاک ساتھ حق کی فہم یعنی دانائی کو کہتے ہیں۔

۵، وَعَنْ أَنَسٍ مَوْلَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْتَبَجَ آدَمَ وَمُوسَى وَجَدَ رَيْبَهُمَا فَحَبَّرَ آدَمَ وَمُوسَى قَالَ مُوسَى إِنَّ آدَمَ الَّذِي خَلَقَكَ اللَّهُ بَيْدَةً وَفَضَّلَكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَةً وَأَسْمَنَكَ جَنَّةً ثُمَّ أَمْسَكَكَ النَّاسَ يَخْوِطُونَكَ إِلَى الْأَرْضِ - فَقَالَ آدَمُ أَنْتَ مُوسَى الَّذِي أَسْطَفَاكَ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَنْوَاعَ فِيهَا زَيْبَانًا كُلَّ شَيْءٍ قَرَيْبًا - فَيَكُونُ وَجْهَكَ اللَّهُ كَتَبَ التَّوْرَةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ قَالَ مُوسَى يَا رَبِّ هَيْئَتِ حَامًا - قَالَ آدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا وَصْفِي دَمَ رَبِّيَّةٍ فَقَرَى - قَالَ نَعَمْ مَا أَفْتَلَوْا مِثْقَالَ حَبَّةٍ عَلَى أَنْ عَمِلْتَ عَمَلَكُمْ تَبَّهَ اللَّهُ عَلَى أَنْ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم و موسیٰ کا مناظرہ ہوا جس میں حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آگئے حضرت موسیٰ نے کہا آپ وہ آدم ہیں جسے اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ اور تجھ میں اپنی مدح پھونکی اور اپنے فرشتوں سے تجھے سجدہ کروایا اور تجھے جنت میں سکونت عطا کی۔ پھر تو اپنی خطا سے لوگوں کو زمین پر اتار لایا۔ اس کے جواب میں حضرت آدم نے فرمایا تو وہ موسیٰ ہے جسے اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے برگزیدہ کیا۔ اور تجھے حق تعالیٰ عطا کی جس میں میری مدح کا دشمن ہیں ہے۔ اور تجھے مناجات اور اپنی رازداری کے ساتھ اپنا تہ بہ تہ عطا کیا۔ تو اسے جو ان کو تھے کئی دت اللہ کو پایا کس نے میری پیدائش سے پہلے تو رات کو کھا حضرت موسیٰ نے جواب دیا پائیس سال پہلے حضرت آدم نے فرمایا تو نے تو رات میں یہ کلمات پائے ہیں فمعتق آدم ربہ فمعتق

اَعْمَدَةً قَدْ اَنْ يَخْلُقَنِي بِمَا بَعِثَ سَنَةً
قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَدَمُ مُؤْمِنِي -

(آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بیشک گیا، حضرت موسیٰ نے کہا ہاں اس پر حضرت آدم نے فرمایا تو مجھے ایسے عمل کے تھک جوتے پر طاعت کرنا ہے جس کا گناہ میری پیدائش سے چالیس سال پہلے اللہ نے میرے لیے کھ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح آدم منافقہ میں موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔)

دروادہ مسلک

شرح :- دو عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجب آدم و موسیٰ عند ربہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام نے اپنے رب کے پاس ایک دوسرے سے منافقہ اور جھگڑا کیا۔ یعنی اس عالم کے سوا دوسرے عالم میں جو عالم علوی و روحانی اور عالم حقیقت ہے۔ آسمان میں اروج کی طاقت کی صورت میں۔ یا دونوں کو عالم برزخ میں زندہ کرنے کی شکل میں۔ یا حضرت آدم کو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں زندہ کر کے جیسا کہ مٹلے فرمایا ہے (فتح آدم و موسیٰ) تو بحث و دلیل میں حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آگئے۔ اس قصے کی تفصیل یہ ہے کہ (قال موسیٰ) حضرت موسیٰ نے حضرت آدم علیہما السلام سے کہا امنت ادم الذی خلقک اللہ بیدہ، تو ہی وہ آدم ہے جسے اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا و ففتح فیہ من روحہ اور مجمع میں اپنی روح پھونکی اس طرح تجھے خصوصاً بزرگی و شرافت عطا کی۔ (و اسجد لک ملائکتہ) اور اپنے فرشتوں سے تجھے سجدہ کروایا۔ (واسکنت فی جنۃ) اور تجھے اپنے خصوصی بہشت میں رکھ دی (ثم اھبطت الناس بخطیئتك الی الارض) پھر تو نے اپنی ایک خطا کے ذریعے لوگوں کو نیچے زمین پر ڈال دیا۔ گو یا اگر حضرت آدم سے یہ خطا سرزد نہ ہوتی تو آپ ہمیشہ بہشت میں رہتے اور وہیں آپ کی اولاد بھی ہوتی۔ مگر حضرت آدم کے نیچے زمین پر آنے کے سبب ان کی اولاد کو بھی زمین پر اتارنا پڑا۔ اتوارے آدم علیہ السلام آپ کی اس قدر منزلت کے ہوتے ہوئے آپ کے لیے یہ کام کرنا مناسب نہ تھا۔ مقصود یہ ہے کہ آپ سے یہ خطا سرزد نہ ہوتی چاہیے تھی۔

(وقال آدم امنت الذی اھبطک اللہ برسالۃ و بکلامہ) حضرت آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں فرمایا تو ہی موسیٰ ہے جسے اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے بلا واسطہ کلام سے برگزیدہ فرمایا۔ (واعطاک الالواح) اور تجھے الواح دھاتیاں عطا کیں (فیہا تعالیم کل شیء) جن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

یعنی دین کے جملہ احکام جو حیرت آمیز کے لیے کافی ہیں۔ الواح سے نمرود یا قوت کی الواح ملا دیں، جن میں لکھی ہوئی تورات آپ پر نازل ہوئی۔ کتب میں تورات کی ضخامت ستر اوٹھ سو کالبر جھ تھا۔ اور اس کے ایک جزو کی تلاوت و قرأت ایک سال میں مکمل ہوتی تھی۔ (و قربلک نجیہ) اور تجھے اپنی متابعت اور اپنا رازدار بنا کر اپنا قریب اور عزت و بزرگی عطا کی۔ (و نیکو و جدت اللہ مکتب التورۃ قبل ان یخلق) تو قرآن کے کتنا عرصہ پایا کہ اللہ نے میری پیدائش سے پہلے تورات کو لکھا۔ (قال موسیٰ بن مہیین معلم) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تورات آپ کی پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھی گئی۔ خود تورات تو اللہ تعالیٰ کا قدیم کلام ہے۔ لیکن الواح و دیواریں لکھنا اتنی مدت پہلے ہوا۔

اور سال سے اس جہاں کا سال مراد ہے یا وہ سال جو خدا کے ہاں ہے۔ یعنی ہزار سال کا ایک سال۔ (قال قدوس منہد و جدت رفیعاً) حضرت آدم نے فرمایا تو نے تورات میں اس آیت کا مضمون پایا (و دعینا آدم مرثیۃ فسخوی) آدم اپنے رب کی نافرمانی کا مرکب ہوا تو بھٹک گیا۔ (قال نضر) حضرت موسیٰ نے کہا ہاں میں نے یہ مضمون تورات میں دیکھا ہے۔ (قال انت لومنی علی ان عملت عملاً) حضرت آدم نے کہا تو اس پر مجھے ملامت کرتا ہے کہ میں نے ایک ایسا کام کیا ہے۔ (مکتبہ اللہ علی ان اعملہ) جس کا کرتا مجھ پر اور میری تقدیر میں اللہ نے کیا ہے۔ یعنی بتی باربعین سنہ) میرے پیدا ہونے سے چالیس برس پہلے۔ (قال مسود) اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فصحبہ) آدم مرثیۃ) اس دلیل و حجت کے ذریعے حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آگئے۔

یہوشعیدہ نہ رہے کہ اسباب و شرائط کا وجود ہماروئی، مدح و ذم اور ثواب و عتاب و جزا و سزا امور قضا و قدر کے منافی نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ بلکہ یہ سب چیزیں بھی تقدیر کے تحت ہیں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتقدیر کے ظاہر اور عالم اسباب اور امر وئی کے مطابق یہ گفتگو کی۔ اور آدم علیہ السلام نے حقیقت و تقدیر کو سامنے رکھ کر آپ کو یہ جواب دیا۔ لہذا دونوں حضرات کی گفتگو اور سوال و جواب اپنی جگہ درست اور مرتب ہے۔ کہ ان کا یہ مناظرہ کسب و مل کے تقاضوں اور ان کے مکتفہ ہونے کی حیثیت کے ختم ہو جانے کے بعد تھا۔ عالم اسباب میں نہ تھا کہ عالم اسباب میں وسائل و اسباب سے قطع نظر کرنا درست اور جائز نہیں ہے۔ اسی بنا پر آدم علیہ السلام نے اپنی ظاہری زندگی میں اس غلطی سے معذرت کہتے ہوئے بارگاہ الہی میں عرض کیا تھا (ربنا ظلمنا انفسنا)۔ (اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا) اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مناظرے اور گفتگو کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ظاہری زندگی میں خدا تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام کو زندہ کرنے کا احتمال زیادہ مناسب ہے۔ تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عالم دنیا

میں ہوں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام عالم حقیقت میں والہ اعظم۔

۴۵۔ وَكَرَّمَ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ

الْمُصَدِّقُ - إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ

فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نَفْثَةً ثُمَّ

يَكُونُ عِلْقَةً وَمِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ

مُضْغَةً وَمِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ

مَلَكًا بِأَرْبَعٍ وَلَكَايَ فَيَكْتُبُ عَلَيْهِ وَ

أَجَلَهُ وَرِزْقَهُ وَشَقِيًّا أَوْ سَعِيدًا ثُمَّ

يُنْفِخُ فِيهِ الرُّوحَ فَوَ الَّذِي لَا آلَ لَهُ

عَدُوٌّ إِلَّا أَنْ أَحَدَكُمْ يُعْمَلُ بِعَمَلٍ

أَهْلُ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ

وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ

الْكِتَابُ - فَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ أَهْلُ النَّارِ

فَيَدْخُلُهَا وَإِنْ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ

أَهْلُ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ

وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ

الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ أَهْلُ الْجَنَّةِ

فَيَدْخُلُهَا -

متفق علیہ

اور جنت میں جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بچے ہیں اور یہی خبریں آپ کو

دیں گئی ہیں وہ ہم صحابیان فرمایا۔ ایک تمہیں سے ایک کا مادہ پیدا کر

اس کی ماں کے شکم میں جمع رکھا جاتا ہے چالیس دن تک نفثے کی

شکل میں پھر اس کے بعد چالیس دن تک جے جو سُخن کی صورت

میں رہتا ہے۔ اس کے بعد چالیس دن تک گوشت کے ٹکڑے کی شکل

میں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے

جس باتیں لکھنے کے لیے۔ چنانچہ وہ اس کا عمل لکھتا ہے۔ اس

کی مدت زندگی لکھتا ہے۔ اس کا رزق لکھتا ہے اور اس بات لکھتا

ہے کہ بد بخت ہے یا نیک بخت۔ پھر اس میں روح پھونک جاتی ہے۔

تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی باقی عبادت نہیں کرتے ہیں

سے ایک شخص اہل جنت والے عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس

کے اند جنت کے درمیان مرسل ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔

پھر اس پر نوشتہ تقدیر غالب آجاتا ہے۔ تو اہل دوزخ والے عمل میں

مصرور ہو جاتا ہے اور دوزخ میں جاتا ہے۔ اور تمہیں سے ایک آدمی

اہل دوزخ کے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اند دوزخ

کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اس پر نوشتہ

تقدیر غالب آجاتا ہے تو وہ جہنم والوں کا عمل شروع کر دیتا ہے۔

شرح: ہر دو عن ابن مسعود رضی اللہ عنہما قال حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو

الصَّادِقُ الْمُصَدِّقُ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے امت

کو سچی خبریں دیں اور غلطیوں کی طرف سے آپ کو بھی باتیں بتائی گئیں، نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی۔ ان خلق

احدکم (شک تم میں سے ایک آدمی کا مادہ پیدائش یعنی آب منی و جمنہ فی بطن امہ) اس کی ماں کے شکم اور رحم میں جم رہتا ہے۔ (اسی میں یوماً نطفۃ) پائیس دن تک نطفہ کی حالت میں وجود رکھتا ہے۔ (مثل ذالک) اس کے بعد پائیس دن تک جمے ہوئے نہایت سرخ خون کی شکل میں رہتا ہے۔ (وہ یون مصنفۃ مثل ذلک) پھر پائیس روز تک مکڑے کی شکل کی صورت میں رہتا ہے۔ (وہ یون بحث اللہ الیہ ملکہ) پھر اس کی جانب اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے۔

حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ فرشتہ کو مصنفہ (مکڑے کی شکل) کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہڈیاں، پوست، ہاتھ، پاؤں پیدا ہو جانے اور انسانی شکل اختیار کر لینے کے بعد فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس مقام پر کافی گفتگو اور تفصیل ہے۔ اس کا کچھ حصہ عربی شرح میں بیان کیا گیا ہے۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا بیان اس ترجمہ کے مناسب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اس پر قادر ہے کہ ایک ہی لمحہ کے اندر انسان کو پوری شکل و صورت کے ساتھ پیدا کر ڈالے۔ اللہ تعالیٰ کا انسان کو اس ترتیب و آہستگی سے پیدا کرنا معاذ اللہ قدرت و طاقت کی کمی کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ اس آغازِ خلق میں کمالی تقدس و حکمت پائی جاتی ہے۔ کہ اس باب کے پیدا کرنے اور ان پر مسجات کو ترتیب کے لیے متعدد قدرتی احوال و اقسام کی مکاتیب پائی جاتی ہیں۔ جو کہ اس باب کے بغیر پیدا کرنے میں نہیں ہیں۔ پھر اس طرزِ تخلیق میں تبدیلی کو اپنے امور انجام دینے میں آہستگی کی تعلیم و تلقین بھی ہے۔ جیسا کہ آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے میں ملوانے میں بات بیان کی ہے۔

محققین علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس میں انسان کو اس امر کی تنبیہ اور اس بات سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ کمال روحانی و معنوی تک فوری طور پر نہیں پہنچا جاسکتا۔ بلکہ مرتبہ بہ مرتبہ اور درجہ بہ درجہ آہستگی سے اس تک وصولِ غیب ہوتا ہے۔ جس طرح ظاہری کمالات کا حصول اور ان تک پہنچنا فوری طور پر نہیں بلکہ آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ اور انسان تدریجاً ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ مراتب سلوک میں بھی انسان کی رفتار درجہ بہ درجہ آہستہ و تدریجاً ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے کہ انسان مرتبہ نہایت کو پہنچ جاتا ہے۔ فبحان اللہ القدیر العظیم (اللہ قدریر و حکیم ہر نقص و عیب سے پاک و منزہ ہے)۔

غفر یہ کہ انسان کی پوری شکل بن جانے اور بدن کے پورے اعضاء و جوارح بن جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی

طرف ایک فرشتہ جو ارحام کے معاملات پر مقرر ہے، بھیجتا ہے۔ (باسمہ مجاہدات) اور اسے چار باتیں کہنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ تحریر اس فرشتہ تقدیر کے علاوہ ہے جو اسماعیل اور زین کی پیدائش سے پہلے ہو چکی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت مبارک اسی طرح جاری ہے کہ وہ تاکید و تقریر کے لیے سابقہ فرشتہ تحریر کے ساتھ فرشتے کو ایک نئی تحریر کا بھی حکم دیتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ فرشتہ بت باتیں انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھتا ہے اور اس تحریر کا آغاز انسان کے ماتھے سے ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ باتیں ایک صحیفہ میں لکھتا ہے۔

(نیکتب عملہ) تورہ فرشتہ تناس کا عمل لکھتا ہے۔ کہ کیا کیا نیک اور برے کام کرے گا۔ رد اجلہ اور اس کی عمر لکھتا ہے کہ کتنی ہوگی۔ اور کہاں مرے گا۔ سبیل و سافلہ کی تمام باتیں لکھنے کی معلومات کو کہتے ہیں۔ اور کہیں اس لفظ سے پوری مدت مراد ہوتی ہے جس میں انسان کی ماری عمر آجاتی ہے۔ اور کہیں اس سے جزو اخیر مراد ہوتی ہے اسی بنا پر کہیں اس سے موت بھی مراد لیتے ہیں۔ (ود زقہ) اور اس کا مرقع لکھتا ہے کہ کھائے اور پیئے کیا کیا چیزیں نصیب ہوں گی اور وہ کن کن اشیاء سے منافع اور فائدہ حاصل کرے گا۔ (شق و سعید) اور یہ بات لکھتا ہے کہ بد بخت ہے یا نیک بخت۔ اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ بعض روایات میں بندے کے نیچے سے دعا لے کر انکار و نشانات اور وہ کہاں کہاں سوئے گا اور اس کی لاش پورے والی پریشانیوں اور مصائب کے کہنے کا بھی ذکر آیا ہے۔ یعنی کسی کس جگہ کا سفر کرے گا۔ اور زمین پر کہاں کہاں پھرے گا اور کہاں سوئے گا اور کہاں مرے گا اور اسے کیا کیا مصائب اور حادثے پیش آئیں گے۔ ممکن ہے یہ زیادہ باتیں اس مذکورہ حدیث کے بعد نبی و وحی آنے پر آپ نے بیان فرمائی ہوں۔ اسی لیے یہ باتیں دوسری احادیث میں مذکور ہوئی ہیں واللہ اعلم۔

(شعر منضم فیہ الروح) پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان امور کی تحریر روح پھر لکھتا اور بدن میں جان ڈالنے سے پہلے ہوتی ہے۔ مگر بیوقوفی کی روایت میں روح پھر لکھنے کے بعد کہنے کا ذکر آیا ہے۔ تاہم ہم بخاری و مسلم کی یہ روایت زیادہ صحیح اور زیادہ مضبوط ہے واللہ اعلم۔

جب کہ عمل کہنے کے بعد ہر ایک حالت و شقاوت کہنے میں قدر سے خفا اور پوشیدگی باقی تھی اس لیے اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا (والذی لا الہ غیرہ) تو قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ اور کوئی معبود برحق نہیں۔ ان احکام کو لیعمل بعمل اہل الجنة) بیشک تم میں سے ایک آدمی اہل بہشت کے عمل کرتا ہے۔ یعنی ایمان لاتا اور عمل صالح اختیار کرتا ہے۔ (وحتی ما یکون بینہ و مبینہ الا ذمما) یہاں تک کہ اس بندے اور بہشت میں صرف باقیہ کا فاصلہ رہ جائے یہ بہشت کے بالکل قریب ہر مانے سے کہنا یہ ہے (تسبق علیہ الكتاب) پھر فرشتہ

تقدیر۔ اور حکم ہمارے اس کی بد بختی کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہوتا ہے اس کی طرف تشریح قلمی کرتے ہیں۔ (فیعمل۔ اہل انان) تو اس کے نتیجے میں وہ دونوں کے کام کو فروغ دینا شروع کرتا ہے۔ (فیہد خلعا) اور دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ (وان احد کمر لیعمل بعد اہل انان) اور بیگ تم میں سے ایک آدمی اہل دوزخ جیسے اعمال کرتا ہے۔ (حق ما یكون بینہ و بینہا الا ایمان تک کہ اس میں اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ فیسبق علیہ الکتاب) تو خدا کی تحریر اس کی جانب تشریح قلمی کرتی ہے۔ (فیعمل بعد اہل الجنة) تو وہ اہل جنت کے عمل شروع کر دیتا ہے۔ (فیہد خلعا) اور جنت میں جا داخل ہوتا ہے۔

حدیث شریف کے ان الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ شافعی ناور ایسا بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کے غلبہ لطف و رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بندوں کو اس بُری تبدیلی سے بچاتا اور زیادہ تر شر کے بدلے خیر و نیکی کی جانب ہی پھرتا ہے۔ اس کے برعکس بہت کم اور شافعی ناور ہی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ متفق علیہ۔

یہ حدیث اس پر ملامت کرتی ہے کہ اعتبار خاتمے کا ہے۔ دوسری حدیث میں یہ بات بالاعتراحت آچکی ہے کہ یہی بہت خوب کہا ہے۔ بہت

مکمل مستوری و مستی بہر غفلت است کس نہانت کہ آخر پھر حالت گزرد

تو ہم انسان کے ہر شہیدہ و غفلت و مستی کے حالات کا دار و مدار خاتمے پر ہے۔ کسی کو علم نہیں کہ آخر وقت وہ کس حالت سے گزرے گا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیث میں طاعات و عبادات کی پابندی کرنے، اپنے اوقات کی حفاظت و نگرانی کرنے اور گناہوں سے بچنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔ اس بات سے ڈرنے پر نہ کہ شاید عمر کی بھی آخری گھڑی ہو۔ اور خاتمہ بھی نصیب ہو۔ اور یہ بہت اچھی بات ہے۔ ان لوگوں کے برعکس جو تقدیر کا مسئلہ سن کر عمل کرنے سے سست ہو جاتے اور عمل میں کو شش و سعی کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جب سعادت و شقاوت اور جنت و دوزخ میں جانا سب نوشتہ قضا و قدر کے تحت ہے اور جو کچھ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے تو پھر عمل کس لیے ہے۔ اور عمل کی کیا ضرورت ہے۔ بعض صحابہ کرام نے بھی تقدیر کا مطلب سمجھنے سے پہلے ایک مرتبہ یہ بات کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب دیا۔ عمل کرو۔ ہر آدمی جس قسم کے عمل کے لیے پیدا ہوا ہے اس کی توفیق اسے دے دی گئی ہے۔ یعنی تمہارا مسئلہ تقدیر سننے کے بعد عمل سے رک جانا اور سعی و کوشش سے انکار کرنا بے معنی ہے۔ کہ شارح کی طرف سے امر و نہی دار و مروجہ ہے اور تمہیں شریعت کی باتیں سمجھنے کی قوت بھی دے دی گئی ہے۔ اور تم میں وہ قصد و اختیار

جس سے عمل کیا جاسکتا ہے پیدا کر دیا گیا ہے۔ لہذا یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ انسان میں ضرور ایسی صلاحیت و استعداد رکھی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے بندوں کو احکام کا مکلف کیا گیا ہے۔ اور ان سے کچھ کاموں کے کرنے اور کچھ کے نہ کرنے کا مطالبہ درست ہے۔ ورنہ اگر وہی کچھ فائدہ نہ ہو گا اور انبیاء علیہم السلام کے مبعوث کرنے کا کوئی مقصد نہ رہے گا۔ اگرچہ قضا و قدر کی کنہ و حقیقت تک پہنچنا مشکل ہے۔ تاہم بہت سے ایسے اسرار و رموز ہیں جن سے انسان آگاہ نہیں ہوتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی عمل اور کوئی معاملہ اس راز کے کشف و علم پر موقوف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے۔ اپنی ملک میں جس طرح کا تصرف کرے ظلم نہیں کلا سکتا۔ یعدب من یشاء و یرحم من یشاء (جسے چاہے عذاب دے جسے چاہے رحمت سے نوازے)۔ اس مقام میں منکلیں کے کلام کی انتہا اس پر ہے۔ لَا یُسْئَلُ عَنْ عَمَلٍ یَعْمَلُ وَ هُمْ یُسْأَلُونَ (جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس پر اس کی باز پرس روا نہیں اور جو کچھ بندے کرتے ہیں اس پر ان کی باز پرس ہوگی۔) اب باب کشف کے محققین نے فرمایا ہے۔ کہ انسان کو امر و نہی کا مکلف کرنا صفت ربوبیت اور عدم عبودیت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ اور اس کا فائدہ بندوں کے پرشیدہ علم و ارادہ اور ان کے باطنی معانی کا ظاہر کرنا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ سید کون ہے اور بدعت کون ہے۔ فرمانبردار کون ہے اللہ یا فرمان کون ہے۔ اور اس سارے معاملے میں حقیقت خدا تعالیٰ کے اپنے اسماء و صفات اور کمالات کے تقاضوں کا اظہار ہے۔ کیونکہ ایمان و عالم سے یہی چیز مقصود ہے۔ کنت کنزاً مختبئاً نا حبیبت ان اعرفت میں ایک پرشیدہ خزانہ تھا جس نے چاہا کہ میری معرفت اور پہچان ہو۔ و ادلّہ اعلامہ و عقائے الامور امورک حقیقتیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

۷، وَ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ النَّارِ وَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ يَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ الْجَنَّةِ ثُمَّ إِنَّهُ لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ النَّارِ ثُمَّ إِنَّهُ لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ الْجَنَّةِ

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک انسان البتہ دو چیزوں کے واسطے عمل کرتا ہے۔ عمارت دہلی جنت سے ہوتا ہے۔ اور جہنم کے عمل کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اہل دوزخ سے ہوتا ہے۔ اور اعمال کا اعتبار غامضوں پر ہے۔

ترجمہ

شرح: دو دعویٰ سعد بن سعد آپ کی کنیت ابو العباس ہے۔ یعنی نے ابو یعنی بیان کی ہے۔ یعنی ابو یعنی سعد بن سعدی مالک سعدی سعد بن سعدی انصاری یعنی کی طرف منسوب ہیں آپ اور آپ کے والد دونوں شرف صلیت سے مشرف ہیں۔ آپ کا پہلا نام حزن تھا یعنی سخت اور پھر علی بن حزن۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بدل کر سعد رکھا یعنی

ترمذین۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ اسی عمر میں وفات پائی۔ اور بقول بعض سترہ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ بخاری صحابی ہیں جنہوں نے سیدنا طیبہ میں وفات پائی۔ ان حضرت سہل سے روایت ہے۔ وقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان العبد ليعمل عمل اهل الجنة رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا ایک انسان دوزخیوں والا عمل کرتا ہے لیکن قیصلہ انہی اور اپنے انجام کے لحاظ سے وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔ (ويعمل عمل اهل الجنة وانه من اهل النار) اور ایک آدمی عمل تو اہل بہشت والے کرتا ہے مگر واقع میں وہ جہنمی ہوتا ہے۔ اور اعمال کا اعتبار نہیں مگر قیامت میں پرہیزگاروں کا اسی کا اعتبار ہوگا جیسا کہ مذکور ہوا۔ خواتم بروزن مسابہ اور خواتم بروزن مصابیح دونوں طرح مروی ہے۔

۴۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دُعِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ طُوفِي لِهَذَا عَصْفُورًا مِّنْ عَصَا فَيْحِ الْجَنَّةِ لَعَلَّ رَيْسَ السُّوءِ دَلَّكُمْ بِدُرِّهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ عَذَابُ ذَلِكَ يَا مَعْشَرَ إِنْ أَدَّاهُ اللَّهُ حَقَّ الْجَنَّةِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَعَاذَ هُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَعَاذَ هُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچے کے جنازہ کے لیے بلایا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اس بچے کو خوشی اور نیک نصیب ہو۔ تو بہشت کی چڑیوں میں سے ایک چڑی ہے۔ نہ تو اس نے کوئی بڑا کام کیا اور نہ اسے پایا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ یا معاہدہ اس کے برعکس ہے۔ اسے مالشہ ایک اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگ جنت کے لیے پیدا کیے۔ انہیں اس وقت جنت کے لیے کر دیا جب کہ وہ اپنے بالوں کی پشتوں میں تھے اور کچھ لوگ دوزخ کے لیے پیدا کیے۔ دوزخ کے لیے اس وقت پیدا کر دیے تھے جبکہ وہ اپنے بالوں کی پشتوں میں تھے۔

(رواہ مسلم)

شرح :- (و عن عائشة) رضی اللہ عنہا قالت دعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرمائی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا۔ الی جنازہ صبی من الانصار) انصار کے ایک بچے کے جنازہ کے لیے تاکہ آپ اس کی غار جنازہ پڑھ سکیں۔ جنازہ ہم کے کسرے اور فتح دونوں طرح آگیا ہے۔ بعض نے دونوں مقامات میں فرق کیا ہے کہ ہم کے کسرہ کے ساتھ میت کو کہتے ہیں۔ اور بیعت ہم میت کو نہ لانے والا تختہ یا اس کا کس۔ یا کسرہ ہم کے ساتھ تختہ یا میت دونوں کے لیے آتا ہے۔ (فقلت) (ترمذی نے کہا یا رسول اللہ طوفی لہذا) اس بچے کو خوشی اور نیک نصیب ہو۔ (عصافیر الجنة) یہ تو بہشت کی چڑیوں میں

سے ایک چڑی ہے۔ اسے چڑی کتنا تو اس کے چھوٹا بچہ ہونے کی بنا پر ہے۔ اور بھشتی چڑیوں میں شمار کرنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اعتقاد میں اس کے بھشتی ہونے کے لحاظ سے ہے۔ لہٰذا یعلیٰ المسوء کہا اس نے جو تو کوئی برائی کی۔ دو لہو بید کر اور نہ برائی کا زمانہ پایا اس وقت کہ اسے کسی کر آیا حضرت صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راو غیر ذلک اکملہ اذواوہ کے بیچ اور سکون دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ فتح کی صورت میں معنی یہ ہو گا کیا واقع میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے جو تو کہہ رہی ہے کہ وہ جنتی ہے واقع میں وہ ثابت ہے جو تیسرے اس بیان و خیال کے خلاف ہے یعنی وہ بھشتی نہیں ہے۔ اور واوہ کے ساکن ہونے کی صورت میں معنی یہ ہو گا کہ واقع میں وہ ہے جو تو کہتی ہے یا وہ نہیں جو تو کہہ رہی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اور معنی بل ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہو گا واقع میں وہ نہیں ہے جو تو کہہ رہی ہے بلکہ اس کے خلاف اور الٹ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جزم و یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بچہ جنتی ہے۔ اس کے بعد اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا یا عائشہ ان اللہ خلق الجنۃ ما علیہ اسے عائشہ شیک اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگ جنت کے لیے پیدا کیے اور انہیں اس کا مستحق بنایا خلقہم لہا و ہد فی اصلاہ ابابہم انہیں اس وقت جنت کے لیے پیدا کر دیا جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔ و خلق للذنا و افعلا اور کچھ انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے۔ اور انہیں اس کا مستحق بنایا خلقہم لہا و ہد فی اصلاہ ابابہم انہیں اس وقت دوزخ کے لیے پیدا کیا جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔ (ردا کا مسلم) اسے مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ انسان کا بھشتی یا دوزخی ہونا اچھے یا بُرے عمل کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ بلکہ ایسا محض اللہ تعالیٰ کی تقدیر و قضا سے ہو گا۔ اس نے کچھ انسان جنت کے لیے پیدا کیے ہیں نیک عمل کریں یا نہ کریں۔ اور بعض کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے۔ بے کام کریں یا نہ کریں۔ لہٰذا یہ بچہ اگر دوزخ کے لیے پیدا ہوا ہے جو دوزخ میں ہی جائے گا چاہے اس نے کوئی بُرا عمل نہیں کیا۔ تو اسے عائشہ تو یقین کے ساتھ کس طرح کہہ سکتی ہے کہ یہ بھشتی ہے۔

مگر جو کچھ کتب و سنت کی نص سے بالبدیہ ثابت ہے اور جس پر اہل دین کا اجماع ہو چکا ہے، یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں جائیں گے۔ اور کفار کے بچوں کے متعلق تین قول ہیں ایک یہ کہ وہ دوزخ میں جائیں گے۔ دوسرا یہ کہ ان کے بارے میں تو قوت کیا جائے اور کوئی فیصلہ صادر نہ کیا جائے۔ تیسرا یہ کہ وہ بھی جنتی ہیں۔ ان تینوں اقوال میں صحیح تر یہ تیسرا قول ہے کیونکہ دین سے جدا ہوتے ہی بات ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کو بھی بے گناہ عذاب نہ دے گا۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ کی بات پسند نہ کرنا اس بنا پر تھا کہ اس میں ایک غیب کی بات کے متعلق فیصلہ اور اس کے ماں باپ کے جنتی ہونے کے یقین کا دعویٰ پایا جاتا ہے۔ کہ پھر مومن ہونے میں اپنے والدین کے تابع ہوتا ہے۔ لیکن اس بار سے میں درست اور صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی یہ گفتگو اور بیان مشرکین کے بچوں کے جنتی ہونے کی وحی سے پہلے کا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وحی نازل ہوئی کہ سارے بچے جنت میں جائیں گے۔ اور جن کے ماں باپ مسلمان ہوں گے انہیں بھی اپنے ساتھ بہشت میں لے جائیں گے جیسا کہ ایک حدیث میں ایسا آپ کا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے میں مگر اس کا ایک ٹکڑا نہ دوں گی میں اور ایک ٹکڑا نہ جنت میں کہہ دیا گیا ہے۔ لوگوں نے کیا یا رسول اللہ تو پھر ہم لوگ اپنے نوشتہ تقدیر پر ہی بھروسہ کیوں نہ کریں۔ اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا عمل کرو کہ ہر انسان کے لیے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔ اگر وہ سعادت مند لوگوں میں سے ہے تو اس کے لیے اہل سعادت کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ بدعت لوگوں میں سے ہے تو اس کے لیے بدعتی دالے عمل آسان کر دیے جاتے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی یعنی جس شخص نے روئے خدا میں اپنا مال لوگوں میں تقسیم کیا۔ اور تقویٰ اختیار کیا اور کھلیک و خیر کی تعریف کی تو بہت جلد ہم اس کے لیے ایسے کام آسان کر دیں گے جن کے ذریعے جنت میں پہنچتا آسان ہے اور جس نے بخل کیا اور سموات دنیا میں معروف ہو کر آخرت سے بے نیاز ہو گیا اور کھلیک و حق کو جھٹلایا تو ہم جلد ہی اس کے لیے ایسے کام آسان کر دیں گے جو اسے جہنم و شرا میں

۸۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَّكُمْ قَوْمٌ أَحَدًا إِلَّا وَدَّ كَيْدَ مَقْعَدِهِ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا تَنْجِيْ عَلٰی كِتَابِنَا وَنَدْمُ الْعَمَلِ قَالَ اَعْمَلُوا فَنُكِّلْ مَيْسَرًا لِّمَا خَلَقَ لَهُ۔ اَمَّا اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيُسَّرُ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ مَا مِنْ اَعْطٰی وَ اَقْبَلَ وَ صَدَقَ الْخُفْيٰی فَسَيُسَّرُ لِّلْيُسْرٰی وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَعْطٰی وَ كَذَّبَ بِاَحْسَنٰی فَسَيُسَّرُ لِّلْيُسْرٰی۔

مستفید بنیں

ثقل دیں گے۔

شرح مرد عن علی رضی اللہ عنہ ر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من من
احد الا وقد کتب مقعدہ من النار من الشاہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں نے فرمایا نہیں تم میں سے کوئی آدمی مگر اس کے لیے لکھ دی گئی اور متعین کر دی گئی ہے ایک جگہ دوزخ میں۔
رد مقعدہ من الجنة اور ایک جگہ جنت میں لکھ دی گئی اور متعین کر دی گئی ہے یعنی یہ بات پہلے سے متعین
کر دی گئی ہے کہ کون دوزخ میں ہے اور کون جنت میں۔ (قالوا) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ افلا نضیک علی
کتاننا یا رسول اللہ جب کہ ہم میں سے ہر ایک کی جگہ دوزخ اور جنت میں لکھ دی گئی اور متعین کر دی گئی ہے تو پھر
ہم لوگ اپنے نوشتہ تقدیر پر بھروسہ کیوں نہ کر لیں۔ (رد مند العمل) اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ کہ بہشت و دوزخ میں
جانا تو دار عمل میں آنے سے پہلے ہی متعین ہو چکا ہے۔ عمل اس کا سبب و ذریعہ نہیں بن سکتا تو ہم کس لیے عمل کریں۔
ر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اعملوا فکل میسر لما خلق لہ) عمل کرو کہ جو آدمی جس چیز
اور کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کی اسے توفیق دے دی گئی ہے اور وہ اس کے لیے مہیا کر دی گئی ہے۔ (واما ان کان
من اهل السعادة) تو جو شخص تقدیر الہی میں اہل سعادت میں سے ہے اور سعادت و نیک بختی کے لیے نامزد ہو چکا ہے۔
(فسیسر) عمل السعادة تو اسے اہل سعادت کے عمل کی توفیق دے دی گئی۔ (واما ان کان من اهل
الشقاۃ) اور جو شخص سابقہ تقدیر خداوندی میں بد بخت و گروں میں سے ہے (فسیسر فعمل الشقاۃ) تو اس
کے لیے بد بخت و گروں کا عمل مہیا کر دیا گیا ہے۔

یعنی نوشتہ تقدیر حرکت عمل کا باعث نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اپنے حق ربوبیت کے تحت اور بندوں
کی عبودیت کی بنا پر امر و نہی کا حکم صادر فرمایا ہے۔ لہذا امر و نہی کے مطابق عمل بجا لانا ضروری ہے۔ اور عمل کو سعادت و
شقاوت کی علامت بنایا ہے۔ اور یہی تقضا و قدر میں داخل ہے۔ اور ہر شخص کے لیے جو عمل مقرر کیا ہے وہ اسے کرے
گا۔ اور جس کے لیے یہ مقرر کیا ہے کہ فلاں کام نہ کرے گا تو وہ کام نہ کرے گا۔ اور ثواب و عقاب تو اللہ تعالیٰ کا تعارف
ہے جو دعائیں ملک میں کرنے کا جائز ہے۔ ہر صورت تمہارا یہ کہنا کہ جب تقضا و قدر برحق ہے تو ہم عمل کس لیے کریں،
درست نہیں۔ (شعروہ) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کی تائید اور اس کے اثبات کے لیے یہ
آیت پڑھی (فاما من اعطی ذائقۃ و صدق بالحق) تو جس نے ذائقہ و حق ادا کیا یا مطلق طاعت بجالائی اور
نافرمانہ باتوں سے پرہیز کیا۔ اور تمام کلمات سے اچھے کلمے کی تصدیق کی یعنی کہ تو حید کی یا عت اسلا م کی تصدیق کی جو

تمام ملتوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ آیت کے اگلے الفاظ میں (و لیس فیہ) تو نزدیک ہے کہ ہم میا کر دیں گے اس کے لیے ایسے اعمال جو اسے آسانی سے بہشت میں پہنچنے کا ذریعہ اور سبب بنیں گے و اما من بخلد و استغنی و کذب بالحسنیٰ فضیسیہ و لیس فیہ) اور جس نے مال خرچ کرنے میں بخل کیا یا جسے اللہ نے جس حق کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اے ادا نہ کیا اور دنیوی شہوات میں مستغرق ہو کر آخرت کی نعمتوں سے بے نیاز ہو گیا اور تقویٰ و پرہیز گاری کا راستہ اختیار نہ کیا۔ اور کلمہ تو حید و طاعت اسلام کی تکذیب کی اُسے بھٹلایا تو نزدیک ہے کہ ہم اس کے لیے ایسے اعمال میا کریں گے جو اس کیسے دشواری اور تکلیف میں یعنی دوزخ میں پڑنے کا باعث بنیں گے۔

٦٧- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى
بَنِي آدَمَ مَحَقَّةً مِنَ الزَّوْنِ أَدْرَكَ
ذَلِكَ لَكُمْ مَعَاكَةَ فَرَى الْعَيْنُ النَّظَرُ
وَرَى اللِّسَانُ النُّطْقَ وَالنَّفْسُ تَشْتَقِي
وَتَشْتَقِي وَالرُّبُوبُ يَصَوِّتُ ذَلِكَ وَيَكْذِبُهُ
مَنْ حَقَّ عَلَيْهِ فِي رَاوِيَةِ الْمُسْلِمِ قَالَ ثَبَّاحٌ عَلَى
أَبْنِ أَدَمَ نَهْيِيهِ مِنَ الرَّذِّ سُنْدُكَ ذَلِكَ
لَكُمْ مَعَاكَةَ اللَّهُ جَنَّانُ زَيْنَاهَا الْإِسْتِمَاعُ
وَاللِّسَانُ زَيْنَاهَا الْأَعْيَانُ زَيْنَاهَا الْبَطْنُ
وَالرِّجْلُ زَيْنَاهَا الشُّو وَالْعُظْمُ يَجُوزِي بَيْنَهُمَا وَيَصَوِّتُ
ذَلِكَ الْفَرْقُ يَنْتَبِهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس
کا حصہ زمانہ جسے کھے دیا ہے جسے وہ لاعلم عامل کر کے دے
گا۔ پس اے کھنکھ کا زناؤ کہہنا زبان کا زنا انگلی ہے۔ اور نفس گزند
کرتا اور چاہت کا اظہار کرتا ہے۔ اور شرط شاہ اس کی تصدیق کرتی
اور جھٹلاتی ہے۔ متفق علیہ اس کے مسلم کی ہدایت میں اس طرح ہے۔
بیشک حضرت علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے آدم کے پیشے کے لیے زنا
میں سزا کا حصہ کھے دیا ہے۔ جسے وہ لاعلم عامل کر رہے گا
آنکھوں کا زنا تو کہہنا ہے۔ کاڑوں کا زنا سننا، زبان کا زنا
کلام کرنا۔ ہاتھ کا زنا پکڑنا اور ہاتھوں کا زنا تیل کرنا ہے۔
اور دل خواہش ادا کرنا تو کہہنا ہے۔ اور اس کی تصدیق کرتی اور
جھٹلاتی ہے۔

شرح :- (وہن ابی عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ کتب علی ابن آدم حلقہ من الزناد کہ لا محالہ) حضرت صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ ورضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ عہد آدم کے پیش پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ لازماً حاصل کر کے رہے گا۔ کیونکہ یہ فعل بد اللہ تعالیٰ نے اس کے نوشتہ تقدیر میں سے کر دیا ہوتا ہے۔ کھا کر نہ بچ سیکھ تخفیف لام یعنی تبدیل

کرنا اور پھر نازا امانہ کا معنی ہو گا ضرور ولادہ یعنی اس بات میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہو سکے گا۔ شارحین کے بیان کے مطابق حدیث کا معنی یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں حواس اور قوی پیدا کر کے اس کے لیے زنا کا حصہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ انسان ان حواس و قوی کی بدولت اپنے اندر لذت محسوس کرتا ہے۔ اور اس میں شہوت اور عورتوں کی جانب میلان کو کشش پیدا کر دی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ زنا کا مقررہ حصہ ضرور حاصل کر کے رہے گا۔ تاہم خدا تعالیٰ جسے چاہتا ہے باز رکھتا اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور بعض کو حقیقی زنا (شرک گاہ کو شرک گاہ میں داخل کر دینا) کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ اور بعض کو زنا مجازی کے لیے آزاد چھوڑتا ہے اپنی حفاظت و نگرانی اس سے اٹھالیتا ہے یہاں تک کہ وہ نظر حرام اور کلام حرام کے زنا میں مبتلا ہو جائے۔ جیسا کہ فرمایا۔

(فرف العين النظر) بلکہ اگر کلام و نظر سے و ذف اللسان العنطق زبان کا زنا حرام و ناجائز گنہگار ہے۔ اس طرح کان، ہاتھ، پاؤں اور دل کا زنا ہے۔ (والنفس تدعی و تشتہی) اور انسان کا نفس آرزو کرتا اور چاہت کا اظہار کرتا ہے۔ (و انفرج یصدق ذلک و یکذب) پھر مرد و عورت کی شرک گاہ کبھی اس کی تصدیق کرتی اور نفس کی شہوت و آرزو کو سچا کر دیتی ہے اور شرک گاہ اس کی اطاعت و پیروی کرتی ہے۔ لہذا اسے زنا میں مبتلا کر دیتی ہے۔ کبھی مرد و عورت کی شرک گاہ نفس کی آرزو کو جھٹلاتی ہے۔ اس کی بات نہیں مانتی۔ لہذا شرک گاہ زنا سے انکار کر دیتی ہے۔ (متفق علیہ) اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ ہماری مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ اور دونوں کا اس میں اتفاق ہے۔ (وفی حایہ مسلم) اور ایک روایت میں جو مسلم کی ہے اور وہ اس میں متفق ہے۔ (الفاظ میں رد قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا (کتب علی ابن ادم و فضیہ من المیزان) آدم کے بیٹے پر زنا میں سے اس کا حصہ کھود دیا گیا ہے۔ (و مدرک ذلک لا معالہ) جسے وہ ہر مال حاصل کر کے رہے گا۔ (العينان زناهما النظر) دونوں آنکھوں کا زنا یہ نظر ہی ہے۔ (والاذنان زناهما الاستماع) دونوں کانوں کا زنا حرام و فحش باتوں کا سننا ہے۔ (واللسان ذناہ الکلام) زبان کا زنا حرام و بے حیائی کی گفتگو ہے۔ (والید ذناہا البطش) ہاتھ کا زنا کچڑنا ہے۔ (و مراعین ہے بطش حمل کرنا اور مضبوطی سے کسی چیز کو پکڑنا۔ (والرجل ذناہا الخبط) اور پاؤں کا زنا قدم اٹھانا اور اس فعل بد کی طرف چل کر جانا ہے۔ (و القلب یجود و یسعی) اور دل اس فعل کی چاہت اور آرزو کرتا ہے۔ (و یصدق ذلک المیزان و یکذبہ) پھر انسان کی شرک گاہ اس فعل بد کی تصدیق اور تکذیب کرتی ہے۔

۸۰۔ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ زَانَا زَانَا»

مَنْ مَرَّ بِهِ قَالَا يَا رَسُولَ اللَّهِ اذْهَبْ
مَا يَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْفُرُونَ بِهِ
أَشَى قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فَعَمُوا
مَنْ قَدَّرَ سَبَقَ أَوْ فِيمَا يَسْتَقْبِلُونَ
بِهِ - وَمَا أَنَا بِرَبِّهِمْ يَتَعَمَّرُونَ
الْعُجَّةَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَا بَلْ أَشَى قُضِيَ
عَلَيْهِمْ وَمَضَى فَعَمُوا وَتَصَدَّقُوا
ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ
وَجَلَّ وَلَكُنِّي وَمَا سَدَّهَا
فَالْهَمَّ فَبُجُورَهَا وَ
لَقَّوْهَا -

اداء مسلح

تقلید مزینہ کے دو آدمیوں نے اگر عرض کی یا رسول اللہ میں
بتائیں کہ لوگ برا اعمال اس دنیا میں کرتے ہیں اور عمل میں جو
کوشش دہی کرتے ہیں کیا یہ سب تقاضا قدر میں ملے ہو چکا
اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور انہی میں ہی اس کے بارے
میں تقدیر الہی جاری ہو چکی ہے۔ یا اعمال میں سے جو کچھ آئندہ
کریں گے اور ان کا بغیر ان کے پاس جو امر و نہی ملے کر آیا ہے۔
اور لوگوں پر اس کے سچا ہونے کی دلیل ثابت و قائم ہو چکی ہے اس
کا تقدیر انہی سے کچھ نقص و واسطہ نہیں ہے آپ نے فرمایا
ایسا نہیں ہے بلکہ ان کے بارے میں ہر عمل فعل کا تقدیر انہی
میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور تقدیر انہی کا تقدیر ہو چکی ہے۔ اس کی
تصدیق اللہ کی کتاب میں موجود ہے کہ فرمایا و حق و عا سواھا
الم یعنی حق ہے نفس انسانی کی اور اس ذات کی جس نے اسے درست
حالت پر پیدا کیا پھر اسے برائی اور تقویٰ کا امام فرمایا۔

شرح :- (روعن عمران بن حصین) رضی اللہ عنہ شخص نے بغیر عا و نوح صا و سکون یا آپ مشہور
معانی میں۔ ٹیبر میں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ ایمان لائے۔ آپ مسلسل تیس برس بیتر ملاقات پر رہے۔ فرشتے اگر آپ
کو سلام کرتے تھے ایک دفعہ بطور علاج آپ نے داغ گواٹے تو فرشتے روپوش ہو گئے۔ جب تندرست ہو گئے تو
فرشتے پھر نمودار ہو گئے۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بصرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
میں سے کوئی بھی حضرت عمران بن حصین سے افضل و اعلیٰ نہ تھا۔ رضی اللہ عنہ۔

ان عمران بن حصین سے روایت ہے۔ (ان ساجدین من مزینہ قال) کہ بیشک تقلید مزینہ کے دو
آدمیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اے ربیت ما یعمل الناس الیوم آپ ہیں ان اعمال کے بارے میں
بتائیں جو لوگ آج یعنی اس دنیا میں جو دار تکلیف ہے کرتے ہیں۔ (روید کد حوت فید) اور ان میں کوشش دہی کرتے
ہیں۔ (اشی قُضی علیہم) کیا یہ ایسی چیز ہے جو تقاضا قدر میں داخل اور لوگوں کے لیے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔
(ومضی فیم) اور ان کے بارے میں گزر چکا ہے۔ (من قد س سبق) تقدیر انہی میں ورا و فیہما یستقبلون

میں (یا واقع میں معاملوں میں ہے کہ جو کچھ وہ زمانہ آئندہ میں کریں گے۔ وہ اپنی قدرت و اختیار سے کریں گے بغیر اس کے کہ قضا و قدر اس کے متعلق نافذ ہو چکی ہو۔) (معاذ اللہ) یہ منہ پر ہوا۔ ان تمام باتوں میں سے جو ان کے پیغمبران کے پاس لائے۔ (وہ ثابتاً لحدیث علیہم) اور پیغمبر کے مجوزے کے ظہور کے ذریعے اس کے سچا ہونے کی دلیل و برہان لوگوں پر ثابت و قائم ہو چکی ہے۔ یعنی پہلے سے قضا و قدر کا کوئی فیصلہ نہیں۔ بلکہ بات عرب اس حد تک ہے کہ خدا تعالیٰ کے پیغمبرانہ تعالیٰ کی طرف سے امر و نہی پر مشتمل احکام لے کر آئے اور لوگ محض اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے ان پر عمل پیرا ہوئے۔ یا معصیت و نافرمانی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جیسا کہ فرقہ قدریہ کا مذہب ہے۔

(فقال لا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ (بل شیء قضی علیہم) معنی فیہم، بلکہ ان کے بارے میں گردشہ ازل کے اندر ہی سب کچھ کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ (و تصدیق ذلك في كتاب الله عز وجل) اور اس کی تصدیق اور اس کے صدق کی دلیل کتاب اللہ میں موجود ہے۔ کہ فرمایا: وَفَسَّيْنَا لِلْإِنسَانِ مَا نَالَهُمْ فَأَوَّلَتْ كُفُولَهُمْ (تسم جہ نفس انسانی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک حالت میں پیدا فرمایا پھر اسے نیکی بدی کا الہام کیا)۔

معلوم ہونا چاہیے کہ تسویہ نفس اس سے عبارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی درست و مناسب حالت اور ایسے اعتدال پر پیدا فرمایا جو اس کی حکمت و مصلحت کے تقاضا کے مطابق ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں قویٰ مرکب کیے اور اس میں ایسے آلات رکھ دیے۔ جن کی بدولت اس میں کچھ بھانے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ اور وہ ممکن ہونے اور افعال نیک و بد عاقل کرنے کے قابل ہو گیا۔ اور اس میں حس و شہوتوں کو مرکب کر کے بڑے کاموں کے طبعی تقاضے اس کی فطرت میں رکھ دیے۔ دوسری جانب شرعی قصوں اور عقلی دلیلوں کے ذریعے یقین سے ہر چیز علم کی اسے یقین کر کے اور اس کے دل میں ڈال کر اسے تقویٰ کا الہام کیا۔ اور تقویٰ اور نیکی کی باتوں کی طرف رہنمائی فرمائی۔ حدیث کی تصدیق اللہ سبحانہ کے قول مبارک فَسَوَّيْنَاهُ میں ہے۔ کہ یہ لفظ دلائل کرتا ہے کہ انسان میں سب کچھ اس کے پیدا کرنے اور اس کی تقدیر سے ہے۔

۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَكُ رَسُولُ اللَّهِ إِيَّيَّ رَجُلٌ شَابٌ وَأَنَا آخِافُ عَلَى نَفْسِي لَعَنَتْ وَلَا أَحَدٌ مَّا أَتَزَوَّجُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اصل آدمی جو میں نے جوں جوں مجھے اپنے متعلق زانیہ متوجہ نہ کی تھی۔ اور

بِهِ الْفَسَادُ. كَأَنَّهُ يَسْتَأْذِنُ فِي
الْإِخْتِصَارِ قَالَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ
مِثْلُ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي. ثُمَّ قُلْتُ
مِثْلُ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلُ
ذَلِكَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَبَا
هُوَ يَوْمَ جَعَلَ الْقَلَمَ لِمَا أَنتَ لَارِقٌ فَانْتَصَى
عَلَى ذَلِكَ أَوْ ذَرَّ.

ردواۃ البغدادی

میرے پاس یہی کوئی چیز نہیں جس کے عوض عورتوں سے نکاح
کر سکوں۔ گویا آپ صبی ہو جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے
ابو ہریرہ کہتے ہیں حضور صری بات ہی کر خاموش رہے۔ میں نے
پھر وہ بات دہرائی۔ لیکن آپ خاموش رہے میں نے پھر یہی
بات عرض کی مگر آپ پھر خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری
مرتبہ یہی بات عرض کی تو آپ نے فرمایا جو کچھ تجھے ملے والا
ہے قلم اسے لکھ کر خشک ہو چکا ہے تو غصی ہو یا نہ ہو روز نشہ
تقدیر میں کچھ فرق دے گا۔

شرح: مرد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (قال قلت یا رسول اللہ انی راجد شاب)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جوان
آدمی ہوں (روانا احاف علی نفسی العنت) اور مجھے اپنے نفس کے بارے میں زنا کا اندیشہ ہے۔ عسکت
دو فقرہ کے ساتھ یعنی فساد گناہ، بلاکت، ہشمت اور زنا۔ (ولا احبدا ما اتزوجه النساء) اور میرے پاس
اتنا مال نہیں کہ اس کے عوض عورتوں سے نکاح کر سکوں۔ (لکانہ یستاذن فی الاختصاص) لہذا یہ کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ
گویا حضور صبی ہو جانے کی اجازت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ (قال فسکت عني) ابو ہریرہ کہتے ہیں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور میری طرف سے چہرۃ القہر پھیل گیا۔ (ثم قلت مثل ذلك) میں نے پھر یہی
بات دہرائی۔ (فسکت عني) مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ (ثم قلت مثل ذلك) میں نے پھر یہی
بات عرض کی۔ (فسکت عني) مگر آپ پھر خاموش رہے۔ (ثم قلت مثل ذلك) میں نے پھر یہی بات عرض کی۔
(فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ہریرۃ جعَلَ الْقَلَمَ لِمَا أَنتَ لَارِقٌ فَانْتَصَى) ہر اس چیز کے متعلق جو تجھے پیش آنے والا ہے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تقدیر میں ہر چیز طے ہو چکی اور کاتب
تقدیر ب کچھ لکھ کر فارغ ہو چکا ہے۔ (فانتصی علی ذلك) اور اس مسئلہ تقدیر کا علم ہونے کے بعد اب تو غصی
ہو یا نہ ہو۔

ان الفاظ میں حضرت ابو ہریرہ کو خبر دیا گیا ہے کہ تقدیر کو تقدیر کے مقابلے میں نہ لاؤ اور یہ کہ تقدیر سے متبھاگو۔
یا مطلب یہ ہے کہ غصی ہونے کا ارادہ ترک کرو اور تقاضا و تمرد پر راضی ہو جاؤ یعنی تقدیر میں جو خیر و شر مقدر ہو

پکا ہے ہو کر رہے گا۔ اور قضاء قدر کا قلم جس میں لہام کے متعلق چل چکا ہے وہ منور و جود میں آئے گا۔ تو غصی ہو یا نہ ہو۔ ان الفاظ میں غصی ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ ان کے اجانت لعل کرنے پر انہیں ڈا ڈا اور ناگوار سی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور بادیر عضو مخصوص کاٹ دینے کے ارادہ پر ان کی ملامت کی گئی ہے۔

معایج کے بعض نسخوں میں فاختص کے بجائے فاختصر کا لفظ آیا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ بات اور سلسلہ کلام کو بیان نہ کر۔ یعنی جب کہ تیرے علم میں یہ بات آپ کی ہے کہ روشہ تقدیر میں رد و بدل نا ممکن ہے تو بات ہی نہ کر۔ اور گردن تسلیم جھکا دے۔ اور پھر اعتراض کرنا چھوڑ دے۔ اختصار کلام اور تسلیم کرنے کو چھوڑا اور جز اول کو نہا ہے کہ نسخہ اول کے مطابق غصی ہونے کے ارادے پر جھک کر وڈا ٹ ہے۔ اور نسخہ ثانی کے مطابق دوسری بات (بات ہی کہ) پر جھک کر وڈا ٹ کی گئی ہے۔ خوب سمجھو۔

۸۲۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ كَقَلْبِ قَاصِدٍ يَمْشِي فِيهِ كَيْفَ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ مَعْصِيَتُ قُلُوبِكُمْ صِرَافٌ قُلُوبُكُمْ عَلَى مَا تَحِبُّونَ۔ رواه مسلم

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تمام انسانوں کے دل رحمن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں۔ وہ انہیں پھیرتا ہے جیسے چاہتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کے طور پر دعا کی اللہ صرّف قلوبکم اثم اسے اللہ دلوں کے پھیرنے والے۔ ہمارے دل اپنی طاعت و قرآن پراری کی طرف پھیر دے۔

شرح :- (و عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان قلوب بنی آدم کھلا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تمام انسانوں کے دل (بین اصبعین من اصابع الرحمن) خدا تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان (کقلب واحد) ایک دل کی طرح ہیں۔ (یصرّفہ کھٹہ پھٹا) جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بیک وقت سب کچھ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہاں کلام لوگوں کے ضم اور ان کی سمجھ کے مطابق کیا گیا ہے کہ بندوں کے ضم اور ان کی سمجھ کے مطابق ایک ہی چیز میں تعریف کرنا متعدد اشیا میں تعریف کرنے سے آسان تر ہے۔ ورنہ حضرت پروردگار کے نزدیک سب کچھ برابر اور یکساں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس کے لیے ایک کام مشکل ہو اور دوسرا آسان۔

اور خدا تعالیٰ کے لیے انگلیوں کا اطلاق تشابہات میں ہے۔ تشابہات میں دو مذہب ہیں۔ بعض ان کے بیان معنی میں توقف کرتے ہیں۔ اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔ اور بعض دوسرے علماء مناسب معنی پر عمل کرتے۔ اور تاویل کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ انگلیوں سے دلوں کے ساتھ جلال و جمال اور رفعت و قدر کی صفات کا تعلق مراد ہے۔ کہ وہ بعض دلوں کو طاعت کی طرف پھیرتا ہے۔ اور کچھ دلوں کو معصیت و نافرمانی کی طرف۔ اور اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ تبدیل کرنا اور پھیرنا نہایت تیزی کے ساتھ اور بڑے موثر طریقہ سے ہوتا ہے اور اسم برہمن کی طرف نسبت وصفت و صفت کی وصفت اور غضب پر اس کے شبے کی بنا پر ہے۔ باوجودیکہ علیہ السلام کا غضب و غصہ بھی نہایت سخت ہوتا ہے۔ پس اس میں جمال و جلال دونوں قسم کے تصرف کی طرف اشارہ ہو گیا۔

(ثوقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے اور خدا تعالیٰ عزوجل کی درگاہ میں علماء و ادب کے لیے یہ الفاظ کہے (اللہم صلی العتوب) اسے اللہ دلوں کو طاعت و نافرمانی کی طرف پھیرنے والے (صرف قلوبنا علی طاعتک) ہمارے دلوں کو طاعت و فرمانبرداری کی طرف پھیر دے۔ اور اس پر نہایت رکھ اور استقامت عطا فرما۔ ظاہر یہ ہے کہ جمیع کا صیذا امت کو شامل کرنے بلکہ درحقیقت انہی کے لیے دعا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تو نہایت اعتدال و استقامت پر فائز ہے۔ آپ کے لیے پھرنے اور ادا بل کرنے کا کوئی غور نہیں۔

۸۳۔ وَكَفَّ ابْنُ مُرَّةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْئِدٍ إِلَّا يُولَدُ
عَلَى الْفُطْرَةِ قَابًا أَوْ مَجْرَدًا يَهُ أَوْ يَنْهَاهُ
أَوْ يَسْتَحْبِبُهُ كَمَا تَسْتَحِبُّ الْبَيْعَةَ الْبُيُوتَةُ
يَسْعَاءُ هَذَا تَحْسُونُ نَبِيَهَا مِنْ سَعَاءٍ
فَمَا يَقُولُ فُطْرَةَ اللَّهِ الْفُطْرَةَ الْفُطْرَةَ
عَلَيْهَا لَا تَبْرِيْدُ لِخَلْقِ اللَّهِ فَرْدًا
الْبَدِينُ الْعَلِيْمُ

(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مومن کو فطرہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے کھیری یا نافرانی یا کھیری یا کھیری ہی جس طرح پورے اعضا و اعضاء چار پائے سے پورے اعضا و اعضاء ہی پیدا ہوتے ہیں چار پائیوں میں کو ناقص اعضا والا پیدا کیا جائے یا تہ ہو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی فُطْرَةَ اللَّهِ الْفُطْرَةَ اَلَمْ اس فطرت کو پکڑے رکھو جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کے پیدا کرتے میں کوئی تبدیل نہیں فطرت کے مطابق یہ دین بالکل صحیح اور درست دین ہے۔

شرح :- (و عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من

مولود الا یولد علی الفطرة) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بچہ نہیں مگر وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ فطرت کا معنی نعت میں بچا اُٹنا اور نہٹے طور پر ایجاد کرنا۔ اور پیدا کرنا ہے۔ یہاں فطرت کا معنی ہے۔ بچے کی وہ حالت و سہیت اور اس مقصد کی استعداد و صلاحیت جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی اس میں صفت عقل رکھی اور اس کے جوہر ذات کو اس صفت سے مرکب کیا تاکہ وہ اپنے مقصد کو پائے یعنی خالق کو پہچانے، حق قبول کرے، دین اسلام اختیار کرے اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرے۔ تاکہ مجمع نظر و فکر کی بدولت اور عوارض و موانع پیش نہ آنے کی صورت میں اس بلایت و قبول حق پر مستحکم و مضبوط ہو سکے۔ کہ عوارض و موانع پیش آنے کی صورت میں انسان نظر و فکر مجمع اور دین اسلام پر قائم و ثابت رہنے کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عوارض و موانع کی طرف اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا۔

(فبا جوا لا یعود انہم پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں۔) (اور نہ صہانہ) یا اسے نصرانی بنا دیتے ہیں۔ (اور میصہانہ) یا اسے مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یا وہ بچہ اپنے والدین کی تابعتان کی موافقت اور ان کی تقلید کرتے ہوئے دین فطرت کو چھوڑ کر غلط عقائد و خیالات اختیار کر لیتا ہے یا اپنی عقل اور فکر و نظر کو استعمال میں نہ لا کر حق و باطل کے درمیان تمیز نہیں کرتا اور گمراہی و گمراہی کے غمگینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یا اس کے والدین جبر و قہر کے ساتھ اسے گمراہی کے راستے پہنچا دیتے ہیں۔ اور اس طرح مجمع نظر و فکر کے جوہر سے بھی وہ ان کے باطل دین کلیہ و کلام بن جاتا ہے۔ اور دین اسلام قبول نہیں کرتا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ عسولت و موہولت سے اس وحمت اور جہان لذات و شمولیت میں انسان کو جو انسان کی مجمع نظر و فکر کا راستہ روک لیتا اور دیانت حق سے محروم کر دیتا ہے یہی اسے والدین کے یہودی یا عیسائی بنا دینے کی طرح ہے۔ کیونکہ وہ بے راہ روی بھی بسا اوقات بچے کے لیے ان کی تقلید اور ان کی اتباع و پیروی کا باعث بن جاتی ہے۔ حق ہمتا و تعالیٰ کے قول فطرة الله التي فطر الناس علیہا لا تبدل یعنی خلق اللہ (اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فطری صلاحیت) میں پر اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی سے میرا وہ ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں بیان ہو گا۔

سوال ۲۔ جب کہ والدین کے یہودی یا عیسائی بنائے سے یہ صفت تبدیل ہو جاتی ہے تو پھر لا تبدل خلق اللہ کیسے درست ہو گا۔

جواب ۲۔ دریافت حق کی یہ استعداد و صلاحیت قطعاً زوال پذیر نہیں ہے اس استعداد کی تبدیلی اور اس کا

انزال ناممکن ہے اگر قرعاً و تقدیراً کوئی پھر اس استعداد کے تقاضے کے خلاف یہ بیان پڑھتا اور اس استعداد کا اثر اس پر ضرور نہیں ہوتا تب بھی وہ استعداد اپنی حالت پر موجود ہے اور اس کے خلاف بحث و دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اگر اس استعداد کے اثر کے ظہور میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ اور آدمی آزاد اس فطری و پیدا نشی استعداد و صلاحیت پر قائم و دائم رہے تو وہ دین اسلام کو ہی قبول کرے گا۔ کہ سلیم عقل اور صحیح نظر و فکر والوں کے لیے اسلام کا حسن یا نکل ظاہر و باہر ہے۔ جس طرح بچے میں جو دودھ پینے کی محبت پائی جاتی ہے اس کی وجہ سے جب تک اسے دودھ سے نہ بٹائیں وہ اس کے پیچھے میں مصروف رہتا ہے۔ اور اس کی چاہت و محبت اس کے دل میں مسلسل موجود رہتی ہے۔ اسی بنا پر بعض فضلاء نے کہا ہے کہ فطرت سلیمہ دین اسلام قبول کرنے کی صلاحیت پر پیدا کی گئی ہے۔ فطرت پر پیدا ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ بچہ حقیقتہً بالفعل صفت اسلام پر پیدا ہو رہا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے والدین اسے کافر بناتے ہیں۔ یا وہ ان کی اتباع میں کفر اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ حقیقتہً اور بالفعل بچے کا اسلام کی صفت پر پیدا ہونا بندے کے کسب و عمل سے متعلق رکھتا ہے۔ جس کا پیدا نشی کے وقت موجود ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ نیز بندے کی حالت تبدیل قبول کر لیتی ہے۔ والا یہ کہ لا تبدیل لخلق الله سے مراد لی جائے کہ اس میں تبدیل نہ کرنی چاہیے۔ اور اگرچہ بعض روایات میں علی فطر کا اسلام یا علی اللہ کے الفاظ بھی آئے ہیں تو دین اسلام سے عبارت ہے۔ تاہم مراد وہی ہے جو گوشتہً بیان ہوئی کہ اس سے اسلام کی استعداد و صلاحیت پر پیدا کرنا مراد ہے کہ اگر کوئی خارجی رکاوٹ پیش نہ آئے تو پھر اسلام کی راہ اختیار کرے گا۔ عربی شرح میں اس مقام پر اس سے زیادہ شرح و تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اور کچھ دوسری وجوہ بھی بیان کی گئی ہیں۔ یہاں اسی قدر برکت کی جاتی ہے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آئندہ قول میں بچے کے فطرت سلیم اور صلاحیت مستقیم پر پیدا ہونے پر خارجی رکاوٹ و کمی کے لاحق ہونے کو یاد پانے کے بچے کے صحیح سلامت پیدا ہونے پر خارجی نقصان و خلل لاحق ہونے سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا (گما استبھا لہ عیمة عیمة جمعا علی حسن طرح پیدا ہوتا ہے چار پائے کے ہاں پورا کامل اور سلیم الاعضاء پھر تختہ صیغہ مضامین جمول ہے اور منتہی بمعنی جتنے سے شوق ہے کائنات وہ مالک و مکران ہوا مٹی کے پھر جزا تا اس بارے میں اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ جس طرح انسان کی پیدائش کے لیے دایہ و شرح عربی میں اس لفظ کی شرح اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہے۔ حد تصور فیہا من حد عاد کیا تم لوگ محسوس کرتے اور دیکھتے ہو ان پیدا ہونے والے چار پاؤں میں ایسا پھر جو

ناک کشا یا کان کشا یا پختہ یا بے بریدہ ہو۔ اور اگر کوئی غازی نقص و قتل لائق نہ ہو تو وہ بچہ اپنی پیدائش کے وقت کی درستگی اعضا کی حالت پر ہی قائم و مجرد رہتا ہے۔

(تہذیب قول) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی سر فطرۃ اللہ الخ فطرنا من علیہا لا تبدیلی لغیر اللہ مضبوطی سے پکڑے رہو اس فطری استعداد و صلاحیت کو جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کھینچ کر نے میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور ادا و بدل نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ ذالک الدین البسم اتفاقاً نے فطرت کے مطابق یہ دین ہی صحیح اور درست دین ہے۔

۴۲ وَكَفَّ اَبْنَاؤُنا الْاَشْعٰوِیَّ كَمَا قَامَ فِیْہَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمَنُ وَلَا یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّتَاَمَ بِغَیْضِ الْقِسْطِ وَیَرْفَعُہٗ یَرْفَعُہٗ اِلَیْہِ عَمَلُ الْاَلِیْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ الْاَلِیْلِ جَعَلَنَ الشُّرُکَ کَوْكَبًا لِّاَحْقَاقِ مَسْبَحَاتِہٖ وَجَعَلَنَ مَا اَتَتْہِ اِلَیْہِ بَصَرُہٗ مِنْ خَلِیْفَہٖ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں پانچ کلمات بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے سلفہ فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور سوتا اس کی شان کے لائق نہیں۔ وہ ترانوہ کو بچہ کرتا اور اوپر کرتا ہے لوگوں کے دن کے اعمال سے پہلے ان کے رات کے اعمال اس کی بارگاہ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے اس کی جانب اٹھائے جاتے ہیں۔ حتیٰ سبھاہ کا پندہ نہ ہے۔ اگر وہ اسے اٹھا دیتا تو اس کی ذات کے انوار اپنی ساری مخلوق کو جلد ڈالتے جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی۔

روایۃ مسلم

شرح: سر (ابن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ) قال قَامَ فِیْہَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں وعظ و نصیحت کی غرض سے خطبہ ارشاد فرمایا اور یہاں تک کہ بائیں غصہ میں توجہ نہ بدل فرمایا اور ہماری اصلاح کا اہتمام فرمایا۔ پچیس کلمات پانچ کلمات بیان کر کے (فقال) کہ فرمایا ان اللہ تعالیٰ (لا یامن) بیشک اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور تمام کائنات کے حالات سے غافل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ شارح میں و معنی اللہ تعالیٰ بیان کیا ہے۔ پانچ کلمات میں یہ پہلا کلمہ ہے۔ دوسرا کلمہ یہ ہے (لا یانبغی لہ ان یتا م) اور سوتا اس کی شان کے لائق و نہایت نہیں۔ یعنی اس پر زمین کا طاری ہونا محال و ناممکن ہے اس جہت سے کہ پہلے کلمہ کے معنی پہلے کہہ سونے سے سونے کا ناممکن ہونا لازم نہیں آتا۔ حالانکہ سو جانا اس کے لیے ناممکن بھی ہے۔

تیسرا حکم یہ ہے۔ (یغضض القسط و یروفعہ) وہ قسط کو نیچے اور پر کرتا ہے۔ قسط کس طرف و کسوں میں ہلے۔ رفق کے معنی میں آتا ہے۔ اس ترجمہ کے مطابق یہ اس آیت کے معنی ہوگا۔ یسط الرزق لمن یشاء و یتدر (اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کثادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے) یہ لفظ ترانو کے معنی میں بھی آتا ہے سادہ زیادہ ظاہر اور آنے والی حدیث کے زیادہ مناسب ہے۔ جس میں فرمایا ہوا ہے لیوان یغضض و یروفع (ترانو اس کے ماتھے میں ہے نیچے کرتا اور بلند کرتا ہے اور ترانو کے نیچے اور پر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مناسب وزن و مقدار میں اپنی بنیاد تقدیر سے لوگوں کے لیے رزق نازل کرتا ہے۔ اور بندوں کے اعمال اپنی درگاہ عزت میں بلند کرتا اور اٹھاتا ہے۔ اور ملائکہ کو جو اعمال پر مقرر ہیں ان کی مقدار سے آگاہ کرتا ہے۔ یا اس میں خدا تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ کل یوم ہو فی شان (وہ ہر دن ایک نئے کام میں ہے) یا یہ لکھنا تعالیٰ اپنی مخلوق میں میزان عمل قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کو ہمیشہ کے مطابق یہ حکم دوم یعنی لا یجلی لہ ان یشاہ کی تاکید و تکرید ہوگا کہ جب کہ ہر لحظہ اور ہر آن اس کا تصرف دائم و جاری ہے تو سر جانا اور فاضل ہونا اس کی شان کے لائق نہیں اور نہ اس کے لیے ممکن ہے۔

ان پانچ کلمات میں سے چوتھا حکم یہ ہے۔ یرفعہ علیہ عمل اللیل قبل حل انہا اٹھائے جاتے اور بلند کیے جاتے ہیں اس کی درگاہ میں بندوں کے وہ اعمال جو وہ رات میں کرتے ہیں۔ ان اعمال سے پہلے جو وہ دن میں کرتے ہیں۔ و عمل النہام قبل عمل اللیل اور اٹھائے اور پہنچائے جاتے اس کی درگاہ تک وہ اعمال جو بندے دن کے وقت کرتے ہیں رات کے اعمال سے پہلے یعنی اسی دن میں چڑھتا اور اس میں کوئی عمل واقع نہیں ہوتا کہ رات کے اٹھنا فرشتے اس کی درگاہ میں سے کہہ بیٹھ جاتے ہیں اور اسی رات داخل نہیں ہوتی کہ فرشتے بندوں کے دن کے عمل لے کر حق تعالیٰ کی درگاہ میں پہنچتے ہیں۔ دراصل اس میں مبالغہ ہے کہ بندوں کے اعمال پر متین ملائکہ اللہ کا حکم بحال لانے میں نہایت جلدی کرتے ہیں۔ سادہ یہ کہ جہاں ان کے اعمال پیش کرنا ہوتے ہیں اور آسمانوں میں جس جس جگہ تک انہوں نے پہنچا اور چڑھنا ہوتا ہے۔ اس تک عروج کرنے میں نہایت سرعت اور تیزی دکھاتے ہیں۔ اور یہ کہ ادنیٰ گھڑی کے اندر وہ بندوں کے اعمال اٹھائے جانے کی قدرت و طاقت رکھتے ہیں۔ کیونکہ رات اور دن کے درمیان صرف ایک آن اور جزو و کثیر جزئی کا فرق و فاصلہ ہوتا ہے۔

یابہ مراد ہے کہ رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے ہی اٹھایے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات کے اعمال کے سے قبل اٹھایے جاتے ہیں۔ اور دن رات کا ہر عمل الگ الگ اس کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔

عبارت حدیث کے لحاظ سے یہ معنی زیادہ ظاہر ہے۔ لیکن مدگی و بلاغت سے معنی میں زیادہ ہے۔ اور یہ کلمہ بھی کلمہ لایبغی لہ ان ینام کے معنی کی تاکید کرتا ہے۔

پانچواں کلمہ یہ ہے۔ (رحمہ اللہ) حق تعالیٰ سبحانہ و تقدس کا پردہ نور ہے۔ یعنی اس کے انوار و جلال اور اس کی عظمت و کبریا کی شعاں ہیں جن کے ملاحظہ اور مشاہدہ سے عقلیں اور بصیرتیں مدہوش و منہجر ہو جاتی ہیں۔ یہ پردہ حقیقۃً مخلوق کے اعتبار سے ہے۔ کہ محبوب اور پردہ میں وہ ہیں نہ کہ خدا تعالیٰ۔ جیسے نابینا اور سورج۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کو پردے اور حجاب میں ہونا نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ جو شے پردہ میں ہو پردہ ڈالنے والا اس پر غالب ہوتا ہے بلکہ اسے محبت کہیں گے کہ وہ عزت اور عظمت و جلال اور وصف کبریا کی بنا پر لوگوں سے پوشیدہ ہے اور کوئی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ وہ ذات شدت ظہور اور غایت بزرگی و جہ سے بھی ہوئی ہے۔ جس طرح سورج کہ جب خوب تیزی کے ساتھ چمک رہا ہو تو وہ آنکھوں کو خیرہ اور تاریک کر دیتا ہے۔ درحقیقت اس کی صفات جو ذات کے انوار ہیں وہی اس کا پردہ ہیں اور اس کی ذات کو پردہ صفات کے علاوہ نہیں دیکھا جا سکتا۔ اور ذاتِ محمت کا ادراک ناممکن ہے۔ جو کچھ ادراک و مشاہدہ میں آتا ہے صفات کا نور ہے۔

ذات اس سے وراء ہے۔ بیت

ہرچہ اندیشی پذیر واد فناست وآنچہ در اندیشہ ناپید آن خداست

جو کچھ ترس و ہم و خیال میں آتا ہے سب فانی ہے۔ اور جو ترس و ہم و گمان میں نہیں آسکتا وہ خدا ہے۔ اور اگر دیرِ زمان سے پردہ صفات ہٹ جائے۔ اور ذاتِ محمت تجلی فرمائے تو ساری کائنات احدیت ذات میں فنا اور لاشے ہو جائے۔ جیسا کہ فرمایا۔

(لو کشتمہ لاحرقہ سبحات وجہ ما انتہی الیہ بصرا من خلقہ ہاگر یہ پردہ اٹھا دینا تو اس کے انوار ذات جلا کر دکھ دیتے ہرچیز کی انتہا تک اس کی نگاہ پہنچتی اس کی مخلوق میں سے۔ کیونکہ اشتیاق کی نگاہ تمام کائنات کو محیط ہے۔ اور اس کی شایعوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ بیت

ہست از پس پردہ گمشدہ من دو چوں پردہ برافتہ تو بانی دہ من

میری اور تیری گمشدہ پس پردہ ہی ہو سکتی ہے۔ جب پردہ اٹھ جائے گا تو پھر نہ تو رہے گا نہ میں۔

”سُجَّات“۔ دو جنہوں کے ساتھ مشیمہ یعنی سین و سکون باعد کی جمع ہے۔ جیسے غُرُفات غُرُف کی جمع۔ اس سے مراد

اس کا اور ذات ہے۔ تاسوس میں ہے سبحات وجہ اللہ انوار اس کے چہرے کے سبحات یعنی اس کے انوار ان انوار ذات کو سبحات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ بھی انہیں دیکھتے اور ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ اس کی تسبیح کرتے اور اس کی ذات کے جلال کی ہیبت و وحشت اور اس کی عظمت کی بنا پر اسے تنزیہ اور تقدس کے ساتھ یاد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

۸۵۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُ اللَّهِ مَلَأَتْ لَا تَعْلَمُهَا ذَوَاتُ الْقُلُوبِ وَالنَّجَارِ أَرَبُّهُمْ مَا أَفْنَقَ مَذْخَلُ السَّمَاءِ وَالْأَفْنَقِ وَأَنَّهُ لَعَرِيفُ مَكْرٍ يَدُودَ وَكَانَ عَرِيفُهُ عَدَّ النَّارِ وَيَبِيدُ الْيَوْمَ الْيَوْمِ وَيَوْمَهُ مَتَّقُوا عَلَيْهِ - وَفِي نَعَايِهِ لِمُسْلِمٍ يَسْمِعُ اللَّهُ مَلَأَتْ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَلَأَتْ سَعَاءُ لَا يَفِيضُهَا شَيْءٌ الْقِيلَ وَالنَّجَارِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا ہاتھ بھرا ہے۔ کوئی غم نہ اسے کم نہیں کر سکتا اس کی عطا میں دلت دن میں سیلاب کی طرح بہ رہی ہیں تم مجھے بتاؤ کتنی مقدار میں خرچ کر چکا ہے۔ جب اسے اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ پس جب اس کے اس قدر خرچ کرنے کے باوجود کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے دست و قدرت و حکمت میں ہے عراز۔ وہ اسے بچھ کرنا چاہتا اور کرنا ہے۔ شفیق علیہ اور مسلم کی روایت میں ہے اللہ کا ہاتھ بھرا ہے۔ ابن کثیر نے طحاوی کی جگہ طحاوی کا نقل کیا ہے۔ سیلاب کی مانند مسلسل بہا رہا ہے۔ رات اور دن میں خرچ کرنے سے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔

شرح: (و عن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ مملأ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا دست بھرا ہے یہ اس کے اتناء درجہ غنی ہونے، اس کے کمال و وسعت اور اس ذات میں جلال و کم نوالہ کے نہایت درجہ پر عطا سے کنایہ ہے۔

(لا تَعْلَمُهَا ذَوَاتُ الْقُلُوبِ وَالنَّجَارِ) اسے کم اور غالی نہیں کر سکتا کوئی غم نہ اور عطا و صلاح اللہ انہما اس کا دست عطا دل میں سیلاب کی مانند مسلسل عطا دل کو بہا رہا ہے۔ یعنی اس کی عطا میں تم اور باقی ہیں۔ تسبیح کا معنی ہے بلند سے پانی بہانا۔ عرب کہتے ہیں مَطَرٌ سَعَاءٌ۔ نہایت موسلا و عار بارش۔ (رأى ما أفنق ما ذخل السماء)

والارض) تم مجھے بتاؤ کتنی مقدار خرچ کر چکا ہے جب سے اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ (رفانہ لریغض ما فیہ) بیشک اس اعطاء و انفاق نے جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس سے کچھ کم نہیں کیا و کان عرشہ علی الماء اور آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کلمہ کی شرح اس فصل کی پہلی حدیث میں گزر چکی ہے (وید والیزان) اور اس کے دست قدرت و مکتد میں ہے ترانوہ۔ (ریغض و یروہ) وہ اسی بچے کو تا اور بلند کرتا ہے اس کی شرح بھی گزر چکی ہے۔ (تفق علیہ) (و فی ۷ و ایۃ نسل) اور مسلم کی روایت میں اس طرح آیا ہے۔ (بین اللہ ملائی) اللہ کا دست راست علماؤں سے بالکل چم ہے۔ جب کہ غالباً وہ شہداء ہیں ہاتھ سے ہوتی ہے۔ اس بنا پر دائیں ہاتھ کا خصوصیت سے ذکر کیا۔ (قال ابن خیر) ابن خیر نے کہا ہے خیر بغیرہ نون یہ ابن خیر امام مسلم کے شیخ و استاد ہیں۔ انہوں نے حدیث کا لفظ ملائی کو ملان کے لفظ سے روایت کیا ہے۔ (سواء لایضہا شیء اقبل و اتھار) علماؤں کو مسلسل بار بار ہے۔ رات اور دن میں جس قدر بھی خرچ کرتا ہے۔ اس سے اس کے خزانوں میں کچھ کی واقع نہیں ہوتی۔

یعنی حضرت خیر نے اپنی روایت کردہ حدیث میں لفظ ملائی کی ملان کہا ہے۔ لیکن لغت کے مطابق ملائی ہے مذکر ملان۔ کیونکہ یہ کوٹ سماعی ہے۔ ملان مذکر لفظ ہے اور اگر ابن خیر کی روایت صحیح ہو تو پھر یہ کی تاویل جود و احسان سے کی جائے گی۔ ابن خیر علیہ الرحمۃ نے فقہ کی جگہ شی کا لفظ روایت کیا ہے۔ اور بعض الفاظ میں تقدیم و تاخیر بھی کی ہے۔ (اشرا علم۔

۸۶۔ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ۔
انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے
میں سوال کیا گیا آپ نے اس کے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ
بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کیے۔ (تفق علیہ)

شرح ہے۔ (وعنه قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا (عن ذراری المشرکین) مشرکین کے بچوں کے بارے میں کہ ان کا کیا حال ہے وہ بہشت میں ہیں یا دوزخ میں۔ ذراری ذریت کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہے جنوں اور انسانوں کی نسل چھوٹی عمر کی ہو یا بڑی عمر کی۔ میان تا بالغ بچے مراد ہیں۔ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے سائل کے جواب میں فرمایا (اللہ اعلم بما كانوا عاملين) اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کیے

تھے۔ حضرت کا ظاہری معنی تو بتاتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اطفال مشرکین کو معلق کر دیا اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ اگر وہ زندہ رہتے اور جبروت کو پہنچ کر جس قسم کے عمل کرتے اس کے مطابق اللہ ان کا انجام کرے گا۔ پس جس کے بارے میں اللہ کا علم ہے کہ اس نے بالغ ہو کر ایمان لانا تھا اسے بہشت میں داخل کرتا ہے۔ اور جس کے بارے میں اسے معلوم ہے کہ اس نے کفر اختیار کرنا تھا اسے دوزخ میں ڈالتا ہے۔ لیکن یہ بات مشکل ہے۔

ایک تو اس بنا پر کہ جب بچہ صغر میں ہی مر گیا تو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کے بچپن میں ہی مر جانے سے متعلق تھا لہذا اس کا حد بلوغ کو پہنچنا اور ایمان یا کفر پر مرنے کا کوئی معنی نہیں اور ان میں سے کسی ایک صورت کے فرض کرنے کا کیا فائدہ۔

پھر اصول دین اور مناجات شریعت سے معلوم و ثابت ہو چکا ہے کہ عمر دلائے جانے کی صورت میں گنہگاروں کا سوا فائدہ ہو گا وہ بالفعل ان سے صدور معاصی نہ ہونے کی وجہ سے منتفی ہوتا ہے تو اطفال مشرکین جو ضعیف حق اور کمزور تر ہیں زیادہ حقدار ہیں کہ ان کا سوا فائدہ بالکل نہ ہو۔ اور یہ بات بھی بدیہی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ باگردہ گناہوں پر کسی کی گرفت نہیں کرتا۔

بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ جب آپ سے اطفال مشرکین کے بارے میں یہ سوال ہوا تھا اس وقت آپ ان کی حقیقت حال سے آگاہ نہ ہوئے تھے۔ اور آپ کو اس بارے میں ابھی کوئی وحی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے آپ نے توقف فرمایا۔ یا آپ ان کی حقیقت حال سے آگاہ نہ تھے مگر کسی مصلحت کے تحت آپ کو اس کے اظہار و انکشاف کی نرا تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ تھی۔ اس لیے یہ جواب ارشاد فرمایا۔

حضرت پاک کا معنی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے انجام سے سب سے بڑھ کر واقف ہے اور ان کے حال کا صرف اسے ہی پتہ ہے کہ وہ بہشت میں جائیں گے یا دوزخ میں یا ان کے علاوہ کسی تیسری جگہ میں۔ حال ان کے لیے وضاحت ہو گی نہ عذاب و تکلیف و اللہ اعلم۔

اور اطفال مشرکین کے بارے میں علماء کے مذاہب میں اختلافات ہیں۔ بعض نے سکوت و توقف اختیار کیا ہے۔ بعض نے ان کا معاملہ علم الہی سے معلق رکھا ہے۔ عیا کہ مذکور ہوا۔ بعض کا یہ مذہب ہے کہ مشرکین کے بچے بھی ان کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے۔ جس طرح دنیا میں احکام کو نہیں اپنے ماں باپ کے تابع تھے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ بچہ جب تکلیف و اختیار کی عزت تک پہنچے سے پہلے مر گیا تو والدین کی سرپرستی ان سے زائل ہو گئی۔ اور وہ اپنی اصل فطرت کی جانب متحرک۔ اور اہل جنت میں سے ہو گیا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ بہشت میں داخل تو ہوں

گئے مگر مستقل حیثیت سے نہیں بلکہ اہل جنت کے تابع بن کر جس طرح بادشاہوں کے خدام و نوکران کے تابع ہونے کی حیثیت سے ان کے ساتھ ان کے محلات میں رہتے ہیں۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ کے درمیان کوئی جگہ ہے وہ اس میں رہیں گے جہاں شراعت ہوگی نہ خلاف۔

لیکن ان سب مذاہب میں صحیح مذہب یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کیا جائے۔ اور کسی جانب کا تین وجہ نہ کیا جائے۔ اور کوئی فیصلہ کن بات نہ کی جائے۔ کیونکہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی خبر نقل صحیح قطعی ہو موصول ہوئے کہ وجہ ہے کہ کنا درست نہیں۔ اور ایسی کوئی خبر نہ رہیہ نقل صحیح قطعی موجود نہیں ہے۔ اور کوئی قطعی اندازہ حدیث وارد نہیں ہوئی۔ اس بارے میں علماء نے جو کچھ کہا ہے اسے اور قیاس سے ملتا ہے یا کمزور اور ضعیف روایات و اخبار سے اخذ کیا ہے۔ اس لیے جیسا کہ علامہ نور پشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اس بارے میں توقف کرنا ضروری ہے واللہ اعلم۔

دوسری فصل

الفصل الثاني

۸۷۔ عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُّوا أَوَّلَ مَا سَأَلَ اللَّهُ الْقَلَمُ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ أَكْتُبُ قَالَ مَا أَكْتُبُ قَالَ أَكْتُبُ الْقَدْرَ كَتَبَ مَا هُوَ كَانُوا وَمَا هُوَ كَانُوا إِلَى الْآخِرِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَكَلَّمَ اللَّهُ عِبَادَةَ خَرِيبًا لَمْ يَدْعُ

شرح: فصل دوم عن عبادۃ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقول ما خلق الله القلم (حضرت عباد بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔ (فقال لہ) تو اسے فرمایا لکھ۔ (قال ما اکتب) اس نے کہا میں کیا لکھوں (قال) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اکتب القدر لکھ ہر چیز جسے مقدر کر دیا گیا ہے۔ (وکتب ما کان وما ہو کان الی الابد) تو قلم نے لکھ دیا جو کچھ تقاضا اور جو کچھ ایک ہی زمانہ تھا۔ اگر سوال کیا جائے کہ تقادیر کی تسبیح اور ان کی کتبت و تحریر تو انزل میں ہوئی تھی۔ اور انزل کی تسبیح ماننا بھی کافی وجود نہیں ہو سکتا تو پھر جو کچھ ہو چکا اس کی کتبت کا کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ بات اپنے زمانے کی طرف

نسبت کرتے ہوئے فرمائی۔ ماکان وما یکون یعنی جو کچھ ہم سے پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ ہمارے بعد ہوگا۔ نزاد تقدیر کی نسبت و کتاب کے اعتبار سے یہ بات نہیں فرمائی۔

یہاں کہتے ہیں کہ فضل اہل کی حدیث اول میں معلوم ہو چکا ہے کہ قضاء و تقدیر کی تحریر آسمانوں اور زمینوں کی پیدا نش سے پچاس ہزار سال پہلے ہو چکی تھی۔ اس وقت عرش الہی پانی پر تھا اور میں وہاں کہہ چکا ہوں جو سکتا ہے کہ کن بت حقیقت پر عمل ہو۔ اور ازل میں نہ ہوئی ہو بلکہ کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوئی ہو جیسا کہ تعین عند ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ قضاء و تقدیر کی تعین اور قلم کی پیدائش بھی کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوئی ہے۔ جیسا کہ اولیت خلق کا لفظ پر اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور جب کہ قضاء و تقدیر کی تحریر کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوئی اس لیے ماضی کے لفظ سے اس کا بیان کرنا درست ہوگا۔ (مداد الترمذی وقاۃ هذا حدیث غریب اسناداً اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث از روئے اسناد غریب ہے۔ اور مقدمہ میں گزر چکا ہے کہ خرابت اجمت کے منافی نہیں بلکہ اگر جب کہ غریب سے شاذ مراد ہو جیسا کہ اس کا ذکر بھی گزر چکا ہے۔

اور حضرت مسلم ہی یہ روایت ہے۔ روایت ہے۔ کہتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے آیت واخذ الذکر کے متعلق سوال کیا گیا حضرت عمر نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ سے آیت کے بارے میں سوال کیا جا رہا تھا آپ نے فرمایا ایک اللہ نے آدم کو پیدا کیا پھر اس کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پیرا میں اس سے اس کی کھانسی باہر نکال لی نہ اصر فرمایا میں نے ان کو جنم کے لیے پیدا کیا ہے یہ لوگ اہل جنم والے عمل کریں گے پھر اللہ تعالیٰ پتہ دے گا میں ہاتھ آدم کی پشت پر پیرا اور کھانسی باہر نکال لی اس سے باہر نکال سادہ کہ لوگ میں نے دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں یہ اہل دوزخ کے عمل کریں گے۔ یہ سن کر ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ پھر میں کس چیز کا قائم دے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنم

۸۸۔ وَعَنْ مُسْلِمٍ بْنِ يَسَافٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ هُذَيْلِ الْأَيْبَةِ وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ فَالْآيَةُ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَالِّي عَنْهَا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَّ ظَهْرَهُ بِبِئْرَيْنِمْ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّتَهُ فَقَالَ خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبَعَلُوا أَهْلَ الْجَنَّةِ يَعْمَلُونَ لِمَسَّ ظَهْرِهِمْ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّتَهُ فَقَالَ خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبَعَلُوا أَهْلَ النَّارِ يَعْمَلُونَ فَقَالَ سَمِعْتُ قَبِيرَ الْعَبْدِ مَا رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ إِذَا خَلَقَ الْعَدَدَ

لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ يَعْمَلُ اهَذَا الْجَنَّةَ سَعَى
يَعْمَلُ عَلَى عَمَلٍ مِنْ اَعْمَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ
فَيَدْخُلُهُ بِهَذَا الْجَنَّةِ وَكَذَلِكَ خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ
اسْتَعْمَلَهُ يَعْمَلُ اَهْلُ النَّارِ حَتَّى يَمُوتَ عَلَى
عَمَلٍ مِنْ اَعْمَالِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهُ
بِهَذَا النَّارِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَابُو دَاوُدَ -

کے لیے پیدا کرتا ہے تو اسے اہل جنت کے کاموں میں
لگا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی موت ... اہل جنت کے
اعمال میں کسی عمل پر پہنچتی ہے۔ تو اسے اس عمل کی وجہ
سے جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔ اور جب کسی بندے کو دوزخ
کے لیے پیدا کرتا ہے تو اسے اہل دوزخ کے کاموں میں مصروف
کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال میں سے کسی عمل
پر پہنچے تو اسے اس عمل کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔

شرح :- (ومن مسلمین یسأرون رضی اللہ عنہ) قال مسئل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن
هذا الآية حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ گیارہ تابعین میں سے جو تھے ہیں۔ آپ
ثقف، فاضل، ماہر اور متقی اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ کے زمانہ میں کسی کو آپ پر فضیلت نہیں دی جاتی تھی۔
مسئلہ بھری مقدس میں امتثال فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی کہ ۱۰۱۔ اخذ ربك
من بطن ادم من ظهروا حذر ذریتہم الا بیتہ جب پکڑا اور باہر نکالا اسے محمد تیرے پروردگار نے اولاد
آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو جس طرح آدم کی پشت سے بلا واسطہ اس کی اولاد کو باہر نکالا۔ اسی طرح ہر انسان
کی پشت سے اس کی اولاد کو باہر نکالا۔ پھر اس کی پشت سے اس کی اولاد کو باہر نکالا۔ اسی طرح قیامت تک ہونے
والی اولاد کو ان کے باپوں کی پشتوں سے جس طرح ان کا والد و تاسل و قرع میں آتا تھا باہر نکالا۔ لیکن آیت مذکورہ
میں حضرت آدم کا ذکر اور ان کی پشت سے ان کی اولاد کو باہر نکالنے کا ذکر نہ فرمایا اس امر کے ظاہر ہونے کی بنا پر کہ
آپ اولاد البشر اور سب کی اصل ہیں۔ اور اس بنا پر بھی کہ حضور آدم کی اولاد موجود و معروف پر ان کے روز میثاق کا عہد
توڑنے کی بنا پر اہرام و محنت قائم کرنا تھا چھری آیت اول ہے۔ وانشعہم علی اقسامہم اور اللہ نے ان
کو ان پر گواہ بنایا تو ان پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا الاست بسبحکم (میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) (قانونا بسبی
شعدنا لہم انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے ہم تیری ربوبیت کی گواہی دیتے ہیں۔ ان تقولوا ہو الغیثۃ ان
حننا هذا فانہ ذلین (انہیں خود ان پر اس لیے گواہ بنایا تاکہ وہ روز قیامت نہ کہیں کہ ہم تو اس سے غافل و
بے خبر تھے)۔ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان کا

عمر، حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سال عہد میں
 نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ خلق آدم
 کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ خلق آدم (جنگ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور
 مسدودہ بہینہ) پھر اس نے آدم کی پشت پر اپنا دائیں ہاتھ پھیرا تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیرنے کی نسبت جانا
 ہے۔ ورنہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو ہاتھ پھیرنے کا حکم دیا۔ جیسے کہتے ہیں غلاں شتر غلاں بادشاہ نے تعمیر
 کیا ہے۔ حالانکہ تعمیر کرنے والے اس کے کارندے ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ بادشاہ کے حکم سے ایسا کرتے ہیں تو گویا
 بادشاہ خود اسے تعمیر کرتا ہے۔ اور دائیں ہاتھ کی تخصیص حضرت آدم اور ان کی اولاد کو عزت و بزرگی عطا کرنے کے
 اظہار کے لیے ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں میں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہر جملہ
 مشاہدات میں سے ہے۔ اس کا حقیقہ علم اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو ہے۔ (استخرج منہ درمیدہ) تو جیسا کہ مذکور
 ہوا آدم کی پشت سے ان کی کچھ اولاد کو باہر نکالا۔ (فقال خلقت هؤلاء للجنة) ان کے بارے میں فرمایا میں
 نے اس جماعت کو جنت کے لیے پیدا کیا ہے۔ (ويعمل اهل الجنة يعملون) یہ لوگ اہل جنت والے عمل
 کریں گے۔ (ثم وضع بیدہ) استخرج منہ درمیدہ) پھر اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور اس کی اولاد سے
 ایک اور جماعت کو باہر نکالا۔ (فقال خلقت هؤلاء للنار) وبعمل اهل النار (یعملون) اور فرمایا میں نے
 اس جماعت کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اور لوگ اہل دوزخ والے عمل کریں گے۔ (فقال رجل فجمع
 العمل) تو صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا پھر عمل کس لیے ہے اور انسان کو عمل کا سلعہ کس لیے کیا گیا ہے۔
 اور عمل کا ثمرہ کس چیز میں پہنچے گا۔ (یا رسول اللہ) اسے اللہ کے رسول (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ان الله اذا خلق العبد لجنه استعمله بعمله) اللہ
 بیشک جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اہل جنت کے کاموں کی توفیق عطا کرتا ہے۔
 (رحقی یسوت علی عمل من افعال اهل الجنة) یہاں تک کہ اس کی موت اہل جنت کے اعمال میں سے کسی عمل پر آتی ہے۔
 (فیدخلہ بہ الجنة) تو وہ اس بندے کو اس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کرتا ہے۔ (واذا خلق العبد للنار
 استعمله بعمله) اہل النار حقیقی یسوت علی عمل من افعال اهل النار (یعملون) اور جب کسی بندے کو
 دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے تو اسے اہل دوزخ کے کاموں میں لگا دیتا ہے یہاں تک کہ اس کی موت اہل دوزخ کے
 اعمال میں سے کسی عمل پر ہوتی ہے۔ تو اللہ اس عمل کی وجہ سے اسے دوزخ میں ڈالتا ہے۔

یعنی جسے بھی برہشت یا دوزخ میں ڈالا ہے اس کے عمل کی وجہ سے ڈالا ہے عمل اس کی علامت بنتی ہے۔ اور عمل کرنے کا خود اٹھانے حکم دیا ہے۔ اور عمل بھی اس کی قضا و قدر میں سے ہے اس لیے یہ نہ کہہ کر عمل کسی لیے کریں اور عمل کا کیا فائدہ اور عمل کرنے کا کیا مقصد۔

٨٩- وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي
يَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا مَا هَذَانِ
الْكِتَابَانِ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا أَنْ
تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَدِي الْيُسْخَى هَذَا
كِتَابُ مَنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ لِبَسَاءُ
أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسَاءُ أَهْلِ الْجَهَنَّمَ وَ
فِي الْآخَرِ كِتَابُ مَنْ رَبِّ الْجَهَنَّمَ فِيهِ
لِبَسَاءُ أَهْلِ الْجَهَنَّمَ وَأَسَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ
وَالَّذِي فِي يَدِي الْيُسْخَى هَذَا كِتَابُ مَنْ رَبِّ
الْعَالَمِينَ فِيهِ لِبَسَاءُ أَهْلِ النَّارِ وَأَسَاءُ
أَهْلِ الْجَنَّةِ وَفِي الْآخَرِ كِتَابُ مَنْ رَبِّ
الْجَهَنَّمَ فِيهِ لِبَسَاءُ أَهْلِ الْجَهَنَّمَ وَأَسَاءُ
أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لَبَسَاءُ الْعَالَمِينَ
وَالَّذِي فِي يَدِي الْيُسْخَى هَذَا كِتَابُ مَنْ رَبِّ
الْعَالَمِينَ كَانَ أَمْرٌ قَدْ فُورَ عَنْهُ -
فَقَالَ سَمِعْتُهُمَا وَقَارِبُوا وَإِنْ صَاحِبُ
الْجَنَّةِ يُعْتَمَرُ لَمْ يَعْمَلْ أَهْلُ الْجَنَّةِ
وَإِنْ عَمِلَ أَقْبَلَ عَمَلُ وَإِنْ صَاحِبُ النَّارِ
يُعْتَمَرُ لَهُ يَعْمَلُ أَهْلُ النَّارِ وَإِنْ
عَمِلَ أَقْبَلَ عَمَلُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قرأتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ تو فرمایا جانتے ہو یہ دو کیا کتابیں ہیں دوسرے عرض کیا نہ یا رسول اللہ مگر یہ کہ آپ ہیں بتائیں۔ تو آپ نے اُس کتاب کے بارے میں فرمایا جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی یہ ایک کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے اس میں اعلیٰ جنت کے نام ہیں۔ اور ان کے بائیں اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں پھر اس کے آخر میں ان کی تعداد کا خلاصہ دے دیا گیا ہے۔ تو نہ ان میں کسی کا اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ان میں سے کوئی کم ہو سکتا ہے کبھی بھی پھر آپ نے اس کتاب کے بارے میں جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا یہ ایک کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے۔ اس میں اہل دوزخ کے نام اور ان کے آباء و اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں پھر اس کے آخر میں ان کی تعداد کا خلاصہ دے دیا گیا ہے کہ اب تو ان میں کسی کا اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ان میں سے کوئی کم ہو سکتا ہے کبھی بھی۔ حضور کے صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ پھر عمل کس سے ہے اگر اس کام سے فراغت ہو جائے کہ آپ نے فرمایا اپنے عمل کو طریقہ حق کے مطابق کرو۔ اور خدا کا قرب تلاش کرو۔ کہ بیشک جنتی انسان کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہو گا وہ جیسے بھی عمل کرتا تھا۔ اور دوزخی انسان کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر ہو گا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمْ بَيْنَ يَدَيْكَ
هَمَّا شَعَوْنَ لَكَ فَرَحٌ رَبُّكَ مِنْ الْجِبَادِ نَوَقَ
فِي الْجَنَّةِ وَفَرِحَ فِي السَّعِيرِ
(روایہ الترمذی)

چلے وہ جو مل بھی کرتا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کے اٹھانے کو
بھینک دیا پھر فرمایا تم لوگ نبیوں کے کام سے نادم ہو چکے۔
ایک طرف جنت میں چلے گا اور ایک طرف وہ دوزخ میں۔

شرح :- (روعن عبد اللہ بن عمر) وقال خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن عمر
بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے۔ (روی
یہ یہ حکایت) اس حال میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ (فقال) تو آپ
نے فرمایا (انہ دونوں ماہدان (الکتبتان) جانتے ہو یہ دو کتابیں کیا ہیں اور ان میں کیا لکھا ہوا ہے۔

اہل تاویل فرماتے ہیں۔ یہ معنی کی صورت کے ساتھ تشبیل و تصویر اور تعبیر ہے۔ اور اس کی تحقیق و تشریح میں
مبالغہ ہے۔ اور اس کے یقین کا اظہار ہے۔ اور حکم جب اپنے قول کی تحقیق کرتا ہے۔ اور دوسرے کو بات سمجھاتا
ہے۔ اور دقیق و ضعیف معنی کو سامع کے مشاہدہ میں لانا چاہے کہ وہ کسی صورت میں اسے بیان کرتا اور محسوس چیز کے ساتھ
اس کی طرف اشارہ کرتا ہے جب کہ ظاہر اور عالم حس میں وہ چیز بظاہر موجود نہ ہو۔ اور جب کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم پر اس معاملے کی حقیقت کا انکشاف ہو گیا۔ اور آپ اس حقیقت سے اس طرح واقف و مطلع ہو چکے کہ اس
میں کوئی شبہ اور مخافت نہ رہے تو ہر معنی آپ کے قلب شریف میں موجود تھا۔ اسے اپنے قول کی تشبیل و تصویر کی صورت
میں بیان فرمایا کہ وہ آپ کے ہاتھ میں موجود ہے۔ اگرچہ ظاہر میں کوئی کتاب اور کوئی تحریر موجود نہیں تھی۔
اہل باطن اور اسباب کا شافہ فرماتے ہیں کہ کتاب کا وجود بھی ہے۔ اور یہ کتاب ہر جہاز و تاویل حقیقت پر مشتمل ہے۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں کہ اس کا عوام سے اقیانوسہ حیرتوں سے بڑا ہے۔

ایک یہ کہ جو علم عوام کو کسب اور دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے خواص کو یہ علم حکیم کی طرف سے بغیر کسب اور دیکھنے
کے ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس علم لدنی کتبے میں مذکور ہے کہ عوام جو کہ خواب میں دیکھتے ہیں خواص کو اس
کا مشاہدہ بیداری میں کر دیا جاتا ہے۔ اس باب میں شائع کی حکایات بے شمار ہیں کتاب الہدایا میں ان کا بیان
آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اور جب کہ خواص اور اولیاء امت کو یہ حالت درجہ حاصل ہے کہ حضور سید المرسلین صلی
اللہ علیہ وسلم کو کیوں حاصل نہ ہو گا، بلکہ حدیث کے ظاہر سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے عبادہ کو بھی وہ کتابیں
دکھائیں۔ لیکن انہیں ان کے مضمون کا پتہ نہ تھا۔ مشائخ فرماتے ہیں جس کا یہ اعتقاد تین درجہ حقیقت وہ نبوت پر ایمان

نہیں رکھتا۔ (قلنا لا یارسول اللہ - یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نہیں جانتے کہ ان دو کون ہیں کیا ہے۔
 (الا ان تخبرنا) مگر یہ کہ آپ میں آگاہ فرمائیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس ہے کہ آپ ہیں واقف و
 آگاہ فرمائیں (فقال للذی فی یدہ الیسنی) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کے بارے میں جو آپ کے
 دائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا (ہذا کتاب من رب العالمین) یہ رب العالمین کی جانب سے ایک کتاب ہے۔ (رفیہ
 اسماء اهل الجنة واسماء ابائهم قبلکم) اس میں اہل جنت کے نام اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبیلوں کے
 پوری تعیین و تیز کے ساتھ نام درج ہیں۔ (ثم ارجع علی اخرهم) پھر آخر میں تفصیل کیفیت کے بعد ان کا اجمال خلاصہ
 درج کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اہل حساب کی عادت ہے کہ تفصیل درج کرنے کے بعد اس کا اجمال خلاصہ درج کرتے ہیں کہ اتنا
 ہو گیا۔ (فلا یزاد فیہ) جب کہ ضبط و تعیین میں اس قدر بالآخر اس قدر اہتمام کیا گیا ہے۔ تو اب اس میں
 اضافہ نہیں ہو سکتا کہ مزید کسی کے نام کا اس میں اضافہ ہو سکے۔ (ولا ینقص منه) اور نہ کسی ہو سکتی ہے کہ
 ان میں سے کسی کا نام خارج کیا جاسکے۔ (فقال للذی فی شمالہ) پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
 کتاب کے بارے میں فرمایا جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی (ہذا کتاب من رب العالمین فیہ اسماء ابائہم
 و قبائلہم ثم ارجع علی اخرهم فلا یزاد فیہم ولا ینقص منه) یہ رب العالمین کی طرف سے
 ایک کتاب ہے اس میں اہل جنت کے نام ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبائل کے نام درج ہیں۔ پھر آخر میں ان کی
 تعداد کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ کہ ان میں کسی نام کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی اس میں کمی ہو سکتی ہے۔
 (فقال اصحابہ ففیہ العمل لہا رسول اللہ) اس پر حضور علیہ السلام کے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
 پھر عمل کس لیے ہے۔ ان کا کہ قد فرغ عنہ) اگر صورت واقف یہ ہے کہ ہر چیز کو کھرا کر اس سے فراغت ہو چکی ہے۔
 (فقال) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا۔ (سعد دوا) اپنے اعمال طریقہ مستقیم اور حق
 کے مطابق کیے جائیں۔ (فقد ابرا) اور خدا تعالیٰ کا قرب تلاش کرو اور اس کی طاعت و فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرو۔
 یہ ترجمہ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ قاسم بواحد دوا کی تاکید ہے۔ یعنی اپنے
 نیک اعمال کے ذریعے سدا دوا استقامت طلب کرو۔ عمل میں ممانعت روی اختیار کرو۔ سافر طریقیں نہ پڑو۔ اور نیکی اور
 سختی نہ کرو۔ اجماع اجداد میں فرمایا سدا تلاش کرو۔ یعنی فراط و تغریط چھوڑ کر صواب و اعتدال کا راستہ
 اختیار کرو۔ ادا اگر ایسا نہ کر سکو تو کم از کم اس کے قریب تو رہو۔ بعض روایات میں قاربوا کے بجائے قربوا کا لفظ آیا
 ہے۔ یعنی دوسروں کو عمل صالح کے ذریعے اپنے قریب کرو۔ خلاصہ یہ کہ عمل کرو اور قضا و قدر کے ذکر میں نہ پڑو۔

رفاق صاحب الجنۃ یختولہ بعد اہل الجنۃ (کہ بیشک معنی بندے کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہو گا۔) روان عمل ای عمل (اگرچہ زندگی بھر وہ کوئی سائیک یا دیگر عمل کرتا رہا ہو۔) آخر کار اس کا خاتمہ نیک عمل پر ہو گا۔) روان صاحب النار یختولہ بعد اہل النار (ان عمل ای عمل) اور دوزخی کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر ہو گا۔ چاہے زندگی میں وہ کوئی سائل کرتا رہا۔) (شرعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک سے اشارہ فرمایا تو قل کا لفظ اشارہ کے معنی میں بکثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اور احادیث میں یہ لفظ اشارہ کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے چنانچہ کتب میں قال بیدار قال براسہ وقال ہرجلہ یعنی اس نے اپنے ہاتھ یا سر یا پاؤں سے اشارہ کیا وغیرہ) (قبضہ) پھر دونوں کتب پر گواہی دونوں ہاتھوں سے اپنے پس پشت پھینک دیا۔ نیز کا معنی لغت میں کسی چیز کو ہاتھ سے اپنے آگے یا پیچھے پھینکنے کا آتا ہے۔ یہاں اس لفظ کی تفسیر پس پشت پھینک دینے کے ساتھ کی گئی ہے۔ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ لوگوں کے جملہ امورات ازل کے روز سے ہی فیصل ہو چکے ہیں اور ان سے فراغت ہو چکی ہے۔) (شرعاً) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرغہ بعون اللہ یعنی تمنا پروردگار لوگوں کے کاموں سے فارغ ہو چکا ہے۔ اور ان سے متعلقہ جملہ احکام پہلے سے مکمل کر دیے ہیں۔) (فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر ایک گروہ بہشت میں اور ایک گروہ دوزخ میں جائے گا۔)

۹۰۔ وَعَنْ أَبِي خُرَازْمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ مَا تُنْزِلُنَا بِهِ دُونَ تِلْكَ أَمْ يَبْدَأُ اللَّهُ شَيْئًا قَالَ هِيَ مِنْ تَدْبِيرِ اللَّهِ۔ دعا کا احمد والترمذی واریت ہے۔ حضرت ابو خزامہ رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ تابعی ہیں جو ہم جہاد جرم کرتے ہیں۔ یا دوا جس سے علاج کرتے ہیں۔ یا جو ہم پناہ ڈھونڈتے ہیں یہ کام اللہ کی تقدیر کو پھر کتنے ہیں۔ فیصلہ کام بھی تقدیر میں داخل ہیں۔

شرح۔ (روعن ابی خزامہ متع عن ابیہ) بکسر فاعل مجوزاء۔ تابعی ہیں۔ ان سے وہی حدیث دم جہاد سے تعلق رکھتی ہے۔ راوی ایک ابو خزامہ صحابی ہیں ان سے مروی حدیث دم جہاد کے علاوہ ہے۔ جیسا کہ جامع الاصول میں مذکور ہے۔ یہ ابو خزامہ تابعی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ (وقال قبلت) وہ کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آیت نفی نستریحہا اے پیغمبر خدا ہمیں خبر دیں دم جہاد کسے ہارنے میں جو ہم کرتے ہیں۔ مگر بغیر ما دفع قات۔ ترقیہ بعض رائے کو کوئی قات کی جمع ہے یعنی دم جہاد جو پھر تک سے کرتے ہیں یا ترقیہ ہو گئے اور باز میں

باندھے ہیں۔ ان کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر یہ قرآن مجید یا منقول یا ماثور و ماثور سے جو تدرست ہے۔ ورنہ حرام ہے۔ یہ مسئلہ کتاب الطب والرقی میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہو گا۔ ورواۃ قتادہ (اور میں دعا کے بارے میں بتا رہی ہیں) سے ہم بیماروں کا علاج کرتے ہیں۔ موثقاً و متقیہ (یعنی مختلف اوقات ضرورت میں ہم لوگ جو پناہ ڈھونڈتے اور احتیاط پر ہر کرتے ہیں۔ اور ڈھال و دروغ و غیرہ کے ذریعہ دشمن کے حملے سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔) وہ تدر من قدر اللہ شیعہ (یہ چیزیں خدا تعالیٰ کی تقاضا و قدر میں سے کسی چیز کو مثال سکتی ہیں۔) قتال (حضور شی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے من قدر اللہ) یہ چیزیں بھی تقاضا و قدر الہی میں سے ہیں۔ چنانچہ اگر خدا تعالیٰ کی تقدیر میں طے ہو چکا ہے کہ ان کے ذریعے اللہ شفا بخشنے کا اور اسباب سے پناہ حاصل ہوگی۔ تو ایسا ہی میسر آتا اور وہ نماز و جہتا ہے۔ اور تقدیر کی اسباب و شرائط سے کوئی منافات نہیں۔ اسباب و شرائط سب تقدیر میں داخل ہیں تقدیر ان سب کو شامل و محیط ہے۔ اور کوئی چیز اس کے احاطہ سے باہر نہیں۔

۹۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور شی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایسے وقت میں تشریف لائے کہ ہم لوگ تقدیر میں جھگڑا رہے تھے۔ تو آپ صغیرہ فرمائیے میں نے کس کو آپ کا چہرہ اللہ صریح ہو گیا۔ گو آپ کے دونوں رخسار پر انار کے دانے چھوڑ دیے گئے ہیں (اسی شخص کی حالت میں) فرمایا کیا تمہیں ایسا کرنے کو کہا گیا ہے۔ کیا مجھے اس لیے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ سو اے اس کے نہیں کرتے تھے پھر لوگ اس وقت ہلاک ہوئے جب انہوں نے اس تقدیر میں جھگڑا شروع کیا۔ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدَرِ فَغَضِبَ عَلَيَّ أَحْمَرُ وَجْهَهُ عَلَيَّ لَأَنِّي لَقِيتُ فِي وَجْهَتِي وَحَبُّ الْوُثْمَانِ فَقَالَ لَبَدًا أَوْ ثَمَرُ بَهَذَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكُمْ۔ إِنَّمَا هَذَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَسْبُ تَنَازُعُوا فِي هَذَا الْأَمْرِ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَتَنَازَعُوا فِيهِ۔

رواۃ الترمذی ، و

دعوى ابن ماجه

نحوه عن عمرو بن شعيب

عن ابيه عن حبه۔

میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اس بارے میں جھگڑا اور تنازع نہ کرو۔ ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور اس کی مانند ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کیا۔

شرح: (روعن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (خروج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو کندہ سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔
 (و نحن منتقازم فی القدرۃ) اس وقت ہم لوگ آپس میں مسئلہ قضا و قدر میں بحث و جھگڑا کر رہے تھے کہ
 وہ کیا اور کس طرح ہے (مغضب حتی احمر وجہہ) تو آپ شخصہ ناراض ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کا چہرہ اندر
 سرخ ہو گیا۔ (حق کا خدا فق علی وجنتیہ حب الزمان) اس حد تک کہ چہرہ اندر سرخ ہو گیا کہ گویا آپ
 دونوں رخساروں پر انار کے دانے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ (فقال ابعثوا منہم فرایا تمہیں یہ تنازع اور جھگڑا
 کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔) (امر بعد ۱۱) مسئلہ (ایکوں یا مجھے ایسے جھگڑوں کے لیے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ یعنی
 تمہیں فرما کر واری اور عبادت کرنے کا حکم چارویں طاعت و عبادت کی تبلیغ کے لیے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔
 قضا و قدر میں بحث کرنا میرے پیغام میں شامل نہیں ہے۔ وہ ایک راوا الہی ہے اسے اسی پر چھوڑ دو۔ اور اٹھ بیٹھو
 ہو جاؤ۔ اس کی قضا اور فیصلوں پر راضی رہو۔) (انما ملک من کان قبلک وحین تنازعوا فی هذا
 الامر) بیشک تم سے پہلے لوگ اس وقت ہلاک ہوئے جب انہوں نے اس (مسئلہ تقدیر) میں جھگڑا شروع کر دیا
 (عزت علیک عزت علیکم) میں تمہیں قوم دے کر کتابوں میں تمہیں قسم دے کر کتابوں میں۔ یا میں تم پر واجب
 و لازم کرتا ہوں کہ (ان لا تنازعوا فیہ) اس بارے میں جھگڑا اور تنازع نہ کرو۔ (و ما الا بقضائہ) روایت کیا
 اس حدیث کو ان الفاظ سے ترجمہ کرنے والے۔ (وروی ابن ماجہ) بخوارزمی عن عمر بن عبد الرحمن عن ابیہ
 عن جدہ (اور روایت کی ابن ماجہ نے اس کی فائدہ حدیث عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے
 دادا سے۔)

مدینہ کرام نحوہ کا لفظ ہاں لاتے ہیں جہاں دونوں حدیثیں معنی مستند اور لفظاً مستقر ہوں اور یہاں دو
 حدیثیں معنی و لفظاً دونوں طرح مستند ہوں وہاں لفظ شل لاتے ہیں جیسا کہ مقدمہ میں ذکر ہوا۔

۹۲۔ وَعَنْ أَبِي مُرَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَحَدٌ مِنْ تَجْزِئَةٍ قَسَمَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ بَعْدَ بَنِي آدَمَ عَلَى تِسْرَةِ الْأَنْبِيَاءِ وَمَنْعُوا الْأَحْسَرَ وَالْأَبْيَعُ وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذَلِكَ وَالْقُلُوبِ الْحَزَنُ وَالْغَيْثُ

حضرت ابو مرثدہ اشجری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے
 ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کچھ سنا ہے کہ بیشک
 اللہ تعالیٰ نے آدم کو ایک مشت خاک سے پیدا فرمایا جو اس
 نے ساری زمین پر بکھری۔ تو آدم کی اولاد بھی زمین کے
 مطابق ہے کہ کوئی ان میں سے سرخ رنگ کا کوئی سفید رنگ
 کا کوئی کالے رنگ کا ہے۔ اور کوئی درمیانے رنگ کا۔ پھر ان

وَالطَّبِيبُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ
میں سے کوئی نرم طبیعت اور کوئی سخت طبیعت ہے۔
ابوداؤد۔
اور کوئی بد مزاج ہے اور کوئی طیب الذیہ پاکیزہ مزاج ہے۔

شرح: (روعن ابی موسیٰ) رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول (اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ان اللہ خلق آدم من قبضہ قبضہ من جیعہ الاغصان) بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو ایک مشیت خاک سے پیدا فرمایا مزاج میں ہے قبعت جہم ہر چیز کی ایک مٹی۔ اور قاف کے فتح سے بھی آیا ہے۔ یہاں ایک مشیت خاک مراد ہے۔ یعنی وہ مشیت خاک ماری زمین اور ہر جگہ سے لی یعنی فرشتے کو ماری زمین پر سے ایک مشیت خاک اٹھانے کا حکم دیا۔ (نجا) وبنواہ مرعد قدس الاغصان تو آدم کی اولاد اندازہ زمین کے مطابق عالم وجود میں آئی۔ اور صورت و سیرت میں مختلف اجزائے زمین کے مطابق پیدا ہوئی۔ (ومنہم الاحمر والابیعین والاسود وین ذلک کہ ان میں سے کچھ سرخ رنگ کے کچھ سفید رنگ والے کچھ کھلے اور کچھ سرخ و سفید اور سیاہ کے درمیان رنگ والے ہیں۔) (والعزیز) اور بعض نرم طبیعت اور بعض سخت مزاج ہیں مثلاً متعین و سکون حاد و کسر حاد ہر چیز جو نرمی کی طرف مائل ہو اور نرم زمین۔ مثلاً کی نہ۔ مثلاً زراعت کے فتح اور سکون کے ساتھ سخت زمین۔ (والنہیب والطیب) اور بعض پیدا ہوا بعض پاک طبیعت ہیں۔ نہیب وہ زمین جو خود ہوا اور اس میں کچھ نہ آتا ہو طیب وہ زمین جو ذریعہ ہوا اور ہر چیز اس میں آگئی ہو۔ یعنی نہیب کی ضد پاک طبیعت ہیں اور پہل پار نظر ہری صفات ہیں۔

۹۲. وَكَفَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ
اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور میں سے کچھ روشنی ڈالی۔ پس جیسے اس نور میں سے کچھ غیب ہو گیا وہ ہلاکت پا گیا اور اسے اس نور میں سے کچھ ظاہر گراہ ہو گیا اس وجہ سے میں کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تم تقدیر سب کچھ کہہ کر خشک ہو چکا ہے۔

رواہ احمد والترمذی

شرح: (روعن عبد اللہ بن عمرو) رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ خلق خلقہ فظلمة) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کہتے ہوئے سنا۔ کہ بیشک اللہ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا۔ (منا لفق علیہ من نور) پھر ان پر اپنے نور میں سے کچھ ڈال کر صبح (صباحہ من ذالک النور) اہتدی) تو جسے اس نور میں سے کچھ حصہ مل گیا وہ ہدایت پا گیا اور اسے راہ راست نصیب ہو گیا۔ اور وہ ایمان و طاعت کے مقام کو پہنچ گیا (و من اخطا جہل) اور جسے اس نور میں سے حصہ نہ ملا گمراہ ہو گیا اور ایمان و طاعت کے مقام سے محروم رہا (و من اخطا جہل) علیہ السلام (اللہ)۔ اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ تم خشک ہو چکے ہو۔ اور اللہ کی تقدیر اس کے مطابق پہل چکی ہے جو وہ مخلوق کے حالات ہدایت و گمراہی کو نازل میں جاتا تھا۔

تاریخ میں فرماتے ہیں یہاں خلق سے جنات اور انسان مراد ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ صرف انسان مراد ہیں۔ اور خلقت سے نفس کی خواہشات اور طبیعت بشری کی شہوات مراد ہیں جن کے ساتھ انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ جو انسان کی گمراہی اور اس کی ہلاکت و بربادی کا سبب بنتی ہیں۔ اور نور حق سے وہ نور مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود انسانوں کے اندر اور سارے جہاں میں عقلی و فنی دشمن نشانہوں اور واضح دلیلوں کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ اور اس نور کے پائے سے ان مذکورہ دلائل و براہین سے عبرت پکڑنے، ان سے نفع حاصل کرنے اور جو باری تعالیٰ اور اس کی صفات اور حقیقت دین اسلام پر استدلال کرنا مراد ہے۔ تو جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسے ہدایت دے۔ اور ان انوار و دلائل سے ہدایت حاصل کرے اور نفع اٹھائے، اس نے راہ راست پالیا۔ اور جس کے لیے نہ چاہا کہ ہدایت پائے نہ اسے اس روشنی سے محروم کر دے تو وہ گمراہ ہو گیا جیسا کہ فرمایا ہے۔

اَوْحَىٰ كَانَ مَسِيحًا فَاجْعَلِيْنَا وَاجْعَلِيْنَا لَهُ نُورًا۔
کیا اللہ وہ شخص جو مردہ تھا تو ہم نے اسے زندگی بخشی اور اسے روشنی عطا کر دی۔

دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔

اَفَمَنْ مِّنْ قَرْنٍ اَللّٰهُ هَدٰىهُ فَاَتٰهُم مِّنْ نُّوْرٍ مِّنْ قُرْبٍ۔
کیا میں وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھل دیا تو اپنے رب کی طرف سے عطا کردہ روشنی سے متغیر ہے۔

تو معلوم ہو گیا کہ ہدایت و گمراہی حق تعالیٰ کی مشیت اور اس ذاتِ جل و علا کی تقدیر سے ہے۔

سوال :- اگر کہا جائے کہ مخلوق کو تاریکی کے اندر کس وقت پیدا کیا۔ اگر اس سے دعوت مراد ہے جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا تو اس وقت سب ہدایت پر تھے۔ اور سب نے اس وقت خدا تعالیٰ کی رہبری کا اقرار کیا تھا۔ اس وقت گمراہی کا اثر کوئی ظاہر نہ تھا۔ اور اگر ماؤں کے شکموں سے پیدا ہونے

کا وقت مراد ہے کہ اس وقت بھی سب کے سب نور فطرت سے روشن و منور ہوتے ہیں۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت کے دن بعض نے ربوبیت حق کا اقرار رضا و رغبت سے کیا تھا اور بعض نے یہ اقرار غلبہ ہیئت جلال حق کے تحت مجبوراً کیا تھا۔ تو جی عرض نصیب معضرات نے یہ اقرار رغبت و شوق سے کیا۔ ان پر نور ہدایت ڈالا۔ اور انہوں نے اس نور کو پایا۔ مگر جنہوں نے شوق و رغبت سے نہیں بلکہ جبر و اکراہ کے تحت اقرار کیا وہ اس سے محروم رہ گئے۔ اور فطرت سے جس پر انسان پیدا ہوتا ہے، راہ حق پالینے کی استعداد و قوت مراد ہے۔ جب انسان صحیح خود فکر سے کام لے۔ اور اس میں نفس و طبیعت کی ظلمت و تاریکی کے موجود ہونے سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔ کہ انسان روحانیت کی حیثیت سے رشد و ہدایت کے لیے تیار رہتا ہے اور نفسانیت کی حیثیت سے سرکشی و گمراہی کے لیے آمادہ رہتا ہے۔ اور مدیونیت کو پہنچنے پر خدا تعالیٰ کی توفیق سے نظر و فکر صحیح کے نصیب ہونے، نور کے انعام ہونے اور اس ذات پاک کی طرف سے روحانیت کی جانب ترجیح حاصل ہو جاتی ہے۔ بصورت دیگر وہ نفس امارہ کے تابع اور تاریکی و گمراہی کے معذور میں محض جاتا ہے۔ اور پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ انسان کے فطرت پر پیدا ہونے سے پہلے قضاء و قدر کے فیصلے ہو چکے ہیں۔ یہ حدیث تقدیر انزل اور علم و ارادہ الہی کے سب سے پہلے موجود ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور حدیث فطرت کے ساتھ اس کا کوئی تضاد و تناقض نہیں خوب سمجھ لے۔ و بآلاء التوفیق۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگتے تھے۔ یا مقلب القلوب

ثبیت قلبی علی دینک اے دلوں کو پھرنے والے میرا دل

اپنے دین پر مضبوط کر دے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے جی ہم

آپ پر ایمان لائے اور اس دین پر ایمان لائے جو آپ نے کرائے

میں کا آپ کو ہمارے متعلق ڈر ہے۔ فرمایا اے شک تمام دل

الشیکی ٹھیکریں میں سے دو ٹھیکریں کے درمیان میں جس طرح

ہوتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔

الترمذی وابن ماجہ۔

شرح ہر دین اللہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ یا

۹۴۔ وَمَنْ آتَىٰ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

مَنْ آتَىٰ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْثُرُ أَنْ يَقُولَ يَا

مُغْلِبُ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَىٰ دِينِكَ

فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَمَّا نَدِيكَ وَبِإِيجَتِ

بِهِ فَمَلَّ تَعَاوَىٰ عَلَيْنَا قَالَ تَعْمَرُونَ

الْقُلُوبَ بَيْنَ أَهْبَعَيْنِ مِنْ أَهْبَاحِ اللَّهِ

يُغْلِبُ مَا كَيْفَ يَشَاءُ۔ رواہ

الترمذی وابن ماجہ۔

شرح ہر دین اللہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ یا

مغلوب القلوب ثبت قلبی علی دینک راے دلول کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھرنے والے میرا دل اپنے دین پر ثابت اور مضبوط رکھنا، بظاہر حضور علیہ السلام نے دل کی اخلاص اپنی ذات شریف کی طرف کی مگر حقیقت میں یہ دعا امت کے لیے ہے کہ آپ تو ایمان الہاقتدار محفوظ القلب ہیں۔ اسی طرح تمام ماعول میں اشلہ ہو کر یہ کے طریقہ پر امت کو تعلیم و تلقین مقصود ہے۔ اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ فقلت یا نبی اللہ اعنا بک و بسماء جنت بہ (یا رسول اللہ ہم آپ پر اور محمد و بنی آپ کے کر آئے ہیں ایمان لانے سے منع دل نفاق علینا) کیا آپ کو ہمارے دین و ایمان کے بچھنے جانے کا ڈر اور غم ہے اور اس میں فتور و غفل اور نقصان واقع ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے آپ یہ دعا کرتے ہیں (مقال نعم) آپ نے فرمایا ہاں مجھے تمہارے بارے میں اس کا اندیشہ ہے۔ ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ (کیونکہ تمام دل اللہ کے تصرف اور اس کی قدرت کے تحت ہیں) و قلبہا حکیم یشاء (انہیں پھر تا جس طرح چاہتا ہے۔

۹۵۔ وَعَنْ ابْنِ مَوْسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّ الْقَلْبُ كَرِيْشَةً يَأْتِي مِنْ فَرْجِهِ قَلْبِيْلًا اِذَا كُنْتَ ظَهَرَ الْبَطْنِ۔ رواه احمد۔ پس کی طرح ہے جہاں اٹ پٹ کرتی رہتی ہیں۔

شرح: (ابن موصی) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مثل القلب) الٹ پٹ ہونے والا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھرنے میں دل کا حال اور اس کی مثال (کریشہ) ہار جھ فلاح (جھگی کی زمین میں پڑے ہوئے) ایک پڑ کی طرح ہے (قلبیا الریام ظہر البطن) اس کے مختلف جہاں اٹ پٹ کرتی رہتی ہیں اور اس کے اوپر کے حصے کو نیچا اور نیچے والے کو اوپر کرتی رہتی ہیں۔ بالکل اسی طرح دلول کی بھی خواہ و خواہش جو نقصان و تھوڑائی کے تحت عارض ہوتے ہیں پھر سے رہتے ہیں۔

۹۶۔ وَعَنْ عِيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِأَنْ يَبْعَ يَشْعُدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَبِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ بَعَثَ رَسُولًا نَبِيًّا وَبِأَنَّ الْمَوْتَ وَالْبَعْثَ بَعْدَ الْمَوْتِ وَيُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لائے) گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں مجھے اس نے حق دے کہ میری تکلیف ہے۔ اور موت پر ایمان لائے۔ اور موت

(رواہ القرمذی و ابن ماجہ) کے بعد اٹھنے پر ایمان لانے اور تقدیر پر ایمان لانے۔

شرح :- (روعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یومن عبد حتی یدمن بالربیم کوئی بندہ یمن نہیں ہوتا جب تک چار چیزیں پر ایمان نہ لائے۔ یشہد ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ پہلی چیز دل سے ایمان لانا اور دوزبان سے گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سادہ یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ (وہنفا لکن اس نے مجھے تمام لوگوں کی طرف حق دے کر مبعوث کیا ہے۔) و یدمن بالبعوت (دوسری بات یہ ہے کہ موت پر ایمان لانے یعنی دنیائے فنا ہو جانے اور اس کے تمام اجزاء کے ساتھ ہلکا ہو جانے پر ایمان لانے۔) یا یمزادہ کہ یہ اعتقاد رکھے کہ موت کا درد و پروردگار تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ طبیعت اور فساد مزاج کے ہاٹ نہیں ہوتا جیسا کہ دہریہ کا عقیدہ ہے، یا موت پر ایمان رکھنے کا جو تقاضا ہے اس کے مطابق عمل کرنا مراد ہے۔

(والبعث بعد الموت) تیسری چیز اس پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے کے بعد دوبارہ انہیں اٹھائے گا اور زندہ کرے گا۔ (و یدمن بالقدیر) چوتھی چیز تقدیر الہی پر ایمان لانا کہ انہل میں ہی تمام کائنات جو ہم ہیں یا عراض فداات ہیں یا صفات ایک ملک سب کی تقدیر و تعین ہو چکی ہے۔

۹۶۔ **وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ** اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے دو قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ ایک **قَسَمٌ لَمْ يَكُنْ فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبُ الْمَرْجُوءِ وَ** مرجئہ اور دوسرے قدریہ۔ **الْقَدَرِيُّ** (رواہ القرمذی و قال عبد اللہ بن عمرو بن العاص)

شرح :- (مرجعہ ابن عباس) رضی اللہ عنہما حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہوں نے امت میں دو قسم کے لوگ وہ ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ ایک مرجئہ دوسرے قدریہ۔

مرجئہ ہمزہ کے ساتھ ار جاء بمعنی تاخیر سے مشتق ہے۔ ہمزہ کے بغیر بھی ایک لغت ہے۔ اور یہ وہ گروہ ہے جو عمل کو غرضی قرار نہیں دیتا صرف زبان سے ایمان لانے کو کافی جانتا ہے۔ انہیں مرجئہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ لوگ عمل کو موقوف کر دیتے اور اسے ساقط و بے وقعت تصور کرتے ہیں۔ اور اکثر علماء اس پر ہیں کہ مرجئہ فرقہ جبر کا

نام ہے۔ جو کہتے ہیں کہ جہدہ کوئی فعل نہیں کر سکتا۔ اور اسے عمل میں کوئی دخل نہ اختیار نہیں اور اس کی طرف فعل کی نسبت کرنا ایسے جہاد است کی طرف کسی فعل کی نسبت کرنا۔ جیسے کہتے ہیں چکی چل پڑی اور نہ جاری ہو گئی۔ اس فرق کو جہدہ بھی کہتے ہیں۔ تقدیر قدرت کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ یہ لوگ تقدیر کے حکم میں اور ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق اور اپنے کام کا خود کار ساز ہے۔ پہلے سے کوئی تعداد قدر تعیین نہیں ہے۔ تقدیر جدال کے ختم کے ساتھ۔ بجز یہیں حرف یا کو بھی تقدیر سے یہ ہموان کرنے کے لیے مفتوح پڑھتے ہیں۔ مگر اصل بجز کی طرف نسبت کی بنا پر سکون باد ہے۔ صاحب کشفات مذہب احترام و تقدیر میں تعصب کی بنا پر اہل سنت کو مرجحہ اور جبرہ کہتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اہل سنت عمل کو حقیقت ایمان سے خارج مانتے ہیں۔ اور جہدہ کو اپنے افعال کا بیان نہیں جانتے مگر صاحب کشفات کا یہ بیان غلط ہے۔ کیونکہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان تصدیق و اقرار و دلوں سے عبارت ہے۔ عمل کو کمال ایمان کا سبب قرار دیتے ہیں۔ اور محض قلب بلا عمل کے قائل نہیں ہیں۔ ان اہل سنت کا مذہب جہدہ و تقدیر کے درمیان ہے۔ جیسا کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ولیکن امر بین امرین۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اور اس طرح کی احادیث مرجحہ اور تقدیر کی تکفیر میں مروج ہیں لیکن درست بات یہ ہے کہ جمالی بدعت و مباحی تاویل کی بنیاد پر کسی عقیدے کو اختیار کرتے ہیں انہیں لافز قرار دینے میں جلدی نہ کی جائے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے خیال میں کفر اختیار نہیں کرتے اور نہ کفر پر راضی ہیں۔ بلکہ تاویل کے ذریعے کفر سے دور بھاگتے اور کتب و سنت کے ساتھ شک کرتے ہیں اور حق کے پانے میں ہلری کو شش کہتے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود یہ لوگ خطائیں پڑھ گئے۔ اور حق کو نہ پاسکے۔ اور لزوم کفر و التزام کفر میں فرق ہے۔ اس بارے میں طحاوی کا عقیدہ مستفیدہ قابل ہی ہے۔ اور امتیاط بھی اس میں ہے۔ اور میں اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے۔ اور جو کچھ ان کے بارے میں وارد ہے اور ان کے کفر پر دلائل کرتا ہے نہ جہدہ و ثابت اور انہیں گروہ قرار دینے میں مبالغہ کے طور پر دیا ہے۔ پھر ان احادیث کی صحت میں بھی بعض ملاصر صحتے چونکہ وہ کمالی ہے۔ واللہ اعلم۔

۹۸۔ وَكَفَىٰ ابْنِ حَسْمَةَ قَاتِلَ سَمْعَانَ بْنَ شَدَّادٍ
 حَسْمَةُ بْنُ حَسْمَةَ قَاتِلَ سَمْعَانَ بْنَ شَدَّادٍ
 حَسْمَةُ بْنُ حَسْمَةَ قَاتِلَ سَمْعَانَ بْنَ شَدَّادٍ
 حَسْمَةُ بْنُ حَسْمَةَ قَاتِلَ سَمْعَانَ بْنَ شَدَّادٍ
 حَسْمَةُ بْنُ حَسْمَةَ قَاتِلَ سَمْعَانَ بْنَ شَدَّادٍ
 حَسْمَةُ بْنُ حَسْمَةَ قَاتِلَ سَمْعَانَ بْنَ شَدَّادٍ
 حَسْمَةُ بْنُ حَسْمَةَ قَاتِلَ سَمْعَانَ بْنَ شَدَّادٍ
 حَسْمَةُ بْنُ حَسْمَةَ قَاتِلَ سَمْعَانَ بْنَ شَدَّادٍ

شرح: سرور عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

انہوں نے کہا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کھتہ سنا کہ دیکھو فی امتی ضعف و مسخر (میری امت میں ضعف اور مسخر واقع ہو گا۔ ضعف زمین میں دھنسا دینا۔ مسخر ایک شکل سے دوسری بدتر شکل میں تبدیل کر دینا۔) روضة لک فی التکذیب بالقدیر اور یہ ضعف و مسخر تقدیر کی تکذیب اور اس کا انکار کرنے والوں میں ہو گا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ قدر یہ اس فرقے کا نام ہے جو تقدیر کا منکر ہے۔ نہ کہ ان لوگوں کا نام ہے جو تقدیر کو ثابت مانتے ہیں۔ جیسا کہ تعصب کی بنا پر قدر پر فرقہ کے لوگ ہم اہل سنت کے لیے کہتے ہیں یہ نام تمہارے لیے زیادہ مناسب و بہتر ہے۔ خذلہم اللہ تعالیٰ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امتوں کی طرح اس امت میں بھی ضعف و مسخر واقع ہو گا۔ ایک حدیث میں واضح طور پر آچکا ہے کہ یہ ضعف و مسخر آخر زمانہ میں واقع ہو گا۔ جیسا کہ کتاب الفتن کے باب الملاحم میں آئے گا۔ اور کچھ علماء نے یہ تاویل کی ہے۔ کہ اگر اس امت میں ضعف و مسخر واقع ہو تا ہو تا تو اس فرقہ قدر پر یہ واقع ہوتا۔ واللہ اعلم۔

۹۹۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَرُ بَيْنَهُ مَجْرُبٌ هِيزَ الْأُمِّيَّةُ إِنْ مَرَضُوا فَلَا تَعُوذُوهُمْ وَلَا تَقَاتِلُوهُمْ قَاتِلُوا قَاتِلَهُمْ وَهَذَا أَحَدُ مَا يُوَدُّهُ اللَّهُ

انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر فرقہ کے لوگ اس
امت کے مجرب ہیں جب وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی بیماری پر سی نہ
کرو اور جب بیمار جائیں تو ان کے جتانہ میں شرکت نہ کرو۔

شرح ہمزہ وعنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدر بینه مجرب ہمزہ اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرقہ قدر کے لوگ جو تقدیر کے منکر ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اس امت کے مجرب ہیں۔ یعنی ملت اسلام میں ان کا حال اور اعتقاد مجریموں کے حال و اعتقاد کے مشابہ ہے جو بہت سے غلطوں کے قائل ہیں۔ اور وہ قادر تسلیم کرتے ہیں۔ ایک کو زندہ ان اور دوسرے کو امیر بن کہتے ہیں۔ ایک خالق خیر اور دوسرا خالق شر ہے۔ بعض علماء نے قدر کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ قدر کا حال مجریموں سے بھی بدتر ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے لاتعداد شریک ثابت کرتے ہیں۔

(ان مريضوا فلا تعوذوہم) اگر یہ لوگ بیمار پڑیں تو ان کی بیماری پر سی نہ کرو نہ جاؤ و نہ مداخلہ نہ کرو اور اگر بیمار جائیں تو ان کے پاس نہ جاؤ۔ یعنی ان کی غارت جتانہ میں شرکت نہ کرو۔ یعنی ان کی زندگی اور

موت کی کسی حالت میں ان کے بارے میں معنوی لڑائی کی رعایت اور لحاظ نہ کرو۔

۱۰۰۔ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجَاالسُوا أَهْلَ الْقُدُورِ وَلَا تُنَاقِرُوهُمْ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکرر کی مجلس نہ کرو۔ (ولا تقنا تصوم) اور نہ انہیں اپنا حاکم بناؤ۔ تقنا نقوا فتح بمعنی کم سے شفق ہے۔ جیسا کہ آہ کریمہ رَبَّنَا أَنْتُمْ مَيِّتُونَ وَسَيِّئُ قَوْلِنَا بآئِخَةَ (اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے) میں فتح بمعنی کم آیا ہے۔
حاکم کو فاتح کہتے ہیں مسم تلح کی تفسیر میں جو اسامی حسی میں ہے۔ ملاؤ نے بول کہا ہے لوگوں کے لیے رزق و رحمت کے دروازے کھولنے والا۔ اور ان کے درمیان کم و فیصلہ کرنے والا۔

بعض نے تقنا سے ان سے محاورہ و مناظرہ اور ان کے اعتقاد میں بحث و نزاع میں پہل کرنا مراد لیا ہے جس میں تم ان سے بحث و مناظرہ کی ابتداء نہ کرو کہ اس سے ٹکڑک و شہادت کو گنہگار بنتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حفظ و سلامتی متعصب اہل بدعت کے ساتھ جو انسان کا عقیدہ کو نقصان پہنچاتے ہیں، مجاہدہ و بائعہ نہ کرنے میں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ان سے گفتگو کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ اور نہ ان سے عند پیشانی سے پیش آؤ۔ یعنی معذور علیہ السلام کے قول مبارک لَا تُجَاالسُوا کے نزدیک مناسب ہے۔ اور اس میں شدت و سختی سے ان کی مجلس اور ان سے دوستی کرنے سے روکا گیا ہے۔ خصوصاً ان سے بحث و جدال اور قتل و قاتل کرنے سے۔

۱۰۱۔ عَائِشَةُ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَتُهُمْ وَكَفَرَهُمُ اللَّهُ وَكُلُّ بَنِي إِسْرَافِيلَ الذَّائِرُ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَالْمُسْلِمُ بِالْجَبَرُوتِ يُعْزِزُ مَنْ أَدْلَهُ اللَّهُ وَيُذِلُّ مَنْ أَعَزَّهُ اللَّهُ وَالْمُسْتَحْدِلُ لِعِزِّهِ اللَّهُ وَالْمُسْتَوْحِلُ مِنْ عِزِّهِ مَا حَرَّمَ اللَّهُ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو شخص جس میں عی پر جس نے لعنت کی ہے۔ اور اس نے ہر جہر میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اس کی کتاب میں ایسی طرف سے کچھ بڑھانے والا۔ اللہ کی تقدیر کو جھٹلانا والا۔ جس کے ساتھ اتنا اصرار پر قبضہ کرنے والا کہ جسے اللہ نے ذلیل کیا ہے وہ عزت دے اور جسے اللہ نے عزت عطا کیا ہے وہ اسے ذلیل کرے اور عزم و جہاد کو ملال جاننے والا۔ اور میری ہمدرد

وَالَّذِينَ كَفَرُوا سُبْحَانَ - رواۃ البیہقی ف کے بارے میں جو چیز اشد نے حرام کی ہے اسے طلال جاننے والا۔
المدخل و رزین فی کتابہ۔ اور میری سنت کا تارک۔

مشریح :- (وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمائی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستہ - تَنْتَهَوْا، چھ شخص ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے۔ (وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ) اور اشد بھی ان پر لعنت کرے۔ اس ترجمہ کے مطابق یہ جملہ عامیہ ہوگا۔ یا حسب حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے ان پر لعنت کی ہے تو گو یا کسی نے سوال کیا آپ نے ان پر کیوں لعنت کی ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کیونکہ اللہ نے بھی ان پر لعنت کی ہے۔ اہل عرب اس طرح کے کلام کو کلام استینافی کہتے ہیں۔ (وکل نہی یجب) اور ہر مقبول الدعائی نے ان پر لعنت کی ہے۔ یہ آگ جملہ ہے جو ان پر لعنت کے معنوں کی تاکید و تفریق کے لیے لایا گیا ہے۔

(وَالَّذِينَ كَفَرُوا) ان چھ افراد میں سے ایک وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں کچھ بڑھانے والا ہو۔
یعنی اس میں ایسی چیز کا اضافہ کرنے والا جو اس میں نہ ہو۔ یا اس کے لفظ یا معنی میں تحریف کرنے والا۔ جیسا کہ اہل کتاب نے کیا۔ پس کتاب اللہ سے جس کتاب مراد ہوگی قرآن ہو یا دوسری آسانی کتاب۔ بعض علماء فرماتے ہیں ممکن ہے کتاب اللہ سے اس کا حکم مراد ہو۔ اور کتاب سے حکم مراد لینا درست اور شائع و عام ہے۔ جس طرح کُتُب یعنی فرض آتا ہے۔
روا المکذوب بقدر اللہ) دوسرا وہ شخص ہے کہ تقدیر الہی کو جھٹلاتا۔ اور اس کا انکار کرتا ہے جیسا کہ فرقہ قدسیہ۔
والتسلط بالجبروتہ تیسرا وہ شخص جو ازراہ عظمت و تکبر لوگوں پر تسلط اور قہر و غلبہ حاصل کرے۔ (یعضو من اذله الله) تاکہ جسے اللہ نے ذلیل و خوار کیا ہے اسے عزت و مرتبہ عطا کرے۔ (ویدل من اعزاه الله) اور جسے اللہ نے عزت و شان عطا کی ہے۔ اسے ذلیل و خوار کرے۔ اس سے ظالم سلاطین و امراء مراد ہیں جو خواہش نفس اور ظلم و جبر کے تحت کفار و فاسق اور جملہ مذکورہ چیزیں جانتے ہیں اور اہل اسلام، صلحاء اور علماء کو ذلیل و خوار جانتے ہیں۔
(والمستعد لحرم اللہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کے حرم کو حلال جاننے والا کہہ اور اس کے ارد گرد میں جگہ کو حرم اور اس سے باہر کے علاقے کو حل کہتے ہیں۔ حق بکسر حاء۔ حدود حرم کاموں میں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔
جیسا کہ ذکر کرنا۔ درعت کا مشاویرو انہیں حلال جاننے والے کو مستحل کہتے ہیں۔ بعض نسخوں میں محرم اللہ کا لفظ آیا ہے۔
محرم حرمت کی جمع۔ یعنی ان چیزوں کو حلال جاننے والا جو حرام ہیں۔ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے محرم پڑھنا غلط و ضعیف ہے۔ اور یہ ان لوگوں کی روایت ہے جنہیں علم روایت میں مہارت نہیں۔ یعنی ان کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

بلکہ انہوں نے اپنے قیاس سے **حُرْمُ** اللہ کو **مُرْم** اللہ بنا دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور الاستعداد من عتق ما حرم اللہ! انچوں وہ شخص جو میری اہلاد میری قوم و قبیلہ اور میرے اہل و عیال کے ساتھ وہ کچھ حلال جانے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں کرنا حرام قرار دیا ہے یعنی انہیں تکلیف دے۔ ان کی تعظیم نہ کرے۔ اور ان کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے۔ اگرچہ ہر قسم کے حرام کو حلال جاننا زبردستی کا مستحق بنا دیتا ہے۔ چاہے خدا تعالیٰ و تقدس کے حرم شریف سے تعلق رکھتا ہو۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت سے یا اور چیزوں سے لیکن حضور علیہ السلام کی عزت سے متعلق حرام شدہ امور کو حلال جانتا خلافتِ سخت اور بُرا ہے۔ اس سے پھر زیادہ اہتمام، حرام سمجھنے کی زیادہ تاکید اور زیادہ شرف اور حق و تعظیم اور حرمت کا بہت زیادہ خیال رکھنے کے لیے خصوصیت سے اس کی وصیت فرمائی۔ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: من عتق فی من بیان یہ ہے۔ یعنی جو شخص میری اولاد اور میرے اہل و قربات میں سے کسی چیز کو حلال جانے لگا وہ عذاب اور سزا کا زیادہ مستحق ہو گا۔ کہ جیسے میرا شرف و نزدیکی حاصل ہو اور میرے ساتھ تعلق قربات ہونے کے باوجود حرام کاموں کا مرتکب ہو تو وہ سخت گرفت اور سزا کا مستوجب ہو گا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہا پر مہر اہل کے بارے میں آیا ہے۔ کہ اسے پیغمبر کی پیروی میں جو بھی فحش کام اور بدکاری کا ارتکاب کرے گی اسے گونا گونا گویا عذاب ہو گا۔ اس میں شرعاً مساوات کرام کو تنبیہ ہے کہ محرمات کے قریب نہ جائیں اور نافرمانی اختیار نہ کریں۔ اور عزت سیادت کا پتہ چاک نہ کریں اور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربات کے تعلق کے چیز میں سب کسی فعل کے مرتکب نہ ہوں۔ اور حضور علیہ السلام کے ساتھ رشتہ داری سے مفردا و رد و محو میں نا اہلیت۔

شرعے از روئے خوب خویش بدار
کہ بیدار روئے کار زشت کنی

عجب جلیلی و جلیل عجیب طبع و صیغی
و بے چہرہ سو کہ قدر بحال خویش ندانی

تجھے اپنے خوبصورت چہرے سے خرم آنی چاہیئے۔ کہ ایسا چہرہ رکھتے ہوئے ایسے بڑے کام کرتا ہے۔
یہ ٹھیک ہے کہ تو عجیب جمیل و جلیل اور عجیب خوبصورت و صاحب جمال ہے۔ لیکن اس کا کیا فائدہ اگر تو اپنے
جمال کی قدر نہ کرے۔

(واللہ اعلم) چنانچہ شخص وہ ہے جو میری سنت کا تارک اور بدعت اختیار کرے وہ اللہ سے ترک سنت اگر اسے بلکا جانے اس کی امانت اور اسے کچھ نہ سمجھنے کی بنا پر بدعت کو کفر ہے اس مفہوم کے مطابق لعنت اپنے حقیقی معنی پر معمول ہوگی۔ اور اگر اس میں مسلسل کو تاہی اور مستی اور معصیت کے ارتکاب کی بنا پر ہو تو لعنت زجر و شدت اور مقام

قرب و عزت سے دودھ پونہر معمول ہوگی۔ اور اگر کبھی کبھار سنت چھوٹ جائے تو معصیت میں شمار نہ ہوگی۔ اور
محرمات و دیگر کو حلال جاننے میں بھی یہی تفصیل ہے۔ و بالشد التوفیق۔ اس حدیث کو بیہقی نے مدخل میں حواصی کی کتاب
کا نام ہے اور امام رزین نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

۱۰۲۔ وَعَنْ مَكْرُوفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَضَيْتَ اللَّهُ بِعَبْدٍ أَنْ يَمُوتَ بِأَرْضِي جَعَلْ لَهُ الْيَقَاحَ حَاجَةً۔ (رواہ احمد و الترمذی)

اور حضرت مطربین عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محبوب اللہ! کس بندے کے حق میں یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اسے فلاں زمین میں موت آئے۔ تو اس کے لیے اس زمین کی طرف کوئی کام پیدا کر دیتا ہے۔

شرح :- (دعوت مطہر بن عکاس) رضی اللہ عنہ عکاس بیغم بنین و تخفیف کاف و کسریم و سین ملہ۔ آپ کو حرف مصابیت حاصل ہے نہ آپ کا شمار کو فیہل میں ہوتا ہے۔ آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ بعض محدثین نے کہلے آپ کے مصابی ہونے کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ ان مطہر بن عکاس سے روایت ہے :- قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- (ادفعنی اللہ بعد ان یسوت بہا رضی اللہ عنہ) جب اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ فلاں بندے کی موت فلاں زمین میں واقع ہو۔ (جعلہ لہا ایجا حاحہ) تو اس بندے کا کام اس زمین کی طرف پیدا کر دیتا ہے۔ تاکہ اس کام کے پیچھے وہ بندہ اس زمین میں جائے۔ اور وہیں اس کی موت آ جائے۔ بہت

نمودارم که در فنی میدوایم اهل مارا

۱۰۳۔ **وَكُنْ عَالِمًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ دُرِّ اِي الْمُسْلِمِينَ قَالَ مِنْ اَبَائِهِمْ**۔
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اِنَّهُ اَعْلَمُ
بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ قُلْتُ لَعَلِّي اَتَمُّهُمْ قَالَ
مِنْ اَبَائِهِمْ قُلْتُ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اِنَّهُ بِمَا
كَانُوا عَامِلِينَ۔

میں اس کی گلی سے بزار رحمت اور اخوس و نزاری سے جارہا ہوں۔ یہ علم نہیں کہ میں رزق دوارا ہے یا موت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کئی ہیں نے دریافت کیا یا رسول اللہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے بزرگ ہو جاتے ہیں ان کا کیا حال ہے۔ جنت میں ہیں یا دوزخ میں فرمایا ان کا حکم وہی ہے جو ان کے باپوں کا ہے۔ میں نے عرض کیا بغیر عمل کے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سزا دے گا جسے بزرگوں نے عمل کرنے سے۔ میں نے عرض کیا مشرکہ۔ کہنا یا بنی ولو کا کیا حکم ہے۔ فرمایا وہ بھی

رفیقان! اگرچہ

بہتر جاتا ہے جو انہوں نے عمل کرنے تھے۔

شرح :- (وعن عائشة) رضی اللہ عنہا۔ (قالت قلت) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں میں نے کہا۔ (یا رسول اللہ ذرا سی المسملین) مسلمانوں کے مردہ بچوں کا کیا حال ہے وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں۔ (ذرا سی ذریت کی جمع ہے جس طرح برادری بریت کی جمع ہے۔) (قال من ابیہم) فرمایا وہ اپنے باپوں میں سے ہیں۔ یعنی ان کا حکم وہی ہے جو ان کے باپوں کا حکم ہے۔ کہ جنت میں ان کے ساتھ ہونگے (فقلت) میں نے کہا۔ (یا رسول اللہ ملاح عمل) یا رسول اللہ عمل کے بغیر ہی بہشت میں جائیں گے۔ یعنی انہوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا تو جنت میں کس طرح جائیں گے (قال اللہ اعلم بما کا فوا عاملین) فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرتے تھے۔ یہ تعنا و قدر الہی کی طرف اشارہ ہے۔ جب حضرت عائشہ نے تعجب کیا کہ عمل کے بغیر ہی وہ جنت میں کیسے جائیں گے۔ فرمایا تعجب نہ کر کہ اگرچہ ان بچوں کا بافضل کوئی عمل خیر نہیں ہے مگر ممکن ہے تقدیر الہی میں ان کا کوئی عمل ہو۔ اور اس کے مطابق تقدیر الہی جاری ہو چکی ہو۔ (قلت) میں نے کہا۔ (وذرا سی المشرکین) مشرکین کے بچوں کا کیا حکم ہے۔ (قال من ابیہم) فرمایا وہ بھی اپنے باپوں سے اور ان کے حکم میں ہیں۔ (قلت ملاح عمل) اللہ اعلم بما کا فوا عاملین فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرتے تھے اس جملے پر مفصل کلام گزشتہ ایک حدیث کی شرح میں گذر چکا ہے۔

۱۰۴۔ وَكَرِهْتُ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تَشَدُّوُ السُّوءُ وَتُزِي فِي النَّاسِ وَ تَهْدِي الْيُودَاكَ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زندہ درگور کرنے والی عورت اور زندہ درگور لگا لڑکی دونوں دوزخ میں جائیں گی۔

شرح :- (وعن ابن مسعود) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اَلَا تَشَدُّوُ السُّوءُ وَ تَزِي فِي النَّاسِ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے فرزند کو زندہ درگور کرنے والی عورت۔ اور یہ کام اکثر عورتیں کرتی تھیں۔ مودودہ۔ زندہ درگور کی گئی لڑکی۔ اس حدیث میں اشکال یہ ہے کہ زندہ درگور کرنے والی عورت کا اس کے کفر کی وجہ سے دوزخی ہونا تو درست ہے۔ لیکن زندہ درگور کی گئی لڑکی جو نابالغ ہے اور اس نے کوئی گناہ نہیں کیا نہ کفر اختیار کیا۔ کیوں دوزخ میں جائے گی۔ اس اشکال کے جواب میں علماء متعدد توہیمات بیان کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ایک تو جیسہ یہ ہے کہ

زندانہ درگور کی گئی لڑکی اطفال مشرکین میں سے ہونے کی بنا پر دوزخی ہے۔ اس کا دوزخ میں جانا قضا و قدر کے حکم کے تحت ہے۔ جیسا کہ یہ مضمون دوسری احادیث میں آچکا ہے۔ اسی اعتبار سے صاحب معارج نے یہ حدیث اس باب میں درج کی ہے۔ اور جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ اطفال مشرکین دوزخ میں نہ جائیں گے وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ دائرہ سے دائرہ اور مودودہ سے اس لڑکی کی ماں مراد ہے۔ اور مودودہ سے مراد وہ لڑکی جس کی لڑکی کو زندہ درگور کیا گیا وہ مراد ہے۔ کیوں کہ ماں کے حکم سے دائی لڑکیوں کو زندہ درگور کرتی تھی۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے یہ حکم خاص دائرہ اور مودودہ سے متعلق ہے۔ اور یہ حکم عالم غیب میں سے ہے۔ دوسروں کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اور یہ حضرت خضر کے غلام کی طرح ہے۔ اور ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے مودودہ سے ایسی لڑکی مراد ہو جو بعد بلوغ کو پہنچ کر کفر اختیار کر چکی ہو۔ تاہم خضر یہ ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکی جس پر یقین و جزم کیا جاسکے۔ اور صحیح مذہب توقف ہے۔ واللہ اعلم۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۱۰۵۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَوَّمَنَا إِلَى كُلِّ عَجَبٍ قَوْمٌ خَلَقَهُ مِنْ غَيْبٍ مِنْ أَجَلِهِ وَعَلَيْهِ مَصْجُوعُهُ وَآيَةُ رِزْقِهِ۔
(درواہ احمد)

حضرت ابو الدرداء اور رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل اپنی مخلوقات کے ہر بندے کی پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے۔ اس کی اہل سے اس کے عمل سے اس کی جائے۔ پائل سے۔ اس کی حرکات و سکنات سے اور اس کے رزق سے۔

شرح: ہر عن ابی الدرداء (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل قوّمنا الى کل عجب قوم خلقہ من غیب من اجلہ وعلیہ مصجوعہ وایۃ رزقہ۔ حضرت ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل اپنی مخلوقات میں اپنے ہر بندے کے پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے اور اس کی تقدیر اس کے ہر بندے کے پانچ چیزوں کے متعلق مکمل ہو چکی ہے۔ اور جب کہ کفر اخلاص اللہ عزوجل کے لیے اعمال اور نا اکلن ہے۔ اس لیے اس سے اس کی تقدیر میں کسی قسم کی تبدیلی کا نہ ہونا مراد ہے۔ مزاج میں مزاج ہمیں کسی کام سے فارغ ہو جانا۔ اس کے بعد اپنے قول مبارک سے وہ پانچ چیزیں بیان فرمائیں۔

(من اجلہ و عملہ و مضجعہ و اثرہ و بقعہ) فارغ ہو چکا ہے اپنے ہر بندے کی اجل سے۔ اور مقرر کر چکا ہے کہ اس کی مدت عمر کتنی ہے۔ اور ہر بندے کے عمل سے فارغ ہو چکا ہے۔ کہ نیک اور بُرے کیا کیا کام کرے گا۔ اور ہر بندے کے مضجع سے فارغ ہو چکا ہے۔ مضجع بفتح جیم۔ نفث میں اس جگہ کو کہتے ہیں جس پر بندہ اپنا پہلو رکھتا ہے۔ یہاں سکونت اختیار کرنے کی جگہ مراد ہے۔ اثر سے حرکت مراد ہے یا اتل میں ہی تمام بندوں کی حرکات و سکنات مقرر ہو چکی ہیں۔ یا مضجع سے موت کی جگہ اور اثر سے حالت تدبیر میں اس کی اقل و حرکت مراد ہے۔ یا مضجع سے اس کا مقیم ہونا اور اثر بمعنی نشان پانے سے اس کا سفر اختیار کرنا مراد ہے۔ رزق سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن سے بندہ نفع اور فائدہ اٹھاتا ہے۔

۱۰۶۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَكَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقَدْرِ سُمِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ لَوِي تَكَلَّمَ فِيهِ لَمُرِيَتْ عَنْهُ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص مسئلہ تقدیر میں تھوڑی سی گفتگو بھی کرے گا قیامت کے دن اس سے اس کا سوال ہوگا اور جس نے اس کے بارے میں گفتگو نہ کی ہوگی اس سے سوال نہ ہوگا۔

شرح :- (وعن عائشة) رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے و قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (يقول) فرماتے تھے۔ (ومن تكلم في شيء من القدر) جو شخص بھی مائل و احکام تقدیر میں کچھ بھی گفتگو اور بحث کرتا ہے۔ (سئل عنه يوم القيامة) اس سے اس گفتگو اور بحث کے متعلق قیامت کے دن سوال ہوگا۔ (ومن لو لم يتكلم فيه لم يسأل عنه) اور جس میں بحث و گفتگو نہ کرے گا اس سے سوال نہ ہوگا۔ حضور علیہ السلام کے اس کلام مبارک سے مقصود مسئلہ تقدیر سے غم و غم خیز کرنے اور اسے چھڑنے سے ڈانٹنا اور منع کرنا ہے یعنی اس مسئلہ میں بحث و گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ اس گفتگو کا یہ نقصان ضرور ہے کہ قیامت کے روز باز پرس ہوگی اور حساب نازل ہوگا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ بلا حرج و جمل اس پر ایمان لائیں۔ اور بحث و گفتگو سے غم و غم خیز اختیار کریں۔ اور عمل میں مشغول ہوں اور اسے نہ کریں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

۱۰۷۔ وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَكَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقَدْرِ سُمِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔
ابن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص مسئلہ تقدیر میں کچھ بھی گفتگو کرے گا قیامت کے دن اس سے اس کا سوال ہوگا اور جس نے اس کے بارے میں گفتگو نہ کی ہوگی اس سے سوال نہ ہوگا۔

الْقَدَرِ فَعَبَّ شَيْئًا لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَدَّيْبَهُ
مِنْ قَبْلِي فَقَالَ لَا إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَذَّبَ
أَهْلَ سَمَوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَابًا بَعْدَ
وَسَوْعِيرٍ ظَالِمٍ لَعَنَهُ لَوْ رَوَاهُ عَنْكَ كَانَتْ
رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَّعَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْهَرَمِ وَلَوْ
أَفْقَسَتْ شَرُّهُ أَحَدٌ ذَهَبًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا
قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ وَتَعْلَمَ
أَنْ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ رِيْعِيْبِكَ وَلَوْ
مِثْرٌ عَلَى غَيْرِ هَذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ
ثُمَّ أَتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ
مِثْلُ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ
بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مِثْلُ ذَلِكَ لَكَ ثُمَّ
أَتَيْتُ كَيْدَ بْنَ كَابٍ فَحَدَّثَنِي
عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِثْلُ ذَلِكَ. رواه أحمد

ابوداؤد و ابن ماجہ

متعلق کچھ دوسرے آتے ہیں۔ آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں شاید
اس طرح، اللہ تعالیٰ میرے دل سے وہ دوسرے نکال دے
تو حضرت ابی بن کعب نے فرمایا اگر اللہ عزوجل تمام آسمانوں اور
زمینوں کی مخلوق کو عذاب میں مبتلا کرنا تو وہ انہیں اس عذاب
میں مبتلا کرتے ہیں ظالم نہ ہوتا۔ اور اگر وہ ان پر رحمت کرتا تو
اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوتی۔ اور اگر تو احد پہاڑ
کے برابر اللہ کی راہ میں مونا بھی خرچ کر دے تو اللہ اسے قبول نہ
کرے گا جب تک کہ تو تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ اور جب تک کہ
تو یہ یقین نہ کر کہ جو مصیبت تجھے پہنچی ہے وہ تجھے ملنے
والی نہ تھی اور جو چیز تجھے نہیں ملی وہ تجھے ملی ہی نہ سکتی تھی۔ اگر
تو اس عقیدے کے علاوہ کسی اور عقیدے پر گئے گا تو درخ میں
جائے گا۔ ابن دہلی کہتے ہیں پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود
کے پاس آیا تو انہوں نے بھی ایسا ہی فرمایا ابن دہلی کہتے ہیں
پھر میں حضرت مزیع بن ایمان کے پاس آیا انہوں نے بھی ایسا
ہی فرمایا پھر میں زید بن ثابت کے پاس آیا تو انہوں نے بھی حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی حدیث بیان فرمائی۔

شرح و مراد عن ابن الدیلمی قال ابن دہلی سے روایت ہے جبر تا یقین میں سے ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا
راشیت ابی بن کعب (ابن ابی بن کعب کے پاس آیا۔ جو علماء اور اہل علم صحابہ کرام میں سے تھے۔) فقندت لہ (اور
ان کے کہا۔) وقد وقع فی نفسی شومن القدر (کہیں کچھ میرے دل میں تھا و قدرت کے متعلق شک و شبہ واقع ہوتا ہے۔ کہ
اگر سب کچھ قضا و قدر الہی سے ہے تو پھر امر و نہی کس لیے ہے اور ثواب و عذاب کا کیا معنی۔ اور آپ نے فی نفسی کے لفظ
سے اس طرف اشارہ کیا کہ یہ شک و شبہ دوسرا اور القاء نفس کی وجہ سے ہوتا ہے۔) فحدثنی (تو مجھے) حضرت صل
اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان فرمائی یا اپنے پاس سے کوئی بات بیان کی۔) لعل الله ان یدہ من قبہم شاید
اللہ تعالیٰ وہ شک و شبہ میرے دل سے دور کر دے۔) فقال (تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایسی بات بیان

کی جس سے میرا شک و شبہ دور ہو گیا اور میں جو اللہ تعالیٰ کے حصول کو مذاب دینے اور ان کا مواخذہ کرنے کو بید خیال کرتا تھا اس کا اثر اب بھی ہو گیا۔ حضرت ابی بن کعب نے بیان کیا کہ اللہ میں و ملائک الملک علی الاطلاق ہے سب اس کے ملک میں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور ملائک اپنی ملکیت کی چیزوں میں جس قسم کا تصرف کرتا ہے وہ ظلم نہیں کلا سکتا۔ اور انہوں نے کہا ان لوگوں اللہ عزوجل عذاب اہل سموات و اہل الارض (کہ اگر اللہ عزوجل اپنے تمام اہل سموات اور تمام اہل زمین کو عذاب دیتا تو عذاب ہم و ہر غیر ظالم لوگوں) تو انہیں عذاب دینے میں ظلم نہ ہوتا۔ اور اس کے لیے اس میں مزاب و بنا روا اور جائز ہوتا۔ و لوہو جمع کانت رحمتہ خیر اللعہ من اعدائہم) اور اگر انہیں اپنی رحمت سے نوازتا تو اس کی رحمت ان کے لیے ان کے اعمال سے بہتر ہوتی۔ اس کے بعد اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ تمام کائنات کے مخلوق عموماً اور انسان کے حالات نفس کے متعلق خصوصاً تقدیر الہی پر ایمان رکھنا واجب ہے اور ضروریات دین میں سے ہے۔ اور اس ایمان و اعتقاد کے برابر کوئی عمل نہیں ہو سکتا اگرچہ قدرت باریت بشر سے بڑھ کر کوئی عظیم عمل ہی کہوں نہ ہو۔ اور یہ ایمان و عقیدہ جتنی ہونے کے لیے شرط ہے۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا (لو انفلتت مثل احد ذہبا فی سبیل اللہ) اور اگر تو راہ خدا میں احد پانچ روئے کے برابر سونا خرچ کرے (ما قبلہ اللہ منک) اللہ اسے تجھ سے قبول دے گا۔ (رحمتی تو من بالقدیر) جب تک کہ تو تقنا و قدر پر ایمان نہ لائے۔ (و قل علوان ما اصابتکم لیکن یخطئ شک) اور یہ بھی یقین رکھو کہ جو کچھ تجھے پہنچا ہے۔ وہ ہر صورت تجھے پہنچ کر رہتا تھا۔ (وان ما اخطا لہ لہو یکن یصیبک) اور تجھے اس بات کا بھی علم یقین ہو کہ جو کچھ تجھ سے جھوٹ گیا ہے (جو کچھ نہیں پہنچا وہ تجھے پہنچنے والا ہی نہ تھا۔ پس اگر کوئی چیز تجھے نہ دے کہ کہ میری سعی و کوشش سے تجھے ملی ہے اور جو کچھ تجھے نہیں ملا اس کے متعلق یہ نہ کہہ کہ اگر میں سعی و کوشش کرتا تو تجھے مل جاتا۔ بلکہ نہ اعتقاد یہ ہوتا چاہیے کہ کسی چیز کا ملنا علنا سب اللہ تعالیٰ کی تقنا و قدر سے ہے۔

رد لعت علی غیر ذالک لیدخلت النار) اور اگر بالعرض تو قدر پر اس ایمان و عقیدے اور حال کے علاوہ کسی اور عقیدے پر سے گا تو قدر میں جائے گا۔ (قال ثور اتیت عبد اللہ بن مسعود ابن الدیلمی کہتے ہیں پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقرب صحابہ میں سے تھے اور میں نے کہا میں حضور علیہ السلام نے فرمایا میں ان کے لیے ہر چیز سے راہی ہوں جس سے ان مسعود راہی ہے۔ فقال شد ذالک) تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کی بات کی جو جیسی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ (قال ثور اتیت حد یقہ بن الیمان) ابن الدیلمی نے کہا پھر میں حضرت عبداللہ

بن ایمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبِ ملازمت تھے۔ (فقہاں مثل ذالک) تو انہوں نے بھی یہی عقیدہ بیان کیا کہ تعزاتیت زید بن ثابت (پھر عیش زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو عظاماء و علماء صحابہ میں سے تھے۔) (فحدثنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) تو انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی جو اسی مضمون کے مطابق تھی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جس کی نسبت حضرت ابی بن کعب حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم نے حضور کی طرف شک حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کا رفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا۔ اور حضرت علیہ السلام سے اس کی روایت کر دی۔

۱۰۸۔ وَكَفَّ نَارِيهٖ أَنْ سَبَّحَ الْفَتْحُ عُمَرَ فَقَالَ إِنَّ فَلَانًا يُفَرِّقُ بَيْنَكَ وَالسَّلَامَ فَقَالَ بَشِّرْ بِلَفْعِي أَنَّهُ قَدْ أَحَدْتُ كَيْفَ كَانَ قَدْ أَحَدْتُ فَلَا تُفَرِّقُ بَيْنَ السَّلَامِ وَنَارِي سَمِعْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَكُونَنَّ فِي أُمَّتِي أَرَبِي هَذَا الْأَمْبَبُ خَسَفَ وَ صَسَّ أَوْ كَذَّبَتْ فِي أَهْلِ الْقَدَمِ - رواه الترمذی وایروا الحدیث ما یختار الترمذی هذا

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں آدمی آپ کو سلام کتا ہے تو ابی عمر نے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فلاں شخص نے (دین میں) ایسی بات نکالی ہے اگر فی الواقع اس نے ایسی بات نکالی ہے تو میرا اسے سلام نہ کرنا کہ بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے میری امت یا اس امت میں تو میں دھن یا مورتوں کا گڑھا یا آسمان سے پتھروں کی بارش ہوگی تقدیر کا اٹھا کر نے والوں پر۔

حدیث حسن صحیح غریب

شرح :- (و عن نافع ان رجلاً قال ابن عمر) حضرت نافع سے روایت ہے جو ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ثقبہ اکثر الحدیث اور قبیلہ دلم سے ہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ وہ عرب سے ہیں۔ کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ (فقال) اور حضرت ابن عمر سے کہا۔ ان فلاں یا فترہ علیک السلام کہ فلاں نام کا آدمی جس نے تقدیر مذہب ایجاد کیا اور لوگوں میں اس بدعت کو رواج دیا، آپ کو سلام کتا ہے۔ عربی زبان میں ایسا ہی استعما ہوتا ہے کہ فلاں نے فلاں کو یا فلاں پر سلام پڑھا ہے۔ مراد یہی ہوتی ہے کہ سلام کیا ہے۔ کیونکہ جب اس نے سلام کہا تو دوسرے نے جواب میں سلام کہا تو یہ کتا درست ہوا کہ اس نے فلاں کو سلام پڑھا ہے۔ (فقال) تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا۔ انہ قد بلفعی انہ قد احدت بیشک بات یہ ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اس آدمی نے دین میں

نئی بات نکال ہے اور احداث فی الدین کا مرکب ہوا ہے۔ یعنی تقدیر کی نگذیب اور اس کا انکار کیا ہے۔ (فلان کان فتد احدث) اگر فی الواقع اس نے یہ احداث کیا ہے اور یہ بدعت نکالی ہے۔ (فلا تقروہ معی السلام) تم میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا۔ (وفاق صحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول) کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ۔ (یکون فی امتی) جو گامیری امت میں (راوی فی هذه الامۃ) یا اس امت میں یہ راوی کا شک ہے کہ حضور نے فی امتی کہا یا فی هذه الامۃ کہا۔ (وہم غفوت) وہ سوئے ہوئے ہیں (وہم غفوت) یا ان کی صورتوں کا بگڑنا یا آسمان سے پتھروں کی بارش۔ (وقل اهل القدس) اہل تقدیر میں۔ یعنی ان لوگوں میں جو تقدیر کا انکار کریں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بدعت کا ظہور اور اس مذہب کا حدوث صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آخری دور میں ہوا۔ امام ترمذی نے کیا یہ حدیث حسن صحیح فرمایا ہے۔ اس عبارت کی تحقیق اور ایک ہی حدیث میں ان صفات کا جمع ہونا مقدمہ کتاب میں وضاحت سے بیان ہو گیا ہے۔

۱۰۹۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ خَدِيجَةَ لَيْثِي مَوْلَى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَلَدَيْنِ مَا كَانَا
فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِي الْكُفْرِ قَالَ قَالَتْ
رَأَيْتُ الْكُرْأِيَّةَ فِي وَجْهِهَا قَالَتْ لَوْ مَا بَيَّتَ
مَكَانَهَا لَا بَقِيَتْهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
قُولُوا حِينَئِذٍ قَالَ فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْقُرْآنَ يَدُ
أَوَّلَ دَهْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَشْرِيقِينَ
وَأَوَّلَ دَهْرٍ فِي النَّارِ ثُمَّ رَوَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ
فَرِيضَةُ. رواه احمد

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت خدیجہ
رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دونوں
بچوں کے متعلق دریافت کیا کہ جہاں میں رہ گئے تھے فرمایا وہ
دنوں دن دروغ میں تھے۔ حضرت علی کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے چہرہ مبارک پر نگاہ ڈالی
کا افر محسوس کیا تو فرمایا اگر قرآن دونوں کی جگہ دیکھ لیجئے تو ان سے
نفوت کرتی۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا وہ بچہ
جو آپ سے ہوا ہے (کہاں ہے) فرمایا جنت میں۔ پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنین اور ان کی اولاد جنت میں ہے۔
اور مشرکین اور ان کی اولاد دوزخ میں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی والذین آمنوا واتبعتهم ذریعتهم

شرح :- (وعن علی) رضی اللہ عنہ (قالت) سالت خدیجۃ (امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے انہوں نے کہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (ولدین) ما کانا

فی الجہا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دو بچوں کے بارے میں دریافت کیا جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے۔ اور حضور کی اولاد سے نہ تھے۔ کہ بہشت میں ہیں یا دوزخ میں۔ (فقہاء و مولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۸۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہیں۔ (حاجی) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ (فلسفہ) راوی الذکاہیۃ فی وجہا جب حضور نے حضرت خدیجہ کے چہرہ میں ناخوشی کا اثر دیکھا تو فرمایا اور ایت مکیہ ص ۱۸۱ لا یغضبہا اگر تو ان دونوں کی جگہ اور ٹھکانا دیکھ لے جہاں وہ مختار و مختاری میں لاشکی رحمت سے محروم ہو کر پڑے ہیں تو تو انہیں دشن جانے اور ان سے بیزاری کا اظہار سے۔ اور لا یغضبہما کا لفظ لا یغضبہا کسر کو لیا کے تاکہ بعد پاکے ساتھ بھی پڑی ہے۔ یہ میخاس شکل میں احادیث میں بت جگہ آیا ہے۔

(فتا) حضرت خدیجہ نے کہا۔ (یا رسول اللہ خولدی منک) یا رسول اللہ میرا وہ بچہ جو آپ سے ہوا ہے اس کا کیا حال ہے۔ ان کا نام عبد اللہ اور لقب حبیب و ظاہر تھا۔ یہ صاحبزادے ظہور اسلام کے ابتدائی ایام میں پیدا ہوئے۔ (فتا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا وہ بچہ جو مجھ سے ہوا (فی الجنة) جنت میں ہے۔ (فتا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان المؤمنین و اولادہم فی الجنة) مسلمان اور ان کے بچے جنت میں ہیں۔ (ان المؤمنین و اولادہم فی الجنة) انہی مشرکین و اولادہم کے بچے دوزخ میں ہیں۔ (انہی مشرکین و اولادہم فی الجنة) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بطور استشاد دلیل کہ اولاد ماں باپ کے تابع ہے نیز حضرت خدیجہ کا یہ وہم دور کرنے کے لیے کہ جب میں مسلمان ہوں تو میرے بچے بھی میرے ساتھ جنت میں ہوں گے، یہ آیت پڑھی۔ (والذین امنوا و اتبعوا) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد میں سے لڑکیاں میں ان کی پیروی کی۔ اس آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ (الغنائم) ذریعہ ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو ملا دیں گے۔

۱۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مَسَّ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ عَالِقٌ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَ جَعَلَ بَيْتَ عِثَى كُلِّ إِنْسَانٍ وَتَمَّ وَ مِثْلُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ عَرَضَهُ عَلَى آدَمَ فَقَالَ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا تو اس کی پشت پر دست تھمت پھیرا۔ تو گر پڑا آپ کی پشت سے آدمی جسے اس نے قیامت تک اس کی اولاد میں پیدا کرنا تھا اور پیدا کر دی ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے سامنے نور کی ایک لاش پھر انہیں آدم کے سامنے پیش کیا حضرت

آدم نے کہا اے میرے رب کہ میں فرمایا یہ تیری اولاد ہے۔
 تو آدم نے ان میں ایک آدمی دیکھا تو آپ کو اس کی دونوں
 انگلیوں کے درمیان نور کی لاش اچھی لگی۔ کہا اے میرے رب
 یہ کون ہے فرمایا اود۔ حضرت آدم نے کہا اے میرے رب تو نے
 اس کی کتنی عمر مقرر کی ہے فرمایا اصال۔ کہا اے میرے رب میری
 عمر میں سے چالیس سال اس کی عمر اور زیادہ کر دے۔ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم کی عمر ختم ہوئی موت چالیس سال باقی
 رہ گئے تو آدم کے پاس ملک الموت آگیا آدم نے کہا کیا میری عمر
 ابھی چالیس سال باقی نہیں ہیں۔ ملک الموت نے کہا آپ وہ اپنے
 بیٹے داؤد کو پیش دے چکے تو آدم نے انکار کیا تو اس کی اولاد بھی
 انکار کرتی ہے۔ اور آدم بھول گئے اور دشت میں سے کھایا۔
 تو اس کی اولاد بھی بھولتی ہے۔ اور آدم نے غلطی اور اس کی
 اولاد بھی غلط کر رہی ہے۔

اٰی رَبِّ مِنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ ذُرِّيَّتَكَ قَرَأَى
 رَجُلًا مِّنْهُمْ فَاَعْجَبَهُ وَبَيَّضَ مَا بَيْنَ
 عَيْنَيْهِ قَالِ رَبِّ مِنْ هٰذَا قَالَ دَاوُدُ فَقَالَ
 اٰی رَبِّ كَوْنِ جَعَلْتَ عُمَرَكَ قَتْلًا سِتْرَيْنِ
 سَنَةً قَالَ رَبِّ زِدْهُ مِنْ عُمْرِيْ اَوْ رُبْعَيْنِ
 سَنَةً قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْقَضَى عُمَرَاۤدَمَ لَوْلَا اَرْبَعَيْنِ
 جَاوَزَاكَ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ اَمْرًا وَّ لَمْ يَبْقَ
 مِنْ عُمْرِيْ اَوْ رُبْعَيْنِ سَنَةً قَالَ اَوْ لَمْ تُعْطِ عَا
 اَبْنُكَ دَاوُدَ فَجَعَلَ اَدَمَ فَجَعَلَ اَدَمَ
 ذُرِّيَّتَهُ وَكَبِيَ اَدَمَ قَاتَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ
 فَلَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ وَخَطَا اَدَمُ وَخَطَا عَوْنُ
 ذُرِّيَّتُهُ - (دواء القرمذي)

شرح :- (و عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما خلق الله ادم مسمي عليا
 اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا
 تو اپنا دہشت قدرت اس کی پشت پر پھیلا اس پر خشت کو حکم دیا جو اس کام پر مقرر تھا کہ آدم کی پشت پر ہاتھ بھرے۔
 (فسقط عن ظهره کل نسمة الا کرچہ) آپ کی پشت سے ہر آدمی (و هو خالقنا من ذریتہ الی یومہ القیامہ)
 تو آدم کی پشت سے باہر آئے انسان جن کو اس نے اس کی اولاد سے قیامت تک پیدا کرنا تھا۔ ثم وکسنته بفتح
 لون و سین یعنی آدمی لوگ۔ یعنی اس طریقہ توالد و تواسل کے مطابق جس قدر بھی آدم کی اولاد پیدا ہوئی تھی۔ اور آپ
 کی اولاد کی اولاد بھی سب کی سب ان کی پشتوں سے باہر آگئی اور سب آدم کی ہی اولاد ہے۔ اسی لیے سب کی نسبت
 آدم کی طرف کر دی۔ و جعل بین حیث کلا انسان منہم (اور انسانوں میں سے ہر انسان کی دوا انکھول کے
 درمیان کر دی اور بیضا من خود) نور کی ایک لاش۔ وہیں نفع و اور کسر و باوجودہ اور مادہ عمل یعنی یکدھک۔
 رشم عرضہ علی آدم (پھر انہیں آدم پر پیش کیا۔) (فقال) تو آدم نے کہا اے رب (اے میرے رب) و دعا

(من هو لاء) یہ کون لوگ ہیں (وقال ذریتک) فرمایا یہ تیری اولاد ہے۔ (رفعی) رجلاً منعاً تو آدم نے ان میں ایک آدمی دیکھا۔ (رفاعہ) وہیں ما بین جینہ، تو آدم کو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی چمک و درخشندگی بہت اچھی لگی مگر فقال اے رب، عرض کی اسے میرے رب (من هذا) یہ مرد کون ہے۔ (وقال داؤد) خدا تعالیٰ نے فرمایا یہ داؤد پیغمبر ہے۔

پھر مشیدہ نہ رہے کہ حضرت آدم کو حضرت داؤد کی دو آنکھوں کے ہی درمیان کی چمک و درخشندگی کے اچھا محسوس ہونے سے لازم نہیں آتا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا نور اندر اس کی چمک و دک بہت اکل و اجل بہت زیادہ اور اتم ہو کیونکہ ہر سکتا ہے کہ وہاں ایک آنارکلی گھڑی ہو جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی نگاہ میں اس کی چمک و دک زیادہ محسوس ہوتی ہو۔ ورنہ یہ یقینی بات ہے کہ حضرت سیدرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا نور و لمعان سب سے زیادہ، تمام تر اور کامل تر ہے۔ نیز فضیلت کلی فضیلت جزئی کے منافی نہیں ہے۔

(وقال ادب کھر جعلت عسہ) آدم نے کہا اے میرے رب تو نے اس مرد کی عمر کتنی مقرر کی ہے۔

(قال ستین سنۃ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساٹھ سال۔ (وقال) جب کہ حضرت آدم کو حضرت داؤد اپنے گھلوں کی دوستی و محبت کا رابطن پیدا ہو گیا تو حضرت آدم نے کہا (رب ذہ من عمری ۱۶ بعین سنۃ) اے میرے رب میری عمر سے چالیس سال لے کر اس کی عمر زیادہ کر دے تاکہ اس کی عمر پورے سو سال ہو جائے۔ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (فقد افترض عسہ ادم الا اربعین سنۃ) جب آدم کی عمر چوبیس ہو گئی اور صرف چالیس سال باقی رہ گئے (مشمور ہے کہ حضرت آدم کی عمر ایک ہزار سال تھی)۔ (جاءہ صلف السنۃ) تو آپ کے پاس مک الموت آگیا تاکہ آپ کی روح پاک قیض کرے۔ (فقال ادم) اولہ ربی من

عمری ادھون سنۃ (حضرت آدم نے کہا کیا میری عمر سے ابھی چالیس سال باقی نہیں ہیں۔ (وقال) مک الموت نے کہا۔ (اولہ قطعاً ابناک داؤد) آپ یہ بقایا چالیس اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے چکے۔ (فجحد ادم فوجد ذہیتہ) تو آدم منکر ہو گئے اور ان کی اولاد میں بھی یہ صفت انکار پیدا ہو گئی۔ (ونسی ادم) اور بنی درخت کا پھل چکھنے کی نہی کو بھول گئے۔ (رفاعہ) کل من الشجرۃ (تو درخت سے کچھ کھالیا) (فقتبت ذہیتہ) تو ان کی اولاد بھی بھولتی ہے اور ان میں بھی فراموشی کی عادت پائی جاتی ہے۔ (وخطاً ادم وخطاً ذریتہ) اور آدم سے خطا اجتماعی واقع ہوئی کہ انہوں نے درخت سے درخت معین کچھ لیا تو ان کی اولاد بھی غلطی مرتکب ہوئی ہے۔ اور خطانے ان میں بھی اپنا راستہ نکال لیا ہے۔ یعنی انکار، نسب ان اور خطا یہ تین صفات اصل میں آدم کے اندر تھیں ان سے سرایت کر کے ان کی اولاد میں بھی

آگئیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں سوال کیا گیا ہے کہ جو بات حضرت آدم کر چکے تھے وہ چالیس سال عروینا اس کا انکار کر دیا کیا کہ یہ تو جھوٹ ہے (اور انبیاء کرام اس سے پاک و منزہ ہوتے ہیں) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انکار اصل خلقت و جبلت اور طبیعت بشری کے امتحان کے تحت تھا جو اللہ تعالیٰ انسان کے بڑے حلقے میں پہنچنے پر اس میں عمر کے حرص و مال دیتا ہے۔

جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے: یغیب ابن آدم یثرب فیہ غصن ان الحدیث، فرزند آدم پر رڑ خاکی ہے تو وہ چیزیں اس میں جھون کر جاتی ہیں۔ لہذا یہ انکار قصداً اختیار کے طور پر نہ تھا۔ اور بعض جلی و طوی احکاماً ہیماہ علیہم السلام میں بھی باقی رکھے جاتے ہیں اور وہ ان سے منزہ نہیں ہوتے۔ اس کی مزید تحقیق اپنی جگہ میں کر دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پیدا کیا جس وقت بھی پیدا کیا تو آپ کے دائیں کندھے پر اپنا دست قدرت مارا تو آدم سے اس کی تولد ہو کر باہر نکلا جسے چوڑی ٹیالی ہوئی تھی۔ اور اس کے بائیں کندھے پر اپنا دست قدرت مارا تو اس سے سیاہ رنگ کی اولاد باہر نکلی۔ جو کہ تولد کی طرح سیاہ تھی۔ پھر چار اولاد اس کی دائیں جانب تھی۔ اس طرح جنت میں جاؤ۔ اور بچے کوئی پیدا نہیں۔ اور اس کے بائیں جانب تھی اسے قرآن و ذکر میں جاؤ۔ اور بچے کوئی پیدا نہیں۔

۱۱۱۔ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ حِينَ خَلَقَهُ فَضْرَبَ كَتَفَهُ اليمينى فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّتَهُ بِيضَاءً كَأَنَّهُمُ الذُّرُّ وَضْرَبَ كَتَفَهُ الشَّامِي فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّتَهُ سَوْدَاءً كَأَنَّهُمُ الْحُمْصُ فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَمِينِهِمُ الْإِنْسَانُ وَلَا أَمَّا لِي وَفَالَ لِلَّذِي فِي كَتِفِهِ الْيَسْرَى إِلَى النَّارِ وَلَا أَمَّا لِي۔

(رواہ احمد)

شرح: (عن ابی الدرداء) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خلق اللہ آدم حین خلقہ) اللہ نے آدم کو پیدا کیا (سب پیدا کیا۔) (فَضْرَبَ كَتَفَهُ اليمينى فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّتَهُ بِيضَاءً كَأَنَّهُمُ الذُّرُّ وَضْرَبَ كَتَفَهُ الشَّامِي فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّتَهُ سَوْدَاءً كَأَنَّهُمُ الْحُمْصُ) تو آدم کے دائیں کندھے پر اپنا دست قدرت مارا یا فرشتے کے ان کے دائیں کندھے پر ہاتھ کا حکم دیا (فَخَرَجَ ذُرِّيَّتَهُ بِيضَاءً كَأَنَّهُمُ الذُّرُّ) تو سفید رنگ کی اولاد باہر نکلی۔ (وَضْرَبَ كَتَفَهُ الشَّامِي فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّتَهُ سَوْدَاءً كَأَنَّهُمُ الْحُمْصُ) اور اس کے بائیں کندھے پر ہاتھ کا حکم دیا (فَخَرَجَ ذُرِّيَّتَهُ سَوْدَاءً كَأَنَّهُمُ الْحُمْصُ) سیاہ رنگ کی اولاد باہر نکلی۔ (فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَمِينِهِمُ الْإِنْسَانُ وَلَا أَمَّا لِي وَفَالَ لِلَّذِي فِي كَتِفِهِ الْيَسْرَى إِلَى النَّارِ وَلَا أَمَّا لِي)۔ بعض نسخوں میں الذکر کے بجائے الذکر کا لفظ آیا ہے۔ بضم وال یعنی مراد اس صودت میں یہ سفیدی کا بیان ہے۔ جس طرح اس کے مقابل کریم سے تشبیہ دی۔ پہلی روایت کے مطابق مقدار کا بیان ہو گا۔ (وَضْرَبَ كَتَفَهُ

الہیسی) اور اس کے بائیں شانے پر مارا مارا فاجوہ ذریتہ سودا) تو سیاہ رنگ کی اولاد نکالی۔ (کا نعرہ الحمد) گویا وہ کوٹھے میں ہر فقال للذی فی سیمینہ (میں دائیں جانب واسے گروہ کو فرمایا۔ (الحی التجمہ) اگر اولاد مخاطب تھی تو اس صورت میں معنی یہ ہو گا تم سب بہشت کو جاؤ۔ اور اگر ملائکہ مخاطب ہوں جن سے اس گروہ کا حال بیان کیا جا رہا ہے تو معنی یہ ہو گا یہ گروہ جنت میں چلا جائے یا اس گروہ کو جنت میں سے جاؤ۔ (ولا ایلٰی) اور مجھے اس کی پروا نہیں کہ ان سے حدود و عمل کے بغیر ہی ان کے جنتی سمیٹنے کا حکم دے رہا ہوں۔ کیونکہ میں مالک اور مشرعت علی الاطلاق ہوں۔ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ (فقال للذی فی حقیقہ الہیسی) بعض نسخوں میں فی کفہ کا لفظ آیا ہے۔ اور اس گروہ کو فرمایا جو بائیں شانے یا بائیں ہاتھ میں تھا، تم سب دوزخ کو جاؤ۔ (ولا ایلٰی) اب الہی کفے کچھ پروا نہیں میں جو چاہوں مکم دوں۔

۱۱۲۔ وَعَنْ أَبِي نَعْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ دَخَلَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ يَبْكِي فَقَالَ لَهُ مَا يُبْكِيكَ أَلَمْ يَقُلْ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ مِنْ شَرِّكَ ثُمَّ اقْرَأْ حَتَّى تَلْقَاهُ قَالَ بَلَى وَلَوْ كُنْتُ صَبْرًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَلَّوْنَ اللَّهَ قَبْلَ سِيمِينِهِ بَعَثَهُ فَأُخْرِجَ بَيْنَ الْأَخْرَى وَقَالَ هَذَا بَرِّعُكَ وَهَذَا بَرِّعُكَ وَكَأَنَّكَ بَرِّعُكَ وَأَيُّ الْقَبِيحَاتِ أَنَا (رواہ ۱۶ احمد)

اور حضرت ابو نعرة سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص جسے ابو عبد اللہ کہتے ہیں اس کے دوست اس کی بیمار پر کسی لیے اس کے پاس آئے اس وقت وہ ابو عبد اللہ رو رہے تھے دو مستوں نے اس سے کہا تو کیوں روتا ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے نہ کہا تھا کہ اپنی بیویں پست نہ کرنا پھوس مل پر قائم رہنا یہ سن کر تو مجھ سے آگے فرمایا ہاں۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بیشک اللہ نے اپنے عباد میں بائیں کی صفی بھری اور بائیں ہاتھ کی ایک صفی بھری۔ اور فرمایا یہ اس (جنت) کے لیے ہے اور یہ اس (دوزخ) کے لیے ہے۔ اور مجھے یہ علم نہیں کہ میں کس صفی میں ہوں۔

شرح :- (و عن ابی نعرة) ہنرہ مفتوح لون و سکون ملا مجھ ان کا نام منذر بن مالک ہے۔ تابعی ثقہ میں کثیر الحدیث ہیں۔ مسئلہ مجری میں فوت ہوئے۔

ان ابو نعرة سے روایت ہے۔ ان رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہ ابو عبد اللہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص جسے ابو عبد اللہ کہتے ہیں۔ (دخل علیہ اصحابہ) اس کے

پاس اس کے دوست آئے۔ (یعو دونہ) اس کی حیار پر سی کے لیے (وہو بیکی) اس وقت وہ روز ہے تھے۔
 (فقالوا لہ ما بیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذ من شاکلک) کیا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا اچی نہیں پست اور کوتاہ رکھنا پھر انہیں اس حالت پر برقرار رکھنا میں نہ ہونے دینا ہمیشہ اس عمل پر قائم رہنا۔ بیان تک کہ تو مجھ سے حوض کوثر پر یا جنت میں یا عرشا قیامت میں سے کسی جگہ ملاقات کرے۔ یعنی تو کیوں روتا ہے حالانکہ تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ملاقات کی بشارت دی ہے اور یہ بشارت اسلام پر موت کے بغیر کسی طرح نصیب نہیں ہو سکتی۔ (وقال بنی) ابو عبد اللہ نے کہا ہاں حضور نے فرمایا تھا اور بشارت دی تھی۔ (وقتی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول) لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ (ان اللہ عزوجل قبض یمینہ قبضۃ) بیشک اللہ عزوجل نے اپنی قدرت کے دست راست سے انسانوں کی جماعت کی مٹھی بھری۔ اور ایک دوسری جماعت کی اپنے بائیں دست قدرت سے مٹھی بھری۔ (قَالَ) اور فرمایا (هذه لعدۃ وهذه لعدۃ) یہ مٹھی اور یہ جماعت جو دائیں ہاتھ میں ہے، جنت کے لیے ہے۔ اور یہ دوسری جماعت جو بائیں ہاتھ میں ہے دوزخ کے لیے ہے۔ (ولابی) اور مجھے کوئی باگ اور پروا نہیں۔ (ولا ادری فی ای القہبتین انا) اور میں نہیں جانتا کہ مٹھیوں میں سے میں کون سی میں ہوں۔ یعنی اگرچہ حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے ایمان کی سلامتی اور جنت میں داخل ہونے کی بشارت مل چکی ہے تاہم خدا تعالیٰ بے نیاز ذات اور قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس نے فرمایا ہے میں جسے چاہوں جنت میں داخل کر دوں اور جسے چاہوں دوزخ میں ڈالوں، مجھے کسی کی پروا نہیں اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ یہ کہنے لگے کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے۔ یہ خوف اور ڈر دل سے نہیں جانتا بلکہ یہ کہنے کا سبب ہے۔

بعض عارفین نے کہا ہے اگرچہ بتقدائے صدق وعدہ اور شائع علیہ السلام کی بشارت سے امن و اطمینان حاصل ہو جاتا ہے لیکن لا ابائی (مجھے پروا نہیں) کا خوف سینے سے باہر قدم نہیں رکھتا۔ بشارت مل جانے کے باوجود صحابہ کرام کی آزمائشیں اسی حال پر پیش تھیں اندر وہ یا کالت گدا یا کالت گدا (کاش ایسا ہوتا کاش ایسا ہوتا) کہتے تھے۔ ایک صحابی نے کہا کاش میں بکری ہوتا کہ لوگ اسے ذبح کر کے کھا جاتے۔ ایک دوسرے صحابی نے کہا کاش میں گھاس ہوتا اور خاک ہوتا۔ اس معنیوں کی تحقیق و تفسیر ہے جسے رسالہ تسلیمۃ القلب میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۳۔ وکف عن حبائس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ میں اس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

وَسَلَّمَ قَالَ أَخَذَ اللَّهُ أَلْمِیْكَاتِ مِنْ
ظَهْرِ آدَمَ رِبْعَتَانِ یَعْنِ حَرْفَتَهُ
فَاغْرَبَهُ مِنْ مِصْرِهِ كُلِّ ذُرِّیَّتِهِ دَرَأَهَا
فَنَثَرَهُمْ بَیْنَ یَدَیْهِ کَالذِّیْنِ نَثَرَ
كَلَمَهُمْ قَبْلًا قَالَ أَلَسْتُ بِتَكْمُرًا قَالُوا
بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا یَوْمَ الْقِیَمَةِ
إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِیْنَ أَوْ تَقُولُوا
إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا
ذُرِّیَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتَعْمَلُونَ شَا
مَعْلُ الْبَطُلِیْنَ (رواد۱۱ احمد)

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے داری انان بنی ذریعہ نام کی پشت سے
میشاق کیا تو اس نے آدم کی پشت سے اس کی ساری اولاد کو نکالا
جسے اس نے پیدا کرنا تھا۔ تو انہیں آدم کے سامنے بکیر دیا
جیسے پھوٹی چیر نیلیاں ہوتی ہیں۔ پھر زمین اپنے حصہ ہر کو کے
ان سے کلام کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا
ہاں۔ ہم نے تیرے رب سے ہر شے گواہی دی۔ تاکہ قیامت کے
دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔ یا اگر قیامت کے دن
یہ نہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد نے کیا ہم ان کے
بعد ان کی اولاد تھے۔ تو ہم نے ان کی افتاد و اتباع کی۔ تو کیا تو
ہمیں اہل بغالت کے کردار کا پاداش میں ہلک کرے گا۔

شرح: (رو عن ابن عباس) رضی اللہ عنہما حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ (عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم) کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (اخذ اللہ المیتاق من ظہر آدم) اللہ تعالیٰ
نے اس اولاد سے عہد لیا جو اس نے آدم کی پشت سے نکالا۔ (ربیعان) بفتح زون نعمان میں یہ کمر اور طالع کے درمیان
عرفات کے قریب ایک وادی کا نام ہے۔ راوی کے قول سے یہی مراد ہے جو اس نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کی۔
(یعنی وقت اس وادی کے عرفات کے قرب و مجاور میں واقع ہونے کی وجہ سے)۔ فالخروج من صلبہ کی ذریت
دراھا، تو آدم کی بیٹیوں سے اس کی تمام اولاد باہر نکالی جو اس نے پیدا کرنی تھی سو فشرعہم) تو انہیں بکیر دیا
جسے فشرعہم) یعنی بکیر آدم کے سامنے (کالذی) جیسے پھوٹی چیر نیلیاں ہوتی ہیں۔ (شع کلمہم قبلہ)
پھر ان سے روید کلام فرمایا۔ قبلہ۔ دفعہ میں کے ساتھ یعنی آگے سامنے اور روید۔ (قال الست بریکھ)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ (قالتوا بلی) انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے۔ (شعدنا) ہم نے
تیری ربوبیت کی گواہی دی۔ اس حالت میں اولاد آدم کا گفتگو کرنا بالکل اس طرح مخفاج طرح حضرت سلیمان کی چیر نیلیاں
نے گفتگو کی تھی۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (ان تقولوا اجدھا القیمہ) ان کا کہنا عن ہذا غافلیون تاکہ قیامت
کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس حال سے غافل رہے۔ (او تقولوا انما اشرك آبائنا من قبل) یا اگر یہ نہ کہو کہ
شرک نہ کیا اگر ہمارے آباؤ اجداد نے ہم سے پہلے (وکنا ذریعہ من بعدہم) ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ پس

ہم نے ان کی اختراع و اتباع کی۔ (انشہدکنا بما فعل المبطلون) انہی تو ہمیں باطل و گمراہ لوگوں کے کردار کی پاداش میں ہلاک کرے گا۔ لیکن ان کی یہ بات ان کی طرف سے مندرجہ ذیل خبر کی۔ کیونکہ توحید الہی کا میثاق آدم کی اولاد کے ایک ایک فرد سے لیا گیا۔ پھر انبیاء علیہم السلام نے بھی خبروں کے ساتھ انہیں اس عہد و میثاق کی خبر دی اور اس عہد کی یاد دہانی کرائی۔

مارین فرماتے ہیں عہد است کی یہ یاد دہانی فاضل و بے خبر لوگوں کے لیے ممتی ورنہ ہر شہید مایل دل اس وقت بھی ہوش کے کانوں سے وہ سوال و جواب سن رہے ہیں۔ بیعت

است از ازل ہم چنان شان بگرشش جہنم را وقت الوابلی در غرضش
است کا عہد ازل سے ایک ان کے کانوں میں گونج رہا ہے۔ اور وہ قاتلوں کی فریاد کا شور برپا کیے ہوئے ہیں۔
حضرت علی بن سہل اصفہانی سے کہا گیا آپ کو قاتلوں کا دل یاد ہے۔ فرمایا مجھے اس طرح یاد ہے گویا کل ایسا ہوا ہے۔ پیر بھی قدس سرہ فرماتے ہیں علی بن سہل کے قول میں نقص ہے۔ صوفی کے لیے کل اور فرد کیا ہوتا ہے۔
روزیہ است کی تو ابھی رات بھی نہیں آئی بلکہ یہ ہفتا است موجود ہے (ان کا کلام ختم ہوا۔)
تحقیق فرماتے ہیں عالم رہا نیست میں ماضی و مستقبل نہیں ہے وہاں سب رواۃ حال ہے
اللہ کے ہاں سب و شام نہیں ہے۔ بیعت

آنکہ از حق نیست فاضل یک نفس ماضی و مستقبل حال است و بس
جو شخص خدا تعالیٰ سے ایک سانس کے لیے بھی غافل نہیں اس کا ماضی و مستقبل حال ہے اور بس۔
صفور سرور انبیاء و صلواۃ علیہم و سلامہ فرماتے ہیں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا ہوں کہ بنی اسرائیل کے ستر ہزار افراد کے ساتھ حج کے لیے آ رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتنے افراد کے ساتھ حج کو آنا حضور انبی زنی زندگی میں دیکھتے تھے۔ یہ نہیں کہ ماضی کے واقعہ کی خبر دے ہے ہیں اس کلام کی تحقیق اپنے مقام میں کر دی گئی ہے۔

۱۱۴۔ وَكَفَىٰ آدَمَ بْنِ كَعْبٍ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَ
حَدَّثَنَا إِدَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ رِيفِ آدَمَ مِنْ
طُغْيُونِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ قَالَ جَعَلُهُمْ
تَجَعَلُهُمْ أَزْوَاجًا ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَمَا تَسْتَطِيعُهُمْ
فَتَكَلَّمُوا ثُمَّ آخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ
اور حضرت آدَم بن کعب سے موسیٰ علیہ السلام کے اس قول میں و
اخذ ربک الذم جب اللہ تعالیٰ نے آدم سے ان کی پشتوں
سے ان کی اولاد کو نکالا۔ ابن کعب نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کو اکٹھا
کیا اور انہیں جوڑا جوڑا بنایا پھر ان کو صورت عطا کی پھر انہیں
قوت گروہی عطا کی تو وہ ہول پڑے پھر ان سے عہد و میثاق لیا۔

اور انہیں خود ان پر گواہ بناتے ہوئے کہا کیا میں تمہارا رب نہیں
 ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ فرمایا میں تم پر گواہ بناتا ہوں
 ساقوں آسمانوں اور ساقوں زمینوں کو۔ اور میں تم پر گواہ بناتا
 ہوں تمہارے باپ آدم کو تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہو میں اس کا
 علم نہ تھا، ہاں تو بیشک میرے سوا کوئی الہ نہیں۔ اور میرے سوا
 کوئی رب نہیں اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کہنا بیشک
 میں عنقریب تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا جو تمہیں میرا عہد
 میثاق یاد دلایں گے۔ اور میں تم پر ایمان لائے گا کہ انہوں
 نے کہا میں نے کہا ہی دیکھا کہ بیشک تو ہی ہمارا رب اور الہ ہے تیرے
 سوا ہمارا کوئی رب نہیں اور تیرے سوا ہمارا کوئی الہ نہیں تو ان
 سب نے اس کا اقرار کیا۔ پھر انہیں آدم پر اٹھایا گیا ان سے آگاہ
 کیا گیا کہ آدم ان کو دیکھتے تھے تو آدم نے دوسرے کو دیکھا، تنگ
 دست کو دیکھا، ناچھی صورت والے کو دیکھا، غیر اچھی صورت والے کو
 دیکھا۔ پس آدم نے عرض کیا اے میرے رب تو نے ان سب کو ایک
 جیسے بنایا نہیں بنایا۔ فرمایا میں نے چاہا کہ میرا حکم کیا جائے۔ اور آدم
 نے ان میں ایسا و عیسٰی السلام کو دیکھا چراہوں کی طرح کہ ان پر نور تھا۔
 انہیں ایک اور عہد و میثاق کے ساتھ خاص کیا گیا تھا یعنی نبوت و
 رسالت کے متعلق سادہ و الشریک کے تقاضا کا یہ قول ہے۔ وَاِذْ
 اخذنا النہم اور عیسٰی نے انہما سے میثاق لیا۔ عیسیٰ بن مریم کے
 قول تک عیسیٰ بن مریم ان ارواح میں موجود تھے تو عیسیٰ کو مریم صبا
 السلام کی طرف بھیجا حضرت الہی کی جانب سے بیان کیا ہے کہ عیسیٰ
 حضرت مریم میں منہ کی طرف سے داخل ہوئے۔

وَاَشْعَدَّهُمْ عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ اَلَا تَسْمَعُونَ
 رَبِّكُمْ قُلُوبًا لَّا تَسْمَعُ اَلَا تَشْعُدُ عَلَيْهِمْ
 فَاَنْتُمْ السَّمْعُ وَالْاَصْنَانُ السَّمْعُ وَ
 اَشْعَدُّ عَلَيْهِمْ اَبَا كُرْ اَدَمَ اَنْ تَقُولُوْ
 يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَمْ نَعْرِكُمْ بِهَذَا اَعْلَمُوْا
 اَنَّهُ لَا اِلَهَ غَيْرِي وَلَا دَبَّ غَيْرِي وَلَا
 كُفْرًا فِي شَيْءٍ اَنْتَ سَارِبٌ اِلَيْكُمْ
 وَبَلِيٍّ يُّبْذِرُكُمْ مَعْدِي وَمِثَاقٍ وَّ
 اَنْزَلَ عَلَيْهِمْ كُتُبًا تَرَا شَوْذًا بِاَنَّا
 رَبُّكُمْ وَرَاٰهُمْ لَا رَبَّ غَيْرَ لَعَلَّ اِلَهَ لَنَا غَيْرُكَ
 فَاتُّرُوا بِذَلِكَ وَرَبِّعَ عَلَيْهِمْ اَدَمُ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَرَاَى الْعَنُوقَ وَالْفُوقَ
 وَحَسَنَ الصُّوْرَةَ وَدَمَنَ ذَالِكَ فَقَالَ رَبِّ
 لَا سَوِيَّةَ بَيْنَ عِبَادِكَ قَالَ اِنِّي اَجَبْتُ اَنْ
 اُسْكِرَ وَرَاٰ اِلَّا نَبِيَّكَ فِيْهِمْ وَشَدَّ الشُّرُجَ
 عَلَيْهِمُ الشُّوْرُ خَصَدَ اِيْمَانِي اَعُوْذُ
 اِلَاسَاةٍ وَالنَّبْرَةِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَبَارَكَ
 وَتَعَالَى وَاِذْ اخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ
 مِيثَاقَهُمْ اِنْ قَوْلِهِمْ عِيْنُوْا اِيْمَ
 قَوْمٍ كَانَ فِيْ ذَلِكِ الْاَمْرُ دَرَجَ
 فَاَرْسَلَهُ اِلَى مَرْيَمَ عَلِيْهَا السَّلَامُ
 فَخَوَّلَتْ عَنْ اٰلِ اِيْمٍ اَنَّهُ دَخَلَ مِنْ رَحْمَتِي

شرح :- (وعن ابی بن کعب) حضرت ابی بن کعب انصاری ہیں۔ عقبہ اولی بیعت کے وقت موجود تھے۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ کاتب وہی تھے۔ قراء صحابہ میں سے تھے۔ آپ کا لقب سید القراء ہے۔ حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ سرورہ لوبیک الذین کعبہ و آپ کو پڑھ کر سنائیں۔ بہت سے صحابہ و تابعین نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ کے حالات بہت سی جگہوں میں مذکور ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

ان حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے خدا تعالیٰ کے قول مبارک و ۱۱ اخذ ربك الغم کی تفسیر مروی ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اگرچہ اس تفسیر کا رافعہ اور راست استناد و حضور نبی صل اللہ علیہ وسلم سے نہیں کیا۔ تاہم یہ تفسیر حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہے کہ اس قسم کی خبریں حضور سید المرسلین صل اللہ علیہ وسلم سے بغیر منہیں دی جا سکتیں جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا۔

(قال) حضرت ابی بن کعب نے کہا (جمعہم) اللہ نے اولاد آدم کو کشتہ کیا کہ جمعہم اندلجوا اور انہیں مختلف قسموں میں تقسیم کیا۔ وہ صوم، پھر انہیں صورتیں عطا کیں۔ (فاستنطقهم) اور انہیں قوت گویائی عطا کی۔ (فانطلقوا) تو وہ بول پڑے (ثما اخذ علیہم العهد الميثاق) پھر ان سے عہد و پیمان لیا۔ (واشعدهم علی انفسهم) اور انہیں ان کی اپنی ذات پر گواہ بنایا۔ (الست بربکم) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ (فانوابوا) انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے۔ (قال فانی اشعدهم علیکم السموات السبع والارضین السبع) اللہ نے فرمایا میں میں گواہ بنانا ہوں آپ پر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو۔ (واشعدهم علیکم اب کوا ادم) اور میں تم پر تمہارے باپ آدم کو گواہ بنانا ہوں۔ تاکہ اگر تم اس استشہاد و اقرار کا انکار کرو تو یہ تمہارے کے غلات گواہی دیں۔ اور تم پر اسے ثابت کریں۔ ملاوٹے فرمایا چھ آسمانوں و زمینوں کی گواہی سے عقل و دلائل قائم کرنا ہے اور آدم کی گواہی سے انبیاء کو مبعوث کرنا مراد ہے۔ تاکہ وہ سنی اور شرعی احکام و خطابات کی یاد دہانی کریں۔

(ان تقولوا یوم النیمة) لو فعلہ بعد انما کہ تم قیامت کے دن یہ کہو کہ میں اس ما میرے کا پتہ نہ تھا۔ (راعدوا ان لا الہ غیرہ) جان لو بیشک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (ولا رب غیرہ) اور میرے سوا کوئی رب نہیں۔ (ولا تشکون فی شیتا) اور میرے ساتھ کسی چیز کو شر یک نہ بناؤ۔ (ان ما سئل الیکذرسلی) بیشک میں غفر رب تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا۔ (یذکرو لحکم معدی و حیثا) جو تمہیں میرا عہد و پیمان یاد دلاؤں گے۔ (وا نزل الیک حکم کتبہ) اور میں تمہاری طرف اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ (قالوا اشعدنا بانک ربنا والہنا) انہوں نے کہا ہم نے گواہی دی کہ تم ہی ہمارا رب اور معبود ہے۔ (لا رب لنا غیرک) نیز

سوا ہمارا کوئی رب نہیں۔ (و انما اوبدانک انما انہمول نے اس کا اقرار کیا۔) (و رفع علیہ اذہم) اور آدم کو اٹھایا گیا، اور مطلع دیا گیا گیا اسی سے۔ (و یغلظ انہم) کہ آپ انہیں دیکھتے تھے۔ (و فرأى الخنى والعقین) تو آدم نے دیکھا بھی کسے اور تنگدست بھی۔ (و حسن العصورۃ و دون ذلک) اور آپ نے اچھی شکل دیکھی، اس میں کم ہر دہائی اور اس خوبصورتی میں بہت ہی کم درجہ والے دیکھے۔ یعنی سب کو ایک حالت پر نہ پایا بلکہ بعض کو دو تنگدستی بعض کو تنگدست بعض کو خوبصورت اور بعض کو بدصورت وغیرہ مختلف صورتوں، مختلف مقامات اور مختلف حالتوں میں دیکھا۔ (و فقال رب لولا سويت بین عبدک) حضرت آدم نے کہا اے میرے رب تو نے سب کو برابر اور یکساں حالت پر کیوں پیدا نہ کیا باوجودیکہ سب تیرے بندے ہیں۔ معراج

بندگانیم ایں یکے مقبول و ان مردود و محبت

ہم سب تیرے بندے ہیں تو پھر ایک مقبول اور دوسرا مردود کیوں ہے۔

(قال اف احببت ان اشک) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اس لیے یکساں حالت پر پیدا نہ کیا کہ میں نے چاہا کہ میرا شکر کیا جائے۔ اگر میں سب کو ایک صفت اور ایک حالت پر پیدا کرتا تو شکر کی حقیقت وجود میں نہ آتی۔ میں نے ہر بندے میں ایک ایسی صفت رکھ دی ہے جو دوسرے میں نہیں ہے۔ کہ جب اسے ملاحظہ کرے تو شکر کرے مثلاً فقر و تنگدستی میں تقویٰ، وقت کی فراغت اور آفات سے سلامتی ہے جو آسودہ حال اور دولت مند میں نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری چیزوں میں۔ (و راء الانبیاء و فیہم السراج علیہم النور) اور آدم نے ان میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ چاروں کی امتداد پر روشنی چمک رہی تھی۔ (و عبادا میثاق اخوف

الرسالة والنسبة) انبیاء علیہم السلام کو عہد الوہیت و ربوبیت کے علاوہ رسالت و نبوت کے عہد و بیان کے ساتھ بھی مخصوص کیا گیا تھا۔ کہ وہ اس کا حق ادا کریں گے اور اس کی ذمہ داری کو پورا کریں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے احکام و شرائع کو لوگوں کو پہنچائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت میں فرق ہے۔ جیسا کہ علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اور رسالت و نبوت کا عہد و بیان اللہ تعالیٰ کے قول مبارک (و اذاخذنا من النبیین میثاقہم) میں مذکور ہے۔ جب ہم نے کہ پروردگار اے جہاں میں انبیاء علیہم السلام سے رسالت و نبوت کا عہد و بیان لیا۔ عیسیٰ بن مریم کے الفاظ تک۔ اور پوری آیت اس طرح ہے۔ (و اذاخذنا من النبیین میثاقہم و وضعنا منہم ذرئۃ و وضعنا منہم ذرئۃ و وضعنا منہم ذرئۃ و وضعنا منہم ذرئۃ) ان میں سے ہم نے نبیوں سے ان کا عہد و بیان لیا اور تم سے اور ان سے اور ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم سے (و کان فی تلک الامم) اور عیسیٰ بن مریم اس اولاد

اس کی تصدیق کر لو۔ کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے۔ (۱) و اذا معتم وجہ تغیر مع خلقہ (۲) اور جب تم یہ منکر کسی مرد میں تبدیل آگئی ہے اور اس کی خود نصیحت اس سے جدا اور الگ ہو گئی ہے۔ (۳) فلا تجد قلوبہ (۴) تو اس کی تصدیق نہ کرو۔
 رفاۃ یعنی مافیہ (۵) مابعد ایہ (۶) کہ بیشک مرد اس صفت و عادت کی طرف گھوم کر آجاتا ہے جس پہ اسے پیدا کیا ہے اور جو خود عادت اس کے لیے مقرر ہو چکی ہے۔ وہ اس پر قائم رہتا ہے۔ (۷) و وہ شخص جسے سمجھ دار، دانائے اور زیرک پیدا کیا گیا ہے اور تقدیر الہی میں اس کے متعلق ایسا ہی فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہ ہرگز حماقت، نادانی اور بے وقوفی کا مظاہرہ نہ کرے گا اور اس کے الٹ بھی نہ ہو گا کبھی حق پیدا ہوا ہے وہ دانائے اور زیرک نہ بنے گا۔

لیکن جو شخص ظاہراً عادت کے مطابق اور درناقت و دل بول کی وجہ سے دانائے اور زیرک نظر آتا ہو اور عوارض و حوادث کے باعث احمق اور بے وقوف بن گیا ہو۔ یا جو شخص بے وقوف و نادان ہو، مگر عوارض، سرایضت اور تجربہ کی بنا پر دانائی صفت اختیار کرے اس میں یہ گنجلو نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص میں کلام ہے جو ایک خلق و عادت پر پیدا کیا گیا ہو اور قضا و قدر میں اس کے پاس ہیں اس خلق و عادت پر قائم رہنے کا فیصلہ کر دیا گیا ہو تو اس میں ہرگز کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ ہو گا۔ ریاضت و مجاہدہ سے و طلب اس دوسری قسم میں موثر ہو سکتی ہے بلکہ پہلی قسم میں۔

۱۱۶- وَكَفَّ أَوْ سَلَّمَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَزَالُ يُصِيبُكَ فِي كُلِّ عَامٍ وَبَعْضُ مَنِ الْمَاءِ الْمُسْتَوِيَّةِ الثَّوَابُ أَكَلَتْ قَالَتْ مَا أَصَابَنِي شَيْءٌ رَمَعْنَا رَأْسَهُ وَهُوَ مَكْتُوبٌ عَلَيْكَ وَآدَمُ فِي طِينَتِهِ دَوَاۤءُ ابْنِ مَاجَةَ
 اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کو ہر سال درد و تکلیف کا حق ہوتا ہے اس زہر آلود بکری کی وجہ سے جو آپ نے کھائی تھی حضور علیہ السلام نے فرمایا اے اس بکری سے اذیت نہیں پہنچی۔ (۱) وادھو مکتوب علی جو میرے لیے لکھ دی گئی اور مقرر ہو چکی تھی۔ (۲) وادھو طہینتہ اور حضرت اکبر علیہ السلام کی شکل میں تھے۔ یہ تقدیر الہی سے کنایہ ہے۔ طہینت مٹی کا ٹکڑا اور حقیقت و حقیقت کے معنی میں آتا ہے۔ جب کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے ظاہراً ایمان کر لیا۔ اور دوزخ کی نسبت زہر آلود بکری کی طرف کی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصل حقیقت کی طرف نسبت کر دی اور فرمایا یہ سب تقدیر

اللہ لا تزال یصیبک فکدام وجمہ آپ کو ہر سال درد و تکلیف ہو جاتی ہے۔ (۳) من الشاة المستویۃ (۴) اے اس بکری سے جو آپ نے کھائی تھی یعنی خیر میں (۵) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (۶) ما اصابنی شیء منہا (۷) اے اس بکری سے اذیت نہیں پہنچی۔ (۸) وادھو مکتوب علی جو میرے لیے لکھ دی گئی اور مقرر ہو چکی تھی۔ (۹) وادھو طہینتہ اور حضرت اکبر علیہ السلام کی شکل میں تھے۔ یہ تقدیر الہی سے کنایہ ہے۔ طہینت مٹی کا ٹکڑا اور حقیقت و حقیقت کے معنی میں آتا ہے۔ جب کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے ظاہراً ایمان کر لیا۔ اور دوزخ کی نسبت زہر آلود بکری کی طرف کی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصل حقیقت کی طرف نسبت کر دی اور فرمایا یہ سب تقدیر

الہی کے تحت ہے اور اہل میں ایسا ہی طے ہو چکا ہے۔ اس میں ماہر نے روایت کیا۔

عذاب قبر ثابت کرنے کا باب

جب کائنات بدعت و ہوا کے گروہ نے جماعت معتزلہ اور کچھ شیعہ پر مشتمل ہے، عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ مشہور احادیث میں کن تدریجاً مشرک حدیث قرار کو پہنچ چکی ہے۔ اس کے ثبوت میں وارد ہو چکی ہیں۔ اور اہل بدعت اور ان کے انکار کے ظہور سے پہلے تمام سلف صالحین کا اس کے ثبوت و اعتقاد پر اتفاق و اجماع تھا، اس بنا پر مولف رحمۃ اللہ علیہ نے چاہا کہ عذاب قبر کا اثبات کرے اور اس باب میں وارد شدہ احادیث ذکر کرے۔

عذاب عذاب سے مشتق ہے۔ یعنی روکنا اور منع کرنا۔ کہ عذاب انسان کو شرع کے امر و نہی کی مخالفت سے روکتا ہے یا عذاب بمعنی حس و فاشاک سے مشتق ہے جو پانی میں گرتا ہے۔ اور جیسا کہ پانی میں حس و فاشاک گرنے سے پانی میلا اور گدلا ہوتا ہے۔ اس طرح عذاب انسان کے کلام کو تلخ اور بے مزہ کر دیتا ہے۔ بعض کہتے ہیں عذاب بمعنی میٹھے پانی سے مشتق ہے کہ عذاب میں مبتلا شدہ انسان کے دشمن اور بدخواہ کو اس کی یہ حالت میٹھے پانی کی طرح شیریں اور اچھی محسوس ہوتی ہے اس مناسبت سے اس کا نام عذاب رکھا گیا۔

تیسرے عالم برزخ مراد ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک واسطہ اور پردہ ہے، اور دونوں سے تعلق رکھتا ہے جس سے وہ مخصوص گروہ عام راہ نہیں ہے جس میں مردہ کو رکھتے ہیں۔ کہ بہت سے مردے واسطے پانی میں ڈوب جاتے ہیں بعض آگ میں جل جلتے ہیں اور بعض جانوروں کے شکموں میں گھل جاتے ہیں۔ مگر ان کا وہ جزو خاص جسے جزو حاصل کہتے ہیں کہ وہ اہل سے آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور خدا تعالیٰ و تقدس اپنی قدرت کاملہ سے اسے محفوظ نظر رکھتا ہے۔ اور کوئی چیز بھی اس کے علم و قدرت سے باہر نہیں۔ وہ اگر چاہے تو اس جزو کے ساتھ روح کا تعلق جوڑ دے اور زندگی عطا کر دے، اور عذاب دے۔ نعمت سے سرفراز فرمائے۔ کہ خدا تعالیٰ سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ اور جو شخص بھی اس کے عذاب قدرت اور ملک و ملکوت میں نگاہ ڈالے اور چشم بصیرت سے دیکھتا ہے اس کے عجائب و غرائب کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ بیعت

کند ہر مردہ خواہ بد مرد و حکم نیست کہ پیدا و پستان بنزد دل یک نیست

وہ جو چاہتا ہے کہ تاج ہے اس پر کوئی حکم نہیں چلا سکتا۔ ظاہر و پوشیدہ ہر چیز اس کے لیے یکساں ہے۔

اور عذاب قبر وغیرہ امور برزخ کی تصدیق میں نہایت زیادہ صحیح، زیادہ محفوظ اور زیادہ قوی اور مضبوط بات ہے کہ اس حقیقت

پرایمان لایا جائے کہ فرشتے، سانپ، پھیروان، کامرہ سے کہ کاٹنا، جیسا کہ احادیث میں واقع ہوا ہے سب اللہ کے حکم سے واقع اور حقیقہ سمجھو رہے۔ بعض مثال و مثال میں ان کا وجود نہیں ہے۔ اور میں جو قبر میں کوئی چیز نظر نہیں آتی اور ہم اس میں کچھ نہیں پاتے تو اس سے کوئی نقصان اور فعل واقع نہیں ہوتا۔ کہ عالم ملکوت کی اشیاء کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا اس کے لیے دوسری نگاہ کی ضرورت ہے اس سے دیکھی جاسکتی ہیں۔ اور اگر سر کی آنکھ سے دکھانا چاہیں تو اس آنکھ سے بھی انہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ قہر معلوم نہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے پاس آتے تھے۔ بیٹھتے تھے۔ بائیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے بیانات آپ کو سناتے تھے۔ اس وقت صحابہ کرام آپ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا مگر وہ سب باتیں پرایمان رکھتے تھے۔ اور اگر عذاب قبر کے ثبوت میں کسی شخص کو شک و تردد ہو تو اسے اس کے مشاہدہ کی طلب کے بجائے اپنے ایمان کی فکر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ جب دل میں نور ایمان آگیا اور اس نور سے سینہ کشادہ ہو گیا تو پھر کوئی مشکل باقی نہیں رہتی اللہ تعالیٰ قتل کے ائمہ صابین اور فلسفے کی تائیدی سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مردے کو قبر میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے یا روح کو اس کے سامنے اور مقابل کر دیتے ہیں۔ یا کسی اور طریقہ سے اللہ تعالیٰ پاتا ہے۔ عذاب کی کوئی بھی نوعیت ہو شیک ہے۔ ہمارے لیے اس کی حقیقت دکنہ کا پتہ چلانے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ مردے کو زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ مردے کے سارے جسم میں زندگی ڈال دی جاتی ہے۔ جس طرح دنیا میں تھی۔ یا جسم کے اعضا میں سے کسی ایک جہزہ کے ساتھ روح کو متعلق کر دیا جاتا ہے علماء شافعیہ میں سے ایک حکیم و دانشور نے کہا ہے اگر یہ قول صحیح، بہتر اور زیادہ مناسب ہو تو پھر یہ جہزہ دل ہی ہو سکتا ہے۔ جو زندگی کو چشمہ اور علم و ادراک کا محل و مرکز ہے۔ اور عذاب قبر کے بارے میں گویا اسی قدر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ مردے میں ایک ایسی حالت پیدا کر دیتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ رنج و راحت کا احساس کرتا ہے تو صحت اعتقاد کے لیے اتنا بھی کافی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

الفصل الاول

پہلی فصل

۱۰۱- عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ فِي الْقَبْرِ

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان

يَشْعَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ يَشْعَدُ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّانِي فِي الْغَيْبَةِ الدُّنْيَا وَ
فِي الْآخِرَةِ وَ فِي نَعَايَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَشْعَدُ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّانِي نَزَلَتْ فِي عَذَابِ
الْقَبْرِ يَقُولُ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ مَا فِي
اللَّهُ وَنَبِيِّ مُحَمَّدٍ

منتفق علیہ

میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

شرح :- (عن البراء بن عازب) حضرت براء بن عازب صحابی ہیں۔ سب سے پہلے غزوہ خندق میں
شرک ہوئے۔ اس سے قبل آپ کو چھوٹی عمر کا شمار کیا جاتا تھا آپ غزوہ بدر میں بھی حاضر ہوئے آپ کو پندرہ غزوات
میں حضور کی ہر کابلی کا شرف حاصل ہوا آپ کو فرما دیا کہ اسے فوج کیا۔ جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علی
رضی اللہ عنہ کے سامنے رہے۔

إن البراء بن عازب سے روایت ہے۔ (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کر رہے ہیں۔ (رَقَالَ السَّلَامُ) اس مسئلہ میں القبر یشعدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ فرمایا
جب مسلمان سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ کے رسول ہیں۔ (قَوْلُهُ) اللہ نے فرمایا کہ اس قول سے مراد ہے کہ فرمایا کہ یَشْعَدُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
الْمُ ثَابِتٌ وَ قَائِمٌ رَکْعَتَاہِ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو قول ثابت کے ساتھ دنیا و آخرت میں۔ یعنی اہل ایمان کو اس قول ثاب
پر قائم رکھتا جس آیت میں واقع ہوا ہے تو اس سے قبر میں پوچھے گئے سوال و جواب کے وقت ثابت و قائم رکھنا
مراد ہے۔ کہ تیرا رب کون ہے، تیرا جی کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور اللہ و رسول کی گواہی دیتا میں تو اس کے مکمل جواب
ہے۔ کہ وہین اسلام ہے۔

(وَفِي رَوَايَةٍ) اور ایک دوسری روایت میں حدیث کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

قَالَ (جی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا کہ) یَشْعَدُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّانِي نَزَلَتْ فِي

عنہ (صحابہ) اور اس کے ساتھی پشت پیچ کر اس کے پاس سے چل پڑتے ہیں۔ اس لئے یسوع مرقم (نعالہ) دیکھ کر وہ ان کے چہرہ کی آواز سن رہا ہے جب وہ زمین پر چلتے ہیں۔ (رات ۱۰ مکان) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔

(فیض اللہ) کہہ دو لوگوں سے بشارت دیتے ہیں (فیقولان ما کنتم تقولون فی هذا الرجل)۔ . . . پھر اس سے پوچھتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کیا تمہارا حقار (معدوم) یعنی بلا اہل سے وہ جو اصل اللہ علیہ السلام کی ذات مراد دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لفظ بشارت (اشارہ) کرنا آپ کے نائب ہونے کے باوجود آپ کے مشہور ہونے اور ہمارے ذہنوں میں آپ کی ذات مقدسہ کے حاضر و موجود ہونے کی بنا پر ہوتا ہے۔ آپ کی ذات مبارک کو قبر میں مثال کی صورت میں سامنے لایا جاتا ہے۔ تاکہ آپ کے جمال و انوار کے مشاہدہ سے اس کی گہرا بہشت و بہشت کے شکل مقدسہ کو کھلو جائے۔ اور فراق کی تائید کی آپ کی نریات و ملاقات کے دکھانے سے دور کر دی جائے۔ اس مضمون میں آپ کے عذر و ستائش دینا دیکھ کر لیے بشارت ہے تاکہ آپ کے دیکھ کر امید کی خوشی میں جان دے دیں بلکہ زندہ ہی قبر میں پہنچ جانے کا مقام ہے۔ شعر

درد غمت فراق تو گر ہاں دہر پر غم غم نیست گزرا و رخت پر تو رہے فتنہ

شب ما شتاق بیدار پر شب دلتا باشد تو گیا اگر امل شب در جمع ہاتھ باشد

اگر تیرے فراق کی تائید کی میں جان دے دوں تو کیا غم ہے۔ کوئی غم نہیں اگر تیرے چہرے کے چاند کا پر تو چ جائے۔ بے دل عاشقوں کی بات کس قدر رازدہ ہوتی ہے۔ تاہم اگر قورات کے پہلے صفحے میں ہی کتبہ لکھ دے تو صبح کا دروازہ کھل جائے گا۔

(اما المؤمن فیقول) لیکن مومن جو آپ کے فضل و کمال اور آپ کے حق و محال کا دلدادہ ہے (حضور کو دیکھ کر) کہہ اٹھتا ہے (اشہد انہ عبد اللہ و رسولہ) میں گواہی دیتا ہوں اور بول دیاں سے کہتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ کے خاص بندے اور اس کے بھیجے ہوئے پیچھے رسول ہیں (فیقول اللہ انظر انا مقبداً عند رب الناس) تو مومن سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے جو تیرے لیے تیار کیا گیا تھا (قد ابدلک اللہ بہ مقعداً من الجنة) جبکہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے اس ٹھکانے کے بجائے جہنم میں ٹھکانا عطا کر دیا ہے۔ (و قد ابدلنا کما کونہ) بندہ مومن جہنم و دوزخ کے دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے۔ دونوں ٹھکانوں کے دکھانے کی حکمت یہ ہے کہ اس کی فرحت و سرور میں اضافہ ہو ایک تو دوزخ کی مصیبت سے نجات نصیب ہو کر دوسرے عظیم بہشت کی خصوصیت سے شرف ہو کر اور کافر کا حال مومن کے حلیٰ مذکورہ حال کے برعکس ہوتا ہے۔ (واما المنافق و الکافر فیقول اللہ ما کنتم تقولون ف

ہذا الرجل (لیکن منافق اور کافر تو ان میں سے ہر ایک کو کیا جاتا ہے تو اس مرد یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشق کیا کہ اس کا حق (ضیقل ما ادری) منافق اور کافر جواب دیتے ہیں میں نہیں جانتا اور مجھے کوئی پتہ نہیں۔) کہتے اقول ما یقول الناس (میں ان کے بارے میں وہی کچھ کہنا تھا جو لوگ کہتے ہیں اور مجھے حقیقت حال معلوم نہیں ہو سکی۔) فیقال لہ لا دینک ولا ملیت (تو اسے کہا جاتا ہے تو نے عقل سے سمجھنے کی کوشش نہ کی اور نہ تو نے قرآن پڑھا یا کوئی اہل حق کی پیروی نہ کی تلیت اہل میں تلوت تھا۔) واد کو یا سے تبدیل کیا گیا۔ تلیت کی تحقیق میں بہت سی وجوہ ہیں جنہیں ہم نے عرض شرح میں بیان کیا ہے۔ (و یضرب بسطاً من حبیہ اور اسے لوہے کی گرزوں سے مارا جاتا ہے مطارق مطرقہ بکسریم وسکون طاک جمع یعنی نو باروں کا دوران اور گرز (حزبہ) سخت مار۔) فیعیہ یسمعہا من بیہ خیر الشقیین۔ (تو وہ منافق و کافر ایسی ہیج و پکار اور ایسی آہ و فریاد کرتا ہے جسے جنوں اور انسانوں کے سوا اس کے پاس کے سب سنتے ہیں۔ جنوں اور انسانوں کو اس کی ہیج و پکار کی آواز اس نے نہیں سنائی جاتی تاکہ ابتلا و تکلیف کا دستور اپنی جگہ قائم رہے۔ اور ایمان بالغیب موجود رہے۔ بدیہی اور یعنی ایمان نہ ہو جائے (جو قابل قبول نہیں) اور تاکہ حدیث کا سلسلہ متقطع نہ ہو جائے۔ تلیقین جن و انس کا نام ہے۔ تلیقین دو قسموں کے۔ ہاتھ مسافر کے ساند و سامان کو کہتے ہیں اور بر نفیس و محضرہ چیز کو بھی کہتے ہیں۔ یہی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اف تارک فیکم الشقیین کتاب اللہ و عقول میں تم میں دو نفیس اور عمدہ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ دوسری اپنی عزت و اولاد جیسا کہ قلموں میں ہے۔) (متفق علیہ ولفظہ بخلاف اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا لیکن یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

تنبیہ: احادیث صحیحہ میں جو کچھ مذکور ہوا وہ مومن کی نجات اور منافق و کافر کا عذاب ہے یہ فرما رہا ہوں کہ حال ہو گا۔ مومن فاسق کا حال مذکور نہیں ہوا کہ کیا ہو گا اسے عذاب ہو گا یا نہ ہو گا۔ علماء نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مومن فاسق ملائکہ کے جواب میں فرمانبردار کے ساتھ شریک ہے مگر بشارت اور جنت کا دروازہ کھلنے وغیرہ میں اس کے ساتھ شریک نہیں۔ یہاں میں بھی اس کے ساتھ شریک ہو گا مگر کمتر درجہ میں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اسے قلعہ سے غلاب دیا جائے۔ مگر وہ فاسق جس نے خدا تعالیٰ سے مغفرت مانگی ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ مہربان اور رحمت فرمائے گا۔ واللہ اعلم۔

۱۱۹۔ وَكَفَّ قَبُولَهُ مِنْهُ عَسَىٰ تَلْقَىٰ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَحَدُكُمْ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم میں سے جب

اس کے بعد اٹھ کے پاس مذہب قبر سے پناہ لیجتے تھے۔

یہاں اس امر کا احتمال ہے کہ یہودیوں کے مذہب قبر کا ذکر کرنے سے پہلے حضور علیہ السلام بھی مذہب قبر سے واقف نہ ہوں اور اس کے متعلق ابھی وحی کا نزول نہ ہوا ہو۔ اس کے بعد وحی نازل ہوئی کہ قبریں مذہب ہو گا اور حضرت عائشہ کو بھی اس کی اطلاع دی کہ مذہب قبر حق ہے اور تعلیم امت کے لیے ہر نماز کے بعد اس سے پناہ لینا اپنا اور دینا لیا۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مذہب قبر کا پہلے سے علم تھا اور یہودی عورت سے سنتے کے بعد اس سے پناہ لینے کا اتفاق ہوا۔ یا پہلے ہی سے آپ اس سے پناہ لیا کرتے تھے۔ مگر حضرت عائشہ کو اس کی خبر نہ تھی۔ اور حضرت عائشہ کے وراثت کرنے کے بعد انہیں تنبیہ اور یاد دہانی کرنے کے لیے بلند آواز سے مذہب قبر سے پناہ لینے کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ آخری احتمال باقی تمام احتمالات سے اعلیٰ اور اظہر ہے۔

۱۲۱۔ وَعَنْ ذِي نُوَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَادِثٍ لَيْلَى الْبُكَارِ عَلَى بَقْلَةٍ لَهُ وَكَانَ مَعَهُ رَهْطَةٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَكَادَتْ تُلْقِيهِ وَرَأَى الْقَبْرَ سِتَّةً أَوْ سَمْسَةً فَقَالَ مَنْ يَعْرِفُ أَصْحَابَ هَذِهِ الْقَبْرِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا قَالَ فَسَمِعَهُمْ يَقُولُ فِي الْقَبْرِ فَقَالَ

إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةُ تَبْنِي رُفُفَ قُبُورٍ فَيَقُولُونَ

لَا أَنْ لَا تَعْمَدُوا الدَّعْوَةَ اللَّهُ أَنْ تَسْمِعَكُمْ

عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ ثَمَّ أَتَدُّ

هَلِكُنَا بِرُفُفِهِمْ فَقَالَ تَعْمَدُوا يَا مَعْشَرَ

عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعْمُ يَا مَعْشَرَ عَذَابِ

النَّارِ قَالُوا نَعْمُ يَا مَعْشَرَ عَذَابِ النَّارِ

قَالُوا نَعْمُ يَا مَعْشَرَ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا

نَعْمُ يَا مَعْشَرَ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعْمُ

يَا مَعْشَرَ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعْمُ يَا

مَعْشَرَ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعْمُ يَا

مَعْشَرَ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعْمُ يَا

مَعْشَرَ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعْمُ يَا

مَعْشَرَ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعْمُ يَا

مَعْشَرَ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعْمُ يَا

مَعْشَرَ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعْمُ يَا

مَعْشَرَ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعْمُ يَا

اور حضرت ذریعہ بنی ثابث رضی اللہ عنہ سے روایت اس دوران کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے ایک باغ میں غریب سوار تھے اللہ نہ لوگ آپ کے ساتھ تھے کہا چاک وہ بھر جاگ نکلا۔ تو قریب تھا کہ آپ کو گرا دے اور اچانک وہاں چھپا یاخ قبریں سامنے آئیں۔ آپ نے دیکھا ان قبروں کو کون جانتا ہے ایک شخص نے کہا میں جانتا ہوں۔ فرمایا یہ لوگ کب مرے تھے اس نے عرض کیا شرک ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس صامت کو ان کی قبروں میں مذہب کے اندر جھٹلایا جا تا ہے اگر بیٹہ ہو گا تو تم لوگ مردن کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تمیں وہ مذہب قبر سنو دینا جو میں سناتا ہوں۔ پھر آپ اپنے چھو بھارک سے ہماری طرت منورہ برستے اور فرمایا مذہب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لو لوگوں نے کہا ہم مذہب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں مگر فرمایا اللہ کے پاس پناہ لیجتے ہیں مگر مذہب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لیں۔ لوگوں نے کہا ہم اللہ کے

مِنَعَا وَمَا بَطَنَ قَالُوا لَمَوْذِبٍ لِلَّهِ عَزَّ
 النَّحْنُ مَا عَطَرَ مِنَعَا وَمَا بَطَنَ قَالُوا
 تَعَذُّوا بِأَنَّهُمْ مِنْ فِتْنَةٍ الدَّجَالُ قَالُوا تَعَذُّوا بِفِتْنَةٍ
 فِتْنَةُ الدَّجَالِ - دواء مسلح

شرح :- (وہن زید بن ثابت) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری مدنی اور کاتب وحی ہی جلیل
 القدر فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ شرع کے حقوق و فرائض لہذا کرنے میں متعدد کمر بستہ رہتے تھے۔
 حضور علیہ السلام کی مکہ صدیقہ کی طرہ ہجرت کے وقت آپ کی عمر گیارہ برس تھی۔ غزوہ بدر کے وقت آپ کو چھوٹی عمر کا
 شمار کیا گیا۔ غزوہ احزاب کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ ان حضرات میں سے ایک ہیں جنہوں نے قرآن پاک میں کیا۔
 آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن پاک لکھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کے
 مصحف میں نقل فرمایا۔

رفت (ابو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فی حاکمہ لبن
 النجاء اس دوران کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نہار کے باغ میں (بنی نہار انصار کا ایک قبیلہ ہے) ارعد بنفۃ لہامی ایک
 غمزدہ سوار تھے۔ (وہن مصعب اور ہم لوگ آپ کے ساتھ تھے۔) (اذا حادث بہ) کہا یا ناک وہ غمزدہ سوار کھڑی ہوئی اور
 اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت سے نیچے بھکا دیا یہ کھینچ کر باغ میں چلا گیا اور شہر حاکمہ (کہا کرتا) کہ دولت
 تنقیہ (توڑ دیک تھا کہ وہ آپ کو زمین پر گرادے۔) (اذا اذنا اور ستہ) (اذا خبۃ) اور اچانک وہاں پہنچا یا پھر نہیں
 آئیں (مرفعال من یعرف اصحاب ہذا) (الاجوب) آپ نے فرمایا ان قبروں میں جو لوگ دنیا میں انہیں کوں مانتا ہے۔
 (قال رجل ان) ایک شخص نے کہا ان کو میں پہچانتا ہوں (قال فہی سائر) فرمایا تو بتا یہ لوگ کب مرے اور کس زمانہ میں
 اس جہاں سے رخصت ہوئے (قال ف الشریک) اس نے کہا نہاد شرک میں مرے ہیں اور یہ لوگ شرک تھے۔ (فقال) تو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ہذا الامۃ یمتلی فی قبورہا) (یہ کہہ کر مسابینہ انسانوں کے پاس گروہ کو مبتلا
 کیا جاتا) اور قبروں میں آزمائش کے اندر ڈالا جاتا ہے۔ (من ولان ان رتدوا) (اگر اس کا ڈر نہ ہو تو اور یہ بات پیش نظر
 ہوئی کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے اور دفن کرنے کی رسم جہاں سے انہوں نے لے لی (ل دعوت اللہ انہ صمکو) تو
 اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں سوادے (من ہذا اب القہر الذی امع منہ) غلاب قبر سے وہ بھر میں سنا ہوں۔
 یعنی اگر تم لوگ غلاب کی آواز سنو تو قبروں کو قبر میں دفن کرنا ترک کر دو۔

یہاں ایک سوال دار کیا جاتا ہے کہ مذہب قبر جیسا کہ شرح عمران میں بیان ہوا، دفن کرنے پر موقوف نہیں ہے خدا تعالیٰ چاہے تو مردے کو مذہب میں مبتلا کر سکتا ہے چاہے وہ مکے صحرائیں یا پھلی کے حکم ہو یا کسی اور جگہ ہو۔ نیز جب کامل ایمان کو مردوں کے دفن کا حکم ہے تو محض اس خوف کے باعث دفن ترک کر دینے کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس سوال کے جواب میں چند توہمات بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر تم لوگ مذہب قبر میں لو تو تم پر ایسا خوف اور ایسی دہشت طاری ہو جو تمہیں بے ہوش کر دے اور تمہاری عقل پھیر کر رکھ دے اور تم میں دفن کرنے کی قوت و فرست نہ رہے۔ یہاں مردوں کی بیخ و بیکار حالت اور انسانوں کے نہ سننے کے متعلق گزشتہ بیان ہوا کہ اگر لوگ میں ہیں تو کاروبار معیشت و زندگی معطل اور منقطع ہو کر رہ جائے۔ پس دفن کرنے کا عمل خوف مذہب کی بنا پر نہیں بلکہ عقل کے قوت ہونے اور ہوش و حواس کے اڑ جانے کے سبب ہو گا۔

دوسری توہم یہ ہے کہ اگر تم لوگ مردوں کا مذہب میں تو تمہیں مشاہدہ اموات سے اس منکس و دہشت و دہشت لاحق ہو کر تم ان کی تعجیب و تکفین کے لیے ان کے نزدیک نہ آ سکو۔ اور انہیں دفن نہ کر سکو۔

تیسری توہم یہ ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں اس صفت پر پیدا کی گئی ہیں کہ وہ اپنے مردوں کے عیب چھپاتے ہیں اور شرمیت میں ہی مردوں کے عیب چھپانے کا حکم ہے پناہ فرمایا اور ذکر و احوال کو مٹا دیا (اپنے مردوں کو نیکی سے یاد کرو اور قبرستان لوگوں کے ہجوم و اجتماع کی جگہ ہے۔ تو تم لوگ انہیں دور صحرائیں پسینک آتے تاکہ کوئی آدمی وہاں نہ پہنچ سکے اور ان کا مذہب نہ سن سکے اور ان کے عیوب پر مطلع ہو سکے۔ واللہ اعلم۔

۱۔ (نور اقبل علینا) بوجہ ہر حضور صل اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ (نفعال)

اور فرمایا (تعودوا باللہ من عذاب النار) فلا بد دوزخ سے اللہ کے پاس پناہ لو۔ (قالوا) صحابہ نے کہا (تعودوا باللہ من عذاب النار) ہم اللہ کے پاس فلا بد دوزخ سے پناہ لیتے ہیں۔ (قال) آپ نے فرمایا (تعودوا باللہ من عذاب القبر) فلا بد قبر سے اللہ کے پاس پناہ لو۔ (قالوا) صحابہ نے کہا (تعودوا باللہ من عذاب القبر) ہم اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں فلا بد قبر سے۔ (قال) آپ نے فرمایا (تعودوا باللہ من الفتن ما ظہر منها وما بطن) ظاہر اور چھپے فتنوں سے اللہ کے پاس پناہ لو۔ ظاہر فتنے وہ جو انسان کے ظاہری جسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور پوشیدہ وہ جو دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں فتنے تمہارے سامنے ہیں اور میں کر تم لوگ جانتے ہو۔ اور پوشیدہ وہ جو تم نہیں جانتے۔ (قالوا) صحابہ نے کہا (تعودوا باللہ من الفتن ما ظہر منها وما بطن) ہم ظاہر اور چھپے فتنوں سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

(تسأل فرمایا) تعوذ ب اللہ من فتنة الجنّ (و مجال کے لغت سے اللہ کے پاس پناہ لواتا ہوں) صحابہ نے کہا۔
(نعوذ ب اللہ من فتنة الجنّ) ہم لوگ فتنة مجال سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھا جائے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ جن کے رنگ سیاہ اور انکھیں دلی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو کبر کہتے ہیں وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ اس ہستی کے بارے میں کیا کہا تھا۔ میت جواب دیتا ہے وہ اللہ کے ہندے اور اس کے رسول پر حق میں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہندے اور اس کے رسول ہیں وہ کہتے ہیں میں تم تھا کہ تو یہ جواب دے گا۔ پھر اس کی قبر اس کے لیے سرگز جہنمی اور سرگز بہائی میں کھلی کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کے لیے اس میں مدفن کھنکھائی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے سر پہ میت کتا ہے میں اپنے امی و عیال کے پاس جاتا ہوں تاکہ ان کو خبر دے کہ وہ فرشتے کہتے ہیں حق دہی کی طرح سر پہ میت اس کے امی میں سب سے بڑا زانوئی اگر جلا تکسرتوہ سب سے رہتا ہے میان یک کہ اشارہ اس کی جگہ اقریہ اسلئے گا اور اگر وہ میت منافق ہے تو فرشتوں کے جواب میں کہتا ہے میں لوگوں سے سستا تھا کہ وہ ایک بات کہتے تھے میں نے بھی اسی طرح کہا میں نہیں جانتا۔ وہ فرشتے کہتے ہیں میں تم تھا کہ تو یہ جواب دے گا۔ تو زمین کو کہا جاتا ہے کہ اس پر لٹا تو اس

۱۲۲ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتْبِعَ الْمَيِّتُ آتَاءُ مَلَكَانِ سَوْدَانِ أَوْ رَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ النَّكِيرُ يَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ يَقُولُ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ يَقُولَانِ قَدْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هَذَا فَيَقْرَأُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِكْرًا عَافِي سَبْعِينَ ثَمَّ يَنْتَقِلُ لَوْ فِئُو ثَمَّ يُقَالُ لَهُ نَسْرُ يَقُولُ أَسْجَعُ إِلَى أَهْلِي فَأُغِيرُهُمْ يَقُولَانِ ثَمَّ كُنْتُمْ مِنَ الْعَوْدِيِّينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتَلَفُونَ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِمْ إِلَيْهِمْ خُيِّبَتْ بَعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَحْجَعِهِ ذُرِّيَّةَ خَرَانٍ كَانُوا مِنْ أَهْلِ قَالِ سَمِعْتَ أَتَى يَقُولَانِ قَوْلًا فَعَلَّتْ وَشَدَّ لَكَ دَمَوِي يَقُولَانِ قَدْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ ذَلِكَ فَيَقَالُ لِلَّذِي فِي التَّحِيْبِ عَلَيْكَ فَتَلْتَمِمْ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفُ أَمْرًا عَنْهُ فَلَا تَزَالُ تَقِفُ مَعَهُ

حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَّخْبُوعِهِمْ
ذَ الْكَتْ -

(قرآن مجید، آیت ۱۰۱)

(دروالہ الترمذی)

شرح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے ایسے آدمی کی صورت میں آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ سیاہ رنگ سے یا تو حقیقتہً سیاہ رنگ ہی مراد ہے کہ سیاہ رنگ میں دوسرے رنگوں کی نسبت وحشت و وحشت نہ پایہ ہوتی ہے یا سیاہ رنگ سے ان کا بیچ المنظر اور بد شکل ہونا مراد ہے۔ اور نیلی آنکھوں سے ان کا تیز آنکھوں سے دیکھنا اور نظر کو گھمانا مراد ہے جس طرح دشمن دشمن کو تیز نگاہوں سے دیکھتا ہے اپنی نگاہ گھما کر اس کی سیاہی چھپ جاتی اور سفیدی نمایاں ہو جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں عرب دشمن کو نیلی آنکھ سے موصوف کہتے ہیں کہ درمی رنگ عربوں کے دشمن ہیں اور ان کی آنکھیں نیلی ہوتی ہیں (یعنی) لاجلہ اللہ واللہ اللہ ان کی زبانوں میں سے ایک کو تنک دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ منکر بفتح کاف دونوں کا معنی نا آشنا اور وحشت ناک ہے منکر یعنی نا آشنا ثانی سے مشتق ہے اور معرف یعنی آشنا ثانی کی ضد ہے۔ ظاہر ہے کہ نکیر نکیر دو اشخاص کا نام ہے جو ہر میت کے سر پر انسانی شکل میں متشکل ہو کر سامنے آتے ہیں۔ بعض طوائف کہتے ہیں کہ دو گروہ کا نام ہے۔ اور ان دونوں کے بے شمار افراد ہیں۔ طوائف یہ بھی کہا ہے کہ حکمہ نکیر و نافرمان لوگوں کے فرشتوں کا نام ہے۔ اور فرما نبردواروں کے فرشتوں کا نام بیشتر اور شیر ہے۔ واللہ اعلم۔

فیقولان ما کنتم تقولون هذا الرجل وہ دو فرشتے کہتے ہیں تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہنا تھا۔ فیقول میت اس سوال کے جواب میں کہتا ہے ہو عبد اللہ رسولہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اشعدان لا الہ الا اللہ وان معہما عبد کا رسولہ فیقولون قد کننا نعلم انک قد اذعننا انک اذینا ہمیں گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ سن کر وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں ہم تمہارا کوئی جواب دے گا یعنی میرے ایمان کا نشان تیرے حال کے چہرے کو دیکھ کر ہمیں معلوم ہو گیا تھا۔ ثمرہ فیقسم لہ فی قبر سبعون درہما فی سبعین پھراس کے لیے اس قبر مستور و سرگرم دینے کی جاتی ہے یہ اس کے کٹاؤں سے کن یہ پچھن مدد ملے نہیں سہ۔ ثمرہ رسولہ فیہم پھر میرے لیے اس کی قبر میں روشنی کی جاتی ہے ثمرہ بقال لہ ثمرہ پھراس کے کہا جاتا ہے کہ کلام کی تندرست و جا۔ فیقول اس

(فاخر شوہ من الناس والجسود من الناس واختوالہ بالہا الخ الختم) اس کے لیے آگ کا بستر بچاؤ۔ اور اسے آگ کی پوشاک پہناؤ۔ اور اس کے لیے آگ کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) فیہا تیبہ من سحرہا وسمومہا تم۔ اسے آگ کی پیش اور اس کی زہریل اور گرم ہوا پہنچنا شروع ہو جاتی ہے۔ (قال) فرمایا۔ (وہی یقین علیہ قیوم) اور کافر جسے اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ (حق تعالیٰ فیہ تضلعا) بیان تمکد اس کے پہلوؤں کی پسلیں اور صرکی اڈھراں اور صرکی اڈھراں ہوتی ہیں۔ (شعریقی فیہ لہ اعنی) واضح ہے پھر مسلط کیا جاتا ہے اس پر ایک فرشتہ اندھا اور برا۔ یہ اس کی بے خبری کے باعث ہے کہ اس کی سنگدلی سے کہتا ہے کہ وہ اس کی پریشان حالی کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ اور اس کے اندر فرما دیکو نہیں سستا۔ اور اس پر کوئی رحم نہیں کرتا۔ (معہ مردبہ من حدید) اس کو اس پتھر ٹوٹنے والا دوران ہو تلے ہے۔ (وَرَزَقَہُ کِسْرِمَ) و سکون راع و فرخ زائجر اور باکی تشدید تخفیف کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ (و ضرب بھا بیل لہار ترابا) یہ دوران اتنا سخت اور بڑا ہوتا ہے کہ اگر اس کے ساتھ کسی پہاڑ کو مارا جائے تو وہ پس کر ٹوٹ جاتا ہے (فیضربہ ہا ضربہ) تو وہ اس دوران کے ساتھ اسے سخت مار تلے ہے۔ (وہ اس سے سخت بچھو و پکار کرتا ہے۔ (جمعہا ما بین المشرق والمغرب) کہ اسے مشرق و مغرب کے درمیان کی ہر چیز حیرانات بلکہ نباتات اور جمادات تک سنتی ہے۔ (اکالہ الثقلین) مگر نباتات اور انسانوں کو اس کی آواز نہیں سنائی جاتی اس محنت و مصیبت کی بنا پر جو حدیث اس کی فصل اول میں مذکور ہوئی۔ (فیضرب ترابا) تو وہ کافر جس کو خاک و نالیو ہو جاتا ہے۔ (و ثلثہا فیہ المود) پھر اس کے بدن میں اس کی مدح و اہل لوٹائی جاتی ہے۔ (و ثلثہا فیہ المود) اور اسے قبر میں زندہ کرنا بار بار ہوتا ہے۔ یہ اس کے لیے شدت اور زیادہ عذاب بخیشے گی مگر غرض ہے ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد بعد الموت اور عادۃ روح کے انکار کی جزائے طور پر ہوتا ہے۔

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس تقدیر پر قرین دلائل زندہ کرنا اور زندہ کرنا کا نام ہے چنانچہ کتب مفسرین نے ایک کتبہ (أَحْيَا أَشْتَاتٍ وَأَحْيَا أَشْتَاتٍ) تو ہے میں دو دفعہ تلاوت ہو تو زندہ کر دے کی ایک تفسیر میں بیان کیا ہے۔ اور اس حدیث کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ بعض مفسرین پہل بار مارنے سے یعنی دنیا میں مشاوت مانتا اور کتب زندہ کرنے کو پہل بار زندہ کرنا مراد لیتے ہیں۔ اور دوسری بار مارنے سے فرشتوں کے سوال و جواب کے بعد مارنے اور دوبارہ زندہ کرنے سے بعثت و نشر کے وقت زندہ کرنا مراد لیتے ہیں۔ بہر صورت ان کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردے کو سوال و جواب کے بعد، اور اسے دوزخ میں نشست گاہ دکھانے اور اس کی طرف دروازہ کھولنے

تو جو منزلیں اور گھاٹیاں اس کے بعد ہیں وہ اس سے آسان تر ہیں۔ اور ان لعین جو منہ فی بعد کا اشد منہ اور اگر عذاب قبر سے نہایت شہائی تو جو کچھ اس کے بعد ہے وہ اس سے سخت تر ہے۔ جس طرح عالم ظاہر میں کسی مجرم کو یا دشاد وقت کے پاس لٹاتے ہیں اگر اس کے سامنے آتے ہیں اس سے مرہانی اور آسانی کا سلوک کیا گیا تو اس کے بعد کچھ اس کے ساتھ ہو گا، آسان تر ہو گا۔ اور اگر سامنے آتے ہیں اس سے سخت عدویہ اختیار کیا گیا تو آخر تک اس کا معاملہ سخت تر ہو گا۔ (رقاں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: (وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: (ما رايت منظرًا قط) میں نے کوئی نما اور تافش ونا پسندیدہ منظر نہیں دیکھا۔ (۱) الخوالفہ انظمت مگر یہ قبر کا منظر اس سے بھی بدتر اور سخت تکلیف دہ ہے کیونکہ اس سے تعلیق و عذاب سامنے آئے جس سے انسان کی زندگی بچ اور بد بزر ہو جاتی ہے۔

۱۲۵ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُرْغِمَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَّ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيحُمْ كُمْ ثُمَّ سَلُوا لَهُ بِالتَّيْسِيَّتِ فَإِنَّهُ لَا يَنْفَعُ (ردعا ابو داؤد)

اور انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہوتے۔ (رفعا) اور فرماتے: (استغفروا لئخیکم) اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو (ثم سئلوا بالتیسیت) پھر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اسے منکر کر کے جہنم میں استقامت عطا کرے۔ (رفعا) لان ہیٹل (کر ہیٹل) اس سے ابھی سوال ہو گا۔

شرح: (روعنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ) اور انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا جہنم میں صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس پر یعنی اس کی قبر پر کھڑے ہوتے۔ (رفعا) اور فرماتے: (استغفروا لئخیکم) اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو (ثم سئلوا بالتیسیت) پھر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اسے منکر کر کے جہنم میں استقامت عطا کرے۔ (رفعا) لان ہیٹل (کر ہیٹل) اس سے ابھی سوال ہو گا۔

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور ان کے لیے استغفار اور طلب بخشش رحمت کا سبب و ذریعہ ہے۔ مشائخ اہل سنت و جماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی مذہب ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد میں یہ بات تحریر شدہ ہے کہ وہی دعا و الاجیاء و ملا موت و صدقہ و عزم نعمہم زندوں کے مردوں کے لیے دعا کرنے اور ان کی طرف سے حد قدر کرے ہیں انہیں نفع اور فائدہ پہنچتا ہے۔ اور دعا و طلب استقامت اس تلقین کے علاوہ ہے جو دفن میت کے بعد کرتے ہیں۔ یہ تلقین بہت سے شافعیہ اور

بعض احناف کے نزدیک مستحب ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی فوت ہو جائے۔ اور تم اسے دفن کرو اور مٹی ڈال دو۔ تو چاہیے کہ تم میں ایک شخص اس کے سر ہانے کھڑا ہو کر کہے۔ اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے۔ میت اس کی بے آواز سنتا ہے مگر جواب نہیں دے سکتا۔ پھر کہے اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے جب دوبارہ یہ آواز سنتا ہے تو قبر میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر تیسری بار وہ کہے اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے اس پر وہ میت کتا ہے اللہ تجھ پر رحمت کرے تاکہ کھانا پاتا ہے۔ لیکن تم لوگ اس کی یہ بات نہیں سنتے۔ پھر کہے اے فلاں وہ کلمہ یاد کر جس پر دنیا میں تھا۔ یعنی کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبده ورسوله فادعہ کہ تو اس پر راضی تھا کہ خدا تعالیٰ تیرا رب ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے رسول ہیں سادہ سادہ دینی دینی اسلام ہے۔ قرآن مجید قرآن الہامی درانہما ہے جب میت یہ کتا ہے تو منگو نکیر فرشتے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں اس بندے کے پاس سے باہر نکل نہیں اب ہیں اس سے کیا کام اللہ تعالیٰ نے خود اسے اس کی رحمت محدود کر رکھا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا رسول اللہ اگر ہم لوگ اس کی ماں کا نام نہ جانتے ہوں تو پھر کس طرح آواز دیں اور کس کی طرف نسبت کریں۔ فرمایا احواد کی طرف نسبت کر جو سب کی ماں ہے۔ امتی۔

اول سورۃ بقرہ کے قصص تک اور اس کا آخر آسن الاصل سے ختم سورۃ تک پڑھنا بھی آگیا ہے اور اگر اس وقت قرآن مجید ختم کریں تو یہ زیادہ بہتر اور افضل ہے۔ بعض علماء سے یہ بھی سنا گیا ہے اس موقع پر مسائل فقہ میں سے کوئی مسئلہ بیان کریں تو اس کی بھی فضیلت ہے۔ اور باعث نزول رحمت ہے۔ اور اس موقع محل کے مناسب ہے کہ روایات کا مسئلہ بیان کیا جائے۔ اور محتاط و پسنیدہ ہے کہ پھر قرآن مجید کا ختم کرنا مکروہ نہیں ہے مگر جو بعض نے اس سے اشتکات کیا ہے جیسا کہ شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

۱۲۶۔ وَكَفَّٰرًا يَّسْعِيْدُ مَا كَانَ قَوْلُ رَسُوْلٍ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ اِلٰهِيْكَ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ
اَلْكَافِرِ فَيَقْبَعُوْهُ يَسْعَةً فَيَقْبَعُوْنَ يَتِيْنًا
تَنْهَهُهُ وَتَلْدُوْهُ مَعَهُ فَيَقْبَعُوْهُ مَرَّةً اَوْ
اَنْ يَّتِيْنًا وَتَلْدُوْهُ مَرَّةً اَوْ اَنْ يَّتِيْنًا مَرَّةً اَوْ

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ کافر اس کی قبر میں ایک کم سو بڑے جسم کے اندر نہایت ذہر چھانپ مسلط کیے جاتے ہیں۔ جو اس کے بدن کو قیامت تک نوچتے اور کاٹتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک سانپ بھی زمین میں پھر نہ کہے تو زمین سبز

مدعاہ الذموی وروی الترمذی نحوہ وقل
مبعون بدل تسعة وتسعون۔
اگانا ختم کردے اسے داری نے روایت کیا اور ترمذی نے بھی اس کی سند
روایت کیا مگر اس میں تسعہ وتسعون کے بجائے سبعون کا لفظ ہے۔

شرح :- (و عن ابی سعید) اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (وقال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلہ علی الکافور تبصرکم البتہ مسلط
کیے جاتے ہیں کافر پر اس کی قبر میں (تسعة وتسعون تین سو) تو اسے اور تو اس سے۔ (وتنہسہ وشرکۃ حتی
تقوم الساعة) جو قیامت تک اسے لوتھتا اور ڈرتے رہتے ہیں۔ تین سو کسے تارو کسوں مثلًا یا سانپ جسے اڑھا کھاتے
ہیں۔ لمدغ و سنانس بفتح نون و سکون ہا اور سین جملہ معنی اگلے دا تھڑوں سے پکڑنا اس کا حامل معنی بھی بڑھانا
و دلوں الفاظ کے ذکر کرنے سے مقصود تاکید ہے۔ (ولان تینسانمنا خفنی الا ضم) اگر ان اڑھو میں کوئی
اڑھو حاضرین میں پھونک مارے۔ (ما ائنت خضر) تو زمین سے سبزہ اگانا بندہ رہ جائے۔ یعنی اس کے سانس
کی تپش اور گرمی سے سب کچھ جل جائے۔ خضر بفتح خا و کسر فاء و زید بفتح فاء و سکون ضا و او و الف مبدوءہ و نون
طرح مروی ہے۔ (مدعاہ الذموی) اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ داری نے روایت کیا۔ (و روی
الترمذی) اور ترمذی نے بھی اس کی مانند روایت کیا یعنی دونوں کا معنی ایک اور الفاظ مختلف ہیں مثلاً جبریل
بدل تسعة وتسعون) اور ترمذی نے داری کے لفظ تسعة و تسعون کے بجائے سبعون کے لفظ کیا۔

مرا دونوں سے ہاں نسب ہے۔ اس مد میں کامل قطعی شارح کو ہے اور بعض علماء نے معانیت ذکر کی ہے مثلاً کہ ملازم
طیس نے نقل کیا۔ اور کہا خدا تعالیٰ نے سورہ یحییٰ پیدا فرمائی۔ ان میں سے صرف ایک دنیا میں نازل قرآنی کی ہے۔
شفقت و مہربانی پائی جاتی ہے اس ایک رحمت کا اثر ہے۔ اور ایک کم سورہ یحییٰ عالم آخرت کے لیے ہے۔
نے جب احکام اللہ کی تکذیب کی اور اس کا حق مجہدیت اور ان کی توہم و عصبہ کے بعد اس کے لیے ایک شاہد یا قاض
کر دیا گیا۔ یا ہم یوں کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ایک کم سورہ یحییٰ میں ہے ہر ایک پر لیلیٰ یا انصوری کی ہے۔
ان کا انکار کیا تو ہر مد کے مطالبے میں ایک اللہ ہاں اس پر مسلط کر دیا گیا۔ طیس کا کلام خیر ہوا۔

اور قریب تر تو جیسے یہ ہے کہ یہ ساپ بچھو اس کی صفات مذمہ اور بے اخلاق ہیں جو قاضی ہو کر اس
کے سامنے آتے ہیں۔ اور جو سکتا ہے علم شارح میں اصول اخلاق کی قواعد و اس قدر مد کہ ایک اعتبار سے ان میں ایک
کم سو کنادرت ہو اور دوسرے اعتبار سے ستر کی تعداد تک لڑنا نا درست ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے خدا اللہ اعلم۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۱۲۴ عن جابر قال سمعنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الى سعد بن معاذ حين توفي فلما صلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ووضع في قبره وسرى عليه سبعمائة من الغنم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نبتنا طويلا ثم كبر فكبرنا فقتل ما أمر رسول الله لم يصبعت ثم كبرنا فقال لقد تضايق على هذا العبد الصالح فجرح حتى فوجعه الله عنه

رواه احمد

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ہم لوگ سعد بن معاذ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ وہ فوت ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھ کر اول سے قبر میں رکھ دیا گیا اور نبی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی تو وہ بھی کافی دقت تسبیح پڑھی۔ پھر آپ نے تکبیر کی تو ہم بھی تکبیر کی۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے پہلے تسبیح پھر تکبیر کیوں کی۔ فرمایا بیشک اس عہد صالح پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی میں تکبیر کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تنگ دھڑ کر دی اور اس کے لیے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا گیا۔

شرح: جابر قال سمعنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الى سعد بن معاذ حين توفي حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف گئے جبکہ ان کی وفات ہوئی۔ (ابن ابی نعیم) علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھ کر اول سے قبر میں رکھ دیا گیا اور نبی برابر کر دی گئی تو ہم بھی تسبیح پڑھی اور آپ نے تکبیر کی تو ہم بھی تکبیر کی اور آپ نے اللہ اکبر کرنا شروع کیا۔ (تذیل) آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے پہلے تسبیح پھر تکبیر کیوں کی۔ فرمایا بیشک اس عہد صالح پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی میں تکبیر کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تنگ دھڑ کر دی اور اس کے لیے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا گیا۔

تعبیب کے علوم پر تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی تنگی اور اس کا دانا ہر میت کو ہوتا ہے۔ اگرچہ میت انفرادی ہے کامرو صالح کیوں نہ ہو۔ اور مرد صالح یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بزرگ شخصیت ہیں کہ ان کی موت پر عرض حاضر جنبش میں آیا۔ آپ کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔ ستر ہزار فرشتے نے ان کے جنازے میں شرکت کی۔ قبر کی تنگی یا کسی تبصیر کے باعث تھیں جو آپے قرب حق میں واقع ہوئی یا سنت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ ہر شخص کو قبر و باقی ہے جیسے ہر شخص کے لیے دروازہ پر دروازہ نمودی ہے۔ عاۗلشاۗلم۔

۱۲۸۔ وَعَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الَّذِي تَحْرُكُ لَهُ الْعَرْشُ وَتُفْتَحُ لَهُ الْبَابُ الْمَسَاءُ وَشَهِدَ سَبْعُونَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَقَدْ مَرَّ بِهِ نَفْسٌ تُفْرَجُ عَنْهُ۔
 اور حضرت ابی عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس پر عرش چڑھتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور ستر ہزار فرشتے آپ کے (موت سے) میں حاضر ہوا۔ ایک آپ کو شہید کیا گیا اور آپ سے پچاس ہزار فرشتے نکلتے ہیں۔

شرح :- (۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ عرشین احدہما فی الارض والاخر فی السماء
سواءیت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرشین میں سے ایک عرش زمین پر اور دوسرا عرش آسمان کے
عرش کے بعد فرمایا۔ وهذا الذی تحرک لہ العرش ایہ وہ (بیک شخصیت ہے جس کے لیے عرش ہنسنے میں آیا۔
ایک روایت میں یہ ہے اختلاف العرش لغوت سبعین معنی کہ عرش سبعین معانی کی موت پر عرش مجرم اٹھا۔
ایک روایت میں عرش الرحمن کا لفظ آیا ہے۔ اس کلام کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔
ایک یہ کہ یہ حرکت میں آنا اور جہرنا خوشی اور مسرت و نشاط سے کنایہ ہے۔ یعنی ان کی مدح پاک کے عالم حق
کی طرف پھٹا کرنے اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی عظمت و بزرگی کی بنا پر خدا ان کی تشریف آوری کی بشارت ملنے پر
اہل عرش نے خوشی منائی اور فرحت و نشاط کا اظہار کیا۔

دوسرا یہ کہ یہ ان کی موت کے عظیم ہونے اور اس حادثہ کے شدید ہونے سے کتاب ہے جس طرح لوگ کہتے ہیں
فلاں شخص کی موت سے زمین تاریک ہو گئی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دنیا ہے ان کے وجود مستعد کے مقابلہ میں اور ان کے پاکیزہ اعمال کے آسمانوں کی طرف

بلند ہونے کا سلسلہ منقطع ہونے پر حضرت دہم کے طود پر ایسا ہوا جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ زمین و آسمان
 صالحین کی موت پر مدد سے روئے ہیں یعنی زمین کی جگہ جہاں انہوں نے نیک عمل کیے اور آسمان کی جگہ جہاں
 سے ان کے اعمال صالحہ اور پرچڑھتے تھے سادہ رحیم جگہوں کو وہ مشرف و برکت والا کیا کرتا تھا۔ اور فرحت و مسرور
 کو علت قرار دینا جیسا کہ وجہ اول میں مذکور ہوا، اس دوسری حدیث کے مطابق ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ کی امت میں سے وہ کون شخص ہے جس کا آج رات وصل
 ہوا ہے۔ جس سے آسمانوں والے بہت مسرور اور خوش ہو گئے ہیں اس کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 یہ شخص سعد بن معاذ ہے ان کی موت کا قصہ غزوہ خندق میں مذکور ہے۔ (وفتحت لہ ابواب السماء) اور اس
 پر نزول رحمت یا اس کی مدح کے عالم بالا کی طرف پرواز کرنے کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔
 (وَشَهِدَ مَعَهُ الْغَاثُ وَالْفَافُ) اللہ ان کے پاس یعنی ان کے جنازہ سے پرستار اور فرشتے حاضر ہوئے۔
 (لَقَدْ صَحَّبَ ضُمْرًا ثَوْرًا) ان پر بھی قبر تک کی گئی اور معاملہ سخت کیا گیا پھر یہ حالت ان سے بٹا لی گئی۔
 اللہ آسانی مہیا کر دی گئی۔

اور حضرت سماء رضی اللہ عنہا ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت
 ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دینے کھڑے
 ہوئے تو آپ نے فقہ قبر کا ذکر فرمایا جس میں انسان مبتلا ہوتا
 ہے جب آپ نے اس کا ذکر کیا تو مسلمانوں پر سخت گریہ مگر
 ہوا یہ الفاظ بخاری نے روایت کیے اور سانی نے یہ الفاظ مزید
 روایت کیے کہ میرے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام ہمارے
 بچنے کے درمیان گریے کی یہ حالت حاصل ہو گئی۔ جب لوگوں کو
 گریے سے سکون ہوا تو میں نے ایک آدمی سے ہجر سے قریب
 تھا کہ آیا فقہ کیا اللہ تعالیٰ برکت عطا کرے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اپنے آخری کلام میں کیا بیان فرمایا تھا۔ اس آدمی
 نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری
 طرف وحی کی گئی ہے کہ تم لوگوں کو قبروں میں ایسے نفع کے
 دے کہ ان کے لیے جہنم کی آگ سے بچ سکیں۔

وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَوَظِيغًا
 فَذَكَرْتُ نَفْسِي الْقَبْرَ الَّذِي يَفْتَنُ فِيهَا الْكَوْ
 فَلَمَّا ذَكَرْتُ ذَلِكَ سَجَّ الْمُسْلِمُونَ حَبَّةً
 دَعَا الْبُخَارِيُّ وَدَادَ الْفَارِسِيُّ حَالَتْ
 مَيِّتٌ وَمَيِّتٌ أَنْ أَفْهَمَ كَلَامَ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَكَتَ حَبَّتْ جَمْعٌ
 قُلْتُ لِرَجُلٍ تَحِيَّيْتُنِي أَوْ بَارَكْتَ اللَّهُ فِيكَ
 مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فِي أَخِيرِ قَوْلِهِ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي
 أَصْحَبٍ قَدْ تَوَقَّعْتُ فِي الْقَبْرِ قَوْلِي شَرُّ
 رَفَعْتُ الدَّجَالَ.

اندر مبتلا کیا جائے، محمد جلال کے فتنے کے قریب ہوتا ہے۔

شرح: مروی عن اسماء بنت ابی بکر حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ (روایت قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیباً فرمائی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔) رَفَذَ كَوْفَتَهُ الْقَبْرَ النَّاقِظَةَ فَلَمْ يَزَلْ يَرْفُذُ قَبْرًا ذَكَرَ قَبْرًا لِيَا جِسْمَ انْسانِ بَلْكَامِ ہوتا ہے۔ (رَفَذَ ذَكَرَ لَكَ حَنْبِلُ الْمُسْلِمِينَ حَنْبِلَةً) جب آپ نے فتنہ قبر یاد دلایا تو لوگوں پر سخت عتاب طاری ہوا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ اور صرف اتنے الفاظ روایت کیے۔ (وَمَا ذَا لِكُلِّ انْسانِ) اس نے یہ عبارت اور زیادہ کی۔ کہ حضرت اسماء نے کہا: حالت بیخی و بین ان انھم کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک سمجھنے میں گریہ و زاری کی تدکیر و حالت حامل ہو گئی اور میں آپ کا پورا کلام نہ سمجھ سکی۔ یعنی لوگوں کا نالہ و فریاد اس قدر بلند ہوا کہ کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نہ سن سکی اور نہ سمجھ سکی۔ (وَمَا ذَا لِكُلِّ حَنْبِلٍ) جب لوگوں کا نالہ و فریاد بلند ہوا اور انھیں سکون نہ ہوا تو میں نے ایک آدمی سے جو میرے قریب تھا: دریافت کیا (وَمَا بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ) اسے مروی عن اللہ تبارک سے کام میں برکت ڈالے۔ (وَمَا ذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) (آخر قولہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری کلام میں کیا فرمایا تھا۔ (وَقَالَ قَالَ) اس مرد نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (وَقَدْ دَعَا إِلَى انْكُمْ تَقْتُلُونَ الْقَبْرَ النَّاقِظَةَ) میری طرف وحی نازل ہوئی ہے کہ قبروں میں تم لوگ ایسے فتنہ میں مبتلا کیے جاتے ہو۔ (قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الْجَبَالِ) جو فائیت شدت اور ضاقت اوریت میں فتنہ و جلال کے قریب ہوتا ہے جو زوال دعویٰ ربوبیت کے گام اور لوگ عزیز و مجبور ہی کے باعث اس کی ربوبیت کے اقرار کے فتنہ میں گریں گے۔ میت کے لیے بھی اس کا احتمال ہے کہ انظار اور گھبراہٹ کے باعث فرشتوں کو دیکھ کر ان کی ہیبت سے محالے کی شدت اور ان کی دہشت سے فتنہ میں گر پڑے۔ (وَلَهُ جِبْ) اس سے دریافت کریں کہ تیرا رب کون ہے؟ تاویل رسول کریم ہے تو میرے دہشت کے وہ بات زبان سے کھڑے ہوئے کہنے والی ہو۔ (وَقَوْلُهُ لَكُمْ مِنْ ذَالِكِ)

۱۲۰۔ وَكَرُّنَا بِرَحْمَةِ الرَّحْمَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ شَلَّتْ لَهُ الشَّمْرُ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْهَا فَيَبْلُغَ يَسْمُ يَسْمُ وَيَقُولُ: دَعُوْنِي أَمْسِكِي۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ وحی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میت کو جب قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے سورج غروب ہونے کا وقت محسوس ہوتا ہے وہ آنکھیں دھار دھار اللہ ہیٹھا ہے اور کہتا ہے: مجھے چھو کر ہی نماز پڑھ لوں۔

تشریح :- (و عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخل المذبح تقدم فقلت لا اله الا الله) حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے اس وقت اسے سورج ڈوبنے کا وقت محسوس ہوتا ہے۔ یعنی غروب کے قریب جب اس کا سنگ سندھ پڑ جاتا اور روشنی کم ہو جاتی ہے۔ (وینجلس یمسح عینہ) (تورہ انکھیں مٹتے ہوئے) (کھڑکھڑاتی ہے) (و یقول دعونی اھلی) (اور اپنے آپ سے کہتا ہے مجھے چھوڑ دو کہ میں نماز مغرب ادا کر لوں۔ یا فرشتوں سے کہتا ہے مجھے چھوڑ دو کہ میں نماز ادا کر لوں۔ اس کے بعد جو چاہو کر لینا۔ یا سوال و جواب سے فارغ ہونے کے بعد کہتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے درمیان بیٹھا ہوا ہے۔ یہ کیفیت اس کے آرام و آسائش پر دلالت کرتی ہے۔ کہ گویا وہ ابھی دنیا میں ہے اور اسے نیند آگئی مگر قبر میں اس کی یہ حالت کیفیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ دنیا میں ادا سے فرائض اور ان پر پیشگی روزہ میں بڑا پختہ تھا۔ وقت مغرب کی تخصیص اس لیے فرمائی یہ وقت غربت و تنہائی سے مناسبت رکھتا ہے۔ شام کا وقت غریبوں (مسافروں) سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں "شام غریبان و غریب الوطن آدمی شام کے وقت جب کسی بے گانے شہر میں پہنچتا ہے تو میران و پریشان ہوتا ہے کہ کہاں بیٹھے اور کیا کرے۔ نظم

توزلت الافکسی تارک شام
فانزشت ام غریبان چو گرہ افغانم
تو نے اپنی زلفت کھولی تو جہاں تارک یک ہو گیا سب شام پر گئی غریب الوطن کہاں جاؤں
غریبوں کی نماز شام کے وقت جب میں سوتا شروع کرتا ہوں تو غریب یا شامی ہونے کے ساتھ اپنا قصہ مکمل کرتا ہوں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میت قبر میں پہنچتا ہے تو روزہ اپنی قبر میں بغیر کسی خوف کے بڑا خوش خوش ہوتا ہے۔ پھر اس کے کہا جاتا ہے تو کس دین و ملت میں تھا۔ وہ جواب دیتا ہے وہی (اسلام) میں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے یہ مرد کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کا پاس سے جہاں سے پاس روشن ملائی کہ تم نے تو میری تصدیق کی۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے

۱۳۱- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ فَيُكَلِّمُ الرَّجُلَ فِي قَبْرِهِ غَيْرَ قَوْلٍ وَلَا مَشْغُوبٍ ثُمَّ يَقَالُ فِيهِ كُنْتُ فَيَقُولُ كُنْتُ فِي الْإِسْلَامِ فَيَقَالُ هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ جَاءَنِي يَا لَيْتَ مَنَاصَرْتُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَهَذَا مَنَاقَةُ فَيَقَالُ لَهُ هَلْ

کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے۔ وہ جہاں دیتا ہے کسی کا یہ تمام نہیں کہہ
 خدا تعالیٰ کو دیکھے۔ پھر اس کے لیے آگ کی جانتا ایک سوراخ نکالا
 جاتا ہے تو وہ اسے دیکھتا ہے کہ جس میں کو توڑ رہی ہے۔ پھر اس
 سے کہا جاتا ہے دیکھ اسے جس سے اللہ نے تجھے بچایا ہے۔
 پھر اس کے لیے ایک سوراخ جنت کی طرف کھولا جاتا ہے تو وہ اس
 کی تہ تا ننگی اور جگر کھاس میں ہے اسے دیکھتا ہے۔ پھر اس سے
 کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا تو تین پر قائم رہا اور تین ہی پر مرا وہ
 اسی پر مان شام اللہ تعالیٰ تیرا اختر ہو گا اور تیرے مرد کا اس کی قبر میں
 بٹھایا جاتا ہے۔ وہ اس وقت بڑی گہرا بٹ اور اذیت میں رہتا
 ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین و ملت میں تھکا ہوا رہتا
 ہے میں نہیں جانتا۔ اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تو کون ہے۔ وہ جواب
 دیتا ہے میں نے تو کئی کو سنا کہ ایک بات کہتے تھے وہ میں نے بھی کی کہ
 اس کے لیے ایک سوراخ جنت کی طرف کھولا جاتا ہے تو وہ اس کی
 تہ تا ننگی اور جگر کھاس میں ہے کہ دیکھتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ
 اس پتھر کو جو اللہ نے تجھ سے پیر دی ہے پھر اس کے بعد سوراخ کی طرف
 ایک سوراخ کھولا جاتا ہے تو وہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ جس میں کہ
 ریزہ ریزہ کر رہا ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے تیرا ٹھکانا ہے تو کس
 پر تھا تو کس پر ہی مرا اور کس ہی قیامت کے دن ان شام اللہ تعالیٰ

رَأَيْتَ اللَّهَ فَيَقُولُ مَا يَسْبِيحُ لِإِلَهِدِ أَنْ يَرَى
 اللَّهُ فَيَغْرِبُ لَهُ فَرُجَةٌ قَبْلَ النَّاسِ فَيَنْظُرُ فِيهَا
 يَحِيطُ بِبَعْضِهَا بِبَعْضٍ فَيَقَالُ لَهُ انْظُرْ
 إِلَى مَا دَوَّكَ اللَّهُ تَوْبَتُكَ لَهُ فَرُجَةٌ قَبْلَ النَّاسِ
 فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيَقَالُ لَهُ
 هَذَا مَقْعَدُ خَلْقِ الْبَاقِيْنَ كُنْتَ عَلَيْهِ مِثْلَ
 عَلَيْهِ تَبَحُّثُ أَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى فَيَعْلَمُ
 الرَّجُلُ السُّوءَ فِي قَبْرِهٖ فَيُنْكَشَرُ فَيَقَالُ
 لَهُ فَيَعْرِضُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي فَيَقَالُ لَهُ مَا
 هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ
 قَوْلًا فَكُنْتُ فَيَغْرِبُ لَهُ فَرُجَةٌ قَبْلَ النَّاسِ
 فَيَعْلَمُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيَقَالُ لَهُ انْظُرْ
 إِلَى مَا صَرَفَ اللَّهُ عَنْكَ تُسَرِّفُ لَهُ فَرُجَةٌ
 إِلَى النَّاسِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحِيطُ بِبَعْضِهَا بِبَعْضٍ
 فَيَقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُ خَلْقِ الشَّيْءِ كُنْتَ
 عَلَيْهِ مِثْلَ عَلَيْهِ تَبَحُّثُ أَنْ شَاءَ اللَّهُ

تعالیٰ۔

رواہ ابن ماجہ

شرح کہ (وَعَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُنْشَأُ إِلَى الْقَبْرِ) اور حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت قبر کی طرف واپس جاتا ہے اور مجلس
 الرجل فی قبرہ تو مرد اپنی قبر میں بیٹھ جاتا ہے یا بٹھایا جاتا ہے یعنی مرد صالح کو اس کی قبر میں۔ (وَعَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُنْشَأُ إِلَى الْقَبْرِ) اور حضرت
 مشغوب (غیر کسی گہرا بٹ اور قد میں مبتلا کرنے کے لیے) یعنی بے غور، غرضال اور قاصر الیالی کی حالت میں۔ (وَعَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُنْشَأُ إِلَى الْقَبْرِ) اور حضرت
 شَقَب بَطْنِ شَيْبَانَ دُؤَيْنِ عَمْرٍو اور سکون میں یعنی شر و فساد اور تباہی برپا کرنا۔ (وَعَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُنْشَأُ إِلَى الْقَبْرِ) اور حضرت

ہے کہ تو دنیا میں کس دین و ملت کا پیرو کار تھا۔ (فیقول دینی الاسلام) وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے اور میں اسلام کا پیرو کار تھا۔ (فیقال ما هذا الرجل) پھر اس حدیث کی کیا جانتا ہے یہ مرد کون ہے۔ اور نیز اس کے بارے میں کیا اعتقاد ہے۔ (فیقول محمد و سلم اللہ) وہ جواب دیتا ہے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (رجاء نابالینت من عند اللہ) ہمارے پاس اللہ کی طرف سے روشن اور ظاہر معجزات لے کر تشریف لائے (فصدقت) تو ہم نے اس کی تصدیق کی اور اسے سچا جانا۔ (فیقال لہ ہدایت اللہ) جب کہ اس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے دین اسلام لے کر آئے تو اس سے دریافت کیا گیا کہ تو نے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اس بنا پر کہنا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے پاس سے معجزات ملے ہیں تو کس دلیل سے کہتا ہے۔ دراصل اس میں اس کی تصدیق کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے فرستادہ ہیں۔ (فیقول ما ینبغی لاحداث بیوی اللہم وہ کہتا ہے کسی کو لائق نہیں کہ دنیا میں خدا تعالیٰ و تقدس کا دیدار کرے میں نے تو ان کے روشن معجزات دیکھ کر ان کے صدق کا یقین کیا ہے۔ (فیخرج لہ فوجد قبل الذن) پھر اس کے لیے کھیر لایا تاکہ ایک شگاف آتش و دوزخ کی طرف۔ (فیخرج تغنیف و تشدید و دون طرح آیا ہے۔ (فیقبل بکسرات اور فرج یا۔) بمعنی جانب اور رحمت اس طرح ہر جگہ جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے۔ (فیمنظر الیہ یحطو بعضہا بعضاً) تو وہ آتش و دوزخ اور اس کے برے عذاب کو دیکھتا ہے اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ وہ آگ آگ کے ہی بعض دوسرے حصوں کو توڑتی اور پائال کر رہی ہے۔ یہ اس کی کثرت اس کی شدت اور اس کے آسپاس کو درہم برہم کرنے سے کہنا ہے۔ (فیقال لہ انظر الی ما وقا اللہ) پھر اسے کہا جاتا ہے۔ اس چیز کو دیکھ جس سے خدا تعالیٰ نے تجھے بچا لیا ہے۔ بعض سخنوں میں رشہ کا لفظ بھی مذکور ہوا ہے۔ (ثم یدفرج لہ فوجد قبل الجنة) پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ (فیمنظر الی زہو تعھا وما فیھا) تو وہ اس کی ترقی و تازگی کو دیکھ کر اس میں ہے اسے دیکھتا ہے نیز اس کے کما سے دیکھنے کا حکم ہوا۔ (فیقال لہ ہذا مقعدک) اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیری نشست گاہ ہے۔ (علی الیقین کنت) کیونکہ تو دنیا کی زندگی میں یقین و ایمان پر تھا۔ (وعلیہ مت) اور اسی یقین و ایمان پر تو مر۔ (ثم یمیم کے ضمہ اور کسر و دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔) (وعلیہ تبعد) اور اسی یقین و ایمان پر تجھے خبر سے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ) اگر خدا تعالیٰ نے چاہا۔ یہ کلمہ ترک و ناکید اور شرق و غربت کے اظہار کے لیے ہے۔ جیسے کسی بیمار یا مبتلائے تشکیف کو کہتے ہیں سو حکم کر ان شاء اللہ تعالیٰ تو صحت یاب اور اس صحت سے نجات پا جائے گا۔

رویدجلس الوجد السوء فی حجرہ اور پھر دار انسان کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔ (سودین کا ضمہ

اور نقد دونوں اس کی لغات ہیں۔ (فزعاً مشغوباً) اور اٹھا لیکہ وہ تباہ حال اور ڈر رہا بہتر ہے۔ (فیقتال
 لد فیہ کنت) اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کس حالت اور کس دین میں تھا۔ (فیقتول) وہ جواب دیتا ہے۔
 (وادی) میں نہیں جانتا اور مجھے کچھ پتہ نہیں۔ (فیقتال لہ ماہذا الرجل) پھر اس سے پوچھا جاتا ہے
 یہ کون ہے۔ (فیقول یسئل الناس یقولون تولا فقتلہ) وہ کہتا ہے میں نے لوگوں کو سنا کہ
 وہ کچھ کہتے تھے تو میں نے بھی وہی کیا۔ (فیفرج لد فوجۃ قبذ لہنۃ) پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی
 کھولی جاتی ہے۔ (فیمنظرائی دھرتی و ما فیہا) تو وہ جنت کی آرزو مانگی اور جہنم اس میں ہے سب دیکھتا ہے۔
 (فیقال لد انفرائی ما صرنا لہ منک) پھر اس سے کہا جاتا ہے اس چیز کی طرف دیکھ جو اللہ نے تجھ سے پھیر
 لی ہے اور تجھے اس سے محروم کر دیا ہے۔ (شریف فرج لد فرجۃ الی النار فیمنظرائی ما یحضر بعضہ بعضاً)
 پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک شگاف کر دیا جاتا ہے تو وہ اسے دیکھتا ہے کہ اس کا بعض بعض کو توڑ رہا ہے۔
 (فیقال لد ہذا مقعدک) اور اسے کہا جاتا ہے یہ جہنم کی شگافہ رحل شک کنت) تو دنیا میں شک میں
 مبتلا رہا۔ (وعلیہ مت) اور شک کی حالت میں ہی مرا۔ (وعلیہ تبعث انت شاء اللہ تعالیٰ) اور ان شاء اللہ
 تعالیٰ شک کی حالت میں ہی قیامت کے دن اٹھے گا۔

کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب

مراج میں ہے اعتصام بمعنی بچہ کاڑھنا اور مضبوطی سے تھامنا۔ کتاب وسنت سے اعتصام کا معنی ہے کہ کتاب وسنت کے حق ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ اور جو کچھ اس میں آیا ہے اس پر عمل کرنا اور بدعت اہل بیت اور کلمہ مذہب سے دور رہنا۔ کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ سنت بمعنی سیرت اور وہ طریقہ جس پر دین میں لوگ چلتے ہیں۔ سنت سے وہ امور بھی مراد ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیے بغیر اس کے کہ وہ واجب یا ضروری ہوں۔ یہاں سنت سے اوامر و نواہی مراد ہیں جو کتاب کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بیان فرمائے۔ کتاب اللہ کے اوامر و نواہی مراد نہیں ہیں کہ ان کا کتاب کی صورت میں یہاں الگ ذکر موجود ہے۔

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

پہلی فصل

۱۲۲۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ فِيمَا نَاهَى عَنْهُ فَهُوَ ذِي عَقَبٍ (متفق علیہ)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من احدث فی احسانہذا) جس شخص نے نکال دیا
دین میں جو اس میں سے نہ ہو تو وہ باطل و مردود ہے۔

شرح۔ (عن عائشہ یعنی اللہ عنہا) قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من احدث فی احسانہذا) جس شخص نے نکال دیا
ہمارے اس دین میں جو روشن و ظاہر ہے۔ (و ما یسمنہ) ایسی چیز جو اس میں سے نہ ہو۔ یعنی ایسی نئی بات نکالی جو کتاب وسنت میں نہ تو مراد نہ ہو اور نہ ہی قواعد و استنباط سے اخذ کی گئی ہو۔ اور نہ ہی کتاب نے اس کی صحت کی تصدیق کی ہو۔ ہمارے اس معنی کے مطابق فی امرنا بنام اجماع اور قیاس بھی داخل ہو گیا۔ غرض یہ کہ ایسی چیز مراد ہے جو کتاب وسنت کے خلاف اور سے تبدیل کرنے والی ہو۔ (فہو ذی عاقبہ) تو وہ چیز یا ایسی بات نکالنے والا شخص باطل و مردود ہے۔

۱۲۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَعْدَ قَوْلٍ خَيْرًا مِنْهُ يُشَدُّ حَبْلُ اللَّهِ وَخَيْرًا مِنْهُ يَهْدِي عَمِّي وَشَرُّ الْأُمُورِ مَعْدَنُهَا وَكُلُّ يَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔
اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بعد صلوة بیشک بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔ اور بدترین امور وہ ہے جس کا تعلق اللہ سے ہے۔ اور ہر دعوت ضلالت ہے۔)

(دعا کا مسعر)

اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

شرح :- (رسول جاہر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی خطبہ میں محدود صلوٰۃ کے بعد فرمایا جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی (واما بعدہما غیر الحدیث کتاب اللہ) بہترین کلام اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔ (وغیر الہدیٰ حدیث معجمہ) اور تمام طریقوں اور سیرتوں میں سے بہترین سیرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی سیرت طیبہ ہے۔ (وشالامور معدۃ ثلثہم) اور تمام چیزوں میں بدترین چیز وہ ہے جو دین میں نئی نکالی گئی ہو جیسے بدعت کہتے ہیں۔ (وکل ما دعة ضلالۃ) اور ہر بدعت گمراہی کا سبب ہے۔

مطہم ہونا چاہیئے کہ جو کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکلا اور ظاہر ہوا بدعت کہلاتا ہے۔ پھر اس میں سے جو کچھ اصول کے موافق اور قواعد سنت کے مطابق ہو۔ اور کتاب وصفت پر قیاس کیا گیا ہو "بدعت حسنہ" کہلاتا ہے۔ اور جو ان اصول و قواعد کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں۔ اور کل بدعت ضلالت کا کلیہ اس دوسری قسم کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو بدعات حسنہ ہیں ان میں سے بعض کا اختیار کرنا واجب و ضروری ہے۔ جیسے علم صرف و نحو یا کیفہا سکھانا تاکہ اسی کے ذریعے آیات و احادیث کے معانی کی صحیح پہچان ہوتی ہے۔ اسی طرح کتاب وصفت کے خراب اور مشکل مقامات کا حفظ اور ذہن نشین کرنا اور دوسری بات سے چوری بات اور علم میں بدعت کی حفاظت متوقف ہے۔ اور کچھ بدعات حسنہ مستحسن و مستحب ہیں۔ جیسے سرائیں اور دینی مدارس تعمیر کرنا بعض بدعات مکروہ ہیں جیسے بعض علماء کے نزدیک مسجدیں اور قرآن مجید کی جلدوں اور قلاوڑوں وغیرہ کی نمائش و آرائش اور ان کا تقاضا کچھ بعض بدعات مباح ہیں جیسے کھانے پینے کی لذتیں چیزوں کی فراوانی اور لباس فاخرہ زیبین کرنا بشرطیکہ یہ چیزیں حلال و جائز ذرائع سے حاصل ہوئی ہوں۔ ٹیکسٹائل ایک دوسرے پر فخر کا باعث نہ بن رہی ہوں۔ اسی طرح بعض اور چیزیں بھی مباح ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ تھیں بدعت کہلائی گی۔ تاہم وہ بدعت ضلالت نہیں ہیں بلکہ بدعت حسنہ ہوگی۔ بدعت بھی منہج و حقیقت سنت میں داخل ہیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت و طریقہ مکر مضبوطی سے پکڑے رہو رضی اللہ عنہم۔

۱۳۴۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْغِضُ النَّاسَ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثًا: مُلْجِدٌ فِي النُّعْمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْخُسْفَانِ، مُنَّةٌ أَيْ وَهْلَةٌ، وَمُطْلَبٌ دِمَامًا، وَبَغِيضٌ حَقْدٌ يَهْرِيَتْ دَمَةً. (رواہ البزار)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں ایک جو نعم میں اللہ کو بھیلانے والا دوسرا اسلام میں جاہلیت کا طریقہ چاہنے والا تیسرا وہ شخص جو کسی کے خون ناحق کا طالب ہو تاکہ اس کا خون ہمارے۔

شرح :- (روعن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابغض الناس الى الله ثلاثه) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل اسلام کے گروہ میں سے تین آدمی اللہ کے دشمن ہیں۔ (ملحد في النعم) پہلا وہ آدمی جو حرم کی زمین میں اللہ کو بھیلانے والا ہو۔ نعمت میں اللہ کو کامیابی کی جانب مڑنے اور پھرنے کا آنا ہے۔ اسی معنی کے مطابق قرآن کے اس گروہ کو لکھتے ہیں جو ایک جانب بنایا جاتا ہے اور شرع میں حق سے باطل کی جانب مڑنے اور پھرنے کو اللہ کو بھیلانے والا ہو۔ حرم میں اللہ ہے کہ ان کا ارتکاب کیا جائے جو ممنوع اور حرام میں۔ جیسے کسی کو قتل کرنا کسی سے لڑائی کرنا۔ حدود حرم میں شکار کرنا۔ یا مطلقاً بول کا ارتکاب کرنا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے کہ جس طرح اس زمین میں نیکی کا ثواب کئی گنا ہے مصیبت و گناہ کا ترک ہونا بھی سخت ترین جرم ہے۔ کہ مقام قرب میں بے ادبی سخت شنیع اور سخت تبیع ہے۔ اسی بنا پر آپ نے کہ معظمہ میں رہائش کو مکروہ و ناپسندیدہ جانتے جو کہ اس مکان شریف کی حرمت و عظمت کی نگہداشت ایک مشکل امر ہے، طائفہ میں جا کر سکونت اختیار کر لی۔

(و مستبغ في الاسلام سنة الجاهلية) دوسرا وہ شخص جو اسلام میں جاہلیت کا طریقہ چاہنے والا ہو اور شمار جاہلیت کو چاہنے والا ہو۔ جیسے نوحہ کرنا، منہ زخم مار دہ کچھڑے پھاڑنا۔ اور پرندوں سے بد فحالی لینا وغیرہ۔ (و مطلب دم امراء بنی حرق) تیسرا وہ شخص جو کسی کے خون ناحق کا طالب ہو۔ (و بغیض دمہ) اس کی مراد یہ غرض جو کہ اس کا خون ہمارے۔ اور کہ فی عرض مقصدہ ہو۔ اگرچہ قتل مطلقاً مذموم و ممنوع ہے۔ لیکن بغیر کسی وجہ کے کسی کے خون کے درپے ہونا نہایت مذموم اور سخت تبیع فعل ہے۔ گویا اس کا مقصد صرف اس مصیبت جرم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا چاہیے کہ جب کسی کے قتل کا صرف ارادہ رکھنا اس قدر مصیبت اور سخت مذموم امر ہے تو جو شخص قتل کا ارتکاب کرے اس کا حال اللہ کے ہاں کس قدر برا اور مذموم ہو گا۔

لَهُ يَفْقَهُهَا قَالُ بَعْضُهُمْ أُمَّةٌ وَنَاثِرٌ
قَالَ بَعْضُهُمْ أُمَّةٌ تَعِينُ نَاثِرَةً وَالْقَلْبُ
يَقْطَعُ فَقَالُوا الدَّارُ الْجَنَّةُ وَالْذَائِعِي
مُحَمَّدٌ فَتَمَنُّ أَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ
أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا
فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَ مُحَمَّدٌ قُرْبُ
بَيْنِ النَّاسِ

اس کی دعوت قبل تک وہ ذکر مکان میں داخل ہو گا اور اس
کھانے میں سے کچھ کھا سکے گا پھر فرشتوں نے ہمیں اس کھانے
کی حقیقت بیان کر دی تاکہ وہ اپنی علیہ السلام سے سمجھ جائیں۔ بعض
نے کہا وہ تو سو رہے ہیں اور بعض نے کہا صرف آنکھ سوتی ہے دل
بیدار ہے تو انہوں نے اس قصے اور شکل کی حقیقت بیان کرتے
ہوئے کہا وہ مکانِ جنت سے باہر جانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ تو جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش وارسی کی اس نے اللہ
تعالیٰ کی فرمائش وارسی کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی
کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں
کے درمیان فرق و امتیاز کرنے والے ہیں۔

دروا کا البغدادی

شرح :- (او من جا بس) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (وقال جاءت ملائكة
النبي صلى الله عليه وسلم) کہ فرشتوں کی ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی (وعرفوه) اور انہیں
آپ اس وقت سو رہے تھے۔ (فانتلوا) فرشتوں نے آپ میں کہا ان لوگوں کو (فما سمعوا) شیک تمہارے
دوست یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم ذات کا عجیب قصہ اور عجیب حال ہے فرشتوں کا حضور علیہ السلام کو اپنا
صاحب کہنا اس بنا پر تھا کہ اس وقت ملائکہ آپ کے پاس تھے۔ (فانضوا له) تو اس کے اس عجیب قصے کو ایک
مثال کی صورت میں بیان کر دیا کہ وہ اسے جان لے اور امت کو اس سے آگاہ کرے۔ (وقال بعضهم) بعض
ذاتہ کچھ فرشتوں نے کہا وہ اس وقت سو رہے ہیں بیان کرنے سے انہیں کیا فائدہ ہو گا یعنی کچھ فائدہ نہ ہو گا۔
اس پر (وقال بعضهم) بعضہم ان العین نائمة والقلب يقطع (بعض نے کہا آنکھ سوتی ہے دل جاگتا ہے۔
آپ کا یہ حال یہ وقت دیتا تھا۔ کہ نیند میں آپ کی آنکھیں بند ہوتی تھیں اور جو کچھ آنکھ سے دکھائی دیتا ہے وہ آپ نہ
دیکھتے تھے۔ مگر آپ کا قلب شریف بیدار رہتا تھا۔ اور جو کچھ آپ کے متعلق ہوتا تھا اسے آپ سنتے تھے جیسا کہ کدیر کی
حدیث میں آچکا ہے۔ تنام حينئذ ولا ينام قلبي میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ (وقالوا) تو انہوں نے
آپ کا عجیب قصہ اور عجیب حال بیان کرتے ہوئے کہا۔ (ومثله كمثل رجل سجد دامت) (جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
واقف اور حال اس شخص کے حال و قصہ کے مشابہ ہے جس نے ایک مکان تعمیر کیا۔ (وجعل فيه كاهن) اور اس میں کھن

آراستہ کیا مَآذِبُۃً بہمزہ وضم دال مملوہ جو لوگوں کو
 فتح دال سے بھی پڑھا گیا ہے۔ ایک حدیث میں القراءات مَادِبَتَاۃً اُن اشد کا کھانا ہے۔ روایت دُعیہ
 اور اس شخص نے ایک بلانے والا بھیجا جو لوگوں کو اس کھانے کی طرف بلا کر لائے۔ (ضعف اجاب الداعی دخل
 الداعی واکل من المادیتہ) تو جس میں نے اس کی دعوت قبول کی وہ اس مکان میں داخل ہوا اور اس کھانے میں
 سے بھی کھایا۔ (ومن لم یجیب الداعی لم یدخل الدار ولہما کل من المادیتہ) اور جس نے اس دعوت کو
 مسترد کر دیا وہ اس مکان میں داخل نہ ہوا اور نہ اس کھانے میں سے نصیب ہوا۔ (فتاویٰ اولوہا لہ ینفخہا)
 پھر ملا کھانے کا اس قصہ اور شکل کی حقیقت اور قصہ بیان کر دیا تاکہ یہ سونے والا شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اس
 کی مراد سمجھ جائے۔ (قال بعضہم انتہ نائم۔۔۔) اس مرتبہ بھی بعض نے کہا کہ آپ تو سوتے ہوئے ہیں۔ (وقال
 بعضہم ان العین نائمة والقلب یفطن) اور بعض نے کہا کہ آنکھ نیند میں ہے اور قلب بیدار ہے۔ (فتاویٰ)
 تو انہوں نے اس کی تائید اور مطلب بیان کرتے ہوئے کہا (الداعی الخبیث) کو یہ کہ وہ مکان سے مراد جنت ہے۔ رو
 الداعی (محمد) لوگوں کو اس کھانے کی طرف بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جو کھانا تیار کیا گیا اور لوگوں
 کو اس کی دعوت دی گئی وہ جنت کی نعمتیں ہیں۔ ان کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر نہ فرمایا۔ اور جس مرد نے وہ
 مکان تعمیر کیا ہے ادبی کے خیال سے اس کا ذکر بھی نہ کیا کہ مرد کا اطلاق حق تعالیٰ و تقدس پر اگرچہ تشبیہ کے طور پر ہی ہو،
 مناسب نہیں۔ (ضعف احاطہ محمد)۔ یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوگوں
 کو بلاتے ہیں اس لیے یہ شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ (ضعف احاطہ اللہ) تو بیشک
 وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ (ومن حمی محمد فقد حمی اللہ) اور جو انسان حضرت محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کی نافرمانی کرے تلخ ہو بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ (ومحمد) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 (فرق بین الناس) کا فرومون اور نافرمان و فرمانبردار لوگوں کے درمیان فرق تمیز کرنے والے ہی کہ جس
 نے آپ کی تصدیق کی صاحب ایمان ہو گیا اور جس نے آپ کی تکذیب کی کافر ہو گیا۔ اور جس نے آپ کے فرمودات
 کے مطابق عمل کیا فرمانبردار کہلایا۔ اور جس نے اس کے مطابق عمل نہ کیا نافرمان بن گیا۔ فرق نفع فاسد کن را یعنی
 فارق فرق تمیز کر فساد۔ اور بعض محدثین نے یہ لفظ فَرَّقَ بہ تشدید را تفریق مصدر سے ماضی کا صیغہ بھی
 نقل کیا ہے۔

اور روایات میں مذکور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء و شریفہ میں سے ایک اسم مبارک فار قلیط ہے۔ یعنی

حق و باطل میں فرق کرنے والا علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوفا و باخار المصطفیٰ میں ذکر کیا کہ ابن قتیبہ نے روایت کیا کہ حضرت مسیح علیہا السلام نے اپنے حواریوں سے کہا میں جا رہا ہوں میرے بعد ایک فارقیط تشریف لارہا ہے جو حق کی روح ہوگی وہ اپنے پاس سے کچھ نہ کرے گا۔ بلکہ صرف وہی بات زبان سے نکالے گا جس کی آئے وہی ہوگی۔ وہ میرے صادق ہونے کی گواہی دے گا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے اس سے تمہیں آگاہ کرے گا۔ اور یوحنا کی حکایت میں جو حواریوں میں سے ایک تھا، آیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا فارقیط تم میں اس وقت تک تشریف نہ لائے گا جب تک میں تم میں سے نہ جاؤں۔ اور جب وہ تشریف لائے گا تو لوگوں کو گناہوں پر ڈانٹ ڈپٹ کرے گا۔ اور اپنے پاس سے کچھ نہ کرے گا۔ اور تمہیں متفانی سستی کے مطابق چلنے کا اندہ تمہیں ان واقعات و حوادث اور غیب کی باتوں سے آگاہ کرے گا جو تمہیں پیش آنے والی ہوں گی اور تمہارے راز تم پر منکشف کرے گا۔ اور تمہارے سامنے ہر چیز بیان کرے گا۔ اور وہ میری صداقت کی گواہی دے گا۔ جس طرح میں اس کی صداقت کی گواہی دے رہا ہوں۔ اور میں تمہارے سامنے مثالیں بیان کرتا ہوں۔ وہ اگر ان کی تاویل و تفسیر نہ کرے گا۔ روا البخاری۔

۱۳۴- وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ سَأَلْتُكَ رُحْبُ
رَأَى أَدْعَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَجَبُوا جَاءَ كَانَهُمْ
تَقَالُوهَا فَقَالُوا أَرَأَيْتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَفَرَ اللَّهُ نَوْمًا
قَبْلَهُمْ مِنْهُمْ وَبِمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ أَعْدَهُمْ
أَمَّا أَنَا تَأَسَّلِي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ
الْآخَرُونَ أَنَا أَصْوَمُ النَّفْعَ تَلْبِدًا وَلَا أَفِرُّ
وَقَالَ الْآخَرُونَ إِنَّا لَنَسْأَلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَبَا جَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْأَلُوا
فَقَالَ أَسْأَلُ الَّذِينَ قَدْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں آدمی
میں ایک مرتبہ علیہ السلام کی ازدواجی مطہرات کے پاس آپ کی
عبادت کے بارے میں پوچھنے آئے جب انہیں اس کے متعلق
بتایا گیا تو گویا انہوں نے اسے کم خیال کیا۔ پھر انہوں نے کہا
مفسر علیہ السلام کے سامنے ہم کیا چیزیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی
اگل پھل تمام فروگذاشتوں کو مان کر دیا ہوا ہے۔ پھر ان میں سے
ایک نے کہا میں ہمیشہ رات کو نماز ہی پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے
نے کہا میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا۔ کسی افطار نہ کروں
گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا۔ سب سے
نکاح کروں گا۔ پھر حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور
فرمایا تم وہ لوگ جو جنہوں نے یہ باتیں کہیں آگاہ رہو قسم بخدا
میں تم سب سے نرا وہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر

اَفَلَا تَخْشَآءُ مَا اَتَتْكُمْ رُوحُكُمْ وَ لِكَيْفِيْ مَصْرُوعًا
وَ اَخْفِیْ مَا مَنَعْنِیْ وَ اَمْرًا قَدْ وَاْتَوْا بِهٖ الْقِسَآءَ
فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلِیْسَ مِنِّیْ

(مشفق علیہ)

پہرہ گزار میں مگر جن روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا
اور میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور عورتوں
سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ تو پھر شخص میری سنت سے اعراض
کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

شرح :- (و عن انس قال جاءه ثلاثه رسل في روج بلنبي ص) اللہ علیہ وسلم
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں تین شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع مطہرات کے پاس
آئے۔ (یسألون عن جادة النبي صلى الله عليه وسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں دریافت کرنے
کے لیے کہ اس کی مقدار کیا تھی۔ (فلما اخبروا بها) جب انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق بتایا
گیا اور انداز مطہرات علیہ السلام نے اس کی مقدار بیان کی کہ یہ تھی (كما فهدوا لولاها) تو ان تین اشخاص نے حضور
کی عبادت کو گویا کم خیال کیا۔ ان کا گمان یہ تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کا مرتبہ بزرگ تمام
بلند تر ہے تو آپ کی عبادت و طاعت بھی بہت زیادہ ہوگی تاہم انہوں نے ادب کا راستہ اختیار کرتے ہوئے آپ کی طرف
کسی قسم کی کوتاہی کی نسبت نہ کی۔ (فقالوا) بلکہ یوں کہلا دینے سے من اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری حضور صلی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت اگر آپ کی مقدار عبادت کم ہے تو آپ کے لیے اس کی گنجائش ہے۔ (وقد غفرو
الله له ما تقدم من ذنبه وما اتى) کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور کی اگلی پچھلی تمام فرد و گزشتہ معاف کر دی ہوئی
ہیں۔ لہذا آپ اگر کم عبادت بھی کریں تو آپ کے لیے اس کی گنجائش ہے۔ اس کے برعکس ہم لوگ اس امر کے محتاج ہیں
کہ ہمارے گناہوں کی مغفرت ہو لیکن ان بزرگ صحابہ نے یہ نہ جانا اور اس نپلو پر اچھی طرح خبر نہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عبادت ہے بڑھ کر ہے۔ (کیونکہ حضور کو کمالی معرفت اور عبادت میں
پوری طرح حضور قلب اور درجہ اسماں حاصل ہوتا ہے۔ نیز حضور کے کم عبادت بجا لانے میں امت کے حق میں وغیرہ
رحمت اور اس پر کمال شفقت ہے۔ اور اس میں نفس اور اہل دنیا کے حقوق کی رعایت اور تعلیم موجود ہے۔ پھر اس میں
مسکب اعتدال پر استقامت اور عمل پر مداومت پائی جاتی ہے کہ بسا اوقات ایسا نیز تسلے کہ کسی عمل کی کثرت اور اذرا
اس عمل میں فتور یا نہ سستی کا باعث بن جاتا ہے۔ اور وقت و طالع کا موجب بن جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بارے میں غفران و نوب کا ذکر ہر جہاں ہے۔ تو اس کی توجہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے بہترین قول یہ ہے
کہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید عزت افزائی کے لیے وارد ہوا ہے بغیر اس کے کہ آپ سے

کوئی گناہ سرزد ہو یا ہو۔ جیسے آقا اپنے غلام سے کہتا ہے میں نے تیرے تمام گناہ بخش دیے تو فارغ ابال اور خوش رہ۔ اور کسی قسم کا فکر نہ اندیشہ نہ کر اگرچہ اس غلام سے کوئی غلطی اور گناہ صادر نہ ہو یا ہو۔ اور مشہور توجیب یہ ہے کہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ مِثْنَاتُ الْمُقْرِبِينَ (ابرار کی نیکیاں مقربین کے حق میں گناہ کا درجہ رکھتی ہیں، یعنی درجہ ابرار میں جو اعمال نیکی کہلاتے ہیں۔ درجہ مقربین میں ان کے بلند درجہ کے باعث گناہ اور بُرائی متصور ہو رہے ہیں۔)

(فتاویٰ احمدیہ ص ۱۸۱) انا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں نے عہد کر لیا ہے کہ میرا پیروی رات عبادت میں گزارا کروں گا۔ (وقال الاخر انما اصوم انھا را ابدا) دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ (ولا افطر) اور کبھی افطار نہ کروں گا (وقال الاخر انما اعتزل النساء) تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ ٹھک رہوں گا۔ (فلا اتزوج ابدا) کبھی ان سے نکاح نہ کروں گا ساگر یہ شخص اب تک مجھ سے تھا اور کسی عورت سے نکاح نہ کیا تھا تو عبارت کا مطلب ظاہر ہے۔ اور اگر اس کی عورت موجود تھی تو اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ میں اسے طلاق دے دوں گا۔ (رجعاً والنبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال بنی صلی اللہ علیہ وسلم ان تشریفات کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ار استعرا الذین قد ساء کذا وکذا تم دو مجھ سے نہیں لے سکتے یہ باتیں کی ہیں۔ (واما والله افلا خشاۃ لہ) اگلا درجہ بیشک میں تم سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ (وانفکھو لہ) اور تم سب سے بڑھ کر اس کے لیے تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں۔ (ولکنی اصوم وافطر) لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ یعنی کبھی روزے رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا۔ (واصلی ورفقاہ) اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ (واذا تزوج النساء) اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں اور ان سے جماعت بھی کرتا ہوں۔ (رضن من غلب عن مستحق ذلیس حتی اکر نحو شخص میری سنت اور میرے طریقے سے اعراض کرنا ہے وہ میرے پیروں کا میں سے نہیں ہے۔)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا جس میں نوا کر دی تو کچھ لوگوں نے اس غصت سے زخمی سے کہہ کر کٹی اختیار کر لی۔ ان لوگوں کی یہ بات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے غصہ دیا اللہ کی حمد شان چھڑا دیا ان لوگوں کا یہ حال ہے جو اس کام سے کہہ کر کٹی کرتے ہیں جو میں نے کی اور میں نے اس کام کو

۱۲۸۔ وَرَحِمْتُ عَائِشَةَ مَا تَأَلَّاتِ صَنْعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا وَرَحِمْتُ فِيهِ خَشْمَهُ عَنْ قَوْمٍ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ مَعُودًا لَلَّهِ ثُمَّ قَالَ مَا يَأْتِ اَقْوَامٌ يَتَزَوُّونَ عَمَّ الشَّيْءِ اَمْنَعُ

فَوَاشِرَاتٍ لَا عَلَيْهِمْ بَأْسٌ وَلَا شَرٌّ لَهُمْ
لَهُمْ خَشْيَةٌ - متفق علیہ -
ذیالحدادی قسم میں ان سب سے اللہ کو زیادہ جانتا ہوں۔
مجھے ان سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا خوف و ڈر ہے۔

شرح :- (۱) وعن عائشة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشدنا (فخوفاً) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا پھر اس میں رخصت اور نرمی اور آسانی کر دی، یعنی رخصت پر عمل کیا یا امت کو رخصت پر عمل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ لغت میں رخصت کا معنی ہے کسی کام میں آسانی اور فراخی پیدا کرنا اور ترخص کا معنی ہے رخصت دینا اور آسانی کرنا۔ فقہاء عنہ (۲) تو کچھ لوگوں نے اس سے دوسری اختیار کی۔ یعنی رخصت پر عمل کرنے کو پسند نہ کیا۔ و قبلہم ذالک رسول الله صلى الله عليه وسلم جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ گئی۔ (۳) فخطب وحمد الله ثم قال (تو آپ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا) ما بال أقوام يتنزهون عن الشيء احبهم ان لوگوں کو کیا حال ہے جو اس کام کو پسند نہیں کرتے جسے میں کرتا ہوں اور میں اس کا حکم دیتا ہوں۔ (۴) فوالله اف لا علمهم بالله قسم بخدا میں ان سب سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ جانتا ہوں۔ (۵) والاشد هم لمحشية اور ان سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔ یعنی کمال تقویٰ اور خوف و ڈر کے باوجود رخصت پر عمل کرتا ہوں یہ لوگ کیا اور کون ہیں جو اس پر عمل کرنے کو ناپسند جانتے ہیں۔

رخصت پر عمل کرنا درحقیقت بہت سی حکمتوں پر مشتمل ہوتا ہے جیسے نفس کی آسانی اپنے عاجز و بے لیس ہونے کا اظہار اور تخفیف کے مشاہدے اور خدا تعالیٰ کے رخصت دینے کو نگاہ میں رکھتے ہوئے رخصت پر جو عمل ہوتا ہے وہ عزیمت کے حکم میں ہی ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے خدا تعالیٰ رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح عزیمتوں پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے۔

۱۳۹ - وَكَفَّ مَا بَيْنَ بَنِي خَنْبَرٍ قَالَ قَدِيمُ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةُ وَ
هُمْ يُؤْمِنُونَ النَّحْلُ فَقَالَ مَا تَصْنَعُونَ
قَالُوا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ تَعْلَمُكُمْ لَوْ كُنْ
تَفْعَلُوا كَانَتْ خَيْرًا فَتَوَكُّوهُ فَتَقَعَتْ قَالَ
فَذَكُّوا ذَالِئِكَ فَقَالَ إِنَّهُ بَشَرٌ
اور حضرت داؤد بن خنجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اہل مدینہ کھجوروں کو بیرونہ کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا تم لوگ یہ کیا کرتے ہو سناہوں نے کہا ہم لوگ یہ کام صرف اس لیے کرتے ہیں کہ آپ سے فرمایا اگر تم یہ کام نہ کرتے تو شاید بیرونہ ہوتا تو لوگوں نے بیرونہ کرنا چھوڑ دیا (اتفاق ایسا ہوا کہ) اس سال کھجوروں نے پھل کر دیا۔

تو اسے لے لو۔ اور اس پر کار بند ہو جاؤ۔ (واد ۱۱) ہوشیار ہو کر رہو۔ (تو اسے لے لو)۔ اور جب میں تمہیں اپنی رائے ادا
اجتاد سے کوئی کام کہوں (فانما انا بشر) تو سوائے اس کے نہیں میں تو ایک بشر ہوں۔ شاید خطا کر جاؤں۔
احمد کی روایت میں صریحاً ایسا آیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ وحی کے بغیر ہی بعض اپنے اجتاد سے گوئی کو اس بنا پر اس
عمل سے منع فرمایا کہ یہ امور جاہلیتِ اداس کی عادات میں سے ایک عمل ہے اور گمراہی میں جانے کے بغیر یہ محسوس کرتے
ہوئے کہ اس عمل کی پھل زیادہ یا کم ہونے میں تاخیر کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ یا یہ امر مذہبِ مبارک میں لانے بغیر کہ یہ عمل
عادتِ الہی کے مطابق پھل زیادہ ہونے میں تاخیر کرتا ہے، آپ نے انہیں منع فرمایا مگر جزم و یقین سے ممانعت نہ فرمائی۔
بلکہ یوں فرمایا کہ اگر چہ تندرہ کرو تو بہتر ہو۔

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کے دنیوی امور کی طرف کوئی ترجیح
نہ تھی۔ اور نہ اس سے کوئی غرض متعلق تھی کہ اس عمل کے کرنے اور نہ کرنے سے دنیوی اور اخروی سعادت و البستہ نہ
تھی۔ آپ تو دینی امور کے بیان کا اہتمام فرماتے تشریف لائے تھے۔ تو جب آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ
کے مطابق یہ عمل تاخیر رکھتا ہے۔ مگر اس بارے میں ممانعت بھی وارد نہیں ہے تو آپ نے سکوت فرمایا اور چشم پوشی
اختیار کی یہی معنی ہے اس جملے کا جو اس واقعہ سے متعلق روایات میں آیا ہے۔ (راستہ عادلہ) یا دنیائے کفر لوگ اپنے
دنیا کے امور میں مشغول رہتے ہیں۔ یعنی مجھے اس عمل سے کوئی سروکار نہیں۔ اور اس طرف میری کوئی توجہ اور التفات نہیں۔
(اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریعت پر نذر کرنے والے انصار مدینہ سے معاذ اللہ کم تھا۔) کیونکہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کو دنیوی و اخروی ہر کام کا زیادہ علم رکھتے تھے۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی وسعتِ علم کے پیش نظر اس واقعہ سے متعلق حاملِ تادی رحمت اللہ علیہ شرح شفاء امام تاجی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
جدہاں منہ میں فرماتے ہیں۔

ومن معجزاته الباهرة اولياتها الظاهرة
دعا جعفر بن محمد له من العارفات، اى الجزئية
والكلية والممدركات الظنية
واليقينية والانس والابناء والافان
الظاهرة وخصوصا على جميع معارف الدنيا
آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
آپ کے لیے سعادت جزئیہ اور عموم کلیہ اور مدركات ظنیہ اور یقینیہ اور
امر اور باطنی و افنی و ظاہر و باطنی کر دے اور آپ کو دنیاوی کی تمام معضلوں
پر اطلاع دے کر خاص فرمایا اس پر یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ
حضرت نے حاضر فرمایا کہ انصار مدینہ نقل کر رہے تھے یعنی ترکہ کی کل
(باقی ملاحظہ فرمائیے)

۱۴۰۔ وَكَفَّ أَبُصْرَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا مِثْلُ وَكَفَّ مَا

والدین ای ملیکم بہ اصلاح الامور الدنیویۃ والآخریۃ واستشکل بآئدہ صلی اللہ علیہ وسلم

وجد الانصار یطعنون الغل فقال لوتوکتھو

فترکوکہ فلم یخرج شیئا وخرج شیعا فقال انعم اعلم

بأمر من نیاکھم واجیب بأمر کان فناما منہ یجاء وقال

الشیخ سیدی محمد السنوسی اراوان یعملھو

علی فرق العوائد فی التک ای باب التوکل واما

ہناکہ فلخرج متشلا فقال استعما عنہ ب نیاکھم

ولرمتشلاوتحملوا فی سنة اوستیت لکنوا

امرھذا المعنة۔

یہ حضرت ماعظی تباری رحمتہ اللہ علیہ شرح شفا کی جلد ثانی میں فرماتے ہیں۔

وبعدی انه علیہ السلام ہادی ذلک الفتن ولو ثبتوا

علی کلامہ لفا تروا فی الفتن ولا ر تفع عنہم کلفتہ

المالکۃ فاسما وقمر التغبیر بحسب جہان طالعادۃ

الالتوی ان من تعودیا کل شیخ اوشربہ

یتفقذہ واذا لم یجد یتغیر من حالکہ خلوصیہ

علی نعمان سنة اوستین لرجع الخیل الی

حالہ لاقول وربما کان یؤید علی قدرہ المولود

فما القصة اشارت الی التوکل وعدہ المبالغة

فی الاسباب وغفل عند اسباب المعالکۃ

(باقی حاشیہ برصغریہ آئندہ)

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ

ادہ کی لڑی میں رکھتے تھے تاکہ وہ عالمہ ہوا اور بھل نہ رہے۔ اُسے حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا کرتے تو شاید پیتر

ہیڑنا گورں نے سمجھ رہا تو بھل نہ آئے۔ اہم اور خراب آئے آپ نے فرمایا

تم اپنے نرمی کا سون کر خوب جانتے ہو۔ اس اشکال کے جواب میں کہا گیا

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گمان فرمایا تھا ان کوئی بھی اس بارے

میں نہ بولتا تھا۔ حضرت شیخ محمد السنوسی نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نشان کو فریق و فکات عادت کام پر آمادہ کرنے اور باب توکل کی پہچان

کا ارادہ کیا تھا انہوں نے طاعت ذکر اور عبادت کی کہ حضور نے فرمایا تم اپنے

دنیا کے کام خود ہی جاننا۔ اگر یہ لوگ سال دو سال آپ کی بات مان لیتے اور

تفہیم ذکر کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے تو انہیں

تفہیم کی محنت نہ اٹھانی پڑتی۔

اور میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس گمان میں درست اور

صحیح تھے اور اگر یہ لوگ آپ کے ارشاد پر ثابت قدم رہتے تو اس فن میں

ترقیت لے جاتے اور اس سے اس علم کی شگفتہ رفع ہر جاتی۔ اور بھل

میں کی کاتیر عادت جاریہ کے مطابق ہوا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص ایک

چیز کھائے یا پیئے گا عادی ہوتا ہے وہ اسی کی تلاش کرتا ہے۔ اور

جب اسے وہ چیز میسر نہیں آتی تو اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ ساگر

لوگ میرے کام لیتے اور ایک دو سال نقصان برداشت کرتے تو فحور

کا بھل پانی پیل حالت کی طوفان ٹوٹ آتا۔ بلکہ بس ممکن ہے پہلے سے مقدار

میں بڑھ جاتا۔ اس واقعہ میں توکل اختیار کرنے اور اسباب اختیار

اس آدمی کے حال اور قصص کی طرح سچے جو قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ یا قوم! فرمایت البیض یعنی بڑے بڑے قوم میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے لو کہ اس لشکر کو کھانا ہے (و انا انذیر العویان لا اور شک میں تمہیں برہنہ ڈرانے والا ہوں۔ اس کے کام میں یہ ہے کہ عربوں کی عادت تھی کہ جب وہ لوٹ مار کے لیے کسی لشکر کو آتا دیکھتے تو برہنہ ہو جاتے۔ اور کپڑا ہاتھ میں پکڑ کر اسے بلند کرتے اور اپنے سر کے گرد گھماتے۔ اور اپنی قوم کے پاس آتے اور انہیں اس کی اطلاع دیتے کہ لوٹ مار کے لیے ایک لشکر آ رہا ہے۔ اور وہ شخص جسے دشمن کی اطلاع کے لیے کسی جگہ مقرر کرتے جب وہ دشمن کو دیکھتا اپنے کپڑے بدن سے اتار لیتا اور اسے بلند کرتا اس طرح اسے برہنہ ہونا پڑتا۔ اس کے بعد یہ لفظ نگہبان کام کے لیے جو خوف و ڈر سے برہنہ ہوا اور اس میں شک و شبہ نہ ہو کہ اسے یہ بطور دشمن و ملامت استعمال ہونے لگا۔ یہ دونوں معنی ان حضرت علیؑ علیہ السلام کے ڈرانے اور انداز میں علیؑ و جبرائیلؑ والتمام ظاہر و باطن پر پائے جاتے ہیں، کیونکہ آپؑ نے جملہ امر کے متعلق میں تدبیریں دی ہیں اس میں سچے میں نیز غلاب سے متعلق آپؑ نے جو خبریں دی ہیں وہ بھی کمالِ خوف و ڈر پر مشتمل ہیں۔

(فانما جاء النصارى لفظاً فانه تعبرون عن طريق آلاء ہے۔ اس کے معنی ہیں جلدی کرو جلدی کرو اور بھاگو تاکہ قتل و غارت سے نجات پاؤ۔) فاجاء لاجواء (تو وہ رات کے وقت ہی چل پڑے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔) اذ كجوا (کی نفع ہمزہ و سکون وال اور کسر ہمزہ و تشدید وال دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ پہلا اعراب کے مطابق اس کا معنی ہو گا رات کے پہلے سے لے کر آخری صبح تک چلتے رہنا۔ دوسرے اعراب کے مطابق اس کا معنی رات کے آخری صبح میں سفر کرنے کا آتا ہے۔ پہلی روایت میں زیادہ بلا غصہ اور زیادہ تالیف پائی جاتی ہے۔) فانما نطقوا علی مصلحتہا (تو وہ آہستگی، نرمی اور آرام سے چل پڑے۔ مصلحتہا فتح میم و حا اور سکون حادوں کی طرح آیا ہے۔ علامہ طبری نے نووی سے کہ کتاب مسلم میں علی مصلحتہ بضم میم و سکون حاد اور لام کے بعد تا کی شکل میں بھی روایت کیا ہے۔) فاجواء (تو وہ نجات پا گئے اور سلامتی اور حفاظت سے چلے گئے۔) و کذبت لما نذرت منہا (اور اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے مروی اس خبر کی تکذیب کی۔ اور اس کی خبر کا کوئی اعتبار نہ کیا۔) (فاجواء مصلحتہا) تو وہ صبح تک اپنی جگہ ہی ٹھہرے رہے۔ اور بھاگ کر کسی محفوظ جگہ نہ گئے۔) (فانما جاء البیض) تو لوٹ مار کرنے والا لشکر صبح ہوتے ہی ان کے سروں پر آ پہنچا۔) (فاجاء کھو و اجتناب) اور اس لشکر نے انہیں ہلاک کر دیا اور انہیں لوٹ لیا اور بزمِ دین سے انہیں اکھیر کر رکھ دیا۔) (فانما نطقوا علی مصلحتہا) یعنی، بالکل ہی قصداً اور حال اس شخص کا ہے جس نے میری فراخ رواری کی اور میری خبر کو سچا جانے۔) (فانما جاء) (تو وہ بزمِ دین و شریعت میں سے کر آیا ہوں) اس کی پیروی اختیار کرنا مصلحتہا علی مصلحتہا و کذب

ما جئت بہ من الحق (اور اس شخص کا حال اور قصہ ہے جس نے میری نافرمانی کی اور حرج میں لے کر آگاہوں اس کی تکذیب کی اور محوٹ جانا۔

١٣١- وَعَنْ أَبِي مُرَّةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِي كَمَثَلِ دَجَلٍ اسْتَوْدَعَ
نَارَهُ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ
الْأَعْمَى وَمَنْزِلُهُ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي
النَّارِ يَتَقَنَّ بِهَا وَجَعَلَ يَحْجِزُهُنَّ وَ
يَقْلِبُهُنَّ لِيَتَفَحَّصَنَ فِيهَا فَأَنَا أَخَذُ حِجْرَهُ
عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقَعُونَ فِيهَا هَذِهِ
نَدَايَةُ الْبُحَّارِ وَلِمَسْلُومِيهَا
وَقَالَ فِي أُخْرَاهَا قَالَ فَذَرِكُ
مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ أَنَا أَخِذُ حِجْرَهُ
عَنِ النَّارِ فَلَمْ يَنْجُ السَّائِرُونَ مِنْهَا
فَتَغْلِبُونُ وَتَقَعُونَ فِيهَا

(مستحق علیہ)

شرح :- (و من اقب هدیة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل محفل رجل استوفى ناما) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حال اس شخص کے حال کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی (فدا) ابتداءت ماحول (عام) جب آگ کی روشنی اور گرمی پھیل گئی یا آگ نے اپنے ارد گرد کو روشن کر دیا۔ یا وہ جگہیں روشن ہو گئیں جو آگ کے آس پاس ہیں بخار کی روایت میں جو اہلکے بجائے حلال کا لفظ ہے۔ اس صودت میں حمیرہ ذکر مرد کی طرف لڑنے لگی۔ رجعل الغرائز وهذه الذوات التي تقعف الناسم تو پر قانون اور ان قانونوں (کے مٹوں و کمزریوں) نے بھی عادت آگ میں گرنا ہے۔ (ریتمعن

طَافَتْهُ عَلَيْهِ قَلْبَتُ الْمَلِكِ إِنَّا بَيَّتُ
الْكَلاَءَ وَالْعَشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَتْ مِنْهَا
أَجَاوِبُ أَسْكَرِ الْمَاءِ فَتَقَرَّ اللَّهُ بِهَا
النَّاسُ فَشَرُّهُمَا وَسَقَا وَدَمَّهَا وَأَصَابَ
مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرَى - إِنَّمَا هِيَ جَعْلَانُ لَا
تُشْرِكُ مَا كُنَّا لَا تُشْرِكُ كَلَّا وَمَذْلُوكٌ
مَنْ فَتَرَفِي وَبَيْنَ اللَّهِ وَتَقَرَّ مَا
بَعَثُوا اللَّهَ بِهِمْ فَعَلِمُوا وَعَلِمُوا وَمَعْدُ مَنْ
لَمْ يَرَفَعْ يَذْلُوكَ رَأْسًا وَلَمْ يَبْلُغْ لَمَّا اللَّهُ
الَّذِي أُرْسِلَتْ بِهِ رَفَعَتْ عَلَيْهِ

امیر بادش کمان جذب کر لیا اور خوب گھاس اگائی۔ اس زمین میں
سے کچھ حصہ خشک تھا کہ اس تھا پتھر پر پانی میں کر لیا۔ تراش نہ
اس زمین سے لوگوں کو فائدہ پہنچا یا کہ انہوں نے اس سے مان لیا۔
کھیتوں کو سرب کیا اور زراعت کی۔ اور وہ بادش ایک ایسی زمین
پر بھی برسی جو ہموار و فراخ تھی درگستان محرابی جو زر پانی کو رکھتی
تھی اور نہ ہی گھاس اگائی تھی اس طرح وہ شخص ہے جو لاشہ کے پانی کا
تقسیم بنا اور لاشہ نے اس سے نفع جو اس نے مجھ سے کر لیا ہے اس
نے خود علم حاصل کیا پھر وہ مردوں کو سکھایا اور اس شخص کا حال ہے جس
نے اس کی طرف سراٹھا کر میں نہ دیکھا اور اس جہالت کو قبول کیا جو
میں نے کر لیا ہوں۔

شرح :- (اب موصی) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَعَثَ اللَّهُ
بَيْنَ الْعِلَادِ وَالْعِلْمِ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم دے کر مجھے مبعوث فرمایا اس کی مثال سو کھٹل الغیت (کٹھنیں) سو سلاو حار بادش کا
ہے۔ (اصحاب اس صاف) جو زمین پر برسی۔ (وكانت منها طائفة طيبة) اس زمین میں سے ایک قطعہ بڑا عمدہ پاک و طیب
اور زرخیز تھا جو خوب فصل اگاتا ہے۔ طیب غیت کی ضد ہے یعنی بخر۔ طائفة طيبة روایت میں مرفوع ہے۔ (وكانت
کا اہم جوہرے کی بنا پر)۔ (قبلة الماء) اس قطعہ زمین نے پانی کو قبول کیا اور اپنے اندر جذب کر لیا سو فائیت
الکلاء والعشب الكثير) تو اس نے بہت گھاس اور چارہ اگایا کلاء ہنزہ مقصورہ کے ساتھ ہر طرف طائر تریا
شک گھاس۔ بعض کلاؤں شک گھاس سے مخصوص کرتے ہیں اور عشب بھرمین اور سکون شین تر گھاس سے خاص کرتے ہیں
(وكانت منها) اجادبہا اور اس زمین میں سے کچھ قطعے سخت تھے جو پانی کو محفوظ کر سکتے ہیں جذب نہیں کر سکتے۔ اور نہ
کچھ اگاتے ہیں اجادبہا اور دال مملہ کے ساتھ جمع یذب روایت کے متبادرے بھی ہیں صحیح ہے اور اصول کے بخون
میں بھی پایا ہی ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم نے صحیحین میں بلا کسی خوف کے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ اور قاضی میں
یہ لفظ مادہ جیم اور دال مملہ میں ذکر کیا۔ بعض محدثین نے یہ لفظ اجازب بدل مجملہ اور اجازب مملہ اور زرا کے

ساتھ اہل جہاد کے باوجود کی جگہ دال سے روایت کیلئے ہے اور بعض نے اخراجات بکسر ہمزہ و خاؤ مجھے مخفضا اور ذال مجھے مخففا
آخر میں تائید جمع مؤنث کی صورت میں روایت کیا اور ان الفاظ کے معانی شرح عربی میں وضاحت سے بیان ہو چکے
ہیں تاہم صحیح روایت پہل ہے سوائے ائمہ۔

(المسک: ۱۲۸) اس سخت زمین نے اپنے اوپر پانی روک لیا (و خیر و کر لیا)۔ (فنفخ الله بها الناس) تو خدا
تعالیٰ نے اس زمین سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا اس پانی کے ذریعہ جو اس منفیہ کو لیا تھا۔ بعض نسخوں میں نفخ الله
بہا کے بجائے بہا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ نے اس پانی سے جو زمین پر نہ خیرے کی شکل میں موجود تھا، لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔
(فشیء بها) لوگوں نے اس سے پیا۔ (وسقوا) دوسروں کو پلایا۔ (ودسعوها) اور اس پانی کے ساتھ کھیتی
بازی کی۔ بعض روایات میں زرعوا کے بجائے۔ زرعوا علی سے آیا ہے۔ یعنی مویشی چرانا۔ (واصاب منها طائفة
اخری) اور وہ بارش زمین کے ایک دوسرے قطعے پر بھی (انما) قیحا (انما) زمین کا یہ قطعہ۔ بخر تھا۔ قیحا بکسر
دسکون یا جمع قاع یعنی ہوا اور فراخ قطعہ زمین بعض نے اس کا معنی زمینی کا کیا جن میں نہ تو فصل لگے اور نہ
جہاں کا ذخیرہ محفوظ کرے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا لا تسک ما ولا تنبت کلام جوڑ تو پانی
لوگ کر کے اللہ نکاس اگائے۔ (فذلک من فقرہ من الله) بلکہ یہ مذکورہ مجموعہ اس شخص کے حال کا بیان
ہے جو تقیہ، عالم، امان اور دین غلامی میں زیرک اور باریک بین ہو جو دفعہ ما بعث الله بہ (اللہ اللہ
تعالیٰ نے اسے اس چیز سے نفع عطا کیا جو چیز اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے۔ (فصلو علیا) تو اس نے خود علم
حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا سنت میں فقہ کا معنی فہم اور سمجھ ہے۔ اس کی ماضی فقہ بکسرات آتی ہے معرفت
شرع میں فقہ طہرین کے معنی میں آتا ہے۔ اس کی ماضی فقہ بضم قاف بھی آتی ہے۔ اس حدیث میں یہ لفظ دونوں
طرح مروی ہے۔ مگر بضم قاف اکثر اور زیادہ مشہور ہے۔ (ومثل من لم یفہد الله دینا) اور یہ اس شخص کا
حال ہے جس نے سراسر غلطی کر دیکھا اس چیز کی طرف جسے اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے۔ یہ تکبر اور عدم توجہ اور
عدم التفات سے کنیہ ہے۔ (ولم یقل حدی الله الذی اسسدت بہ) بلکہ خدا تعالیٰ کی اس ہدایت
کو قبول نہ کیا جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہوں۔

حکوم ہونا چاہیے کہ یہاں بندوں کی دو قسمیں ہوں گی۔ ایک وہ جس سے دین میں فائدہ پہنچے۔ دوسری وہ جو نہ
خود فائدہ حاصل کرے نہ دوسروں کو نفع پہنچائے زمین کی بھی قسمیں بیان کریں۔ ایک وہ جو پانی سے نفع یاب ہوتی
ہے۔ دوسری وہ جو پانی سے کچھ فائدہ حاصل نہ کرے۔ پھر فائدہ مند زمین کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو فصل لگائے

دوسری وہ جس میں کچھ نہ آگے۔ اسی طرح دین سے فائدہ اٹھانے والے دو قسم ہیں۔ ایک عالم، عبادت گزار، فقیہ، اور لوگوں کو دین سکھانے والا یہ اس نہ میں کی طرح ہے جو پاک اور عمدہ ہو پانی جذب کرتی ہو۔ اس طرح خود اسے بھی فائدہ پہنچے اور گھاس چارہ اگلانے اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچائے۔ دوسرا وہ جو عالم اور معلم ہو (دوسروں کو تعلیم دینے والا) مگر فاضل اور زائد اعمال کی عبادت میں مشغول نہ ہوتا ہو۔ اور فقہ کا جو علم حاصل کیا اس پر پوری طرح عمل پیرا نہ ہو یہ اس نہ میں کی طرح ہے جس میں پانی ٹھہر جاتا ہو۔ اور لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہوں۔ اور کچھ بھی نفع نہ اٹھانے والا وہ شخص ہے جس نے اپنا سر تک نہ اٹھایا اور علم دین کی طرف کوئی رجوع التفات نہ کیا۔ اور بالکل سننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ یا اس کو اس پر نہ عمل کیا اور تعلیم حاصل نہ کی۔ اور دین میں آنے نہ آنے سے کوئی سروکار نہ رکھا۔ اور حکم کو کافر ہو گیا یہ اس شور و زمر میں کی مانند ہے جو نہ پانی جذب کرے نہ پانی کا ذخیرہ رکھے۔ اور نہ اس میں کوئی چیز آگے۔ یہ اس کا حاصل و خلاصہ ہے جیسے صحیح بخاری کے بعض شارحین نے بیان کیا ہے، حدیث کے ان الفاظ کا مفہوم یوں بیان کرنا بھی ممکن ہے۔ کہ قسم اول اس شخص سے عبادت ہے جس نے علم دین سیکھا۔ درجہ اجتہاد پر فائز ہوا اور اس قوت اجتہاد کی بدولت دین کے باریک معانی، اسرار اور اس کی شرح کی جیسے فقہائے محدثین اور علماء کا طین و تحقیق کا حاصل تھا جس طرح وہ گھاس جو زمر میں سے اگتی ہے۔ اور لوگ اس کے ثمرات و نتائج سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ دوسری قسم اس شخص سے عبادت ہے جس نے علم حاصل کیا اسے اپنے سینے میں جمع کیا۔ پھر اس کی حفاظت کی اور اس امانت کو چھوٹا ہتھام کسا تھا آگے پہنچایا اور اس کے اعلیٰ کے حوالے کر دیا۔ جس طرح محدثین، حفاظ احدثین اور اس علم کی طرف دعوت دینے والے حضرات ہیں۔ واللہ اعلم۔

۱۴۲۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ أَلَيْكَ مِنْهُ آيَاتٌ مُتَشَكِّكَةٌ وَتَمُورُ فِي قُلُوبِ النَّاسِ كَالْعَمَلِيِّ أَوْ نَوَالِيبُ قَالَتْ تَعَالَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ آيَاتِ الْقُرْآنِ مَا يَتَوَلَّى الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَاءُ بَعْدَهُ فَاذْكُرْكَ الَّذِينَ تَتَّخِذُهُمْ مَثَلًا لِلْعَالَمِينَ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے صحابہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات تلاوت کی وہ الذی انزل علیک وہاں کہ لا اذکرا لایاب تک حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو دیکھا اور علم کے ان اس طرح ہے جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات قرآنی سے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے کجی و قرار دیا ہے۔ تو ایسے لوگوں سے بچ کر رہو۔

شرح :- (وعن عائشہ قالت تلات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔ (وہو الذی انزل الیک الکتاب منہ آیات حکمت وقوافل) وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب نازل کی اس کی کچھ آیات حکمت ہیں۔ آپ نے یہ آیت دہرا کر لا اولا والاباب اور نہیں نصیحت پوری ہو گئی مگر اب باب عقل و دانش کی حکمت تلاوت کی۔

اس آیت کا ماحول معنی یہ ہے۔ اے نبی مکرم اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب نازل کی اس کی کچھ آیات حکم ہیں۔ کہ ان کے معانی واضح اور روشن ہیں۔ اور ان کے الفاظ اور معانی میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔ (ہذا کتاب الہی آیات کتاب کا اصل اور عمدہ حصہ ہے۔ کہ اشتباہ اور احتمال کے وقت ان کی طرف رجوع کی ضرورت پیش آتی ہے۔) (وہو مستشاک) اور کچھ دوسری آیات ہیں جو متشابہ لگاتی ہیں یہ حکمت کے خلاف ہیں کہ ان کے الفاظ و معانی میں اشکال و اشتباہ ہوتا ہے۔ ان متشابہات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو ایک اعتبار سے مشکل و مشتبہ ہیں۔ اور ایک اعتبار سے واضح المعنی اور حکم ہیں۔ دوسری وہ جو مطلقاً مشتبہ ہیں کہ کسی بھی اعتبار سے ان کے معنی کی وضاحت نہیں ہو سکتی۔ متشابہہ کا اکثر و بیشتر اطلاق اس دوسری قسم پر ہوتا ہے۔ ما الذین فقلوبہم ذبیح تو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہوئی ہے۔ اور جن کے دل باطل اور طیر حق کی طرف مائل اور جھکے ہوئے ہیں۔ (فَیَسْتَحْسِنُونَ مَا نُنَزِّلُ) وہ تو لوگ کتاب میں سے اس متشابہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ اور پہلو کو اختیار کرتے ہیں جس میں اشکال و اشتباہ ہوتا ہے۔ (رَبُّکُمْ اَفْضَحُ) مَا یُفْضَحُکُمْ لَیْسَ بِکُمْ لَوْکُمْ کُوشْکُ وَشِبْہ میں مبتلا کریں۔ اس کی تاویل اور حقیقت معنی کی تلاش و جستجو نہیں۔ (مَا یَعْلَمُ تَلْوِیْکَ) اَلَا اِنَّکُمْ اَسْکَمُ اس کی حقیقت معنی کو جو اس کا مال اور مرادی معنی ہے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (وَالْاَسْمَاءُ خُتُوْنَ) فِی الْعِلْمِ یَقْرُؤُنَ اَسْمَاءِہِ اور وہ لوگ جو علم اور یقین ایمانی میں قوی اور مضبوط ہیں یہ کہتے ہیں ہم متشابہ آیات پر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی جو مراد ہے حق ہے اگرچہ ہمارے فہم و عقل کی رسائی اس تک نہیں ہو سکتی۔ (فَکُلٌّ وَتِلْکَ سِتْرٌ) سب ہمارے پردہ و گار کی طرف سے نازل شدہ ہے کیا حکم اور کیا متشابہ اور حکمت کے سمجھنے کا راستہ تو ہمارے لیے کھول دیا گیا ہے۔ مگر متشابہات کے سمجھنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی حکمتیں رکھی ہیں۔ اسی میں سے بڑی اور عمدہ حکمت علماء کے عجز اور مشکل کا اظہار ہے۔

جو تحصیل علم اور فائق اشیا کے سمجھنے کی زبردست حرص و چاہت رکھتے ہیں۔ (وہو الذی انزل الالباب) اور نصیحت کی بات نہیں سنتے مگر اب باب عقل و دانش۔ (وَقَالَ قَاتِلْ اِنَّکَ صَدِیْقٌ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوا عَلَیْہِمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ) نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفتا ذرا آیت (بعض روایات میں بکسر تاء آیا ہے۔ حضرت عائشہ سے خطاب ہے یعنی اے عائشہ جب تو دیکھے لیکن اکثر روایات میں بفتح تاء آیا ہے خطاب عام کے لفظ سے یعنی اے مخاطب جب تو دیکھے۔ اور اس

ملک پر رہے ہیں۔ بلکہ اس قسم کے اختلالات ریاست کی امنیہ اجازت تھی۔

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے دعایت ہے
 انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مسلمان
 عیاضہ کے لحاظ سے سب سے بڑا عجم وہ مسلمان ہے جس نے ایک
 ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو لوگوں پر حرام نہ تھی اس کے سوال
 کرنے سے حرام ہو گئی۔

شرح :- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرین میں سے ہیں۔ آپ مکمل حالات کتاب کے آخر میں اہل بدیع کے اسماء میں ان شاء اللہ تعالیٰ لائیں گے۔

ان حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تاتوا اهل
 الاسلام في المسلمين (بیشک مسلمانوں میں سب سے بڑا جرم وہ مسلمان ہے۔) من سال عن شعیب بن یحییٰ
 علی الناس میں نے ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو لوگوں پر پہلے حرام تھی۔ (رحمہم من اجل مسئلہ) اس
 کے سوال کرنے سے حرام کر دی گئی۔ اس بات کو اعظم جرم قرار دینا اظہار شدت و سختی کے لیے ہے کہ اس کا ضرر و
 نقصان عام اور اتنا قیامت باقی رہنے والا ہے۔ سوال سے مراد بلا ضرورت سوال ہے جو بعض تکلف اور ضد و شرارت
 کی بنا پر ہو ورنہ اگر ضرورت کے تحت ہو۔ اور تعلم و استفادہ کے طور پر ہو تو وہ اس ڈانٹ و وعید سے خارج ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غزوات میں جو بڑے وصال
 پہلا ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے سنی
 ہو گی نہ تمہارے آباؤ اجداد نے۔ تو ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو
 دور رکھنا اور انہیں اپنے سے دور رکھنا کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کریں

دعا (اسلم) اور تم کو تحفے میں پیشانہ کر دیں۔

شرح: ہر دفعہ کہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "ما یزید منکم الا حسد و بغی۔" یعنی جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ تم پر کینہ اور بغض لگائے گا۔

وصلیٰ اور اہل نعیمت و صلاہ کی صورت میں سامنے آئیں گے۔ تاکہ اپنے جھوٹ کو رواج دیں اور باطل مذہب اور غلط آرائی دعوت دیں۔ کوئی حال وکیل سے شق ہے۔ یعنی غلط طرک اور شیعہ ڈالنا۔ دیا تو نیکو من الاحمد بسا نکر تسبیح و انتہا و لا آداب (کہ تمہارے سامنے ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباؤ اجداد نے۔ یعنی بہتان و افتراء کے طور پر اور عادیث صحیحہ علیہ السلام کی عادیث مراد ہیں یا عام باتیں جو لوگوں کے حالات و اخبار پر بھی مشتمل ہوں۔) (نایک و ایسا) کرا اپنے آپ کو ان سے دھوکہ دینا انہیں اپنے آپ سے دھوکہ دینا۔ (لا یضلوکم ولا یفتنونکم) تاکہ وہ تمہیں گمراہ اور گھٹنے میں مبتلا نہ کریں۔ مقصود یہ ہے کہ دین کو تمہارے رکھنے میں ہماری حفاظت و احتیاط سے کام لینا اور اس باب بدعت اور ان کے ساتھ عمل چلنے سے کامل پرہیز کرنا خصوصاً ان سے جو ان کے مبلغ اور اپنے مذہب باطل کی نشر و اشاعت کے لیے مکر و تبلیغ سے کام لیتے ہیں۔

مثنوی شریف

بھوں جیسے ابلیس آدم و ہوت بہت پس بہر دستے نشاید واد دست

حرف و دیشال بد و مرد و دون تا جو اندہ لیے آں فسوں

زانکہ صیاد آدم و با نیک صغیر تا حریف و مرغ را آن مرغ گمر

کار مرغان روشنی و گرمی است کار و توان حیلہ و پشتری است

ترجمہ اشعار:- بہت سے ابلیس آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں اس لیے ہر ایک کے ماتھے میں ہاتھ دھونا چاہیے۔

کینہ انسان مرد و شیول کی باتیں چلا لیتا ہے تاکہ اس سے غفلت اور گمراہی سے محفوظ انسان پر اپنا منتر چلا سکے۔

شکاری شکار کی سی آواز نکالتا ہے۔ تاکہ وہ مرغ گیر (شکاری) پرندے کو فریب دے سکے۔

مردوں کا کام روشنی اور گرمی ہوتا ہے۔ کینوں کا شیوہ حیلہ اور بے مشرعی ہوتا ہے۔

۱۴۸۔ وَحَقُّهُ قَالَتْ كَانَتْ أَهْلًا أَنْ تَنْتَبِیْ بِمَرْوَمٍ
اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جہاں اہل کتاب

تورات جہاں زبان میں پڑھتے تھے اور اہل اسلام کے لیے اس کی

تفسیر عربی میں کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب

کی دقت کو نہ نکلیں۔ اور کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اس

وَقَرَأُوا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ مَنَاسِكَ وَمَا أَدَّبُوا

پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا الی آخر آیت۔ اور وہ جو دیالوگ
موسمی اور عیسیٰ کو۔

موسمی اور عیسیٰ کو۔

شرح :- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل الکتاب یقرءون القرآن بالعلمۃ یوسف و نوحا بالعربیۃ
لاصل الاسلام اور انہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اہل کتاب تورات عبرانی زبان میں پڑھتے
اور اس کی تفسیر اہل اسلام کے لیے عربی میں کرتے تھے۔ (مقالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصدقوا لاهل الکتاب) ہر چیز میں اہل کتاب کی تصدیق نہ کیا کرو۔ کہ انہوں نے اس میں
تحریف و خیانت بھی کی ہوئی ہے۔ (ولا تخذوہم اعداء) اور نہ ہر چیز میں انہیں جھوٹا کہو کہ ممکن ہے انہوں نے سچ کہا
ہو کیونکہ تورات دراصل حق اور سچی ہے۔ تاہم انہوں نے بعض جگہوں میں تحریف اور تبدیلی کی ہے۔ اس لیے وہ جو
کچھ نقل کریں اس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے۔ (وقولوا امنا باللہ وما انزل الینا) اور کرموجل طور
پر ہم ایمان لائے خدا پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا آخر آیت تک جس میں فرمایا (وما اوتی موسیٰ و
عیسٰی اور اس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ پر اترا۔

۱۴۸۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا
کافی ہے کہ جو کچھ اس نے سنا ہوتا ہے بیان کر دے۔

وَسَكَوْهُ يَنْتَرُوْهُ كَذِبًا اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا
سَمِعَ دَعَاءُ سَلَمَ

شرح :- (وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كفى بالمؤمنان افساداً) اور انہی حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اس
قدر کافی ہے۔ (وان يحدث بكل ما سمع) کہ جو کچھ سنے اسے بیان کر دے۔ یعنی اگرچہ وہ خود کوئی جھوٹی بات نہ کہے
لیکن جو کچھ لوگوں سے سنے بلا تحقیق و تفتیش دوسروں سے بیان کر دے جھوٹا ہونے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے۔
کیونکہ جس کا حال یہ ہوتا ہے وہ لازماً جھوٹ میں مبتلا ہوتا ہے۔ کہ غالباً یہی ہے کہ انسان نے جو کچھ سنا ہوتا ہے
سب کا سب سچ نہیں ہوتا۔ اس کلام سے مقصود اس بات کے بیان کرنے سے روکا اور منع کرنا ہے جس کا سچ میزنا معلوم
نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

۱۴۹۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

صلى الله عليه وسلم ما من نبي بعثه الله

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کرتی ہی نہیں ہر اچھے بے اللہ

فَأُخْبِرَ أَنَّهُ إِذَا كَانَ لَهُ مِنَ أَمَتِهِ حَوَارِيُونَ
يَأْخُذُونَ بِسُيِّئَةٍ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرٍ شَرٍّ أَوْ
تَغْلُفُونَ مِنْ أَعْمَالِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا
يَقُولُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ نَحْنُ
جَاهِدُهُمْ سِدِّدًا فَعُوْهُمْ مُمْرِنٌ وَمَنْ
جَاهَدَهُمْ فَمَا يَسْلُبْهُمْ فَعُوْهُمْ مُمْرِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ
يَتَّبِعِهِ فَعُوْهُمْ مُمْرِنٌ وَلَيْسَ وَمَا جُؤِلَ لَكَ مِنْ
الْحَيَاةِ حَبَّةَ خَرْدَلٍ (رواہ مسلم)

تھے اس کی امت کی طرف مبعوث کیا ہو مگر اس کے لیے اس کی امت
میں عداوت اور عداوت دوستی کو دیکھتے تھے۔ جو اس کی سنت
اختیار کرتے اور اس کے حکم کی امت کو لے کر تھے۔ جو اس کے بعد ایسے
لوگ پیدا ہوئے جو نالائق ہوتے ہیں زبان سے کہہ سکتے ہیں وہ کرتے
نہیں۔ اور وہ کام کہ جس میں کرنے کا انہیں حکم نہیں ہوتا۔ تو جو شخص
انچھوڑے اس کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اپنی زبان
سے ان کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اپنے دل سے ان کے
ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے۔ اور اس کے بعد ایک ذاتی مہر بھی
لائی نہیں۔

لائی نہیں۔

شرح

سورہ عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من نبی بعثنا الله في امته
قبلي (اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی نہیں
میرا ہے اللہ نے مجھ سے پہلے اپنی امت میں مبعوث کیا۔ بعض روایات میں فی امتی تنزیر کے ساتھ آتا ہے۔ مگر الا کا نلہ
من امتہ حوا ساریون) مگر اس کے لیے اس کی امت میں عداوت اور دوستی ہوتے تھے۔ یا خذون بستم و یقتد من
بأمرہ (جو اس کا طریقہ اختیار کرتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ جو اس میں مرد عجب غلط ہو گا اور میں کو کہتے
ہیں جملہ کذب، غیلاف اور نفاق سے پاک ہو یہ خود سے مشتق ہے یعنی خالص سفید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوستوں
اور مخلصوں کو اسی معنی کے تحت عداوتی کہتے ہیں۔

اکثر علماء کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مددگار وہ مخلص اصحاب کو عداوتی کہنے کی وجہ تسمیہ ہے۔ جبکہ ان کا
پیشہ کپڑے دھونا تھا۔ دھو بی کو عداوتی کہتے ہیں کہ وہ کپڑوں کو سفید اور پاک کرتا ہے۔ اور جب کہ حضرات تمام لوگوں
میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے صدق عقیدت، اخلاص اور قدرت و امانت میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اس بنا
پر عداوتی میں کے نام سے مشہور ہو گئے پھر اس تعلق کی نسبت سے ہر مخلص دوست کو عداوتی کہنے لگے۔ بعض علماء
کہتے ہیں کہ انہیں عداوتی کہنے کی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے یا دوسرے لوگوں کے نفوس امارہ جبل و صحیت کے میل سے پاک
کیے تھے۔ اور علم و طاعت کے نور سے منور ہوئے تھے۔ اس کے بعد ایسی ہی صفت کے دوسرے لوگوں کو بھی عداوتی
کہا جانے لگا۔

پر شیعہ نہ رہے کہ اس صورت میں غصہ و ملو گار کو عوامی کا نام دینے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عوام میں
 عدم مرے کے لیے اس نام کے نقل کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اس نام سے صاحب عیسیٰ علیہ السلام کو اور اس صفت
 والے کسی اور شخص کو موسوم کرنا لفظ حدیث یعنی خاص سفیدی کے اعتبار سے برابر ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ خوب سمجھ لے۔
 (تشریحہ مختلفہ عن بعد ہر غلط) پھر قصہ ہے کہ اعیانہ علیہم السلام کے قطعیں، جمین، اور ان کے
 انصار و اعران کے وصال فرما جانے کے بعد ایسا گروہ پیدا ہوتا ہے۔ جو ان کے اصل طریقہ پر نہیں ہوتا غفوت غلط بکون
 لام کی جمع ہے۔ اور غُلف، بفتح لام کی جمع اخلاف ہے۔ لغت کے اعتبار سے غلف اسے کہتے ہیں جو کسی کے بعد آئے اور
 اس کا جانشین بنے۔ لیکن غُلف بکون لام کا اکثرہ بیشتر استعمال شرفاء کے لیے ہوتا ہے۔ اور غُلف بفتح لام غیر درنگی
 کے لیے جس طرح کہتے ہیں غلان یعنی اپنے والد کا غلف الصدق ہے۔ اور غلان غلان کا غُلف یعنی بُرا جانشین ہے۔
 تو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ہر نبی کے لیے اس کے غصہ، محب، ملو گار اور معاون ساتھی ہوتے ہیں۔ ان کے گور جاتے
 ہے بعد ایسی جماعت آئی ہے جو ان کی صفات کی حامل نہیں ہوتی۔ بلکہ مقلدون مالا یفعلون (وہ لوگوں کو ایسی
 باتیں کہتے ہیں جو خود نہیں کرتے)۔ (و یفعلون مالا یومرون) اور وہ کام کرتے ہیں جن کا کرنا ان کے لیے شر مارا نہیں
 ہوتا۔ جیسے خدا اور اہل ایمان و روادار تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

(ومن جاء بعدہ یدہ فیہ و مومن) اور جو شخص اپنے ہاتھ سے ان کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور ان کے
 کار خاں ظلم و فساد کو ہم پر کم کر دیتا اور جلی کر رکھ دیتا ہے وہ مومن کامل ہوتا ہے۔ (ومن جاء بعدہ یدہ فیہ و مومن)
 اور جو اپنی زبان کے ساتھ ان سے جنگ کرتا ہے کہ انہیں منع کرتا، بُرا بھلا کتا اور زبان سے انہیں نصیحت کرتا ہے۔
 وہ بھی مومن ہوتا ہے کہ کمال ایمان سے اسے بھی حصہ ملتا ہے۔ (ومن جاء بعدہ قلبہ فیہ و مومن) اور جو شخص اپنے
 دل سے ان کے ساتھ جنگ کرتا ہے کہ دلی سے انہیں بُرا جانتا ہے اور ان کے افعال و حالات کے مشاہدہ سے غم
 و الم اور دلی اضطراب و بے چینی محسوس کرتا ہے وہ بھی مومن ہے اگرچہ بالکل نچلے درجے کا مومن ہے۔ (ولیس
 و رادۃ قلبہ من الایمان جبۃ خودی) اور اس نچلے مرتبہ کے بعد ایمان کی مقدار رانی کا ایک دانہ بھی نہیں۔ ایک
 دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے (وذاک الخلف الایمان) یہ ایمان کے مراتب میں سب سے نچلا درجہ ہے۔

۵۰. اَنْوَكَتْ اَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَخَلَ اِيَّاهُ
 كَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اَبُو رَمْلٍ وَنَحْوُهُ لَا
 اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہدایت کی طرف بلایا
 تو اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا جنہوں نے اس

يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئًا مِمَّا دَعَا إِلَىٰ ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ أَثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَثَامِهِمْ شَيْئًا۔
 روایہ مسلم

ہدایت کی پیروی کی ہوگی۔ اور ان کی پیروی کرنے والوں کو ثواب میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر وجہ ہوگا جنہوں نے اس گمراہی کی پیروی کی ہوگی۔ اور خود ان کے ثواب اور پھر بھی کچھ کم نہ ہوگی۔

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعا فی ہذی) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو براہ راست کی طرف بلاتا ہے اور قبولِ فعل کے ساتھ نیک بات کی تلقین کرتا ہے۔ (کان لہ من الاجر مثل اجورہم من تبعہ) بلکہ اسے اسے اجر و ثواب ان تمام لوگوں کے اجر و ثواب کے برابر جو اس کی پیروی کرتے اور اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔ (لا ینقص ذلک من اجورہم شئیًا) اس کا اجر و ثواب ان کے اجر و ثواب میں کچھ کمی نہیں کرتا۔ یعنی اس کے باوجود کہ ان لوگوں کو بھی پورا پورا اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس دعوت دینے والے کو بھی ان کے برابر پورا ثواب عطا ہوتا ہے کیونکہ ان کا اجر و ثواب تو ان کے عمل اور کسب کی بدولت انہیں ملتا ہے۔ اور اس داعی الی الخیر کو اس کی دعوت و ارشاد کے سبب ملتا ہے جو اس کا عمل ہے۔

(ومن دعا فی ضلالة کان علیہ من الاثم مثل اثم من تبعہ) اور جو شخص کسی کو گمراہی کی طرف بلاتا ہے تو اس پر ان سب گناہوں کے برابر گناہ لازم آتا ہے جو اس کی گمراہی کے پیروکار بھتے ہیں۔ اور اس کی تبلیغ سے گمراہ ہر حق میں (لا ینقص ذلک من اثمہم شئیًا) ان سب کے گناہوں کا اس کے ذمے آنا ان کے گناہوں میں سے کچھ کم نہیں کرتا۔

۱۵۱۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْءُ الْإِسْلَامِ عَرَبِيٌّ وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَكَفَرِيٌّ يُلْقِي بَاءً۔
 اور اسی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابتدائی اسلام کا ظہور تنہائی عربی کے کسی کی حالت میں ہوا اور ختم عربی وہ اپنی مذکورہ ابتدائی حالت کی طرف لوٹ جائے گا تو عربی کو خوشی اور مسرت نصیب ہو۔

(رواہ مسلم)

شرح :- (روعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بَدْءُ الْإِسْلَامِ عَرَبِيٌّ) اور اسی حدیث ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے غازیہ! میں اسلام کا ظہور مغرب، تنہائی اور بے کسی کی حالت میں ہوا۔ (ومیسعود مکابدہ) اور مغرب وہ اپنی ابتدائی حالت (مغرب و تنہائی) وہ بے کسی کی طرف لوٹ جائے گا۔

اس کلام کی شرح میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام سے مراد اس کی حقیقت ہے جو دین و ملت سے عبارت ہے۔ اس وجہ کے مطابق اسلام کی انیسویں صدی مسافروں کے ساتھ ہوگی جو کسی اجنبی شہر میں اپنے اہل و عیال اور دوستوں سے دور ہوں۔ اسی طرح ابتداء ظہور کے وقت اسلام کی حالت تھی کہ مسلمان کم تھے اسلام کے مددگاروں اور جانشینوں کی قلت تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام سے بطور مجاز مسلمان مراد ہوں اس صورت میں مغرب سے ابتداء اسلام کے وقت مسلمانوں کی قلت مراد ہوگی جنہیں اپنے وطن چھوڑنے پڑے اور ہجرت کرنا پڑی اس وقت گنتی کے صرف چند افراد تھے۔ پھر آخر زمانہ میں بھی مسلمان اس مغرب و قلت کی حالت کو پہنچ جائیں گے۔ جس طرح ابتداء میں تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد خطوط اللہ ما کا ظاہر اور دوسری وجہ سے تعلق نہ بارہ معلوم ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ان غزواء اور گنتی کے چند مسلمانوں کو خوشی و خرمی نصیب ہو جو آخر زمانہ میں استقامت کے قدروں پر مضبوط اور کتاب و سنت سے چٹھے رہیں گے جیسا کہ یہ بیان فعل ثانی کی حدیث عرونی صورت میں آ رہا ہے۔

۱۵۲۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْذُنَانِ الْأَمِيَّةُ كَمَا تَأْذُنُ الْحَيَّةِ إِلَى جُحْرِهَا متفق عليه۔ وسمند کو حدیثیابی ہدیۃ معروف ما ترک کفر فی کتاب المناسک و حدیثی معلیۃ وجاہلہ لا یزال من امتی واکثر ولا یزال طائفة من امتی ثواب ہدۃ اکامۃ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ایمان مدینہ کی جانب لوٹ جائیگا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کی طرف ورتا ہے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور مغرب ہم ابو ہریرہ کی حدیث میں کے اصل میں یہ الفاظ ہیں ذمہ داری ما ترک کفر فی کتاب المناسک میں ذکر کریں گے اور وہ حدیثیں ایک حضرت معاذ بن جبل سے من اہل منی کے الفاظ سے شروع ہوئی ہے اور دوسری حضرت جابر کی جملہ لایزال طائفة من امتی کے لفظ سے شروع ہوئی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ باب ثواب تہذیب الامۃ میں ذکر کریں گے۔

شرح مسند و عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ایمان لا یزال اور حضرت ابو ہریرہ

ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ایمان لوٹ آئے گا یا ادریں مجزہ پھر را
 پھر را کے ساتھ (الی المدینۃ) یعنی بیشک ایمان مدینہ منورہ کے ارد گرد آ جائے گا، اس کی طرف اٹھ آئے گا اور اس
 کی طرف لوٹ آئے گا جو اس کا وطن اصل ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں جو فصل ثانی میں آ رہی ہے الی المدینہ کے
 بجائے الی انجاز کا لفظ آیا ہے جو کہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں کو شامل ہے۔ اور ہم اس دوسری روایت کی تو جیسا سی
 حدیث کے تحت بیان کریں گے۔ مگر کما تدرنا الحیۃ الی جمعہ میں طرح طرح کی بات ہے اور چلا جاتا ہے سانپ
 اپنے سوراخ کی طرف حجر حقیر جم مضومہ جاتے ساکنہ صلی پر یعنی سانپ وغیرہ کا سوراخ وغیرہ سانپ کے ساتھ تشبیہ
 دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جانور اپنی آنکھوں سے دوسرے جانوروں سے تیز رفتار ہوتا ہے۔ نیز سانپ کے
 سوراخ میں گھس جانے کے بعد اس کا باہر نکلتا دشوار ہوتا ہے۔ اسی طرح دین اسلام مدینہ کی طرف ہجرت کرانے کے بعد
 وہیں قرار پذیر ہو جاتے گا کہ پھر اس کا وہاں سے پھیلنا اور باہر آنا ممکن نہ ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس لفظ میں دین
 اسلام اور مسلمانوں کی حرکت تعلق کی طرف اشارہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے علاوہ اس کا دوسرا دیکھنا ہی ہوگا۔ اور زیادہ اور صحیح
 تر قول یہ ہے کہ یہ خروج و جہال کے زمانہ کی آپ نے خبر دی ہے جب کہ مدینہ مطہرہ کے سوا کس علم و دین موجود نہ ہوگا۔
 جیسا کہ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور ابو ہریرہ کی حدیث میں کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں
 ذر دف حاتہ کت کو کتاب المناک میں بیان کریں گے۔ اور حضرت معاویہ و حضرت جابر کی دو حدیثیں جن میں سے ایک
 کا اول لایزال من امتی اور دوسری کا اول لایزال طائفۃ من امتی ہے۔ اس امت کے ثواب کے بیان میں جو آخر
 کتاب میں مذکور ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ جو کچھ اس باب میں مذکور ہے صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ وہاں حدیث جابر
 مذکور نہیں ہے۔

الْفَصْلُ الثَّانِي

دوسری فصل

حضرت سیدہ جریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک (فرشتہ) آیا کہ آپ
 سے کہا گیا آپ کی آنکھ کو جاتے اور آپ کے کان سنتے رہی۔ اور
 آپ کا دل بات سمجھتا رہے۔ حضور طیبہ السلام نے فرمایا میری آنکھ

۱۵۳۔ عَنْ رِبْعَةَ الْجُرَيْثِي تَأْتِي بَنِي لُحَيْشٍ
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَبْكُ لَهُ لَيْسَتْ مِنْهُ وَ
 لَيْسَتْ مِنْكَ وَلَيَعْقِلُ قَلْبُكَ مَا تَلْ
 مَا مَتَّ عَيْنِي وَسَمِعَتْ أَذْنَاكَ وَعَقَلَتْ

قَدِّعُوا قَالَتْ فَيَقْبَلُ لِي سَيِّدًا بَعْدَ امْرَأَةٍ
فَصَنَمَ مَا دُونَهُ وَذَكَرَ اَرْبَاعًا فَصَنَعَ اَجَلًا
الَّذِي حَقَّ لَدُنَّ امْرَاؤَ كُلِّ مِّنَ الْمَادِيُوْنَ
بَعِي عَنْهُ السَّيِّدُ وَمَنْ لَعَزَّ هَيْتَ لِّلْطَّيِّفِ لَمْ
يَدْخُلِ الدَّارَ امْرَاَتُهُ يَا كُذِّبَ مِنْ
لِّلْهَيْبَةِ وَنَحَطَ عَلَيْهِ الْبَيْتُ قَالَتْ فَذَنَّهُ هُوَ
السَّيِّدُ وَهَمَّتْ الدَّارُ وَالْعَمْرُ اِلَّا سَلَامًا وَ
الْمَادِيَةُ الْجَنَّةُ -
(دواک الدامری)

سگڑی اور میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے سمجھا۔
حضرت فرماتے ہیں تو مجھ سے کہا گیا ایک سردار نے مکان بنا یا اور
کھانا تیار کیا اور ایک بلانے والے کو بھیجا۔ تو جس نے بلانے
والے کی بات مان لی وہ مکان میں داخل ہوا اور کھانا کھا یا۔
اور سردار بھی اس سے راضی اور خوش ہوا۔ اور جس نے بلانے
والے کی بات نہ مانی وہ نہ مکان میں داخل ہوا نہ کھانا کھا یا اور
سردار بھی اس سے ناراض ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ سردار سے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلانے والے ہی مکان اسلام ہے، کھانا
جنت ہے۔ یعنی اس کی نعمتیں۔

شرح :- ربیعہ مجرشی۔ بضم جیم وفتح راء و شین مجھ۔ آپ دمشق میں آپ کے صحابی ہونے میں
اختلاف ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئے ہیں یقینیہ اور عابد شخص تھے۔ حضرت عائشہ،
حضرت سعد اور حضرت البرہہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کا بیٹا ابو ہشام، اور عظیم بن تیس
ذکر روایت کرتے ہیں۔

یہ حضرت مدیحہ مجرشی روایت کرتے ہیں۔ (وقال انی فی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں کسی (فرشتہ کی آمد ہوئی۔ ورفیقہ لہ) اور فرشتہ کی زبان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا۔ (وتسبح
عینک) آپ کی آنکھ سوجھائے۔ (ولتسبح الذلک) اور آپ کا کان سنا رہے۔ (ولیعقل قلبک) اور آپ کا دل باتیں
سمجھتا رہے۔ اس حدیث کا مضمون وہی حضرت جابر دالی حدیث کا مضمون ہے جو فصل اول میں گزر چکا ہے۔
حدیث کے الفاظ کا حاصل معنی یہ ہے کہ آپ کی چشم مبارک اگرچہ بند ہیں ہے۔ مگر آپ کے کان شنوا اور دل
بیدار ہے۔ لہذا بصورتِ شل اس کا حال بیان کر دیا تاکہ یہ سننا اور سمجھنا۔ (وقال) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
(فناحت عینک سمعت اذنای وعقل قلبی) تو میری آنکھ سگڑی مگر میرے دونوں کانوں نے سنا اور دل نے
سمجھا۔ (وقال) حضور فرماتے ہیں (فقیل فی سیدہ) ۱۶۱، حال بیان کرتے ہوئے مجھ سے کہا گیا ایک سردار
نے مکان تعمیر کیا۔ (فصنم ما دونه) پھر اس میں لوگوں کے لیے کھانے کا اہتمام کیا۔ (واسل داہی) اور اس سردار نے
لوگوں کو بلانے کے لیے ایک بلانے والا بھیجا۔ (رضعت اہاب الذی دخل الدار) تو جس نے بلانے والے کی بات مانی وہ مکان

میں داخل ہوا۔ (واکل من لادیه) اور اس تیار شدہ کھانے میں کھایا اور ماضی منہ السیدہ اور دعوت قبول کرنے کی بنا پر سردار بھی خوش ہوا اور جو دیکھ کھلے اور اس دعوت سے محروم کھانے والے کو فائدہ پہنچانا مقصود تھا سردار کا اس میں کوئی نفع یا اس کی کوئی غرض متعلق نہ تھی۔ (ومن لم یجب الداعی) اور جس نے داعی کی بات نہ مانی۔ (ولم یدخل الدار) وہ مکان میں داخل نہ ہوا۔ (ولم یأکل من المائدة) اور اس کھانے میں سے کچھ نہ کھایا۔ (وسخط علیہ السید) اور سردار بھی اس سے ناراض ہوا۔ (وقال) اس فرشتے یا راوی نے کہا۔ (فانذره السید) پس اللہ سردار کی مانند ہے۔ جس نے مکان تغیر کیا۔ (ومحمد الداعی) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کی طرف بلانے والے شخص کی طرح ہیں۔ (والدار الاسلام) اور اسلام اس مکان کے مشابہ ہے۔ (المائدة الخبقة) اور کھانا جو تیار کیا گیا بہشت اور اس کی نعمتیں ہیں۔ (مرشدہ حدیث میں مکان بہشت کو قرار دیا گیا۔ اور ماہر و کھانا) اس کی نعمتوں کو اور چونکہ اسلام بہشت میں آنے کا ذریعہ اور سبب ہے اس لیے یہاں اسے دار کے مشابہ قرار دیا گیا۔ اور ماہر سے دونوں جگہ بہشت کی نعمتیں مراد ہیں۔ خوب سمجھ لے۔

۱۵۴۔ وَعَنْ أَبِي سَافِجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا الْفِتْنَتَيْنِ أَحَدُكُمُ مُشْكِكُنَا عَلَى أَرْيَئِكِيهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي هَذَا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَعَيْتُ عَنْهُ قَبْلُ لَوْلَا أَدْرِي مَا وَجَدْتُكَ فِي حَتِّبِ اللَّهِ (إِتْبَعْنَا) رواه أحمد وابو داود والترمذي

اور حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز دنیا و آخرت میں تم سے کسی آدمی کو اپنے خوبصورت تحت پر نیکہ نہ لگائے ہوئے ایسی حالت میں کہ میرے احکام میں سے کوئی حکم اسے پہنچے جس کے کرنے کا اس سے روکنے کا میں نے حکم دیا ہو ورنہ وہ کبھی نہیں جانتا کہ ہم نے جو کچھ کتاب اللہ میں پایا ہے اس کی اتباع کریں گے۔

انہما جندہ الیقوتین النجوتہ

شرح: (رو عن رافع) آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ حضرت عباس نے حضور علیہ السلام کو دے دیے۔ جب انہوں نے حضور علیہ السلام کو حضرت عباس کے اسلام لانے کی بشارت تھی تو حضور نے ان کو آزاد کر دیا۔ آپ احد، خندق اور فوج کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے اگرچہ اس سے قبل اسلام لا چکے تھے۔ مشہور قول کے مطابق آپ کا اسم مبارک ابراہیم ہے۔ (ابو رافع کنیت نام پر غالب آگئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔

یہ کہ اس کا کو اس کی حاجت نہ ہو۔ اور جو شخص کسی قوم میں ملوث رہا
اترے ان کے ذمے ہے کہ اس کی صاف نوازی کریں۔ پس اگر وہ اس
کی صاف نوازی نہ کریں۔ تو اسے جائز ہے کہ اپنی صاف کی مقدار
ان سے حاصل کرے

يَسْتَفِدُّ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ تَزَّ يَقْتَرِه
فَعَلَيْهِمْ اَنْ يَقْرُوْا يَاَنْ تَمَّ يَقْرُوْه فَلَكَ
اَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاْءِ دَعَا اَوْ دَعَا
مَدَى الدَّرَجَةِ وَكَذَا بِنِ مَاجِدَةِ اِلَى قَوْلِهِ مَ
حرم اللہ۔

شرح :- حضرت مقام بن سعدی کہیں بکرا صاف کی ہیں کیلئے تلبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ محض میں سکوت
اختیار کی۔ کندی و فدیہ آئے تھے۔ آپ شامیل میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی احادیث بھی اہل شام میں مشہور ہیں۔ شہر
شام میں ۹۱ برس کی عمر میں وفات پائی۔

یہ حضرت مقام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ (ر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فافہ بیت
تقرن کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو بیشک مجھے قرآن مجید دیا گیا ہے۔ وہ مشلوہ بعد از قرآن کی طرح اس
کے ساتھ کچھ اور بھی عطا کیا گیا ہے یعنی احادیث۔ احادیث کے ساتھ ماثلت و وحی مجریں ہیں۔ کہ جس طرح
قرآن پاک وحی ہے اور جناب قدس غلامدی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ احادیث نبویہ بھی وحی ہیں اور جناب تعالیٰ کی
طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ ان تفرق ہے کہ ایک وحی جلی ہے اور ایک غنی ایک مشلوہ دوسری غیر مشلوہ ہے وہ وحی جلی کے الفاظ
و عبارت سے بھی احکام متعلق ہیں جیسے صحت نماز، بے وضو اور جہنی کا چھو یا حجام ہو اور اس کی نظم و عبارت بھی بے ضل
ہو وہ قرآن ہے وہ وحی غیر مشلوہ ہے جو اس طرح نہ ہو۔ اور وہ احادیث ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عدد و مقدار میں صحت
مراہم جو جیسا کہ حدیث آئندہ سے معلوم ہوگا۔

راہیہ شد و جل شعبان علی اذیکتہ یقول) آگاہ رہو عنقریب فارغ البالی کی حالت میں اپنے مختصر بیٹھا
ہو ایک سیر شکم آدمی کے گا۔ (علیکم بعدا القرآن) تم صرف قرآن کو ضبطی سے قائل رہو۔ و خدا و جد تم فیہ من
حلان فاصوہ (تو جو چیز نہیں قرآن میں حلال ہے اسے حلال جانو۔) و خدا و جد تم فیہ من حرام فاصوہ (اور جو چیز نہیں
اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو اور صرف اس سے باز رہو۔ سیر شکم اس کے جی اور کند ذہن ہونے سے کہتا ہے کہ سیر شکم
ہو کر کھانا اور اس کی حرص رکھنا عبادت و بلاوت کا سبب ہے یا کجبر و حماقت سے کہتا ہے کہ اسوہ حال اور ناز و نفرت
میں رہنا بھی اس کا موجب ہے۔) و ان ما سواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بیشک جو جو چیزیں اللہ کے رسول نے
حرام کی ہیں وہ انہی چیزوں کی طرح حرام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں۔ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں داث ماک جگہ انما

کا لفظ آیا ہے جو ماوالا کا ہم معنی ہے۔ اس کے بعد چند ایسی مثالیں ذکر کی ہیں جو صرف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں کتاب اللہ میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔ چنانچہ فرمایا: **الاول لا یحکم الحمار**، آگاہ رہو تمہارا یہ گھریلو گھوڑا حلال نہیں۔ مگر یہ لفظ کہہ کر خود وحشی کو حرامت سے خارج کیا جسے گور خر کہتے ہیں کہ اس کا کھانا حلال ہے۔ **والا ذی ناب من السباع** اور نہ بچاؤ کہ کھانے والا درندہ حلال ہے۔ جیسے شیر، بھیڑ یا اور کتا وغیرہ۔ **ولا تقطعوا** اور نہ ذبی کا فرق کر کے مرنی ہوئی چیز حلال ہے۔ **لنقط بعض لام وفتح قات**۔ یعنی زمین پر گری ہوئی چیز جو اٹھالی گئی ہو۔ یہ لفظ لیکن قات بھی مستعمل ہے لیکن فتح زیادہ فصیح اور کثیر الاستعمال ہے۔ معاہدہ کسر و فتح کا دونوں طرح جائز ہے۔ یعنی وہ جس شخص کو اس کے اذیت سے درمیان کوئی عذر ہو۔ حدیث میں اس سے مراد ذی ہے۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذی کا وہ مال جو راستے میں گرا ہوا ملے حلال نہیں ہے۔ کہ عقیدہ مہر کے باعث اس کا مال بھی محفوظ ہے جس طرح مسلمان کا مال محفوظ ہے۔ **والان یتغنی عنہما**۔ مگر یہ کہ اس کے مل سے اس کا مالک جو معاہدہ ذی ہے بے نیاز ہو۔ اس کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ مالک خود اسے چھوڑ دے اور جسے ملا ہے اسے ہی بخش دے۔ دوسرا یہ کہ وہ چیز بالکل حقیر اور معمولی ہو کہ عادتاً اس کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی اور اس سے بے نیازی اختیار کی جاتی ہے۔ **عطاء** نے فرمایا ہے **لنقط** اگر حقیر اور معمولی چیز ہو اور اٹھانے والے کو اس کی حاجت اور ضرورت ہو تو وہ اسے استعمال کر سکتا ہے۔ اور **لنقط** کے تفصیلی احکام ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے باب میں بیان کیے جائیں گے۔ **(ومن نزل یقوم فضلیہم ان یقر وک)** حدیث سے ثابت شدہ احکام ہیں کہ اگر ان میں ذکر نہیں ایک یہ ہے کہ جو شخص کسی قوم کے پاس ممان کے طور پر تیرے تو ان لوگوں پر اس کی ممان تو لازمی ہے۔ یہ حکم سنت و استیجاب کے طور پر ہے جو فرضیت و وجوب کے طور پر نہیں ہے کہ کسی کی ممان تو لازمی واجب نہیں۔ بلکہ اس باب میں دو مسئلے کا ذکر اور اہل ایمان کی سیرت میں سے ہے اسی لیے اس مسئلہ کو کوئی کی صورت میں بیان نہ فرمایا۔ اور یوں نہ فرمایا کہ ان لوگوں کے لیے حلال اور جائز نہیں کہ ممان کی ممان تو لازمی نہ کریں جیسا کہ دوسرے دو احکام میں اظہار بیان اختیار فرمایا۔ **فان لعدو قریہ فذلہ ان یقتلہ** یہاں کے ضد عین کے سکون اور کسر قات کے ساتھ **ربینہ** قریہ (تو اگر وہ لوگ اس کی ممان تو لازمی نہ کریں تو اس کے لیے جائز ہے کہ اپنی ممان کی مقتدرہ انہیں ان کے اس فعل کی جزا دے۔ اور اس کا جو حق ضائع ہو رہا ہے وہ ان سے وصول کرے۔ یعنی اسے اس کی اجازت ہے کہ ان سے اپنا حق ممان وصول کرے۔ اور وہ لوگ اس کے مستحق ہیں کہ ان سے یہ تقاضا کیا جائے۔ اگرچہ واجب و لازم نہیں۔ **تو اگر کسر قات و ربینہ**۔ بظاہر اس کلام سے ممانت کا وجوب و لازم ثابت ہوتا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض

علماء فرماتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں ہے جو مجبور و مضطر ہو کہ اگر ان سے غوراک حاصل نہ کرے تو اسے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو۔ جیسا کہ مخصص کی حالت میں ہوتا ہے۔ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک لشکر روانہ کیا وہاں اہل دیات و محرمات لوگوں نے کوئی بازار نہ لگا رکھا تھا جہاں سے مجاہدین کھانے پینے کی چیزیں خرید سکتے۔ اس بنا پر انہیں غوراک کے معاملے میں بڑی وقت پیش آئی۔ تو ان کے لیے فرمایا کہ انہیں اس علاقہ کے لوگوں پر سختی کرنے کی اجازت ہے کہ نمازیوں کی معافی کریں۔ اور اگر وہ نہ کریں تو ان کی سزا یہ ہے کہ زجر اور ڈانٹ کے طور پر جبراً غازی حضرات اپنی غوراک کی مقلد اور شایا و غور و زوش لینے کا حق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ یہ حکم تھا کہ جو شخص مال غنیمت میں سے کچھ چلے اس کا سامان جلا دیا جائے۔ اور جو شخص زرکوة دینے سے انکار کرے اس کا نصف مال جبراً لے لیا جائے۔ بعض علماء فرماتے ہیں ابتدائے اسلام میں ہمان نوازی فرض تھی بعد میں زرکوة کی فرضیت سے اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی واللہ اعلم میاں ملک اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ (روایت الدامی بخوار، وکنز ابن ماجہ ابی قتیبہ کما سمعہ اللہ) امام دہلی نے اسی طرح روایت کیا اور علی ہی ابن ماجہ نے کما سمعہ اللہ کے لفظوں سے روایت کیا اور شریعت نے یہ الفاظ لا یجوز انی اغوا ذکر نہ کیے۔

۱۵۶۔ وَكَانَ الْوُحَايِ بْنِ سَابِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّسَبُّ أَحَدَكُمْ مُتْرِكًا عَلَى أَمْرٍ يَكْتَبُ بَطْلُ أَنْتَ اللَّهُ لَمْ يَسْتَوْمِ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ إِلَّا قَرَأَ مَا فِيهِ حَدَّثَ أَمْرًا وَحَدَّثَ عَقْلًا وَتَعَيَّنَتْ عَنْ أَشْيَاءَ أَوْ أَعْبَأَتْشَ الْقُرْآنَ أَفْكَرُوا وَأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ أَنْ تَدْعُوا بَيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِأَذْنِ وَلَا ضَرْبَ نِسَابٍ يَحْمِلُ وَلَا أَهْلَ تَكْرِيمٍ إِذَا أَعْمَرَ لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِمْ دَاءُ الْإِعْدَادِ وَفِي اسنادہ اشعرا بن شعبة المعینی وقد تملکوفہ۔

اور حضرت عمار بن ساری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمے ہوئے اور فرمایا تم میں سے ایک شخص اپنے تخت پر کھٹکے لگائے وغیرہ کچھ سے بیٹھ کر ہے۔ میں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے موت ہی چیز علم کہ ہے جو اس کو ان میں ہے۔ آگاہ رہو اور ہر ایک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتوں کا حکم دیا ہے اور میں وہ کو نصیحت کی ہے اور کچھ باتوں سے منع کی ہے نہ بے شک وہ تعداد میں ترقی متنی بلکہ اس سے نہ دہری اور ہر ایک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے جائز نہیں رکھا کہ تم لوگ اہل کتاب کے گھر میں داخل ہو کر اجازت سے اور دان کی صورتوں کو دانا مال نہ کیلے۔ اور دان کے پھل کھا کر انہار سے بچنے حال کیا ہے۔ بلکہ اگر تم میں سے جو چیزیں ہیں ان کے ذمے لازم ہے۔

شرح :- (و عن العربی بن کثیر بن مہملہ و سکون لود یا مودہ مفتوحہ اور ضار بن محمد بن ساریہ)

میں حملہ دیا اور آپ: حضرت مروان بن معاویہ احمالی ہیں۔ احباب مغرب سے ہیں اور انگریزوں کی نسل کے حضرت مروان سے ہیں جن کی شان میں آیت کریمہ: وَلَا تَحْزَنْ اِنَّهَا قَوْلٌ بِتَحْمِيلٍ هُوَ الْاَلْفُ نَائِلٌ هُوَ۔ راورد ہے ان لوگوں پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس آتے ہیں سواری حاصل کرنے کے لیے) شام میں رہے اور جہن میں سکونت اختیار کی۔ اور ۷۵ھ میں وفات پائی رضی اللہ عنہ۔

یہ حضرت عمر فاروقؓ بن ساریہ راوی ہیں کہ رقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے یعنی خطبہ ارشاد فرمایا۔ فقال : قرأ ما لا يحسب احدكم من كتابي اريد بكتبه) کیا گمان کرتا ہے تم میں سے ایک شخص اپنے آلام وہ اور راستہ تخت پر تکیہ لگا کر مجھ کو پڑھنے سے روکتا ہے۔ ان الله لم يحرم شيئا الا ما في هذا القرآن یہ گمان کہ اللہ نے کوئی چیز حرام نہیں کی مگر وہ جو اس قرآن میں ہے۔ (الا داني والله قد امرت) آگاہ رہو اور بیشک میں نے اللہ کی قسم کچھ باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ (ودعظت) اور تمہیں وعظ و نصیحت کی ہے و ذہبت عن اشياء اور تمہیں کچھ باتوں سے منع کیا ہے۔ (وانما مثل القرآن) بیشک جو امر و نہی اور وعظ و نصیحت میں نے تمہیں کی ہے وہ مقلد میں قرآن متبنی ہے۔ (واذا كنتم بلکہ اس سے زیادہ۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول مبارک سے چند احکام بیان فرمائے ہیں سے آپ نے روکا اور منع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ (وان الله لم يجعل لکم ان تدخلوا بيوت اهل الكتاب الا باذنهم) بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال اور جائز نہیں کیا کہ تم لوگ اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو دو ولا ضرب نسائهم) اور نہ ہی جنس و خراج وغیرہ وصول کرنے کے لیے ان کی عورتوں کو مارنا حلال کیا ہے ولا اکلم ثمارهم) اور ان کے پھل کھا مانا حلال نہیں کیا۔ (واذا اعطوكم الذي عليکم) جب کہ وہ تمہیں چیز اور خراج ادا کریں۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا اور فی اسنادہ) اور اس کے اسناد میں ایک شخص ہے جس کا نام اشعث بن شعبة المصمیمی ہے۔ (وقد نكله فيه) اور اس میں گفتگو کی گئی ہے کہ ثقہ ہے یا نہیں۔ مصمیمی بکر میم۔ اور پہلے صارفہ کی تشدید کے ساتھ اور صارفہ کی رفع اور تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ مصعبہ شرکی طرن بہت ہے۔ تا موسیٰ کا مصعبہ روزن سیہ شام میں ایک شہر کا نام ہے۔ اور صارفہ کی تشدید نہیں دی جاتی۔

اور انہی حضرت خرافین میں ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت
چھا جنہوں نے کہا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں
ناز پر صالی اس کے بعد چاندی مبارک ہمارے طرف کیا اور
میں بڑا موثر و عظیم الجہا۔ جس سے انکھیں بند پڑیں اور

دل نہ لے لے۔ ایک شخص نے کہا یہ وعظ قوم صدراع بر جانے والے شخص کا وعظ تھا۔ اس لیے آپ ہمیں کوئی وصیت فرمائی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمیں اللہ سے ڈرنے قلیل حکم اور فراخ روی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمہارا کام حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ تم میرے جو شخص میرے بعد زندہ ہوگا وہ غریب بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ تو تم میری اور ولایت یا فتنہ خلفاء راشدین کی سنت پر قائم رہنا۔ اسے مضبوطی سے تھامنا۔ اور پوری قوت کے ساتھ اس سے چٹے رہنا اور دین میں نشا بجا کر نہ احمد سے دور رہنا کہ دین میں

رجل یا رسول اللہ کان ہذا موعظة مودعة فانما فقال انصبيكم بتقوى الله والسمع والتعاذة قرآن كان عبدا حبشيا فانه من يعثر منك بعدني فسيروا منكم كثيرا ففنيكم بسننك وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تشكرواها وعصوا عليها بالنواصيذ وايضا كثر ومعدت ان النواصيذ كل معدة يدعه وكل يدعه صد له۔ رواه احمد وابوداود

والترمذی وابن ماجہ الا انهما ساءوا في كوا القصة۔ ہر نئی پیدا کردہ بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

شرح: ہر دعنا (اور انی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) قال (اسی

سے کہا) صلی بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ نماز اور اکی یعنی امامت کرائی (دعا

یسوہ) (ایک دن)۔ (اشارہ قبل صلین ابوجہم) پھر ہماری طرف اپنا چہرہ مبارک پھیرا اور وعظنا موعظہ بلیغہ) اور

ہمیں دلائل وعظ فرمایا۔ قول: فی ایسے کلام کہ کہتے ہیں چاہنا مقصود پوری طرح واضح کرے۔ بالغ یعنی خوب اور بلند۔ بلیغ و

فصیح وہ کلام جو عبادت کی عمل کی بنا پر دل کی تکس پہنچ جائے۔ (ذرفت معنا) تھیوں) جس کے اثر سے انھیں بہ پریشی۔

ذرت بظاہر مجھ یعنی آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا اور وجہ منہ الغروب) اور دل کا ناپ اٹھے۔ (فقال سجد)

پس ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کان ہذا موعظة مودعة) یا رسول اللہ! تو گویا رخصت ہو جانے والے

شخص کا وعظ تھا۔ دستور ہے کہ رخصت اور وداع ہونے والا انسان جو چند نصیحت کر سکتا ہے، کرتا ہے اس میں سے

کچھ باقی نہیں چھوڑتا۔ اور کہنے والی سب باتیں کہہ دیتا ہے۔ یا رسول اللہ! ملول کو آپ کے وداع ہونے اور رخصت کرنے

کے قصور سے ہی پیشے لگتا ہے۔ اور غم و صدمہ ہوس کرتا ہے۔ (فادعنا) تو آپ ہمیں وصیت فرمائی۔ یعنی نرم اور آسان

نصیحت کی باتیں کہ جائیں۔ تاکہ دل کو سکون رہے اور غم و صدمہ سے نڈھال نہ ہو جائے۔ (فقال ادعیکو بتقوی اللہ) تو

فرمایا میں تمیں وصیت کرتا ہوں کہ پرہیزگاری اختیار کرنا اور خدا سے ڈرنے، تبارک والسموع والاعام اور میں تمیں اس کی بھی

وصیت کرتا ہوں کہ اپنے حکام و امراء کو حکم قبول کرنا اور ان کی فرمائندہ راضی اختیار کرنا ان تمام باتوں میں جو حکم شرع اور تقویٰ

اس سے کے مطابق ہوں کان عبدا حبشيا) اگرچہ قرضاء و تقدیراً وہ حکام و امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ اہل

امیر اختیار کرنے میں مجاہد مقصود ہے۔ ورنہ غلام امیر و حاکم بننے کا اہل نہیں ہے۔ کہ امامت کے شرائط میں سے ایک شرط

ہے۔

۱۔ کہ امامت کے شرائط میں سے ایک شرط

ہے۔

۲۔ کہ امامت کے شرائط میں سے ایک شرط

ہے۔

یہ ہے کہ حاکم و امیر آزاد و مظلوم کو یہ کام بائبل اس مرتبہ کی طرح ہے جس میں فرمایا جو شخص مسجد بناتا ہے اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے۔ اگر چہ وہ دنیا کے گھر بننے جتنی مسجد بنائے۔ ظاہر ہے چڑیا کے گھونسلے جتنی مسجد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس میں چھوٹی بڑی مسجد کا بطور مبالغہ شان و بیان کرنا مقصود ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ حبشی غلام سلطان کبیر کا نائب ہو۔ اس صورت میں سلطان کے فرمانے کی بنا پر اس کی اطاعت بھی ضروری ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے حکام و امراء کی اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ (فانہ من یحضر منک بعدہ یمیز کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ ہے گا نہ ہیجوی اختلاف کثیر)۔ بقولہ عنقریب لوگوں میں بہت سے اختلافات دیکھے گئے۔ اور امراء کی بات کی ماننے اور اطاعت اختیار کرنے میں اس فتنے میں مبتلا ہونے سے اس نے جو اختلافات پیدا ہوئے تھے۔ اور تقویٰ کی حفاظت کرنے کی طرف اشارہ اپنے اس قول مبارک سے فرمایا۔ (فلیکمل کو یسوق وسنة العنقاء الرشید بن عمر بنہ اور اپنے اوپر لازم قرار دینا میری سنت کو اور میرے خلفا کی سنت کو جو رشد و اشد کے اہل اور ہدایت یافتہ ہیں۔ اور انسان نیکی اور علم خصال و عادات سے اسی وقت بہرہ ور اور ہدایت کی روشنی سے منور ہو سکتا ہے جبکہ گمراہی و ضلالت کے غلاف اور اس سے دور رہے۔

اور خلفائے راشدین سے خلفاء اربعہ مراد لیے گئے ہیں۔ جو ان کی سیرت و عادت پر چلتا اور سنت کے مطابق عمل کرتا ہے وہ انہیں میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ شخص جو اپنی خواہش من سے کوئی بدعت پیدا کرے اور اس پر چلے۔ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت و تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی وہ سنت ہے۔ جسے حضور اقدس کے زمانہ مبارک میں شہرت حاصل نہ ہوئی۔ بلکہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں رواج پذیر اور مشہور ہوئی اور اس بنا پر ان کی طرف منسوب ہونے لگی۔ چونکہ یہاں اس امر کا گمان تھا کہ کوئی شخص خلفائے راشدین کی طرف کسی سنت کے منسوب ہونے کی وجہ سے اسے بھی بدعت قرار دیتے اور رد کر دے اور اسے بُرا جانے اس لیے حضور علیہ السلام نے اپنے خلفائے راشدین کی سنت و طریقہ کی اتباع کا حکم دیا۔ اور اس کی بھی وصیت فرمائی۔ اور اگر چہ ان خلفائے راشدین نے اپنے قیاس و اجتہاد سے کوئی بات ہادی کی تھی تو وہ بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہی سمجھی جائے گی اس پر بدعت کا اطلاق درست نہ ہوگا۔ جیسا کہ بعض گمراہ فرقے خلفاء راشدین کی اس قسم کی باتوں کو بھی معاذ اللہ بدعت کہہ دیتے ہیں۔

اس کے بعد اتباع سنت کی وصیت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا۔ (تسکونہ) میری وصیت ہے کہ میرے خلفاء راشدین کی سنت سے چمچے رہنا۔ (و عضو عیدہ بالنواجد) اور سنت پر اپنے دانت پوری قوت سے کاڑھ لینا۔ اور میرے منہ سے پکڑنا۔ دانت کاڑھنا عاوجہ آخری چارہ ڈاڑھیں جنہیں علم و عقل کی ڈاڑھیں کہتے ہیں۔ اور مطلق و اتمل اور ڈاڑھوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

(د) آیا کھرو عہدشات اکھوس اور ان کو پیدا شدہ امور سے اپنے آپ کو دور رکھنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں نہ تھے۔ (و ان من حدیثہ)۔ بیشک دین میں ہر نئی پیدا شدہ بات بدعت ہے۔ (و کلامہ صریحہ) اور ہر بدعت گمراہی یا گمراہی کا سبب ہے۔ اس حدیث کو احمد ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی روایت کیا۔ انھوں نے انھیں کو انصافاً اگر ترمذی و ابن ماجہ نے غاڑا کر کے کاؤتقد ذکر نہیں کیا۔ یعنی انہوں نے اصلی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔ بلکہ حدیث مذکورہ کا آغاز و عطفان موعظہ سے کیا۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے لئے ایک خط کھینچا پھر فرمایا۔ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس کے دائیں اور بائیں کچھ خط کھینچے اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک راستے پر ایک شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے۔ پھر آپ نے یہ بات پڑھی وَإِنْ هَذَا أَصْرًا طِيًّا مُسْتَقِيمًا اِمَّ بَلِکَ یہ ہے میرا راستہ جو سید علیہ قرآن کی پیروی کرو۔ اَلْیَ اٰخِرُ الْاٰیٰتِ ۔

۱۵۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَالَ هَذِهِ سُبُلٌ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ وَفَرَعٌ وَارِثٌ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ

الایۃ ۔ رواہ احمد

والنسائی ۔ والدارمی

شرح اشعۃ اللمعات

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سمجھانے کے لئے ایک خط کھینچا مگر راہِ راست کی شکل مثال بیان فرمائی۔ ثُمَّ قَالَ هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ ۔ پھر فرمایا۔ یہ سید عافط جو میں نے کیسا ہے خدا تعالیٰ کا راستہ ہے۔ ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ۔ پھر آپ نے اس سیدھے خط کے دائیں اور بائیں کچھ خط کھینچے۔ وَقَالَ هَذِهِ سُبُلٌ اور فرمایا یہ راستے ہیں علیٰ کل سبیل منها شیطان یدعو الیہ کہ ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان ہے جو لوگوں کو اس کی طرف بلاتا اور بد راہ کرتا ہے۔ وَفَرَعٌ وَارِثٌ ۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات پڑھی۔ وَإِنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ پروردگار عالم فرماتا ہے یہ ہے میرا سیدھا راستہ جو میں نے تمہیں دکھایا ہے تو اس پر چلو اس آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِي اور ان راستوں پر چلو جو دائیں بائیں کو جاتے

ہیں یعنی مختلف نقطہ اویان اور غیر سے راستوں کو اختیار نہ کرو تاکہ وہ تمہیں پریشانی میں مبتلا نہ کریں اور تم سیدھا راستہ چھوڑ کر گمراہی میں نہ پڑ جاؤ۔ اسے احمد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اور اس موضوع سے متعلق دوسری احادیث جو کتب حدیث میں آئی ہیں اس میں ان خطوط کی تعداد نظر سے نہ گزری ماسوا اس کے کہ تفسیر طبرک میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں ایک حدیث روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا یہ راہ ہدایت اور خدا تعالیٰ کا راستہ ہے لہذا اس کی پیروی کرو۔ اس کے بعد اس خط کی ہر جانب چھ چھ خط کھینچے جو بیڑے اور کج تھے۔ اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان مقرر ہے جو اس کی طرف بلائے۔ تو ان بیڑے راستوں سے بچو اور یہ آیت تلاوت فرمائی اس کے بعد صاحب زادہ نے فرمایا پھر ان بارہ راستوں میں سے ہر ایک سے چھ چھ راستے نکلتے ہیں اس طرح کل بہتر (۶۲) راستے بنتے ہیں۔

پیشہ مذکور ہے کہ اس امت کا بہتر (۶۲) فرقوں میں بٹ جانا حدیث صحیح میں آچکا ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح مذکور میں مذکور ہوا ہے بلکہ کتاب موافق میں فرمایا ہے جسے اسی فرقہ تعداد میں آئے ہیں۔ ۱۔ معتزلہ ۲۔ شیعہ ۳۔ خوارج ۴۔ مرجئیہ ۵۔ نجاریہ ۶۔ جبریتہ ۷۔ مشبہتہ ۸۔ ناجیہ ۹۔ پھر معتزلہ کے میں فرقے بیان فرمائے۔ شیعہ کے بائیس اور خوارج کے بیس، مرجئیہ کے پانچ نجاریہ کے تین اور جبریتہ اور مشبہتہ کے مختلف فرقے بیان نہ کئے۔ اور فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت میں۔ اس طرح کل فرقوں کی تعداد بہتر ہو گئی۔ صاحب موافق کا کلام ختم ہوا۔

مگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ پتہ کیسے چلتا ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہیں اور یہ سیدھا اور خدا تعالیٰ کا راستہ ہے اس کے علاوہ باقی سب فرقوں کے راستے ہیں حالانکہ ہر فرقہ کا دعویٰ ہے کہ وہ راہ راست پر ہے اور اس کا مذہب حق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسی چیز نہیں جو صرف دعویٰ سے ثابت ہو جاتے بلکہ اس کی دلیل و براہین کی ضرورت ہے۔ اہل سنت و جماعت کی حقانیت کی دلیل و براہین یہ ہے کہ یہ دین نفل سے بھی تعلق رکھتا ہے صرف عقل کافی نہیں اور ثبوت اخبار سے معلوم اور احادیث و آثار کی تلاش و تتبع سے متقین ہر چچکا ہے کہ سلف صالح یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد کے لوگ سب اسی عقیدہ اور اسی طریقہ پر تھے اور غالباً و اقوال میں یہ بدعات و خواہشات خدیہ اول کے بعد پیدا ہوئیں۔ صحابہ کرام اور اصحاب متقدمین سے کوئی ان بدعات و خواہشات کا قائل نہ تھا۔ بلکہ وہ حضرات ان سے پاک اور بری تھے اور جو لوگ ان بدعات و خواہشات کے قائل ہوئے اہل سنت و جماعت نے ان سے قطع تعلق اختیار کر لی اور ان کے خیالات و عقائد کا رد فرمایا۔

احادیث کی چھ کتب (مصحح حدیث) اور دوسری مشہور و معتد کتابیں کہ احکام اسلامی کا مدار و مبنی ان پر ہے ان کے

تولیع اور مذہب اربعہ کے آئمہ فقہاء وغیرہم جو ان کے طبقہ میں تھے، سب اسی مذہب اہل سنت و جماعت پر تھے اور اشاعرہ تا تریقہ جہا اصول کلام کے آئمہ گذرے ہیں سب نے مفسر کے مذہب کی ہی تائید کی ہے اور دلائل عقلیہ کے ساتھ اسی مذہب کا اثبات فرمایا ہے اور جو کچھ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع اُمت میں آچکا ہے، ان حضرات نے اسی کی تائید کی ہے۔ اس بنا پر ان کا نام اہل سنت و جماعت پر لگ گیا ہے اگرچہ یہ نام بعد میں پڑا لیکن لفظ مذہب و اعتقاد قدیم ہے۔ ان کا طریقہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و مفسر کے آثار کی اقتداء اور اپنے عقول پر آراء اور خواہشات پر اعتقاد نہ کرنا اور انھیں کو ان کے ظاہر معنی پر رکھنا ہے مگر بوقت اختلاف دوسرے فرقوں مثل معتزلہ و شیعہ کے اور ان لوگوں کے جہان کے اعتقادات کے موافق ہیں کہ انہوں نے فلسفہ سے سہارا لیا اور ان کے ادا م و آراء کو اختیار کیا ہے اس طرح متقدمین و متفقیں، مشائخ صوفیہ جو طریقت کے اساتذہ، زہاد و عابد، متراضع و متورع اور متقی اور جناب حق تعالیٰ کی جانب متوجہ رہتے ہیں اور اپنے نفس کی طرف نیکی کی طاقت اور برائی سے بچنے کی قوت کی نسبت کرنے سے بری اور پاک تھے، یہ سب حضرات بھی اسی مذہب اہل سنت و جماعت پر مائل ہیں۔ جیسا کہ ان کی کتب معتبرہ و معتمدہ سے معلوم ہوتا ہے اور تعارف میں جو اس گروہ کی کتابوں میں عمدہ ترین کتاب ہے اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی شان میں فرمایا ہے "لولا التعرف باعرف الشوف" اگر تعارف نہ ہوتا تو ہم تصوف کو نہ پہچان سکتے، صوفیہ کے عقائد میں پیمان کا اجماع ہے بیان کئے ہیں وہ سب جو کسی کئی دینی کے اہل سنت کے عقائد ہیں۔ جو دعویٰ ہم نے کیا ہے کہ فرقہ تاجی صرف اہل سنت و جماعت میں تو اس صداقت اس سے بھی ظاہر و واضح ہے کہ حدیث، تفسیر و کلام، فقہ، تصوف، سیرت و تاریخ کی معتبر کتابیں جو شرق و مغرب میں نہ کوہ مشہور ہیں سب جمع کی جائیں اور مخالفین بھی اپنی کتابیں لائیں تو حقیقت حال بالکل ظاہر ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ دین اسلام میں سوا اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ ہر مفسر اور تعصب و بہت دھرم سے کنارہ کش انسان اس حقیقت کا بڑا احترام کرے گا۔ واللہ یقول الحق وهو ھدی السبیل اللہ تعالیٰ عن ارشاد و فرماتا ہے اور یہی ماہر مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

۱۵۹۔ وعن عبد اللہ بن عمر و قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤیو من احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لکما یتنتہیہ۔ رواہ ترمذی و
ابن ماجہ و ابی نعیم و فیہ حدیث صحیح و فیہ فی کتاب الحجۃ و سائر

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش تابع نہ ہو جائے اس دین کے جو کچھ لے کر آیا ہوں۔

اشعۃ اللمعات

وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی یکون هو او تبع لما حبت بہ۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس تابع نہ ہو جائے اس چیز کے۔ یعنی دین و شریعت کے جسے میں لے کر آیا ہوں۔ اگر متابعت سے اعتقاد، عمل، عبادات اور عادات میں کامل تسلیم و رضا اور حق کے ساتھ کھراؤ اور خواہش نفس کے و بار کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وارشادات کے آگے گونجکا دینا اور اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرنا مراد ہو تو اس صورت میں نفی ایمان سے کامل ایمان کی نفی مزلو ہوگی۔ اور اگر متابعت سے دین اسلام قبول کرنا اور اس کی حقیقت کا مستعد ہونا مراد لیا جائے تو پھر نفی سے اصل ایمان ہی کی نفی مراد ہوگی۔

پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں یہ فرمایا کہ خواہش نفس دین کے تابع ہو جائے یہ نہ فرمایا کہ بالکل ختم اور معدوم ہو جائے کہ اس کا ختم اور معدوم ہو جانا ناممکن بھی ہے اور نامناسب بھی اور سرے سے معدوم ہو جانے کی صورت میں اجرو ثواب کا سلسلہ بھی باقی نہیں رہتا۔ کمال یہ ہے کہ خواہش موجود ہو مگر حق کے تابع اور مطیع ہو۔

اس حدیث کو امام محی السنہ نے شرح السنہ میں روایت کیا اور امام نووی نے اپنی اربعین میں کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ ہم نے اسے اسناد صحیح کے ساتھ کتاب الحجۃ میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت بلال بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری سنتوں میں سے کوئی ایسی سنت زندہ کی جو میرے بعد نیست و نابود کر دی گئی تھی تو اس کیلئے آدمی کو ان تمام لوگوں جتنا اجرو ثواب ملے گا جو اس پر عمل پیرا ہو گئے۔ بغیر اس کے کہ خود ان کے اجرو ثواب میں کوئی کمی واقع ہو اور جس نے کوئی بڑی بدعت جاری کی جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہ ہو تو جو قدر لوگ اسی بدعت فضولت پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اس جاری کرنے والے

۱۶۰- وَقَدْ بَلَغَ مِنَ الْحَاوِثِ السُّؤِّ قِيَامُ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ أَحْيَا سُنَّتِي مِنْ شَيْءٍ وَدَّ أَنْ يَسْتُغْفِرَ لِي
فَلَنْ لِي مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ عَمِلَ
بِهَا مِنْ عَمَلٍ أَوْ يَنْقُضَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا
فَمَنْ ابْتَدَعَ بِدْعَتِي فَلَا تَنَالُهُ لَأَمْرُهَا
اللَّهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيَّ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ
أَمْسَارِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ
ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا
رواه الترمذی ورواه ابن ماجہ عن کثیر بن عبد اللہ

بن عروغ بن ابیہ عن عبدہ -

کے ذریعہ لکھا جلتے گا اور خود ان کے گناہ میں
کوئی کمی نہ ہوگی۔

اشعۃ السمات، بلال بن المحارث المصنی - مرن بضم میم وفتح زاء وکسر فون - آپ صحابی
ہیں قبیلہ مزینہ کے وفد کے ساتھ سہ ماہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی ۸۰ سال کی
عمر میں منہ مجری مقدسہ میں وصال فرمایا۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احیا مسکنة من مسکنة - جس نے میری مسکنوں میں
سے کوئی مسکن زندہ کی۔ تدا میت جرمیرے بعد ماروی گئی (ضائع اور نیست و نابود کر دی گئی تھی۔ فان لہ
من الاجر مثل اجور من عمل بها - توبہ تک اس شخص کو ان تمام لوگوں کے اجر و ثواب کے برابر جو ثواب
لے گا جو اس مسکن پر کاربند ہونگے۔ من غیر ان ینقص من اجور ہوشیا اس کے بغیر انہیں ثواب ملنے
سے خود اس کے ثواب میں کمی ہو۔ یعنی ان سب عمل کرنے والوں کو بھی ان کے عمل کا مکمل ثواب ملے گا۔ اور مسکن کو زندہ
کرنے اور رواج دینے والے کو ان سب کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔

ومن ابعد ع بدعتہ ضلالتہا لیرضاه اللہ ورسولہ - اور جس نے کوئی بدعت ضلالت (دھوکہ)
جاری کی جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش نہ ہوں۔ بخلاف بدعت حسنہ کے جس میں میں
کی بہتری اور اس کی تعزیت اور ترویج ہو کہ یہ بدعت حسنہ ہے اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے۔ صلی اللہ علیہ
من الاشہم مثل اتمام من عمل بها لا ینقص ذلک من اوزارہم شتیا - تو اس بدعت ضلالت
پر کاربند ہونے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ خود اس بدعت ضلالت جاری کرنے والے کو بہ سبب کاربند ہونے والا۔
اس حدیث کی شرح اور اس میں گفتگو مسلم شریف کی حدیث ابی ہریرہ کی فضل اقل کے آخر میں گذر چکی ہے۔

۱۶۱۔ وعن عمرو بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان الدین لیأزر الی الحجاز کما
تأزر الحیة الی حجرة ہاء لیخفان الذین
من الحجاز معقل الاسر وشیعہ من راس
الجبل وان الذین یبدء غریبا وسیعہ
اور حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے
نہایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ دین سکڑ آئے گا عہد زکی
طرف جس طرح سکڑا آئے ہے سانپ اپنے سوراخ کی
کی طرف۔ ادبے تک دین اسلام پناہ لے گا سرزمین
عہد میں جس طرح پناہ لیتی ہے پہاڑی بکری پہاڑ

کُنَّا بَدْعَ قَطُوفٍ لِلْعُرْدِيَّاءِ وَهُمْ
الَّذِينَ يُصْلِحُونَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ
مِنَ الْبَعْدِي مِنْ سُنَّتِي .

رواہ الترمذی

کی چوٹی پر۔ اور بے شک دین غربت و تنہائی میں ظاہر
ہوا۔ اور عترتِ غربت و تنہائی کی طرف لوٹ جائیگا
تو بیدار ہو کر یا کوئی ان لوگوں کو جو میرے بعد میری
ان سنتوں کو درست کریں گے ان کی اشاعت کریں گے
اور انہیں بداج دیں گے، جنہیں لوگ خراب کہے جائیں گے۔

أَشْعَثُ اللَّعَّاتِ : دینِ عرب و عرب۔ آپ انصاری ہیں۔ غزوہ بدر میں موجود تھے۔ مدینہ منورہ میں ہی
سکونت پذیر رہے۔ رضی اللہ عنہ

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الدين ليس آزر الى الحجاز كما تاورز
الحيته الى جحرها۔ اس عبارت کا ترجمہ فصل اول کی آخری حدیث میں گذر چکا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ وہاں
الی المدینہ کے الفاظ ہیں اور یہاں الی الحجاز کے جو کہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں کو شامل ہے جیسا کہ وہاں اس طرف
اشاہہ کر دیا گیا تھا۔ ہر کتاب کے کہ وہاں مدینہ کا لفظ مدینہ پاک کی فضیلت کی بنا پر آیا ہو اور یہاں حجاز کا لفظ حرمین شریفین
نارہا اللہ تعالیٰ و تشریفاء کی فضیلت کے لئے وارد ہوا ہو۔ واللہ اعلم

وليعقل الدين من الحجاز۔ اور بے شک دین اسلام حجاز مقدس میں پناہ تلاش کرے گا اور اُسے
اپنا مسکن و ماویٰ بنائے گا اور مفتوں کے ظہور اور اہل کفر و فساد کے قلعے کے دقتِ حجاز کی طرف واپس لوٹ آئے گا۔ یا
آخذمانہ میں خروج و جلال کے دقت ایسا ہوگا جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گذرا۔ معقل الارواحیتہ من راس الجبل۔
جس طرح جگہ کی بکری سپاڑ کی چوٹی پر پناہ لیتی اور اس پر چڑھ جاتی ہے اُرویتہ بضم ہمزہ، مسکن راء و کسر
واو تشبیر یا بمعنی جگہ کی بکری۔ بعض کے نزدیک یہ لفظ ماہ بکری کے لئے مخصوص ہے۔

وان الدين ببدع غريباً وصيود كعابدة۔ اور بے شک یہ دین اسلام غریب و تنہا
نور ہوا ہوگا (اور) آخر کار غربت و تنہائی کی لوٹ جائے گا۔ قطوفی للخرباء۔ تو عرباً کو مبارک ہو اور وہ خوش
ہوں۔ ان کے کچے ٹھنڈے ہوں۔ وہم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سنتی
عرباً کو لوگ ہیں جو میری ان سنتوں کو درست کریں گے میں جنہیں میرے بعد لوگوں نے خراب کر دیا ہو تاکہ۔

۱۶۲۔ وَمَنْ عَبْدِ اللَّهَ مِنْ عَمْرٍو قَالَ
مَنْ عَبْدَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

يَا بَنِيَّ عَلَى أُمَّتِي كَمَا أُنِي عَلَى بَنِي
إِسْرَائِيلَ حَذِّ وَالنَّعْلَ بِالنَّعْلِ
حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى
أُمَّةً عَلَانِيَةً لَكَ فِي أُمَّتِي
مَنْ يَفْتَحُ ذَلِكَ وَإِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
تَفَرَّقَتْ عَلَى ثَلَاثِينَ وَسَبْعِينَ
مِائَةً وَتَفَرَّقَ أُمَّتِي عَلَى
ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِائَةً كُلُّهُمْ
فِي النَّارِ الْأُمْلَةُ وَاحِدَةٌ فَاسْأَلُوا
مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا
أَنَا عَلَيْهِ وَأَمَّيَّانِي .

رواه الترمذی -

د فېردياۍ احمد د پل د اړوند

عَنْ مَعَاذٍ وَنَثَانٍ وَصَبْعُونَ فِي
النَّارِ وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ
الْمَجْلَسَةُ وَإِنَّهُ يَتَجَرَّعُ فِي الْمَتْنِ أَقْوَامٌ يَتَجَارَى بِهِمْ
تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى التُّكَلِّبُ بِمَا جِبِلَّ لَا يَتَّقِي
هِنَّ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ

فرمایا۔ البتہ میری اُمت پر وہ کچھ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا۔ میری اُمت اور بنی اسرائیل آپس میں بالکل مطابقی اور موافق ہو جائیں گے۔ جی طرح ایک پاؤں کا جو تادم دوسرے پاؤں کے جوڑتے کے برابر ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانِ بدکاری کی ہوگی تو میری اُمت میں بھی ضرور ایسے لوگ ہوں گے جو اس فعل کے مُکبّر ہوں گے۔ اور یہ تک بنی اسرائیل بہتر ۲، فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمت ۳، فرقوں میں بٹ جلتے گی۔ ان ۴، فرقوں میں سے ایک فرقہ کے سوا باقی سب دوزخ میں جا جائیں گے۔

لوگوں نے کہا وہ ایک کونسل ہے۔ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ اسے ترمذی نے معافیت کیا اور احمد اور

ابوہریرہؓ کی روایت حضرت معاویہؓ سے یوں مروی ہے کہ بہتر ۴، فرقے و فتنہ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اس فرقے کا نام جماعت ہے اور یکے پری امت میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہونگے کہ انسانی خواہشات و ارادے ان کے دگ و پے میں سرایت کر جائیں گے مبعوض باوہیے کی بیماری انسان کے دگ و پے میں سرایت کر جاتی ہے کہ اسکی ہر رنگ اور ہر جز میں گھس جاتی ہے۔

اشعث بن اللہعات : وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 ياتين علي امتي كما اتى علي بن اسرايل - اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
 کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک میری امت بظلم کے انہی حالات سے دوچار ہو جائیگی جس سے بنی اسرائیل
 دوچار ہوئے۔ حد والنعل بالنعل والایردین ان سے پوری مطابقت اختیار کر لیں گے جس طرح ایک پاؤں کا جوتا

دوسرے پاؤں کے جوتے کے عین مطابق اور برابر ہوتا ہے۔ خدا النعل بالنعل کی ترکیب کا مطلب یہ ہے کہ موی جب جوتا بیٹے میں تو ایک تہہ دوسرے تہے سے ملا کر پورا اندازہ کر کے اور برابر کر کے بیٹے میں عرب کہتے ہیں مذات النعل بالنعل میں نے دونوں پاؤں کے جوتے بالکل برابر تیار کئے۔ خدا بمعنی اندازہ کرنا اور برابر کرنا۔ طابق النعل بالنعل کا معنی بھی استعمال کرتے ہیں۔ پھر دو چیزوں کے آپس میں بالکل برابر اور مطابق ہونے پر یہ عاودہ استعمال ہونے لگا۔

حق ان کان منہم من اتی اعداء علانیۃ۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ بدکاری کی ہوگی۔ لکان فی امتی من یصنع ذالک۔ تو میری امت میں بھی ضرور ایسے بدکردار لوگ پیدا ہونگے جو اپنی ماں کے ساتھ ایسی بُری حرکت کے مرتکب ہونگے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ہر سنا ہے یہاں ماں سے باپ کی شکوہ (توتیل) ملو ہو۔ کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص ماں کے ساتھ یہ فعل کرے کہ یہاں طبعی اور شرعی مانع موجود ہے البتہ سوتیل ماں کے ساتھ ایسا ممکن ہے کہ وہاں طبعی مانع موجود نہیں ہے۔

وان بنی۔ وایتلے لغزقت طے ثنتین وسبعین ملتہ۔ اور بے شک بنی اسرائیل بہتر فرقوں اور مذہبوں میں بٹ گئے تھے۔ وتغترق امتی علی ثلاث وسبعین ملتہ۔ اور میری امت تہتر ۳۲ فرقوں اور مذہبوں میں بٹ جائے گی۔ یعنی جو ایمان کے مدعی اور باہمی قبلہ ہیں، اصل عقائد میں تہتر ۳۲ فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ کلہم فی النار۔ یہ سب سورہ عقیدہ کے باعث دوزخ میں جائیں گے۔ تاہم بدعلی کی بنا پر فرقہ ناجیہ اہلسنت میں سے بھی کچھ لوگ کچھ وقت کے لئے ممکن ہے دوزخ میں ڈالے جائیں۔ اور یہ قول کہ گناہوں کے باوجود فرقہ ناجیہ اہلسنت کے سب لوگ بخشے ہوئے ہیں بالکل بے دلیل قول ہے۔

الاملۃ واحداۃ۔ ان تہتر فرقوں میں سے صرف ایک گروہ جنتی ہے۔ قالوا من ہمی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسا گروہ ہے۔ قال ما انا علیہما و اصحابی۔ فرمایا، وہ کہ جس پر میں اور میرے صحابی قائم ہیں، اے توفی نے نصرت کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے احمد اور داؤد کی روایت میں اس طرح آیا ہے۔ ثنتان وسبعون فی النار وواحداۃ فی الجنة وہی الجماعۃ۔ بہتر فرقہ دوزخی ہیں اور ایک جنتی ہے اور وہ جماعت ہے۔ یہ جماعت کے نام سے اس لئے موسوم ہیں کہ یہ حضرات جس پوائی اور راست پر سلف کا اتفاق ہے اس پر جمع ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔

وانہ سیخرج فی امتی اقواء۔ اور بے شک میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہونگے کہ تنجادی بہم تلک الاھواع۔ کہ انکی رگ و پے میں یہ نفسان خواہشات سرایت کر جائیں گی اور وہ آپس میں ان خواہشات

قرین دی ہے اور جب امت آپس میں اختلاف کرے گی اور منتشر ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ خلافت جمعیت اور یکیت ان سے اٹھائے گا اور ان پر طغاب نازل کرے گا اور ان کے حالات بگاڑ دے گا اور اس جی سے دور کر دے گا جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صہبہ کرام تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ومن شد شد فی السار اور جو شخص جماعت اور سواد اعظم سے الگ اور تنہا ہو جائے گا اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا پھر شد شد یعنی مطہم ہے اور دوسرا صیدہ یعنی مجہول اور یہ دوسرا صیدہ مطہم بھی پڑھا گیا ہے اس طرح آئے والی حدیث میں

۱۶۴۔ رَوَّعَنَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعُوا السَّوَادَ اَلْاَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَدَّ شَدَّ فِي السَّارِ رواه ابن ماجہ عن حدیث انس و ابن مہدی ابی ناسر

اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواد اعظم کو کثرت و جہور کی اتباع کرو کہ بیشک جو شخص جماعت سے الگ اور تنہا ہو گیا وہ دوزخ میں گیا

اشترحات و عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتَعُوا السَّوَادَ اَلْاَعْظَمَ اور ابنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبی جماعت کی پیروی کرو سواد یعنی پیالیہ جہور و جہور کی نیز جماعت مینا نیز پیالیہ شکر ہے اس کی کثرت اور زیادتی مراد جماعت ہے اس ارشاد سے درحقیقت اس مذہب کی اتباع کی ترغیب مقصود ہے جماعت کی اکثریت نے اختیار کیا ہے۔

یہاں مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں غلط جگہ ہے اور رواہ ابن ماجہ عن حدیث انس کے الفاظ مشتبہ ہیں درج ہیں اور بعض نسخوں میں ابن ابی عامر نے کتاب السنۃ کے الفاظ زیادہ آئے ہیں۔

۱۶۵۔ رَوَّعَنَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيَّ اِنْ قَدَّرْتَ اَنْ تُصِيبَ وَمَنْ بَنِيَّ وَفِيْنِي فَلَیْكَ عِشْرُوْنَ اَوْ حِدًا فَعَلْتَ اَمْ قَالَ يَا بَنِيَّ فَرَدَّا لَیْكَ مِنْ سُنَّتِي وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ اَحَبَّنِي وَمَنْ اَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْيَوْمَةِ رواه الترمذی

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے عزیز بیٹے اگر تو صبح و شام ایسے حال میں کر سکتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کے متعلق کھوٹ نہ ہو تو غزوان کر پھر فرمایا اے میرے عزیز بیٹے یہ کام میری سنت اور میرے طریقہ پندیدہ میں سے ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھے سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت رکھے گا جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اشترحات۔ ومعنی انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی ان قدر ان تصیب و تنسی و لیس فی قلبک غش لاحد فافعل اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے اگر تو صبح و شام ایسے حال میں کر سکتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کے لئے کھوٹ نہ ہو تو ایسا کر تم قال یا بنی و انک من سنتی پھر فرمایا اے پیارے بیٹے اور میری میری سنت اور میرے طریقہ پندیدہ میں سے ہے ومن احب سنتی فقد احبنی اور جس نے میری سنت اور میرے طریقہ پندیدہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اگر کسی کے طریقے اور سنت سے پیار کرنا اس کے ساتھ محبت

کی بنا پر ہوتا ہے اور اس کی محبت کا باعث بنتا ہے وہی احببنی کان معی فی الجنة اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے المرء مع من احبب کما انسان کس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت تھی۔ اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے پیار کرنا آپ کے ساتھ پیارا اور آپ کی رفاقت نصیب ہونے کا باعث ہے۔ سنت کے ساتھ جب عرف محبت کا نتیجہ یہ ہے تو جو شخص سنت سے محبت رکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کرتا ہو اس کا مرتبہ کس قدر رفیع و اعلیٰ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سعادت عطا کرے۔

۲۶۶۔ وَكَانَ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَمَلَ بِسُنَّتِي عِنْدَ قَدَرِ امْتِنَانِي فَلَهُ أَجْرٌ بِمِثْلِ شُعْبَيْبٍ۔
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری امت میں امتدادی اور ملحق بنا دیا جو نے کسی وقت میری سنت کو ضروری سے تمھارا اسے ایک شوشید کا ثواب ملے گا۔ (رواہ)

اشترکات۔ فساد امت سے سنت چھوڑ دینے اور اس میں کمی اور کوتاہی کرنا مراد ہے اور شوشید کے معنی سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے وقت میں سنت پر عمل بڑی مشقت اور جدوجہد سے ہونے لگے گا لیکن اس کی فضیلت اور اس کا ثواب بھی بہت زیادہ ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہاں شکوۃ کے بعض نسخوں میں رواہ کے بعد جگہ غلطی چھوڑ دی گئی ہے اور حاشیہ میں یہ عبارت صحیح ہے رواہ ابویوسف فی کتاب الزہر من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ یعنی اسے جو سنت تھیں یا سنت کتاب الزہر میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا بیشک تم لوگ یہ سوسے بہت سی باتیں سنتے ہیں جو میں نہیں سمجھتا کہ تم نے جو روایات کہیں اور سنی ہیں کہ تم لوگ ان میں سے کیا آپ مناسب سمجھتے اور سنے دیتے ہیں کہ تم لوگ ان میں سے کچھ کو لے کر لیں آپ نے جو روایات کہیں اور سنی ہیں کہ تم لوگ ان میں سے کچھ کو لے کر لیں آپ نے جو روایات کہیں اور سنی ہیں کہ تم لوگ ان میں سے کچھ کو لے کر لیں اسلام کے بارے میں جنت میں ہمارا اس کے کامل دین ہونے میں نہیں شک ہے۔ اس لئے تم لوگ اہل کتاب سے کچھ لینا چاہتے اور ان سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو۔ جس طرح خدا پرورد نصاریٰ جنت و شہادت کی ولایتوں میں جھگڑا شروع ہونے لگے تھے۔ بیشک میں ایک سفید و پاک اور صاف درویش اور شک و شبہ سے خاص صفت و شریعت کے کہہ رہا ہوں۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لئے بھی میری پروردی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا چو جائیکہ اس کی قوم اور باقی تمام لوگ ان کے پیروی

۱۶۶۔ وَكَانَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَسَاءَ عَمْرُوقُ قَالَ إِنَّا نَسْتَعِزُّ بِأَحَابِثٍ مِنْ يَهُودٍ نَعُجِبُ أَفْزَرَى أَنْ نَكْتَسِبَ بِفَعْلِهِمْ أَفْعَالُ أَفْهَمُ مَوْنِ أَنْتُمْ كَمَا سَمِعْتُمْ كَلَّمَ أَيْمُونُ وَانْصَارَى لَعَنَ حَيْثُكُمْ مَهَابُ بَعْضًا لَبَقِيَهُ وَلَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا رَخِبَهُ إِلَّا ابْتِغَى

رواہ احمد و ابیہقی فی شعب الایمان

شرایت کے اچھانے کے بعد تمام شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں،

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حلال عیب ذوق کھایا یا سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کے شر سے اس میں رہے وہ جنت میں داخل ہوا۔ اس پر ایک شخص نے کہا یہ نیکیاں ہمارے زمانے میں لوگوں کے اندر ثمرت کے ساتھ موجود ہیں آپ نے فرمایا اے اور مجھ سے بعد کے زمانوں میں بھی یہ نیکیاں موجود رہیں گی۔

۱۶۸ - وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ طَيْبًا وَفَعَلَ فِي سُنَّتِهِ وَآمَنَ انْسَاسُ بَوَائِقِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ كَثِيرٌ فِي امْتِنَاسٍ قَالَ وَسَيَكُونُ فِي قَسَمَاتٍ بَعْدِي رواه الترمذی

اشترکات۔ وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اكل طيبا وبشرط حلال کھائے و عمل فی سنتہ اور سنت کے مطابق عمل کرے اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔ وامن انساس بوائقہ اور لوگ اس کے شر و فتنہ سے امن ہیں وہیں یعنی اس کی طرف سے کوئی تکلیف اور اذیت نہ پہنچے یعنی کسی کو گمراہی کے راستے پر نہ ڈالے اور کسی کو بدراہ نہ کرے نہ ہرچہ بڑا شر و فتنہ مرا دے یعنی لوگوں کو اس سے کسی قسم کی کوئی اذیت اور ہلاکت نہ پہنچے۔

برائن اللہ کی حج ہے یعنی سختی اور درج پہنچانا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس سے اس کے جہانے تکلیف میں ہوں۔ برائن کی تفسیر ظہر، بدعتی، سختی اور شر و فساد سے کی گئی ہے۔ دخل الجنة وہ جنت میں داخل ہوگا فقال رجل اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ان هذا اليوم کثیر فی الناس یا رسول اللہ شیک یہ کام (یہ نیکیاں) اتنے ہمارے زمانے میں تو بہت ہیں ہمارے بعد آنے والے لوگوں کی حالت کیا ہوگی۔ قال وسیکون فی قرون بعدی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے زمانے میں یہ اچھائیاں بہت ہیں اور میرے بعد آنے والے لوگوں میں بھی کسی نہ کسی حد تک یہ اچھائیاں موجود رہیں گی یعنی میری امت میں نیکی اور خیر بالکل ہی ختم نہ ہو جائے گی۔ اگرچہ زیادہ اول کم لافزق ضرور ہوگا۔ اور آخر زمانہ تک ایک جماعت ایسی موجود ہوگی جو تقویٰ اور اقامت سنت کے راستے پر گامزن رہے گی۔

۱۶۹ - وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ مَن تَرُكُ مِنْكُمْ عَشْرًا عَشْرًا أَوْ يَوْمَ هَلَكْتُمْ تَمِيتًا فِي زَمَانٍ مَن تَعْبَلُ مِنْكُمْ بَعْشَرًا أَوْ يَوْمَ هَلَكْتُمْ بَعْشَرًا نَجَا۔ رواه الترمذی

اشترکات۔ وعن ابی ہریرہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انکم فی زمان من ترک منکم عشر ما امر به هلک اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیک تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ اگر تم میں سے کوئی شخص دین کا دسواں حصہ بھی چھوڑے گا جاگ ہو جائے گا پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جس کے دسویں حصے بھی عمل کرے گا نجات پا جائے گا۔

شم باقی زمان من محل منهم بعشروا امریة بجا پھر یکہ نہ آئے تاکہ
 جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو نجات پا جائیگا اور عذاب سے چھوٹ جائیگا اور ثواب کا مستحق ہوگا لیکن یہ گناہ گشت سنوں اور فرائض و خیرات میں
 ہو سکتی ہے فرائض و واجبات میں اس گناہ گشت کی کوئی صورت نہیں کہ ان کے ترک کی کسی نذرانے میں اجازت نہیں ہو سکتی بعض نے کہا ہے
 اس امر میں صرف وہی منکر مراد ہے کہ نذرانہ نبوت اور اس کے بعد قریب زمانہ میں جب کہ حق تعالیٰ ہر حق حکومت اسلامی ضرورتی اور سلطان ایک
 دوسرے کی حدود و احکامات میں سرگرم تھے اور حق تعالیٰ نے اور قبول کرنے کی توقع ہوتی تھی ایسے ایسے حالات و زمانہ میں امر معروف اور نہی منکر ترک کرنے
 کے لئے کوئی عذر نہ تھا اس کے برعکس آج زمانہ میں جو زمانہ نبوت کے باطل الٹ اور خلاف ہوگا کہ اس میں تصور اس امر معروف اور نہی منکر کا
 فریضہ اور کوئی بھی نعمت اور اجر و ثواب کا موجب ہے۔

۱۶۰ - وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا قَوْمٌ بَعْدَ هَذِي كَانُوا أَهْلِيَّةً
 إِلَّا أَوْتُوا الْجِدَلَ ثُمَّ خَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ مَا هَضْرُوهُ نَكَ إِلَّا جَدَلَ بَيْنَ
 هُمْ قَوْمٌ خَصِيصُونَ رواه أحمد والترمذي وابن ماجه
 اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم گمراہ نہیں ہوئی جو پہلے ہدایت
 ہدایت پر تھی مگر پھر گمراہ کی وجہ سے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 یہ آیت فرمائی مَا هَضْرُوهُ نَكَ إِلَّا جَدَلَ بَيْنَ هُمْ قَوْمٌ خَصِيصُونَ
 مگر عرض کیا کہ اسے لئے بکری سخت جھگڑا کرتی ہے۔

اشترکات - وعن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قاضی قوم بعد ہدی کاناوا
 علیہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم گمراہ نہیں ہوئی جو پہلے ہدایت پر
 تھی الا او تو الی جدل مگر اس بناء پر کہ انہیں جھگڑا دیا گیا جَدَلَ بَيْنَ ہُمْ اور دال کے فتح کے ساتھ یعنی شرابی جھگڑا کرتے اور تعصب و غلو میں مبتلا
 ہونا تاکہ اس میں تندی اور سختی کے ذریعے اپنے باطل غصب کو روک دیں اور حق کی بنیادیں اکھاڑ بیٹھیں۔

شم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت فرمائی جو کہ ان کے بدل و خدمت کے
 بارے میں وارد ہے یعنی مَا هَضْرُوهُ نَكَ إِلَّا جَدَلَ بَيْنَ هُمْ قَوْمٌ خَصِيصُونَ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کا
 یہ قول نازل ہوا اَنْتُمْ قَوْمٌ تَعْصُونَ لَكَ مِنْ قَوْلِي مَا تَشَاءُ فَتَقْبَلُ مِنْهُ مَا يَشَاءُ اللَّهُ وَمَا يُغْنِي عَنْكَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ اَنْتُمْ قَوْمٌ خَصِيصُونَ
 دوزخ کا ایندھن ہیں تو مشرکین جیسے خوش ہوتے اور انہوں نے شور مچایا کہ ہمارے بت میں حق سے بہتر نہیں ہیں اگر میں جو فساد کی
 مسببوں ہیں اس آیت کے مطابق خدا تعالیٰ دوزخ میں ہمیں گے تو ہم بھی اپنے بت کی مانند دوزخ میں پہنچے پر راضی ہیں ان کی اس گفتگو پر
 تعالیٰ نے آیت مَا هَضْرُوهُ نَكَ إِلَّا جَدَلَ بَيْنَ هُمْ قَوْمٌ خَصِيصُونَ انہوں نے جو آپ کے ساتھ حق کے لئے نہیں بلکہ جھگڑنے اور کٹھن
 کے طور پر ہے کہ نہ کہ امتداد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شامل ہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی میری فہم کے لئے آتا ہے جس طرح اختلاف
 عقائد کے لئے یہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ انت عرب میں ہا کا استعمال ایسی ہے اس کے باوجود بعض جنگ و جدل اور تعصب و غلو کے تحت
 ایسی گفتگو کر رہے ہیں بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ ابن زبیر نے دیکھنا دیکھنا بار و دکن میں و فتح دار اور آخر میں امت و مشرکین
 میں سے ایک مشرک تھا اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بحث اور گفتگو کی آپ نے فرمایا تو اپنی قومی زبان سے ہی کس قدر ناواقف
 اور بے بہرہ ہے کہ اور میں کا استعمال تک نہیں جانتا۔

۱۶۱۔ وَمَنْ أَشَىٰ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقُولُ لَا تَشْدُدُوا عَلَيَّ أَنْفُسَكُمْ فَتَشْدُدُوا اللَّهُ
عَلَيْكُمْ مَا بَانَ فَوَاشِدُوا عَلَيَّ أَنْفُسَهُمْ فَتَشْدُوا اللَّهُ
عَلَيْهِمْ فَتَشْدُوا بَنِيَاءَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالْأَبْيَادِ وَالْبَنِيَّةِ
ابْتَدَعُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

رواہ ابو داؤد

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اپنے آپ پر سختی اور شدت نہ کرو کہ
اللہ صبح قرم پر شدت اور سختی کرنے لگے۔ بیشک ایک قوم اپنے اوپر
شدت اور سختی کی حتیٰ کہ اللہ نے وہ شدت اور سختی ان پر ڈال دی تو
نصاری کے عبادت خانوں اور ان کے کلیساؤں میں جو لوگ ہیں یہ
انہی کے باقی مانعہ لوگ ہیں۔ انہوں نے ایک رہبانیت اپنے پاس
سے گھڑ لی تھی مگر ہم نے ان پر لازم نہ کی تھی۔

اشترک المصالحات۔ وعن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان يقول فرمایا کرتے تھے۔ لا تشددوا علی انفسکم ریاضت اور عبادت شدت کے ساتھ اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ
نفس جن کاموں کی طاقت نہیں رکھتا وہ اس سے لینے کو اور جو چیزیں اللہ نے تمہارے لئے مباح کی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام ٹھہرانو اور اللہ
نے تمہارے دئے آسان کام لگائے ہیں مگر تم اپنے پاس سے سخت کام اپنے ذمہ لگو۔ فتشددوا اللہ علیکم علیکم یہاں تک کہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ
بھی تم پر سختی کرے اور انہیں تم پر فرض کیوے اور تم میں ان کے ادا کرنے کی طاقت نہ ہو۔ پھر تم عاجز آجاؤ اور ان کی ادائیگی سے بھر جاؤ۔ فتنان
هو ما تشددوا علی نفسهم فتشددوا اللہ علیہم بیشک ایک قوم غم پرانے اور سختی کی حتیٰ کہ اللہ نے بھی ان پر سختی کر دی فتنک بقایا
هم فی الصوامع والابیاد۔ اپنے اوپر سختی کرنے والوں میں سے آج بھی نصاریٰ کے عبادت خانوں اور ان کے کلیساؤں میں موجود ہیں
صوامع صومعہ کی جمع یعنی نصاریٰ کے عبادت خانے۔ ویدروہ کی جمع یعنی حیاتی و دیویشوں کی عبادت گاہ۔ و رہبانیت۔ ابتدعوا ما کتبہا
علیہم۔ رہبانیت جو انہوں نے پیدا کی تھی۔ ہم نے ان پر وہ فرض نہ کی تھی۔ رہبانیت سے عبادت و ریاضت میں مبالغہ و لوگوں سے اختلاف،
نات کلیساں پنپنا، گروں میں زنجیر ڈال لینا، اپنا آکر تناسل کٹ دینا اور پہاڑوں و صحراؤں میں جہاں ہمارے مزاج ہے جو اہل کتاب کے
ماہب اور نام کر سکتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ چیزیں انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ رکھنا دیکھ لی تھیں۔ ہم نے ان پر فرض نہ کی تھیں۔
اور اس بات کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فتشددوا بجنوہنا حتی ردنا شیئنا پھر وہ ان کی نگہداشت، اس طرح نہ کر کے جیسا اس کے کرنے
کا حق تھا۔

منقول ہے کہ حضرت احمد بن ابی الحارثی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد ابوسلمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
دیکھتے دیکھتے کہ کبھی اسرائیل نے تو اس قدر دنیا متیں اور مجاہدے کئے کہ وہ بوسیدہ مشکوں اور کمانوں کے پرانے جڑوں کی طرح خشک ہو گئے
اور ہم لوگ کھاتے ہیں پیتے ہیں اپنے ہیں اور آلام و آفات سے رہتے ہیں۔ اپنی آلام و آفات کس زندگی کو دیکھ کر دل گھٹتا ہے کہ ہمارا
طور طریقہ کیا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ حضرت ابوسلمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو اس بارے میں کوئی بات جانتا
چاہتا ہے۔ اسے احمد ہم سے صدق و اخلاص کا مطالبہ ہوگا مجھے اندیشہ ہے کہ اس مطالبہ نہ ہوگا اگر تو نے دس دن ممل کیا اور اخلاص سے کیا تو وہ
دس سال چلنے اور چلنے سے بہتر ہے اصل میں خدا تعالیٰ کی رضا مطلوب و مقصود ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے دمن لم یکن عروماں اچھا۔ نکلی
احسانہ و نوب۔

جو شخص وصال و ملاقات کا اہل قرار نہ پایا اس کی سب نیکیاں بھی گنہ ہیں۔

١٤٢. وَرَعَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ مَا نَآلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْآنَ عَلَى خَشَعَةٍ تَوَعَّبِهِ حَلَالٌ وَحَرَامٌ وَهَكَمْ وَمِثَابَةٌ وَأَنَالَ فَأَجَاؤُا الْخَلَالَ وَخَرِمُوا الْخَرَامَ وَاقْتَنُوا بِالْمُكَمِّ وَأَبْنَوْا بِالْمِثَابَةِ وَأَعْبَدُوا بِإِلْأَنَالِ هَذَا الْقَدِّ الْمَعْمُ حَرَجًا أَلِيهَتِي فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ وَفَعَلَهُ فَأَعْمَلُوا بِالْخَلِيلِ وَأَجَبُوا الْخَرَامَ وَاسْعَوْا الْمَعْمُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پانچ جہوں پر نازل ہوا ہے۔ حلال، حرام، حکم، متشابہ اور احتمال تو حلال کو حلال جاننا اور حرام کو حرام، حکم پر عمل کرو، متشابہ پر احتیاط رکھو اور احتمال و اوقات سے حیرت و نصیحت پر گزرو۔ یہ مصباح کے الفاظ ہیں اور یہ سبق نے شعبہ الامایان میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کی، حلال پر عمل کرو، حرام سے بچو اور حکم کی پیروی کرو۔

اشتر المعبود۔ وعن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شرب الخمر أو سكر حتى يفرغ من عقله لم يقبل له أجر يومئذ ولو كان مائة سنة۔

فاحلوا الحلال وحرموا الحرام تو حلال کو حلال جانو یعنی اس پر عمل کرو اور اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھو اور حرام کو حرام جانو۔ واعملوا بالمحکم اور حکم پر کاربند رہو۔ وامنوا بالمتشابهہ اور متشابہ پر ایمان رکھو اور یہ یقین رکھو کہ اس سے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے حق اور درست ہے، اگرچہ ہمیں اس کی حقیقت کا علم نہیں، واعتبروا بالامثال اور قصص اور افعال سے نصیحت اور عبرت پکڑو۔ هذا لفظ المصاحیح یہ مصابیح کے الفاظ ہیں درجی البیہقی فی شعب الایمان اور بتے تھے شعب الایمان میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے فاحلوا الحلال واجتنبوا الحرام وامنوا بالمتشابهہ واعملوا بالمحکم حلال پر عمل کرو حرام سے بچو اور حکم کی پیروی کرو اور آمنوا بالمتشابهہ واعتبروا بالامثال لفظ مصابیح اور شعب الایمان دونوں میں ایک جیسے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرح کے احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جن کا ایک جز نماز اور دو اس میں ہے ان کی پیروی کر دو اور وہ جن کا لگانہ اور نماز کا جز ہے اس میں سب سے اول اور دوم۔ تیسرے وہ جن کے جائز یا ناجائز ہونے میں شبہ ہے انہیں خدا کے سرور اور ان میں ترقوت کر اور ان میں خدا سے رشد و ہدایت طلب کر

رواه احمد

الفصل الثالث

تیسری فصل

حضرت مساذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شیطان انسان کے لئے بھیڑیا ہے جیسے گریر کا بھیڑیا جو تھوڑے جھوٹے والی اور دوڑی جانے والی اور ایک

١٤٣- عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَسْفَلَكَ دَرَجَاتٍ الْإِنْسَانُ كَذَّابٌ
أَعْمَى يَأْخُذُ الشَّارَّةَ وَالْعَامِيَةَ وَالسَّاجِيَةَ وَيَأْكُلُ

وَالْشُعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِمَا يَجْمَعُهَا وَالعامة

رواه احمد

ظن جمعاً والی بکری کو کچڑیا ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان واقع
دستوں سے دور رہو اور جماعت اور اکثریت کے طریقے کو کچڑیا ہے

اشترہ الجمعۃ . وعن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان ذئب الانسان
يكل شيطان الانسان كما يئربايعه كراسه ياكلنا اور بھٹاتا ہے کہ جماعت سے الگ ہو کر اسے چاک کر دے۔ کذبت الغنم جیسے کچڑیلا کا بیڑا
يأخذ الشاة جراس بکری کو کچڑے جاتا ہے جو کچے سے بھانکتی اور اس سے اُست نہیں کرتی۔ والعامة اداس کی کوئی کچڑیا ہے جو کچے
دو چلی جاتا کہ غنم کی جیسے بھڑکائی ہو۔ والحادیۃ اور اس بکری کو کچے جاتا ہے جو کچے سے ایک طرف ہو کر کھڑی ہو۔ اگرچہ اس سے بھانکی نہ ہو اور
نہی اس سے دور گئی ہو اور جو بکری گوشت کے درمیان ہو وہ امن اور سلامتی میں ہے ولایاکم والشعاب اور اپنے آپ کو ان راستوں سے دور رکھو جو دو
پہاڑوں کے درمیان واقع ہوں۔ اس عبارت سے متسدد یہ ہے کہ جماعت سے باہر نکلنا ٹھیک نہیں اور جس راستے پر چھوڑا جلی اسلام چلتے ہوں اس سے
بہت جانا درست نہیں مگر فرمایا علیکم بالجمعة والعامة اور جماعت و اکثریت میں رہنا اپنے آپ کو از حد لازم و ضروری جانو۔ اس جانب اشارہ
ہے کہ اعتبار چھوڑ کر اکثری اتباع کا ہے کہ قدامت و کون کا ہر معاملہ میں کامل اتفاق نہ صرف یہ کہ واقع نہیں بلکہ ممکن بھی نہیں۔

۱۴۵۔ وَعَنْ أَبِي حَبِشَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَتَهُ الْأَسْلَمَ عَنْ عُنُقِهِ . رواه احمد والبرقانی

حضرت ابو حشیشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جماعت سے ایک ہانشت بھی
دور ہوا اس نے اسلام کی رسی اپنے گلے سے اتار دی۔

اشترہ الجمعۃ . وعن ابی ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فارق الجماعة شبرا فمفارق الجماعة
فانك تخلصك من ربقة الاسلام عن عنقه قواس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار کر چھینک دی اور اس
حالت کو پہنچ گیا کہ شاید اسلام کی قید اور احکام کی بندش سے باہر نکل جائے۔ البتہ بکسر اور بفتح دار یعنی وہ رسی جس میں چند جھلکے بنائیں اور ہر جھلکے
بکری کے گلے میں ڈال دیں۔ اس پر گلے کو رہتہ کہتے ہیں۔

۱۴۶۔ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَكَّثَ يَوْمَئِذٍ أَنْ يَنْفِرَ
فَقِيلَ لَوْ مَا عَسَلَكُمْ يَوْمَئِذٍ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی
میں جب تک انہیں پکڑے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب
دوسری اس کے رسول کی سنت۔

رواه في الموطا

اشترہ الجمعۃ . اس حدیث کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا نام ہے موطا الف مقصورہ اور
معدودہ دونوں سے چڑھا ہوا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ مرسل حدیث مشہور اصطلاح کے مطابق وہ ہے جسے تابعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرے۔ اسے متعلق بھی کہتے ہیں جیسا کہ حدیث مکتب میں مذکور تھا اگر یہ نہ کہا جاسے کہ امام مالک تابعی نہیں ہیں اس لئے ان کی حدیث مرسل
یا متعلق نہیں ہو سکتی تاہم بہتر یہ ہے کہ مرسل کی بجائے تصدیک کہا جائے بعض اسناد کا اولی حصہ صرف کر دینا۔

۱۴۷۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا آخَذْتُ قَوْمًا مِثْلَ هَذِهِ

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کبھی

جستہ فرمایا کہ اگر اس طرح سے طریقہ اسلام مراد ہے گمے اور بتایا کہ کھلے ہوتے
دعا مانوں سے جن پر پڑے گئے ہوتے ہیں دعا انصاف مراد ہیں جنہیں
اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اور بیان فرمایا کہ گئے ہوتے پڑوں
سے اللہ کی حدیں مراد ہیں اور بتایا کہ راستے پر گھر سے دھامی سے قرآن
مراد ہے گمے اور اس دھامی کے اور ایک اور دھامی سے ہر مومن کے
دل میں اللہ کی طرف سے نصیحت کرنے والا مراد ہے۔

اشتر العلمات نے یمن دین کی کیفیت و حالت یا ان حدود و محارم اور احکام قرآن کی حالت و کیفیت بیان فرمائی۔ گمے اور اس میں
داخل ہو گیا تو دردناک عذاب میں جا پڑے گا۔ گمے جس پر عمل کر انسان بہشت جاوے گا میں پتہ چلے گا۔ گمے کہ ان کے اور بندے کے
درمیان بندش ڈال دی ہے کہ ان کی طرف گزرنے نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے کو اس سے باز رکھتا ہے (باز نہ ہونے کی تلقین کرتا ہے) یہ وہ اصل
حق سبحانہ و تعالیٰ کے احکام میں جن کا انسان کو پابند کیا گیا ہے شہ پر لوگوں کو راہ راست پر چلنے کی دعوت دیتا ہے شہ شام بھی وقت نہ
طیئے و اعطی قلب کی تفسیر نہ پاک (اسلام فرشتہ سے کی ہے) جو بندہ کے دل میں نیک بات ڈالتا ہے جب تک فرشتہ کی طرف سے یہ الہام
نہ ہو تو حق مجید سے اسے کوئی نافرمانی نہیں پہنچتا۔ قرآن مجید کا نام صرف یہ ہے کہ وہ راستہ دکھاتا اور راستے کے نشان بتاتا ہے گردن کا اسے
قبول کر لینا اور نصیحت کو دل میں بٹھالنا اور راستے پر چل کر اپنا اور مقصود تک پہنچ جانا تو یہ تو قریب و جاہات اپنی سے چاہے جن کا لہام اللہ تعالیٰ
اس کے دل میں ڈالتا اور پیدا کرتا ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جو شخص
راہ راست پر چلے چاہے اسے چاہیے کہ ان لوگوں کے راستے پر چلے
انصاف کی ابتدا اور بروی کرے جو اس جہاں سے گزرنے اور وفات
پانچکے جس کر نہ دلوں کے بارے میں یہ اندازہ موجود ہے کہ وہ دین میں
کسی نفع اور ابتلا میں مبتلا ہو جائیں۔ اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے صحابہ کرام تھے یہ حضرات امت میں سب سے افضل تھے
ان میں سب سے بڑھ کر نیک ولی پالہ جانی تھی ان کا علم سب سے
گہرا تھا اور یہ حضرات سب سے کم تکلف و قسطنہ اختیار کرتے تھے
اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اپنے نبی کی نفاقت و محبت اور اقامت
و خدمت دین کے لئے چنا کہ قرآن کے لئے ان کا فضل و کمال
پیدا ہوا اور ان کے نام و طریقوں کی پیروی کرو اور حق الامس ان کے
اخلاق اور ان کی سیرت و روش اختیار کرو کہ بیشک یہ لوگ ہدایت
مستقیم پر قائم تھے گمے

رُزَّاه رزقین و رزواہ احد و البیعتی فی شعب الایمان
یہ حدیث ابن مسعود سے روایت کی اور اس نے اور
بیعتی نے شعب الایمان میں اسے فراس بن سمان سمان کبیر میں
اور یغنیہ میں دونوں طرح آیا ہے۔ آپ صحابی میں شام میں سکونت
تھی۔ اسی طرح ترمذی نے بھی فراس بن سمان سے بھی روایت کی مگر
آنا فرق ہے کہ امام ترمذی نے عمرو بنی کی نسبت غفر العافوں روایت کی

۸۲- وَحَبِ ابْنِ مَسْرُودٍ قَالَ مَنْ كَانَ مُسْتَنًا فَلْيَسْتَنْ
بِمَنْ خَلَقَتْ فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تَزُومُنْ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ أَوْ لَوْ كَيْفَ
أَهْلَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا أَفْضَلُ هَذِهِ
الْأُمَّةِ وَارْتَبَاهَا قُلُوبًا وَاعْتَمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّمَهَا كَلْفًا
اخْتَارَهُمُ اللَّهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَلَا قَامَةِ دِينِهِ مَا عَرَفُوا
لَهُمْ فَصَلُّهُمْ وَأَتَّبَعُوهُمْ عَلَى أَرْبَعِمْ وَفَسَّكُوا
بِنَا اسْتَفْتَمُومُنْ أَخْلَا قِيَمَ دِينِهِمْ قِيَمُهُمْ كَانُوا
أَعْلَى الْبُحْدَى الْبُشْتَقِيمِ

رواہ رزقین

اشترکات سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنے زمانے کے تابعین سے فرمائی اور انہیں نصیحت کی اور لوگوں سے صحابہ کرام اور زہدوں سے صحابہ کرام کے علاوہ اپنے زمانے کے دوسرے لوگ مراد تھے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اولاً شک الخ ثلثہ کہ حضرت سب سے کم تکلف و تنقیح اور بیاہ و تاش اور لوگوں میں مروج و متعارف رسوم و عادات اختیار کرتے تھے اور بناوٹ کے ساتھ کسی کام کو کم ہی انجام دیتے تھے تکلف کا معنی ہے فراموش کرنا کہ کسی کام کو خود اپنے ذمے لینا اور اپنے آپ کو کچھ دشقت میں ڈالنا اور تکلف سے بچتے ہیں جو اپنی حاجت و ضروریات اور طاقت سے بڑھ کر کام کرے۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انصافیت و اعلیٰ کی دلیل ہے یعنی جب کہ خدا تعالیٰ نے تمام لوگوں میں سے انہیں جہاد اور اپنے پیغمبر کا انہیں یار و رفیق اور ساتھی بنایا تو اس سے ثابت ہوا کہ یہی حضرات بہترین خلق اور عبادت میں اور اپنی کے نفس قدسہ اور ہدایت و ایمان کے زیادہ لائق و قابل ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَائِرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَكَانَ الْوَلِيُّ بَعْدَ الْوَلِیِّمَا اللّٰهُ تَعَالٰی نے ان کے ساتھ کفر تنویری لازم کر دیا اور وہی اس کے سب سے زیادہ لائق و مستحق تھے۔ آنا در دیات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کے دلوں پر نگاہ ڈالی ان میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو سب دلوں سے روشن تر اور پاک تر پایا تو اس میں نور نبوت رکھ دیا اور صحابہ کرام کے تقویٰ و عبادت کو باقی تمام دلوں سے صاف تر اور لائق تر پایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاعت کے لئے انہیں چن لیا۔ اور انی الایحی ہونا بھی ایسا ہی چاہئے۔ کیونکہ کوئی بھی عقلمند نہ کرے گا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے یار اور رفیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مروجین سے اللہ راہی ہو گیا اور جنہوں نے مگر کچھ آپ کے زیر سایہ تربیت پائی اور خدمت میں حاضر رہے وہ بشری آفتابوں سے پاک و صاف نہ ہوئے ہوں۔ اور درجہ کمال کو نہ پہنچے ہوں۔ مثلاً کرام کے مروجین کو دیکھئے کہ ان کی خدمت میں کن بندہ مراتب کو پہنچے ہیں صحابہ کرام کا نفس و عیب معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں نفس و عیب کا موجب بنے گا اور یہ لازم آئے گا کہ صحابہ میں نفاق موجود تھا۔ حالانکہ سورہ قمرہ کے نزول کے بعد منافقین و فحشیں کا اقیانوس زمین بھی ہو گیا تھا اور منافقین و ذلیل و درسا ہو چکے تھے لہذا کسی صحابی کے پاس سے میں نفس و عیب کا گمان نہیں کیا جاسکتا۔ فوجہ باللہ من سوا الاحقاد۔ لکھے سلمان اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی بزرگی اور دین میں ہندی شان اس قدر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا رضیعت لاسمائی ما رضی بہ ابن ام عبد اللہ میں امت کے لئے ماضی ہو گیا ہر اس چیز سے جس سے ابن ام عبد اللہ رضی اللہ عنہم نے خود اپنی امت کو اپنا کس قدر صحابہ کرام کی فضیلت و تعظیم کے قائل ہیں کہ حال گفتگر نہیں سناں اللہ العالیۃ۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تورات کا ایک ٹکڑا لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ تورات کا ایک ٹکڑا ہے۔ آپ خاموش ہو گئے حضرت عمر نے اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ نکاح کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور شخصے سے تبدیل ہو رہا تھا یہ حالت دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا دوسرے الیٰی عمر میں تجھے روئیں۔ تو نہیں دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی حالت

۱۸۲۔ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَّخَ مِنْ التَّوْرَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ شَخْصَةٌ مِنَ التَّوْرَةِ فَكَفْتُ لَجَعَلْتُ يَفْزَعُ وَوَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَكَفْتُكَ التَّوَالِیْ مَا شَرِیْ مَا بَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَرَّ عَنْ ابْنِ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ الْخُوذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ
رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِ مُحَمَّدٍ
نَبِيِّنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي
لَمْ يَسْأَلْ عَنْهُ بَيْتُهُ وَتَوَلَّى الْكُفْرَ سَوِيًّا قَاتِلُ عَمْرٍو وَ
تَرَكْتَنِي بِضِلْمٍ عَنْ شَوَارِبِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ حَيَاتُ
أَحَدِكُمْ نَسُوقِي لَا تَبْغِي .

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

چل رہی ہے اس پر حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ
اور کی طرف دیکھا کہ اس پر ہے کہ تار نمایاں ہیں تو عرض کی میں اللہ
کے پاس پناہ لیتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے
غضب سے کہ ہم اللہ کے رب جوئے پر راضی ہوئے اور اسلام
کے دین جوئے پر راضی ہوئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
خدا کی قسم کہ ذات محمدیؐ کے ساتھ میں ہے اگر مومن کی خبر تمہارے
ساتھ نہ ہو اور جو آدمی محمدؐ کے ساتھ اس کی پیروی شروع کر دو تو
راہ راست سے ہمشک جادگے اور اگر مومن زندہ ہوئے اور میرا زمانہ
پاتے تو ان کے لئے میری پیروی کرنا ضروری ہوتا۔

اشترکات لے یعنی تو مر جائے، اس نکل کر تھمتی باب الایمان کی دوسری فصل میں ذکر ہو گئی ہے کہ یعنی حضرت عمرؓ نے عرض فرمائی
اور معانی کی نیت سے عرض کیا میں خدا کے پاس پناہ لیتا ہوں، خدا تعالیٰ کے غضب سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب و غم سے۔
۱۸۴۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَذِي لَا يَشُخَّ كَلَامُ اللَّهِ وَكَلَامُ اللَّهِ يَشُخَّ كَلَامُ النَّاسِ وَكَلَامُ اللَّهِ
يَشُخَّ بَعْضُهُ بَعْضًا
تھ اور ابھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا کلام اللہ کے کلام کو مشورع نہیں کرتا اور
اللہ کے کلام میرے کلام کو مشورع کرتا ہے نیز کلام اللہ کلام اللہ کو بھی
مشورع کر دیتا ہے۔

اشترکات ۱۸۵، دین و ملت کے کام کی اصلاح و بہتری کی خاطر شرح کے ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدل دینے کا نام نسخ ہے۔ یہ تبدیلی حقیقت
پسے حکم کی علت کا اظہار بیان ہوتا ہے یعنی یہ کہ یہ حکم اس علت تک مشورع اور قابل عمل تھا، واقع میں کوئی تیز اور تبدیلی نہیں ہوتی، تاہم چونکہ
حکم اول بظاہر بیان وقت سے ملحق تھا تو مشورع ہونے سے یوں عکس ہوتا ہے کہ گویا اس میں تبدیلی واقع ہو گئی۔
نسخ کی چار قسمیں ہیں قرآن کا نسخ قرآن سے، حدیث کا نسخ حدیث سے قرآن کا نسخ حدیث سے، اور حدیث کا نسخ قرآن پاک سے
لیکن اس حدیث کا ظاہر ہی سنی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کا نسخ حدیث سے جائز نہیں (حالانکہ حدیث سے کلام اللہ کا نسخ جائز ہے)،
لہذا بیان حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مراد ہوا جو آپ نے وحی سے بجا کر راستہ اور اجتہاد کے طور پر فرمایا، یا یہ کہ یہ حدیث مشورع
ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۸۵۔ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَادَ نَبِيِّنَا يَشُخَّ بَعْضُهَا بَعْضًا
تَنْخَعُ الْقُرْآنَ
اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک ہماری احادیث مشورع کو دیتی ہیں
بعض بعض کو یعنی ایک دوسری کو جس طرح قرآن قرآن کو مشورع کرتا ہے
یہ حدیث سابق حدیث کی تاسخ قرار پاتے گی۔

۱۸۶۔ وَتَعْنِ اَنْ تَتَّبِعَ الْحَشَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَشَى مَنْ فَرَّ اَيْنَ فَلَا تَعْنِيَتْهَا وَحَرَّمَ حُرْمَاتِهَا فَلَا تَنْتَهِكُهَا وَحَدَّ حُدُودَهَا عَقْلًا تَتَذَكَّرُهَا وَتَسْكُتُ عَنْ اَشْيَاءٍ مِنْ عَدُوِّ نِسْيَانٍ فَلَا تَجْعَلُوا عَيْنَهَا

روى الامام ابو داود في سنن الاثر القطنی

اور حضرت عبد بن حشاشی سے روایات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اللہ نے کچھ کام فرض کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کی حرمت کو نہ توڑنا اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور عقلمندی سے کچھ چیزوں کے بیان سے خاموشی اختیار کی ہے تم ان سے بحث نہ کرنا یہ تمہاری اعلیٰ حد ہے امام دارقطنی نے روایت کی ہے۔

اشترکات۔ علم غشی بغیر غاہ فتح شین۔ اپنے کسی حد کی طرف منسوب ہیں۔ آپ صحابی ہیں آپ کا نام محمد اور باپ کا نام عائشہ ہے اپنی کنیت سے مشہور ہیں آپ کے باپ کے نام میں بہت اختلاف ہے مگر مشہور وہی ہے جس کا یہاں ذکر ہوا۔ اہل بیت سے منسوب ہیں۔ شام میں کنوت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔ علم کرمبول اور نیان سے وہ ذات پاک و مہر ہے اس نے قوم پر رحمت کرنے اور تمہارے لئے کلام دین میں آسانی کے لئے ایسا ہے جسے تمہان کے بارے میں کاوش اور کھود کر دیکھو۔

علم دارقطنی بغدادی اشترک کا ایک علم ہے دارقطنی اس علم کی طرف منسوب ہے ان الفاظ پر کتاب الایمان مکی جوئی واطور شریف

الفصل الاول

فصل اول

۱۸۶۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَيَّنُوا عَنِّي وَتَوَاضَعُوا لِعَلِّي تَكُونُوا مِنِّي وَلَا تَكُونُوا مِن كَذِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طالبٍ مَقْعَدُهُ تِين الشَّامِ رُوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امت تمہیں چاہتا ہوں میری طرف سے دین و شریعت کو اگرچہ ایک ہی آیت ہے جو اور بنی اسرائیل سے سنی ہوئی باتوں کو بیان کرو اس میں گناہ اور عیب نہیں ہے جسے اور جو شخص میرے اوپر جھوٹ باندھے اور میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کی تو چاہیے کہ ایسا شخص اپنا گناہ دوزخ میں بنائے

اشترکات۔ کتاب العلم کتاب کعبان میں۔

علم علم دین مراد ہے جو کتاب و سنت سے متعلق ہے اس کی دو قسمیں ہیں مبادی اور مقاصد۔ مبادی وہ علوم ہیں جن پر کتاب و سنت کی معرفت موقوف ہے جیسے علم لغت و نحو صرف وغیرہ عربی علوم اور مقاصد وہ علوم ہیں جو اعمال، اخلاق اور مقاصد سے متعلق ہیں ان علوم کو علوم مصلحت بھی کہتے ہیں اور ایک علم کا مشہد ہے جو ایک فرد ہے کہ طریق مستقیم پر چلنے اور صدق معاملہ کے بعد دل میں اعتقاد ہوتا ہے اس علم کے ساتھ خائفانہ اشیاء کی معرفت کا خوف و شکست ہوتی ہے اور حق بجانب و کمال کی ذات و صفات اور افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس علم کو حقیقت اور علم وراثت بھی کہتے ہیں اس حدیث کے مطابق کہ عَنْ تَحِيْلٍ مِمَّا عَلَّمَنِي رَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمَهُ مَا لَمْ يَكُنْ

جس شخص نے حاصل کئے ہوئے علم کے مطابق عمل کیا تو اللہ اسے اس علم کا وارث بناتا ہے جو اس نے نہیں کیا ہوتا اور آیت کریمہ **وَاللّٰهُ مَنَّٰ عَلَیْکُمْ** اللہ تعالیٰ نے تم پر انعام فرمایا اور اللہ سے ڈرو اور اللہ علیکم کرے) میں اسی علم کی طرف اشارہ ہے اور یہ جو کچھ میں علم ظاہری و علم باطنی تو اس کا معنی بھی یہی ہے جو مذکور ہوا۔ اور ان دونوں علوم کی آپس میں اس طرح نسبت ہے جس طرح حجم اور جان اور نور اور نور پرست کی احادیث و آیات جس علم کی شان و فضیلت میں وارد ہوئی ہیں وہ علم ان تمام اقسام کو حسب درجات و مراتب شامل ہے۔

لے ظاہر یہ ہے کہ آیت سے قرآن کی اہمیت مراد ہے تاہم یہ لفظ احادیث کی تبلیغ اور ان کی نشر و اشاعت پر بھی دلالت کرتا ہے اس لئے کہ قرآن مجید کے شہتر اور ہر جگہ پہنچ جانے کے باوجود اگر ہر شخص میں اس کے لائق و مانتو عالم موجود ہونے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا اس کی حفاظت کا کمال و ضمانت ہونے کے باوجود جب کہ ہمیں اس بات کا علم ہوا یا نہ کہ اسے دوسروں تک پہنچائیں تو احادیث کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کا باطنی ادلی ہمیں علم ہوگا۔

بعض شامعین آیت سے کلام مراد لیتے ہیں جو حمد و ثناء پر مشتمل اور طہر منی کا نشان ہے جو جیسے وہ احادیث مہدیکہ جو جامع و مکمل کے قبیلہ سے ہیں بجز ان حضرت علیؓ علیہ السلام کی تمام احادیث اسی قبیلہ سے ہیں اس بحث کے مطابق منی یہ ہوگا پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک ہی حدیث ہو حدیث شریف کی تبلیغ کی وجہ تخصیص یہ ہوگی کہ قرآن حکیم مذکورہ و جگہ بنا پر ترجیح کا حلقہ نہیں ہے۔

شے یا مراد ہے کہ حدیث روایت کرنے میں وہ جہاں تک حدیث ضعیفہ و دلیلیں و رجال سے نقل کرنے میں افعال سند ملحوظ رکھنے وغیرہ کی شرائط عامہ کر کے جو دائرہ روایت تنگ کیا گیا ہے۔ نبی اسرائیل سے روایت کرنے میں ان شرائط کا پورا ہونا ضروری نہیں۔

جو کہ پہلے قرات کے لئے اور اسے کہنے سے منع فرمایا تھا اور کہا تھا کہ شاید تم لوگ اپنے دین اور اپنی کتاب کے بارے میں تذبذب اور حیرت میں ہو اس لئے قرات کا نام تمام رہے جو جیسا کہ گذشتہ باب کی تیسری فصل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گنوا تو اس ممانعت کے بعد اب اس امر کی اجازت دیدی کہ نبی اسرائیل سے قسے، مواضع اور ضعیف احادیث کی روایت میں کہتے اور انہیں بیان کر سکتے ہو تاہم ان کے شرائط اور احکام جو مفسر جو پہلے میں بیان مذکورہ البتہ ان کی کتاب کے عجیب و غریب واقعات نقل کر سکتے ہو۔ اس مسئلے میں نقل و روایت کی صحیح میں احتیاط برتنے میں کچھ بھی کمی رہ جائے تو حکم کی بات نہیں کہ مقصود حیرت و گناہ اور بیدار کرنا ہے اور اس باب میں دعوت و گناہ نش ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے طار فرماتے ہیں کہ فساد کی احوال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

لہذا اس کلام کا مقصد اپنے پاس سے حدیث گھڑنے اور ان حضرت علیؓ علیہ السلام پر علم و رحمت بانٹنے سے بیوقوفانہ رویہ کو گناہ کے دفع حدیث اگرچہ توحید و توحید کی نیت سے ہی ہو تب بھی حرام ہے اور بالاتفاق کیونکہ گناہ میں سے ہے۔ امام الحنفی کے والد امام محمد رحمہ اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے کفر میں داخل کیا اور اس کے قائل کے لئے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ کچھ لوگوں نے توحید و توحید کی نیت سے حدیث وضع کرنے کو جائز کہلے مگر یہ غلط اور خطا ہے۔ حق یہی ہے کہ بیان وضع کے بغیر حدیث گھڑنا اور اسے روایت کرنا حرام ہے۔

حضرت عمرؓ اور غیرہ جو دونوں مشہور صحابی ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری طرف سے ایسی حدیث بیان کرے جس کے متعلق اس کا گمان ہو کہ وہ مجھ سے تواری

۱۸۸۔ دَعْنِ شَرَّهٖ مِنْ جُنْدُبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ شُبَّانٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ
عَنِّي بِحَدِيثٍ يَرَوِي أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَخَذَ الْكَذِبَ

رواہ مسلم

شخص جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک

۴۔ ۵۔

اشترہ العلماء۔ سنے کیونکہ جب اس نے جھوٹے کی اعانت کی اور کذب و جھوٹ کی اشاعت میں اس کا شریک بنا تو اس کے گناہ اور جرم میں اس کے ساتھ شریک ہو گیا یہ تو سی یہ لفظ ضرور نہ فریغ یا دونوں طرح مروی ہے جنم کی صورت میں بمعنی گمان اور فریغ کی صورت میں بمعنی علم ہے لیکن یہاں علم بھی گمان کے معنی میں ہو گا کیونکہ روایت کے عدم ہوا کے لئے جھوٹ کا یقین ہونا شرط نہیں ہے۔ گمان کذب کافی ہے۔ بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ کذب کے احتمال اور شک و شبہ کی صورت میں بھی حدیث کی روایت جائز نہیں ہے لیکن حق یہ ہے کہ صرف احتمال کی صورت میں حدیث کی روایت ترک نہیں کی جا سکتی اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ صدق کا گمان غالب ہو تو روایت کرنا جائز ہے اور اگر کذب کا گمان غالب ہو تو روایت جائز نہ ہوگی اور شک کی صورت میں جائز اور عدم جائز دونوں برابر ہیں۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہر کلام سے عدم جائز معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ کاہن جمع اور تشبیہ دونوں طرح مروی ہے۔ تشبیہ کی صورت میں داوی اور مونی مراد ہو گا۔ ۱۸۹۔ وَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ قَاتِلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَآمَنَّا أَنَا قَاتِلُكُمْ وَاللَّهُ يُفَقِّهُهُ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے لئے نیکی چاہتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے سنے اور میں نہیں ہوں مگر تسلیم کرنے والا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا کرے عین دین کی کچھ چیز جو چاہتا ہے عطا کرے۔

متفق علیہ

۱۸۹۔ یعنی اسے دین کا فہم و زیر کی دانائی عطا کرے اور اس کے دیرہ بعیرت کو کھول دیتا ہے کہ اسے کتاب و سنت کے معانی کا درک حاصل ہو جائے۔ اور اس کی حقیقی ملائکہ پہنچ جاتا ہے۔ اصل میں فقہ کا لفظ فہم و ذکاوت کے معنی میں آتا ہے مگر عرف ثمر میں احکام علیہ کے علم پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

۱۹۰۔ وَ عَنْ أَبِي مُؤَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ مَعَادُونَ لِمَعَادُونَ كَمَا دُونَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خَيْرُهُمْ فِي الْبُحَا هَلِيَّةٍ خَيْرُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فُتِحُوا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ کائنات میں جس طرح سونے اور چاندی کی کائنات میں اس سے جو جاہلیت میں نیک تھے وہ اسلام میں بھی نیک ہوں گے سنے جب کہ وہ دین کا علم تکلیفیں

اور اس میں فتاہیت حاصل کریں

رواہ مسلم

اشترہ العلماء سنے یعنی علماء و فلاح اور عاقل صفات میں اپنی اپنی استعداد اور جہاد و شرافت ذات کے مطابق ان میں فرق ہے جیسے ایک کان وہ ہوتی ہے جو اپنے اندر اصل و راقوت پیدا کرنے کی صلاحیت و استعداد رکھتی ہے اور ایک کان سنا چاندی پیدا کرنے کی قابلیت رکھتی ہے اور ایک کان وہ ہوتی ہے جو رونا بنا بن پیدا کرتی ہے اور ایک وہ ہوتی ہے جس میں سے سرور اور چاندی وغیرہ پیدا ہوتا ہے سنے یعنی جو شخص تمام اساتذہ و علماء و فلاحیت ذات کے مطابق زمانہ جاہلیت میں نیک تھا اور قبائل میں برگزیدہ و اور پندہ و مختار اور اپنے ہمسایوں پر برتری رکھتا تھا۔ اچھی صفات کا ایک تھا اور ان حالات و مصلحت سے جو صحت بخشنے کو رہتا تھا اچھی اور پسندیدہ

ہیں تاکہ اسے تھا۔ دین اسلام میں آنے کے بعد بھی اس سے عیدہ اوصاف اور برگزیدہ افعال وجود میں آتے ہیں لیکن زمانہ جاہلیت میں ظلمت کفر و جہل میں چھپا ہوا اور دُعا ہوتا تھا جس طرح سونا پاندی کان میں مٹی سے ملا ہوتا ہوتا ہے اسلام میں آنے اور چاندیہ و ریاضت کی بجائی میں چمکنے کے بعد اس سے مٹی کی آلائش ختم ہو گئی اور وہ ہر قسم کے کھوٹ سے پاک اور صاف اور خاص ہو گیا اور علم و معرفت کے نور سے روشن و منور ہو گیا اور اسی استعداد کی بدولت اس کی اچھی اندر عہدہ عادت اپنے ہم عمروں پر نمایاں ہو گئیں اور وہ ان سے فوقیت اور برتری حاصل کر گیا جس پر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک اِذَا فَعَلْتُمْ وَاذِ ابْنِ بَارِکَ اِذَا فَعَلْتُمْ وَاذِ ابْنِ بَارِکَ اِذَا فَعَلْتُمْ اور صاحب بصیرت جو عین میں اسی جانب اشارہ ہے کہ وہ ان میں دار و مدار علم و معرفت حاصل کرنے پر ہے اور اگر اس علم و معرفت کے ساتھ اس کی شرافت اور ذاتی بزرگی بھی بچ جو جسے تو اس کا بھی بُرا اعتبار ہو گا۔ دین کے بغیر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ عالم جس میں یکہ نہ پون جو شریف جاہل سے بہتر ہے۔

عاطف عالم و ادب و زر کہ در حضرت شاہ ہرگز رخصت ادب لائق خدمت نبود

(ترجمہ) اسے عاطف عالم و ادب حاصل کر کہ وہ کے حضور جس میں ادب نہیں وہ خدمت کے لائق نہیں

۱۹۱۔ وَكَانَ ابْنُ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَحْسَدُ الْآفِي أَشْيَقَ وَحَلَّ أَتَاهُ اللَّهُ مَا لَا فَسَلَطَهُ عَلَى مَلَائِكَةٍ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ أَتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَيَكُونُ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُ بِهَا.

متفق علیہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے حد مگر دو آدمیوں کے بارے میں ہے ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا پھر اسے اپنے لئے لے لیا، اس مال کے خرچہ کرنے اور نہ دینے کی طاقت و توفیق عطا کر دی دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے حکمت عطا کی اور شریعت کا علم عطا کیا اس کے مطابق عمل بھی کرنا اور ضبط بھی کرنا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دینا ہے۔

اشہد انعمات اللہ علیہ مطلب یہ ہے کہ اگر حد کرنا جائز ہوتا اور یہ کوئی چیز ہوتی تو ان مذکورہ دو آدمیوں کے بارے میں جائز ہوتا بعض علماء فرماتے ہیں حد سے یہاں غلط مراد ہے۔ جبکہ یہ ہے کہ انسان یہ آرزو کرے کہ جو چیز دوسرے کوئی ہے مجھے بھی ملے جبکہ جانتا ہے کہ حد جس کا معنی ہے دوسرے سے نفرت چھین جانے کی آرزو کرنا جائز ہے تاہم فساد کی اور ظلم لوگوں پر حد کرنا درست ہے اللہ ان دو حکایت کیا تہذیب و رنگ کو خاص کرنا حالہ کمال ہر اچھی صفت میں غبطہ جاتز ہے، ان دو صفات کے اعلیٰ ہونے اور ان کی شرافت و دلگاہ اور فضیلت کے پیش نظر ہے کیونکہ یہ دو صفات انبیاء و مرسلین کی صفات اہل ان کے خصائص میں سے ہیں یہ دو آدمی کون ہیں آگے ان کا ذکر فرمایا۔

تھے نیک اور اپنے راستے کا لفظ بلکہ کس مال کو اپنا بنیہ قرار دیا جو اسراف اور ناجائز کاموں میں صرف ہو چھٹکے و دفعوں کے ساتھ ہلاک کرنا اور فکر دینا اس لفظ سے کمال عبادت وجود کی طرف اشارہ کیا یعنی راہ حق اور نیک کاموں میں اپنے پاس کچھ نہ رکھے بلکہ سب کچھ دے۔

فہ اکثر روایات میں یہ لفظ اثنین تا و نیت کے ساتھ آیا ہے اس صورت میں معنی یہ ہو گا۔ حد معرفت و معرفتوں میں ہلکا۔ ایک مال

خرید کرنا۔ دو عالم حاصل کرنا پھر انکے مطابق عمل کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا۔ علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پہلی روایت زیادہ مضبوط ہے۔

۹۲۔ وَذَعْنُ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ الْقَطْعُ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ. صَدَقَةٌ حَبَارِيَّةٍ أَوْ عِلْمٌ يَنْتَفِعُ بِهِ أَوْ لَدَا صَالِحٌ يَذَّكُّهُ
رواہ مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اس سے اس کا عمل کٹ جاتا ہے مگر تین عملوں کا ثواب جاری رہتا ہے۔ ایک صدقہ حباریہ یا علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچا ہو یا نیک کردار یا نیک گھاس جس کے لئے دعا کرے۔

اشتراکات۔ شعر یعنی اس کی جگہ زمیں جیسے نماز روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ کا دور ختم ہو جاتا ہے اور اس کیلئے ثواب کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

تھ جو اس کے مرنے کے بعد قائم اور باقی رہے مثلاً اس نے اپنی زندگی میں کوئی خیر فی سبیل اللہ وقف کر دیا یا خیر و نیک کا کوئی اور کام کیا جو جیسے کنواں کھدوایا یا حوض یا مسجد اور سرائے وغیرہ بنوائی جیسا کہ تفسیر فیصل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت اس کا مزید ذکر آ رہا ہے۔

تھ کہ اگر کوئی کو تسلیم ہی کہ میں تصنیف کیں۔ بلکہ وہی کتابوں کی کتابت کرنا اور انہیں نقل کرنا بھی علم نافع میں شامل ہے۔
تھ چون کہ بچہ اس سے پیدا ہوا اور اس سے وجود میں آیا اس لئے اسے بھی عمل میں شمار کیا اور فرمایا کہ اس کی دھ کا ثواب بھی اسے پہنچا رہے گا۔

۱۹۳۔ وَذَعْنُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ نَفْسٍ عَنْ مُوسَى كُذِّبَتْ مِنْ كُذِّبَتْ الدُّنْيَا نَفْسُ اللَّهِ عَنْهُ كُذِّبَتْ مِنْ كُذِّبَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسْوَ عَلَى مُعْتَصِرٍ يَسْوَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَعَوْ مَثَلًا سَعَوْ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي مَوْتٍ الْعَبْدَ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَيْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ حَرِيْقًا يَلْقَى فِيهِ عَذَابًا سَعَوْ اللَّهُ لَهُ بِهِ حَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي مَيِّتٍ مِنْ مَوْتٍ اللَّهُ يَتْلُوَنَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَذَرُهُمْ فِيهِمْ إِلَّا نَزَلَ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَهمُ الرُّخْمَةُ وَفِيهمُ اللَّهُ يَوْمَ يَمُوتُ بَعْدَهُ وَمَنْ يَلْقَاهُ يَوْمَ يَمُوتُ لَمْ يَسْرِ بِهٖ سَبَدٌ

اور انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مومن کی دنیاوی پریشانیوں میں ایک پریشانی بھی دور کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی اخروی پریشانیوں میں ایک پریشانی دور کرے گا اور جس نے غمگینوں میں مبتلا انسان کے لئے آسانی مہیا کی اللہ اس کے لئے دنیا و آخرت میں آسانی مہیا کرے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پریشانی کو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی عیب پریشانی سے اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی اعادہ کرنے میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے اور جو شخص کسی عیب کی تلاش میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بچہ جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور کوئی قوم جو عبادت کے گمراہوں میں سے کسی گمراہ کو روکنا کہ کتابت نہ کرے یا کسی کلمہ کو بخاری مصروف نہیں ہوتی۔ مگر

۱۱۔ اور فرشتے ان کا طواف کرتے ہیں۔

۱۲۔ یعنی طواف اعلیٰ اور اپنی جنابِ قدس کے مقرب جگہ کے سامنے اپنے ان بندوں پر بطور غرور و مباہات اور ملائکہ کے علم کا جواب دینے کے لئے کہ بظرفِ معصیت کا حُرکب ہوگا ان فرشتوں کے سامنے ان کا ذکر کرتا ہے۔

بیت ، بہ زہم وصل خدامِ خاندانِ یار و رفعت کونوں رقیبِ حدیثِ شریفہ گریبِ از رشک

ترجمہ - یار نہ زہم وصل کے بہاں خانہ رفعت میں خود مجھے بلا لیا ہے اب رقیبِ حدیثِ شریفہ کو کہو کہ رشک سے جل جائے

۱۳۔ یعنی جس شخص نے میں کو تاہی اختیار کی وہ چاہے کتنا ہی عالی نسب کیوں نہ ہو اس کا اس نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی

بیت ، بندہ عینِ شریٰ ترکِ نسب کن جامی کدریں راہِ فلاں ابنِ فلاں چیز سے نیست

ترجمہ - اسے جامی جب تو بندہ عین بن گیا تو اب فانی نسب پر غرور نہ چھوڑ دے کیونکہ اس راہ میں فلاں بن فلاں کوئی پیر نہیں

۱۴۔ وَحَسَنَةُ مَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِنَّ أَقْلَ النَّاسِ يُفْضِنُ عَقْلَهُ يَوْمَ مَقِيَّتِهِ

وَجَلَّ اسْتَشْهَدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَفَهُ بَعَثَهُ فَعَرَفَهَا

فَقَالَ مَا عَلِمْتُ فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ فَيَكُ عَنِّي شَيْئًا

مَا لِي كَذَبْتُ وَلَكِنَّكَ قَائِلْتُ لِأَنْ يُعَالَ جَبْرِي

فَقَدْ قِيلَ لَمْ يُؤْمَرْ بِهِ فَجَبَّ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى افْتَقَى

فِي السَّارِ وَرَجُلٌ شَكَّمَ أَعْلَمَ وَعَلِمَتْ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ

فَعَرَفَهُ بَعَثَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ مَا عَلِمْتُ فَيَمَّا قَالَ

فَعَلِمْتُ أَعْلَمَ وَعَلِمَتْ وَقَرَأْتُ فَيَكُ النَّسْرَانِ

فَقَالَ كَذَبْتُ وَلَكِنَّكَ تَعْلَمْتُ أَعْلَمَ فَيَمَّا قَالَ إِنْ تَكُ

عَلَّمَ وَقَرَأْتُ الْقُرْآنَ يُعَالَ إِنَّكَ قَامِي فَتَعْرِفُ

فَيَسَّرَ أَمْرِي بِهِ فَصِيبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى افْتَقَى

فِي السَّارِ وَرَجُلٌ دَرَسَ دَرَسَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْلَاهُ مِنْ أَهْلَانِ

الْعَالِ ثَلَاثَةً فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَفَهُ بَعَثَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ مَا عَلِمْتُ

وَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ فَيَكُ عَنِّي شَيْئًا فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ فَيَكُ

عَنِّي شَيْئًا فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ فَيَكُ عَنِّي شَيْئًا فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ

فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ فَيَكُ عَنِّي شَيْئًا فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ

فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ فَيَكُ عَنِّي شَيْئًا فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ

فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ فَيَكُ عَنِّي شَيْئًا فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ

فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ فَيَكُ عَنِّي شَيْئًا فَيَمَّا قَالَ مَا لَيْتُ

اور اپنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن علم میں

افلاس نہ ہونے کی بنا پر سب سے پہلے جس شخص کے خلاف فیصلہ

ہوگا وہ ایک تو وہ شخص ہوگا جو راہِ خدا میں شہید ہوا تھا اسے خدا

تعالیٰ اور تقدس کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی

طرف سے عطا کردہ نعمت جلائے گا۔ وہ بندہ خدا تعالیٰ کی نعمت

کو پہچانے گا اور اس کا احترام کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ اس سے

فرمائے گا تا اس نعمت کے ٹکڑے ٹکڑے طور پر تو سنے کیا عمل کیا۔ وہ جواب

دے گا میں نے تیری راہ میں خاص تیرے لئے کفار سے جہاد کیا

یہاں تک میں نے اپنی جان دیدی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بصورت

کہتا ہے تو سنے یہ کام میری رضا کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ

تو نے غلوں کے دکھاوے کے لئے ایسا کیا تاکہ لوگ تجھے دیر اور

بہادر کہیں۔ یہ بات تیرے حق میں کہہ دی گئی میرے اس کے لئے

فرشتوں کو حکم ہوگا۔ تو اسے چہرے کے دو گھٹیا ہاتھ لگا یہاں تک

کہ دو رخ میں ڈال دیا جائے گا۔ دوسرا وہ شخص جس نے علم حاصل کیا

پھر دوسروں کو سکھایا اور قرآن پاک پڑھا اسے بارگاہِ خداوندی

میں پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں جلائے گا

ان نعمتوں کو پہچانے گا اور اس کا احترام کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ

اسے فرمائے گا ان کی شکرگزاری میں تو نے کیا عمل کیا وہ عرض کرے گا

بواہِ مسلم

جی گڑھ کریں گے۔

اشترہ الصلوات ۱۱۰ ایک روایت میں لم یُثَبِّتْ لَیَا ہے یعنی کوئی عالم موجود نہ رہے گا۔

(۲) دوسرا بضم جزمہ و دون تخوین بوزن لغول داس کی جمع یعنی سرد سردا جیسا کہ بخاری کی روایت میں آیا ہے اور مسلم شریف کی روایت میں دوسرا بفتح جزمہ اور دس کے ساتھ بوزن فَعَا آجیسا کہ جمع رئیس یعنی بزرگ اور سردار و امام

۱۹۶۔ وَثَبَّ شَتِیقُ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ حَبِيبٍ فَقَالَ لَهُ لَوْ جَعَلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ مَنْ لَوْ رَوَيْتَ إِنَّكَ ذَكَرْتَنِي كُلَّ يَوْمٍ قَالَ أَمَا إِنَّا لَمِنَعْنِي مِنْ ذَلِكَ الْكَافِ أَكْثَرُهُ إِنَّ أُنْثَىٰ أَتَتْكُمْ وَأَبَىٰ اتَّخَذَ لَكُمْ يَلْوَعَةً كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُخَوِّمُ بِهَا مَخَافَةَ النَّاسَةِ عَلَيْنَا.

متفق علیہ

حضرت شعیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو کہتے ہیں ایک دن عجمرات کو ولفو فیصحت کرتے تھے ایک شخص نے کہا اسے ابو عبدالرحمن مجھے یہ بات پسند ہے کہ آپ ہیں ہر روز ولفو کریں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا سن بات یہ ہے کہ مجھے ہر روز ولفو کہنے سے یہ امر روکتا ہے کہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں کسی پریشان کروں اس لئے میں دفعہ دفعہ کے بعد نہیں ولفو کرتا جہاں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفعہ کر کے ایسا کرتے تھے تاکہ ہم لوگ پریشان نہ ہوں اور بوجھ غم سے نہ کریں۔

اشترہ الصلوات ۱۱۱ حضرت شعیق رضی اللہ عنہ کہتا ہے میں فقہ ثبوت اور محبت میں مذہبیت باہل ملازم ہے ہر قسم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات سعادت انسان پایا مگر شرط زیادت سے مشرف نہ ہو سکے ملازم نے فرمایا ہے کوئی بیتی نہیں مگر اس میں ایک ایسا مرد موجود ہے جس کے فضل و اہل کے لوگوں کی باتیں اور معصیتیں دور ہوتی ہیں حضرت شعیق ان مردانِ خدا میں سے ہیں۔ آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خصوصی احباب اور کہا راسخوں میں سے تھے۔

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔
(۴) قول فاعسے مجھ اور لام کے ساتھ معنی خیال رکھنا۔ دیکھ بھلی کرنا اور کسی غائب شخص کی خیریت دریافت کرنا اس کا حاصل اور غصہ ہے گاہ بگاہ کسی کے متعلق دریافت کرنا اور اس کی خبر گیری کرنا چنانچہ کہتے ہیں غلام نے غلام کی خبر گیری کی۔ یہ لغول کے بھائے تخرن لون کے ساتھ بھی آیا۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے بعض نے تخرن عاسے جہلا اور لام کے ساتھ بھی روایت کیا ہے بعض کسی کی خوشحالی معلوم کرنا تاکہ وہ کسی پریشان حال میں نہ ہو مگر مشہور و مستبر روایت وہی ہے جو صحاح میں عاسے جہلا اور لام کے ساتھ آئی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کلمہ زبان مبارک سے نکالتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ وہی طرح سمجھ میں آجائے! اور جب آپ کسی قوم اور جماعت پر تشریف لاتے اور انہیں سلام کہتے تو تین دفعہ انہیں سلام کہتے۔

۱۹۷۔ وَثَبَّ أَنَسٌ قَالَ كَانَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تَمُتْهُمْ عَلَيْهِمْ وَإِذَا آتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَامًا عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا.

درواہ البخاری

اشترہ الصلوات اور اس میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ آپ کی یہ عادت مبارک غالباً اکثر اوقات میں اس بات کے اہتمام اور منتظر کے احتیاج کی بنا پر تھی واللہ اعلم۔ اور ان کے لفظ میں عجیب نے گشت گو کی ہے۔ جمہور کے نزدیک مقررہ مشہور یہ ہے کہ یہ لفظ دوام و استمرار کا خاندہ دینا ہے لیکن عجیب جب یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کہتے تھے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ آپ جیشہ یہ کام کرتے تھے اور آپ کی عادت شریف یہ تھی تاہم بعض متاخرین نے اس میں قیل و قال کی ہے کیونکہ بہت سی احادیث میں لفظ لان آیا ہے مگر ان میں دوام و استمرار مراد لینے کی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ احادیث کی چھان بین کرنے والے سے پوشیدہ نہیں ہے اسے خوب سمجھو۔

۱۰۔ اس مقام پر غرضین کرام فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث اور صریح نقل سے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک یہی تھی کہ جب آپ کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو ایک بار سلام کہتے۔ ایک سے زیادہ بار نہ فرماتے۔ اس حقیقت کی روشنی میں اس حدیث کا دور چہیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ ایک سلام تو اجازت حاصل کرنے کے لئے کہتے تاکہ قریباً جل جلالہ حاضر ہو جائے اور وہ اندر بلائیں۔ دوسرا سلام سلام تحیت ہو تا جو سنون و متعارف سلام ہے جو ان کے پاس اگر آپ کہتے تھے۔ تیسرا سلام ان کے پاس سے اٹھنے اور ان کی مجلس سے باہر نکلنے کے وقت کہتے لہذا قوم کے پاس آنے سے لیا وقت مراد ہے لیکن تشریف لانے سے کہ ان کو کچلے جانے تک کا وقت مراد ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی گھر میں اندر آنے کے لئے آپ تین بار سلام کہتے کہ دواؤں سے پر کھڑے ہو کر ایک بات یا جواب سلام کہتے پھر بھی اندر سے کوئی جواب نہ آئے تو تیسری مرتبہ پھر سلام کہے۔ اگر اب بھی اندر آئے کی اجازت نہ دیں تو پھر منت یہ ہے کہ انسان واپس لوٹ آئے۔

۱۹۸۔ وَحَقُّ أَبِي سَعْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ لَجَاءَ وَحُبْلٍ إِلَى ابْنِ أَبِي سَعْدٍ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ أَتَيْتَنِي فِي فَاحِشِينَ فَقَالَ مَا عِنْدِي فَقَالَ وَحُبْلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَاكَ عَلِيٌّ مَن يَخْشَعُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَن ذَاكَ عَلِيٌّ حَبْلٌ فَلَمْ يَمْلِكْ أَنْ يَخْبِرَ فَأَبْلَغَ.

دواہ مسلم

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رضوان اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی میری ساری جے سے ٹھک مار گئی ہے مجھے کسی اور نبی پر سارا کر دیا کہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی الوقت میرے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہیں جس پر میں تجھے سوار کروں۔ اچھے ہیں ایک شخص نے عرض کیا میں اتنے وہ شخص بتاتا ہوں جو اس کے لئے ساری کا انتظام کر دینگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو خیر اور صلاح کی رہنمائی کرتا ہے اسے اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا خدا تعالیٰ کے پیغمبر کو ملے گا۔

گنتے والے کو۔ (۳۷)

اشترہ الصلوات ۱۱۔ ابو مسعود حضرت عبداللہ بن مسعود کے علاوہ ایک شخص ہیں۔ دوسرے عبداللہ بن مسعود تو تھقی ہیں اور مشہور و ممتاز صحابہ کرام میں سے تھے۔ اور ابو مسعود نام حقیق بن عمرو الانصاری ہے۔ یہ بھی مشہور اور بزرگ صحابی ہیں۔

(۱۲) ابیہدع یعنی ہجول ابراہیم معصود سے ہے۔ ابراہیم کا معنی ہے ساری کا سستی اور زیادہ بوجھ کے باعث چلنے اور سفر کرنے سے رہ جانا اور عاجز آ جانا۔

(۳۱) یعنی کئی لوٹ یا ایسی چیز جس سے اونٹ خرید کر جا سکے یا سواری کا کرید۔

(۳۲) کثیر اور بکلی کا راستہ دکھانا عمل غیر میں شامل ہے چونکہ خبر اور بھلائی کا راستہ دکھانے میں تعلیم کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے اس

حدیث کو کتاب العلم میں لایا۔

۱۹۹۔ وَعَنْ جَبْرِ عَنْ كُنَانٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَجَاةُ قَوْمٍ عَوَاةٌ يُجْتَابِي النَّمَارُ وَالْعَبَاةُ مُنْقَلِدِي الشُّيُوبِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُصَرِّبِ كَلْمِهِمْ مِنْ مُعْزِرٍ فَتَحَسَّرَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ بَيْنَهُمْ مِنَ النَّاسِ قَدْ هَلَّ قَوْمٌ خَرَجَ خَائِرٌ وَلَا تَلَدَتْ دَأْتُمْ فَصَلُّوا ثُمَّ خُطِبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَقَعُّوا رُبَّكُمْ أَلَيْسَ خَلَقَ كُلُّكُمْ مِنْ تُرَابٍ وَاجِدَةٍ إِلَى تَجْرِبِ الْآيَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا وَالْآيَةُ الَّتِي فِي الْخَشِيرِ تَقَعُّوا اللَّهَ وَلَنْ تَقَعُّوا نَفْسَ مَا قَدَّمْتُمْ بَعْدَ تَصَدَّقَ رُحْبُ مَنْ دِينَارٍ مِنْ دِرْهَمٍ مِنْ ثَوْبَةٍ مِنْ صَاعٍ بَرْدٍ مِنْ صَاعٍ سَمِيرٍ حَتَّى تَقَالَ وَلَوْ بَشِقَ ثَمَرَةٌ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ بِصُورَةٍ كَأَنَّهُ كَفَّةٌ يُهْمُ عَنْهَا بَلْ تَذْجُزُ ثُمَّ تَنَافَعَ النَّاسُ حَتَّى زَايَا كَوُصِيَتْ مِنْ عَقَامٍ وَشَابَ حَتَّى زَايَتْ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ كَأَنَّهُ مَذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَنٍ فِي الْإِسْلَامِ سَنَةٌ حَسَنَةٌ فَلَمْ أَجْزِهَا فَأَجْزُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْزِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَ فِي الْإِسْلَامِ سَنَةٌ شَيْئَةً كَانَتْ عَلَيْهِ وَزُرْهَا وَزُرْ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْزَارِهِمْ شَيْءٌ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ دن کے درمیان حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے۔ برہنہ جسم گودری پرش یا عبا اپنے حوٹے گردن میں عواہیں لٹکانے ہوئے اکثر قبیلہ معز سے تھے بکلی سارے ہی قبیلہ معز سے تھے قرآن کے فقر و محتاج کی حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نور میں عواہیں اور آپ انھوں کو گھر میں تشریف لے گئے پھر خود ہی دیر بعد باہر آ گئے۔ اور ہلال کو گم دیا انہوں نے اذان کہی اور اقامت کہی اور حضور نے نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں آیت یا ایہا الناس اتقوا اخریۃ تک پڑھی اور سورۃ حشر کی آیت فاعلموا انہم بظہری (مقتدریہ تھا کہ) بندہ مومن کو صرف کرنا چاہیے۔ اپنے دینار سے اپنے درہم سے اپنے کپڑوں میں سے اپنے چاند گندم سے اور اپنے چاند گندم سے جو میرے آگے پہنک کر آپ نے فرمایا چاہے آدمی گھوڑی کیوں نہ ہو۔ جویر راوی فرماتے ہیں کہ اتنے میں انصار میں سے ایک شخص ایک قبیلہ امیہ کو لایا جو اتنی ذلتی تھی کہ قریب تھا کہ اس کا ہاتھ اسے نہ اٹھا سکے بلکہ وہ اسے اٹھانے سے عاجز تھا۔ اس کے بعد صدقات و خیرات لئے والے لوگوں کا ہاتھ بندھ گیا۔ یہاں تک کہ میرے سامنے اٹھا اور ذلتی اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگ گئے اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نور اس طرح چمک اٹھا ہے گویا آپ کے چہرہ نور پر سورنہ کا پانی چڑھا دیا گیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا اسے اس کا اجر و ثواب ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی اس کے ملے گا۔ جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے

رواہ مسلم

بیز اس کے کہ ان کے احوال و ثواب میں کچھ کمی ہو
جس شخص نے مسلمانوں میں برسی راہ روش کی بنا رکھی تو اس
کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جو اس کے بعد
روش کو اختیار کریں گے بجز اس کے کہ ان کے اپنے گناہوں میں
کچھ کمی واقع ہو۔ (مسلم شریف)

اشتر العمامت ۱۱، حضرت جریر بن عبد اللہ نبیل رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں آپ جن صورت و سیرت اور عمدہ اوصاف
و اخلاق سے موصوف تھے۔ امیر المؤمنین حضرت صدوق حکم رضی اللہ عنہ ان کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔
(۲) نماز بکبر فون جمع قرہ بفتح و نون و کسر نیم معنی سیاہ و سفید و حاد یوں والا کمال جیسے وہیاتی و گن پہنچے ہیں۔
(۳) یہ راوی کو شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فار فرمایا یا عمار فرمایا عباد فتح عین کے ساتھ یہ بھی کمال کی ایک قسم ہے
(۴) یہ سب اللہ کے طور پر فرمایا۔

(۵) بیت من از بے فانی غم روے زرد غم ہے تو ایماں و نعم زرد و کرد
ترجمہ۔ مسکینی و محتاج کی وجہ سے میرا چہرہ زرد نہیں ہے بلکہ مسکین و محتاج لوگوں کے غم نے میرا چہرہ زرد کر دیا ہے۔
(۶) آپ نے گھر کے اندر باکران مساکین و مفت سادگی ادا کئے لئے کوئی چیز تلاش کی مگر اس وقت گھر میں ایسی
کوئی چیز نہ ملی۔

(۷) آپ نے غصہ میں ایک سورہ نساء کی یہ آیت پڑھی
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَكُمْ
وَبَثَّ فِيهَا مِنْهَا رِجَالًا كُشُودًا وَنَسَاءً وَالْقُلُوبَ اللَّهُ
الَّذِي تَشَاءُ قُلُوبُكُمْ وَاللَّهُ وَكَامٍ - إِنَّ اللَّهَ كَانَ
عَلِيمًا وَنَبِيًّا

اور دوسری سورہ حشر کی یہ آیت

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جہان
سے پیدا کیا اور اس سے اس کی جوی کر پیدا کیا پھر ان دونوں
سے بہت سے نر و اور عورتیں نہیں پڑھیں اور اس اللہ
سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم مانگتے ہو قتل و بھی سبھی خود
بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے حالات سے واقف و آگاہ ہے۔

اے ایمان والا۔ اللہ نے فرما اور چاہیے کہ ہر جان یہ دیکھے
کہ اس نے کل قیامت کے دن کے لئے کیا سماں تیار کیے تاکہ
جیسے ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال
سے باخبر ہے۔

(۸) تصدق رحل اکثر نسخوں میں ق کے فتنہ کے ساتھ حفظ ماضی پڑھا گیا ہے اور بعض نسخوں میں ق کی جڑ کے ساتھ تاہم دونوں
صورتوں میں معنی امر ہے جیسا کہ سابق حدیث اس پر دلالت کرتا ہے یعنی مرد کو چاہیے کہ عمدتہ و غیرت کرے۔

(۹) کوئین۔ کافغ اور غم کا نام یعنی اشیاء و خدائی کا ذخیرہ۔ زمین کا شیلہ ہم چیز کا ادنیٰ و بقدر حد

(۱۰) کائنات منہ ہستی یہ لفظ دو طریقوں سے پڑھایا گیا ہے ایک منہ ہستی بضم میم و سکون دل و ضم ہا اس کے بعد نون اور اس کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں۔ ایک شکاف اور گڑھا پو پھاڑیں جوتا ہے اور اس میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ دوسرا وہ برتن جس میں مٹی غصو کر رکھتے ہیں اس محلے کا مقصد حاصل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ نور کو صفائی و روشنی میں پہاڑ کے گروے میں جمع شدہ پانی اور برتن میں پسند ہونے روغن کی صفائی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔ حدیث کے بعض ائمہ نے اس لفظ کی صرف یہی ایک توجہ بیان کی ہے اس کی دوسری توجہ یہ ہے کہ اسے منہ ہستی بضم میم و سکون ذالی مجہ و فتح ہا اس کے بعد باء موحہ پڑھا جائے تا مٹی عیاض رحمت اللہ علیہ نے اس کو کثیف قرار دیا ہے اس صورت میں اس کے دو معنی بیان کئے ایک وہ چاندی جس پر سونا چڑھا ہوا ہو چہرے کے حسن اور اس کی ہلک و کم کے اظہار کیلئے یہ تشبیہ بہت مینے اور عمدہ ہے لہذا اس تشبیہ کو چہرہ جس پر سونا چڑھایا گیا ہو اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ نور اور حسن و نورانیت کو اس کے ساتھ تشبیہ دی۔

(۱۱) اس شخص کی فضیلت بیان کرنے کے لئے جو روپوں کی بھاری تھیلی اٹھا لیا تھا اور اس کے بعد اسے دیکھتے ہوئے دوسرے لوگوں نے بھی اس کا رخ میں اس کی پیروی کی تھی۔

(۱۲) اس حدیث کی شرح باب الامتصاص یا کتاب وائنتہ کی فصل ثانی میں گزر چکی ہے۔

۲۰۰۔ وَغَوَّيْنِ مَشْغُودٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْسُلُ نَفْسٌ خُلْدًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلُ كَيْفَلٌ مِنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ أَقْلٌ مَنِ سَقَّ الْعَقْلُ

متفق علیہ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی جان نفل قتل نہیں کی جاتی مگر آدم کے پہلے بیٹے کے ذمے اس کے گناہ کا حصہ لکھا جاتا ہے کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اولاد آدم میں قتل ناحق کی بنیاد رکھی (بخاری و مسلم) اور ہم معترقب حضرت معاذیہ کی حدیث لا يزال من امتی الخ اس امت کے ثواب کے باب میں ذکر کریں گے انشاء اللہ جو اس کتاب کے ابواب کا آخری باب ہے

اشتراکات ۱۱۰۔ تاہل کے حضرت اہل کو قتل کرنے کے قصہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ مشہور و معروف قصہ ہے (جو تاہل میں ملتا ہے)

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت کثیر بن قیس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس مسجد دمشق میں بیٹھا تھا تو ابوالدرداء کے پاس ایک شخص آیا اس نے آکر کہا اے ابوالدرداء میں آپ کی خدمت میں حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آئی ہوں ایک

۲۰۱۔ عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ ابْنِ الدُّدَا فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا الدُّدَا جِئْتُ بِجَنَّتِكَ مِنْ مَدْيَنَةَ أَمْرَسُؤْلَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي

أَنْتَ تَحْتَدُّهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ تَالِ تَحْتَدُّهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَكَتَ كَرِيحًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَكَتَ اللَّهُ بِهِ كَرِيحًا مِنْ كَرِيحِ الْجَنَّةِ ذَاتِ الْمَلَأِ بَلَكَتَهُ كَشْفُ أَجْجَعَا رَضِي بِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالَمَ لَيَسْتَعْرِضُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْجِئَانِ فِي جُوفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالَمِ عَلَى الْعَابِدِ لَكَفَضْلِ الْقَمَرِ نَيْلَةَ الْبَدَنِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَابْنُ الْأَنْبِيَاءِ قَسَمَ يُؤْتِيهِمْ لَوَاقِعًا وَوَلَدًا وَرَهْمًا وَإِنَّمَا وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ لَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَقِّهِ وَآخِرُ

دواہ احمد والترمذی وعبوداؤد

وابن ماجہ والداری وسماء الترمذی قیس بن کثیر

حدیث کے سنے جس کے متعلق مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں میں صرف اسی کام کے سنے آپ کی خدمت میں آیا ہوں اس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے کہ جو شخص دینی علوم میں سے کسی علم کی تلاش کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت کے راستوں میں سے کسی راستے پر چلائے گا اور بیشک فرشتے طالب علم کی خوشبو کے لئے اپنے بازو اس کے لئے بچھا دیتے ہیں اور بیشک علم دین کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز بخشش عیب کرتی ہے اور پھیلان پانی میں اس کے لئے زبان حال سے مغفرت طلب کرتی ہیں اور بیشک عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر اور بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بیشک انبیاء علیہم السلام نے کسی کو دنیا و دہرہ کمادار نہ نہیں بنایا وہ تو اپنے پیغمبر کی وارث چھوڑ کر جاتے ہیں تو جس نے یہ علم حاصل کر لیا اس نے دینی مسرت کا کل حصہ پالیا (۱۰)

اس حدیث کو احمد ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور داؤد

نے روایت کیا اور ترمذی نے راوی کا نام کثیر بن قیس کے بجائے قیس بن کثیر بیان کیا (۱۱)

اشترکات (۱۲) حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ عنہ تالیف ہیں

(۱۲) بہشتی کسروال وفتح وکسر میں یک شام کا دار الحکومت کوشانی بن کسان نامی شخص نے اس کی بنیاد رکھی۔

(۱۳) بازو بچھانا کنایہ ہے پہنچانے، اطلاع دینے اور رخصت و شفقت سے یہ بھی ممکن ہے کہ طالب علم کی تواضع کے لئے حقیقتہً اپنے پر بچھاتے ہوں کیونکہ اس علم کی تلاش میں ہے جو قرب وحی تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ خصوصاً وہ طالب علم جس کے تمام حالات طریقہ طالب علم کے موافق اور رخصتے حق کے مطابق ہوں۔ علامہ قیس رحمت اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پر بچھانے سے مراد اُڑنے سے رک جانا اور علم کی باتیں سننے کے لئے پیچھے اُتر آنا ہے جس طرح حکومت قرآن پاک کرنے والوں پر فرشتوں کا زول اور ان کا طواف کرنا اس منہوم کو ظاہر کرتا ہے اور علامہ کا طالب علم کے پر بچھانا یا دنیا میں جا بجا یا آخرت میں دنیا و آخرت دونوں میں واللہ اعلم (۱۴) جنات والائن اور علامہ ارضی سب کے سب۔

۱۵۔ شارحین فرماتے ہیں کہ اس سے پانی کے تمام حیوانات مراد ہیں۔ چھلیوں کی تخصیص سے اس طرف اشارہ ہے کہ آسمان سے پانی جو چھلیوں کی زندگی کا سبب ہے، حار و خف کی برکت سے نازل ہوتا ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے: **بَعِثْنِي مَطْفُوفًا وَمَبْعِثْنِي مَوْفُوفًا** یعنی اپنی کی بدولت ان پر بارش ہوتی ہے اور اپنی کی برکت سے اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو روزی سماتا کرتا ہے تمام اہل جہاں کا عالم کئے دعا کرنے کا سبب یہ ہے کہ جہاں کی درستی و اصلاح علم سے وابستہ ہے اہل جہاں کی کوئی نوع اور جنس ایسی نہیں جس کی درستی اور جس کا وجود و بقا علم سے وابستہ نہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں میں موجود ہر صنف و نوع کے ذمہ رکھ دیا کہ طالب علم کئے دعا بمنزرت کریں۔ اس چیز کے صلے میں جو انہیں اس طالب علم کے طفیل پہنچتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم کے گناہ انشاء اللہ تعالیٰ بخشے ہوئے ہیں کیونکہ تمام زمین و آسمان واسطے اس کے لئے دعا سے منفرت ہیں معروف و ہستے ہیں و مہر الغفور الرحیم (اسی بخشنے والا مہربان)۔

۱۶۔ خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم دین کو جو دوسری رات کے چاند سے تشبیہ دی جس کے نور سے ساری زمین کو روشنی کیا ہوتا ہے چونکہ علم کا فائدہ متعدد اور سارے جہاں کو پہنچتا ہے اس لئے جو دوسری رات کے چاند کے ساتھ یہ تشبیہ بالکل مناسبت ہے۔ بخلاف بعض ایک جہہ نگار کے کہ اس کا فائدہ اسی کی ذات تک محدود رہتا ہے دوسروں کو نہیں پہنچتا جیسے تاروں کی روشنی کہ وہ دوسروں کو مستفید نہیں نہیں کرتی۔ عالم کو جو دوسری رات کے چاند سے تشبیہ دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے عالم دین کا نور علم حضرت ربات اکبر صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے جو کہ دین کے عالم کے آفتاب ہیں لہذا اس اعتبار سے بھی یہ تشبیہ بہت مناسب ہے۔

سوال۔ اگر یہ کہا جائے کہ عالم کے لئے بھی حیات ضروری ہے۔ کہ جسے عمل عالم کی شان کچھ نہیں۔ نیز علم کے بغیر عبادت درست نہیں ہو سکتی لہذا عالم و عابد میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

جواب یہ ہے کہ عالم سے ایسا عالم مراد ہے جو تحصیل علم کے بعد ضروری عبادت (ذرائع کسب و مکدہ) کی بجائے ادنیٰ پرانگنا کرتا ہو اور اپنا نیا وہ وقت علم کھانے اور دینی کتابوں کے تصنیف کرنے وغیرہ میں صرف کرتا ہو۔ اس کا کام علم کی نشر و اشاعت اور دین کی ترویج مراد عابد سے ایسا عابد مراد ہے جو تحصیل علم کے بعد عبادت میں مشغول ہو گیا ہو اور اپنے اوقات عبادت و عبادت سے آباد رکھتا ہو اور جبکہ علم کی نشر و اشاعت اور دین کے پکھنے کھانے اور درس و تدریس کا فائدہ نیا وہ اور مخلوق کو اس کا نفع عامر اور شامل تر ہے اس بنا پر علم کی فضیلت عبادت پر زیادہ ہوگی۔ جیسا کہ دوسری احادیث سے بھی یہ چیز معلوم ہوتی ہے۔

۱۷۔ کہ جنہوں نے دنیا کا عادت چھوڑنے کی بنا پر علم حاصل کیا اور انبیاء کی وراثت علم کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔

۱۸۔ یعنی انبیاء کو علم اپنے پیچھے وراثت کے طور پر دینا و ورثہ چھوڑ کر نہیں جاتے۔

۱۹۔ یعنی دین و مصادک کا مقصود یہ مراد ہے کہ جو شخص علم کیلئے چاہے قرآن سے چاہیے کہ کاف طور پر اسے حاصل کرے تو مؤثر سے علم پر کفایت نہ کرے۔

۲۰۔ ترمذی علیہ الرحمۃ نے راوی حدیث کا نام قیس بن کثیر بیان کیا ہے مگر صحیح اور درست کثیر بن قیس ہے۔ جیسا کہ مولف (صاحب مشکوٰۃ) نے ذکر کیا ہے اور بخاری نے بھی اسے تاریخ میں کثیر بن کثیر کے باب میں بیان کیا ہے قیس کے باب میں بیان نہیں کیا معلوم ہوتا چاہیے کہ یہ حدیث مذکور ذیل حضرت ابو الدرداء سے روایت کیا وہی حدیث ہے جس کی تلاش میں وہ شخص نکلتا تھا یا یہ حدیث طلب علم کی مدح میں بطور توطیہ و تہنید بیان فرمائی اور جو حدیث اس مرد کو مطلوب تھی وہ اور تھی جو یہاں مذکور نہیں ہے

محدثین نے یہ دونوں احتمال بیان کئے ہیں واللہ اعلم۔

۳۲۲ - وَعَنْ ابْنِ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زُجْلَانٍ أَخَذَهُمَا غَايِدٌ وَالْأَخْزَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَّلْتُ الْعَالِمَ عَلَى الْعَبْدِ الْكَفَلِيِّ عَلَى أَدْنَاهُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ وَبَلَائِكُنَّ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَقٌّ الثَّلَاثَةُ فِي جُزْءِهَا. وَحَقُّ الْحَوْبِ يُضَلُّونَ عَلَى مُعْلِمِ النَّاسِ الْخَيْرُ وَهُوَ الْقَوْلُ وَرِوَاةُ الدَّارِمِيِّ عَنْ مَكْحُولٍ مُرْسَلًا دَلِمَ يَذْكُرُ دِجْلَانَ وَقَالَ فَضَّلْتُ الْعَالِمَ عَلَى الْعَابِدِ كَفَعْلَى عَلَى أَدْنَاهُمْ ثُمَّ تَلَاهُ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ وَسُورَةُ الْحَدِيثِ إِلَى آخِرِهِ

حضرت ابراہیم باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک عبادت گزار کا دوسرے عالم دین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم دین کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے اولیٰ آدمی پر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبکہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمین والے یہاں تک کہ چوٹی پہنچنے سداغ میں اور چھلپان پانی میں لوگوں کو خبر اور نیکی کی تعلیم دینے والے پر رحمت بھیجتے ہیں۔

اشعۃ الصالحات۔ حدیث شہ آپ صحابی ہیں باہلی بن احمد زانی

شہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ان دونوں میں زیادہ شان والا کون ہے۔
سے اندازہ کرنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام میں کس قدر فضیلت شان کا اظہار کیا گیا ہے آپ تمام انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں پھر خصوصاً صحابہ کرام سے پھر امت میں ایک اولیٰ شخص پر آپ کی فضیلت کس قدر زیادہ ہوگی۔
تکھے یعنی لوگوں کو علم و حکمت کی تعلیم دینے والے پر اور اس میں اس وجہ کی طرف اشارہ ہے جس کے سبب عالم کو عابد پر فضیلت و درجہ حاصل ہے یعنی اس کے افضل ہونے کی وجہ اور علت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیتا ہے تاکہ اسے عطا کردہ نعمت سے دوسرے بھی مستفید ہوں۔ البتہ عالم عبادت سے افضل ہے کہ عبادت کا فایز اپنی نعمت تک محدود رہتا ہے۔
شہ ان مذکورہ الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا۔

شہ اور دارمی نے اس حدیث کو کھول شامی سے روایت کیا جو کتب تابعین میں سے ہے یہی حدیث ترمذی نے اور ابی شام میں اضافہ شخصیت میں چنانچہ کہا گیا ہے کہ علماء چار ہیں۔ المسیب مذمومہ میں، جسکی کوفہ میں جن بھری بھرہ میں اور کھول شام میں کھول نے بطریق ارسال اس حدیث کو روایت کیا اور دارمی نے یہی فقرہ بیان نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا کہ کھول نے یہ حدیث اس عبادت میں نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضیل العالم علی العابد کفعلی علی احکام پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تک و تک

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

اور امام دارمی نے یہ حدیث آخر تک بیان کی۔

۳۲۳ - وَعَنْ ابْنِ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّاسَ لَتَكْفِيكَ ذَرَانِ

نہیں ڈرتے خدا سے اس کے بندوں میں سے مگر علماء

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ لوگ بہت سے تابع

ہیں اور بیک لوگ زمین کے اعزاز و اکاف سے مہارے پاس
پہنچیں گے فقہ اور علم میں حاصل کرنے کے لئے توجہ بہا ہے
پاس آئیں تو انہیں نیکی اور خیر کی بات سکھائے اسے ترمذی نے
روایت کیا۔

رَبَّالْاِیْمَانِ قَوْمٌ مِّنْ اَقْحَارِ الْاَرْضِ يَتَّقُونَ
فِي الْبَدَنِ . فَاِذَا اَتَوْكُمْ مَّا شِئْتُمْ حَسَبُوا حَسْبًا
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

اشترہ الامات۔ اے آپ شایر صحابہ کرام میں سے ہیں۔ سحر بن ملک بن سان کے بیٹے ہیں کنیت کے ساتھ مشہور ہیں نہایت
فیہر اوصاف کمال میں غدر مرتبہ حدیث کی کثرت سے روایت کرنے والے اور علم اور فضلہ اور عفتار میں سے ہیں اصحاب شجور میں
سے ہیں سب سے پہلے جنگ خندق میں شریک ہوئے۔

اے یعنی اسے میرے صحابہ اور میری صحبت کا فیض حاصل کرنے والا اور اچھے بھلا واسطہ علم حاصل کرنے والا۔
اے یعنی عرب و عجم سے اکثر تابعین عجم سے تعلق رکھتے ہیں اور صحابہ کرام خط عرب سے۔
اے جیسا کہ آیت مبارکہ فَسَوَّلْنَا لَكَ الْيُسْرَىٰ قُلْ فِرْقَانًا مِّنْهُمْ كَالْفِئْتَةِ يَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّينِ (ترجمہ) تو کیوں نہیں بخلا
(تحلیل علم کے لئے) ہر جماعت میں سے ایک گروہ جو دین کی کج اور علم حاصل کرے جس مطلب کو واضح کرتی ہے۔
اے کہ انہیں دین کا علم سکھادے لہذا استیعاب کے معنی کی تحقیق شرح عربی میں کر دی گئی ہے۔

۲۴ رَوَى ابْنُ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَلِمَةُ الْكَلِمَةُ الْكَلِمَةُ
الْكَلِمَةُ الْكَلِمَةُ وَجَدَّهَا هَاشِمٌ أَخُو بَيْتِهَا
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ وَاجِدٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ

غریب و اہل ایمان بن افضل الراوی یضعف فی الحدیث
اشترہ الامات۔ اے ایک روایت میں کلمہ الحکمہ کے الفاظ ہیں۔

اے ایک دوسری روایت میں عنانہ المؤمن کے الفاظ ہیں یعنی علم و حکمت کی بات دانا انسان یا مسلمان کی گمشدہ چیز ہے۔
تھوڑے طرح جو شخص اپنی گمشدہ چیز جو کلمہ یا کلمہ سے پاتا ہے اسے لیتا ہے۔ اسی طرح دانا انسان دین کی بات جہاں سے ملتا
ہے قبول کر لیتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ کلمہ والا فقیر یا حیران انسان ہے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی حق کی بات حضرت بائزید
بطحی سے ملنے کے قبل کرے گمراہ وہی بات ایک آدمی غصے سے ملنے کے قبل نہ کرے تو ایسا شخص مجک رہے۔

بیت۔ مرد بائید کہ پسند برگیرد۔ وہ فوشت است پند بر دیار
انسان کو نصیحت کی بات قبول کرنی چاہیے اگرچہ وہ دیار پر ہی کیوں نہ لکھی ہو۔

اس حدیث میں اس امر پر بھی دلالت ہے کہ جو شخص ایسی بات سنے جس کا معنی اسے کچھ نہ آتا ہو تو چاہیے کہ وہ بات
اس آدمی تک پہنچ جائے جو اس کے سمجھنے کا اہل اور فیہر تر ہو جیسے اگر کسی کو کوئی گمشدہ چیز ملے تو اس کے لئے حکم اور طریق یہ ہے
کہ اس کے مالک کی تلاش کر کے اس کے حوالے کر دے۔

یہ بات بھی نہیں نشین رہے کہ مستعد اہل انفس سے علم روک کر رکھنا منع ہے جس طرح گمشدہ چیز پختے پر اس کے مالک کو نہ دینا منع ہے اور جس طرح اہل مستدانان سے علم کی بات روکنا منع ہے اسی طرح باہل کو علم رکھنا روا نہیں۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آچکا ہے

بیت ۱۔ بے ادب راجع و فتن آموختن وادون تینے بدست راجزن
ترجمہ۔ بے ادب کو علم دینا رکھنا، ڈاکو کے ہاتھ میں تھوار دینے کے مترادف ہے

اور جس طرح کہ یہ علم غالب ظہور کی استعداد کے اخلاق سے بدل جاتا ہے اسی طرح علم کے انور میں بھی اشخاص کی تبدیلی سے یہ حکم بدلتا ہے۔ اس دستور کے مطابق شریعت کے دوا احکام جو ظاہری معاملات سے تعلق رکھتے ہیں ہر شخص کو رکھنے چاہئیں۔ لیکن بھائی پرشتیں باتیں باہل افراد کے سامنے بیان نہیں کی جاتی گی اسی طرح مسائل و مذاہب میں علماء کے اختلافات بھی عوام کے سامنے بیان کرنے شایع نہیں ہیں خصوصاً ہمارے اس زمانے میں (حضرت شیخ کے زمانہ میں) جب کہ لوگ انکار و تردید کئے جہان چاہتے ہیں۔ یہاں ایک اور بات بھی ہے کہ جواب دیتے وقت مسائل کا اہل پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ لوگوں نے حضرت مجید رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ سے دو آدمی ایک ہی مسئلہ دریافت کرتے ہیں مگر آپ جواب الگ الگ دیتے ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ جب مسئلہ ایک ہی ہے تو جواب بھی ایک ہی ہو۔ فرمایا جواب مسائل کی حقیقت کے مطابق ہوتا ہے۔ کہموا الناس علی قدر عقولہم کا مطلب یہی ہے۔

اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور ابراہیم بن الغضنفر جو اس حدیث کا راوی ہے، حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا۔

۲۵۔ وَدَعْنِ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقْتَبِعُهَا وَيُجِدُّهَا أَشَدُّ عَلَى السَّيْطَانِ مِنْ الْغَيْبِ غَايِبٍ إِذْ دَاوَدَ الْقَوْصَى ذَا بِنِجْلِهِ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک قبضہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔

اشتر الصلوات ۱۔ فقیر سے مراد اگر ایسا شخص ہو جسے وہی کاظم آداس کے مسائل سمجھنے کی قوت دی گئی ہو تو ایسا شخص شیطان کی چالوں اور گراہی کے راستوں اور دلی خطر و ادا ان کے درمیان تیز اور فرق سے واقف ہوگا اور اگر فقیر یا عا د عالم مراد ہو جو دین و شریعت کے احکام اور روایات کا پورا پورا تفصیلات سے آگاہ ہو تو ایسا شخص بھی محرمات میں گرتے سے مزبور ہے گا۔ کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ معصیت کو مبرا اور جائز و مکمل نہ جانے گا اور کفر میں مبتلا نہ ہوگا۔ بخلاف اس عبادت گزار کے جو کلمہ بھی نہ لکھتا ہو کہ وہ ہر وقت خطر سے میں ہے۔

۳۴۔ وَدَعْنِ أَنَسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَذَّبَ الْعِلْمُ قَوِيَّةً تُغْنِي عَنْكَ مَسْئَلَةً وَدَفَاعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ مَكْتَبُ الْإِحْسَانِ يَرْجُو فَتْرَ الْوَلَوْرَةِ وَالْذَّهَبِ
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے اور باہل کو علم سہرو کرنے والا خیر یوں کو موتیوں اور جواہرات اور سونے کے ڈار پہنانے والے کی طرح ہے۔
اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور پہنچتی ہے شعب الایمان میں

ای تولد مسلم وقال هذا حدیث متفق شہور
 واستادہ ضعیف وقندوی من اوجہ کما ضعیف
 لفظ مسلم روایت کی ہے اور کہا کہ اس حدیث کا متن مشہور
 ہے مگر اس کا ضعیف ہے اور کئی مندوں سے یہ حدیث روایت
 کی گئی ہے مگر وہ سب کی سب ضعیف ہیں۔

اشترکات ثلثہ۔ امام ابو نعیم رضی اللہ عنہ کے سند میں جی کل مسلم و مسلم کے لفظ سے مروی ہے اور علم سے وہ
 علم مراد ہے جس کا جاننا ہر مسلمان کے لئے وقت کے مطابق ضروری ہو مثلاً جو شخص اسلام میں داخل ہوا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ
 خدا تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت و پہچان اور نبی صلی اللہ علیہ کی نبوت و خیرہ کا علم حاصل کرے جن کے بغیر ایمان درست نہیں ہوتا
 اور جب نماز کا وقت آئے تو اس کے احکام سے آگاہ ہو جانا ضروری ہو جاتا ہے اور جب رمضان شریف آیا تو اس کے احکام کا
 سیکھنا ضروری ہو جاتا ہے اور جب مالک نصاب ہو گیا تو زکوٰۃ کے احکام کا علم حاصل کرنا ضروری قرار پایا۔ ان امور کے واجب ہونے
 سے قبل اگر کسی نے ان کے احکام نہ سیکھے ہوں تو گناہ گار نہ ہوگا۔ اور جب مرد نے نکاح کیا تو حیض و نفاس و خیرہ کے مسائل اور حقوق
 زوجین سے متعلق جو احکام ہیں ان کا سیکھنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ دلی ذالکنا۔

اور صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ یہاں علم سے مراد غلط فہم، نفس کی آفات کی معرفت اور خدا پرندگی کی تفصیلات کا علم ہے جو ہر فرد
 علم سے مراد لیا ہے جس کے ساتھ وہ خاص ہے مگر درست و صواب وہ ہے جو سچے معنی کی گئی اور جب کہ اخلاص اور مصدقیت تمام
 ظاہری و باطنی اعمال کے لئے شرط ہے تو اس کا وہ صوفیہ قدس اللہ سرہم کا قول حاضر اور شامل تر ہے۔
 ثلثہ تاہم اس میں شک نہیں کہ جب کہ یہ روایت متعدد طریقوں سے مروی ہوئی ہے تو ایک طریق کو دوسرے طریق سے
 قوت حاصل ہوئی ہے اور اس سے حدیث میں قوت آجاتی ہے اور اس کے متعدد طرق و احوال کا بیان شرح مفصلہ میں ذکر کر
 دیا ہے۔ دلائل دیکھ لیا جائے۔

۴۷۴۔ وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْعُ ثَوْبَيْنِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مَنْ بَاقِيَ حَقُّهُ
 تَهْنِئَةً وَلَا يَفِئَةُ فِي الدِّينِ رواه الترمذی
 اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو خوبیاں بیک وقت منافق میں اکٹھی
 نہیں ہو سکتیں ایک تہنئۃ و تهنيت اور دین کی فہم و فراست۔

اشترکات ثلثہ۔ حسن بکرت یعنی اچھی راہ و روش لفظ سمیت اصل میں دو مینا ہے اور سید سے راستے کو کہتے ہیں پھر اس
 سے نیک و گود کی سمیت اور وہ روش جو دیکھنے میں اچھی لگے مراد لیتے ہیں۔

ثلثہ نفسانی الدین یعنی احکام دین کی دریافت کے لئے فہم و فطانت اس کلام سے مقصود دراصل اہل اسلام کو ترغیب دینا اور
 اس امر پر آمادہ کرنا ہے کہ یہ دونوں صفات اپنے اندر پیدا کریں اور جو شخص ان دونوں صفات کے خلاف چلے اسے ڈانٹ اور
 زجر ہے۔

ثلثہ بعض نسخہ میں والدہ امی بھی مذکور ہے۔
 ۴۷۸۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَذَعَ فِي حَلَبِ الْعِلْمِ تَهَوَّاهُ
 اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا جو طلب علم کے لئے نکلا وہ واپس لوٹنے تک

سَبِّحُ اللہَ حَتَّى يَرُجَّعَ

اللہ کی راہ میں ہے۔

رواہ ابو نعیم و الدارمی

اسے ترمذی اور دارمی نے روایت کیا۔

اشترکات اللہ: کہے یعنی وہ واپس گھر بیٹھے ایک راہ خدا میں نکلنے کا ثواب پائے گا جس طرح وہ شخص جو جہاد کفار کے لئے مگر سے نکلتا ہے راہ خدا میں شمار ہوتا ہے اس طرح راج کے لئے بھی کہا گیا ہے اگر کوئی شخص بینا یہ سوال کرے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گھر میں بیٹھ کر ثواب کا یہ مسئلہ غم نہ رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ راہ خدا میں نکلنے کا ثواب تو پورا ہوا گیا اس کے بعد دوسروں کو تسلیم دینے اور ان کی تکمیل کرنے کا ثواب شروع ہو گیا۔

۲۰۹۔ وَ عَنْ سَجْدَةَ الْأَنْزَلِي قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اور حضرت سجدہ انزلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں

صلى الله عليه وسلم مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَقَاتِلِ دَابَّةٍ

نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو بندہ علم تلاش

رواہ ابوداؤد و الدارمی و قال الترمذی ہذا حدیث ضعیف

کرتا ہے اس کی یہ تلاش اس کے گزشتہ گناہوں کے لئے گوارہ

الاسناد و ابوداؤد الرازی یضعف

بن جاتی ہے

سجدہ یعنی میں بہت دسکون نماز پڑھتا ہوں یا دوسرے انہی نبی خیر و سکون زاحمانی میں ان سے ان کے بیٹے عبد اللہ نے روایت کی ہے اشترکات اللہ: کہے اور اس کے گزشتہ گناہ چھاپے جاتے ہیں اور جو باقی گناہ وہ اس سے بچ چکا ہو رہے ہیں سب بخش دیتے جاتے ہیں ایسے مواقع میں گناہوں سے اکثر سب گناہ مٹا دیتے ہیں مگر راج میں کہ اس سے کیوں گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں اور امید ہے کہ طلب علم کی برکت سے بھی کیوں گناہ معاف ہو جاتیں۔ واللہ اعلم۔

تھے ترمذی نے اس حدیث میں لحاظ کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوداؤد میں کا نام نتیجہ بن الحارث ہے اہل کوئٹہ سے تھے جہاں کا بعض قسطنطنیہ حدیث میں ضعیف ہے ثقہ لوگوں میں سے نہیں ہے اور اس کی حدیث محبت نہیں بھی جاتی۔ یہ ابوداؤد سنن قالہ ابوداؤد نہیں ہے کہ وہ ثقہ اور کہا راجحین میں سے ہے۔

۲۱۰۔ وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں

الله صلى الله عليه وسلم مَنْ يَشْتَبِعِ الْمُلُوكَ مِنْ

نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ایک بات

حَسْبُ يَسْتَعْلَهُ حَتَّى يَكُونَ مِنْهُمْ لِبَاسٌ

خفے سے سیر نہیں کرتا۔ یہاں تک انجام کلاہ بہشت میں پہنچ

رواہ ابو نعیم و الدارمی

جاتا ہے (اسے ترمذی نے روایت کیا)

اشترکات اللہ: کہے یعنی آخر تک طلب علم کی وجہ میں رہتا ہے اور اس کی برکت سے بہشت میں پہنچ جاتا ہے اس حدیث میں طالب علم کو بشارت ہے کہ وہ دنیا سے انکار اللہ تعالیٰ بایمان جاتے گا۔ یہی بشارت حاصل کرنے کے لئے بعض اہل اللہ آخر تک طلب اور تکمیل علم میں مشغول رہے۔ حالانکہ وہ اہل اللہ رضی اللہ عنہم علم میں مرتبہ اعلیٰ حاصل کر چکے ہوتے تھے اور جب حکم کا دائرہ وسیع اور بے نیابت ہے تو جو شخص علم میں تسلیم دیتا اور تعین کرے میں مشغول ہے وہ حقیقتہً طالب علم اور اسے کامل کرنے میں لگا ہوا ہے۔

۲۱۱۔ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سئل عن
علم علیہ ثم کتمہ، اُجبت یومَ القیامۃ یلجأ
من النار

حیدر علی نے فرمایا ہے جس سے ہم کی وہ بات پوچھی گئی جس کو وہ جانتا
تھا مگر اس نے اسے چھپایا تو قیامت کے دن اس کے منہ کو
آتش دوزخ کی لگھڑی لگا دی جائے گی۔

رواہ ابو داؤد الترمذی ورواہ ابن ماجہ عن انس

اشعۃ اللمعات نے یمنی جس علم کا بابتا ضروری ہوا اور علماء میں سے کوئی اور اسے بیان کرنے والا بھی نہ ہوا اور بیان کرنے
کے کوئی صحیح حذر بھی ماننے نہ ہو بلکہ بغل اور علم دین سے پرروائی کی بنا پر چھپاتے تو اس مذکورہ منہ کا مستوجب ہوگا۔

۲۱۳۔ وَعَنْ كُتُبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَلَبَ الْعِلْمَ يَجَارِي بِهِ
الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيَا رِي بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يُعَيِّدُ بِهِ وَجْهَهُ
السَّاسِ الْبَيْتِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ

رواہ الترمذی وابن ماجہ عن ابن عمر

اشعۃ اللمعات نے آپ مشہور صحابی میں بشور اسلام میں سے ہیں اور ان تین افراد میں سے ایک ہیں جو غرور ہو کر ہمیں بھیج
رہے تھے اور ان کی توبہ قبول ہوتی جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے۔

تھے یعنی تاکہ جی بحث و گفتگو میں علماء کی عمارتیں اختیار کر کے یمن اپنے آپ کو علماء کے برابر کرے اور ان کے سامنے غرور کرے۔
تھے اور اس طرح انہیں ٹھیکر و شبہات میں ڈالے۔

تھے اس طرح ان سے مال و دولت اور عہدہ و مرتبہ حاصل کر کے دنیا کے کاموں اور نفسانی خواہش کی تکمیل کے لئے صرف کرے۔

تھے یعنی جس نے صرف ان مذکورہ فاسد اغراض کے لئے علم حاصل کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے آتش دوزخ میں ڈالے گا۔ اور اگر غرض

بتحاصلہ بشریت و طبیعت، یا اور خواہش نفس کا معمول و فعل ہو جائے تو مستند ہے کہ اس سے بچنا انسانی طاقت سے باہر ہے

اور اتنی مقدار پر علم حاصل نہ ہوگا جیسا کہ آئندہ حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے جہاں لکھا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کوئی عہدہ اور عہدہ چیز

حکمت و ہرچیز پیش کرتی ہے، آدم سے وجود میں لانا چاہتا ہے تو بے اختیار نفس کا تقاضا انسان کے وجود میں پیدا کر دیتا ہے جو

وہ چیز نہ صرف دیکھ کر وہ مرض و جود میں آجاتی ہے جس طرح کہ بچے کی پیدائش کے لئے اللہ تعالیٰ مرد و زن میں ان کے اختیار کے

بیز مجبہ شہوت پیدا کرتا ہے جس سے ایک قوت باعہ وجود میں آتی ہے اور اگر خدا تعالیٰ کی توفیق و حمایت بندے کے حال کی نامرد

دعا دے تو پھر اللہ تعالیٰ وہ اور دوسرے نفس کے اس معمول اثر سے بھی اسے پاک کر دیتا ہے۔ بزرگوں نے جو فرمایا ہے کہ ہم رضہ الہی

کے لئے دوسری نفسانی اغراض کے لئے سکھا کر ہم نے رضائے الہی کے خلاف چلنے سے انکار کر دیا تو اس کا یہی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے وہ علم سکھا جس

سے اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے مگر وہ اسے رضائے الہی کے

۲۱۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَلَّمَ عِلْمًا يَلْتَبِئُ بِهِ وَجْهَهُ
اللَّهُ لَا يَتَعَالَمُ إِلَّا بِجَنِّبِ بِلَا عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا

لَمْ يَجِدْ عَوْنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيُعْطِيَ رِجْلَهُ
رواه احمد وابوداؤد وابن ماجه
نے نہیں بکڑھائے دنیا میں کسے کے لئے کیے تو اس شخص کے لئے کفایت

اشترکات علم یعنی وہ علم ان علوم کی جن میں سے ہر جس سے اس ذات مقدس کا علم اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل کی جاتی ہے اس میں تشبیہ ہے کہ وہ مبارک چیز کو دھانسنے اپنی کے حصول کا ذریعہ جو اسے حقیر دنیا کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہیے۔
بیت: یاد مفروض دنیا کے لئے سود گرو آپ کو راست ذریعہ ناموہ لغزوت بود
ترجمہ: یاد کو دنیا کے عوض فروخت نہ کر کچھ نفع نہ اٹھایا اس نے جس چیز کو کوٹھنے کے کے عوض فروخت کر دیا تھا۔
یا مراد یہ ہے کہ جو علم علوم دین میں سے نہ ہو اسے دنیا کمانے کا وسیلہ بنانا مذموم نہیں ہے جب کہ اس کا لیکن جہاں ہو اور علوم بدیع مکرر اور مکرر میں سے نہ ہو۔

ایک طالب علم تھا جو صراحتاً فیہ اور اقسام شعر میں ڈیڑھ لاکھ روپے کا مالک تھا کہ میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ ان علوم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناؤں نہ کہ دینی علوم کو۔ علامہ طبری رحمتہ اللہ علیہ نے ایسی بات بعض زہادوں اور علماء سے بھی نقل کی ہے۔
تھے ان الفاظ میں اس امر پر دلالت پائی جاتی ہے کہ ثواب الہی کی سعادت سے محروم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ علم کو صرف دنیا کمانے کے لئے وقت کر دے۔ اور اگر دنیا کمانے کا ارادہ صرف شامل اور ملا جڑا ہو اور وہ علم پر عمل کرے اور دین کو دھار دینے کا ارادہ بھی رکھتا ہو تو ایسی صورت میں اسے نیک انار سے کے امانت کے مطابق ثواب ملے گا۔ ان ثواب کے مترادف کمال سے ان شخص محروم رہے گا۔ اس معنی کی طرف حدیث انما الاعمال بالنیات میں جو ابتدائے کتاب میں آئی ہے اشارہ ہو چکا ہے۔ مجددی نے کام اور
مکہ سے عرف بفتح بین جملہ و سکون ناک فیہ یعنی خوشبو۔ خاص حدیث مبارکہ پر مشتمل ہے کہ ایسا شخص ہمیشہ میں آئے سے محروم رہے گا (حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ) یہ شخص تقویٰ نفسی و لگول کے ساتھ جو مذہب سے باطل محفوظ ہیں اور
قبروں سے اٹھتے ہی بہشت میں آجائیں گے۔ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ جیسا کہ یہ تاویل دوسری احادیث میں آپ کی ہے
اور بعض علماء نے فرمایا ہے جب لوگوں کو عشر میں لائیں گے تو بہشت کی خوشبو ان کے شام تک پہنچائیں گے تاکہ اس مقام و معرفت کی وحشت و مجاہدیت سے راحت میں رہیں اور ان کے دلوں کو قوت و طاقت حاصل ہو۔ یہ شخص اس خوشبو سے محروم رہے گا اور بخار و معیبت اور محبت دنیا کے غم کے باعث زکام والے انسان کی طرح ہوگا۔

۲۱۷ رَوْنِ ابْنِ شَعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُ عَبْدًا سَبَّحَ مَلَائِكَةَ عِلِّيِّينَ فَوَعَاها وَادَّاعَاها وَرَبَّ حَامِلِ فِقْهٍ عَزِيزٍ فَيَحْيِيهِ وَرَبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ. ثَلَاثَ لَوَيْلٍ عَلَيْهِمْ خَلْبٌ مُسْلِمٌ. إِخْلَاهُ الْعَمَلُ لِلَّهِ وَالتَّصِيحَةُ لِلْمُسْلِمِينَ وَلَزِمُوا جَنَابَتَهُمْ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ يَجِيبُ مَنْ وَرَأَتْهُمْ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کو چھوڑ دے جس نے میری بات کو سنا اور یاد کیا اور خوب ذہن نشین کیا اور اسے لوگوں تک پہنچایا۔ پس بہت سے دین و فتنہ کی بات اٹھانے والے خود غیر فقیہ ہوتے ہیں اور بہت سے فتنہ کی بات اٹھانے والے خود بھی فقیہ ہوتے ہیں مگر اپنے سے بڑھ کر خیر نیکی وہ بات پہنچاتے ہیں۔

دواء اشافنی والیہ حق فی المدخل ورواۃ الترمذی و
ابوداؤد وابن ماجہ والدارمی عن زید بن ثابت الا ان القریظ
واباداولم یذکروا کث لا یفل علیہا ابی آجوزم۔
اشترت اعصاب کتھے نضرنا کی شہد اور غیر شہد دونوں روایتیں ہیں۔ نضر و نضرات اصل میں چہرے کی خوبصورتی اور
روشنائی و تابانی کے لئے آتا ہے۔ یہاں اس سے شان اور مرتبہ کی رخصت اور دنیا کا آخرت میں سرور و رونق و ترقی نامی میلانہ مراد ہے
یعنی اسے تکرار و تذکار کے ذریعے یاد رکھا۔ فراموش نہ کر دیا۔
کتھے جیسا کہ اس نے ساجس طرح امانت بعینہ اس کے مالک تک پہنچاتے ہیں۔

کتھے یعنی جس طرح وہ بات سن جاتی ہے بعینہ اسی طرح دوسرے تک پہنچا دیتے ہیں تاکہ جس تک وہ بات پہنچانی جا رہی ہے وہ
اس سے وہ مطلب و معنی اخذ کرے جو پہنچانے والا اخذ نہیں کر سکا۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حدیث کی نقل یا حفظ چاہئے
اور نقل یا معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ بخاری یہ ہے کہ نقل یا معنی اس کے لئے جائز ہے جو کلمات کے استعمال کے مقام تراکیب و جملات
کے خواص سے واقف اور مقتضیات مقام اور اسرار و نکات اور اشارات کی پہچان میں امر اور معاذق ہو۔ اس کے باوجود نقل یا حفظ
اولیٰ، افضل اور احوط ہے۔ جیسا کہ نضر اللہ کے الفاظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں اور نقل یا معنی کے وقوع میں کوئی حکم اور شک
نہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ احادیث کی کتابیں جیسے صحاح ستہ و ذخیرہ ایک حدیث پر مشتمل ہوتی ہیں لیکن الفاظ مختلف ہوتے ہیں۔
شے یا معنی کا دل اس میں خیانت نہیں کرتا جب کہ میں فصلیتیں اس میں موجود ہوں۔ لانیل کا لفظ چند طریقوں سے
پڑھا گیا ہے ۱۱۔ بفتح یا و کسرغین از نقل معنی کینہ ۱۲۔ بضم یا و کسرغین افعال سے بعض خیانت و سب فتن یا منہ غین کے ساتھ فعل
سے بعض خیانت اللہ اس لئے کی مزید تحقیق شرح عربی (انعمت) میں ذکر کر دی گئی ہے اور وہ معنی فصلیت یہ ہیں ۱۱۔ اللہ کے لئے
عملی کو خاص کرنا کہ سمد اور یا و فاش رلنگر نہ ہو بلکہ غرض و عزم سے تعیناً غرض نہ ہو۔

۱۲۔ مسلمانوں کی خیر خواہی ان کے لئے خیر اندیشی اور ان کی امداد و اعانت کرنا ۱۳۔ مسلمانوں کی جماعت میں رہنا ان کے دائرہ
جماعت سے باہر نہ نکلنا۔

شے لفظ دما۔ دما اور بغیرہ دونوں طرح آتا ہے اور یہ جماعت کے ساتھ چمٹے رہنے کی علت و وجہ ہے من بغیرہ
کسویم دونوں طرح درست ہے اور لانیل کا حکم سابق یعنی نضر اللہ کے ساتھ رابطہ و تسبیح یہ ہے کہ جب کہ حضور حبیب السلام نے اس بات
کو دوسرے تک پہنچانے کی توجہ دی جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ہے تو اس کام کو تقویت دینے والی اور اس کی
تائید کرنے والی چیز کا ذکر اس کے متصل بعد کر دیا یعنی اللہ جل جلالہ کے لئے مسلمانوں کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت میں رہنا جب
تک یہ بین چیز موجود نہیں جو میں مذکور نا و ایل نہیں ہو سکتی اور شمس کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کلام
سابق اس کلام کے لئے توطیہ و تہدید ہے اور مقصود اسی کلام کا بیان کرنا ہے کہ یہ کلام التعلیم الامرا اللہ و الشفقتہ علی خلق اللہ کا جامع
ہے۔ (بات کو خوب سمجھو)

اس حدیث کو امام شافعی اور بیہقی نے فعل میں جو بیہقی کی کتاب ہے ابن مسعود سے اور امام احمد و ترمذی و ابوداؤد

واہن ماجہ اور داری نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا
الحج کا ذکر نہیں کیا۔

۲۵. وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَفَخَ اللَّهُ أَمْوَارَ سَبْعِ مَاشِيَا
فَتَبَلَّغَهُ كَمَا سَبَّحَهُ قَرِيبٌ مُبْلَغٌ أَذْهَى لَهُ مِنْ سَابِغِ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهَ وَدَوَاهُ الدَّارِمِيُّ
عَنِ ابْنِ الدَّرَدَوَيْهِ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے
کہ خوشی و تودہ زائل ہوا کرتے تھے اللہ اس شخص کو جس نے باری
کوئی بات سنی اللہ جیسے اسے سنا اسی حالت میں اسے آگے
پہنچایا کہ بہت سے وہ لوگ جنہیں وہ بات پہنچائی جاتی ہے
سننے والوں سے زیادہ سمجھے والے ہوتے ہیں۔

اشترہ المعات شے طہارنے کہا ہے طلب حدیث اور اس کے حفظ و تبلیغ میں بالغرض اور کچھ نہ ہوتا سوائے رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی برکت کے تو دنیا و آخرت میں یہی بس اور کافی تھا۔ اللهم ارزقنا۔
شے اس حدیث کے معنی کا خلاصہ اور مطلب بھی وہی ہے جو حدیث سابق کے معنوں کا ہے صرف بعض الفاظ میں مسمی
مسند ق ہے۔

۲۶. وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِنْ مَا يَلِيكُمْ فَكُنْ
كَذِبٌ عَلَى مُشْعَبٍ أَوْ فُلَيْتٍ أَوْ مُعْتَدٍ مِنْ السَّارِ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَدَوَاهُ ابْنُ مَاجَهَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ
وَجَابِرٍ وَمَنْ يَذْكُرُ اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِيَّاكُمْ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے حدیث لینے میں پرہیز اور
احتیاط کرو صرف وہی چیز جو جس کے بارے میں تمہیں یقین یا
یقین غالب ہو کہ وہ میری طرف سے ہے نہ کہ مجھ پر جھوٹ
باندھنے کے مجبور میں نہ پڑو اور جو شخص مجھ پر ویدہ دانستہ
جھوٹ باندھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنی قسمت و درخ میں
بنائے۔ (اس کوام کی شرح حدیث اولی کی فصل اول میں گذر
چکی ہے۔)

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ
نے اسے ابن مسعود اور جابر سے محمد بن ماجہ نے اتقا حدیث
عنی الاما حکم کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔

اور انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کی تفسیر راستے اور عقل اور
قیاس سے کی اس کے لئے کوئی نقی دلیل و سند نہ ہو تو ایسے
شخص کو چاہیے کہ اپنا حکم کا درخ میں بنائے اور ایک

۲۷. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتُوبَ مُعْتَدٍ
مِنَ السَّارِ وَفِي رَأْيِهِ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ
بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتُوبَ مُعْتَدٍ مِنَ السَّارِ

رداء الترمذی

روایت میں اس طرح آیا ہے کہ جس نے قرآن کی تفسیر میں ہم کے بغیر
چل کر توروہ اپنا ٹھکانا دروغ میں بنائے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا
حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میں نے قرآن میں اپنی راستے سے کچھ بیان کیا اور
وہ درست نکلا تو پھر میں کس نے غلطی کی۔

۲۱۸. وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بَرَأْيَهُ فَاتَّحَابَ
فَعَدَّ أَخْفَاكُهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبُخَارِيُّ

اشترکات ائمہ میں اگرچہ واقع میں اتفاق ہے وہ بیان کردہ مطلب حق و صواب ہی ہو مگر چونکہ تعدد و طریقہ
میں اس نے خطا کی لہذا درست صحیح ہونے کے باوجود وہ خطا کے حکم میں ہے لیکن یہ عہد کے حال کے برعکس ہے کہ وہ اگرچہ غلطی بھی
کرے اسے صواب اور درست سمجھا جائے گا۔ یعنی اگر وہ اب لا مستحق ہوگا۔ یہ تمام تفصیلی حکم لا متناهی ہے بشرط یہ کہ ایک تفسیر ہے اور
ایک تائیل تفسیر یہ ہے کہ کتب میں سے یہ بات کہے کہ خود اعلیٰ کی ملا ہے یہ ہے معنی الترمذی تفسیر کی غلطی جس کی سند حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہو درست نہیں ہو سکتا اور تائیل یہ ہے کہ احتمال کے طور پر کہے کہ ہو سکتا ہے یہ مراد ہو۔ تاہم تائیل بھی وہ
درست ہوگی جو قواعد ہر بیت اور قوانین شرع کے مطابق ہو واللہ اعلم۔

۲۱۹. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِمْرَأَتِي الْقُرْآنَ كَفَرُوا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ

اشترکات ائمہ میں اگرچہ مراد ہے اس دوسری ترجمہ کے مطابق کفر اپنے معنی میں ہی رہے گا۔
۲۲۰. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ
قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا يَتَذَكَّرُونَ
فِي الْقُرْآنِ فَقَالَ رِشَاءُ هَلْكَ مَنْ كَانَ تَكَلَّمَ هَذَا
صَوْرًا كَتَبَ اللَّهُ بَعْضَهُ بَعْضًا إِنَّمَا نَزَلَ كِتَابُ
اللَّهِ يَهْدِي بَعْضَهُ بَعْضًا فَلَا تَكْذِبُوا بَعْضَهُ
بِبَعْضٍ فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَعُولُوا وَاجْهَلْتُمْ فَبُكُوا
إِلَى عَالِيهِ

۲۲۱. وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بَرَأْيَهُ فَاتَّحَابَ
فَعَدَّ أَخْفَاكُهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبُخَارِيُّ

۲۲۲. وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بَرَأْيَهُ فَاتَّحَابَ
فَعَدَّ أَخْفَاكُهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبُخَارِيُّ

کثرت مراد ہے۔ عرب یہ عدد وصحت و کثرت میں استعمال کرتے رہتے ہیں کیونکہ یہ وہ عدد ہے کہ زمان و مکان کی بنیاد اس پر ہے جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے واللہ اعلم۔

تھے اور ان سات حروف میں سے جن پر قرآن نازل ہوا ہے، ہر آیت کے لئے اور بعض نفلوں میں نکل آیت مزے کے الفاظ آئے ہیں اور یہ زیادہ ظاہر ہے اور یہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ یعنی قرآن پاک کی ہر آیت کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہر سے وہ ظاہر مراد ہیں جنہیں تمام اہل زبان سمجھتے ہیں اور باطن سے وہ الفاظ و جملہ مراد ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے آگاہ ہوتے ہیں یا ظاہر سے مراد وہ معانی ہیں جو تفسیر سے معلوم ہوتے ہیں اور باطن سے وہ جو تاویل سے کشف ہوتے ہیں اور تفسیر وہ ہے جو روایت سے جو اور تاویل وہ جو روایت سے تعلق رکھتے ہیں یعنی ان کے لئے یہ کہہ سکتے ہیں ظاہر سے آیات قرآنی پر ایمان لانا اور باطن سے ان پر عمل کرنا مراد ہے۔ یا ظاہر سے اس کی قوت و ولادت اور باطن سے اس کا فہم و تدبر مراد ہے۔ یا ظاہر سے الفاظ و جملہ باطن سے معنی مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ قرآن کے قصے ظاہر میں اعتبار ہیں مگر باطن میں جبر و نصیحت ہیں۔

تھے مطلقاً بعض مروجہ معانی مشہورہ۔ یعنی جملہ جملہ جس پر پڑھ کر لگا لگا کفری حدود سے آگاہ ہوتے ہیں۔ حدیثی طرف و نہایت یعنی ظہر و باطن میں سے ہر ایک کے لئے ایک عدد و نہایت ہے۔ اور ہر عدد و نہایت کے لئے ایک مقام ہے جس پر پڑھنے اور تصور کرنے سے اس عدد و نہایت کی پوری پوری حقیقت معلوم ہوجاتی ہے۔ پس ظاہر کا مطلق عربیت اور ان علوم کا کیجنا ہے جس کے ساتھ قرآن ظاہر معنی تعین رکھتا ہے۔ اور اسباب نزول کی معرفت اور تاسخ و تنسوخ وغیرہ اور باطن کا مطلق دیانت و ایمان یا ظاہر شرح کی اتباع و تزکیہ نفس یعنی قلب و روح کا تجلیہ اور سرکات فیہ ہے جس کے حصول کے بعد قرآن کے لہجوں سے آگاہی نصیب ہوتی ہے جیسا کہ کس نے کہہ ہے۔

بیت۔ جمالی شاہ قرآن نقاب آنگاہ بکشاید۔ کہ دارالملک ایمان را بایہ غالی از خفا۔

ترجمہ۔ قرآن کا حسن و جمال اس وقت جلوہ گر ہوتا ہے جب کہ وہ دارالملک ایمان (دل) کو شور و غما سے غالی پائے۔

اور بعض علماء نے کہہ ہے کہ عدد سے احکام شرع مراد ہیں جو متعین ہیں اور جن کی حدود و مقررات میں پھر ان احکام میں سے ہر حکم کے لئے ایک جگہ ہے جہاں سے اس حکم کا حکم حاصل ہوتا ہے اور یہ تمام حدود و احکام اور جہاں سے ان کا پتہ ملتا ہے ان سب کا مکمل علم صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ ہمارے اس بارے میں مختلف طبقات و مختلف مرتبے اور درجے ہیں کہ بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ اس حدیث پاک کے اندر میں بھی بیان کیے گئے ہیں لیکن جو کچھ یہاں مذکور ہوا ہے فاولیٰ اور زیادہ بہتر ہے اللہ تعالیٰ

وَقَدْ عَهِدَ اللَّهُ إِلَىٰ عِزِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيْدِيكُمْ تَحْمِلُنَّ أَيْدِيَهُ قَائِمَةً أَفْزُقِيَةً

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم اپنی ہاتھوں سے ایک دوسرے کو اٹھائے ہوئے رکھو گے۔

مَعَاذَ اللَّهِ مَا كَانَ جَوْشَىٰ ذَٰلِكَ فَهَكَذَا فَفَعَلَ

اور فرعون نے کہا: اے خدا! میں نے اس کے سوا جو کچھ ہے وہ زنا اور لافنی ہے

اشترکات۔ لفظ یعنی دین و شریعت کے اصول کے علوم تین ہیں

تھے ایک آیت فکر۔ اس سے کتاب اللہ کی طرف اشارہ ہے اور آیت کو فکر کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حکم و نہایت

ام کتاب اور اصل میں اور احکام و اشیاء سے غمخیز ہیں حکمت کے سوا جو کچھ ہے جیسے قضا و بہت وغیرہ تو وہ حکمت پر معمول

ہیں اور علوم اس کے مبادی و ساقی ہیں وہ بھی اسی سے مشتق ہیں۔

کلمے یعنی وہ سنت جو حفظ ستون اور ستون کے تحت ثابت ہے۔

کہ فرعیہ طویل یعنی وہ فرعیہ جو قوت و ثبوت میں کتاب و سنت کی طرح ہو اس میں اجماع اور قیاس کی قوت اشارہ ہے جو مستند اور کتاب و سنت سے اخذ کیا گیا ہو۔ اس پر جو سے اسے کتاب و سنت کے مساوی و برابر کہہ دیا گیا ہے اور اسے حفظ فرعیہ سے تعبیر کیا تاکہ تنبیہ ہو کہ اس پر عمل کرنا بھی ویسے ہی واجب و ضروری ہے جس طرح کتاب و سنت پر عمل کرنا ضروری ہے تو حدیث کا حاصل معنی یہ ہوا کہ دین کے اصول چار ہیں کتاب، سنت، اجماع اور قیاس۔

یعنی ان کے سوا جو علوم ہیں وہ زائد اور لامعنی ہیں، فضل کا معنی نفع میں زیادہ ہونے کا ہے جو کہ نقص یعنی کم ہونے کی ضد ہے۔ اس کی جمع فضول آتی ہے اور فضول کا لفظ اکثر لامعنی امر اور اس کام کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں کوئی خیر و خوبی نہ ہو فضول اس انسان کو کہیں کہتے ہیں جو لامعنی کاموں میں مشغول ہو۔

بیت: ہرچہ قال اللہ و قال الرسول فاعمل بہ و نہ قال اللہ و نہ قال الرسول فاعتزلہ

ترجمہ: جو چیز قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نہیں ہے وہ اعتزل کر لے یعنی نہ کرنا اور نہ ہی اس سے احتیاط کرنا۔

۲۲۳ دَعْنُ عَوْنِ ابْنِ مَالِكٍ الْأَشَجِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقْضَى إِلَّا الْأَمْرُ وَأَوْفَى مَا نُوْذِرُكَ إِذْ يُؤْخَلُّ رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ وَفِي رَوَايَةٍ وَمَرَاغَا

اشترکات: سہ آپ صحابی ہیں سب سے پہلے غزوہ خیبر میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، فتح مکہ کے وقت قبیلہ اشج کا حینڈ آپ کے آٹھ بیٹے تھا، شام میں مکنت اختیار کی اور ۳۷ھ میں وفات پائی۔

کلمے لفظ قص کا اصل معنی بیان کرنے اور خبر دینے کا ہے، لفظ قصہ اسی سے مشتق ہے، قص اس شخص کو کہتے ہیں جو عاقبت کو اپنی اصل شکل میں بیان کرے، پھر یہ لفظ وصف کہنے اور پند نصیحت کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے، چنانچہ واقعہ کہ قص کہتے ہیں، یہاں حدیث میں یہی معنی مراد ہے، یعنی قصہ بیان نہیں کرتا اور وصف نہیں کہتا۔

تھے مگر حکم و امیر جو لوگوں کو پند نصیحت کرتا اور گزشتہ حالات ان کے سامنے بیان کرے تاکہ لوگ عبرت لیں اور نصیحت قبول کیا، تاکہ یاد دہانی کے وقت ان کی ذہن و اجازت ہی ہو اور اس کی طرف سے مجاز ہو، لہذا اس کا کہنا اور کہنا ہوگا۔

قصہ خصال یعنی خود پند حکیم آدمی جو حصول مرتبہ و سرکاری کے لئے اپنا کرتب لے اور خواہش نفس کے تحت دیا اور فرائض لگا اور مجلس میں ضرورت اور بند نشین کا خواہاں ہوتا ہے، خصال غصے مجھ کے ساتھ۔

بعض روایات میں خصال غصے مجھ کے ساتھ بھی آیا ہے اس صورت میں یہ جملہ سے شوق ہوگا اور بعض علماء نے اس دوسری روایت کو اصح اور اولیٰ قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں چار اجازت نام قصہ اور وصف سے لائے۔ درجہ کی گئی ہے کیونکہ امام و حاکم وقت رحمت کے مصالح کو

بہتر مانا اور بہت ہریان ہوتا ہے۔ اگر وہ خود غلط و نصیحت نہیں کرتا تو حمار میں سے کسی ایسے شخص کو اس کام پر لگانے کا جو علم و تقویٰ و دانت و صیانت، ترک معوجہ، حقیقت و غیرہ صفات سے آراستہ ہوگا۔ اور جیل و فسق اور خیانت و بدعت و درجہ ہوگا۔ یہاں سے یہ منہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے کہ شایخ کے اذن و اجازت اور غفلت و دینے کے بغیر بیعت کے بہادر و عداوت پر غلط و رشادہ دیتے کیسے مینا جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ شایخ جہالت و خواہش سے الیا کرتے ہیں۔

بعض شادین حدیث نے کہا ہے کہ یہ حدیث غلبہ سے متعلق ہے جو عالم یا اس کے نائب کے سپرد ہوتا ہے اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور دارمی نے اسے عمرو بن شیبہ میں ایسے منہ سے روایت کیا اور اس کی روایت میں غلط تھا کہ ابو داؤد کی روایت میں واقع ہوا ہے کہ بھٹے اور مزاج کا غلط آیا ہے یعنی دیا و ناکش کرنے والا۔

۲۲۳ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَى بَيْتِي يَعْلَمُ كَأَنِّي أَتَيْتُهُ عَلَى نَفْسِهِ - وَمَنْ أَتَى عَلَى آخِيهِ بِيَا مَرْيَمَ لَعَلَّمَهُ أَنَّ الْوُفْدَ فِي خَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ

رواہ ابو داؤد

اشترت العلماء - سلسلہ کہہ کہ اس بے علم آدمی کے فتویٰ دینے کا باعث ہو کر گناہ ہے۔ وہ پوچھنے والا آدمی بنا ہے اور اگر محاسب علم کے ہوتے ہوئے بے علم سے فتویٰ دریافت کرنا مراد ہو تو پھر صافاً یعنی استفادہ ہوگا۔ اور یہ ایک صورت میں ہوگا جب کہ فتیٰ بعینہ معلوم ہو۔ مگر یہ غلط معلول بھی ہو چکا ہے کہ اس صورت میں مصنف یہ ہوگا کہ بے علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ اس پر ہوگا۔ جس نے فتویٰ دیا یہ مصنف زیادہ ظاہر و داخ ہے کہ جس نے اس سے مشورہ طلب کیا تھا اور اچھی بات پر بھی جتنی شک ایک دوسری حدیث میں جو المستدرک میں آئی ہے کہ اس کا بھی یہی سبب ہے۔

۲۲۴ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَى مِنَ الْأَعْلُوْطَاتِ

رواہ ابو داؤد

اشترت العلماء - سلسلہ اعلو طات، اعلو طہ بعض عہدہ و مکون غین کی جمع ہے اور غوطہ بغیر جزہ کے بھی آیا ہے وہ کلام جس سے کسی کو غلط ہو جائے۔ اسے معاملات بھی کہتے ہیں۔ مخاطبہ وہی گاہ میں اپنے نفس کی برتری کے اظہار اور اسے کو نقص ظاہر کرنے اور اسے شرمندہ وادارہ کرنے کے لئے انیزہ مخاطبہ وہی شرف و تکرار ہونے اور عداوت و اذیت رسائی کا موجب ہو تو حرام ہے بعض نے کہا ہے اگر مخاطبہ وہی جزا اور جزلہ کے طور پر ہو کہ اس نے اسے مخاطبہ دیا اس نے اسے دیدیا تو جوازاً و مستحباً ہے۔

۲۲۵ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلْعَمُوا النَّفَرَاتِضَ وَالْفَرَاقَ

رواہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فراق یعنی اور فراق کیونکہ اور لوگوں کو

وَعَلِمُوا شَأْنَ قِيَّاسِ مَقْبُورَيْنِ : رواه الترمذی

سکھاؤ کریں تم سے اٹھایا جائوں گا۔

اشترہ العمامت - سلسلہ فرائض سے وہ احکام مراد ہیں جن پر دین میں عمل کرنا لازم و واجب ہے اور حسب کربیاں یہ فہم قرآن کے مقابل استعمال ہوا ہے تو فرائض سے وہ احکام مراد ہوں گے جو سنت میں واقع ہیں بعض نے فرائض سے جو روایات مراد لیا ہے ۲۲۴ وَعَنْ أَبِي الْمَدَنِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَحَقَّقَ بِصَوْرِهِ إِلَى الشَّامِ ثُمَّ قَالَ هَذَا أَقْوَانٌ يُخْتَلَسُ فِيهِ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتَّى لَا يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ رواه الترمذی

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف تشریف لے کر آپ کے اپنے آنکھ مبارک آسمان کی طرف اٹھائی پھر فرمایا وقت ہے کہ اس میں علم و وحی لوگوں سے لے لیے جائیں گے تو انہیں کسی علم پر قدرت و دسترس نہ رہے گی۔

اشترہ العمامت - سلسلہ اور تیز نگاہ سے آسمان کی طرف دیکھا۔ راوی کہتا ہے کہ آپ وحی کی افتادہ کرنے کے یہاں تک کہ اس مضمون کی وحی نازل ہوئی کہ آپ ان کو چھوڑ کر عنقریب موت کی خوشی میں پلے جائیں گے۔ ۲۲۸ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَوَيْتُ عَنْهُ يَوْسُفُ بْنُ يَحْيَى النَّاسِ الْكِبَارَ إِلَّا بِلَا يُطْلَبُونَ الْعِلْمَ. فَلَاجِدُونَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِينَةِ. رواه الترمذی

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگ علم کی تلاش میں اونٹوں کے جگہ رہیں گے تو وہ عالم مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ رہیں گے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور ان کی جامع میں ہے کہ ابن جریر نے کہا کہ وہ عالم مدینہ حضرت مالک بن انس ہیں اور عبدالرزاق سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ اسحاق بن یونس کہتے ہیں میں نے ابن حجر سے سنا کہ وہ عالم مدینہ ہی تھے کہ وہ ہیں اور اس کا نام جابر بن عبد اللہ ہے

اشترہ العمامت - سلسلہ روایت یہ مرفوع حدیث سے جارت ہے اور ابی نعل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہے لیکن چونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی کو ایسی نہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ اس کے لئے روایت ہے مقصود یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ ہے الی آخر وہ سلسلہ یمن سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے جابر بن عبد اللہ کے ۴ صحابہ اور امام شافعی کے شیوخ میں سے ہیں کہا ہے کہ عالم مدینہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد امام مالک ہیں۔

تھے حضرت ابن عیینہ کے قول کی طرح جابر بن عبد اللہ سے بھی منقول ہے یہ جابر بن عبد اللہ بڑے مشہور ائمہ حدیث میں سے ہیں یمنی جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ عالم مدینہ سے مراد امام مالک ہیں۔

سلسلہ یہ اسحاق بن یونس سفیان بن عیینہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

سلسلہ یہ عمری الزاہد بھی مدینہ منورہ میں تھے علماء اور زہاد وقت میں سے، اور حضرت قاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

اور اس سے ہوتے ہیں۔

میں تو ابن حنیبل سے اس بارے میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں اور عبدالرزاق سے یہ منقول ہے کہ عالم دین امام مالک میں اور اسحاق بن موسیٰ نے نقل کیا ہے کہ ابن حنیبل عری النہد کو عالم دین کہتے تھے۔ اور عری الزہد مشہور نام ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطابؓ کا یہ مقام پر عربی شرح میں جس نے خوب تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ عالم دین کی تعریف و تہنیتیں میں یقیناً کادارہ تنگ ہے۔ ہر ایک نے اپنے اعتقاد کے مطابق حق و گناہ سے کہا ہے۔

چونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں حدیث فقہاء، جہاد اور امامت میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ نیز دین طہیر کے ساتھ خصوصاً ارتباط اور گہرا تعلق تھا۔ لہذا یہ سب باتیں مل کر اس امر کا نشانہ بن گئیں کہ لفظ عالم دین کا مصداق آپ کی ذات کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ ورنہ آپ کے زمانے میں اور آپ سے پہلے اور بعد اس مبارک شہر اور دیگر اسلامی بلاد اور اطراف و اکناف میں اور بھی علماء مجتہدین اور فقیہین موجود تھے جو حدیث و فہم میں نہیں آسکتے۔ حدیث کا فہم بر مطلب واللہ عالم دین میں آتا ہے کہ حضور کے اس کام کو سچ انجام کا مصداق دراصل آخر زمانہ کے حال سے مطلع کرنا ہے جب کہ علم دین دین منورہ کے اندر ہی بند اور منحصر ہو کر رہ جائے گا اور بعض احادیث سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے اور یہ قول صواب و درستی کے زیادہ قریب ہے واللہ اعلم۔

۳۹ عَنْهُ يَتِيَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ هَذِهِ الْأُمَّةَ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِلَّةٍ مِلَّةً سَنَةِ مَنْ يَجْعَلُ دِينَهُ دِينًا.

اور انہیں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو میں جانتا ہوں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل ہر پیلہ کرنا ہے اس امت کے لئے ہر سال کے پورا ہونے پر ایسا شخص جو دین کو تازگی بخشتا ہے۔

رواہ ابو داؤد

اشترک المذہبات - سلسلہ اہم مسلم کامیڈن ہے اور یہ ابو ہریرہ کے الفاظ ہیں اور اعلیٰ لفظ ماضی اعلیٰ سے بھی چڑھا گیا ہے اس لئے اس امت کے نفع اور اس کے دین کی تقویت اور تائید کے لئے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر لوگوں نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ اس سے ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو اپنے اہل زمانہ میں تجدد و لغت میں ترویج و تقویت سنت و بدعت کی راجحی، حکم کی نشر و اشاعت اور کل اسلام کی جلدی کے لئے نماز ہوتا ہے بیگانہ گان و گان نے ہر صریح کے لئے ایک ایک جہد و مسہد کیا ہے کہ اس صریح کے لئے فلاح جہد و تحریک اور دوسری کے لئے فلاح جہد و تحریک میں کے جس سے تمام پر مغلوں کو تازہ یاد بہتر ہے۔ خواہ ایک شخص ہو خواہ جماعت۔ کہ کورس و واحد و جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ نیز تجدد دین کا یہ کام صرف علماء اور فقہاء کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سلاطین، امارا، قراء، اصحاب حدیث و زاہدوں، عابدوں، اصحاب نحو، اباب، ریسر و قراء، نیز خدیو، استغیا، جو عظام و صلحا، پاد و معارف خیر مال صرف کرتے اور دین کی ترقی و تقویت کا سبب بنتے ہیں بلکہ ان تمام گروہوں کو یکجا شامل ہے جن کے وجود کو قوت اور کمال و درواج حاصل ہوتا ہے اور اگر شہروں اور علاقوں کا حکوم بھی اقتدار رکھیں کہ ایک زمانہ میں ایک شہر میں ایک ایسی جماعت سامنے آئے جو اس صفت سے موصوف ہو تو یہ بھی بعید نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۳۰ وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَدَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ هَذَا النَّعْلُ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عَذْرُوتَهُ يَشْفَوْنَ عَنْهُ عَرَفَتُ الْعَالِيْنَ وَانْحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلُ الْجَاهِلِينَ . رَوَاهُ الْإِسْهَاقِيُّ فِي كِتَابِ الْمَدْخَلِ وَتَرْوِيهِ بَيْنَ حَدِيثِ بَقِيَّةِ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ مَعَانَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَدَنِيِّ وَمُسْنَدُ كُرْدِيثِ جَابِرِ بْنِ شَذَّاءَ إِلَى السَّوَالِ فِي بَابِ التَّمْيِيزِ ان شاء الله تعالى .

اور حضرت ابراہیم بن عبد الرحمن العدنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نحائیں اور حاصل کریں گے یہ علم (علم کتاب و سنت) ہر بعد میں آنے والی جماعت میں سے ایسے لوگ جو عادل اور شائستہ ہوں گے۔ یہ عادل اور شائستہ لوگ اس علم کتاب و سنت سے دین میں مدد سے فرماتے والوں کی تحریف کو دور کریں گے اور اہل باطل کے جھوٹ کا انکار کریں گے۔ اور جاہلوں کی تادیبات کریں گے۔" یہی ہے اسے کتاب المدخل میں بطریق ارسال روایت کیا اور حضرت جابر کی حدیث فاما شفاء الی السوال فی باب التمییز ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اشتر المعات ۔ مسئلہ عدنی ہضم میں دکن ذیل مجملہ عذرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے جو خواہ کے ایک قبطی کا باپ تھا۔ آپ ثقات بعین میں سے ہیں۔

میں تحریف العالیین یعنی دین میں رد و بدل کرنے میں مدد سے گزر جانے والے تحریف یعنی کذابوں سے لفظی معنی میں تبدیل کرنا ہے و انحال کے دوسرے کی ملوکہ چیز پر شر یا قول میں اپنی حکمت کا بھٹکا دھون کرنا۔ یہاں جھوٹ سے کنایہ ہے۔

لکھ جو علم و دانش کے بغیر آیات و امارت میں تاویلات کرتے اور قاسمی معنی سے انہیں بدستے پھرتے ہیں۔

شعبہ یہی ہے اس حدیث کو اپنی کتاب مدخل میں بقیہ بن الولید کی حدیث سے بطریق ارسال روایت کیا یہ بقیہ بن الولید مجہول راویوں سے زیادہ روایت کرتا ہے اور اس میں بہت غلطیاں پایا جاتا ہے۔ لوگوں کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا ثقہ و محسن ہے لیکن تدیس کرتا تھا ۹۷ھ میں فوت ہوا یہ معاذ بن رفاعہ سے روایت کرتا ہے شکوہ کے اکثر نسخوں میں ایسے ہی واقع ہوا ہے۔ مگر صحیح معان بن رفاعہ یعنی ذال کی جگہ فلن کے ساتھ آیا ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے بعض اسے ثقہ کہتے ہیں بعض ضعیف اور کاشف زہبی میں معاذ بن رفاعہ اور معان بن رفاعہ دونوں ذکر ہیں تاہم جس سے بقیہ بن الولید روایت کرتا ہے وہ معان بن رفاعہ ہے اصل کتاب میں یہاں رواہ ابیہقی تا العدنی ایک جگہ خالی ہے۔

تھے یعنی جہل دور مانگی کا علاج علماء دین سے دریافت کرنا ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

اور حضرت جن سے مراد روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اسلام کو قوی اور مضبوط کرے کی نیت سے علم کی طلب میں مصروف تھا اور اسی طلب میں اسے موت آگئی تو

۲۳۱ عَنْ الْخَسَنِ مَوْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يُطَلِّبُ الْعِلْمَ يُغْنِيَهُ بِهِ عَنْ سَلَامٍ قَبِيلَتِهِ

وَيَنْبَغِي النَّبِيَّ دَرَجَةً وَلَحْدًا فِي الْجَنَّةِ

رواہ الدارمی

جنت میں اس کے اونچوں کے درمیان صرف ایک درجہ کا

مصدق ہوگا

اشعۃ اللمعات - سلفہ میں اس نیت سے نہیں کہ دنیا کا مال و جاہ حاصل کرے اور لذات و فراشات نفسانی کی تکمیل کے لئے یہ دراصل انبیاء صلیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قرب میں مبتال ہے اس لئے فقط درجہ کی تاکید و اہدہ کے ساتھ کہی۔

اور اپنی حضرت حسن سے مراد وہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا دو آدمیوں کے بارے میں جو جنی اسرائیل میں سے تھے ان میں سے ایک عالم دین تھا کہ فرض نماز ادا کرتا پھر بیٹھ کر لوگوں کو خیر و برائی کی تعلیم میں مصروف ہو جاتا اور دوسرا وہ جو دن کو روزہ رکھتا اور رات عبادت میں جاگ کر گزارتا کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عالم کی فضیلت جو فرض نماز ادا کرے لوگوں کو تعلیم دینے میں جیسا کہ اس عالم پر جو دن کو روزہ رکھے اور رات عبادت میں گزارے ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے آدمی اولیٰ پر۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم دین وہ اچھا ہے جس کے علم کی ضرورت پڑے تو نفع دے اور اگر اس سے بے نیازی کی کیا جلتے تو وہ لوگوں سے بے نیاز ہے۔

رواہ الدارمی

۲۳۳۔ وَعَنْ غُفَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ الْغَنِيُّ فِي الدِّينِ ابْنُ إِحْتِجَاجٍ

الْيَدِ نَفْعٌ وَإِنْ اسْتَفْتَى عَنْهُ أُعْطِيَ نَفْسُهُ

رواہ ورن

اشعۃ اللمعات - سلفہ حاصل معنی یہ ہے کہ عالم دین کو ایسا ہونا چاہیے کہ اپنے آپ کو لوگوں کا محتاج نہ کرے۔ اور لوگوں سے میل جول کا خواہشمند نہ ہو اور ان سے کسی قسم کے نفع کی امید نہ رکھے۔ ہم لوگوں سے بالکل محمدی بھی اختیار نہ کرے اور اس طرح اپنے علم سے لوگوں کو خود مدد نہ رکھے بلکہ اگر لوگ اس وجہ سے اس کے علم کے محتاج ہوں کہ دوسرا عالم وہاں موجود نہیں ہے تو لوگوں کو اپنے علم سے مستفید کرنا ہے اور اگر لوگوں کو اس کی ضرورت نہ ہو تو اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دینی کتابوں کا مطالعہ اور تصنیف و تالیف اور علم دین کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔

اور حضرت مکرش سے روایت ہے کہ جب تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کو جہنم میں صرف ایک بار دعویٰ کیا کرتے اگر تو نہ مانے تو پھر جہنم میں صرف دو بار اور اگر اس سے بھی نیا چاہے تو پھر جہنم میں تیس بار اور لوگوں کو قرآن سے بے شوق نہ

۲۳۴۔ وَكَفَى عِزًّا أَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَ

النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ آمَنَتْ فَمَرَّتْ

فَإِنْ كَفَرَتْ فَتُكْرَمُ مَرَاتٍ وَلَا تَقِيلُ النَّاسُ

هَذَا الْقُرْآنَ وَلَا أَنْبِيَاكَ تَأْتِي الْقَوْمَ دَهْمٌ

فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ فَتَقَعُ عَلَيْهِمْ فَتَقَعُ
عَلَيْهِمْ حَدِيثُهُمْ فَتَقَعُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ الْأَمْرُ قَائِمًا
أَمْرًا وَكَانَ حَدِيثُهُمْ وَهُمْ يَشْتَمُونَ وَانْطَبَحَ
السَّجْعُ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَبَاهُ فَاثْبَتَتْ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ
لَا يَفْعَلُونَ ذَٰلِكَ.

رواه البخاری

کہ اور میں تجھے بزرگ ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ تو لوگوں کے پاس
آستہ آدہ اپنی باتوں میں مصروف ہوں اور تو انہیں وعظ و کلام
شروع کر دے اور ان کی گفتگو کاٹ دے اور انہیں پریشان
کے کہ جسے تو خاموش رہ جب وہ تجھے کہیں تو ان سے حدیث پڑھ
کہ اور ابھی ان کا شوق و ذوق باقی ہو تو مسئلہ وعظ بند کر دیا کہ اور
وہاں میں بیٹھ نہ کر اس سے دور رہ کہ بیشک میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو پایا ہے وہ ایسا نہ کرتے تھے

اشترہ الصغائر - سلفہ آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آرا و کردہ و عظم میں غنیمت کہ میں سے ہیں۔ اصل میں اہل
مغرب کے علاقہ پر برسے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں شام نے کہا ہے میں نے حکمران سے جو کہ اللہ کی کتاب کا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ آپ تابعی
اور ثقہ ہیں۔ بعض لوگ ان میں اختلاف کرتے ہیں۔ بخاری نے کہا ہے میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے محبت
اور دلیل نہ کرنا ہو ششہ میں فوت ہوئے۔

تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت حکمران یا کسی دوسرے مخاطب کو فرمائی۔

محمہ خواہ دنیا کی باتوں میں مصروف ہوں خواہ دین کی باتوں میں۔ اگر وہی باتیں مراد ہوں تو ہر جہ سے کہ ان کا مسئلہ منقطع کرنا مناسب
ہیں اور اگر دنیا کی باتیں مراد ہوں تو شاید بشریت کے قیام کے مطابق انہیں چھڑنے پر خوش نہ ہوں اور وعظ و نصیحت منقطع
لئے تیار نہ ہوں اور گناہ کے فتنہ میں گر پڑیں۔ اور دین کی ہیبت و عظمت ان کے دلوں سے جاتی رہے۔ ہاں اگر ان کی گفتگو کا مسئلہ
منقطع کرنے میں کوئی ضروری مصلحت ہو تو پھر ان کی گفتگو کا مسئلہ بند کر دیا جائے۔ بہر حال معلوم وقت کو پیش نظر رکھا جائیگا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ثابت اور ظاہر حالت کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے۔ آپ کے زمانہ میں لوگ زیادہ قریبی باتوں
میں ہی مصروف رہتے تھے۔

محمہ بچہ عبادت میں ہم وزن الفاظ کا نایہ اثر تکلف سے اعتقاد کی جائے تو ترجیح ہے کہ اس سے وہاں شروع و ختم ہونا نہیں
ہو سکتا۔

فہ یعنی ان کی دعاؤں میں کچھ مین تکلف و تیار نہ ہو۔ نہ جوتی تھی۔ ماورہ دعاؤں میں جو کچھ پائی جاتی ہے اس میں تصنع اور
تکلف کا شائبہ تک نہیں ہے جس طرح بعض مواضع میں بے فکر و ارادہ نہایت عوز و گات آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوتے
ہیں حالانکہ آپ شہر کرئی سے پاک تھے۔

اور حضرت واکثر بن الامام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس کے پایا
تو اسے ثواب کے دو ٹکسے دیے گئے اور اس سے طاعت کیا اور
نہ پایا تو اسے ثواب کا ایک ٹکسہ ملے گا

۲۳۵ وَتَنْزِيلُ آيَاتِ الْكِتَابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَبَ الْإِبْرِيمَ فَذَلِكَ
كَانَ لَهُ كَيْفُ الْوَلَدِ مِنَ الْإِبْرِيمِ فَإِنْ لَمْ يَنْزِلْ لَكَ كَانَ
لَكَ كَيْفُ الْوَلَدِ مِنَ الْإِبْرِيمِ : رواه الدارقمي

اشترک الصلوات :- سلسلہ الاستیعاب میں ہجرت و کثافت آپ صحابی ہیں اور اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لشکر میں تیاری میں مصروف تھے آپ اصحابِ فتنہ میں سے ہیں۔ پہلے مہاجرے میں اتنا مسرت اختیار کی۔ پھر شام میں بیت المقدس چلے گئے۔ سو سال عمر پائی تبیعیں کے نزدیک اٹھارہ سال۔ رضی اللہ عنہ۔

شہ ایک طلب و شفقت کا حصہ جو اس نے علم کے پکھنچنے اور اس کے حاصل کرنے میں اٹھائی۔ دوسرا حصولِ علم اور آگے دوسروں کو اس کی تعلیم و تدریس کا ثواب یا اس عمل کا ثواب جو وہ اس علم کے مطابق کرتا۔

تکہ ہذا ہر حالت میں علم دین کی جستجو میں رہنا چاہیے اگر نصیب ہو گیا تو نورانی قور و نہ طلب علم میں جان و دین یا جسی سادات ہم بیت ۱ اگرچہ تیرا ہیست رہ بدلت شرط پاری سمت در طلب مژدن

ترجمہ اگرچہ دوست تک پہنچنے کا راستہ غنا شکل ہے۔ کم از کم یہ تو ہونا چاہیے کہ دوست کی طلب میں ہی موت آجائے۔

بیت دیگر ۱ مقصود جلالی از علم گفتہ کہ حیثیت مقصود او جس کی وہ جان دین طلب

ترجمہ اس نے پوچھا کہ جانی جو مجھے تلاش کرتا ہے اس سے اس کا کیا مقصود ہے اس کا (جانی کا) مقصود یہی ہے کہ اس کی طلب میں جان و دین۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا میں اس کی موت کے بعد اس کے عمل اور اس کی نیکیوں سے جو کچھ پیچھا ہے اسی کیلئے ایک علم ہے جاس نے حاصل کیا ہوتا ہے اور اس کی نشرو اشاعت کی ہوتی ہے دوسرا نیک دنیا جیسے وہ چھوڑ جاتا ہے۔ تیسرا قرآن پاک جسے وراثت کے طور پر اپنے عزیزوں کے حوالے کر جاتا ہے جو بھی چیز مسجد ہے جاس نے تعمیر کی ہوتی ہے یا مسافر کے لئے کوئی مزارعہ و غیرہ یا صدقہ جو اس نے اپنے مال سے اپنی صحت اور زندگی میں ادا کیا ہو تاکہ یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی بندے کو پہنچتا رہتا ہے۔

۷۳۹ وَشَرَّ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شَيْئًا يَنْفَعُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمٌ عَلَيْهِ وَنُشْرُهُ وَوَلَدٌ صَالِحًا مَرْكُهُ أَوْ مُعَصِّمًا ذَرْبُهُ أَوْ تَجِدَ آبَاءَهُ أَوْ يَسِيرًا إِلَى السَّبِيلِ مَبَاهُ أَوْ خَيْرًا مِنْ خَلْقِهِ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَتْهُ مِنْ تَالِبِهِ فِي حُجَّتِهِ وَخَلِيلَتُهُ تَغْفِقَهُ فِيمَنْ تَبْنِيهِ مَوْتُهُ

رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان

اشترک الصلوات :- سلسلہ معنی فنون میں فقرہ شہ کے ساتھ آیا ہے اس صورت میں فقرہ کا لفظ اس کی تفسیر و بیان کے طور پر ہوا یا علم کی کثرت تعلیم و اشاعت مراد ہے۔

شہ ذرۃ مال کی شہ کے ساتھ معنی یا وہ قرآن شریف جسے بعد وراثت اپنے چچے چھوڑا یا اپنی زندگی میں جسے وقف کر گیا۔

شہ یعنی اپنی زندگی میں اگرچہ تدریس نہ ہو بلکہ یاد ہو تا ہم صحت کی امید رکھتا ہو۔

تکہ یہ اہل فائز کی نظر سے مگر بیان فرماتے یا یہ صحت حدیث سے مشتق ہیں اس کی اہمیت اور عظمت شان کا اظہار کے لئے بعض شامین نے اس کا یہ معنی دیا ہے کہ یہ اللہ کا صدقہ ہے جسے مشتق ہیں اور معنی یہ ہے کہ اس بندے کا صدقہ باقی رہتا ہے

وَبُعَثُوا رُسُلًا مِنْهُمْ أَنْ خُذُوا زِينَتَكُمْ
بُعِثْتُ مُعَلِّمًا يَخْلَسُ فِيهِمْ
رواه الدارمی

اگر چاہے ان کی دعا کے عوض ان کو عطا فرمائے اور اگر چاہے تو
دوک دے اور کچھ نہ دے گریہ و سر زاری جو خدا کرے علم میں معروف
ہے تو یہ لوگ فقیر یا علم کھیتے ہیں یہ راوی کو شک ہے اور آج
جہاں کو سکھاتے ہیں ان کا فائدہ زیادہ اور دوسروں کو پہنچاتا ہے
تو یہ گروہ جماعت اول سے افضل و بہتر ہے اور بیشک مجھے علم
بنا کر سمجھوٹ کیا گیا ہے میرا آپ علم کا درس دیکھ کر کہنے والی جماعت
میں بیٹھ گئے۔

اشترہ الملمات - ۱۔ یعنی صحابہ کرام مجدد نبوی شریف میں دو مجلس بنا کر شیخے ہوئے تھے ایک جماعت دیگر دعا میں مشغول

تھی اور دوسری مذاکرہ علم میں۔

۱۔ اور اس سے اپنے دعا و مقصود کے حصول کے امیدوار ہیں مگر ان کے دعا کا حصول مشیت الہی کے تحت ہے۔

۲۔ اس گروہ کے لئے اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ بیٹھے اور خود کو ان میں شمار کیا

بیت ۱۔ گدایان را ازین صنفی خبر نیست
گداؤں کو اس بات کی خبر نہیں کہ سلطان جہاں آج ہمارے ساتھ ہے

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ علم کی بہت اور تجربہ کرنا
ہے جس پر سچ کر مر و فقیر کہلاتا اور فقہا کے زمرے میں شامل ہوتا
اور ان کا ثواب پاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وہ جو دین سے متعلق چالیس حدیثیں یاد کرے اور لوگوں تک
پہنچائے ۱۰ اللہ قیامت کے دن اسے گروہ فقہاء میں اٹھائے گا
اور میں قیامت کے دن اس کے گناہوں کی شفاعت کروں گا
اور اس کے ایمان و طاعت کی گواہی دوں گا ۱۰

۲۴۰ رَوَى أَبُو الدُّوْدِ إِذَا قَالَ سُبُّهُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَأْخَذُ الْفِيلِمِ الَّذِي إِذَا
بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَتْ فِقِيهًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِينَ
حَدِيثًا فِي أَسْبَابِ نَبِيِّهَا بَلَغَهُ اللَّهُ فِقِيهًا
وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا
وَشَهِيدًا

اشترہ الملمات - ۱۔ ۱۔ علم کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے مراد مقصود لوگوں تک چالیس
احادیث کا پہنچانا ہے۔ چاہے وہ اسے یاد نہ بھی ہوں اور ان کا صنفی بھی اسے معلوم نہ ہو۔

میں نے اسی حدیث کی بنا پر سلف و خلف کا برعکس کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امید دار بننے اور آپ کو گواہ بنانے کے لئے اربعینیات (چالیس احادیث) جمع کیں۔ سہرا کیسے دین کے کسی ایک پہلو سے متعلق چل احادیث جمع کیں اور اس غیر فقیر (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مولف اشاعت المصنوعات) نے بھی دین کے ہر باب میں سے ایک ایک حدیث کے لئے چل احادیث کا ایک مجموعہ تالیف کیا ہے۔ علم حدیث کی خدمت و تدریس کے بعد سب سے پہلے جس تالیف کی بجائے توفیق ملا ہوئی وہ اربعین ہے۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتے جو سب سے بڑھ کر نیک لوگوں کا خیر خواہ اور جو دو کرم میں سب سے بڑھ کر کرم کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ جو دو کرم کے لحاظ سے کامل اللہ بزرگ تر ہے پھر اس کے بعد تمام انسانوں سے بڑھ کر میں جو دو کرم کرنے والا ہوں اور میرے بعد نوح انسان میں مکی قرین اور بعض نسخوں میں ابودھرم یعنی اولاد آدم میں مکی قرین وہ شخص ہے جس نے علم حاصل کیا اور اس کی نشوونما تکمیل یہ شخص قیامت کے روز ایک سو بار واپس کی حیثیت سے نیکو ایک سو ایک امت و جماعت کی حیثیت رکھتا ہوگا۔

اشعۃ السمات سے معنی تعلیم و تصنیف کے دینی کتابوں کی کتابت کے درجے۔
 ۱۔ یہ دراصل راوی لاشک ہے کہ حضور نے امیراً و عدوۃ یا امترا ایدم فرمایا یعنی وہ ایک ہی ایک امت
 و جماعت کی حیثیت رکھتا ہوگا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں فرمایا اِنَّ اَبْرٰهٖمَ کَانَ
 اُمَّةً۔ فَاَنشَاَ بَیْکَ اَبْرٰهٖمَ اَکِیْہِ ہِیْ اَکِیْ اَمْتِ عَمَّا اَنْفَعَا کَا فَاَنْزَلْنَا تَعْوِیْرَہِ بِکَ قِیَاسَ کَ دَعَا عَمَّیْ اَنْزَلْنَا وَ کَرَّمَ اَوْرَہِ
 مَعْنُوکَ کَ اَنْدَرُجْیْ شَانَ دَشْرُکَ اَدِجَاہِ دَحَمَّتْ کَ مَا تَدَا اَنکَا۔

اصحابِ نبیؐ انس بن مالک سے مروی ہے کہ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانِ دو حریص سیر نہیں پرستے ایک علم کا تحریص کردہ اس کی تحقیق سے سیر نہیں ہوتا۔ دوسرا دنیا کا حریص کردہ بھی کتنی ہی دنیا اٹھتی کرے اس سے سیر نہیں ہوتا۔ مذکورہ تینوں احادیث کو جمع کرنے سے شعب الایمان میں روایت کیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ امام احمد نے ابوالدرداء کی حدیث

١- وَرَفَعَهُ آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِثَالَهُمْ وَأَمَّا الْأَنْبِيَاءُ فَمِنْهُمْ
فِي الْعِلْمِ وَالْإِسْبَاحِ مِنْهُمْ وَهُمْ فِي
الْأَدْيَاءِ لَا يُشَبِّحُ بِهَا.

وقال قتال الاسام احمد في حديث
ابن سعد وادع هذا مستند مشهور
فيما بين الناس وليس له اسناد صحيح

اشعۃ اللمعات : لے کہ جس قدر زیادہ علم حاصل کرتا ہے اس کی پیاس اور طلب میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

لے ایک حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے اور علیک و حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔

لے جو چاہیے حدیث کے حفظ کی فضیلت میں روایت کی ہے۔

لے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اربعین کے ابتدا میں فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر متعدد طرق سے روایت
اس طرح کہ بعض کو بعض سے قوت حاصل ہوتی ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز
ہے۔ خصوصاً جب کہ اکابر ائمہ دین نے اسے قبول کیا اور اس پر عمل کیا ہو۔

۲۴۳ وَعَنْ عَوْنٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مسعود
مَنْ هُوَ مَنْ لَا يَشْتَبِعُ صَاحِبَ الْعِلْمِ وَصَاحِبَ
الذُّنْيَا وَلَا يَسْتَوِيَانِ أَتَا صَاحِبَ الْعِلْمِ
فَنَبِّذَ دَاوُدَ وَنَحْشَ الرَّخْلَيْنِ أَتَا صَاحِبَ الذُّنْيَا
فَنَبِّذَ دَاوُدَ فِي الطُّغْيَانِ ثُمَّ قَرَعَ عَبْدُ اللَّهِ
كَلَامَاتِ الْأَنْبِيَاءِ لِيُطْفِئَ أَسْفَافَهُ
أَسْفَعْنِي قَالَ قَالَ الْآخِرُ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ
مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔

حضرت عون سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو طرح کے ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں
ہوتے ایک صاحب علم و سرِ طالب دنیا مگر دونوں برابر
نہیں ہیں کہ صاحب دنیا تو سرکش میں بڑھا رہتا ہے پھر
حضرت عبد اللہ نے یہ روایت پڑھی ان الانسان الخ یعنی
بیشک انسان سرکش کرتا ہے جب وہ اپنے آپ کو بے نیاز
عروس کرتا ہے حضرت عون نے کہا کہ حضرت عبد اللہ نے فرمایا
دو کلمہ (صاحب علم) انا یعنی اللہ الخ (علماء کے سینوں میں)
خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے) میں سے ہے۔ اسے داری نے
روایت کیا۔

رواہ الدارمی

اشعۃ اللمعات : لے حضرت عون رضی اللہ عنہ تابعی، زہاد، فقیہ ہیں آپ عبد اللہ بن مسعود ابو موسیٰ
الہریریہ اور ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور ان سے زہری اور ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں۔ لے یعنی قدر و مرتبہ میں
یہ دونوں برابر نہیں ہیں لے یعنی دولت مند ہونے کی صورت میں صاحب دنیا کے سرکش میں بڑھنے والے کے نسب حال یہ کہ
پڑھی۔ لے یعنی دوسری جانب علم کی زیادہ حرص کرنے کیلئے خدا تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی دلیل یہ اتیر کر یہ ہے کہ جو علماء
کی فضیلت ان کے ثبوت و خشیت اور خدا تعالیٰ کے ان سے راضی ہونے کے باعث میں آئی ہے۔

۲۴۴ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّمَا سَابِقُ أُمَّتِي سَيَتَنَفَعُونَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میری امت میں سے کچھ
لوگ دین کا علم حاصل کریں گے اور قرآن پاک پڑھیں گے

فِي الدُّنْيَا وَيَتَشَرُّونَ الْعَمَلَاتِ
يَعْمَلُونَ مَا نَأْمُرُ بِمَنْعِهِمْ مِنْ ذُنُوبِهِمْ
هُمْ وَيَعْمَلُونَ مَا نَنْهَى عَنْهُ لِيَكُونَ ذَاكَ
يُجْتَنَى مِنَ الْعَمَلَاتِ إِلَّا التَّوَكُّلَ كَذَا لَيْسَ يَجْتَنَى
مِنْ قُرْبِهِمْ إِلَّا تَالِ مُحَمَّدٌ بْنُ الصَّبَّاحِ كَأَنَّهُ
يَعْنِي الْخَطِيئَاتِ - رواه ابن ماجه

وہ کہیں گے ہم امراء کے پاس آتے ہیں تاکہ ان کی دنیا سے کچھ حاصل کریں مگر اپنے دین کے بارے میں ہم ان سے الگ رہیں گے۔ مگر ان دونوں باتوں کا اٹھا ہونا دشوار ہے جس طرح غاردار درخت سے سوائے کانٹوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی طرح دنیا داروں کے قرب سے کچھ حاصل نہیں ہوتا مگر یہ محمد بن صباح نے فرمایا یہاں متشقی خدمت سے ذنوب و خطایاں دہیں

اشتر العمامات سے یعنی تعالیٰ الدین اور مزار و ملاطین کا قرب دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور ان کے قرب سے سوائے نقصان کے کچھ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا اسے تمام اس درخت کو کہتے ہیں جو غار دار چوہہ پھلدار نہ ہو جسے یعنی امراء و ملاطین سے نہیں حاصل ہوتا مگر نقصان و وبال اور خسارہ جس کے بیان سے زبان میں حاضر ہیں یہ خدمت متشقی سے قریب مقام کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے سمجھ رہے ہیں۔ یہ عمر بن صباح فرماتے ہیں کہ حدیث میں متشقی خدمت سے ذنوب و خطایاں مٹا دیں یعنی امراء و ملاطین سے قرب پیدا کرنے والا نہ حاصل کرے گا مگر گناہ اور خطایاں اور عذت کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی صحبت و مجلس اختیار کر کے کائنات میں ان قدر زیادہ ہے کہ بیان میں نہیں آ سکتا۔

۲۴۵ وَصَحَّابُ بْنُ شَعْبُوذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
نَوَاتُ أَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا وَوَصَعُوهُ عَيْنَهُ
أَهْلُهُ لَسَادَةً وَأَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلَكِنَّهُمْ يَذْنُونَ
لِأَهْلِ الدُّنْيَا بَيْنَ قُتُوبِهِ مِنْ دُنْيَاهُمْ مَتَانُوا
عَلَيْهِمْ - سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ مَنْ حَبَلَ الْمُتَوَكِّلُ هَمًّا وَاحِدًا هَمًّا
أَجْزَلُ لَهُ كَفَّاهُ اللَّهُ تَعَالَى هَمَّ دُنْيَا وَتَوَكَّلْ
تَشَعَّبَ بِهِ الْمُتَوَكِّلُ أَحْوَالُ الدُّنْيَا مِثْلَ الْبَالِ
فِي آجٍ أَوْ دِيْنًا هَكَذَا -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا اگر اہل علم و علم کی حفاظت کرتے اور اس کی قدر و عزت پہنچاتے اور ہم کو اس کے اہل و قابل کے پرہیز کرتے تو وہ اہل زمانہ کی نگاہوں میں معزز و بزرگ ہو جاتے مگر انہوں نے اہل علم نے اپنا علم دنیا کے لئے استعمال کیا تاکہ علم کے حوض ان سے دنیا حاصل کریں۔ تو اہل دنیا کے سامنے ذلیل و خوار ہو گئے۔ میں نے کہا ہر مسلمان اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے جس نے تمام ارادوں کو ایک ارادہ بنایا اور آخرت اور آخرت کے سوا کسی چیز کو مقصود نہ بنایا تو اللہ تعالیٰ اس کے دینی مقصد کے لئے کافی ہو جائیگا اور جو اپنے مادی اور مقاصد کو مقصد اور پرانہ کر دے گا کہ دنیا کی پریشانیوں اور حالات کو دل میں جگہ دے گا تو اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کی کچھ پرواہ نہیں کر دے ان پریشانیوں کی فادوں میں سے جس فادی میں بھی ہلک رہتا ہو جائے۔

رواہ ابن ماجه وروی البيهقي
ف شعب الایمان عن
ابن عمر من قوله من جعل
المتوكل الى آخره -

اشعۃ اللمعات ۱۷۷ اس حدیث کا بن بانی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہوا ان اہل العلم نے آخر روایت کیا اور یہی سنی گئے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور کے قول میں جعل الہدیٰ من قبل الہدیٰ یعنی انہوں نے روایت نہیں کئے۔

۲۴۶ رَوَعْتُ الْأَعْمَشَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْتَأُ أَعْلِمُ النَّبِيَّانُ وَارْتَأَتْهُ أَنْ تَخْذَلَتْ بِهِ عَذْرَاهُ لَهَا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُوسَلًّا

حضرت اعمشؒ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کی آفت اسے بھول جانا ہے اور علم کو برباد اور ضائع کرنا یہ ہے کہ تو اسے نا اہل اور نالائق کو سکھائے۔

دارمی نے اسے مرسل روایت کیا۔

اشعۃ اللمعات ۱۷۷ یعنی ابو نعیم اسماعیل بن اسدی کوئی آزاد کردہ غلاموں میں سے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا مگر ان سے حدیث سننے میں اعتکاف ہے۔ آپ نے بے شمار تابعین سے احادیث سنی ہیں۔ سفیان ثوری، ابن حنیہ وغیرہ ان سے روایت کی ہے۔ علم حدیث و قرأت کے مشہور ائمہ اعلم میں سے ہیں۔ آپ نے تیرہ سو احادیث روایت کی ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ جبریل حبیب اعمش کی حدیث ذکر کرتے تو فرماتے بذا الہدیٰ باج الخصال (یہ شاہی لکچر ہے) دس سال امام اعمش کی تکبیر ادا کرتے تھے یہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن آپ پیدا ہوئے ۱۴۸ ہجری میں وفات پائی۔ ان میں قدر سے شیخ پایا جاتا تھا۔ آپ کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔ بعض محدثین نے انہیں سیدنا محمدؐ میں کہا ہے گئے یہ دراصل اس امر پر تنبیہ ہے کہ وہ اسباب اختیار کرنے سے احتیاب کرنا چاہیے۔ جو علم کے بھول جانے کا موجب بنتے ہیں یعنی لکھنا کتاب محاسب، فکر دین کے مشاغل اور کینہ دنیا کیسے تھکا دیتے والی لگ دو۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شر شکوت الی وکیع سوء حقیقی فَأَوْصَانِي إِلَى تَرْوِكَ الْمَعَاصِي وَفَضَّلَ اللَّهُ لَا يُعْطَى لِمَا هِيَ

(۱) میں نے حضرت وکیع سے اپنے گزدر مالک کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ ترک کر دینے کی وصیت کی۔

(۲) کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ کا فضل حاصل اور گناہ گار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

۲۴۷ رَوَعْتُ سُفْيَانَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِكَلْبِ مَنْ أَرْنَابُ أَعْلِمُ قَالَ كَلْبُ الذَّيْتِ يَعْلَمُونَ بِمَا يَكْتُمُونَ قَالَ فَمَا أَخْرَجَ الْكَلْبُ مِنْ قُلُوبِ الْعُلَمَاءِ قَالَ أَعْطَى رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے کہ بزرگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے پوچھا ارباب علم کو کس لوگ جانتے ہیں؟ حضرت کعب نے کہا وہ لوگ جو علم کے معاین کر لیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو علماء کے قلوب سے علم کو کس چیز نے نکال دیا؟ فرمایا علم اور علم نے۔

اشعۃ اللمعات ۱۷۷ یعنی علم کے مالک اور جن میں علم راسخ ہو چکا ہو اور جو اس بات کے مستحق ہو چکے ہوں کہ انہیں

ارباب علم کہا جاسکتے ہوں؟ وہ چیز کے مالک و متحن کو کہتے ہیں۔

تھے یعنی کس چیز نے علم کا نور، اس کی حیثیت و برکت، علماء کے دلوں سے نکال باہر کیا ہے۔

تھے حضرت کعب اخبار نے فرمایا اُن کے دلوں سے علم کو نکالنے والی چیز مال و جاہ کا طمع و لالچ اور دنیا کا مال و متاع ہے۔

مشہور مقلد ہے کہ اطلع بعیر اللہ مدۃ بابا طمع شکر کو کسی بنا دیتا ہے اور طمع کی موجودگی میں کس کبنا مشکل ہو جاتا ہے۔ شہوی طمع بند و دفتر حکمت بٹوئے طمع جھل و ہر چہ نے دانی تجوی

طلع راسہ عرف است و ہر سبھی ازاں نیست مرصعان را بہی

(۱) طبع ختم کر اور حکمت و دانائی کا دفتر دھو ڈال۔ طمع تو دوسے ادب کو چھ تو جانتا ہے کہہ۔

(۲) طمع کے تین عرف ہیں اور تینوں ہی خالی ہیں۔ اس وجہ سے لالچی لوگ خیر و برکت سے محروم رہتے ہیں۔

حضرت شیخ ابوالعباس برسی قدس سرہ سے متعلق ہے جب میں اپنے کام کے ابتدائی مراحل میں اسکندریہ پہنچا تو ایک شخص سے جس سے میری جان پہچان تھی میں نے نصیحت و برہم سے ایک چیز خریدی چونکہ نصیحت و برہم ایک معمولی چیز تھی اس لئے میرے دل میں آیا شاید نصیحت و برہم مجھ سے وصول نہ کرے۔ غیبی آواز آئی المسلمۃ فی الدین با ترک الطمع فی المخلوقات یعنی دین کی سلامتی مخلوق سے طمع و لالچ ترک کر دینے میں ہے۔

۲۳۸۔ وَعَنْ الْأَخْوَصِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْرَ فَقَالَ لَا تَأْخُذْ عَنْ أَشْرٍ وَسُئِلُوهُ فِي عَيْنٍ أَلْغِيَتْ لِقَوِّهَا ثَلَاثًا قَالِ الْآنَ شَرُّ أَشْرٍ شَوَارِدُ الْعُلَمَاءِ وَارْتِ حَيْدُ الْغِيَةِ يَحْيَا الْعُلَمَاءِ رواه الدارِمی

حضرت اخوص بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا مجھ سے شر کے متعلق نہ پوچھو بلکہ خیر کے متعلق پوچھو۔ یہ بات آپ نے کہیں یاد دہرائی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ آگاہ رہو سب بڑوں سے بڑے علماء ہیں اور سب نیکوں سے نیک علماء ہیں۔

اشعۃ اللمعات ملے اخوص بن حکیم رضی اللہ عنہما ہی میں حضرت انس اور عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور حضرت انس سے ان کی روایت ضعیف ہے۔ امام احمد نے فرمایا ہے کہ اخوص کو ہی اجمیت نہیں ملتا۔ ابن عیین نے فرمایا اخوص کچھ نہیں۔ ابن عدی نے کہا اخوص کی حدیث گھٹنے کے قابل ہے۔ ان کا باپ حکیم بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی ہے۔

ملے شرمسی برائی یا بڑے لوگ یا سب سے بدترین لوگ کون ہیں۔ یہ معنی جواب کے ہیئت موافق ہے عراز میں ہے کہ شرمسی بدی اور بد اور بدتر آتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں فلاں شرانس فلاں شخص سب سے بدترین ہے اشرا انس نہیں کہنے گویہ منتہی کزود ہے اور لفظ شرمسی تین معنوں میں آتا ہے نیک، نیک اور بہت ہی نیک۔ یہاں سابق حدیث کے مطابق آسانی معنی مناسب ہے۔

علم اور اس وقت برسے لوگوں کا ذکر اور برائی سے مخصوص گروہ کا نشان ظاہر کرنا خاطر اقدس کو پسند نہ آیا اور اس گروہ سے اظہار نفرت و کراہت کے بعد جب نیک لوگوں کا ذکر کیا تو اس نفرت و کراہت کی تلافی کے لئے برسے لوگوں

لا ذکر بھی کر دیا

تھے کیونکہ علم بطور و پشوا ہوتے ہیں اور لوگ ان کے تابع و پیروکار۔ لہذا ظاہر کی بدی اور نیکی دوسروں کی نسبت لوگوں میں زیادہ جھلکتی اور سرایت کرتی ہے۔

۲۴۹. وَعَنِ ابْنِ الدُّدَّاجِ قَالَ إِنَّ النَّاسَ عِنْدَ اللَّهِ مَسْئُولَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا لَا يَنْتَفِعُ بِهِ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے بدترین لوگوں میں سے وہ عالم ہے جو اپنے علم سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا ہے

رواہ الدارمی

اشعۃ اللمعات سے اور اس پر عمل نہیں کرنا اور بعض شخصوں میں لا ینتفع بھیسفہ مجہول کی تعظیم آئی ہے یعنی وہ عالم جس کے علم سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اور وہ یوں کہ وہ عالم تعلیم و سنت میں کرنا، تعقیف و تالیف کرنا ترک کر دے یا امر معروف اور نہی منکر کرنا چھوڑ دے۔ اور اس مطلب کی موید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو اس فصل کے آخر میں آئیگی لاکھوں کیلئے مکتبہ مجہول کا ذکر مذکور ہے۔

۲۵۰. وَعَنْ زَيْدِ بْنِ مَالٍ قَالَ فِي عُسْوَةٍ قَعُوفٍ مَا لَيْسَ بِهَا إِلَّا سَلَامٌ قَالَ لَا مَالٍ يَهْدِيهِ زِلَّةُ الْعَالَمِ وَجِبَدَالُ الْمُنَافِقِينَ

حضرت زیاد سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے چاہیے کہ اسلام کو کسی چیز گرائی ہے۔ عرض کی کہ نہیں۔ فرمایا عالم دین کی لغزش، کتاب اللہ کے ساتھ منافق کا جھگڑا اور گمراہ کرنے والے افراد اور حکام کے اپنی خواہشات کے مطابق احکام اور فیصلے

اشعۃ اللمعات سے یعنی زیاد بن مالد بنی اسد سے تعلق رکھتے ہیں کوفہ میں سکونت تھے اور تابعین میں سے ہیں آپ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے حدیث سنی اور آپ سے شیعہ وغیرہ نے تھے یعنی کوئی چیز اسلام کی بنیادوں کو ٹوٹی اور اسے دیران کرتی ہے۔ جو ہم کا معنی پشت کوڑنے کا بھی آتا ہے یہ معنی بھی یہاں مناسب ہے۔ تھے عالم کا لغزش کھٹا اور گمراہی کا مرکب ہونا۔ تھے کتاب اللہ کے فیصلے منافق کا جہاد و نزاع دین اسلام میں فساد برپا کرنے کی غرض سے ہونا ہے اور منافقین کے جہاد میں ہی شامل ہے، قابلِ بدعت اور بدعتیہ لوگوں کا جہاد و نزاع جو باطل شہادت اور غلط و زیلات کی حدیث میں ہوتا ہے یہ لوگ بھی دین میں شک ڈالتے اور شک میں مبتلا کرتے ہیں۔ جو وہ ہوئی اور خواہش نفس کے مطابق جاری کرتے اور لوگوں کو جبر واکراہ کے ساتھ قبول کرنے اور اطاعت اختیار کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

۲۵۱. وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَلَيْسَ عَيْنَانِ فَحَلِمٌ فَإِنْ تَغَلَّبَ مَذَابُكَ أَلَيْسَ النَّاسُ فِيهِ وَحَلِمٌ عَلَى الْإِنْسَانِ مَذَابُكَ حُجَّةٌ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى إِبْنِ آدَمَ

حضرت حسن بصری سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہم دونوں ایک دل میں علم ہے یہ نفع مند علم ہے دوسرا وہ علم جو زبان پر ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل کی طرف سے آدم کے بیٹے پر حجت ہے۔

رواہ الدارمی

اشترکات سے باخبر وہاؤں میں خدا تعالیٰ سے اسی علم کے حصول کے لئے دعائیں مانگی گئی ہیں۔
 تھے یعنی دوسرا وہ علم صرف لوگ زبان پر نہ رہتا ہے دل میں اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ دل کو روشن و منور کرتا ہے
 بیت علم چون بر دل زندہ یار سے شود علم چون بر تن زندہ یار سے شود
 دل کو متاثر کرنے والا علم بندے کا یار و معاون ہوتا ہے اور تن جن کے لئے استعمال ہونے والا علم سانپ کی طرح
 نقصان پہنچاتا ہے۔

تھے کہ اس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ لوگوں کو احرام و یگا اور ان سے فرماتے گامیں نے کہیں علم عطا کیا کہنے اس سے
 ناگہ کیوں نہ اٹھایا اسی بنا پر کہا جاتا ہے جاہل پر ایک بار انھوں اور عالم پر ستر بار جویدہ و دانستہ گمراہ ہوتا اور ذلت و خوارگی
 کے کنوئیں میں گرنا ہے۔

شیخ عقیق عارف باللہ حضرت امجد بن محمد را اللہ الاکسندری کتاب حکم میں فرماتے ہیں۔

العلم المنافع هو الذي يبسط في الصدرة شعاعاً ويكثف عترة القلب فنانة
 یعنی پنہانے والا علم وہ ہوتا ہے جس کی نورانی شایاں سینے
 میں پھیلتی ہیں اور جو دل سے جہل و غفلت کے پر سے اٹھا
 دیتا ہے۔

شعاع سے اس کے پھیلنے والے انوار اور عالی و باطن کو متاثر کرنے والے آثار مراد ہیں جو زمین پر پڑنے والی اور پھیلنے والی
 سورج کی شعاعوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ یہ علم نافع اور حقائق اشیاء کے فہم و ادراک کے رستے میں راہ دکھانے والے بھی
 جنابات کو اٹھا دیتا ہے۔

شیخ امام ابو عبد اللہ محمد بن علی الحلیقم الترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم نافع وہ علم ہے جو سینے میں ثابت و مستحکم ہو جاتا
 ہے اور اس کا حکم اس میں پورے راسخ کے ساتھ جاگزیں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر جب چاہئے تو اس کی صورت دل پر نقش
 بنا لیتی ہے اور اس کی روشنی میں ہر ایک بدن صاف فرق و امتیاز محسوس ہونے لگتا ہے اس روشنی اور نور کا سایہ
 سینے میں پڑتا ہے جس کی بدولت انسان اچھے باتوں پر چل پڑا ہوتا اور بری باتوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ یہی علم دراصل خیر قلب
 ہے جس سے ہدایت کی علامات سینے میں ابھرتی ہیں اور وہ علم ہے جو توحید کا اور کسب سے حاصل کرتا ہے نفس ربانی علم
 ہے جس پر شہوت کی تاریکی نے غبار پاکر اس کی نورانیت کو تباہ کر دیا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے علم نافع وہ علم ہے جو دل کی صفائی اور رفت کا ذریعہ بنتا ہے جس کے طفیل بندے کو دنیا میں
 زہد و تقویٰ، آخرت میں جنت کا قرب اور دوزخ سے نجات اور دوسری نصیب ہوتی ہے دل میں خوف اور رجاء پیدا ہوتا
 ہے، نفس کی آفات و محروب کی شائبہ اللہ ان آفات سے بچنے اور پاک ہونے کا راستہ نظر آتا ہے۔ یہ وہ نور ہے جسے
 اللہ تعالیٰ جس بندے کے دل میں چاہتا ہے ڈالتا ہے معقول و منقول کا ربانی علم، علم نافع نہیں ہے محض یہ کہ علم نافع وہ
 قسم ہے ایک علم معاد جو اعمال صالحہ کے اختیار کرنے کا باعث بنتا اور دل کے ساتھ رہتا ہے دوسرا علم مکاشفہ ہے جو اعمال
 صالحہ کا اثر اور نتیجہ ہوتا ہے۔ پہلے علم کو علم درست اور دوسرے کو علم داشت کہتے ہیں۔

۲۵۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاشِينَ مِائَةً أَحَدًا مِمَّا قَبِلْتُ مِنْهُ وَأَنَا الْأَخْصَرُ فَلَوْ بَشِئْتُ قَبِلْتُ هَذَا النَّبْلَ لَعَلَّكُمْ يَفْقَهُونَ الْفَقَامِ رواه البخاری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو ہر تہ لغز کے ان میں سے علم کا ایک ہر تہ میں نے تمہیں بکھریا ہے مگر دوسرے ہر تہ اگر تمہارے سامنے بکھریں اور ظاہر کروں تو میرے لئے کی گندہ گاہ طعام کاٹ دی جائے۔

اشترت العلماء نے یعنی علم کے دو ہر تہ اور بعض روایات میں من العلم کا لفظ صرفاً ذکر ہے علم کے ہر تہ سے وہ علم و کلمہ مراد ہے جس میں علم جمع کیا جائے۔ علامہ مطہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی دو اقسام کو دو ہر تہوں سے تشبیہ دی۔ اس لحاظ سے کہ دونوں علم کی ایک ایک قسم پر مشتمل ہیں اور جو علم ایک میں ہے دوسرے میں نہیں ہے۔ بلکہ علم ہر تہ کے ساتھ مبنی گئے کی گندہ گاہ طعام عیساکر انہوں نے اپنے قول کی خود تفسیر کی یعنی تجربی العلم حلال کرامت نے کہا ہے کہ اولیٰ اخلاق و احکام کا علم مراد ہے اور خواص و عوام میں شریک ہے اور دوسرے سے علم امرار مراد ہے جو اختیار سے عنوان و معصوم ہے کیونکہ وہ (تجربہ کار) اور پر کشیدگی اور فہم عوام کے اس تک رسائی نہ ہونے کے باعث اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔

بعض شاریین حدیث نے کہا ہے اس سے بنی امیہ کی طرف سے دین میں غنہ و فساد برپا ہونے کی خبریں مراد ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں خبر دی تھی کہ امت کی بربادی قریش کے بعض بچوں کے ہاتھ سے ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ فرمایا کرتے تھے اگر میں چاہوں تو ہر ایک کا نام لے کر بتا سکتا ہوں یا اس سے وہ احادیث مراد ہیں جن میں ظلم حکام کے نام، ان کے حالات اور ان کی خدمت ذکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے بعض کے حالات و روایات سے بیان کئے مگر ہر بیان کر کے اس بنا پر ڈر گئے کہ ظالم افراد و حکام انہیں کہیں قتل ہی نہ کریں۔ چنانچہ آپ نے اشارہ فرمایا اعدو ذبائہ موت امداد و استین و امداد و العصبان یعنی میں ساتویں صدی ہجری کی بادشاہی اور لوٹنوں کی حکومت سے خدا سے پناہ لیتا ہوں۔ اس سے آپ نے یہ بیان مساویہ رضی اللہ عنہ کی امداد و حکومت مراد ہے جو ساتویں سن ہجری کے اختتام پر قائم ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول فرمائی چنانچہ آپ نے یہی حکومت قائم ہونے سے پہلے اس دافغانی سے رحلت کر گئے واللہ اعلم۔

پوشیدہ قلم کے اگر اس قائل (بعض شاریین) کی مراد ظلم باطن اور خفائی داسرار کے وجود کی نفی ہے جس تک عوام کی بکھریں پہنچ سکتی اور جس کا افشاء مصیبت و فتنہ کے خلاف جزا ہے اور بعض غلط اس سے مستغنیہ نہیں ہو سکتے۔ اس کے باوجود اس قسم کے علوم دائرہ علم و دین میں ضرور داخل ہیں۔ تو یہ نفی مکابہ اور مذہب کے یہ کہ علم باطن اور خفائی و معارف کے وجود کی طرف اشارہ کلام نبوت اور ادب و ولایت کے ان کثرت سے موجود ہے۔ اور کلمہ الناس علی قد و عقولم (لوگوں کی عقل و فہم کے مطابق گفتگو کرو) میں بھی اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور یہ ایک واضح بات ہے کہ ہر ظاہر کے لئے باطن اور ہر شریعت کے لئے حقیقت ہوتی ہے تاہم اس کے بیان کرنے میں دشواری اور مشکل ہوتی ہے کہ جب وہ

باقن و حقیقت عوام کی بکھر سے بالاتر ہوتی ہے تو وہ اس کے قائل کو مستہم کرتے اور ایسی چیز کی ان کی طرف نسبت کرتے ہیں جسے خود اہل باطن ایک بری اور مذہم چیز سمجھتے ہیں اور یہ اہل باطن بظاہر اس انکار و خدمت میں معذور بھی ہیں۔ عرض باطنی اسرار و راز کے انکار و انکار سے مخالفت کی اصل وجہ یہ ہے (یعنی عوام کا نہیں نہ سمجھ سکتا) کائنات کی وجہ نہیں کہ باطنی علوم اور حقائق و معارف دین و شریعت کے خلاف ہیں۔

اور اگر یہ قائل یہ کہتا ہے کہ علم حقائق و اسرار فی نفس ثابت و واقع تو ضرور ہے مگر حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں حقائق و اسرار کا علم مراد نہیں بلکہ دوسری طرف اشارہ ہے جس کا ذکر کیا گیا کیونکہ قرآن سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے نیز دوسرے علماء نے صحابہ کرام کی موجودگی کے باوجود حضرت ابو ہریرہ کی تخصیص اور حدیث کا حضرت ابو ہریرہ کی مخصوص مسطورات کہ نہ سمجھا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قتل کئے جانے کے حکم کا انگریزی یہ قرآن قائل کی توجیہ سے قدرے بعید ہیں۔ ہاں مہر قائل کا یہ موقف مکابر سے الگ بات ہے جس سے باقی علوم و معارف کا انکار لازم نہیں آتا واللہ اعلم۔

٢٥٢ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ
إِنَّمَا النَّاسُ مِنْ عِلْمٍ شَيْءٍ فَيُتْلَى وَمَنْ
لَا يَعْلَمُهُ فَيُتْلَى اللَّهُ أَعْلَمُ كُنَاتٍ مِنَ الْعِلْمِ
أَنْ تَقُولَ بِمَا لَا تَعْلَمُ اللَّهُ أَعْلَمُ قَالَ اللَّهُ
تَسَالَى بَيْنَهُ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرِ
وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ .

حضرت محمد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص علم کی کوئی بات جانتا ہو وہ اسے بیان کرے اور جو نہ جانتا ہو تو وہ یوں کہے اللہ بہتر جانتا ہے۔ کیوں کہ یہ بات بھی علم کا حصہ ہے کہ جو چیز تو نہیں جانتا اس کے متعلق کہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں لیکن اگر میں تم سے کلمہ کہنے والوں میں سے نہیں ہوں

متفق علیہ
اجرت نہیں ملتا اور میں تلفات کسلے دالوں میں سے نہیں لائی
اشدہ المصائب شہ کیونکہ مظلوم کو مجبوں سے الگ کرنا اور یہ سمجھنا کہ میں یہ بات نہیں جانتا یہ بھی علم کا ہی ایک حصہ ہے۔
اور یہی اس مشہور مقولہ کا معنی ہے کہ لَا أَذْرِي نِصْفًا اَيْلَمُ یَسْنُ میں نہیں جانتا۔ نصف ہے۔
شہ یمن جو اپنے ذمے ایسی چیزیں لیتے ہیں جس کے وہ اہل نہیں ہوتے یمنی مجھے جو کچھ سکھایا جاتا ہے اور جس چیز کا بیع
و شاعت کا مجھے حکم دیا جاتا ہے میں وہی کہتا اور لوگوں کو بتاتا ہوں۔ میں کسی چیز کا اپنی طرف سے دعوئی نہیں کرتا اور نہ دیکھتا
ہے اپنے سر کوئی چیز نہیں لیتا۔

ایسے مشکل امور میں بحث و تفتیش کرنا جن تک فہم کی رسائی نہ ہو اور ان کے جاننے کا دعویٰ کرنا اور ان تک فہم کی رسائی کے لئے سعی و کوشش کرنا تکلف میں داخل ہے۔

منقول ہے کہ یہنا حضرت نادر حق اعظم رضی اللہ عنہ سے اہمیت و قیامتہ و آبائیں منکر آبا لا معنی دریافت کیا گیا آپ نے اس میں غور و فکر کیا جب آپ کے ذہن میں اس لفظ کا مخصوص معنی نہ آیا تو آپ نے فرمایا: هَلْ هَلْ اِلَّا اَنْ تَكْلَفْتَ یہ تو محض تکلف ہے یعنی یہ تو معلوم ہے کہ آبا چلوں اور کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز جو اگر مخصوص معنی معلوم نہ ہو تو اس کی کوئی عز و قدرت نہیں اور اس کا خصوصی معنی بنانے کے لئے فہم و فکر کو لا دینا و وقت میں مبتلا کرنا تکلف محض

اور لایسی چیز ہے۔

۲۵۴ وَعَنْ بَنِي سَيُوتٍ قَالَ إِنَّ هَذَا الْفُلَّ
وَيْتٌ خَالِفُكُمْ أَعْمَنُ تَأْخُذُكُمْ وَيُنْقِذُكُمْ
دواہ مسلم

اشعۃ اللمعات نے آپ کا نام محمد ہے کیا رہتا ہے اس سے ہیں آپ کے والد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکاتبت تھے جو تعبیر و زبان میں خصوصی ہدایت رکھتے تھے اس باب میں ان سے عجیب و غریب باتیں منقول ہیں۔
تھے یعنی دین کا دوا و قیام اس سے ہے۔

تھے اس میں اس حرف اشارہ ہے کہ راوی کے حالات کی چھان بین میں پورے اہتمام و احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ وہ وثوق و یقین، اعتقاد و اسرار اتباع سنت میں کیا مقام رکھتا ہے۔ مختصر یہ کہ جو تحقیق ہر آدمی سے روایت کرنا ٹھیک نہیں۔
خصوصاً عرض پرستوں اور اہل جوی اور بدعت سے جو دیانت سے تہی دامن ہوتے ہیں اور اپنے مذہب کو رواج دینے کے لئے من غرض باتیں بولتے اور اغراض سے ڈرا دروغ نہیں کرتے۔

۲۵۵ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ يَا مَعْشَرَ
الْمُتَوَلِّينَ اسْتَفِيقُوا فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا
لَبِيدًا وَأَرَأَيْتُمْ يَمِينًا وَشِمَالًا
كَمْذَاكَ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا لَبِيدًا

دواہ البخاری

اشعۃ اللمعات نے حضرت حذیفہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ ابو عبد اللہ کنیت ہے والد کا نام میان ہے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دان کہتے ہیں۔ آپ کو منافقین کا علم تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات اور فتنے بیان کر دیئے تھے

تھے یعنی اسے قرآن پڑھنے والے گروہ جو قرآن کو نوک زبان پر رکھتے جو یا قرآن کے لفظ سے بے عمل غلام مراد ہیں۔
مضبوط یہ ہے کہ نیک اعمال پر ثابت قدمی دکھاؤ۔ راوی راست پر قائم و ہر امر راہ مستقیم پر چلو۔

تھے یعنی تمہیں ساری سبقت و فضیلت حاصل ہے۔ تنبیہ صیغہ جمع غائب ماضی معلوم۔ آپ نے ان لوگوں کو مخاطب کیا جنہیں اہل اسلام اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ نصیب ہوا کہ جب یہ حضرات کتب سنت کو مضبوطی سے تھامیں گے تو ہر چیز میں سبقت لے جائیں گے اور سب کچھ پائیں گے اور جو لوگ ان کے بعد آئیں گے وہ ان کو چون جائیں گے، اس درجہ کہ انہیں پاسکتے ہوں ان کا نصیب ہوا کیونکہ ان حضرات نے پہلے اسلام قبول کیا یہ لفظ ماضی مجہول ہے۔ یعنی دوسرے لوگ جو استقامت کی صفت میں موصوف ہیں اور طریق مستقیم پر چلے ہیں تم سے سبقت لے گئے اور انہیں تم پر پیش رفت حاصل ہو گئی

۲۵۶ عَنْ ابْنِ مَرْزُوقَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ حُبِّ الْخُزْنِ مَكَالُوا
يَا رَسُولُ اللَّهِ وَمَا حُبُّ الْخُزْنِ قَالَ وَاِدٍ
فِي جَهَنَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ
اَرْبَعِ مَائَةِ مَرَّةٍ قَبْلَ يَأْتِيَنَّ رَسُولُ اللَّهِ
وَمَنْ يَذْخُلْهَا قَالَ الْقَتْلُ الْمُرَادُ
بِنَاغِيَا لَهُمْ۔

رواہ القومذی وکذا ابن ماجہ
وزاد فیہ وَارِثٌ مِنَ الْبَغْيِ الْقَتْلُ
اِحْدِی التَّذِیْرَتِیْنِ یَذْخُرُ وَرُفُوتُ
الْاَمْسَارِ قَالَ الْحَسَّادِیُّ یَعْنِی الْجَوُوْهَ

حضرت ابو مرزوقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خزانہ سے اللہ کے پاس پناہ لے۔
صحابائے عرب کیا یا رسول اللہ جب خزانہ کیا ہے۔ فرمایا جہنم میں
ایک دایہ ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے
روایت کیا گیا کہ یا رسول اللہ اس میں کون لوگ جائیں گے فرمایا
قرآن پڑھنے والے اپنے اعمال میں تکیہ کرنے والے اسے توہنی
نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے بھی اور ابن ماجہ نے اس حدیث
میں یہ لفظ زیادہ بیان کئے۔ وَارِثٌ مِنَ الْاُخْرٰی
یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین قاری وہ ہیں جو حکام
وامراء کی نیکائی اور ان سے طاعت و اطاعت کے خواہشمند
ہوتے ہیں۔ امام بخاری نے کہا حکام سے ظالم اور بدکرداروں کا
دارا و مراد ہیں۔

اشعۃ اللمعات نے حُبُّ الْخُزْنِ کو کائنات حُبِّ بَغْيِ عَمِّ و تَشْدِیْدِ بَا و دہشتناک جو اور پسے بند جو۔ اس حدیث میں جب
خزانہ کا لفظ دایہ کے لئے اس بنا پر استعمال ہوتا ہے کہ وہ بھی گنہگار کی طرح بہت گہری ہوگی۔
شے یعنی وہ دایہ اس قدر قبیح اور وحشت ناک ہے کہ خود دوزخ بھی اس سے پناہ مانگتی ہے چر جائے اس میں گرنے
والے دوزخی دوزخ کے پناہ مانگتے ہیں اس عاثر اشارہ مطلوب ہے کہ اس میں شدید ترین عذاب اور تکلیف ہوگی۔ یا
دوزخ کا حقیقہ پناہ مانگنا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ دوزخ کو زبان عطا کرے جس کے ساتھ وہ پناہ مانگے۔ جیسا کہ
ظاہر آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔
تھے قرآن کا لفظ ظلم اور عبادت گزاروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ تم قرآن سے حاصل ہوتا ہے اور
عبادت و عزم کی روشنی میں کی جاتی ہے۔

۲۵۷ حکام کو امر معروف اور نہی منکر کے لئے نہیں۔ جبر و کراہ کی بنا پر یا اللہ نہ ان کے شرکی ایثار سے بچے یا اللہ نہ ان
بلکہ محض دنیا کے طمع و دلچسپی کی خاطر ان سے ملتے ہیں۔

۲۵۸ امام بخاری حدیث کے راویوں میں سے ہیں ان کا نام عبدالرحمن بن محمد ہے۔ احمش اور یحییٰ بن سعید سے
روایت کرتے ہیں مشہور میں وفات پائی۔ یعنی جوہر سے مراد ظالم اور خلافت شرع چلنے والے امراء و حکام ہیں۔
اعاذا من اللہ (اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

۲۵۹ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بُوْشِیْکَ اَنْ مِیَّاقِیْ عَلٰی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب لوگوں پر ایک نمانہ

النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَنْتَقِي مِنَ الْإِسْلَامِ
إِلَّا اسْمُهُ وَلَا يَنْتَقِي مِنَ الْقُرْآنِ
إِلَّا رِسْمُهُ مَسَاجِدُهُمْ عَامِيَةٌ وَهِيَ
خَوَاطِبُ مِنَ الْهُدَى عَلَاؤُهُمْ شَرٌّ مِنْ تَحْتِ أَوْثَمِ
السَّيِّئِ مِنْ عَيْدِهِمْ تَخْرُجُ الْغَيْثَةُ وَفِيهِمْ
تَقْوَى رِوَاةُ الْبَيْهَقِيِّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

اشعۃ اللمعات سے علم و عمل کا نشان تکمیل کی علامت ہے۔

ایسی جگہ نہ ہوتی رہے گا۔ دین اسلام ہر گز اس کا نام نہ لے گا۔ اور نہ باقی
رہے گا۔ قرآن سے ہر گز اس کا ترجمہ نہ ہوگا۔ اور نہ پڑھا جائے گا۔ ان کی مسجدیں
آباد و تخریب ہیں اگر حقیقت میں ہدایت، علم اور عبادت
کے اعتبار سے وہ ہیں وہ آباد ہوں گی۔ ان کے علماء اور
دانش مند آسمان کے نیچے بڑے ترین لوگ ہوں گے، انہی کے
انداز سے شرف و فخر آئے گا اور انہی میں لوگ جائیں گے۔

اسے رسم سے اس کا جو ترجمہ صرف اور الفاظ کی حد تک سے پڑھا جائے ہے۔ نیز اس کے اس کے معانی میں فکر و تدبر
کیا جائے اور اس کے اوزار و قواعد پر عمل کیا جائے۔

اس کے لوگوں کا ان میں جو علم تو نظر آئے گا۔ ان میں عبادت، ذکر حق اور علم کے درس و تدریس کا ذوق نہ ہوگا جیسا کہ
قرآن و پیغمبر سے ظاہر ہے کہ حقیقت و ہدایت اور عبادت کے لحاظ سے وہ ان کے برابر ہیں۔

اس کے اوزار و قواعد سے زمین اور اس کی ظاہری سطح
سے کہ وہ ظالم و بد کردار لوگوں کے معادن و دھوکا اور ان سے ہم فائدہ اور ہم پالہ ہوں گے۔
اس کے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ظالموں کو ان پر مسلط کر دیا جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو شخص مخلوق خدا کو ستا دے تاکہ کسی انسان کے
دل کو خوش کرے تو اللہ تعالیٰ اس ظالم کو اس پر مسلط کرتا ہے تاکہ اس کا سانس کھینچ لے اور اس کی جان نکال لے۔

۲۵۸ وَعَنْ زَيْدٍ قَالَ ذَكَرَ الْبَيْهَقِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ ذَالِكَ عِنْدَ أَذَانِ
قَهْمَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ
كَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَغَدَتْ تَفْسُرُهُ
الْفُتُونُ وَتَفْسُرُهُ ابْتِغَاءُ مَا يَفْسُرُهُ
أَبْتِغَاءُ مَا ابْتِغَاءُهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
فَقَالَ تَفْسُرُكَ أَمَّا زَيْدٌ إِنْ كُنْتُ لَأَذْكَاءُ
مِنْ أَفْعَالِهِمْ رَجُلٌ بِالْمَلِكِيَّةِ أَذْكَاءُ
هَذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَفْسُرُونَ
الْأُتُورَةَ وَالْإِنْجِيلَ لَا يَفْعَلُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا
فِيهَا رِوَاةُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ
وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْهُ عَنِ عَمْرِو بْنِ دَاوُدَ

حضرت زید و رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک چیز کا ذکر فرمایا اور فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب
جہان سے علم ختم ہو چکا ہوگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
علم کیسے ختم ہوگا۔ حالانکہ ہم لوگ قرآن پاک پڑھتے ہیں اور اپنی
اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد آجے اپنی اولاد کو پڑھاتے
گی یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ نے فرمایا
اسے زید و تیری ماں تجھے دوسے میں تجھے دینے کا بہت
دانا اور بہت کھمدار انسان سمجھتا تھا کہ یہ امر واقعہ نہیں کہ
یہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل پڑھتے ہیں مگر جو تعلیمات
ان میں ہیں اس پر ان کا کچھ عمل نہیں۔ اسے احمد و ابن
ماجہ نے زید و سے روایت کیا اس طرح ترمذی نے بھی
زید و ابن حبیب سے روایت کی یوں ہی داری نے بھی اسے

السد ارح عن أبي أمامة

روایت کیا مگر زیادہ سے نہیں بلکہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے۔

اشعۃ اللمعات شہ زیادہ بن بید رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ ہجرت سے پہلے ہی مدینہ سے مکہ آگئے اور ہجرت تک مکہ میں ہی رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ منکر سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت کاکم و عامل مقرر کیا۔ ان سے حضرت حوف بن مالک اور ابو الدرداء روایت کرتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی ایام میں وفات پائی تھے یعنی ابتدا و نشأۃ کا زمانہ تھا اس کے احکام کا علم حاصل کرتے ہیں تھے اور انہیں احکام و تعلیمات قرآنی سے روشناس کرتے کہتے ہیں۔ شہ تعجب ہے کہ تو میرے کلام کا مطلب نہ سمجھا اور تو نے یہ گمان کر لیا کہ قرآن اور علم صرف عبادت اور اس کا معنی جان لینے کا نام ہے کہ جس نے قرآن پڑھا یا اور معنی سمجھ لیا تو اس نے اس پر عمل بھی کر لیا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ شہ یعنی قرنی نے جو روایت کی ہے وہ اس حدیث سے معنی اور الفاظ میں مختلف ہے۔

۲۵۹ وَعَنْ أَبِي مُسْعُودٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْلَمُوا أَلِيمٌ وَعَلَيْكُمْ النَّاسُ فَتَعْلَمُوا الْقُرْآنَ وَعَلَيْكُمْ النَّاسُ وَتَعْلَمُوا الْقُرْآنَ وَعَلَيْكُمْ النَّاسُ فَتَعْلَمُوا الْقُرْآنَ وَالْأَلِيمُ سَيُنْفَعُ بِهِمْ وَتَعْلَمُوا الْقُرْآنَ حَتَّى يَخْلُقَ إِنْشَانٌ فِي قَرِيضَةٍ لَا يَجِدُ إِنْ أَحَدًا أَلْفَعِلَ بَيْنَهُمَا

رواہ الدارمی والدارقطنی

اشعۃ اللمعات شہ یعنی کار دین کی تکمیل اور تبلیغ احکام کے بعد میری دورِ تبعث کرنی جائے گی۔ شہ بعض تفہیمی سنیقہوں نقصان مصدر سے آیا ہے یعنی علم کو جو جانیگا تھے یعنی علم کے اٹھ جانے یا کم ہو جانے کے باعث طرح طرح کے فتنے اور غراباں رونما ہوں گی تھے جب فردی احکام بنانے والا میر نہ آئیگا امن اور فواخل کی وضاحت کرنے والا کہاں سے میر آئیگا شہ اور حق کو باطل سے جدا کرے۔

۲۶۰ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ عِلْمٍ لَا يُنْتَفَعُ كَمَثَلِ كَنْزٍ لَا يُنْفَعُ يَهْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

رواہ احمد والدارمی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس علم کی مثال جس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اس خزانے کی سی ہے جس سے اللہ کے لئے میں خرچ نہ کیا جاتے تھے

اشعۃ اللمعات شہ اس حدیث پر کتاب العلم تمام ہوئی والحمد للہ اس کے نقل بعد کتاب لطافت کا ذکر ہوتا ہے۔

کتاب الطہارۃ

طہارت نعت میں نجاست و پاکیزگی کے معنی میں آتا ہے۔ طہارت، نجاست کی ضد ہے۔ طہور بضم طاء مصدر ہے اور فتح طاء کے ساتھ بھی مصدر کے معنی میں آتا ہے اور جس چیز کے ساتھ طہارت حاصل کی جائے جیسے پانی اور خاک کے معنی میں بھی آتا ہے اور پاک کرنے والی چیز کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مگر اس ترجمہ میں غلطی اور پوشیدگی ہے۔ (غیر واضح ہے) عربی شرح میں ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔

اور فقہائے کرام کی اصطلاح میں طہارت، نجاست مٹائی جیسے قذرت کہتے ہیں اور نجاست حقیقی جیسے جثث کہتے ہیں، سے پاک ہونے سے طہارت ہے اور وضو بضم وادو بمعنی مصدر ہے اور بفتح وادو وضو گپائی جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ ہشور تو یہ ہے مگر حقیقی یہ ہے کہ بفتح وادو بمعنی مصدر آتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

فصل اول۔ حضرت ابوامامہ اشعری رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ طہارت نصف ایمان ہے اور کلمہ الحمد للہ کا ثواب میزان (ترازو) کو بھر دے گا اور کلمہ سبحان اللہ کا ثواب میزان اور زمین کے درمیان واقع فاصلہ اور غلا کو بھر دیتا ہے۔ اور غلا زکوٰۃ دہن دہنی ہے اور صدقہ برہان و دلیل ہے اور بھرنے کی یہ جیسے پتھر پر سب لوگ جمع کرنے اور اپنی ذات کو بیچتے ہیں۔

پھر کہہ کر تیسے آزاد کر دیتے ہیں اور کچھ پاکست اور تنہا ہی کے کڑے میں بھینک دیتے ہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا اور مسلم سے ایک روایت یوں ہے کہ ولا الہ الا افری آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ کو بھر دیتے ہیں (موصوف شکرہ کہتے ہیں) میں نے یہ روایت بخاری و مسلم میں نہیں پائی اور نہ ہی صحیح کی کتاب میں اور نہ ہی جامع میں لیکن اس روایت کو

۳۳ الفصل الاول۔ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّكُمُوهُ زُشْطًا اِئْتِمَاتًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُ السَّمِيزَانَ وَتُسَبِّحَاتُ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ اِنْ اَوْ تَمْلَأُ مَسَابِينَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْعَمَلُ لَوْ تَزِيدُ تَصَدَّقَةُ بَرَقَاتٍ وَ التَّحْمِيضُ نِيَّاءٌ وَالْقُرْآنُ حَبَّةٌ لَكَ عَلَيْكَ كُلُّ اَلَّذِي يَفْعُو وَاجَابَتُمْ نَفْسَهُ تَمِيضُهَا اَوْ تَمِيضُهَا دَعَاهُ مُسْلِمٌ فِي دَعَايِهِ وَلَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ اَكْبَرُ تَلَذُّنَ مَالِيَتِ النَّسَاءُ مَا لَا رَجِيْنُ لَمْ اَجِدْ هَذَا فِي الرَّوَايَةِ فِي الْمُصَنِّفِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحَمِيدِي وَلَا فِي الْجَامِعِ وَلَكِنْ ذَكَرَهَا الدَّارِمِيُّ بِدَلِّ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ

دارمی نے ذکر کیا ہے۔ سبحان اللہ و الحمد للہ کے الفاظ کے بجائے
واللہ اکبر الی آخرم کے الفاظ سے۔

اشترت اللغات سے مشہور بھی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بچے ہیں۔

تھے عبادتِ نعت ایمان ہے اس پہلے میں بطور مبالغہ اور عظمت کے عظیم ہونے کا بیان ہے کہ عبادتِ اتنی خفیم المرتبہ
عبادت اور نیکی ہے کہ اس کا ثواب نعتِ ایمان کے برابر ہے یا اس مناسبت سے نعتِ ایمان کہا گیا ہے کہ جس طرح ایمان گزشتہ
تمام گناہوں کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح وضو بھی گناہوں کو چھپاتا ہے۔ البتہ ایمان تو صغیر و کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں کو چھپاتا ہے اور
وضو صرف صغیر و کبیرہ دونوں میں نعتِ ایمان بڑا یا اس بنا پر وضو کو نعتِ ایمان کہا گیا۔ کہ ایمان باطن کو پاک
کرتا ہے اور وضو ظاہر کو۔

بعض علماء نے فرمایا ہے یہاں ایمان سے نماز مراد ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا كَانَتِ الْفِتْنَةُ يَكْبِتُغِ اَيْمَانَكُمْ۔ واللہ
تبارک و تعالیٰ (فتنہ) (منازع) ذکر کیا۔ میں ایمان سے نماز مراد لی گئی ہے اور جبکہ نماز وضو کے بغیر درست اور جائز نہیں لہذا وضو
گویا جزو نماز ہے اور اگر زیادہ مبالغہ اور بڑھ کر دعویٰ کریں تو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ باقی قسم ارکان و شرائط گویا ایک نعت
ہے اور اکیلا وضو دوسرا نعت ہے۔

بعض محققین نے اس کی تاویل میں یوں بھی کہا ہے کہ ایمان روزا کی (جسی عبادت) سے تغیر اور فضائلِ عمدہ و حسنات
سے آواز نہ ہونے کا نام ہے اور یہاں عبادت سے تغیر مراد ہے یہ تمام توجہات اس صورت میں ہیں جبکہ شرط کا معنی نعت
کیا جائے۔ جیسا کہ یہی اس کا اکثر و اشہر استعمال ہے۔ اور اگر شرط معنی جزو ہو یعنی ایمان کا ایک حصہ۔ تو اس صورت میں مذکورہ
توجہات کی ضرورت نہ ہوگی تاہم یہ گفتگو بھی مبالغہ کے طور پر ہے گویا کہ وضو ایمان کی حقیقت میں داخل ہے۔
تھے الحمد للہ کا ثواب اعمال کے ترازو کو بھر دے گا یعنی جو شخص ایک بار الحمد للہ کہتا ہے اسے اتنا ثواب ملتا ہے
کہ میزان کو بڑھ کر دے گا۔

تھے یعنی یہ دونوں کلمے (ان کا ثواب) آسمانوں اور زمین کے درمیان غاصے اور ممان کو بڑھ کر دیتے ہیں اَوْفَتْ لَكَ
مَادِي كَاتِبٌ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشغلہ ان مشغلا صغیر فرمایا اَيْمَانُكَ وَمَعْرُوفٌ لَكَ صَغِيرٌ پھر تنبیہ وضو دونوں صورتوں
میں تار فوقانیہ اور یا۔ تحتانیہ کے ساتھ مروی ہے۔ لفظ تنبیہ تو ظاہر ہے کہ سبحان اللہ و الحمد للہ دو کلمے ہیں اور معر و صغیر مجبور
کے اعتبار سے ہے یا ہر واحد کے لحاظ سے اور اس قدر ثواب کی وجہ یہ ہے کہ سبحان اللہ و الحمد للہ تعالیٰ کی تشریف اور تقدیس کا
اعتراف ہے اور یہ تشریف و تقدیس آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو شامل ہے کیونکہ کبر و ذلّت رب تعالیٰ
کی ذات اور اس کی صفات کی پاک، اس کے تقدس اور اس بزرگ ذات کے ہر حریب و نقص کے نشان سے معز و ہونے
کی گواہی اور شہادت دے رہا ہے اور کلمہ الحمد للہ اس کے کمالات اور اس کی بے شمار نعمتوں کا اقرار ہے کہ سارا عالم اس
کی نعمتوں سے پُر اور ان پر دولت کر رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کلمات اگر اپنے حقائق کے ساتھ قائل سے صادر
ہوں تو یہ چیز ذات و صفات اور اسماء اہل کے مشہور کا موجب اور ضمیمہ بنتی ہے کہ اقرار عالم اسی کے مضامین ہیں۔ لہذا اس

حقیقت عقلی پر دقت کرنے والے الفاذا کو ثواب بھی سارے عالم کو پڑوگا۔ تاہم صرف الفاذا و حروف اور ان الفاذا کے ساتھ مونہوں سے نکلنے والی آوازیں یہ مرتبہ نہیں رکھتیں۔ اس کے باوجود خدا تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے۔ وہ معجزے سے نیک عمل کو قبول کرنے والا اور اس بہت زیادہ اجر و ثواب عطا کرنے والا ہے۔ اس بیان و تشریح سے ظاہر ہوا کہ اگر یوں بھی کہہ دیں کہ ان کلمات طیبات کا ثواب آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان میں ہے سب کو پڑوگتا ہے یا سارے جہاں کو پڑوگتا ہے تو درست ہوگا مگر جو کچھ آسمان وزمین کے درمیان غلا اور فاصلہ ظاہر ہے اور انھیں اسے دیکھتی ہیں اس لئے علی الخصوص اس کا ذکر کیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان الفاذا سے کل عالم مراد ہو اور اللہ عالم۔

یعنی نماز شہود حق اور ظہور معارف کی بنا پر دل کو روشن و منور کرتی ہے یا چہرے کو نیکی کے نشان اور نور عبادت سے روشن اور تاباں کرتی ہے یا نماز حق و ثواب کا راستہ دکھاتی اور باطل و خطا کی تار کی سے بچاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے) یا قیامت کے روز اپنے نور کے طور کا موجب و ذریعہ بنے گی۔ کہ ایمان والوں کے آگے اور دائیں نماز کا نور پھیل رہا ہوگا۔ قرآن حکیم میں فرمایا فَوَدُّهُمْ لَنُحْیٰی بَنِيَّ اَيُّدِيَهُمْ وَاَبْآئِمَا نِهِمْ (ان کا نور ان کے آگے اور دائیں دواں دواں ہوگا) یعنی ریا و نمائش کے لئے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی نیت سے وہ یمن و صلیب کو مال دینا۔ اس کی مالی مدد کرنا اس شخص کے ایمان میں سچا ہونے اور خدا تعالیٰ سے محبت رکھنے کی ثبوتی مضبوط اور قوی دلیل ہے یا غالب ثواب کے لئے محبت و دلیل ہوگی کیونکہ یہ گویا ایک قسم کا قرض ہے جو اس نے خدا تعالیٰ کو دیا تھا۔

یعنی خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے رکے رہنا اور صبر کرنا یا خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی راہ پر چلے رہنا یا مصائب و آلام کے وقت صبر و برداشت کا دامن تھامے رکھنا عظیم روشنائی کی صورت میں ظاہر ہوگا کہ فیما زور سے زیادہ مقدار کی روشنی کو کہتے ہیں اسی لئے قرآن حکیم میں آفتاب کے نور کو ضیا اور چاند کی روشنی کو نور فرمایا ہے چنانچہ فرمایا جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَا وَاَلْقَمَ الْقَمَرَ نُورًا (اللہ تعالیٰ نے سورج کو ضیا اور چاند کو نور بنایا) اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آفتاب کی روشنی چاند کے نور سے بہت بڑھ کر اور اتم و اکمل ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دین کے کاروبار کا مدار دار و مدار صبر و استقامت پر ہے اور تمام عبادات اور طاعتیں صبر ہی کی قہیں ہیں۔ یہاں صبر سے ایک دوسرا احتمال بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث میں صبر سے روزہ مراد ہو۔ ذکر نماز اور عہدہ کے قریب کی مناسبت سے۔ جیسا کہ علما اور مفسرین نے آیت کریمہ اِشْتَجِبْنَا بِهَا الصَّبْرَ وَالْقِسْلُوۃَ میں مراد لیا ہے۔

یعنی اگر تیرے قرآنی قیامات پر عمل کیا تو اللہ کی یہ کتاب تیرے حق میں دلیل و حجت اور تیری مماند و مددگار ہوگی۔ اور اگر تیرے اس کے حقوق کی نگہداشت نہ کی اور اس کی باتی ہوئی ہدایات پر عمل نہ کیا تو یہی قرآن تیرے خلاف گواہی دے گا اور اللہ کے حضور تجھ سے جھگڑے گا اور تیرے نقصان و خسارے کا موجب بنے گا۔

یعنی عہد و کاغذ صبح کے معنی میں آتا ہے یا طلوع آفتاب سے سورج بلند ہونے کے وقت تک کے لئے استعمال ہوتا ہے

تھے یعنی جس کام کی جانب رخ کرتا ہے اس میں اپنی ذات کو غفلت کرتا ہے۔

تھے یعنی جب دن چڑھتا ہے تو آدمی کسی نہ کسی کام کا رخ کرتا ہے اگر اس کام میں اس نے دنیا کے بجائے آخرت خریدی اور دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دی تو اس نے اپنے نفس کو عذاب سے نجات دیدی۔ اور اگر خدا کا راستہ آخرت بیچ کر دنیا خریدی اور دنیا کو ترجیح دی اور اسے افضل مانا تو ہلک و برباد ہو گیا اور اپنے آپ کو عذاب کے مجبور میں پھنسا دیا۔ بیت

بدینا قرانی کہ معنی خری بخر جان من درد نہ حسرت بری

تو دنیا کے عوض آخرت خرید سکتا ہے اسے جان من یہ سودا خرد کرے درد نہ بری حسرت اور صدمے سے دوچار ہوگا۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

تھے جو بخاری و مسلم کی احادیث کی جامع ہے

تھے نہ جامع میں یعنی جامع الاصول میں جس میں صحاح ستہ کی احادیث جمع کی گئی ہیں۔

تھے یعنی مسلم نے تو سبحان اللہ الحمد للہ سُبْحَانَ مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ کے الفاظ روایت کئے ہیں اور دارمی نے ان کے بجائے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَآلَهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ کے الفاظ روایت کیے لہذا صاحب مصابیح کا اس روایت کو فضل اول میں ذکر کرنا درست نہیں ہے۔

۳۶۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَدْرَكْتُمْ عَلَى مَا يَتَخَوَّاهُ بِهِ الْخَطِيئَاتُ وَيَذْهَبُ بِهِ الذَّرَّجَاتِ قَاتِلُوا بِلُحَا يَا رَسُولُ اللَّهِ هَاتِلْ أَسْلَحُ أَسْوَئُكُمْ عَلَى الشَّكَّارِ وَكَثْرَةُ الْخَطِيئَاتِ إِلَى التَّسَاجِدِ وَالْإِظْهَارِ الْقِسْلَوَةِ بَعْدَ الْقِسْلَوَةِ مَذَابِكُمْ السَّيَّاطُ. وَفِي حَدِيثٍ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مَذَابِكُمُ السَّيَّاطُ فَذَابِكُمُ الرَّبَّاطُ دَوْدَ مَرَّتَيْنِ.

رواہ مسلم وفی ردایۃ الترمذی ثلاثا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں نہ بتاؤں وہ اعمال جن کے سبب اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دیتا اور تمہارے درجہات بلند کرتا ہے صحابہ نے عرض کیا حضور بتائیں فرمایا: مشقت و تپندگی کے باوجود صبح اور رات کی طرف سے دو گنا مسجد کی طرف کثرت سے گناہ مانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا۔ یہ ہے حقیقی رُجوع (اسلام کے لئے پہرہ دینے کی جگہ) اور ملک بن انس کی روایت میں مَذَابِكُمُ السَّيَّاطُ کا لفظ مکرر بیان کیا۔ تاکید اور تقریر کی غرض سے۔ اسے مسلم نے ثابت کیا اور ترمذی کی روایت کے مطابق آپ نے یہ الفاظ تین بار دہرایا۔

اشعۃ اللمعات: اسے عموماً معنی لغت میں کسی چیز کو اس طرح مٹا دینے کا ہے کہ اس کا نام و نشان باقی رہے۔ جنہوں کو غور کرنے سے مراد انہیں اعمال نامہ سے مٹا دینا اور بخش دینا ہے۔ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں گناہوں سے معافی

گنہ مراد ہیں۔

تھے اس بارگاہ معنی ہے و منکر کرنے وقت پانی ان تمام مقامات تک پورے طریقے سے پہنچانا جن تک پہنچانا چاہیے۔
مکافہ یعنی شقت و تکلیف کے وقت جب کہ طبیعت پانی کے استعمال پر آمادہ نہ ہو۔ جیسے بیماری اور شدید سردی کی حالت۔

تھے جیسے مسجد محرم کے کافی فاصلے پر جو اور ہو سکتا ہے کہ مراد وہاں آجلی سے ملنا ہو کہ اس میں بھی کثرت سے آنے جانے کا منہموم پایا جاتا ہے۔

تھے یعنی ایک وقت کی نماز اور اگر کرنے کے بعد دوسرے وقت کی نماز کے انتظار میں مسجد میں ہی بیٹھا رہے اگر مسجد سے باہر بھی آئے تو اس کا دل مسجد سے ہی لٹکا رہے۔

تھے زباً و اصل میں دشمنانِ دین سے اسلامی سرحد کی حفاظت و نگہداشت کو کہتے ہیں تاکہ وہ سرحد کے اندر داخل نہ ہو سکیں۔ پڑھنی مسلمانوں کا اسلامی سرحدات پر بہرہ دہش کی غرض سے بیٹھا۔ اپنے گھوڑوں اور اپنے دلوں کو چوکس رکھنا بھی دباؤ کہلاتا ہے۔ تو نماز کی انتظار میں مسجد میں بیٹھا سرحد شیطان اور اس کے لشکر کے مقابل بیٹھنے کے مشابہ ہے تاکہ وہ داخل نہ دے سکیں اور ہو سکتا ہے کہ صرف نماز کے بجائے قیوں اعمال کی طرف اشارہ ہو کیونکہ یہ اعمال نفس تک شیطان کے پہنچنے کے راستے کو ٹھکڑا کر خواہشات نفسانی کو مستوجب کر دیتے ہیں۔

تھے یہ دراصل صاحبِ مصابیح پر اعتراض ہے کہ وہ اسے فصلِ اول میں لائے اور تین بار تکرار کا ذکر کیا صحیح یہ ہے کہ امام مسلم یہ حدیث حضرت مالک بن انس کی روایت سے جو لائے اس میں دو بار تکرار کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ کسی بھی روایت میں تکرار کا ذکر نہیں ہے۔

۳۶۳ وَعَنْ عُمَارَاتٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ التَّوَضُّعِ مَخْرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ الْأَعْيَادِ (متفق علیہ)
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح کیا اس کے جسم سے تمام خطائیں بھر جئیں یہاں تک کہ اس کے ماتخون کے نیچے سے بھی۔

اشترکات کے معنی یعنی شقت اور مستحبات کے مطابق۔

تھے یہ ارشاد معمولی طہارت میں مبالغہ اور تاکید کے لئے ہے۔

۳۶۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ الْمُسْلِمُ إِذَا التَّوَضُّعِ مَخْرَجَتْ مِنْ تَحْتِ خَطَايَاهُ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ الْأَعْيَادِ (متفق علیہ)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم یا مومن وضو کرتا ہے تو اس کے منہ سے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطروں کے ساتھ ہر وہ گنہ بھر جاتا ہے جس کی طرف اس خطائے گنہگار سے دیکھا جاتا ہے اور جب اللہ دعوت ہے تو

غَسَلَ يَدَيْهِ حَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلَّ حَبِيْثَةٍ
كَأَنَّهُ يَغْتَسِلُ بِمَاءٍ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ أَجْوِ
قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَرَجَ كُلَّ
حَبِيْثَةٍ مِّمَّا رَجَلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ أَجْوِ
قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نِقْيَاتِ الدُّنُوْبِ۔
(رواه مسلم)

پانی کے ساتھ پانی کے آخری قطروں کے ساتھ ہر وہ گناہ جو جھوٹا
ہے جس کی طرف اس نے دونوں ہاتھ لڑائے ہوئے ہیں۔ اور
جب پانی دھوا جائے تو پانی کے ساتھ یا اس کے آخری قطروں
کے ساتھ ہر وہ گناہ جو جھوٹا ہے جس کی طرف اس کے پاؤں چل
کر گئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو
کر نکلتا ہے۔

اشترکات سے اگرچہ ہرے میں آنکھ کے علاوہ دوسرے اعضاء کان، زبان و غیرہ سے بھی گناہ صادر ہوتے ہیں۔
مگر چونکہ آنکھ کا گناہ بڑا اور کثرت سے وقوع پذیر ہوتا ہے اس بنا پر خصوصیت سے آنکھ کے گناہ کا ذکر کیا۔

۳۶۵ وَمَنْ عَثَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَمْرِئٍ
مُتْلِفٍ عَصْرَهُ مَلُوءَةً مَلُوءَةً فَكَوْبَةً فَكَوْبَةً
وَفُتُوْمًا وَخُشُوْعًا وَرُكُوعًا
إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا تَلَهَا مِنْ
الذُّنُوبِ مَا لَمْ يَمُوتْ كَبِيْرَةً وَذَلِكَ
الْمَذْكُورُ۔

(رواه مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو مسلم نہیں کہ اسے فرض نماز
کا وقت نصیب ہو تو وہ سنن و سبقات کے ساتھ دُشوکہ
خُشوع و خُشوع سے نماز ادا کرے۔ اور وصت طریقے سے کھڑے
کسے۔ کوئی بھی مرد مسلم اس طرح وضو نماز ادا نہ کرے گا۔
مگر ایسی نماز وضو اس کے گناہ شکیں ہوں گے کو شاد دیتے ہیں جب
تک کہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے مثلاً کئی بدولت
گناہوں کا یہ گناہ جو پیشہ کے لئے ہے کسی ایک زمانے
کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اشترکات سے خُشوع کا لغوی معنی ہر ہی دہائی و آداب کی رعایت کو شامل ہے۔ خُشوع کی حقیقت یہ ہے کہ نماز کے
دوران دل میں خوف و خشیت ہو۔ نظر سجدہ کے مقام پر ہو۔ جنت و توبہ پر ہی طرح نماز کی جانب مبذول ہو۔ نماز کے سوا کسی
اور طرف مشغول نہ ہو۔ ہن، ہن، ہن اور ڈاڑھی کے ساتھ نہ کیلے۔ نہ داییں بائیں نہ پھیرے۔ آنکھ بند نہ کرے۔ بعض علماء نے
حضور قلب کی خاطر کھینچنے کرنے کی اجازت دی ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ فرض نماز میں آنکھ بند کر کے سے گریز کرے۔ حمار کرام
نے خدا تعالیٰ کے قول مبارک اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔ کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ وہ نماز
میں خافت اور متذلل ہوتے ہیں۔ نگاہ سجدہ کے مقام پر گڑھے رکھتے ہیں۔

روایات میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران انتظار وحی کے لئے نگاہ مبارک آسمان کی جانب اٹھاتے
تھے جب یہ آیت نازل ہوتی تو نگاہ مبارک سجدہ گاہ کی جانب نیچے جھکا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز کے دوران اپنی ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے۔ فرمایا اگر اس کے دل میں خُشوع ہوتا
تو اس کے اعضاء میں بھی خُشوع ہوتا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نماز کو چاہیئے کہ قیام کی حالت میں نگاہ سجدہ گاہ میں رکھے۔

دکوع میں پاؤں کی میشت پر مجھہ میں ناک کی طرف اور قفہ میں گود کے اندر

ملے یہاں دکوع کا ذکر کیا مجھہ کا ذکر کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ دکوع مجھہ کا قدر ہے۔ نیز دکوع مجھہ سے زیادہ میشت طلب ہے کہ غازی کو دکوع میں اپنے جسم کو ختم کر رکھ کر ہوتا ہے۔ مجھہ میں تو بدن زمین پر پڑتا ہے۔ پھر دکوع میں ایک زائد بات یہ بھی ہے کہ دکوع مسلمانوں کی نماز کا خاصہ ہے۔ یہود و نصاریٰ کی نمازیں دکوع سے خالی ہیں۔

ملے بعض نصوص میں الم بات کا فقہ آریسہ یعنی جب کرگنا ہو کبرو سے بچا رہے۔ یہ روایت سنی کے لحاظ سے زیادہ ظاہر ہے اور اولیٰ روایت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ وضو اور نماز صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۳۷۷ وَعَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ مَرَّةً عَلَى يَدَيْهِ
ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضَّضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ
وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ اليمْنَى إِلَى
الْمُؤْتِرِ ثَلَاثًا ثُمَّ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى
إِبْرَاقِ ثَلَاثًا ثُمَّ سَجَّ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ
رِجْلَهُ اليمْنَى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلَاثًا ثُمَّ
قَالَ لَا نَيْتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ حَوْوً وَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ مَنْ
تَوَضَّأَ وَكَلَّوِي مَذَاثُمْ يُغْفَرُ لِكُلِّتَيْنِ
لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ بِنُحُوسٍ بِشَىْءٍ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا
لَقَدْ تَمَّ مِنْ ذُنُوبِهِ. متنق عليه ولفظه

البخاری

اشترکات ملے اشتراکات مثلاً کے ساتھ یعنی پانی چڑھانے کے بعد ناک صاف کرنا جسے اشتاق کہتے ہیں لہذا اشتراک منہم اشتاق کو متعین ہے۔

ملے ان افعال کی تحقیق باب سنن الوضو میں آئیگی (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

ملے یہ کم سے کم مقدار ہے۔ اگر زیادہ پڑے تو بہت بہتر ہے

ملے کہ اس میں اپنے نفس کے ساتھ دنیا کی باتوں میں سے کوئی بات نہ کرے اگر دوسرے لائق ہوں تو انہیں دفع کرے کہ وہ قرار نہ پکڑیں۔ اس طرح اس کے حضور قلبی میں کوئی فرق نہ پڑے اور کوئی خلل لاحق نہ ہو بعض علماء نے اپنے نفس سے بات نہ کرنے سے اعلاص اور خود بینی سے بچنا مراد لیا ہے (واللہ اعلم)

ملے یہ حدیث وضو کے بعد نماز (تختہ الوضو) ادا کرنے کے متحب ہونے پر دلالت کرتی اور وضو کے صرف فرض نماز و سنت مولکہ پر کنایت کرے تو یہ بھی درست ہے۔ اور اس نماز تختہ الوضو کی نیت میں تختہ الوضو یا شکر وضو کا

عی السدین النورانی فی آخر حدیث مسلم
 علی مارونیہ و زاد القرمذی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ
 مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَالْحَدِیْثِ الَّذِیْ رَوَاهُ عُمَرُ
 فِی الْمَعَادِ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ التَّوَضُّؤِ اِلَیَّ
 اَخْرَجَ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ
 لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ السَّوَابِیْنِ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ
 الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ رَوَاهُ الْقَرْمِذِیْ فِی جَامِعِهٖ بَعِیْنِهٖ
 الْاَوْکَلَمَةُ اَشْهَدُ قَبْلَ اَنْ مُحَمَّدًا۔

کہم نے اسے روایت کیا اور ترمذی نے اظہار جماعی
 الی آخرہ کے الفاظ کو لکھے اور وہ حدیث جسے عمر نے
 صحاح میں روایت کیا یعنی من توضا الی آخرہ میں
 کہا اشہد ان الی آخرہ اسے ترمذی نے اپنی جامع
 میں بعینہ روایت کیا مگر اشہد ان محمد ا سے
 پہلے روایت نہ کیا۔

اشترکات شہ یہاں سارے بہشت کو ایک بہشت اعتبار کیا۔ بھر ایک کو ایک دروازہ قرار دیا اور کسی ہر
 ایک کو ایک قرار دیا کہ بہشت کہہ دیتے ہیں۔
 شہ یعنی اسی طرح عمیدی نے کتاب جمع بین المصححین میں ان احادیث میں روایت کیا جنہیں امام مسلم نے اپنی صحیح
 میں اکیلے روایت کیا۔

شہ یعنی امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں مسلم کی حدیث کے آخر میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا جن الفاظ سے ہم
 نے روایت کیا ہے۔

شہ یعنی امام ترمذی نے شہادین پر اس دعا اللهم اجعلنی من المتطهرین کو بھی زیادہ کیا۔
 شہ یعنی اسے ترمذی نے اپنی جامع میں بعینہ ہی ذکر کیا مگر اشہد کو جو ان محمد ا سے پہلے ہے کہ اسے
 صاحب معارج نے تو ذکر کیا مگر ترمذی نے ذکر نہیں کیا۔ یہ مولف کی طرف سے دراصل صاحب معارج پر اعتراض
 ہے کہ یہ حدیث جسے وہ صحیحین میں لایا ہے صحیحین میں نہیں ہے بلکہ جامع ترمذی میں ہے لہذا اسے من احادیث میں
 فنا چاہیے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ جزئی نے حص صحیحین میں ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ اور ابن اسنی کے اشارہ سے شہادین
 میں تین یا دو ذکر کیا اور نہائی اور حاکم سے متدرک میں دعا کے یہ کلمات بھی مذکور ہیں۔ شُبْحَاتُكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَسَنِكَ
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاسْتَغْفِرُكَ اَيْدِكَ اَسْأَلُكَ اَنْ تَجْعَلَ لِيْ رِزْقًا يَّوْمًا وَّلَا يَلِيْهِ رِزْقٌ اَوْ يَلِيْهِ رِزْقٌ
 ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں تجھ سے صفائی مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

۲۶۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اُتِيَ بِمَدْعُوْنٍ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ غَدَاً لَمْ يَجْلِبْ مِنْ اَنْفَالِ اَوْفُؤْ
 فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيلَ عُرْوَتَهٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
 نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میری امت
 قیامت کے روز اس حال میں بلائی جائے گی کہ ان کے
 چہرے دیگر اعضاء و منوں و منوں کے آثار سے چمکتے

فَلْيَفْعَلْ

ہوں گے۔ تو تم میں سے جو شخص استطاعت رکھتا ہے کہ اس کی چمک و نورانیت زیادہ ہو تو وہ ضرور زیادہ کرے۔

متفق عليه

اشعۃ اللمعات ہے یعنی میری امت کو نیامت کے لئے حضرت کا روشن چہرہ کی طرف بڑایا جائیگا یا قرعہ مجل تھام سے اپنی بڑایا جائیگا قرعہ بصر میں و تشہیرا جمع آخر یعنی ہر چیز کا روشن و سفید حصہ۔ قرعہ اس سفیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کی پیشانی میں ہوتی ہے۔ مجل بصریم و شمع جیم شدہ یعنی وہ گھوڑا جس کے چار ہاتھ پاؤں سفید ہوں۔ قیامت کے روز اس امت کے ہاتھ پاؤں اور چہرے سفید، روشن، نورانی اور تاباں ہوں گے اس لئے آپ نے قرعہ مجل کے ساتھ اسے تعبیر دی۔
 اٹھے کیونکہ یہ چیز زیادہ فضیلت و کرامت کا باعث ہوئی۔ اس جگہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجیل کا ذکر اس بنا پر نہیں کیا کہ یہ دونوں (قرعہ اور مجل) چیزیں ایک دوسری کو لازم مزموم ہیں نیز اس بنا پر بھی ذکر نہ فرمایا کہ لوگ چہرہ و حوصلے میں اکثر بیشتر راستی اور کمالات کو نظر انداز کرتے اور کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بخلاف پاؤں و حوصلے میں کہ اس میں زیادہ پانی بہانے کی عادت ہوتی ہے و اللہ اعلم۔ چہرے کی سفیدی زیادہ اور دراز اس طرح ہوگی کہ پیشانی کے اوپر سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک پورے احتیاط اور دھیان سے دھویا جائے۔ اور تعجیل کی درازی اس طرح کہ پاؤں نچنے سے اوپر تک کامل احتیاط سے دھوئے جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کرنے والے کی سفیدی اور نورانیت صرف پیشانی کے ساتھ خاص نہ ہوگی بلکہ تمام چہرہ و روشن و تابان ہوگا۔ اسی لئے علامہ طیبی نے قرعہ کی تفسیر ابیہن الوجہ (سفید و روشن چہرہ و دل سے) کے ساتھ کی ہے و اللہ اعلم۔

۴۰ وَعَسَىٰ أَن تَنَالُوا رَسُولَ اللَّهِ فَيَكُونُ عَلَيْكُمْ وَاعِدٌ مُّوَدَّعٍ
فَلَا تُخْلِفُوا الْوَعدَ إِنَّهُ يَخْذُلُ الْفَاسِقِينَ

انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں مومن کو زیور دیا جائے گا جس کا رنگ جہاں تک وہ نہ پہنچا یعنی دنوں کا پانی نہ پہنچتا ہے۔

رواہ مسلم

اشترکات لے لی ہیں ورنہ کرنے والے کے ساتھ اور پاؤں کی جگہ و ذرا نیت کا نشان و پاؤں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ بعض شارحین نے علیہ سے زیور مراد لیا ہے جو جھینٹوں کے ساتھ پاؤں کو پہنایا جائیگا۔ مگر اس قریحہ کو اس بنا پر رد کر دیا گیا ہے کہ لفظ علیہ کسب مراد مسکون لام معنی نشان و ہیئت آتا ہے اور جو زیور کے متعلق میں آتا ہے وہ "خفی" بفتح خاء مسکون لام اور بغیر خاء مسکون لام اور تشدید یار کے ساتھ آتا ہے، ہم اس کی تردید کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جو سکتا ہے علیہ سے خفی مراد لی گئی ہو اگرچہ ایسا مراد لینا محاذ آمو۔

۲۴۱ الفصل الثانی۔ عَن قُتَيْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِسْتَعِظُوا وَقُوتُوا تَخْصُوا وَأَعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الْقِيْلَةُ وَلَا يَخَافُ عَلَى الْوُضُوءِ الْإِقْطَامُ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی اعمال صالحہ پر استقامت کی و عمر تم استقامت میں نہ کر سکو گے اور جان کو کر تمنا کے اعمال سے بہتر اور خدا تعالیٰ کی رحمت زیادہ قریب کرنے والی تلاش کرو۔

رواہ مالک و احمد و ابن ماجہ والد ادھی
اور وضو میں اعتقاد نہ کر گیا اور اس میں ہر سنت اور
مستحب کا خیال نہ رکھے گا مگر مومن کامل۔

اشعثہ العلماء سے یعنی راہ راست اختیار کرو۔ دائیں بائیں نہ پھرو بلکہ ہمیشہ صراطِ مستقیم سے چمٹے رہو
اور چونکہ صراطِ مستقیم پر چمٹے رہنا انتہائی مشکل کام ہے اس لئے فرمایا نف تحصوا

لے نف تحصوا۔ یعنی استقامت اختیار کرنے کی تم میں ہرگز ہمت و طاقت نہیں اور اس کا حصول سید
انبیاء و صلوات علیہم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے لئے علی وجہ التمام و الکمال ایک ناممکن امر ہے
اور بعض کالمین اولیاء کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے اعزاز سے کے مطابق اس استقامت سے حصہ ملتا ہے
تایم ایسے حضرات نہایت ہی نادر اور کمیاب ہوتے ہیں۔ گویا ایسے لوگ کبریت احمد سے بھی بڑھ کر نایاب ہوتے ہیں۔

تنبیہ یہاں لوگوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول مبارک مشہور ہے یعنی شَبَّ بَنِي سُورَةَ هُذُو۔

(مجھے سورہ ہود نے بڑھا کر دیا ہے) علماء کرام فرماتے ہیں اس میں ارشاد بانی فَتَأْتِيكُمْ (استقامت اختیار کر کے) کی طرف

اشارہ ہے۔ کہ استقامت پر عمل پیرا ہونے کے حکم کی شدت و عظمت نے آپ کو غم و حزن میں ڈال دیا اور جلد بڑھا پا طاری

کر دیا۔ کاتبِ حروف (شیخ عبدالحی) صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے کہ اس بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غم و حزن امت کی وجہ

سے تھا کہ فرمایا وَفَتْ ثَابِتٌ مَعَكَ (اور وہ لوگ بھی استقامت اختیار کریں جو آپ کے ساتھ ہیں۔ اسی وجہ سے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ہود کی تخصیص فرمائی وہ سورہ شوریٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کا حکم دیا گیا مگر دلائل امت

کا ذکر نہیں ہے۔ حق بات یہی ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو عین استقامت اور خالص سلامتی کے مقام پر ہیں کہ

استقامت سے انحراف اور راہ راست سے ادھر ادھر ہونے کا آپ کے لئے کوئی امکان نہیں ہے۔ قرآن مجید میں مَسَا

فَاتَا النَّبِيِّ وَمَا ظَنَى. اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ (اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم لوگ کما حقہ

استقامت نہیں رکھتے اور نہ تمام افعال و اعمال میں اللہ تعالیٰ کے حقوق پر رے کر کھتے ہو۔ تو ایسا نیکو عملی غلامِ مہابت

اختیار کرنے پر تنبیہ فرمائی کہ اگر کسی میں استقامت اختیار کر لیں اور ٹھیک طریقے سے قائم ہو جائیں تو اپنی تمام نقیصات کی بخفی

اور تدارک کر لیں گے۔ اور وہ عمل نمائے چنانچہ فرمایا وَاعْلَمُوا انْ خَيْرًا اَعْمَا لَكُمْ الصَّلَاةُ جان لو کہ تمہارا سب

سے بہتر عمل نماز ہے۔

لے لہذا اس کے شرائط کو نگاہ میں رکھو، اس کے آداب کی رعایت کرو اور اس کے حقوق ادا کرو۔ پھر آپ نے نماز

کے ایک مقدمہ (ضروری شرط) کی طرف اشارہ فرمایا جسے نعت ایمان قرار دیا یعنی وضو اور طہارت اور فرمایا کہ نماز کی

حفاظت نہ کر گیا اور اس میں اعتقاد غلط نہ رکھے گا اور اس کے آداب و معنی کی رعایت نہ کر گیا مگر مومن کامل کو ایسا ہی چون،

کامل طور سے نماز ادا کر سکتا ہے۔

۱۰۴ وَتَحَنَّنَ بَيْنَ عَمَلَيْنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَوَضَّأَ غُفِرَ لَهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رعایت ہے انہوں
نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طہارت

کُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ . رواہ القزطی
 اشترہ الصلوات ملے عشرہ چار جزا اور ثواب ستیں ہے اس سے زیادہ اور دس نیکیاں بھی جاتی ہیں۔ یا
 یہ مراد ہے کہ اس کے محل نامہ میں دس وضو لکھے جاتے ہیں اور ہر وضو پر دس نیکیاں یا یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
 لئے فرمائی کہ کوئی شخص یہ دم نہ کرے کہ وضو پر وضو کرنا ایک جہت اور ضائع فعل ہے بلکہ بتایا کہ اس پر بھی نیکیاں ملے گا ثواب
 مرتب ہوتا ہے۔ تاہم علماء کرام نے یہاں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ ثواب اس صورت میں ہے جبکہ پہلے وضو
 سے کوئی فرض یا نفل نماز ادا کر چکا ہو اور بعض علماء نے دوسرے وضو کو مکروہ قرار دیا ہے جب کہ پہلے وضو سے کوئی نماز
 ادا نہ کی ہو۔

الفصل الثالث

۲۶۳ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطَّهْوَرُ . رواہ احمد
 حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
 کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی کئی نماز
 ہے اور نماز کی کئی وضو طہارت ہے۔
 اشترہ الصلوات ملے کہ جس طرح دروازہ چابی کے بغیر نہیں کھل سکتا اسی طرح بہشت کا دروازہ بھی نماز کے بغیر نہ کھلے
 اسی لئے نماز کو ایمان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ گذرا۔

۲۶۴ وَعَنْ كَثِيرِ بْنِ أَبِي رُوَيْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَبَّحَ فَقَرَأَ السُّورَةَ فَأَتَيْنَسُ عَلَيْهِ فَمَا تَمَّ صَلَاتُهُ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُعَسِّلُونَ مَعْنًا لَا يَحْسِبُونَ الطَّهْوَرُ وَاتِّسَابُ يَلْتَسُّ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أَوْ لَا يَكُ
 رواہ النسائی
 حضرت شعیب بن ابی روح سے روایت ہے وہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص سے روایت کرتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اس میں
 سورہ دوم کی تلاوت کی تو قرأت میں اشتباہ ہو گیا کہ کڑبہ جو
 گئی (جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ان لوگوں کا
 کیا حال ہے جو ہمارے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں مگر صبح طریق
 سے طہارت نہیں کرتے۔ ہوائے اس کے نہیں کوئی کڑبہ
 ہم پر قرآن میں اشتباہ پیدا کرتے ہیں۔

رواہ النسائی

اشترہ الصلوات ملے شعیب بن ابی ریحہ کے فتح اور باوجودہ کے کسرہ کے ساتھ ابن ابی روح فتح راویوں کا وادھو
 کے نکلنے میں ایسا ہی آیا ہے یعنی شعیب اور ابی روح کے درمیان لفظ ابن گستاخہ بعض دوسری کتابوں میں بھی ایسا ہی ہے
 تاہم اسما راہ مال کی اکثر کتابوں میں ابی روح کو شعیب کی کنیت قرار دیا ہے ان کے باپ کا نام نعم بن نعم تھا بنو تہامہ
 بہر صورت شعیب بردن حبیب ہی آیا ہے۔
 ملے القباس کا معنی ہے کسی چیز کا کسی آدمی پر پوشیدہ ہو جانا۔

وَالصَّوْمُ نِعْمَتٌ اَلْحَبِیْرُ اور روزہ نصف مہر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ایمان، طاعت و ایمان اور گناہوں سے بچنے سے عبارت ہے جو کامل مہر ہے اور روزہ نفس کی شہوتوں کو چھوٹا ہوں پر ابھارنے کا باعث ہے جو سچے سے اکیسویں میں بڑا موثر ہے۔ لہذا روزہ نصف ایمان ہوا۔ اور بعض خواہش میں یہاں مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام نے مذکور دن رات کے اعتبار سے نصف مہر فرمایا کہ روزہ صرف دن کو ہو تا ہے تو یہ نصف مہر ہوا۔

وَالطَّهْوُ نِعْمَتٌ اَلْاَکْبَرُ اور طہارت اور طہر نصف ایمان ہے۔ اس جملے کی توجہ اس باب کی پہلی حدیث میں گن گئی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کیا یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۶۰۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّنَائِیْیِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْغَطَايَا مِنْ رِیْہِ فَاِذَا اسْتَنْشَأَ خَرَجَتِ الْغَطَايَا مِنْ وَجْہِہِ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَشْفَادِ عَیْنِہِ فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْہِ خَرَجَتِ الْغَطَايَا مِنْ یَدَیْہِ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِ یَدَیْہِ فَاِذَا مَسَّ رَاسَہِ خَرَجَتِ الْغَطَايَا مِنْ رَاسِہِ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ اُذُنَیْہِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَہِ خَرَجَتِ الْغَطَايَا مِنْ رِجْلَہِ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِ رِجْلَہِ فَتُرْکَانُ مَشِیْہَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَصَلَتْہُ نَافِلَۃٌ لَّہُ رَوَّاهُ مَالِکٌ وَالتِّرْمِذِیُّ۔

حضرت عبداللہ مناہجی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مومن وضو کرے تو کھلی کرنے سے منہ کے اندر کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ ناک ملان کرے تو اس کے چہرے کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا آنکھوں کی پکڑوں کے نیچے سے گناہ نکل جاتے ہیں جب وہ دونوں ہاتھ دھوئے تو اس کے ہاتھوں کے نیچے سے گناہ نکل جاتے ہیں جب سر کا کرے تو اس کے سر کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے کانوں سے نکل جاتے ہیں جب دونوں پاؤں دھوئے تو اس کے دونوں پاؤں کے نیچے سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاؤں کے غلی کے نیچے سے بھی پھول کا سبب کی طرف چلتا اور غار پر مٹا اس کے لیے نوافل قرب ہوتا ہے۔ (مالک و ترمذی)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّنَائِیْیِ اور حضرت عبداللہ مناہجی سے روایت ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ملاحد و تحقیف توں۔ باکسر اور حائے محلہ کے ساتھ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف منسوب ہے جو بنی شراذک ایک فاعلان ہے۔ بعض نے عبداللہ کے ہم نام عبداللہ کہا ہے بعض نے کہتے ہیں کہ عبداللہ مناہجی صحابی اور ابو عبداللہ مناہجی تابعی ہیں۔ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَمَضْمَضَ اَسْرَمَ لَہُ لَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب بندہ مومن وضو کرے تو کھلی کرنے سے منہ کے اندر کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں جب وہ ناک ملان کرے تو اس کے چہرے کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں جب وہ دونوں ہاتھ دھوئے تو اس کے ہاتھوں کے نیچے سے گناہ نکل جاتے ہیں جب سر کا کرے تو اس کے سر کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے کانوں سے نکل جاتے ہیں جب دونوں پاؤں دھوئے تو اس کے دونوں پاؤں کے نیچے سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاؤں کے غلی کے نیچے سے بھی پھول کا سبب کی طرف چلتا اور غار پر مٹا اس کے لیے نوافل قرب ہوتا ہے۔ (مالک و ترمذی)

يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ ارْجِعِي نَوَافِلَ رَجُلًا خَيْرَ
عَزْمًا حَسَنَةً بَيْنَ ظَهْرِي خَيْرَ دُخَانٍ
الْأَيْعُودِ خَيْرَ مَا لَوَا بِلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
وَاللَّهِ يَا نَوَافِلَ عَزْمًا حَسَنَةً بَيْنَ ظَهْرِي
وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوِصِ نَوَافِلَ رَجُلًا

فرمایا تم یہ جلدی اگر کسی شخص کے گھوڑے جو مسجد پیشان اور مسجد ہاتھ
پڈوں واسے ہوں، اسے گھوڑوں کے درمیان پہن کر نہ چارے سے روکنا یہی
سیاہ پہن کیا وہ اپنے گھوڑے نہ پہنانے کا صحابہ نے عرض کیا کہ
مذہب پہن کے گا۔ یا رسول اللہ۔ فرمایا: نہیں بے شک یہ کیسے (خضرؑ)
آئی گا کہ اس کے اتر پڑے اور پیشانیوں و منوں سے کچھ نہ لگے اور نہ کسی کو ہلاک

[illegible]

اس کے بعد صحابہ کرام نے ایک اور سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ کو اپنی امت کی شفاعت کرنا ہوگی اور ان سے ملنا ہوگا تب ہی آپ ان کی شفاعت اور ان کی مدد و اعانت کر سکیں گے۔ فقہانہ و اچانچہ صحابہ کرام نے عرض کیا

لَئِنْ شَرِيتُمْ مِّنْ كَذٰلِكَ بَعْدَ مٰذَا مَثُوْلٌ ۙ اَللّٰهُ - آپ کی امت سے جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے اور آپ نے ان کو دیکھا بھی نہیں یا رسول اللہ! آپ انہیں کیسے پہچانیں گے۔ فَقَالَ قَوْمٌ مِّنَ الشَّامِ عَلَىٰ سُلَيْمَانَ نَرٰی اَنْتَ اَنْتَ کَانَ رَجُلًا کَانَ خَیْلٌ خُورٌ مَّجَلَّةٌ - تم لوگ مجھے بتاؤ ایک شخص کے گھوڑے ہوں سفید چہرہ اور سفید ہاتھ پاؤں والے بَیِّنٌ ظَلَمَیْنِیْ خَیْلٌ دُھِبَیْم - یہ گھوڑے دو سرے لوگوں کے ایسے گھوڑوں کے درمیان ہیں جن کا رنگ خالص سیاہ ہو اَلَا تَبُوْثُ خَیْلٌ، کیا وہ شخص اپنے سفید رنگ چہرہ اور ہاتھ پاؤں والے گھوڑوں کو ان خالص سیاہ رنگ والے گھوڑوں کے درمیان نہ پہچانے گا۔ تَاٰلَہٗ اٰیٰتِکَیْا مَّا رَسُوْلٌ ۙ اَللّٰهُ - مہاجر کا م نے عرض کی یا رسول اللہ! ضرور پہچانے گا۔ اِنَّمَا اَنْتَ نَذْرٌ لِّمَنْ کَانَ کُوْنٌ خَدًا مَّجَلَمَیْنِیْ مِّنَ الْوَحْشِیَّہ - میری امت! جنگ یعنی میدان قیامت میں وضو کے آٹھ لکے رکبت سے چمکتے ہوئے چہروں اور چمکتے ہوئے ہاتھ پاؤں کے ساتھ اور میں ان کو اس علامت و نشان سے پہچانوں گا۔ وَضُوْعَاوُکَ ضَمَدٌ اور فتور دونوں طرح روایت میں آیا ہے۔ پھر آپ نے اپنی امت معجزہ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا وَ اَنَا نَذْرٌ لِّہُمْ یَّحٰی الْخُوضِ اور میں حوض پران سے پہلے پہنچوں گا تاکہ ان کے گناہوں کی مغفرت اور بارگاہ رب العزت میں ان کے لیے بلندی درجات کا بندوبست کروں۔ کَرُوْظٌ فَاوْرَاکَے فتح کے ساتھ اس شخص کو کھتے ہیں جو تانے سے پہلے جلمے تاکہ منزل پر پہنچ کر گھوڑوں کی خوراک، ڈول، دسی اور کنویر کو پاک و صاف و حیر و کام انجام دیتا ہے اسی مناسبت سے علی الحوض فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روایت بارگاہ رب العزت میں پہلے پہنچ کر امت کی بخشش کا ساز و سامان تیار کریں گے۔ واللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا۔

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ
وَالْأَجْرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ
لَهُ أَنْ يَرَقَعَ رَأْسَهُ فَأَنْظِرُوا لِي مَا بَيْنَ يَدَيَّ
فَاعْرِفُوا أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ وَمَنْ خَلَعِي
وَشَلَّ ذَاكَ وَعَنْ تَيْمِيَّيْنِ وَشَلَّ ذَاكَ وَعَنْ
شَمَائِلَ وَشَلَّ ذَاكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ
كَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ فِيمَا بَيْنَ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہی پہلا شخص ہوں گا جسے قیامت
کے دن مسجد کی اجازت ملے گی۔ اور میں ہی پہلا شخص ہوں گا جسے
مسجد سے سرائی کے اجازت مرحمت ہوگی۔ میں اپنے سامنے کھڑا
ہوا تو اترنے کے درمیان اپنی امت کو پہچان لیا گا میرے پیچھے بھی
ایسا ہی ہوا گا میرے دائیں بھی ایسا ہی ہوگا، اور میرے بائیں بھی ایک
شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ حضرت قمر علیہ السلام سے
لے کر اپنی امت کی صفوں میں سے اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے

نُوْحًا اِلٰى اٰتُوْنَكَ قَالَ هُمْ عُلُوٌّ مَّتَّعَلُوْنَ مِنْ اٰتُوْكَ
الرُّسُوْلُ يَمْسُ اَحَدُكَ ذَا الْاَمْتِ غَيْرُهُمْ وَاَعْرِضْهُمْ
اَنْفَعُ يَوْمَ تَقُوْنُ كُتُبُهُمْ بِاَيْمَانِهِمْ وَاَعْرِضْهُمْ
كُنْىٰ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ - رَدَّ اَوْ
اَحْمَدُ -

فرمایا جنکو کے اثر سے ان کے اقبال ہوئی اور پیغمبر بھی ہوں گی
میری امت کے سوا کیا کوئی نہ ہوگا۔ اور میں اس سے بھی نہیں پہچانوں
گا کہ ان کے اعمال تھے ان کے دائیں ہاتھوں میں ان کو دیے جائیں
گے۔ اور میں انہیں پہچانوں گا کہ ان کی اولاد ان کے سامنے دوڑے
ہوگی۔ (احمد)

وَعَنْ اَبِي الْاَكْدَاذِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ اَنَا اَدْلُ مِنْ یُّدُنْ لَہٗ بِاَلْحَمْدِ لِرَبِّہٖ
الْبَیِّنَاتِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب
سے پہلا شخص ہوں گا جسے قیامت کے دن سجدے کا اذن ملے گا۔ دَا اَنَا اَدْلُ مِنْ یُّدُنْ لَہٗ اَنْ یُّدُنْکُمْ رَاْسُہٗ اور
میں پہلا شخص ہوں گا جسے سجدہ سے سزا ملنے کا اذن ملے گا۔ اس حقیقت حال کی تشریح حدیث شفاء سے ہوتی ہے
کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرائے حوت اور بارگاہِ صمدیت میں حاضر ہوئے گئے اور سجدہ میں سر مبارک کیس گئے
تو ایک ہفتہ سجدے میں پڑے رہے۔ پھر حکم الہی ہو گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر سجدے سے اٹھا لے کر
محبوبِ عالم جبرائیل علیہ السلام کے چہرے پر رکھے گا اور کہہ کر چاہتا ہے کہ تیری بات سنی جائے اس پر حضور سجدے سے
سزا ملے گا۔ اور زبانِ شفاء اور دوا شفاء کھولیں گے۔ جیسا کہ فرمایا قَدْ اَنْظَرْنَا اِلٰی مَا بَیْنَ یَدَیْکَ وَ
مِیْلَہٗ سَامَہٗ کُفْرِی خَلْقِی کُرْ دیکھیں گا۔ نَاخِرَتِ اُتْبَیْ مِنْ بَیْنِ الْاُتْمِیْمِ - تو میں دوسری امتوں میں سے اپنی امت
کو پہچان لوں گا۔ وَمِنْ خَلْقِیْ بِشَلْ ذَا الْاَلِکَ اور میں سامنے کی مخلوق کی طرح اپنے پیچھے بھی مخلوق دیکھوں گا۔ نَاخِرَتِ اُتْبَیْ
بَیْنِ الْاُتْمِیْمِ اس طرح اپنے دائیں بھی وَمِنْ خَلْقِیْ بِشَلْ ذَا الْاَلِکَ اور اپنے بائیں بھی مخلوق کا جہم دیکھوں گا۔ فَقَالَ
تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیسے شفاء کریں گے۔ رَیْبُہٗمَا بَیْنِیْ تُوْجِہِ اِلٰی اُمَّتِہٖ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے
درمیان میں بڑی لمبی مدت اور جفا فاملہ ہے۔ حضرت نوح کی تعظیم اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو پیغمبر و امام و
شہرت حاصل ہے۔ ورنہ نوح علیہ السلام سے پہلے بھی کئی امتیں گزر چکی ہیں۔ فَقَالَ هُوَ خُوٌّ لِّمَنْ لَیْسَ اَشَدُّ اَوْ خُوٌّ لِّمَنْ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے امتیوں کے چہرے اور دھندلے دھندلے اور وضو کے اثر و نشان سے چھلکتے ہوں گے۔
لَیْسَ اَحَدٌ کَذٰلِکَ خَیْرٌ هُمْ دوسری امتوں میں سے کوئی بھی اس صفات اور اس ہیئت و شکل پر نہ ہوگا اگرچہ انہوں
نے بھی وضو کیا ہوگا لیکن وضو کا اثر کہ ظاہر ہونے کی فضیلت و برتری صرف اس امت کے ساتھ خاص ہے لہذا اس سے

یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی جہالت کے لیے وضو نہ تھا جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے۔ **وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ يُؤْتُونَ كَتَبَكُمْ يَأْتِيَانِي بِهِ** اور اس علامت سے بھی ان کو یعنی اپنی امت کو پہچانوں گا کہ ان کو ان کے اعمال نامے جائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ **وَأَخْبَرَهُمْ كَسْنَىٰ يَمِينِ أَيْبُتُهُمْ قَدْ يَكْتُمُهُمْ** اور میں اس علامت و نشان سے بھی ان کو یعنی اپنی امت کو پہچانوں گا کہ ان کی ناپا بلغ اولاد ان کے آگے آگے چل رہی ہوگی اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو علامتیں یعنی اعمال نامے کا دائیں ہاتھ میں ملنا اور ان کی ناپا بلغ اولاد کا ان کے آگے آگے چلنا بھی اس امت کا خاصہ ہے۔ تاہم علامہ طبرسی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ دو صفات محض حد کے لیے بیان فرمائیں فرق و امتیاز بیان کرنے کے لیے نہیں۔ وائشلا علم اس حدیث کو احمد نے روایت کیا۔

بَابُ مَا يُؤْتِي الْوُضُوءَ

یہ باب ہے ان چیزوں کے بیان میں جن سے وضو لازم ہوتا ہے

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے وضو لازم و واجب ہوتا ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو سابقہ وضو کو توڑ دیتی ہیں اور نیا وضو لازم کرتی ہیں۔ وضو کا موجب و سبب اگرچہ فی الحقیقت نماز کا ارادہ ہے جو نماز کے قیام سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن وضو توڑنے والی چیزوں کو بھی وضو لازم کرتی ہے مثلاً قرار دینا درست ہے اس وجہ کے اعتبار سے جس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

فصل اول

۲۸۹ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْبَلُ صَلَاةٌ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّى يَتَوَضَّأَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز کو کسی کی نافرمانی میں قبول نہیں ہوتا جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْبَلُ صَلَاةٌ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّى يَتَوَضَّأَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا وضو نہ کیا ہو اس کی نافرمانی اور درست نہیں ہوتی حَتَّى يَتَوَضَّأَ جب تک کہ نیا وضو نہ کرے۔ یہ مسئلہ اس کے لیے ہے جس کے

پاس پانی موجود ہو اور اگر پانی میسر نہ ہو تو مٹی کے ساتھ تھیم کرے۔ اور اگر پانی نہ ہو اور مٹی بھی میسر نہ آئے اور ان کے استعمال کی قدرت نہ ہو تو ایسے شخص کو قاتل الطہورین (دونوں قسم کی طہارت سے محروم انسان) کہتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ایسی صورت میں وضو تھیم کے بغیر ہی نماز ادا کرے تاکہ وقت نماز کی عزت و حرمت برقرار رکھ سکے اور اگر پانی یا خاک میسر آنے سے پیشتر اس کی موت واقع ہو جائے اور نماز ادا نہ کر سکا ہو تو گناہ گار نہ ہوگا۔ اور اگر وقت مل گیا تو نماز تھما کرے یہی مختار و پسندیدہ قول ہے اور بعض کے نزدیک ایسے وقت میں نماز کی فریضیت ماقطہ ہوجاتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک نماز ادا کرنے کے بعد پانی یا مٹی میسر آنے پر قضاء کرے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا۔

۳۸۰ وَعَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ
بَغْيٍ طُعْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ مِنْ غُلُولٍ - بَعَاكَ
مُسْلِمٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر ظلمت کے نلا قبول نہیں ہوگی۔
لادہ مالِ حرام سے صدقہ قبول ہوتا ہے۔

۲۸۱ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً
كُنْتُ امْتَحَبِي اَنْ اَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا كَانَ اَنْتَهَى فَأَمَرْتُ الْوَقْعَاءَ
فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَغِيضُ ذِكْرَكَ وَيَتَوَضَّعُ - مَتَّفِقٌ
عَلَيْهِ -

وَعَنْ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَكْدَانِيًّا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حَضَرَتْ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْهُ سَعَادَاتُ هِيَ

رطوبت کو کہتے ہیں جو روکے صورت کے ساتھ برس و کنار کے وقت جوش شہوت کی بنا پر اگر تاسل سے خارج ہوتی ہے
 ثَلَاثُ أَشْهُقِ أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَجَّعْتُ فِي صَلَاةِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رِيَاءٍ كَرِهْتُ فِيهِمْ
 تھم کہ آپ سے یہ دریافت کر لیں کہ اس سے غسل واجب ہوتا ہے یا وہ مکمل ہے یا نہ مکمل ہے آپ کی دختر حضرت فاطمہ زہراء
 کے میرے پاس پہنچ کر رہنے کی وجہ سے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کمال عبادت ہے اور اس امر پر تیس سال سے کہ وہ مادہ کا اپنے
 سر سے شہوت اور عورتوں سے منقطع مباشرت وغیرہ کا ذکر مناسب نہیں تھا ثَوْتُ الْقُدَّاحِ کہ تو میں نے قتل کیا سو
 رضی اللہ عنہ کو غصاں دگا وہ سے تھے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص میں کانا مایہ غیر پر مسئلہ دریافت کے
 آئے کہ تالہ تو متواتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَنْشِلُ ذَكَرَكَ
 فَرَيْتَ مَا جِئَ بِشَيْءٍ غَضَبُكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ أَمْ لَمْ تَكُنْ تَسْأَلُ عَنْهُ وَأَنْتَ تَسْأَلُ عَنْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ
 تو وہی واو اور مال حملہ کے ساتھ بھٹک گیا کھانا مایہ ہے جو پیشاب کے بعد خارج ہوتا ہے اس سے بھی غسل واجب
 نہیں ہوتا اس طرح میں بھی اگر رفیق (کو ذکر) اور شہوت کے بغیر خارج ہو تو اس سے بھی غسل واجب نہیں ہوتا اس حدیث
 کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا۔

۲۸۲. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَوَضَّأُوا
 وَمَا مَسَّتِ النَّارُ دَعَاكُمْ مُسْلِمًا قَالَ الشَّيْخُ الْأَمَامُ الْأَجَلُ مُنْجِي النَّفْسِ رَحْمَةُ اللَّهِ
 عَلَيْكَ هَذَا مَسْئُورٌ بِحَدِيثِ ابْنِ جُنَابٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَكَلُ كَيْتٍ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَوْ يَتَوَضَّأُ مُتَّقٍ عَلَيْهِ
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ وضو کرو اس
 چیز سے جسے آگ نے چھوا اور اسے مسلم نے روایت کیا۔ شیخ الامام
 اعلیٰ المذہب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث ابن عباس کی حدیث
 کے ساتھ منسوخ ہے۔ ابن عباس نے کہا۔ بے شک رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا ایک بازو نال فرمایا۔ پھر نماز پڑھی
 اسعد بنہذہ کیا۔

(متفق علیہ)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ - حضرت ابو ہریرہ
 رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تَوَضَّأُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ اس
 چیز کے کمانے سے جسے آگ پہنچی بہاؤ جس سے آگ نے مس کیا ہو یعنی جو آگ سے بکری ہوا ہو وضو کرنا اسے مسلم نے روایت کیا
 اس حدیث کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ بکریاں وضو سے کمانے کی چکناٹا ہو کر کرنے کے لیے عورت ہاتھ نہ

تَالَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ مَا بَيْنَ مِرْوَعِ الشَّعْرِ مِنْ رِوَايَةٍ هِيَ أَنَّكَ إِذَا شِئْتَ فَتَتَوَضَّأُ وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأُ چاہے تو وضو کر لیا کر چاہے تو نہ کیا کر قال
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اِنْ شِئْتَ فَتَتَوَضَّأُ وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأُ چاہے تو وضو کر لیا کر چاہے تو نہ کیا کر قال
اس شخص نے دریافت کیا اَنْتَوْنِمْ لِحُكْمِ الْاِذِلِ کیا ہم لوگ اذن کا گوشت کھانے کے بعد وضو کر لیں۔ قَالَ يَقَعُ
فَرَمَا بَانَ اَوْ ذِئْتَ اَوْ ذِئْتَ کھانے کے بعد وضو کر لیا کر اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس حدیث کی بنا پر
اذن کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر اسی تین ائمہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہم
کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے یا وضو سے اس کا لغوی معنی راحۃ منہ وضو نہ ہوتا ہوا ہے۔ جیسا کہ اگر مشعہ مذکور ہوا۔

سوال :- لغوی معنی کی صورت میں اذن کے گوشت اور بکری کے گوشت میں کیا فرق ہے جبکہ چنانہٹ جو وضو
کا سبب ہے دونوں میں موجود ہے لہذا اذن کے گوشت سے تو وضو لازم ہو جائے مگر بکری کا گوشت کھانے سے وضو لازم
نہ ہو ملائکہ ملت دونوں میں مشترک ہے اس کی وجہ کیا ہے۔

جواب :- ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اذن کا گوشت کھانے سے وضو کرنے کا حکم اس لیے ہو کہ اذن کے گوشت میں
قدسہ بپولی جاتی ہے مگر بکری کے گوشت میں یہ نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔

قال اس شخص نے پھر سوال کیا اَصْبَحْتُ فِي مَوَاقِعِ الْاَنْعَمِ کیا بکریوں کے پیٹھ کی جگہ نماز پڑھ لیا کروں۔ قَالَ آپ نے
فرمایا اِنْ پڑھ لیا کر قَالَ اَصْبَحْتُ فِي مَوَاقِعِ الْاِذِلِ اس شخص نے عرض کیا اذنوں کی نشست گاہ میں نماز پڑھ لیا کروں
فرمایا اِنْ میں نماز نہ پڑھو۔ علماء نے کہا ہے کہ اذن کی نشست گاہ میں نماز ادا کرنے کا اجازت
نہ دینا کراہت تنزیہی پر مبنی ہے۔ کراہت کی علت دو چیزیں وقت تشویش اور عدم سکون کا اندیشہ
اور حضور قلب کا فقدان ہے کہ اذن اوجہ اور صبر جاتے اور اچھٹے کودتے رہتے ہیں۔ اس
آس کے برعکس بکریاں سکون و آرام سے کھڑی رہتی ہیں۔ اسے سلم نے ہدایت کیا۔ ایک روایت میں آیا ہے اذنوں کی نشست گاہ
میں نماز ادا کر دو کہ اذن متخالفین میں سے ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ہر اذن کی کوئی خاص شیطان ہوتا ہے۔ یہ
بھی ایک روایت میں وارد ہے کہ سیاہ کنکریاں کا شیطان ہے اور اذن چار پاؤں کا شیطان ہے۔ اور بکریوں
کی نشست گاہ میں نماز پڑھ لیا کر دو کہ بکریاں بکرت ہی بکرت ہیں۔ حضرت علیؓ پر یہ روایت مندرجہ حدیث میں یہ بھی آیا

لَمْ يَزَلْ يَجْعَلُ مَوَاقِعَ بَكْرِيٍّ كَيْفَ يَمْشِي فِي الْجَدِّ (مترقا)۔

لَمْ يَزَلْ يَجْعَلُ مَوَاقِعَ بَكْرِيٍّ كَيْفَ يَمْشِي فِي الْجَدِّ (مترقا)۔

منہ میں پکنا ہٹ پیدا کرے یا اس کا کچھ حقہ منہ میں باقی چھوڑ دے اس امر کا اندیشہ ہو کر یہ بھیچے پریش میں آ کر جانے لگا۔ اگرچہ وہ اتنا قلیل ہو کر اس سے قرأت میں رکاوٹ پیدا نہ ہو تو بھی اس سے منہ صاف کر لینا مستحب ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

۲۸۸ وَعَنْ بُرَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَجَمْعٍ
وَاجِدٍ وَمَسَّحَ عَلَى خُفَيْفٍ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ
صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ فَقَالَ
عُمَرُ صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ - لَوْلَا مُسَلِّمٌ

۲۸۶. وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ ثَعْمَانَ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَيْبَرٍ حَتَّى إِذَا كَانَا بِالْبُقْعَةِ وَهِيَ مِنْ أَدْنَى حَيْبَرَ صَلَّى الْعَصَا ثُمَّ دَعَا بِالنَّادِ فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا بِالسُّوَيْدِيِّ فَأَمَرَهُ فَنُحِّيَ فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَصَلَّى وَصَلَّيْنَا ثُمَّ صَلَّى وَكَلَّمَا ثُمَّ قَامَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت سويد بن ثعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک یہ طہر کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ حایبہ میں موضع صہبا میں جو قبر کے نزدیک ہے پہنچ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر ادا کی پھر آپ نے کمانے کی چیزیں طلب فرمیں تو آپ کی خدمت میں موت سوسوئی کیے گئے۔ آپ نے اس کے گھونٹے کا حکم دیا وہ گھونٹے گئے۔ اس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل فرمائے اور ہم نے بھی کھائے پھر آپ صبح کی غانہ کے لیے اٹھے آپ نے کل کی اور ہم نے بھی کل کی پھر آپ نے نماز ادا کی اور وضو نہ کیا۔ (بخاری)

وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ ثَعْمَانَ مَرْثِيَةً لِعَمْرِ بْنِ أَبِي انصاری صحابی ہیں۔ بیت طر منوان اور ذر وہا حدیث موجود تھی اور بعد کے تمام غزوات میں بھی شامل تھے۔ اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی طبیعت کدو و عاریث بھی اہل مدینہ میں مشہور و معروف ہیں۔ خورجہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا النعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ تمام حین بنو غزوہ خیبر کے سال حتیٰ اذا کانا بالبُقْعَةِ حایبہا یہاں تک کہ جب مقام صہبا میں پہنچے صبا بنوع یا مصلو سکون لا و تہ۔ دہی میں ادنیٰ حین بنو صہبا یا خیبر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ صلی الفجر وہاں آپ نے نماز عصر ادا کی ثُمَّ دَعَا بِالنَّادِ۔ پھر آپ نے کھانے پینے کی چیز طلب کی فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا بِالسُّوَيْدِيِّ۔ تو آپ کی خدمت میں موت کے سوا کوئی چیز پیش نہ کی گئی۔ فَأَمَرَهُ فَنُحِّيَ کہہئے ان کے بجگہ نے کا حکم دیا تو امنیں بگڑ گئیں۔ فَكَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلْنَا۔ تو حضور نے بھی کھایا اور ہم نے بھی ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ۔ پھر آپ مغرب کی غانہ کے لیے کھڑے ہوئے فَصَلَّى وَصَلَّيْنَا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کل کی اور ہم نے بھی ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ۔ پھر آپ نے نماز ادا کی اور وضو نہ کیا اور آپ کی یہ روایت ہم نے بھی وضو نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کی ہوتی چیز کھانے سے وضو لازم و واجب نہیں ہوتا اس سے بخاری نے روایت کیا۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہی وضو نہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَضُوءَ إِلَّا مِنْ حَوِّثٍ
أَوْ رِيحٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَضُوءَ إِلَّا مِنْ حَوِّثٍ أَوْ رِيحٍ
حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو لازم نہیں ہوتا مگر آواز یا

ہوا سے۔ یعنی پیٹ میں بعض مروت پھرنے سے وضو واجب نہیں ہوتا۔ ماسیہ میں مذکور ہے کہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ
علیہ کے نزدیک پیٹ میں مروت پھرنے سے بھی وضو ٹھٹ جاتا ہے۔ مگر یہ قول کتاب خرقی حدیث اس کی شرح میں جو امام احمد
علیہ الرحمۃ کے مذہب کی سب سے جامع اور کامل کتاب ہے، موجود نہیں ہے۔ اسے احمد اور ترمذی نے
روایت کیا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ مِنَ الْمَذْيِ
الْمَضُوءُ وَمِنَ الْمَذْيِ الْقُبْثُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
صَحِيحٌ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَعِيدٌ رَوَاتِهِ هِيَ فِي مِثْلِ مَا رَوَاهُ عَنْهُ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَضُوءَ إِلَّا مِنْ حَوِّثٍ أَوْ رِيحٍ
مذی سے وضو اور مذی سے غسل کا نام آتا ہے۔ (ترمذی)

فَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حَضْرَتِ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَعِيدٌ رَوَاتِهِ هِيَ فِي مِثْلِ مَا رَوَاهُ عَنْهُ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَضُوءَ إِلَّا مِنْ حَوِّثٍ أَوْ رِيحٍ
کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا عین المذی مذی کا حکم فقال من المذی الموضوء و من المذی القُبْثُ
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا مذی سے وضو واجب ہوتا ہے اور مذی سے غسل مگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے مذی کا حکم دریافت نہیں کیا تھا مگر حضور علیہ السلام نے مذی کے حکم کی مناسبت اور اس بنا پر کہ اس سے مذی کے
حکم میں اشتباہ لاحق نہ ہوہی کا حکم بھی بیان فرادیا۔

پا مشیدہ نہ ہے کہ غسل باطل ہیں اگر ہر جگہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرم کے باعث خود یہ مسئلہ حضور سے
دریافت نہ کیا تھا بلکہ اس کے لیے حضرت عطاء در رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ حضور علیہ السلام سے دریافت کریں پس اس
حدیث میں سوال کی نسبت اپنی طرف کرنا چاہا ہے یا آپ نے خود یہ سوال کسی دوسرے وقت میں کیا وہ اللہ اعلم۔ اسے
ترمذی نے روایت کیا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَتَا مِثْلَ الْظُّفْرِ مَوْ
تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ
انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ناکہ کی چالی وضو، اس کی تحریم انجیر
اس کی تحلیل سلام ہے۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی اور ابی

رَفِي غَيْرِ الْفَاعِلِ لِمَا صَحَّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَ الْوُضُوءَ
 حَتَّى تَخْطِقَ رُءُوسُهُمْ فَيُصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّأُونَ
 رُءُوكَ الْوُضُوءِ وَالْقَرْمِذِ عَلَى الْأَنَّةِ ذَكَرَهُ يَهُدِي بَنُو
 بَدَلٍ يَنْتَظِرُونَ الْوُضُوءَ حَتَّى تَخْطِقَ رُءُوسُهُمْ

دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز میں انتظار میں بیٹھتے تھے یہاں تک
 کہ ان کے سر ہتھکے جھک جاتے تھے پھر وہ ان کو نماز پڑھتے تھے
 اور وضو نہ کرتے تھے۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا مگر ترمذی
 یَنْتَظِرُونَ الْوُضُوءَ حَتَّى تَخْطِقَ رُءُوسُهُمْ کہ جگر یا سر کا ہٹنا ذکر کیا۔

دَعْنُ عَجْزِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَأَنَّ السُّنْبَةَ الْغَنِيَّةَ - حضرت علی
 رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جاتے یا غاند لاؤ حکماء انکھیں میں کھنکھانے کی طرح سرگیاں دھڑکے
 اسے ابو داؤد نے روایت کیا تَاَلِ الْأُمِّيَّةُ الْإِسْلَامُ فِي السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللَّهُ هَذَا فِي سُنَنِ الشَّيْخِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ السَّمْعَانِ رَحِمَهُ اللَّهُ
 فرمایا ہے کہ یہ حکم نہ بیٹھے ہوئے آدمی کے لیے ہے۔ یعنی یہ اس سونے والے شخص کا حکم ہے جو بیٹھنے کی حالت میں زمین میں
 نہ چلا جائے لِمَا صَحَّ عَنْ أَنَسٍ اس حدیث کی بنا پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ساتھ وضو ہی ہے تَاَلِ
 كَانَ احْتِمَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرْبِهِ صَلَواتِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے صاحب کرام یَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ نَازِعًا إِلَى الْإِنْتِظَارِ
 میں بیٹھے رہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور نماز ادا کی جائے اس حالت انتظار میں زمین پر غالب
 آجاتی تھی حَتَّى تَخْطِقَ رُءُوسُهُمْ یہاں تک کہ ان کے سر ان کے سینوں پر گر پڑتے تھے ثُمَّ يَتَوَضَّأُونَ وَلَا يَتَوَضَّأُونَ
 پھر نماز پڑھتے تھے اور وضو نہ کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ بیٹھنے میں سوجھنے سے وضو نہیں کرنا اس حدیث میں بیٹھنے میں سوجھنے
 والے کی تخصیص اور اس کی نیند کا استثناء کی وجہ سے معلوم ہوئی اس کے سوا نیند کی وہ تمام حالتیں ہیں جن میں سر اپنی جگہ پر
 ٹھیک رہتا ہے بھی اس پر قیاس کی گئی ہے یہاں ان میں وضو نہ کرنے کا حکم دوسری احادیث سے ثابت ہے اسے ابو داؤد اور
 ترمذی نے روایت کیا رَاَى الْأَنَّةَ ذَكَرَهُ يَهُدِي بَنُو مُطَرِّجًا فَإِنَّهُ إِذَا أَصْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفْصَلُهُ
 یَنْتَظِرُونَ الْوُضُوءَ حَتَّى تَخْطِقَ رُءُوسُهُمْ کے بہانے لفظ یَا مَوْتُ روایت کیا ہے۔ تاہم اس عبارت اور فضیلت کی
 کا معنی ایک ہی ہے یعنی سوجھتے تھے۔

۳۹۳ دَعْنُ ابْنِ عَجْزٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَاكَ
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس شخص پر لازم آئے کہ جو وضو کرے وہ اس کے
 جب وہ اس حالت میں سوجھا ہے اس کے ہونڈے میلے ہو جاتے ہیں
 (ترمذی ابو داؤد)

وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ بُسْرَةَ الْأَنْكَلَةِ لَوْ يَدَّ كَرُو
لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا شَيْءٌ -

[illegible]

روایت ہے حضرت طلق بن علی سے جو علی بن حلق کے بیٹے ہیں جن کا ایک گزشتہ حدیث میں ذکر ہوا۔ ان دونوں ناموں کے درمیان جو اشتباہ پایا جاتا ہے اس کا ازالہ میں کر دیا گیا۔ ان حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا گیا کہ وضو کرنے کے بعد آدمی اپنے آئینہ تامل کو ہاتھ لگائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں تاکہ وَهَنَ هُوَ لَا يَضَعُهُ مِنْهُ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئینہ تامل بھی بندے کے جسم کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔ ایک روایت میں بدنہ کے بھائے ٹکڑا آیا ہے اور ترمذی کی روایت میں لَا تَضَعُهُ مِنْهُ آئِي يَضَعُهُ بطریق شک مراد ہی آیا ہے وَهَنَ بوزن لغم گوشت کا آئینہ ٹکڑا جو پڑا جاتا ہے۔ یعنی بفتح باء کسروہ یا بھی گوشت کے ٹکڑے کے معنی میں آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں یعنی مُشْعَف سے کچھ بڑے ٹکڑے کو کہتے ہیں غرض ارشاد نبوی کا مقصد و مطلب یہ ہے کہ آئینہ تامل کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جس طرح دوسرے اعضا کو چھونے سے نہیں ٹوٹتا ہے البتہ وضو ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے بھی اس کی مانند روایت کیا۔

معلوم ہوتا چاہیے کہ اگر تاسل کو بھرنے سے دھڑکاؤ ٹرٹنا علانیہ مذہب کے درمیان خلیفہ نہیں ہے صحابہ کرام سے بھی اختلافات منتقل ہے اور اس بارے میں احادیث بھی مختلفہ آئی ہیں۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد اس صورت میں ضرور ٹوٹ جاتے ہیں بلکہ امام احمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک مطلق شرک گناہ یا کفر تھا جس سے کفر کا تعلق ہو یا گناہ کا۔ جو ان سب کے عکس کرنے سے دھڑکاؤ ٹوٹ جاتا ہے اور امام مالک کے مذہب میں صورت کی شرک گناہ مٹانے سے دھڑکاؤ ٹوٹ جاتا ہے۔ اختلاف ہے اور امام شافعی کے نزدیک ہاتھ کی پھیلنے کا تاسل کر لگ جاتے تو دھڑکاؤ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور امام احمد کے ایک روایت میں اس ذکر سے دھڑکاؤ مستحب ہے نہ کہ واجب اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ان آپ کے اصحاب کے نزدیک مطلقاً دھڑکاؤ نہیں ٹوٹتا۔ اس جماعت آئمہ کی دلیل حضرت بسرو کی یہ حدیث اور بہت سے صحابہ کرام کا عمل ہے جسے مولانا امام مالک نے روایت کیا ہے۔ احادیث کی دلیل قیس بن طلحہ کی حدیث ہے جسے مسند ابو حنیفہ میں ابو یوسف بن قتبغا صنفی یا ماسے اس نے قیس بن طلحہ سے اس نے اپنے باپ سے (جس کا ذکر متین میں گزرا) سے اور شمس نے شرح صفائی الاثار صفحہ ۱۵۱ سے نقل کیا کہ قیس بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے علم میں کوئی صحابی ایسا نہیں جس نے کس ذکر سے دھڑکاؤ ٹوٹنے کا فتویٰ دیا ہو سوائے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے۔ انہوں نے اس فتویٰ میں اکثر صحابہ کی مخالفت کی ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنے مولانا سے اس بارے میں آنکھیں رو روایت کیے ہیں اور سند حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ میں حضرت علی حضرت
عمار اور حضرت ابی جاس رضی اللہ عنہم سے یہ روایت موجود ہے کہ ان حضرات صحابہ نے فرمایا کہ ہم لوگ اس میں کوئی شک نہیں سمجھتے کہ اپنی
ناک کو ہاتھ لگائیں یا اپنے آلہ تناسل کو یمنی دونوں عضو گوشت کے ٹکڑے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت ابن جاس
رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ اسے مخاطب اگر تو اپنے آلہ تناسل کو جس ہاتھ سے تواتر کاٹ دے حضرت ابی
مسعود اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت آئی ہے اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ
ابن مسعود، حذیفہ بن الیمان، عمار بن یاسر، سعد بن ابی وقاص حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور سعید بن المسیب،
ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح وغیرہ تابعین رضوان اللہ علیہم سب مذکورہ حضرات کا یہی مذہب ہے کہ کس ذکر سے وضو
نہیں ٹوٹتا۔ پس اس بارے میں احادیث کا آپس میں مختلف ہونا نسخ کی بنا پر ہے۔ اسناد کے مخالفین کہتے ہیں کہ طلق
بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ضعیف کی دلیل ہے منسوخ ہے جیسا کہ مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قَالَ اَشْفَيْتُمُ الْاِمَامَ
فَخُيِّ السُّنَّةُ هَذَا اَمْتَشَوْهُ یعنی شیخ امام حمی السنبلی نے کہا کہ طلق بن علی کی یہ حدیث منسوخ ہے اِنْ اَبَا هُوَ لَوْ اَشْفَكَ
بَعْدَ تَدْوِمِ حَلْقٍ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کے تشریف لانے کے بعد اسلام لائے
ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سن ۳۵ میں غزوہ بدر کے موقع پر اسلام قبول کیا اور حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ
اجلے ہجرت کے وقت تعمیر مسجد نبوی کے دوران حاضر قدمت ہوئے تھے اس بنا پر حضرت ابو ہریرہ کا سماع لازم
طلق کے سماع کے بعد ہوتا ہے وَكُنْتُ دُونَكَ اَلْهُوَيَّةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور بیشک حضرت ابو ہریرہ
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے قَالَ كَرَّسَ اللّٰهُ صِلَى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَا اِذَا اَفْضَلَى
اَحَدُكُمْ يَدَكَ اِلَى ذَاكَ بِرُجْمٍ حَبِيبٌ هَمْ يَكُونُ شَخْصٌ اَيْنَا اَتَمُّ اَلْتَّنَاسُلِ تَلْبَسُ لِيَسْ يَنْتَهَ وَنِيَهَا۔
اس طے میں کہ اس کے ہاتھ اور آلہ تناسل کے درمیان کوئی چیز (کپڑا وغیرہ) مائل نہ ہو فَنِيَتُوْ حَسًا تو چاہیے کہ وضو کرے
اسے ظاہر اور دل ظہن نے روایت کیا۔ اور نسائی نے اس روایت کو کثرت صفوں سے روایت کیا۔ اِنَّ اَلَّذَا لَمْ
يُذَكِّرْ لَمْ نَسْأَلْ نَسْ يَنْتَه وَنِيَهَا کی عبارت ذکر نہیں کی۔ یہ شافعی حضرات کے مذہب کا بیان ہے۔
رحمہم اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ بعض اتنی سی بات سے کہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ سے پہلے اسلام لائے۔
اس امر کا یقین نہیں ہوتا کہ طلق کا سماع بھی ابو ہریرہ کے سماع سے مقدم ہے۔ الا یہ کہ طلق کی وفات بھی ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہما کی وفات سے پہلے ثابت ہو جائے۔ یا یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت طلق اپنے وطن واپس جانے کے بعد پھر حضرت
خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں ثابت نہیں ہیں۔ لہذا یقین ممکن ہے کہ طلق کا سماع

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے معارج کے بعد یہاں صورت میں طلق کی روایت ہے جو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی تابع ہوگی خناس کا عکس۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی نہیں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہے۔ بلکہ یوں کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر سکتا ہے کہ حضور کا یہ قول مبارک آپ نے کسی دوسرے صحابی سے سنا ہے۔ جس نے طلق کی حدیث سے یہ قول مبارک پہلے سنا ہو۔ اس قسم کی صورت حال بہت سی احادیث میں پائی جاتی ہے۔ ایسی روایات کو مراسیل صحابہ کہتے ہیں۔ اہل حدیث کی کتابوں میں بعض لوگوں نے راوی کے ساتھ اسلاف کو نسخ کا قرینہ قرار دیا ہے۔ ان کے اس قول کو ہماری مذکورہ تحقیق رد کرتی ہے۔

۲۹۰ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ ثُمَّ يَصْرِي
 وَلَا يَتَوَضَّأُ وَلَا أَبْوَدَا وَلَا الْتَرْمِذِيُّ وَ
 الْبُخَارِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يَبْهَرُ
 عِنْدَ أَصْحَابِنَا بِحَالِ إِسْنَادِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ
 وَأَيْضًا إِسْنَادُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْهَا وَقَالَ
 أَبُو دَاوُدَ هَذَا مُرْسَلٌ وَإِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ
 يَسْمَعُ عَنْ عَائِشَةَ۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْلُصُ بَعْضَ آدِرَاجِهِ حَفَرَتْنَا فَنَشْرَبُ مِنْهُ
عنها سے روایت ہے وہ کہتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنی بعض بیویوں کو چھڑم لیتے تھے۔ ترند کی حدیث سے معلوم
ہوتا ہے کہ بعض اندراج کے لفظ سے حضرت عائشہ اپنی ذات مراد یعنی تعین۔ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا يَكُونُ مَعَهُ شَيْءٌ نَارِيَةً
تھے اور وضو نہ کرتے تھے۔ اسے البواؤہ ترجمہ انسانی اور ابن ابی جبر نے روایت کیا ہے۔ یہ مسئلہ بھی احادیث اور روایہ
آئمہ دین میں مختلف نہیں ہے۔ کہ ہاتھ سے عورت کے جسم کو چھونا و وضو کرنا واجب یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ امام شافعی، امام مالک،
امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے پہلے شہوت کے ساتھ مس کرنے سے بلا شہوت،
جن عورت کو چھونے یا جنبی کو۔ اس تفصیل کے مطابق جو ان آئمہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ سلباً امام شافعی علیہ الرحمۃ
کے نزدیک اجنبی عورت کو چھونے میں وضو ٹوٹنے کی شرط ہے کہ دونوں مرد و عورت بائغ ہوں تا بالغ نہ ہوں۔ اور
خفیہ کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ان آئمہ ثلاثہ کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت ہے اِنَّكَ مُسْتَقَرٌّ

أَبُو الدَّوْدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

ہم نے اس کا نقل کیا ہے۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ حَضَرْتُ ابْنَ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَوَايَةً
ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شانے کا گوشت کھایا تھوڑا سا بقیہ بچ گیا کہ تھوڑا سا مرغ کا بکسریم و سکون میں
بہی پھر آپ نے اپنے دست مبارک لے اور صاف کیے ایک ٹاٹ سے جو آپ کے پاؤں مبارک کے نیچے تھا۔ تھوڑا سا
تھوڑا سا پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے کھانے سے کچھ بچا تو اسے کھانے سے دوزخ نہیں
ٹوٹتا۔ اور اس سے ایک مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کھانے کی اس چیز میں کچھ ہاٹ نہ ہو جس سے ہاتھ اور منہ کے
آلودہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ہاتھ منہ دھونا بھی ضروری نہیں ہے۔ مرغ کا بکسریم یعنی پلاس اور فارسی میں
پلاس گیم (گردری) کہیں کہتے ہیں۔ اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۲۱۱ وَعَنْ أَوْسَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے مائیں نے کہا میں

قَرَّبْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے کبھی کہا ہوا ایک پھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب

جَنَابًا مَشْرُوبًا فَأَكَلُ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ

کہا آپ نے اس میں سے کھایا پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے

وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ.

اور ضرور کیا

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَرَّبْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنَابًا مَشْرُوبًا فَأَكَلُ مِنْهُ ثُمَّ
تَامَ إِلَى الصَّلَاةِ ذَكَرْتُ هَذَا. حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو خدمت اقدس میں ایک ٹبٹا ہوا پھل پیش کیا آپ نے اس سے کھایا پھر اٹھ کر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا اسے احمد
نے روایت کیا۔

تیسری فصل

۳۰ عَنْ أَبِي مَرْثَدَةَ قَالَ أَشْهَدُ لَقَدْ رَأَيْتُ

حضرت ابو مرثدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں گواہی

أَشْرَفَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دیکھا ہوں کہ میرے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کبھی

بَطْنُ النَّشَاةِ تَرَفَّضَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. رَوَاهُ

کے پیٹ کا گوشت جبروتا تھا پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا

مُسْلِمٌ

عَنْ أَبِي رَافِعٍ حَضَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا أَنْزَلَ كَرَاهِيَةً فِيهِ تَحْوِيلُ مَشْرُوكٍ مَطْلَبِي أَنْ كَا

نام اسلم ہے۔ ابوہریرہؓ کنیت نام پر غالب آچکی ہے۔ آپ قبیلہ بنی امیہ سے تھے۔ آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے پھر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ اور جب ابوہریرہؓ نے حضرت عباس کے اسلام کی حضور کو خبر دی تو آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ ابوہریرہؓ غزوہ اُحُد اور اس کے بعد مہربے دوائے غزوات میں شریک ہوئے۔

[illegible]

۳۱۔ وَعَنْهُ قَالَ أَهْدَيْتَ لَهُ شَاةً
فَجَعَلَهَا فِي الْقَدِيرِ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هَذَا يَا أَبَا سَأْدٍ فَقَالَ
شَاةٌ أَهْدَيْتَ لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَطَبَخْتَهَا فِي
الْقَدِيرِ قَالَ نَكُولُكَ الْذِمَّاعَ يَا أَبَا سَأْدٍ فَنَكُولُكَ
الذِّمَّاعَ ثُمَّ قَالَ نَكُولُكَ الذِّمَّاعَ الْأَخْرَاقَةَ
الذِّمَّاعَ الْأَخْرَاقَةَ قَالَ نَكُولُكَ الذِّمَّاعَ الْأَخْرَاقَةَ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا لِلشَّاةِ ذِمَّةٌ فَقَالَ
لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا إِنَّكَ
لَوْ مَسَكْتَ لَنَا وَلَتَوَقَّيْ ذِمَّةً فِي مَاعَا مَسَكْتَ
ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَضَمَّنَ كَأًا وَغَسَلَ أَمْرَانِ
أَصَابِعَهُ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى ثُمَّ قَالَ يَوْمَ تَجِدُ
عِندَهُ هُوَ لَحْمًا بَارِدًا فَأَكُلْ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ
فَصَلَّى وَلَمْ يَمْسَ مَاءً وَدَعَا أَحْمَدَ وَرِوَاءَ
الذَّيْرِي عَنْ أَبِي جُبَيْرٍ إِنْ أَرَأَيْتَ لَوْ رَدَّكَ
دَعَا بِمَاءٍ إِلَى أَخِي -

وَعَلَّمَ قَالِ أَهْلُ بَيْتِ كَه سَنَاءُ - البدرِ فخر سے ہیں یہ بھی مطابقت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

ایک بکری بطور ہدیہ بھیجی گئی۔ فَجَعَلَهَا فِيْ اَنْعَادِيْ قَوْلُ الْوَرَانِ یعنی اسے سناٹوں میں ڈالنا ایک چال ہے۔ فَكَذَّبَكَ الرَّسُوْلُ
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ہی دیر کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فَقَالَ مَا هَذَا يَا اَبَا رَاثِعٍ اور فرمایا اسے
 الْوَرَانِ یہ باندی میں کیا چیز ہے۔ فَقَالَ شَاةٌ اَسْهَدُ بِكَ كَذَا الْوَرَانِ ہے کہ یا رسول اللہ یہ بکری ہے جو میں ہدیہ
 کے طور پر دی گئی ہے۔ فَطَبَخْنَاهَا فِيْ اَنْعَادِيْ تو میں نے اسے باندی میں پکا لیا ہے۔ قَالَ نَادِ ابْنِي السِّدْرَا عَ
 يَا اَبَا رَاثِعٍ فرمایا اسے الْوَرَانِ اس کے بازو کی باندی مجھے دے تاکہ میں کھاؤں۔ اَخْضَرْتُ صَلَ اللہ علیہ وسلم کہ باند
 کا گوشت اس بنا پر پسند تھا کہ یہ جلدی پک جاتا اور نرم ہوتا ہے۔ شَاةٌ اَسْهَدُ الْوَرَانِ تو میں نے آپ کو بکری کا بازو
 پیش کر دیا۔ ثُمَّ قَالَ نَادِ ابْنِي السِّدْرَا عَ الْاَخْرَ۔ پھر آپ نے فرمایا باندی میں مجھے دے شَاةٌ اَسْهَدُ الْوَرَانِ
 الْاَخْرَ تو میں نے آپ کو دوسرا بازو بھی دے دیا۔ ثُمَّ قَالَ نَادِ ابْنِي السِّدْرَا عَ الْاَخْرَ پھر فرمایا مجھ اس کا اور بازو
 بھی دے۔ فَقَالَ الْوَرَانِ نے عرض کیا يَا سَيِّدِي اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰهُمَّ بَنِيَّ اَسْهَدُ الْوَرَانِ یا رسول اللہ
 صَلَ اللہ علیہ وسلم بکری کے تو دو میں بازو ہوتے ہیں اور وہ دونوں آپ کو دے چکا ہوں۔ یہ کہ کہاں سے دوں۔
 فَقَالَ لَمْ تَسْئَلِ اللّٰهُ صَلَّ اللّٰهُ عَلَیْکَ وَسَلِّمْ اَمَّا اَنْتَ لَوْ سَلَّکَ بَنَا وَابْنَتَیْ وَہِمَا اَصَاتِیْ لَمَلَّ مَا سَلَّکَ۔
 تو رسول اللہ صَلَ اللّٰهُ عَلَیْکَ وَسَلِّمْ نے فرمایا آگاہہ کہ اگر تو خاموش رہتا اور یہ نہ کہتا کہ بکری کے صرف دو میں بازو ہوتے
 ہیں تو جب تک تو خاموش رہتا مجھے بازو دیتا ہی رہتا یعنی جتنی دفعہ میں میں تجھ سے بازو طلب کرتا تو تجھے دیتا
 اور یہ بطور مجرہ ہوتا مگر عالم غیب سے غرق عادت کے طور پر کسی شخص کا تصور اس کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کا
 انکار نہ کیا جاسے اور اس میں شک و تردید نہ پڑے دیا جائے تاکہ ائمہ فقیہین میں غلط واقع نہ ہو و اللہ اعلم
 ثُمَّ دَخَلَ بِسَاءِ بَیْرٍ اَخْضَرْتُ صَلَ اللّٰهُ عَلَیْکَ وَسَلِّمْ نے پانی طلب فرمایا فَجَعَلَتْهُ قَدْ قَالَ اَمْرٌ مِّنْ مَّلَکَئِلَہِ
 ک۔ وَخَسَلَتْ اَصْبَاتُہِمْ اَصْبَاتُہِمْ کُلُّ اَنْجَلِیَّاتٍ مِّنْ اَنْجَلِیَّاتٍ اَللّٰهُ عَلَیْکَ وَسَلِّمْ یہی معلوم ہوا کہ اَللّٰهُ عَلَیْکَ وَسَلِّمْ کے
 بعد سارے ائمہ دھنا ضروری نہیں بلکہ جتنے جتنے کو چاہا اہل ہر صوفیہ سے ہیں و صرف لیا کافی ہو جاتا ہے۔ لَعَنَ
 قَاتَمُ نَعْمَیْ پھر آپ کھڑے ہوئے اور قاتلہ اکی۔ ثُمَّ عَادَ اَتَمُّہُمْ کَوْجَدَہُ وَکَانَہُ لَحْمًا بَلُوْہُ اَمَّا رَہِ
 فَرَاخِصَہُ کے بعد پھر آپ حضرت الْوَرَانِ کے اہل خیال کے پاس تشریف لے گئے۔ تو ان کے پاس مُنْعَدٌ اُخْرَ پڑا
 ہوا دیکھا۔ نَافِلٌ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ نَعْمَیْ کَذَبَ یَسَّ مَا دَہِ آپ نے اس مُنْعَدِہُ کے گوشت میں سے کھایا پھر آپ
 مسجد میں داخل ہوئے اور پانی کو اچھٹہ نہ ٹھکا۔ اَرَاہُ حُجْدَہُ اس حدیث کو احمد نے الْوَرَانِ سے روایہ کیا۔
 وَرَقَاتُہِ اَلْاَرْمَیْنِ عَنْ اَبْنِیْ عَمْرِوہِ اور اسی نے اسے اَبْرَہِیْمَ سے روایت کیا اَلَّا اَنَّہُ لَمْ یَدْرِ کَذَبَہُ دَخَا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ : مگر فرق صرف اس قدر ہے کہ دوسری فقہ عبارت ذکر نہیں کی۔ یعنی کُتُب دُعا سے آخر تک۔

۳۲ رَعْنُ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ
أَنَا وَابْنُ دُرٍّ وَابْنُ طَلْحَةَ جُلُوسًا فَأَكَلْنَا لَحْمًا وَ
خُبْزًا ثُمَّ دَعَوْتُ بَوْصِي فَقَالَ لِمَ تَدْعُو؟ فَقُلْتُ
لِهَذَا الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْنَا فَقَالَ أَتَدْعُونِي
مِنَ الْعَلَبَاتِ لَمْ يَدْعُوا مِنْهُ مِنْ هُوَ غَيْرُ
مِنْكَ - رَعَاهُ أَحْمَدُ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں
ابو ذرؓ، ابودرّؓ اور ابوطلحہؓ بیٹھے ہوئے گوشت اور دلی کھا رہے تھے
رضی اللہ عنہم اچانک ان مدعو نے کہا کس لیے مدعو کیے ہو میں نے کہا
اس کھانے کے لیے جو ہم نے کھایا اس پر ان مدعو حضرات نے کہا کیا تو
پاک چری کھاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں تو ہم نے اس کھانے
اور اسے حضورؐ کھا۔ (احمد)

[illegible]

وَمِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَانَ يُقْرَأُ بِاللَّيْلِ
الْقُرْآنَ أَمْرًا مَعَهُ شُعْبَانُ بْنُ الْمُنْكَدَرِ وَمَنْ
جَلَّ أَمْرُهُ أَوْ سَفَلَ بَيْدُهُ فَغَلِيظُ الْوُضْوءِ
لَعْنًا وَمَالِكٌ وَشَافِعِيٌّ

marfat.com

مِنْ الْمَلَأَ مَسَاقِي - طہارت میں داخل ہے یعنی اس طہارت میں شامل ہے جس کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیت
 اَوْذَوْا نِسَاءَكُمْ النِّسَاءُ مِثْلُكُمْ میں کیا ہے۔ اور اس طہارت کی بنا پر وضو کو واجب قرار دیا ہے۔ اس کے بعد خود ہی حضرت
 ابن عمرؓ نے یہ بات بیان کر دی۔ وَمَنْ قَبَّلَ اَشْرَاقَهُ اَوْ جَنَاحَيْهِ يَدِيْهِ فَعَلَيْهِ الْوُضُوْءُ جس نے اپنی عورت کا
 بوسہ لیا یا اپنے ماتھے سے اس کے جسم کو چھوا تو اس پر وضو لازم ہو جاتا ہے۔ وَذَاكَ مَا رَوَى شَاوِیُّ اِسْمَ اَبَامَ اَمَّكٍ
 اور امام شافعی رحمہ اللہ نے روایت کیا۔

۳۴. وَعَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ قَبَّلَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهُ الْوُضُوْءُ رَدًّا لِمَا لَمْ يَكُنْ
 حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے۔ مرد
 کے اپنی عورت کو بوسہ دینے سے وضو ہے۔ (امام)

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے كَانَ يَقُوْلُ مَنْ قَبَّلَ الرَّجُلُ
 اِمْرَاَتَهُ الْوُضُوْءُ کہ مرد کے اپنی عورت کو بوسہ دینے سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔

۳۵. وَعَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ - حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بَيَّنَّ عَنِ النَّبِيِّ

اِنَّ الْقُبْلَةَ مِنَ اللَّمْسِ فَتَوَضَّأُوا وَمَنْ قَبَّلَ - حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ عورت کو بوسہ دینا بھی اس لمس میں داخل ہے جس سے وضو ثواب
 جاتا ہے۔ یہ آئندہ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ عورت کو چھونا وضو ثواب کا سبب ہے۔ جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا یہی خیال ہے۔
 ہے۔ تاہم انہوں نے اسے اجنبی عورت سے مخصوص کیا ہے۔ مگر یہ آئندہ روایات اجنبی و غیر اجنبی عورت کی تخصیص کے
 بغیر لمس کی عورت میں وضو ثواب پر دلالت کرتے ہیں۔ اور احسان کے نزدیک یہ مذکورہ آثار صحت کو نہیں پہنچے۔
 چنانچہ مسند ابی حنیفہ میں عطابن ابی رباح نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا لَيْسَ فِي الْقُبْلَةِ وَضُوْءٌ عورت کو بوسہ دینے سے وضو لازم نہیں آتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث ان
 تمام احادیث کے لیے ناسخ ہو چلا اس کے خلاف وارد ہوئی ہیں۔ اور جو کچھ اس بارے میں مؤلف (صاحب مشکوٰۃ) نے
 بیان کیا ہے وہ نسخ سے قبل کے دور کا بات ہو۔ واللہ اعلم۔

۳۶. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْعَزِيزِ عَنْ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے وہ تیم دیکھ سے روایت
 کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جیسے
 دیکھو و سَلُّوا الْوُضُوْءَ مِنْ حَقِّ دَمِ سَائِلِي رَدَّاهَا

الدُّارَةُ قَطُوعِيٌّ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَوْ
يَسْمَعُ مِنْ تَمِيمٍ الدَّارِيٍّ وَلَا رَأَى وَيَزِيدُ
ابْنَ خَالِدٍ وَيَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَجْعُوعَانِ۔
دارقطنی نے روایت کیا۔ اسکا ہمراہ عبد العزیز نے تميم داری سے نہیں
ملاقات کی تھی اسے دیکھا اور يزيد بن خالد اور يزيد بن محمد دونوں راوی
مجموع ہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيٍّ قَالَ تَكَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّكُوعُ
مِنْ تَحْتِ دَرَمٍ سَكَرَيْتُ۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ حضرت تميم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پستے والے خون سے وضو لازم آتا ہے۔ اس حدیث میں بیان شدہ یہ حکم بھی جنی مذہب
کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور آئمہ ثلاثہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک صرف اس چیز سے
وضو ٹوٹتا ہے جو رمل یا پاخانے کے راستے خارج ہو۔ چاہے وہ مادہ کھٹنے والی چیز ہو یا غیر مادہ کھٹنے والی۔ اور ہمارے
مذہب کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اور اس حدیث کو ابن عدی نے کامل میں بھی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
اور دارقطنی نے اس میں قیل وقال کی ہے۔ جیسا کہ مؤلف نے کیا۔ رَوَاهُمَا الدُّارُ قَطُوعِيٌّ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
لَوْ يَسْمَعُ مِنْ تَمِيمٍ الدَّارِيٍّ وَلَا رَأَى۔ اس حدیث اور حدیث سابقہ کو دارقطنی نے روایت کیا اور کہا عمر بن
عبد العزیز پر مشہور راوی خلیفہ فریانی نے یہ حدیث تميم داری سے جو صحابی ہیں، سنیں سنی اور نہ ہی تميم داری رضی اللہ عنہ
کو دیکھا ہے۔ کہ تميم داری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پا گئے۔ اور حضرت عمر
بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت سترہ ہجری میں ہوئی۔ - وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ وَيَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ
شَبَابُوكَانِ۔ - يزيد بن خالد اور يزيد بن محمد جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں دونوں مجمل ہیں۔ ہماری طرف
سے اس جرح کا جواب یہ ہے کہ ہم احناف کے نزدیک مرسل حدیث مقبول و مستحب ہے۔ اور ان دونوں راویوں کی
جمالت میں بھی اختلاف ہے۔



بَابُ آدَابِ الْخَلَاءِ

آدابِ خلأ کا باب

آدابِ ادب کی جمع ہے ادب بمعنی ہر چیز کی حد و نگاہداشت و حفاظت۔ بعض نے کہا آداب گستاخ و گستاخوں کی ہر چہائی کو ملحوظ رکھنے کا نام ہے۔ اس لفظ کے معانی کی تفصیل ان شاء اللہ بشرائے کتاب الادب میں آئے گی۔ مگر ان لوگوں کو یاد رہنی چاہیے کہ جگہ اور اس کے لغوی معنی غالب ہو گئے ہیں۔

پہلی فصل

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْخَضِرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَارِقَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوهُ الْيَمْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهُ هَا وَلَكِنْ شِمْرٌ قَرَأَ أَوْ عَمْرٍو أَمْتَقٌ عَلَيْهِ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُجِيبُ الشُّرُوحِ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثُ فِي الصَّعْرَاءِ وَأَمَّا فِي الْبُيُوتِ فَلَا بَأْسَ بِمَا رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَمْرٌ لَقِيتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ رِبْعِي سَاجِدِي قَرَأْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلْهِمِي حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرًا الْيَمْلَةَ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ایوب الخدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم غار میں جاؤ تو نہ اس کی طرف منہ کرنا اور نہ اس کی پشت سے منہ کرنا۔ بلکہ اگر تم اس کے سامنے جاؤ تو اس کی طرف منہ کرنا اور اگر اس کی پشت سے منہ کرنا تو اس کی طرف منہ کرنا۔

اس حدیث کی تائید حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم غار میں جاؤ تو نہ اس کی طرف منہ کرنا اور نہ اس کی پشت سے منہ کرنا۔ بلکہ اگر تم اس کے سامنے جاؤ تو اس کی طرف منہ کرنا اور اگر اس کی پشت سے منہ کرنا تو اس کی طرف منہ کرنا۔

(بخاری و مسلم)

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْخَضِرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَارِقَ فَحَضَرَتْ

کی طرف رخ و پشت کرنا مطلق منع ہے۔ پیشاب کے وقت بھی اور پاخانے کے وقت بھی۔ صحرا میں بھی اور گھروں اور عمارتوں میں بھی۔ اور امام شافعی کے نزدیک صحرا میں منع ہے اور گھروں میں اجازت ہے۔ صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے علماء ہر جانب گئے ہیں۔

امام احمد کی ایک روایت کے مطابق پشت نہ کر لینے کی اجازت ہے۔ منہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اور شمس نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے کہ پشت کر لینے میں کراہت نہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر اچانک غفلت میں قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا تو چاہیئے کہ فوراً بتدریج مکان قبلے کی طرف سے پھر جائے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حدیث نہیں ہے جو ابھی گزری۔ اس حدیث میں صحرا اور گھر و عمارت کا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ بلکہ مطلق فرمایا۔ ممانعت کی اس حدیث کو صحابہ کرام کی کثیر جماعت نے روایت کیا ہے نیز مانست و منی کی علت قبلہ کی تعلیم اور اس جانب کا احترام ہے۔ اور گھر و صحرا میں اس بات کے اندر کوئی فرق نہیں جس طرح جاہلہ متھوکہ اندر اس طرف پاؤں دلا کر تاہر حالت میں ہے ادنیٰ ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ شاید آپ کا یہ فعل نبی سے پہلے کا ہو۔ اور اگر معلوم ہو جائے کہ آپ کا یہ فعل نبی کے بعد کا ہے۔ تو شاید آپ جانب قبلہ سے متحرک سے سے مڑ کر بیٹھ ہوئے تھے۔ لہذا ابن عمر سے قصور نہ کر سکے۔ اور اس میں تحقیق نظر سے کام نہ لیا۔ اور ایسے مقام کا تقاضا بھی یہی ہوتا ہے کہ تحقیق سے کام نہیں لیا جاتا۔ اور اس مقام کی شرح میں بہت گفتگو کی گئی ہے۔ واللہ اعلم

۳۸ وَرَوَى سَلْمَانَ قَالَ لَهَذَا يَعْزِي رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَسْقِلَ الْقَبْلَةَ
لِكَ أَوْ لِقَوْلِ أَذَانٍ كَسْتَنْبِيْ بِالْيَمِينِ أَذَانٌ
كَسْتَنْبِيْ بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثٍ أَحْبَبَ أَذَانٌ كَسْتَنْبِيْ
بِرُجُوعٍ أَوْ بِعَظْمٍ - نَدَا مُسَلِّمٌ

صحبت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم گوں یا غلام یا چشتیہ کہتے تھے جبکہ کی طرف مڑ کریں اور اس سے بھی سزا دیا کہ کرم گوں مڑ کر اس سے استنجہ کریں اور اس سے بھی سزا دیا کہ کرم گوں سے کم نہیں ہے۔ استنجہ کریں۔ اور اس سے بھی سزا دیا کہ کرم گوں سے استنجہ کریں۔

نَدَى سَلْمَانَ قَالَ لَهَذَا يَعْزِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَسْقِلَ الْقَبْلَةَ لِكَ أَوْ لِقَوْلِ أَذَانٍ كَسْتَنْبِيْ بِالْيَمِينِ أَذَانٌ كَسْتَنْبِيْ بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثٍ أَحْبَبَ أَذَانٌ كَسْتَنْبِيْ بِرُجُوعٍ أَوْ بِعَظْمٍ - نَدَا مُسَلِّمٌ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے جو اکابر صحابہ میں سے ہیں آپ کے حالات دوسرے مقام پر لکھ دیے گئے ہیں اور یہ ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم گوں یا غلام یا چشتیہ کہتے تھے جبکہ کی طرف مڑ کریں۔ اور اس سے بھی سزا دیا کہ کرم گوں سے استنجہ کریں۔ اور اس سے بھی سزا دیا کہ کرم گوں سے استنجہ کریں۔ اور اس سے بھی سزا دیا کہ کرم گوں سے استنجہ کریں۔

و کَسْتَجِی کے بجائے اُذْ کَسْتَجِی کا لفظ آیا ہے۔ اور بول سے استنجا کرنے کی صورت میں اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ اگر استنجا مٹی کے ڈھیلے سے کرے گا تو اگر تھیں دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور یہ صورت بھی مکروہ ہے اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ڈھیلہ دائیں میں لے اور عضو کو بائیں سے پکڑ کر حرکت دے اور عضو مخصوص کو ڈھیلے تک لے جائے نہ کہ ڈھیلے کو عضو تک۔ اور بعض علماء نے کہا ہے۔ دائیں ہاتھ سے وضو پاخانے سے ہے۔ بول سے نہیں مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اور بعض شارحین نے استنجا کے طریقہ کے بیان میں اور بہت سے تکلفات کیے ہیں۔ معلوم ہوتا چاہیے کہ بائیں ہاتھ میں ڈھیلہ پکڑنا اور بائیں سے ہی استنجا بھی ممکن ہے۔ ان تکلفات کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس مقام سے متعلق پوری گفتگو شرح میں کر دی گئی ہے۔

استنجا کُجْرُخ فَن و سکون جیم سے مشتق ہے۔ یعنی وہ چیز جو پیٹ سے نکلے۔ اس پر سبب طلب کے لیے ہے یعنی ازالہ نجاست کے لیے اس کا اخراج چاہنا اور بخود رخت کاٹنے اور بیکری کا چروہ اٹارنے کے معنی میں بھی آیا ہے۔ چونکہ استنجا نجاست کو ختم کرتا اور اسے لے جاتا ہے اس لیے اس عمل کو استنجا کہا گیا۔ اُذْ اُنْ کَسْتَجِی یا قُلْ مِثْلُ ثَلَاثَةِ اَحْجَابٍ اور میں تین عدد سے کم پتھر وغیرہ سے استنجا کرنے سے بھی منع فرمایا۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے وہ فرماتے ہیں استنجا کے لیے تین پتھروں کا ہونا ضروری ہے۔ امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور احناف کے نزدیک لطافت و پاکیزگی شرط ہے اگر یہ مقصد تین سے کم سے بھی حاصل ہو جائے تو تین کا عدد پورا کرنا کوئی ضروری نہیں۔ اس حدیث کی بنا پر جو ہماری شریعت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھانے حاجت کے لیے تھیں لائے۔ اور مجھے فرمایا تین پتھر اٹھا کر لاؤ مجھے صرف دو پتھر لے۔ اور میں ساتھ کچھ گوبر بھی اٹھا لایا۔ آپ نے دو پتھر لیے اور گوبر واپس کر دیا۔ اس سے پتھر چلا کر دو پتھر بھی کفایت کئے ہیں۔ تین کا ہونا ضروری نہیں۔

امام شافعی اور امام احمد کی دلیل حضرت سلمان کی یہ حدیث اور حضرت عائشہ کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص تھانے حاجت کے لیے جائے تو چاہیے کہ تین عدد پتھروں سے استنجا کرے۔ مگر یہ دلیل اس وقت درست ہو سکتی ہے جب کہ منی حرمت کے لیے اور امر و نہی کے لیے ہو مگر یہیں ممکن ہے نہی کو بہت کے لیے اور امر استنجا کے لیے ہو۔ اس بارے میں مختلف احوال و شہ کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لیے یہی توجہ دینی کرنی چاہیے۔ اُذْ اُنْ کَسْتَجِی یا قُلْ مِثْلُ ثَلَاثَةِ اَحْجَابٍ۔ اور ہمیں گوہر اور آدمی کے پاخانہ یا بڑی کے ساتھ استنجا کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اس کی علت بعض تو یہ بیان کرتے ہیں کہ گوہر اور آدمی کا پاخانہ

نہیں ہیں اور ہڈی ایسی لٹام اور صاف چیز ہے کہ نجاست کو دور نہیں کر سکتی بلکہ صبح بات ہے کہ نہی کی علت یہ ہے کہ یہ چیز جنات کی خوراک ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث سے جو آگے آکر ہی ہے، معلوم ہو گا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۳۰۱ وَحَنَّ النَّبِيُّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبَاثَاتِ وَالْخَبَائِثِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو پڑھتے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبَاثَاتِ وَالْخَبَائِثِ -

(بخاری و مسلم)

وَحَنَّ النَّبِيُّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبَاثَاتِ وَالْخَبَائِثِ (اسے میرے اللہ میں تر ہے پاس پناہ لیتا ہوں خبیث سے اور خبیثات سے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ خبیث بمعنی خ و با خبیث کی جمع بلفظ مذکر اور خبیثات جمع بلفظ مؤنث۔ اور یہاں مذکور خبیث سے شیاطین کے ذکر و انات مراد ہیں کہ ان سے انسان پناہ لیتا ہے۔ اور خبیث بمعنی فادسوں یا بھی ایک روایت ہے بمعنی پلیدی۔ اور ہر کتا ہے خبیث بمعنی با کا مخفف ہو۔ اور اس وزن میں ضم اور سکون دونوں آتے ہیں۔ جس طرح لفظ کتب، رسل اور سبل ہیں۔ اور اس سے پناہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ بیت الخلا اور گدی جگہیں شیاطین کے اجتماع کی جگہیں ہیں۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں مرثیاء بات مذکور ہوئی ہے۔ غایت نافی الیاب یہ ہے کہ جس طرح علما و علما جگہوں میں ذکر خلا سے منع کرتے ہیں۔ وہ اس میں یہ تفصیل کرتے ہیں کہ وہ جگہیں جو بول و زبان کے لیے متعین ہیں۔ جیسے بیت الخلا تو یہ دعا ان میں داخل ہونے سے پہلے پڑھے۔ اور اگر محو راہ کھلی جگہ میں ہو تو پھر پڑھا اٹھانے سے پیشتر پڑھ لے۔ علما نے یہ بھی کہا کہ اگر کوئی شخص ابتداء میں یہ دعا پڑھنا بھول جائے تو وہ اپنی قضا کے حاجت دل میں پڑھے۔ زبان سے نہ پڑھے۔ اور جو حضرات منع نہیں کرتے بلکہ ذکر خدا کو ہر جگہ جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابیہام کہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تو اس صورت میں مذکورہ تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں۔

۳۰۲ وَحَنَّ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ ائْتِمَا الْيَتِيمَانِ وَمَا يُعَذِّبَانِ فِي كَيْفٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتُرُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ فرمایا اے دو یتیموں کے قبروں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور کسی شکل اور عبادی کام (کلمہ)

اور عیب چینی نہایت ہی قبیح اور شنیع عادت ہے اور بعض کے نزدیک کیسہ و گناہوں میں سے ہے۔ اور قرآن حکیم میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا اَلْهَمَّا ذٰلِکَ شَیْءٌ یُّبْغِیْجُ۔ عیب چینی کرنے والا چغلیغی کا اثر کیا کرنے والا۔ حدیث میں وارد ہے اللہ تعالیٰ دو دفعے انسان پر اپنی نظر رحمت نہیں ڈالتا۔ اور بخاری اور مسلم شریف میں ایک جگہ آیا ہے کہ عیب چینی انسان بہشت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعبہ اجار سے دریافت کیا کہ تو نے توہرات میں سید سے بڑا گناہ کونسا دیکھا ہے۔ عرض کیا لوگوں کی عیب چینی کرنا فرمایا کیا یہ قتل سے بھی بدتر ہے۔ عرض کیا دوسرے کا عیب بیان کرنے سے قتل تک توبت بھی پہنچتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی برائیاں رونما ہوتی ہیں۔ ثُمَّ اَخَذَ جَدِیُّیْ ذَا رُطْبَہٖ پھر آپ نے درخت کھجور کی ایک تر شاخ ہاتھ میں لی۔ فَشَقَّهَا بِصُغْرَیْکَیْ اور اس کے دو ٹکڑے کیے۔ ثُمَّ عَزَّزَ عَلٰی فِیْ تَقْوٰی ذَا حِدَہٖ۔ اور پھر ہر ایک قبر میں ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ قَالُوْا صَاحِبُ کَرَامَہٗ عَرْضَیْ یَا رَسُوْلَ اللہِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا یا رَسُوْلَ اللہِ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ یعنی ہر قبر میں شاخ کا ایک ٹکڑا گاڑنا کس لیے ہے۔ فَقَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفَّفَ عَنْہُمَا مَا کُنَّا یُیَبِّسُا۔ فرمایا میں نے یہ کام اس امید پر کیا ہے کہ جب تک یہ ٹکڑے تر رہیں اُس وقت تک عذاب جہنم پر ہلکا کر دیا جائے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی متفق علیہ ہے۔

اس حدیث کی توجہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ ان ٹکڑوں کے تر رہنے کی مدت کے ساتھ تخفیف عذاب کی امید کیوں ثابت ہو سکتی۔ بعض لوگ اس کی یوں وضاحت کرتے ہیں کہ اس امید کا جو یہ ہے کہ نباتات جب تک تر رہتے ہیں حق تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔ اور آیا یہ کہ میرقان میں شجرہ کُتَیْبَہٗ پُحَہٗ دہ۔ میں الفاظ سے زندہ شے مراد ہے اور لکڑی خشک ہونے تک زندہ رہتی ہے۔ اور پھر اس وقت تک زندہ رہتا ہے جب تک کہ ٹوٹ نہ جائے۔ یا خاص قبیح تو زندہ اشیاء کے ساتھ حضورؐ میں ہے۔ اور عام قبیح یعنی صانع کے وعدہ، اس کی وحدت و توحید کی صفات کمال پر دلالت کرنا ہے اور یہ جماعت اس حدیث کی تفسیر سے سب سے زیادہ درست اور دلچسپ ہے۔ اور امام خطابی نے جو اہل علم کے آئینہ میں سے اور شارحین حدیث کے پیشواؤں میں سے ہیں، اس قول کو رد کیا ہے۔ اور اس حدیث کی تفسیر سے قبور پر پھول وغیرہ تر اشیاء ڈالنے کی دلیل کا انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس بات کا قبور پر پھول ڈالنے کی کوئی اصل اور سند نہیں ہے۔ اور صدر اول میں یعنی دور صحابہ میں ایسی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ بعض علماء نے کہہ دیا ہے کہ اس مدت اور وقت معین کی بنا اس امر پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو افراد کے عذاب ہلکا ہونے کے لیے شفاعت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس شاخ کے خشک ہونے تک حضور کی شفاعت قبول کر لی۔

کن اول اس طرح اشارہ کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ ایک کثری کے اندر غلاب دفن کرنے کی غاصت جنس پرستی۔ اور غلاب میں یہ تخفیف ہر انیس نصیب ہوئی۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے ہوئی۔ بیت

اگر تو دست بسائی بگو میرے دلاں

رداں مرده در آید بعیش در بدنش

”اے محبوب اگر تو مرده دلوں کی قبر کو ہاتھ لگا دے۔ تو ان کے مرده جسموں میں دوبارہ زندگی

لے لوٹ آئے گی۔“

بعض علماء فرماتے ہیں قبر پر تر شاخ گاڑنے میں کیا سزا اور رازِ محرم تھا اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی

بتر جانتی ہے۔

اور کتاب جامع الاصول میں حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت درج ہے کہ انہوں نے

اپنی قبر پر دو شاخیں گاڑنے کی وصیت کی تھی کہ شاید اس میں کوئی راز ہو اور یہ حیلہ ہی ذریعہ نجات بن جائے۔ ع

دلِ عاشق حیلہ گر باشد

ما شقوں کا دل حیلہ گر ہوتا ہے

صوتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت لکے دے دو کاموں سے بچو

لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ۔ لعنت دے دو کام

کسے ہیں۔ فرمایا ایک تو وہ جو لوگوں کے ہلے میں ہل جائے کہے

دوسرا وہ جہان کے سایہ میں ایسا کہے۔ (مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْأَعْيُنَ

قَالُوا وَمَا الْأَعْيُنُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الَّذِينَ

يَتَعَلَّقُونَ فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ - وَوَأَكْ

مُسْلِمٌ -

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْأَعْيُنَ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزوں سے بچو جو لعنت اور نفرت کا سبب

بنیں ہیں۔ کانوا دما الاعیون یا رسول اللہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ چیزیں کیا ہیں؟ قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الذی یتعلق فی طریق الناس اوفی ظلہم۔ وہ شخص جو لوگوں کے راستے میں یا ان کے سایہ

میں تعلق کا باعث کرتا ہے۔ یعنی اس بدعت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ جھپٹتے اور مجلس لگاتے ہوں۔ اور اس کے

نیچے سوتے ہوں۔ جیسا کہ لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ ہر قسم کے سلیپے میں تقاضے حاجت کی مانگتا نہیں ہے کیونکہ کمرے بات پائے ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ تقاضے حاجت کے لیے بیٹھے۔ غلط فہم کی وضاحت بھی اس حق کے مناسب ہے۔ علمائے یہاں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ راستے سے بھی چالو اور جاری راستہ مراد ہے۔ جس راستے کو چھوڑ دیا گیا ہو اور نشانہ زناوری کوئی اس پر سے گزرتا ہو تو ایسے راستے میں تقاضے حاجت میں عروج و مانعیت نہیں۔ علمائے یہ بھی کہا ہے کہ راستے سے مسلمانوں کا راستہ مراد ہے نہ کہ کفار کا۔ جیسا کہ جمیع الہام میں ہے۔ اے مسلم نے روایت کیا۔

۳۱۲ وعن ابي ثعلبة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اشرب احدكم فلا يثقلن في الاثاء وماذا اقول الا خلا فلا يمس ذكره يمينيه - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْرَبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَمَسَّكُ فِي أَلَا نَابٍ - حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ بلکہ سانس کسے لیے منہ برتن سے الگ کرے۔ تاکہ منہ یا ناک سے کوئی غلاف طبیعت چیز پانی میں نہ گرے پھر سانس دہ جو مدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے وقت یمن ہاں سانس لیتے تھے تو اس کا مطلب

یہ ہے کہ آپ کو زکوٰۃ نہ مبارک سے الگ کر کے سانس لیتے تھے۔ اور پانی پیتے وقت تین سانس لیتے تھے۔ اس کی مکمل بحث باب الاشرار میں آئے گی کہ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءُ نَكَاحًا يَتَمَسَّكُ بِمَعْيِنَتِهِمْ۔ اور جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے آئے تو دائیں ہاتھ سے اپنا کمرہ تھام کر چپڑے۔ کس اس موقع پر ہاتھ اور وہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور دائیں ہاتھ لوہگی کے لیے نہیں بلکہ پاک اور طیب کاموں کے لیے بنا ہے۔ وَلَا يَتَقَسَّمُ بِمَعْيِنَتِهِمْ اور دائیں ہاتھ سے استنجا بھی نہ کرے۔ بول سے استنجا کرنے کا طریقہ تو بیان ہو چکا کہ میں میں نہ تو دائیں ہاتھ اور تھام کر تھام کر نکالنا پڑتا ہے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا پڑتا ہے۔ اور بڑے پیشاب کے استنجا کا معاملہ تو بلا اشکال زیادہ ظاہر ہے کہ دائیں ہاتھ کے ساتھ بالکل نہ چاہیے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۲۱۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْجِ مِنْ اسْتِجْمَرٍ فَلْيَقْرَأْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے اسے چاہیے کہ تک مان کر اور استنجا کرے اسے چاہیے کہ غلط حد میں نہ پڑے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْجِ مِنْ اسْتِجْمَرٍ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے اسے چاہیے کہ تک مان کرے۔ استنثار بنائے ثلاثہ یعنی تاک صاف کرنا اگر شہد بیان سے معلوم ہو چکا ہے استنثار کا معنی تاک صاف کرنے کے معنی کو شامل ہے۔ وَمِنْ اسْتِجْمَرٍ فَلْيَقْرَأْ اور میں نے استنجا کیا پھر یا ڈھیلے کے ساتھ تو چاہیے کہ تین سے کم نہ ہوں۔ اس حد کے بارے میں اگر شہد صفات میں تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو چکی ہے۔ استنثار یعنی ہمارے پھر استعمال کرنا۔ یعنی اس کے ساتھ استنجا کرنا۔ اور خوشبودار سوگننے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس صورت میں استنثار حرم یعنی انگارہ سے مشتق ہو گا۔ بعض علما نے اس حدیث کو اسی دوسرے معنی پر محمول کیا ہے۔ اس دوسرے معنی سے متعلق پوری گفتگو کتاب اللباس کے باب الترمل کی فصل اول میں آئے گی۔ یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے۔

۲۱۳ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ إِلَى الْخَلَاءِ فَتَحِلُّ أَنَا وَغُلَامًا دَاوُدَ مِنْ مَاءِهِ وَغُلَامًا مَسْنُونًا بِالْمَاءِ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوتے تو میں اور ایک بچہ ہادی کہرتی اور ایک چھری اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ إِلَى الْخَلَاءِ فَتَحِلُّ أَنَا وَغُلَامًا دَاوُدَ

مِنْ شَاوٍ وَكَهْنَةٍ ۖ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا میں تشریف لے جاتے تھے اور میں نے اور ایک بچے نے پاؤں کا برتن اور آپ کی چھڑی مبارک اٹھائی ہوئی تھی۔ شارعیوں نے کہا ہے کہ بچے سے حضرت ابن مسعودؓ اور میں کیا کیا کرتے تھے اور آپ کی مسواک اور نعلین تشریف ان کے پاس رہتی تھیں۔ اور وہ غلام کے لقب سے لقب تھے۔ راوی وہ بکسر پڑھو چھڑے کے پھوٹے برتن کو کہتے ہیں جس سے وضو اور طہارت کی جاتی ہے۔ غُفْرَةٌ یعنی محلہ دونوں درختوں پر تھی وہ چھڑی جس کے آگے نیزے کی مانند نعلین تھے نیزہ کی مانند تھیں یا اس سے قدرے چھڑا لگا ہوا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تشریف تھی کہ آپ کے غلام آپ کے ساتھ آپ کی چھڑی مبارک اٹھا کر چلتے تھے تاکہ بول پشاب کے لیے سخت زمین کو نرم کر سکیں۔ یا استنجاء کے لیے ڈھیلہ وغیرہ زمین سے الگ کر سکیں۔ یا اس لیے بھی چھڑی اٹھا کر ساتھ چلتے تھے تاکہ نمازیں اس کا شترہ بنایا جائے اور اسی قسم کی دوسری اغراض کے لیے۔ یٰٰنَبِيَّیْ وَآلِہٖٓ وَسَلَّمَ اور ڈھیلہ پھر وضو کے استعمال کے بعد پاؤں سے استنجاء کرتے تھے تاکہ امت کو اس کی تعلیم دیں کہ ڈھیلے وضو کے ساتھ استنجاء کے بعد پاؤں سے وضو بھی افضل اور پسندیدہ عمل ہے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

دوسری فصل

۱۵ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ نَعَاءَ ابْنِ خَدَّادٍ وَالنَّسَائِيُّ وَالْتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَقَالَ ابْنُ خَدَّادٍ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ فِي رِوَايَتِهِ وَفَعَمَ بَدَلٍ نَزَعَ ۖ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب محلہ میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی مبارک اتار لیتے تھے۔ کس پر لفظ نسائی اور ترمذی نے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ابوداؤد نے کہا یہ حدیث محکم ہے اور ان کی روایت میں نزاع کے بجائے وضع کا لفظ آیا ہے۔

(ابوداؤد نسائی ترمذی)

حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ ۖ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو انگوٹھی مبارک اتار لیتے تھے۔ کس پر لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش کندہ تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ بیت الخلا میں داخل ہونے والے کو چاہیے کہ جس چیز پر خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن مجید سے اپنے ساتھ لے کر نہ جائے۔ بعض شریحوں میں مذکور ہے کہ یہ حکم تمام اہل بیت عظیم السلام کے اسامی مبارک کے لیے بھی ہے۔ جس طرح خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے جن واسطوں کا حکم ہے۔

والشاعر۔ اسے ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابو داؤد نے کہا یہ حدیث مشکوٰۃ ہے۔ اور نسائی نے دونوں سے سکوت کیا ہے۔ اور ابو داؤد کی روایت میں ترمذی کی جہاں لفظ قطع آیا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت انگوٹھی مبارک رکھ دیتے تھے اور رکھنا اتارنے کو لانا نہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ اتار کر رکھ لیتے تھے۔

۳۹. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْبِرَاءَةَ انْطَلَقَ حَتَّى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ - حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمت کا ارادہ کرتے تو اتنی دیر پہلے جاتے تھے کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکتا۔ (ابو داؤد)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْبِرَاءَةَ انْطَلَقَ حَتَّى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ - حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عجمت سے جاتے تھے تو اتنا دور جاتے کہ کوئی آپ کو دیکھ نہ سکتا۔ اور لوگوں کی نگاہوں سے قائب ہو جاتے۔ اور اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ اتنا دور چلے جاتے کہ قطعاً عجمت کے لیے بیٹھ جانے کے وقت کوئی آپ کو دیکھ نہ سکتا تاہم یہاں کہ نفی میں۔ اول معنی زیادہ ظاہر و ستر ہے۔

بِرَاءَةُ بَعْدَ مَا وَصَلَ فِيهِ اس لفظ کا معنی ہے فضاء واسع۔ اس سے قطعاً عجمت انسانی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ صریح نام کے ساتھ اس خاص بیعت کا ذکر مکروہ و ناپسند سمجھا جاتا ہے۔ تاکہ جس طرح آنکھ سے اس خاص بیعت کو دیکھ نہیں رہے گا ان سے بھی اسے نہ سنیں۔ کیا کہ یہ انداز شرع، عرف و عادت میں اہل مروت و احتیاط و ادب کی عادت مستقر ہے۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۴۰. وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ فَأَنَى أَصْلَ رَجُلٍ فَقَالَ لَمْ يَقُلْ إِذَا أَرَادَ أَحَدٌ كُفَّانَ يَبُولُ فَلَيْدَ مَسْرُوعٍ - حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے بول کا ارادہ فرمایا تو ایک درویش نے بیل پر نرم جگہ میں تشریف لائے اور بول فرمایا پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی بول کا ارادہ کرے تو چاہے کہ اس کے لیے (مسب) جگہ تلاش کرے۔ (ابو داؤد)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ فَأَنَى أَصْلَ رَجُلٍ فَقَالَ لَمْ يَقُلْ إِذَا أَرَادَ أَحَدٌ كُفَّانَ يَبُولُ فَلَيْدَ مَسْرُوعٍ - میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے بول کا ارادہ فرمایا تو ایک درویش نے بیل پر نرم جگہ میں تشریف لائے اور بول فرمایا پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی بول کا ارادہ کرے تو چاہے کہ اس کے لیے (مسب) جگہ تلاش کرے۔ (ابو داؤد)

املاہ کیا۔ فَاَتَى دِمَشْقًا فَاَصْلَحَ جَدَّاهُ۔ تو آپ ایک نرم اندر ہوا اندر میں پر پہنچے جو ایک دیوار کی بنیاد میں موجود تھی۔
ثَبَّانَ تَوَاطَى بُولَیْہِ۔ تَمَّ قَالَ یَحْزَنُ لَیْلًا اِذَا اَرَادَ اَحْکَمُکُمْ اَنْ یَّبْیُوْلَ۔ جب تم میں کوئی بول کرنے کا ارادہ
کرے فَلَیْزُکُمْ بِبُیُوْلِہِمْ تَوَاطَیْہِہِ کہ اپنے بول کے لیے تلاش کرے یعنی مناسب جگہ۔ یعنی ہوا روز نرم زمین تاکہ پیشاب
بہر کر نیچے نہ آئے اور نہ ہی جھینسے پڑ بول پر پڑیں۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۳۸۔ وَعَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی
اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ رَا اَآرَادَ الْحَاجَّةَ لَمْ یَرِدْہُ
تَوْبَہُ حَتّٰی یَذُوْا مِنْ الْاَرْضِ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ
صورت اس میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم جب غسلے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین سے توبہ ہونے
سے پہلے اپنا کپڑا اوپر نہ اٹھاتے۔
وَابْنُ دَاوُدَ وَالذَّہَرِیُّ۔
(ترمذی ابو داؤد، دارمی)

عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَّةَ حَضَرَتْہِ اَسْرَی اللہ عَنْہُ سے
روایت ہے وہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غسلے حاجت رسائی کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو کر
توبہ اپنا کپڑا اوپر نہ اٹھاتے حَتّٰی یَذُوْا مِنْ الْاَرْضِ جب تک کہ زمین کے بالکل قریب نہ ہوجاتے اسے قرطبی
ابو داؤد دارمی نے روایت کیا۔

۳۹۔ وَعَنْ اَبِیْہِ قَالَتْ قَالَتْ رَسُوْلُ
اللہُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَنَا اَنَا لَکُمْ وَشَلَّ
اَلْوَالِدِ لَوْلَاہُ اَعْلَمُکُمْ لَوَا اَتِیْتُمْہَا لَفَا طَقَلَا
تَسْتَقْبِلُوْا الْبَیْضَ وَلَا تَسْتَقْبِرُوْہَا وَامْرَ
یَسْلَا تَمَّ اَحْبَابُہُ وَنَهَى عَنْ الرُّوْثِ وَالتَّوْبِ
وَنَهَى اَنْ یَسْتَطِیْبَ الرَّجُلُ یَسِیْرَہُ۔ رَوَاہُ
ابْنُ مَآجَہَ وَالذَّہَرِیُّ۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوائے ایک عین میں یہ کہ اسے اس طرح
بولیں اس طرح ہوا کہ اسے یہ ہو کہ۔ میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں جب تم
نگہ تھائے حاجت کے لیے آؤ تو قبلی طرف نہ مڑ کر نہ پشت
کر نہ اوپریں نہ حکم دیا کہ زمین میں سے استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ اس میں اس سے بھی
لیا اور ہڈی سے استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ اس میں اس سے بھی
منع فرمایا کہ انسان دائیں ہاتھ سے استنجہ نہ کرے۔ (ابن ماجہ دارمی)

عَنْ اَبِیْہِ قَالَتْ قَالَتْ رَسُوْلُ
اللہُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَنَا اَنَا لَکُمْ وَشَلَّ
اَلْوَالِدِ لَوْلَاہُ اَعْلَمُکُمْ لَوَا اَتِیْتُمْہَا لَفَا طَقَلَا
تَسْتَقْبِلُوْا الْبَیْضَ وَلَا تَسْتَقْبِرُوْہَا وَامْرَ
یَسْلَا تَمَّ اَحْبَابُہُ وَنَهَى عَنْ الرُّوْثِ وَالتَّوْبِ
وَنَهَى اَنْ یَسْتَطِیْبَ الرَّجُلُ یَسِیْرَہُ۔ رَوَاہُ
ابْنُ مَآجَہَ وَالذَّہَرِیُّ۔
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سوائے اس کے عین کہ
نصیحت و خیر خواہی کے لحاظ سے میں تمہارے لیے اس طرح ہوں جیسے باپ اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔ اَحْکَمُکُمْ
اِذَا اَتِیْتُمْہَا لَفَا طَقَلَا۔ میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم لوگ پاخانے کے لیے آؤ اور بول کا بھی یہی حکم ہے۔

لَا تَسْتَحْبِلُوا الْقَبْلَةَ وَلَا تَسْتَعِدُّ بِرُؤْسِكُمْ۔ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پشت و اکثر پیشانیٰ شوق اٹھکھا اور آپ نے تین تہیروں سے استنہاد کرنے کا حکم دیا۔ وَ تَهْتِفُ بِحَيْثُ التَّوْحِيدِ قَالُوا مَوْقُوتٌ بِكِبَرِهِ وَ شَدِيدِ يَمِيمٍ۔ بوسیدہ ہڈیاں اور آپ نے گریہ اور بوسیدہ ہڈیوں کے ساتھ استنہاد کرنے سے منع فرمایا، بوسیدہ کا ذکر معرفت و عبادت کے طور پر کیا کہ محراب میں عمر یا بوسیدہ ہڈیاں ہر ہڈی ہر ہڈی میں اللہ عز و جل پر بوسیدہ سے بھی استنہاد کرنا منع ہے۔ بلکہ بطریقِ اذنی منع ہے۔ وَ كَيْفَ أَنْ يَسْتَحْبِبَ التَّوْحِيدُ بِحَيْثُ يَمِيمٍ۔ اور آپ نے اس سے بھی منع کیا کہ مرد و عاقلین ہاتھ سے استنہاد کرے اور عورت کے لیے بھی یہی حکم و مسئلہ ہے۔ استنہاد بمعنی استنہاد ہے۔ کما استنہاد بدن سے نہایت دور کر کے اسے پاک کرنے کا نام ہے۔ اور یہی معنی لفظ استنہاد پر ہے۔ اسے ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

۲۲۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى يَطْفُرُ بِهَا وَطَعَامُهُ وَكَانَتْ يَدُ الْيُسْوَى يَخْلَعُ بِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَدَى۔ رواه
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں ہاتھ و ضرور کھانے کے لیے اور دائیں ہاتھ استنجہ اور اس سے متعلق کاموں کے لیے تھا۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى يَطْفُرُ بِهَا وَطَعَامُهُ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں دست مبارک صفائی اور کھانے کے لیے تھا۔ وَكَانَتْ يَدُ الْيُسْوَى يَخْلَعُ بِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَدَى۔ اور آپ کا بائیں ہاتھ استنجہ اور اس سے متعلق امور کے لیے اور بدن سے طہید اور کمروا ت دور کرنے کے لیے ہوتا تھا۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۳۱۱ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِلَاكِيَةٍ أَوْ جَمَلَةٍ يَسْتَوِي بِهِنَّ نَأْيًا عَنْ جُحُشِ حَنْتِهِ۔ وَهَذَا أَحَدُ مَا وَجَّهًا لِدَوِّ النَّسَائِي وَاللَّاحِظِينَ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص فضلہ یا جات کے لیے جائے تو تین چھرا ساتھ لے کر جائے۔ کہ ان کے ساتھ استنہاد کرے کہ یہ تین چھرا اس کے لیے کافی ہوں گے۔ اسے احمد و ابو داؤد و نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔
وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ

مَعْلُومٌ بِذَلِكَ اِنْ جَاءَهَا اَنْتِمْ حَضَرْتُمْ اَلشَّرْعَ مِنْ اَلشَّرْعِ عَنْ رِوَايَتِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِي رَسُوْلٍ اَلشَّاهِدِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 فرمایا جب تم میں سے کوئی نقصان حاجت کے لیے جائے تو چاہیے کہ اپنے ساتھ تین پتھر ہیں لے جائے تِسْعَ عِشْرِينَ
 یہجن کہ ان کے ساتھ استنجاء کرے اور جائے مخصوص پاک کرے۔ کَاَيْهَا تَجْزِي عَنْهُ کہ تین پتھر پانی کی جگہ
 کفایت کر جاتے ہیں۔ یعنی جب اس نے جائے مخصوص کو تین پتھروں کے ساتھ پاک کیا بدن سے نہایت پوری الگ
 ہو گئی تو صرف اس سے اصل طہارت حاصل ہو گئی۔ اور نماز بھی جائز ہو جائے گی کہ پانی کے استعمال کی ضرورت نہ
 رہی۔ ہاں اس کے باوجود پانی سے بھی طہارت کر لینا مستحب ہے جیسا کہ تیسری فصل میں حدیث ابی ایوب میں آئے گا بعض
 علماء نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں پتھر ڈھیلے سے صفائی کے بعد پانی سے استنجاء کرنا سنت ہے جیسا کہ بیہقی نے
 امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم سے پہلے لوگ اونٹ کی میٹگیں
 کی طرح پاخانہ کرتے تھے۔ انہیں پانی کے استعمال کی ضرورت نہ تھی۔ اور تم لوگ دستوں کی شکل میں نقصان حاجت
 کرتے ہو۔ (اور اتنا کہ لیے پانی کا استعمال ضروری ہے)۔ اسے احمد ماجہ اور نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

۳۳ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
 اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَنْجُوا بِالْاَوْثَانِ
 نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گو براہ راست ہاتھوں
 وَلَا بِالْعُظَامِ فَإِنَّهَا لَا تُدَوِّخُوا بِكُمْ قَرْنَ الْيَحْتِ
 کے ساتھ استنجاء نہ کرو۔ کہ وہ تمہارے ہاتھ بھاریوں کی
 دَوَاةُ الْوَرْمِ مِثْلُ النَّسَائِ إِلَّا أَنَّهُ لَوْ دَوَّخُوا
 خوراک ہے۔ بعض حدیث میں یوں آگیا ہے کہ ہاتھ عود نبات کی خورد آگ ہے اور گوبران کے موشیوں کی گودھلی
 نَادُوا بِكُمْ قَرْنَ الْيَحْتِ۔
 نے زناد خواہم کہ ان کے الفاظ کو نہ کہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَنْجُوا بِالْاَوْثَانِ وَلَا بِالْعُظَامِ
 عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گو براہ راست ہاتھوں کے
 ساتھ استنجاء نہ کرو۔ کَاَيْهَا تَجْزِي عَنْهُ کہ تین پتھر پانی کی جگہ کفایت کر جاتے ہیں۔ یعنی جب اس نے جائے مخصوص کو تین پتھروں کے ساتھ پاک کیا بدن سے نہایت پوری الگ
 ہو گئی تو صرف اس سے اصل طہارت حاصل ہو گئی۔ اور نماز بھی جائز ہو جائے گی کہ پانی کے استعمال کی ضرورت نہ رہی۔ ہاں اس کے باوجود پانی سے بھی طہارت کر لینا مستحب ہے جیسا کہ تیسری فصل میں حدیث ابی ایوب میں آئے گا بعض
 علماء نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں پتھر ڈھیلے سے صفائی کے بعد پانی سے استنجاء کرنا سنت ہے جیسا کہ بیہقی نے
 امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم سے پہلے لوگ اونٹ کی میٹگیں
 کی طرح پاخانہ کرتے تھے۔ انہیں پانی کے استعمال کی ضرورت نہ تھی۔ اور تم لوگ دستوں کی شکل میں نقصان حاجت
 کرتے ہو۔ (اور اتنا کہ لیے پانی کا استعمال ضروری ہے)۔ اسے احمد ماجہ اور نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

طہر طہیسی نے حاکم سے دلائل نبوت میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جنات میں ہڈی پر سے گزرتے ہیں اس پر
 انہیں پہلے سے گوشت چڑھا دیتا ہے۔ اور ان کے موشی گرہ کے پاس سے نہیں گزرتے مگر اس میں اس چیز کے دانے
 موجود ہو جاتے ہیں جس چارے سے وہ گوبر بنا جاتا ہے۔ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر نسائی نے

زادوا نحو الحسن بن الحسن کے الفاظ ذکر کیجئے۔

۲۲۲ وَعَنْ دُرَيْقِ بْنِ كَثَابَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا دُرَيْقِمْ
لَكَ الْغَيَرَةُ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي فَأَغْبِرِ النَّاسَ
أَنْ مَنِ عَقَّدَ لِحَيْتِهِ أَوْ تَقَنَّكَ وَثَرًا أَوْ اسْتَنْجَى
بِرَجِيْعٍ ذَا بَقِيَّةٍ أَوْ عَظِمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا وَمَنْ
بِرَجِيْعٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت دریع بن کثابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ہے دریع شاید تو میرے
بعد نبی ہو گا یا نبی کے آثار لوگوں کو آگاہ کر دینا کہ جو شخص ڈاڑھی کو گرہ
لگائے گا یا اگر دن میں چوڑے کا دھاگہ لٹکائے گا۔ یا جائز کے گو بر یا
بڑی کے ساتھ استنجا کرے گا تو بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس
سے بیزار رہیں۔ احمد ابو داؤد نے روایت کیا۔

وَعَنْ دُرَيْقِ بْنِ كَثَابَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حُضْرَتُ دُرَيْقِمْ بَعْضُكُمْ يَكُونُ رَافِعٌ وَبَعْضُكُمْ يَكُونُ رَافِعٌ وَبَعْضُكُمْ يَكُونُ رَافِعٌ
كَرْنَا آبَ جَمَالِيْنَ مَعْرُوفِيْنَ فِيْ شَارِهُنَّ هِيَ - امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں طرابلس کا حاکم مقرر کیا تھا انہوں نے
۳۴ھ میں ملک افریقہ پر حاکم کے لیے فوج کشی کی۔ ملک شام میں ۳۵ھ میں وفات پائی یہ حضرت دریع
فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا دُرَیْقِمْ لَكَ الْغَيَرَةُ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي اے دریع میرے
بعد شاید تو زائد پر زندہ رہے گا۔ اور تجھے ایسے لوگوں کو دیکھنے کا اتفاق ہو گا جو دور جاہلیت کے رسوم و عادات کو
اختیار کر لیں گے۔ اور بہت سے منورین اعمال کو ترک کر دیں گے۔ فَالْخَبَرُ النَّاسُ أَنْ مَنِ عَقَّدَ لِحَيْتِهِ تَوَلَّوْا لَوْ كُنْ
بتا دینا کہ جو شخص اپنی ڈاڑھی کو گرہ لگائے گا۔ اکثر علماء اس پر یہی کہ عقد حیت سے تکلف اور کرشمہ سے ڈاڑھی کے بال
اور پیر چڑھا کر مراد میں تا کر وہ خوبصورت اور جمیل نظر آئے۔ اس سے مانعت کی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے ان لوگوں
کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ جو مسلمان نہیں ہیں بلکہ اہل کتاب و شر و جاہل لوگ ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ وہ جنگوں میں عجب و تکبر کی نیت سے ایسا کرتے تھے۔ اور اہل غم
میں۔ لہذا اس فعل سے درک دیا گیا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ عقد حیت سے چہرے کو چھپانا مراد ہے۔ تاکہ ڈاکڑ کی کر سکیں
اور لوگ انہیں پہچان نہ سکیں۔

أَفْتَقَنَّا وَثَرًا جَسْنُ نَغْرُلُ فِيْ جُورِ كُنْ دُرَيْ دَالِيْ - شارحین نے کہا کہ اہل جاہلیت گھوڑوں کی گزروں میں
یہ چیز لٹکاتے تھے۔ اور اعتقاد رکھتے تھے کہ اس کے طفیل وہ کسی نقصان پہنچے اور نظر بد لگنے سے محفوظ رہیں گے۔ تو
اسلام میں ایسا کرنے سے مانعت کر دی گئی اس پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ تدبیر سے تقدیر الہی میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔
بعض علماء نے اس سے مجھے میں گھنٹی یا کوڑی بان نہ منامراد لے کر نظر بد سے بچنے کے لیے۔ اَوْ اسْتَنْجَى بِرَجِيْعٍ

مَنْ نَعَلَ ثَعْلًا أَحْسَنَ - ۱۰

۱۰۔ بعض علماء استعمار سے خوشبو کا استعمال بھی مراد لیتے ہیں۔

۱۱۔ حدیث کے یہ الفاظ مذہب خفی کی تائید کرتے ہیں کہ قین ٹھیلے جتنا ضروری نہیں۔

۱۲۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلال کہنے سے جو نہرے و اتاروں کے درمیان سے نکلیں گے وہ اکثر و بیشتر خون سے مخلوط ہوتے ہیں۔ بخلاف ان ذرات کے جو زبان سے نکلا کہ باہر نکلتے ہیں۔ پہلی صورت میں بھی بالیقین پتہ چل جائے گا کہ خون نہیں ہیں تو ان کے کھالینے میں حرج نہیں۔ اسی طرح دوسری صورت میں اگر خون آلودہ ہوں تو ان کا کھانا حرام ہے۔ اور اس حدیث میں جو فرمایا *مَنْ نَعَلَ ثَعْلًا* تو یہ یقین نہ ہونے کی صورت پر محمول ہے۔ بعض علماء دونوں صورتوں کی وجہ نفرت و کراہت کو قرار دیتے ہیں۔ پہلی صورت میں کراہت گلے سے نیچے اتارنے میں ہے۔ اور دوسری صورت میں حقوک دینے میں کراہت ہے۔ تاہم ہند سے کراہت ہے کہ اگر حدیث میں بیان شدہ صورت پر عمل کرے گا تو اچھا ہے اور اگر عمل نہ کرے تو بھی حرج اور گناہ نہیں۔

۱۳۔ تاکہ اس پردہ میں چھپ جائے اور شرگاہ نکل نہ پڑے۔

۱۴۔ ریت کے ڈھیر کی جانب پشت اس لیے کرے کہ اگلے حصے کو تو کپڑے کے واسے سے بھی چھپا سکتا ہے۔

اور اس آسان بات ہے۔

۱۵۔ شیطان کے کھیلنے سے یہ مراد ہے کہ وہ آگے سے پردہ اٹھا دینے اور شرگاہ کو ننگا کرنے کی کوشش کرتا اور بدن اور کپڑوں پر پیشاب کے چھینٹے ڈالنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ اور ایسا بھی جو تلبے کہ جب انسان قضاے حاجت کے وقت ننگا ہو کر بیٹھا ہے تو شیطان لوگوں کو اس کی شرگاہ کی جانب دیکھنے کا دوسرا ذائقہ ہے۔ اس لیے پردہ نکالنا چاہیے تاکہ انہیں کسے دوسرے کا راستہ ہند نہ ملے۔ مگر ریت کا ٹیلا بنا کر پردہ کرنا اور سب مخلوق و مبالغہ واجب و ضروری نہیں۔ بلکہ جو کرے گا تو اچھا ہے۔ نہ کرے گا گناہ بھی نہیں۔

۳۲۵۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُثَنَّى قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْرُؤُنَ أَحَدًا

فِي مُسْتَعْوَبِهِ ثُمَّ يَعْتَمِلُ فِيهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِ

فَإِنَّ حَاقِمَهُ أَوْ سَوَّاسٍ مِنْهُ نَدَاةٌ أَوْ دَاوِدَ

الْقُرَيْشِيِّ وَالنَّسَائِيُّ لَا أَنْعَمَ لَوْ يَدْرَأُ ثُمَّ

حضرت عبداللہ بن مثنیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے

کوئی شخص غسل کرنے میں پیشاب نہ کرے اور پھر وہیں

سنانا یا دھونکر یا شروع کر دے۔ کہ زیادہ حرم سے

اس سے پیدا ہوتے ہیں۔

يَغْتَسِلُ فِيهِمْ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِمْ -

۱۵ استحمام کا معنی اصل میں گرم پانی سے غسل کرنے کا آتا ہے۔ پھر مطلق پانی سے غسل کرنے پر بھی استعمال کر دیا جاتا ہے۔ اگرچہ پانی ٹھنڈا ہو۔

۱۶ مَغْسِلٌ بَعْضُ مِمَّا يَنْفَعُ عَيْنَ وَنَفْسَ تَائِبٍ شَدِيدٌ - شجرہ بیعت الرضوان کے صحابہ میں سے ہیں۔ پہلے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی پھر بصرہ چلے گئے۔ وہاں مکان بنایا اور وہیں وفات پائی۔ ان سے امام حسن بصری وغیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے احادیث روایت کی ہیں ۱۷ مِمَّا يَنْفَعُ عَيْنَ وَنَفْسَ تَائِبٍ -

۱۸ یعنی عقل مند انسان سے یہ بعید ہے کہ پہلے غسل کی جگہ پیشاب کرے اور پھر وہیں بیٹھ کر نہا تا یا وضو کرنا شروع کر دے۔ الغرض یہ حرکت نہ کرنی چاہیے۔

۱۹ کیونکہ پیشاب کی وجہ سے جب وہ جگہ ناپاک ہو گئی تو وہاں سے چھینٹے اثر اڑ کر اس کے جسم پر پڑیں گے۔ اور یہ عمل اسے دوسرے میں مبتلا کر دے گا۔ پھر رفتہ رفتہ دوسرے کی بیماری اس میں جو پکڑ جائے گی۔ اگر یہ عافیت اس جگہ ہے جہاں پانی کے نکلنے کا راستہ نہ ہو اور جگہ بھی سخت ہو۔ اور ایسی جگہ ہو جہاں سے پانی فوراً بہ جاتا ہو یا ریگستان ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔ مگر بہر صورت نہی تحریمی نہیں بلکہ تنزیہیہ ہے۔ اسے ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ مگر ترمذی اور نسائی نے شَرَّ يَغْتَسِلُ فِيهِمْ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِمْ کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔ سکران کی روایت کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہول پیشاب کرنے کے بعد اس جگہ غسل یا وضو کرنا و ما دس پیدا ہونے کا باعث ہے۔ تاہم انہوں نے مراحضہ اس کا ذکر نہیں کیا۔

۲۰ وَكَانَ حَبِيبُ اللَّهِ بْنِ سَرَّاجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَضَّأُ أَحَدُكُمْ فِي جُبْحٍ - اور حضرت عبداللہ بن سراج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص وضو نہ کرے۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ - اسے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

۲۱ شَرَّ خُزْمٍ مَمْنُونٍ کہ تقدیم اور محاسن کے ساتھ معنی کاٹنے والے جانوروں کا سوراخ اس میں پیشاب کرنے سے عافیت کی وجہ یہ ہے کہ ہر ممکن ہے کہ سوراخ میں سانپ یا بچھو ہو جو اسے کاٹے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سوراخ جنات کے مسکن ہوتے ہیں اور انڈیشہ ہوتا ہے کہ وہ اسے تکلیف دیں۔

حکایات میں آیا ہے حضرت سعد بن جہاد رضی اللہ عنہ نے جو اکابر انصاریں سے جوئے میں، ایک سوراخ میں

پشاپ کر دیا۔ جناح نے آپ کو قتل کر دیا۔ اور انہوں نے آوازیں دیں اور شعر پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ ہم نے سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہے اور ہم نے دوست پر ہیکے جوان کے دل سے آ کر پار ہو گئے۔

۳۲۶ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَلَائِكَةُ الْبَرَّانِي الْمَوَارِدَ وَقَابَعَهُ الْعَذْرَاءُ وَالْقَوْلِ رِوَاةُ أَبُو دَاوُدَ ابْنُ مَاجَهٗ۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ملائکہ کے پاس جو عورتیں ہیں ان کو ایک ایک کر کے پھینک دی جائیں گی یا غنائم کا مال و سرحد کے قریب اور میرے سایہ کے نیچے آئے گا۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اسے نواز دینے لوگوں کے بیٹھنے کی جگہیں اور ان کی مجالس یہودیوں سے ختموں اور دریاؤں اور نہروں کے گھاٹ مراد میں جہاں سے لوگ پانی پیتے ہیں۔

۵۲ قارعة الطريق یعنی راستہ اور لوگوں کی گنہ گاہ۔

۱۵ کیونکہ لوگ سایے میں سوتے اور آرام کرتے ہیں۔

۳۲۸ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْرُبُ الرَّجُلُ
 يَمْرُؤًا يَأْتِي الْغَائِطَ كَأَشْفَيْنَ عَنْ عَوْرَتَيْهَا يَتَنَفَّسُ
 فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ عَلَيْهِ ذَاكَ الْرُكْبَةَ - رَوَاهُ أَحْمَدُ
 الْإِسْلَامُ وَابْنُ مَاجَةَ -

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ افراد اس طرح غسلے حاجت کو نہ مانتے
 کہ ایک دو سو کے سامنے اپنی شرمگاہیں نکل کر کے کہیں بیٹھیں اور باتیں
 کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس فعل خبیث کو قبول فرمایا کرتا ہے کہ یہ فعل
 شرم و عورت کے خلاف ہے۔ اے احمد ابوداؤد اور اس باجمہ روایت کہ

۳۲۹ وَعَنْ نَعِيمِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْعُرُوشُ
مُحْتَضِرَةٌ فَإِذَا أَقْبَضَ أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ - رَوَاهُ الْإِسْنَدُ
دَاوُدَ وَابْنَ مَاجَةَ -

ملہ خوشنہ خشن بیغ یا بنیم ما کی جمع ہے۔ اس کا لغوی معنی باغ اور نعلت مان ہے۔ چونکہ گھروں میں بیت الخلا بننے سے پہلے لوگوں کی عادت باغ و نعلستان وغیرہ میں قضاء حاجت پھرنے کی تھی۔ تو اس مناسبت سے ہر بیت الخلا کے لیے یہ لفظ لولا جانے لگا۔

وَالنَّسَاءُ مَعْنَاً۔ اسے ابو داؤد واری اور نسائی نے روایت کیا۔

۱۷۔ تو رفع ہوا سکون وادنا ہے یا پتھر کے پھرنے برتن کو کہتے ہیں، جس میں پانی پیلا اور رکھا جاتا ہے۔ اور کبھی اس سے وضو بھی کر لیتے ہیں۔

۱۸۔ کہ وہ بقیہ یا کسریا منبر اور سکون کاٹ چوڑے کا برتن جس میں پانی رکھا جاتا اور وضو کیا جاتا ہے۔ شرح جامع الاصول میں مذکور ہے کہ رکوع چوڑے کے پھرنے ڈول کو کہتے ہیں جسے عوفیہ حضرات اپنے ساتھ رکھتے ہیں تو برائے رکوع میں لفظ اور اوی کے شک کی وجہ سے ہے۔ ماو سے مراد یہ ہے کہ آپ کبھی تو اور کبھی رکوع میں وضو کرتے تھے۔

۱۹۔ تاکہ دست ہانک اچھی طرح پاک و صاف ہو جائے۔

۲۰۔ علامہ کرام نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف کے اس جملے کا معنی یہ نہیں کہ استنہا سے پہلے ہونے پانی سے وضو کرنا درست نہیں۔ بلکہ معنی یہ ہے کہ جس برتن سے استنہا کیا تھا اس سے نہ نہ کیا جائے کیونکہ اتفاقاً اس برتن میں خرپا تھا یا وضو کی تندر سے کم ہو چکا تھا اس لیے دوسرے میں اور پانی لایا گیا۔ بعض حضرات نے اس حدیث سے یہ مطلب لیا ہے کہ استنہا کے لیے الگ اور وضو کے لیے الگ برتن استعمال کرنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور دارمی اور نسائی نے اس حدیث کا معنی دوسرے الفاظ میں روایت کیا۔

۲۱۔ وَعَنِ الْحَكِيمِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَغْتَسِلْ - نَعَا أَبُو دَاوُدَ اور شریکاء پر پانی چھڑکتے۔

اسے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

النَّسَاءُ

۲۲۔ آپ ثقفی بنی۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کا نام سفیان بن حکم ہے۔ ان کی حدیث وضو کے باب میں آئی ہے۔ اور آپ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع میں اختلاف ہے۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کہا میرے نزدیک ان کا سماع صحیح ہے۔ قاضی بن کمال ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب نہ ہوئی۔ اور ان کی حدیث مضطرب ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کہا کہ حکم بن سفیان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

۲۳۔ کہا گیا ہے کہ شریکاء سے مراد شریکاء کی جگہ کا کپڑا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ شریکاء پر پانی چھڑکتے سے استنہا کے طور پر شریکاء کا دھونا مراد ہے۔ یعنی جب آپ پیشاب کر لیتے تو استنہا کرتے پھر وضو کرتے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ چھڑکتے سے

دعوت کے بعد کہ جسے ہم چھوڑنا مراد ہے تاکہ دوسرا راہ نہ پائے کیونکہ جب کیڑے پر تری موجود ہے گی تو دوسرے میں جتنا نہ ہوگا۔ اور تری کو چھوڑ کے جوئے پانی کی تری تصور کر کے گایہ طریقہ دوسرے بند کرنے کا طریقہ ہے۔ باوجود طریقہ درحقیقت تعلیم است کے لیے ہے۔ در نہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہر قسم کے وساوس سے مصوم و پاک تھی۔ یہاں کہ علماء نے فرمایا ہے۔ بعض نے کہا کہ طریقہ نزول بول کے انزال کے لیے ہے کہ چشاب کے قطرے نہ گریں کیونکہ پانی بول کو روکتا ہے خصوصاً عشاء پانی۔ دوسری روایات میں صراحت آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دھڑک لیتے اور اس سے خارج ہوا تو تھوڑا سا پانی چھوڑتے تھے۔

۲۲۲- وَعَنْ أُمِّمَةَ يَذُنُّ رَقِيعَةً قَالَتْ
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَّمَ قَوْنَ
عِيْدَانِ نَحْتُ مَرِيْدِيَّةَ يَبُولُ فِيْهِ وَاللَّيْلِ دَوْدَهُ
أَبُو حَاكِدٍ وَالنَّسَائِيُّ۔
حضرت امیمنہ بنت رقیعہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گڑی کا ایک
پیرا تھا جو آپ کی پیاس پانی کے نیچے رکھا جاتا تھا آپ اس میں دلت
کو بول فرماتے تھے۔

سلسلہ امیہ بضم ہمزہ وفتح میم وکون یا۔
سلسلہ رقیعہ بضم لا وفتح قاف وکون یا۔ دونوں سلسلے میں اور دونوں اہل مدینہ میں شمار ہوتی ہیں حضرت رقیعہ
ام المؤمنین حضرت عدہ بضم ضی اللہ عنہا کی ہمیشہ رہیں۔ کاشع نے کہا حضرت عدہ رقیعہ باشمیہ ہیں۔
سلسلہ عیدان بکسر یں عود کی جمع یعنی کڑیہ جمع یا تو اجزاء کے اعتبار سے ہے یا اس بنا پر کہ وہ پالہ قلعہ لکڑیوں
سے بنا ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

قاتوس میں کیا یہ لفظ عیدان بفتح عین کجھور کے درخت کو کہتے ہیں۔ اس کا دوا عدہ عیدان ہے اور یہ پیرا کجھور کی کڑی
کا بنا ہوا تھا۔

سلسلہ شدید سردی یا کسی اور غلہ کی بنا پر۔ اور یہ وہ پیرا ہے جس کے پاس سے میں نہ گزیرے کہ ایک پیرا سے شخص نے پانی
خیال کرتے ہوئے اس میں آپ کا پیرا بول شریف پی لیا۔ جب تک وہ شخص زندہ رہا اس سے یا چند ہفت بعد تک اس
کی اولاد کے جسم سے نہایت اعلیٰ تر شیعوا آتی رہی۔

۲۲۵- وَعَنْ عُمَرَ قَالَ لَمَّا فِي النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبُو قَائِمًا فَقَالَ يَا عُمَرُ
لَا تَبْلُ قَائِمًا لَمَّا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدَ دَعَاءِ التَّوْحِيدِ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر چشاب کرتے دیکھا تو
فرمایا اے عمر کھڑے ہو کر چشاب نہ کرو۔ اس کے بعد میں نے کسی

وَابْنُ مَاجَةَ قَالَ الشَّيْخُ الْإِسْمَاعِيلُ مَخْنِي الشُّكْرَ رَحِمَهُ اللَّهُ قَدْ صَغَّرَ عَنْ حَدِيثِهِ قَالَ أَقْبَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاطِلَةٌ قَوْمٌ هَالِكٌ قَاتِلٌ مُتَّقٍ عَلَيْهِ قِيلَ كَانَ ذَلِكَ لِعُذْبِي

کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔ اے محمد بن ابی ہریرہ روایت کیا۔ شیخ الاسلام علی السنہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کہتے تھے کہ اگر تم نے پیشاب نہ کیا اور کھڑے ہو کر بول فرمایا۔ شفق علیہ کہا گیا ہے کہ کسی غلّاء کی وجہ سے تھا۔

اس ساری امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی ہے۔ کیونکہ اس میں شرکاء کے بہنہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ نیز کچھ بول اور جسم کے ناپاک ہونے کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ پھر یہ تہذیب کے بھی خلاف ہے۔

۵۷۵ اور یہ جو شریف مشکوٰۃ حضرت امام علی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ المتوفی ۳۳۵ھ نے فرمایا ہے کہ شیخ امام محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر بول کرنا کسی غلّاء کے باعث تھا۔ حد جاہلیت میں لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے عادی تھے۔ و عورت سیدہ رسل وغیرہ ام صلی اللہ علیہ وسلم کی بشت و شریف آوری سے اسلامی تعلیمات کی برکات اچھے اخلاق کی تکمیل اور عمدہ افعال سے آراستگی کی بدولت لوگوں سے یہ بڑی عادت لغت و روزہ چھوٹی چلی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ہو کر پیشاب کیا تو یہ جاہلیت کے کچھ کچھ نشانات کی وجہ سے تھا یا پھر آپ کو بھی اس وقت کوئی غلّاء لاحق تھا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو غلّاء لاحق تھا اس کی وضاحت میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض فرماتے ہیں آپ کو بشت کا کچھ بھری میں درد تھا کہ آپ کے لیے بیٹھنا دشوار تھا۔ بلکہ بیٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ بعض فرماتے ہیں کہ لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو درد بشت کا علاج تصور کرتے اور اس سے شفا حاصل کرتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور محدث حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے کھڑے ہو کر پیشاب کیا کہ آپ کے دونوں زانوؤں کے درمیان درد تھا۔ شیخ ابی حجر رحمۃ اللہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ عذر یہ تھا کہ وہاں میٹھے کی جگہ نہ تھی اس لیے مجبوراً کھڑے ہو کر بول فرمایا کیر کدو جگہ ایک جانب سے اونچی اور دوسری جانب سے چمچی تھی وہاں میٹھا ممکن نہ تھا۔ لایکہ اونچی جانب کو آپ اپنی پشت مبارک کے پیچھے کرتے اس صورت میں شرمگاہ کے کھلنے کا اندیشہ تھا کیونکہ لوگ وہاں سے گزرتے تھے اور اگر آپ اونچے تھے تو اپنے سامنے کرتے تو گرنے کا خطرہ تھا اور کوڑا کرکٹ ڈالنے کی وجہ سے غمنازم اور ملندہ ہوتی ہے۔ میٹھے کے لائق نہیں ہوتی۔ بعض علماء فرماتے ہیں آپ کا کھڑے ہو کر بول کرنا بیان جواز اور تعلیم امت اور آسانی پیدا کرنے کے لیے تھا۔ کیونکہ جب آپ نے پہلے نہی فرمائی اور بظاہر بھی تحریم کے لیے ہوتی ہے۔ تو آپ نے چاہا کہ اس امر کی وضاحت فرمادیں کہ یہاں نہی تشریحی ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کر لینے کی بھی اجازت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عذر کی وضاحت میں بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے جانے پا غاش کی بہتر طور پر نگہداشت ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اس وقت جانے پا غاش میں کوئی تکلیف تھی اور آپ کو اندیشہ تھا کہ اس طرف سے بھی کوئی چیز باہر نہ نکلے۔ مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ تاہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے عارضے کے وہم سے بے حد تھے۔ اور آپ کے متعلق اس قسم کی کوئی بات نہیں پڑیں لائی جاسکتی۔ واللہ اعلم۔

تیسری فصل

۳۲۶۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَنْ حَدَّثَنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبُولُ قَائِمًا فَلَا تُصْبِقُ قُوَّةَ مَا كَانَ يَبُولُ إِلَّا قَائِمًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے یہ بیان کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے اس کے بیان کو سنا ہے اور کیونکہ آپ کھڑے ہو کر کبھی پیشاب نہ کرتے تھے اسے احمد ترمذی اور ابی شیبہ نے روایت کیا۔

اس حدیث کی حضرت طاہرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ اس طرح تعلیق دی گئی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے علم کے مطابق یہ اطلاع دی ہے جو وہ گھر میں حضور کے عمل کو دیکھتی تھیں۔ گھر میں آپ نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہو۔ اور حضرت عائشہ نے گھر سے باہر کی خبر دی۔ اور یہ بھی اکتا دیکھا واقعہ کی خبر دی پھر وہ بھی عذر پر مبنی تھا جس کی وضاحت گذشتہ حدیث میں کی گئی ہے اور ناد

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَہُ فِی جَبْرِئِلَ
فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِذَا رَوَّضَاتٌ فَاَنْتَضَیْہُ رَوَّادُ
الرَّوَّعِیْنِیَّ وَقَالَ هَذَا اَحَدِیْکَ یَرْوِیْکَ وَسَمِعْتُ
مُحَمَّدًا یَعْنِی الْبُخَارِیَّ یَقُولُ الْحَسَنُ یُنْ
عَنِ الْهَاشِجِیِّ الرَّادِیِّ مِنْکُمْ اَلْحَدِیْثُ ۔

صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا میرے پاس جبریل آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جب آپ روضہ کیا کریں تو روضہ گاہ پر پانچ چکر لیا کریں اسے ترمذی
نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث عرب ہے اور میں نے محمد
یعنی محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا وہ کہتے تھے حسن بن علی
ہاشمی راوی منکر حدیث ہے۔

سے یعنی حسن بن علی بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب جو اس حدیث کا راوی ہے۔ منکر الحدیث ہے منکر کا معنی
مقدمہ میں گزر چکا ہے۔ اور احمد النسائی، ابو حاتم اور دارقطنی نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۳۲۹۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَالَ رَسُولُ
اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَہُ
یَكُوْزُ مِنْ مَّاءٍ فَقَالَ مَا هَذَا یَا عُمَرُ فَقَالَ مَاءُ
تَوَضَّأَہِ قَالَ مَا اُرِیْتُ کُلَّمَا بَلَغْتُ اَنْ اَتَوَضَّأَ
وَلَوْ فَعَلْتُ لَکَانَ سُنَّةً ۔ رَوَّادُ ابُو دَاوُدَ
ابْنُ مَاجَہَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانی کا گوندے کر
آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اے عمر یہ کیسے ہر من کیا!
بلکہ ہے میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے فرمایا کچھ نہ فرمایا کیا کریں
جب آپ پیشاب کرنا ساتھ میں دیکھا کہ کیا کرنا۔ اگر میں جیسے
ایسا کرتا تو یہ مثل سنت بن جاتا۔ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ

نے روایت کیا

سے یعنی وہ گاہ از روای سے عجیب و زرد کے طور پر مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا

سے یعنی اگر یہ کام بطور لزوم ہمیشہ کرتا تو یہ سنت مکروہ بن جاتا۔ میں سے لوگ تنگی میں پڑ جاتے۔ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار اس آسان اور تخفیف کے لیے اول اور افضل کو ترک کر دیتے تھے۔

۳۳۰۔ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوبَ وَجَابِرٍ قَالِیْنِ اَنَّ
هٰذَا لَا اِلٰہَ لَعَا نَزَلَتْ فِیْہِ یُجَالُ یُجْبَوْنَ اَنَّ
یَنْطَقِرُوْا وَاَنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُطْفِرِیْنَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ
اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَنْعَمَ عَلَیْکُمْ فِی الظُّلُوْمِ فَمَا ظَنُّوْکُمْ
قَالُوْا نَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوَةِ وَنَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابٰتِ وَ

حضرت ابی ایوب و جابر سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
میں نے تم پر اللہ کی طرف سے نعمتیں اتاری ہیں کہ تم کو ظلمتوں میں سے نکال دے اور تم کو اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انصاریوں اللہ تم کو پسند کرتا ہے۔ تم لوگوں میں سے کس قسم
کا شاک ہے کہ تم نے ہم پر اللہ کی طرف سے نعمتیں اتاری ہیں۔ اور پانی کے ساتھ غسل کرتے ہو

نَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ قَالَ ذَمُّوا ذَلِكَ فَعَلَيْكُمْ وَلَا دَرَاكَ
ابْنُ مَكْجَلَةٍ۔

مفسر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طہارت کا بنا پر اللہ تعالیٰ
نے تمہاری دعا درست کر لی ہے۔ لہذا تم لوگ اسے نہ چھوڑنا ہے
ابن ماکجلہ سے روایت کیا۔

اسے یعنی ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب آیہ مبارکہ یَسْتَنْجِي رِجَالٌ يُعْبِدُونَ اَنْ
يَسْطَرُّوْا وَاللّٰهُ يَجِبُ الْمَطْهَرِيْنَ۔ اس مسجد یعنی مسجد قبا میں ایسے مردان خدا ہیں جو طہارت پاکیزگی کا بڑا
اہتمام کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ طہارت کا خوب اہتمام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اس آیت سے انصار کا
ایک گروہ مراد ہے۔

اسے تمہاری طہارت و پاکیزگی کی کیا خصوصیت ہے اور تم میں کسی قسم کا اہتمام کرتے ہو۔
اسے میں طرح دوسرے سلطان مثل جنابت کرتے ہیں۔

اسے یعنی چہروں اور رُصیلوں کے ساتھ استنجا کرنے کے بعد اور یہ طہارت کا فاسل اہتمام ہے۔ اس قسم کی
خصوصی طہارت کا اہتمام انہیں گروہ انصار میں پایا جاتا تھا۔

۳۲۱۔ وَحَن سَلَمَانَ قَالَ قَالَ بَعْضُ
الشُّرَكَاةِ وَهِيَ تَسْفِرُنِي اِنِّي لَا اَرَى صَاحِبَكُمْ
يَعْلَمُكُمْ حَقَّ الْعَرَاةِ قُلْتُ اَجَلْ اَمْرًا اَنْ
لَا تَسْقِلَ الْقَبْلَةَ وَلَا تَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ اَنَا وَلَا
تَكْتَرِي بِدُونِ ثَلَاثِ اَحْبَابٍ لَيْسَ فِيْهَا رَحِيْمَةٌ
وَلَا اَعْظَمُ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ
محدث سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ایک شریک نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسفیر فرماتے ہوئے کہا میں تمہارے بار
اور ساتھی کو دیکھتا ہوں کہ وہ تمہیں ہر شے میں اور بغیر چیز سکھاتا ہے میں
تجھ کو پاخانہ پیٹنے کی ہمت نہ ملے گی۔ میں نے کہا ہاں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے میں کو حکم دیا ہے کہ ہم قبیلہ کی طرف نہ ذکر کریں اور دائیں ہاتھوں کے ساتھ
استنجا نہ کریں اور یہ کہ ہم تین سے کم رُصیلوں پر کفایت نہ کریں اور ان
میں گوبر اور ہڈی نہ ہو۔ اسے مسلم اور احمد سے روایت کیا یہ الفاظ اہم
احمد کی روایت کے ہیں۔ مسلم کے الفاظ اس سے مختلف ہیں۔

اسے حواء صبح پاخانہ پیٹنے کا طریقہ اس کی کیفیت اور اس کے کتاب۔ حواء بیکر خاندان محمد الف کی مذ کے ساتھ
یعنی قضا کے واجب کے لیے بیٹھا اور اس کی بیعت اللہ شکل۔ اکثر راوی نفع خاندان احمد کے ساتھ پڑھتے ہیں۔
اور فرزند بغم خاندان ہزہ الزمان کے پاخانہ وغیرہ کہتے ہیں۔

اسے میں نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پاخانہ کے طریقہ اور اس کے آداب بھی سکھاتے ہیں۔ اور

ہونے اور تسخیر کرنے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ قرآن کی امت پر کمال رحمت و شفقت ہے اور حق و ہدایت اور اوستیم
کامیاب ہے۔ اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے غلام کے آداب و استیجار کے احکام بیان فرماتے ہوئے کہا
أَمَرْنَا أَنْ لَا تُسْتَبِيلَ الْخِرَ۔

۳۴۲۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ
خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَفِي يَدَيْهِ الدَّرَاقَةُ فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَلَسَ فَبَالَ الْيَتَامَى
فَقَالَ بَعْضُهُمْ أَنْظِرُوا إِلَيَّ يَوْمَئِذٍ كَمَا تَبُولُ الْبَرَاءَةُ
فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْحَكَ
أَمَا عَلِمْتَ مَا أَصَابَ صَاحِبَ بَيْتٍ لَا يَأْتِيهِ
كَافُرٌ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوَلُ فَرَضُوا بِهَا الْمَتَابِعِينَ
فَمَعَهُمْ قَعْدَبٌ فِي قَبْرِهِ سِدَاكَ أَبُودَاؤِدُو
ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ عَنْهُ عَنْ أَبِي
مُوسَى۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں کیم جاتے پاس تفریق نہ ہے جب تک بچہ مدت مبارک میں حجرے کی شکل
تھی۔ آپ اسے نہیں پرہیز کر دیتے تھے اس کی طرف اشارہ کر کے بولے کہ
اس پر عین (دانتیں) نے جو دہاں موجود تھے کہا اس شخص کی طہارت دیکھو
کامیاب ہو گا کہ اسے جس طرح رحمت ہو کر ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کی بات سن لی۔ اور فرمایا اسے بے حیاء انسان تھوڑے اندر نکلتے
تھے معلوم نہیں کہ نبی اسرائیل کا ایک شخص کس سمیت (مطاب) میں گرفتار ہوا
نبی اسرائیل کا دو سرداران کی شریعت دین کے معافی تھا کہ جب ان کے
بدن کو کپڑے سے لپکا جا تا تو وہ اس جگہ کو تپیر کے ساتھ کاٹ دیتے
تھے۔ اس شخص نے ہی کو ایسا کرنے سے منع کیا۔ اسے خبر میں طلب دیا
گیا۔ اس حدیث کو ابو داؤد و ابن ماجہ و ترمذی و ابن حبان سے روایت کیا
اور سنن نے اسے عبدالرحمن زکریا نے ذکر کیا انہوں نے ابو داؤد شری سے روایت کیا

ابو یونس عبدالرحمن بن مسک نے انہوں کے ساتھ حضرت ان کی والدہ کا نام ہے۔ والدہ کا نام عبداللہ مطہر ہے۔
والدہ کی نسبت سے مشہور ہیں۔ یہی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث نہیں۔
ابو یونس اپنی فرم گاہ کے آگے اس طرح پردہ کر کے بول کر رہا ہے جس طرح عورت کرتی ہے۔
ابو یونس نے یہ لفظ کس کے ایسی ہلاکت میں چلنے (جس کے لائق نہ ہو) کے وقت اس کی حد تک ملامت کو دیکھا اس
پر رحمت و شفقت کے لیے بولا جاتا ہے۔ بخلاف لفظ دین کے کہ یہ اس ہلاکت کے لیے آتا ہے جس سے وہ لائق بھی

عہ۔ فرقہ مال و موقوفات تینوں پر بیعت کے ساتھ چلے کہ وہ وصال میں ہیں لکڑی اور دستہ شہر ہو۔
عہ اس سے اپنے اور لوگوں کے درمیان پردہ پٹالیا۔

۳۲۴۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخْرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْآذِيَ وَ
عَاقِبِي

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ
اَذْهَبَ عَنِّی الْآذِیَّ وَ عَاقِبِیْ اے اللہ! اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ سے
وہ اندھا آئندہ کرنے والی اور کڑھ دانا پسندیدہ چیز مجھ سے دور
کر دی۔ اور مجھے عاقبت بچا لیا۔

۱۔ یعنی فضلاتِ مذہبیہ جن کا معنی میں رہ جانا بیماری یا ہلاکت کا باعث بن جانا ہے۔
۲۔ اور مجھے فضلات کے پیٹ کے اندر ہی تنگ جہان سے بچایا یا فضلات کے خارج ہونے
وقت آنسٹریوں کے بھی ساتھ ہی باہر نکل آنے سے محفوظ رکھا اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۳۳۵۔ وَعَنْ أَنَسٍ مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ
وَقَدْ لُحِقَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَلَوُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ أَمْتٌ
أَنْ يَسْتَجِبُوا يَعْظُمُ أَوْ رُتِلَ أَوْ حُمِلَ
فَأَنَّ اللَّهَ جَعَلَ لَنَا فِيهِ رَسُولًا فَذَقْنَا مِنْهُ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ
(رَوَاهُ أَبُو حَازِمٍ)

حضرت انس مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر
جات کے پیچھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر
سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کو کبڑی یا بید یا کوسے کے ساتھ
استہانہ کرنے سے منع فرمائیے کیونکہ اللہ تعالیٰ جن چیزوں کی تائید فرماتا
ہے ہمارے لئے رکھتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی
اس سے منع فرمایا۔

۱۔ نعمتِ مائے ہملہ کے ختم اور دو مفتوحہ ہم کے ساتھ۔

۲۔ اور وہ اس طرح کہ بڑی قربت کی خدائے ہے اور یہ دو گویاں کے موشوں کی نادر کوٹھیں ہیں
یا قول کا احتمال ہے مگر مجھے اس احتمال کی تصریح کہیں نہیں ملی۔ واللہ اعلم۔ اسے ابو حازم نے روایت کیا۔

بَابُ السَّوَاكِ

سواک کا باب

نعت میں سواک منے کے معنی میں آتا ہے۔ سواک بکسر میں بمعنی کڑوا سی سے دانتوں کو ملنا۔ اور جس کڑوا سی سے دانتوں کو رشتے ہیں اس پر بھی اس کا اطلاق استعمال ہوتا ہے جس طرح فقط سواک کا استعمال ہوتا ہے۔

سواک بالاتفاق سنت ہے۔ خصوصاً وضو کے وقت اور امام شافعی کے نزدیک نماز کے وقت بھی پھر نمازِ غیر و غیر سے پہلے سواک کی زیادہ تاکید ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ چالیس حدیث سواک کی فضیلت میں آئی ہیں۔ بکثرت و منہ کے لیے سواک کے بے شمار فوائد سے ہیں۔ اور محافل میں لوگوں کے سامنے سواک کرنا اور گھے اور منہ سے پانی نکالنا مکروہ ہے۔ خصوصاً علما اور بڑے مرتبے کے لوگوں کے سامنے اور سواک ہر حال میں مستحب و مستحسن ہے اور وضو قرآن پاک کی تلاوت، دانتوں کے درد و پڑ جانے اور نیند یا بیداری یا خاموش رہنے یا بھوک یا کھانا کھانے سے بدبو پیدا ہونے کی صورت میں زیادہ مستحب ہے۔ سواک کڑوا سے درخت کی ہونی چاہیے۔ درخت راک کی سواک بہتر ہے۔ چھٹکلیا جتنی حلوں اور ایک مالش لمبی ہونی چاہیے۔ سواک چوڑائی میں کرنا چاہیے۔ لمبائی میں نہ کرنی چاہیے کیونکہ لمبائی میں کرنے کی صورت میں مسوڑوں کے زخمی ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ تاہم بعض روایات میں طولا و عرضاً دونوں طرح کرنے کی اجازت آئی ہے۔ اور سواک کئی کرنے کے وقت کرنی چاہیے۔ مگر کسی وقت سواک تیسرے ہر کسی کے ماتم ہی نہ ہوں تو اس صورت میں دائیں ہاتھ کی انگلی کا منہ میں پھیر لینا کفایت کر جائے۔ اور یہی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں بھی ایک روایت بیان کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے بھی۔ اور سخت کپڑے کے ساتھ بھی سواک درست ہے۔

الْفَضْلُ الْأَوَّلُ

فصل اول

۳۶۶ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي لَمْ تَنْهَعُوا بَيْنَهُمَا خَيْرَ الْعِشَاءِ وَبِالنِّسَاءِ عِنْدَ كُلِّ صَلَوةٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مساک کہنے کا حکم دیتا۔

۱۔ ایک دوسری حدیث میں تیسرے سے رات تک تاخیر کرنے کا ذکر آیا ہے۔

۲۔ بیان عبادت اس پر دلالت کرتا ہے کہ وجوب کی نفی سے استحباب کی تاکید مقصود ہے۔ اہم ناشی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث ظاہر پر محمول ہے۔ ان کے نزدیک ہر نماز کے وقت مساک مستحب ہے۔ ہمارے نزدیک ہر نماز سے ہر وقت اور وقت مراد ہے۔ بھلا انسان یہ معنی زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ کیونکہ ہر تعمیر بخیر میر کے وقت مساک کرنا جس طرح شافیہ کہتے ہیں مشکل ہے خصوصاً مسنون طریقہ کے مطابق۔ واللہ اعلم!

۳۶۷ وَعَنْ شَرِيحِ بْنِ هَارِثٍ قَالَ سَأَلْتُ حضرت شریح بن ابی رضی اللہ عنہ سے دریافت ہے۔ فرماتے ہیں۔ عَلَيَّ شَيْءٌ يَأْتِي شَيْءٌ وَكَانَ يَبْدَأُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ يَا لَتَوَالِي (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) میں نے حضور مآثر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاکر بے پہلوں کا سام کر تے تھے یا نہ مساک۔

۱۔ آپ کا شمار کہلہ تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کی شخصیت تقدس ہے۔ آپ کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہوئی۔ جب ان کے والد اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی کنیت ابو شریح مقرر کی۔ ان کی قوم کے لوگ پہلے انہیں ابوالحکم کہتے تھے۔ پھر کہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ابوالحکم کنیت ہی تو فرمائی تیسرے بیٹے ہیں مرن کی اس شریح۔ عبد اللہ اور سلم۔ فرمایا ان میں بڑا کون ہے عرض کی شریح تو فرمایا قات ابو شریح تو ابوالحکم نہیں ابو شریح ہے۔ حضرت شریح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں

واقعہ عمل پوچھنے میں ان کے ساتھ تھے۔ آپ تشریف لیں۔ یعنی حریانی، نہایت عبادت گزار تھے۔ شہدہ میں جامع شہادت نوش فرما۔

۳۷ یعنی گھوڑیں تشریف لاکر سب سے پہلے آپ مسوک کرتے تھے۔ آپ کا یہ عمل خیریت طبع بابر کے کمالِ مذہب اور اہل خانہ کے ساتھ حسن معاشرت کا بنا پر ہوتا تھا۔ یہ عمل اس مکان کے تحت ہوتا تھا کہ شاید صحابہ کی مجلس میں نہ زیادہ درجہ بیٹھے، اور لوگوں سے معذرت گفتگو رہنے سے مزہ میں ناخوشگوار برپیدا ہو چکی ہو۔ اسی لیے مسوک کے ذریعے اس کا ازالہ ضروری اور مقدم تصور کرتے تھے۔ اور یہ درحقیقت امت کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن معاشرت کی تعلیم ہے کہ اپنے گھر کے احوال میں بھی نہایت پاکیزگی و طہارت میں رہیں۔ اور فرزند و فتنہ کے احتیاط کے دوران بھی نکالت و صفائی کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ اور ملازمین و رعیت اللہ علیہ کا یہ قول کہ لوگوں کی مجلس سے گریز کے ملنے میں چونکہ آپ خاموشی اختیار کرتے تھے اور مزہ بد رکھتے تھے۔ اسی لیے منہ کی خوشبو میں تدریس تبدیلی کا احتمال ہوتا تھا، اپنے پن سے خالی نہیں۔ کیونکہ مجلس سے (جو غالب اوقات میں مسجد یا اس کے گرد و نواح میں ہوتی تھی) گھٹک کا لاستہ اتنا زیادہ نہ تھا کہ مرث اتنے متغیہ میں منہ کی خوشبو میں تغیر واقع ہو جائے۔

یعنی علماء فرماتے ہیں کہ مسوک سے ابتدا کرنے سے نماز نفل ادا کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جب آپ گھوڑیں تشریف لاتے تو سب سے پہلے نفل نماز ادا کرنے کے لیے وضو کرتے اور اس میں مسوک فرماتے

مَدَدِ مَحَلَّہٗ

۳۸ وَكَانَ حَدِيثًا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِذَا قَامَ لِلصَّلَاةِ جَدَّ مِنْ
الْكَلْبِ يَتَوَضَّأُ فَاَوْفَا لِنَبَا الْوَلَدِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)
حضرت مذبذبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب نماز تہجد کے لیے اٹھتے
تو پہلے دھن مبارک کو مسوک سے مسانہ کرتے۔

۳۹ وَكَانَ حَدِيثًا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللہِ
صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عَشْرَتَيْنِ الْوُضُوءِ
قَعْنُ الشَّابِ وَاعْتَاغَا الْوُحْمَةَ وَ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دس گھٹن "نفلت" سے ہیں۔ پہلی پستھنا
ثانی پستھنا و سب سے پہلی پستھنا۔ تاکہ میں پانی چھوٹا۔ ناخن کاٹنا وغیرہ

میں بھی صریح نہیں۔ اس باب میں اصل دلیل یہ مدنیہ **اَلشَّوَابُ ذَا اَعْقَابٍ** آئی ہے پست کرو اور ڈاڑھیاں
 بڑھائیں (احنا کا معنی ہے بول کے بال پست کرنا۔ پھر پست کرنے کی حد میں اختلاف ہے حضرت امام ابو حنیفہ
 رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ اگر مکے والوں کے برابر ہیں ہونی چاہیں مگر غازی اور مجاہد کے یہ ہیں
 بڑھانا جائز ہے۔ تاکہ دشمنوں کی نگاہ میں پُر ہیبت نظر آئیں ماسی طرح بول کے ڈاڑھی سے ہٹے کناروں
 کے بال بڑھانے بھی جائز ہیں۔ سیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام سے بھی ایسا ہی
 منقول ہے۔

۱۷۰۰ اعطاء الوضو یعنی دوسری چیز ڈاڑھی بڑھانا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ایک مشت ہر۔ اس سے کم نہ ہونی چاہیے
 پھر ایک مشت سے بڑھانا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ صلیٰ متوال سے بھی نہ ہو۔ اور اگر ایک مشت سے بھی ہر جائے تو پھر
 بعض کے نزدیک کم کرنا مکروہ ہے۔ امام حسن بصری اور قتادہ کا یہی مذہب ہے۔ اور بعض کے نزدیک ایک مشت سے
 زیادہ کا لاٹ دینا مستحسن ہے۔ امام شافعی اور امام ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے۔ ڈاڑھی سنڈانا
 حرام اور اگر گھیر لی ہندوؤں اور ملحدوں کا طریقہ ہے اور ایک مشت رکنا واجب و لازم دیکھا ہے اور یہ ہر ایک
 مشت ڈاڑھی کے لیے سنت کا قفل مشہور ہے تو اس سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے یعنی ایک مشت ڈاڑھی کتنا
 دین اسلام کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ یا اس بنا پر اسے سنت کہا گیا ہے کہ ایک مشت ڈاڑھی رکنا سنت سے ثابت ہے
 جیسے نماز عید کو سنت کہا گیا ہے۔

۱۷۰۱ مساک۔ یعنی تیسری چیز مساک کرنا ہے۔ اس کی شرح گذر چکی ہے۔

۱۷۰۲ ہک میں پانی چڑھانا۔ یعنی وضو کرتے وقت ناک مان کرنے کے لیے اس میں پانی چڑھانا۔

۱۷۰۳ وشی چیز ہاتھوں و پاؤں کے ناخن کاٹنا۔ ہاتھوں کے ناخن کاٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت
 شہادت سے شروع کرے اور اس کے انگوٹھے پر ختم کرے اور وہ اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی انگشت سے شروع کر کے
 اس کی چھٹیا پر پہنچے پھر بائیں ہاتھ کی چھٹیا سے شروع کر کے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے تک پہنچے پھر بائیں ہاتھ کے
 انگوٹھے پر ختم کرے۔ اور پاؤں کے ناخن اس ترتیب سے تراشے کہ دائیں پاؤں کی چھٹیا سے شروع کر کے اس کے
 انگوٹھے تک پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے اس کی چھٹیا تک پہنچے۔ جس طرح کہ پاؤں کے نعلان کرنے کا طریقہ

۴۔

عنا کارم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز ناخن اٹارنا مستحب ہے۔ انہوں نے اس کا ثواب بھی بیان کیا ہے

کہ جو شخص جمعہ کے روز تاخیر آتا رہتا ہے۔ وہ اگلے جمعہ تک ہر بلا و مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔ بعض علماء کرام نے اس بارے میں ایک شعر بھی کہا ہے۔

تَقْلَبُوا إِلَّا ظَلَمَ سِرَابُ السَّنَةِ وَالْأَدَبِ
يَوْمَ الْحُكْمِ نَحْوُ إِبْسِ أَذْخِيبِ

سنت اور اسلامی آداب کے مطابق تاخیر نہ کرو۔ جمعرات کا دن ہونا چاہیے۔ حسب ترتیب باقی۔
بعض علماء کے نزدیک اسے ہونے تاخیر و غیبت کرنا مستحب ہے۔ اور اگر پینیک بھی دیں تو جرح نہیں۔ مگر وضو یا غسل کا جگہ میں پینیک نہ کرو۔ ہے اور بیماری و بلا و مصیبت کا باعث ہے۔ ہر طرح مانتے سے تاخیر کا ٹانگ دستی اور مرض بریں کا موجب ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے۔

شیخ امام عارف عالم حضرت عبدالعزیز متقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ایک تفسیر لکھی ہوئی تھی جس میں اپنے تاخیر اور جو کچھ ہم سے الگ کرتے تھے اس میں ڈال دیتے تھے اور اپنے وصیت لکھی کہ انہیں بھی میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے۔ شاید ایسا کرنے کے ان کے پاس کوئی سند ہوگا اور انہوں نے کہیں سے یہ مسئلہ اذکیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

۴۔ غسل البراجم۔ یعنی ساتری چیز انگلیوں کے جوڑو ہونا اور انہیں پاک کرنا خصوصاً ان کی سرٹیں میں میں میل کچل کر جم جائے۔ ان لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ کلام کا ج کرنے سے ان کی انگلیاں کھردری ہر جاتی ہیں منیر بدن کے دوسرے اور جوڑ جن میں میل کچل جمع ہوجائے گا لگاں ہوتا ہے (جیسے ناف، کان اور نیش وغیرہ) ان کا بھی یہی حکم ہے (کہ ان کے دھونے میں خاص احتیاط کی جائے)

۵۔ قُتِفَ الْإِزِيط۔ یعنی بال اکھیرنا۔ یعنی آٹھریں مصلحت غسل کے بال اکھیرنا ہے۔ ہنس منڈنا اور خصوصاً پاؤں سے دوسرے ناہی جائز ہے اور جن لوگوں نے اکھیرنے کی عادت بنا رکھی وہاں کے یہ اکھیرنا ہی زیادہ بہتر و مناسب ہے۔ خصوصیت سے غسل کے بال اکھیرنے کا حکم اس بنا پر ہے کہ بال جگہ بال کے سامنے ہونے سے جلالت میں رہتے ہیں جس سے بیاں بدلو پڑا ہر جاتی ہے۔ اور اکھیرنے سے بالوں کی ٹریں بکتر زور ہوتی ہیں جس سے سامنے جلالت جاتے ہیں۔ اور بدلو پڑا ہر جاتی ہے۔ اس کے برعکس منڈنے سے بالوں کی ٹریں اور مضبوط ہوتی ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں مبارک میں بال درتے۔ مگر یہ تحقیق طلب بات ہے مگر ماشاؤ کا (غلاک پناہ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے بدلو پڑے یا جسم مبارک کے کسی بھی حصے پر میل کچل ہر آپ

ذات اندر تو سر سے قدم تک پاک اور طیب و طاہر اور صاف و ستھری تھی۔ بیت۔

از فرق تا قدم ہمہ یارست آن ضمال گویا ہمہ ذراپ یاتش سر رشتہ اند۔

وہ نازک اندام محبوب سرتا پا جان ہے گویا اسے آب حیات سے پیدا کیا گیا ہے۔

اس سے بھی بلند و ارفع یہ بات ہے کہ قنائل حاجت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل مبارکہ سے غرضو بہکتی تھی اور آپ کے فضائل طیبہ کو زمین نکل جاتی تھی بلکہ تمام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین کے فضائل مبارکہ کی یہی کیفیت تھی۔ ربانی۔

خوبان گل گشن حیات اند ہمہ شکر لب و شیریں حرکات ہمہ

انہ آویاں غرض ہمیں ایضاً اند و آن باقی دیگر حشر اند ہمہ

ہاں سے مشرق گشن زندگی کے پھول ہیں اور شکر لب اور شیریں حرکات ہیں !

انسانی میں سے مطلوب و مقصود یہی ہیں باقی سب کیڑے کوڑے ہیں !!

۱۰ خلق العائتہ - تاویں خلعت موسیٰ زیر زینات سات کرنا۔ عاتہ بمعنی شرمگاہ کے بال یا وہ جگہ جہاں بال اگھتے

ہیں۔ اگلی اور پھیلی شرمگاہ نیز اسی کے اور گرد کے سب بال سات کرنا مستحب ہے۔ اور اکھڑنے اور پوڑے سات

کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرمگاہ کے بال زورہ یعنی خاص قسم کی مٹی سے

سات کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ عورتوں کے لیے بال اکھڑنا بہتر ہے۔

۱۱ دوسری خلعت و سنت پانی کم کرنا۔ پانی کم کرنے کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک استنجاء کہ اس میں

پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر کم استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا یعنی الاستنجاء یہ راہی کا کلام ہے۔ دوسرا معنی یہ کہ

شرمگاہ پر پانی ٹال کر بول کو کم کیا جائے کہ پانی کے استعمال سے بول واپس لوٹ جائے اور تنگ جاتا ہے۔ اور اگر پانی استعمال

نہ کیا جائے تو بول نیچے اتر آتا اور قطرہ قطرہ گرتا رہتا ہے۔ اس توہمہ کے مطابق فقط اتنا خاص حوت تان سے ہوگا

اور ایک روایت میں حوت خلے ساتھ اتنا خاص آیا ہے۔ اس کے معنی شرمگاہ پر پانی پھڑکنے کے ہیں جیسا کہ باب

آداب فلاکی تیسری جہل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے۔

۱۲ غنہ کرنا حضرت امام ابو نعیمہ۔ حضرت امام مالک حضرت امام احمد اور بہت سے دوسرے علماء اور بعض

خرافے کے نزدیک سنت اور ضابطہ اسلام سے ہے۔ چنانچہ کس شہر یا قصبہ کے لوگ اگر اسی سنت کے ترک پر اتفاق

کر لیں تو حاکم وقت کو حکم ہے کہ ان کے خلاف جہاد کرے۔ جیسا کہ اذان وغیرہ کے ترک کا حکم ہے۔ اور سلام شافعی

کچھ مالکیر اور ملکہ کی ایک جماعت کے نزدیک مردوں اور عورتوں پر غنہ کرنا واجب و ضروری ہے۔ غنہ کا وقت بعض کے نزدیک پیلانش سے ساتویں دن ہے جو طرح حقیقہ بعض کے نزدیک سات سال تک بعض کے نزدیک دو سال تک بعض کے نزدیک دس سال تک۔ اور بعض کے نزدیک جب انسان پیاسے تاہم بھونٹے سے پھٹے پھٹے ہونا چاہیے خصوصاً احناف کے نزدیک جہاں کی سکیت کے قائل ہیں۔ کیونکہ سنت تمام کرنے کے لیے واجب کا ترک یعنی ترہوت جائز نہیں۔ اور بعض روایات میں جو ایسا ہے کہ صحابہ کرام اپنے بچوں کا غنہ بوفت کے بعد کرتے تھے قرآن بوفت سے شرعی بوفت نہیں بلکہ لغوی بوفت مراد ہے۔ یعنی قوت و تمیز کی عمر کو پہنچ جانا۔ اور یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو غنہ کو واجب قرار دیتے ہیں۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۰۔ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّوَاءُ مَطْعَمَةٌ يَلْفُو مَرْضًا يَلْمُزُكَ رِوَاءُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدُ وَالذَّاهِرِيُّ وَالْإِسْمَاعِيلِيُّ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ فِي صَرِيحِهِ بِإِسْنَادٍ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔
حضرت علی اکرم علیہ السلام نے فرمایا۔ موسک مذکور
کرنا ہے اور یہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اسے امام
امام احمد و ابی داؤد و ترمذی نے روایت کیا اور امام بخاری
نے اسے اپنی صحیح میں با اسناد روایت کیا۔

۵۱۔ مَطْعَمَةٌ يَلْفُو مَرْضًا يَلْمُزُكَ رِوَاءُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدُ وَالذَّاهِرِيُّ وَالْإِسْمَاعِيلِيُّ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ فِي صَرِيحِهِ بِإِسْنَادٍ
لے۔ مطعمہ یعنی کھانا۔ یعنی پاک و صاف کھانے والی۔ یعنی بکریم صیفہ اسم آلہ کی صورت میں
درست قرار دیتے ہیں۔

۵۲۔ مَرْفَاةٌ رَّبِّ تَعَالَى كَرَامَتِي كَرْنِي وَالِي يَدَارِبِ تَعَالَى كِيُونِ كُوَسُوَاكُ وَنُورًا وَرُحْنًا كِي
پاکیزگی کی تکمیل کا موجب ہے۔ اور نہ منافات۔ علامت قرآن پاک اور نہ کراہی کا آلہ اور قدیر ہے۔ بیت
ہنوز نام تو بدولت مرا بھی شاید
ہزار بار یا نہ شک و گلاب سے دیر چکا ہوں
چرخ تیرا نام لینے کے لائق نہ ہو سکا۔

۲۵۱ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُ فَوَاقِسُ الْمُسْلِمِينَ الْحَيَاءُ وَيُرْوَى الْخِيَانَةُ وَالْعَقْرُ وَالْتِمَازُ وَالْخِصَامُ - رَوَاهُ الْإِسْنَدِيُّ

حضرت ابو ذرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں۔ حیاء، ایک حدیث میں ایمان کے جملے ختم کیا ہے۔ خیر، لگا ہوا مسواک کرنا اور نکاح۔ اسے تہذیبی لحاظ سے دیکھا گیا۔

۱۔ آپ شہر و صحالی ہیں، مگر معظمہ سے ہجرت کے موقع تک حدیث شریف پہنچ کر سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کے گھر نزول اجلال فرمایا۔

۲۔ یعنی چار فضائل بنیاد سالتین کی سنتوں میں سے ہیں اور چار کا عدد چار سے زیادہ کی نفی نہیں کرتا۔ جیسا کہ گذشتہ حدیث میں ذکر ہوئی۔ یہ مقام صرف ان چار سنتوں کے ذکر کا قضا فی قصداں لیے یہاں انہیں پر کفایت کی۔ یا اس وقت تک صرف ان چار ہی کی وحی ہوئی تھی۔ بعد میں ان چار سے زیادہ کی وحی نازل ہوئی۔ ۳۔ یہاں جیسے نفس کا قبائح اور برائیوں سے شرم کرنا اور بچنا ہے۔ نیز فحش باتوں کے ذکر اور کسی کی خرافات کو پامال کرنے سے گریز کرنا مراد ہے۔ ورنہ حیا دراصل انسان کی جلی اور فطری صفت کا نام ہے جو انسان کے اعیانہ میں نہیں۔

۴۔ اور ایک حدیث میں حیا کے بجائے عفت کا ذکر آیا ہے۔ مادریہ اس مقام کے زیادہ مناسب ہے جیسا کہ عشرہ فطرت میں مذکور ہوا۔ اور بعض روایات میں دَاخِجْنَا بکرمائے ہمہ دل و تشدید توں آیا ہے۔ علمد فرماتے ہیں۔ یہ روایت غلط اور نادرست ہے۔ کیونکہ جیتا (ہندی) کے استعمال سے اگر ہاتھوں اور پاؤں کو ہندی لگانا مراد ہو تو اس سے مردوں کے ساتھ تشبیہ لازم آتی ہے۔ اور اس چیز کا انبیاء کی سنت قرار پانا باطل و درست نہیں اور اگر اس سے ہاتھوں کو ہندی لگانا مراد ہو تو پھر یہ صرف اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ اہم سابقہ میں یہ چیز نہ تھی۔ جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔

۵۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی جو قسمی سنت مردوں سے نکاح کرنا ہے۔ یہ سنت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تاقیامت منون و مشروع ہے۔

۲۵۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزُودُ مِنْ بَيْلٍ وَلَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن میں سونے کے

لَهَا فَيَسْتَنْقِطُ إِلَّا يَتَوَكَّلُ قَبْلَ أَنْ
يَتَوَضَّأَ رَوَا لَا أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي
يَعْقُوبَ

۱۵۔ یہ لفظ رفع اسباب دونوں طرح مردی ہے۔

۱۶۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو سے پہلے سواک کرنا سنت ہو کہ وہ ہے۔

۳۵۳ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُ فَيُعْطِيهِ ابْنُ الزُّوَا

رَاحُوسِلَهُ فَأَبْدَأَ بِهِ فَاغْتَسَاكَ ثُمَّ اغْتَسَلَهُ
وَادَّعَا لِيَوْمِهِ رَوَا لَا ابْنُ أَبِي

۱۷۔ حضرت علیہ السلام سے دہن مبارک سے رک حاصل کرنے کے لیے اور قایت محبت کی وجہ سے اندگیا

حضرت علیہ السلام کا مقصد بھی یہی ہوتا تھا صرف دہننا مقصود نہ ہوتا تھا۔

۱۸۔ میان عاشق و معشوق رمزیت

۱۹۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے اس وقت بھی آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی سواک دی

تاکہ انی صاحبہ اسے اپنے فاقوں میں چاکر اور نرم کر کے حضور کو دیں۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک

بار سواک کر کے پھر منہ سے نکال کر آپ اسے دہنتے تھے۔ اس پر حضرت می ڈالتے تھے۔

تنبیہ۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صالحین کے ائمہ و قمرات سے برکت اور لذت حاصل کرنا جائز

بلکہ مستحسن امر ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۳۵۴ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَأَيْتُمْ فِي الْمَنَامِ اتَّوَكَّلَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میں خواب میں اپنے آپ کو سواک کرتے

پر فرمایا۔ جیسا کہ اہل کرم کا شیعہ ہوتا ہے۔ اہل سنت میں بھی دراصل اس سنت کی ادائیگی میں سخت جدوجہد کرنے کی تلقین دیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ اس وقت آپ کے
پانی دوا دی تھے۔ ایک بڑی عمر کا دوسرا چھوٹا عمر کا۔ آپ
مسواک کی فضیلت میں دینی نازل ہوئی۔ کہ اپنی مسواک
بڑی عمر والے کو عطا فرمائیں۔

(مسند ابوداؤد)

ابو انیس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا مسواک والی نماز کا مزین مسواک والی نماز سے
بہتر ہے۔

(مسند ابویوسف)

اسے ستر کے عہد سے یا تو کثرت مراد ہے۔ یا یہی مخصوص عہد عبداللہ اعظم۔

حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے وہ زید بن خالد جہنی سے روایت
کرتے ہیں انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے ملنا آپ فرماتے تھے اگر مجھے اپنی امت کو شہادت
میں ملے گا اور میرے بہت اقربائیں ہر زمانہ کے وقت مسواک
کرنے کا حکم دیتا اور نماز کا وقت کے عہد سے
میں کو مقرر کر دیتا۔ حضرت ابو سلمہ فرماتے ہیں کہ زید بن خالد
مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے آتے تو مسواک ان کے کان
پر اس طرح رکھی ہوتی تھی جس طرح کاتب اپنا قلم کان پر رکھ
لیتا ہے۔ آپ نماز کے لیے نہیں کھڑے ہوتے تھے

۳۵۷ وَحَنَ عَائِشَةُ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنْ وَجْهَهُ
رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ الْآخَرِ
فَأَوْجَدَا لِي فِي فَضْلِ السَّوَاكِ أَنْ كَبِرُ
أَعْطَا السَّوَاكَ أَكْبَرُهُمَا. رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ

۳۵۸ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنْضِلُ الصَّلَاةَ الَّتِي يَتَوَضَّعُ
لَهَا عَلَى الصَّلَاةِ الَّتِي لَا يَسْتَاكَ لَهَا
سَبْعِينَ ضِعْفًا. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي
شُعَبِ الْإِيمَانِ

۳۵۹ وَحَنَ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ
الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْلَا أَنَا شَقِ
عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُ بِالصَّوَاكِ عِنْدَ
كُلِّ صَلَاةٍ وَلَا خَرْتُ صَلَاةَ الْوُضُوءِ إِلَى
تِلْكَ اللَّيْلِ قَالَ فَكَانَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ
يَشْهَدُ الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَسَاكُهُ
عَلَى أُذُنِهِ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنَ أَقْدِ الْكُتَابِ
لَا يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ إِلَّا اسْتَنْ تَرَكَا

إِلَىٰ مَوْضِعِهِ رَوَّاهُ لَا التَّوْمِيذِيُّ وَأَبُو
 دَاوُدَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَلَا خَرُفَتْ
 صَلَوةُ الْعِشَاءِ إِلَى ثَلَاثِ اللَّيْلِ وَقَالَ
 التَّوْمِيذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ
 گر پہلے مسکاک کہتے پھر اسے کاف پر رکھ لیجئے اور زاد
 شروع کرتے رہر نام کے یہ آیا ہی کہتے تھے اسے
 تفسیر اہل بیت علیہ السلام نے رعایت کیا۔ مگر اب چونکہ اسے وقت اشأ
 الثالث الیل کے الفاظ ذکر نہیں کیے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث
 حسن صحیح ہے۔

بَابُ سُنَنِ الْوُضُوءِ

وضو کی سنتوں کا باب

سُنن سنت کی جمع ہے۔ لغت میں سنت کا معنی طریقہ، راہ اور روش کا آتا ہے۔ شرع میں وہ امور سنت کہلاتے
 ہیں جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ کتاب کے مطابق اپنی گفتار و کردار سے لوگوں
 کو اس پر ہدایت فرمائی ہے۔ کبھی مستحب و مستحسن (کو بھی سنت کہہ دیتے ہیں۔ جس کا استحباب و استحسان کتاب اللہ یا
 سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع امت یا قیاس سے ثابت ہو سادہ کبھی اس کا کم کو بھی سنت کہتے ہیں جس کو
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو صرف کبھی کبھار جموداً ہو۔ لفظ سنت ان تین اصطلاحی معنوں میں استعمال
 ہوتا ہے تاہم علماء اصول کے نزدیک سیرا معنی زیادہ مشہور ہے۔ اور سنن و سنو سے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے و سنو سے متعلق افعال و اقوال مراد ہیں چاہے وہ فرائض سے ہوں یا سنن و آداب میں سے ہوں جو درجہ اول
 و نواپ بجا لاتے تھے۔

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

پہلی فصل

۳۰۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
 حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْسُ يَدَيْهِ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهُمَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَذْرُؤُ أَيُّنَ مَا تَتَّ يَدَاكَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک اسے تین بار نہ دھوے۔ کیونکہ نبیؐ کو نیند کی حالت میں معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔ متفق علیہ

۱۵ وضو سے پہلے ہاتھ دھونا سنت ہے اور اس حدیث سے ثابت ہے۔ بیدار ہو کر اسٹھنے کے وقت کی قید اس لیے لگائی کہ بلاد عرب میں پانی کی قلت ہوتی ہے اس وجہ سے لوگ غالب اوقات میں سنگ و کلوچ (ڈھیلوں) سے استنجا کرتے ہیں اور نیند میں گرم آب و ہوا کے باعث جامے استنجا میں بھی پسینہ آ جاتا ہے۔ اور عین ممکن ہوتا ہے کہ ہاتھ شرمگاہ کو لگ کر ناپاک ہو جائے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا۔ اور کہاں کہاں لگا رہا ہے۔ اس بنا پر آپ نے فرمایا کہ نیند سے بیدار ہونے ہی پہلے ہاتھ دھوؤ اور تین بار دھوؤ تاکہ اچھی طرح پاک و صاف ہو جائیں۔ اس کے بعد برتن سے پانی لے کر وضو کرو۔ نیز مضمون وضو ہے جس کا استیفاء حکم دیا گیا ہے فرض یا واجب نہیں۔ اگر دھو بھی دھوئے تو ہاتھ بہر حال پاک ہیں اور جن پانی کو ہاتھ لگیں گے وہ بھی پاک ہی رہے گا کیونکہ نیند کی حالت میں ہاتھ کا ناپاک ہو جانا یقینی نہیں بلکہ ناپاک ہونے کا محض زہم و احتمال ہے۔

۱۶ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ دھونا واجب و ضروری ہے۔ اگر بغیر دھوئے پانی میں ڈال دیئے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اصل میں تو وضو سے پہلے ہاتھ دھونے کی سنت مذکورہ علت کی بنا پر صرف بیدار ہونے کے وقت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے بعد ہر دفعہ وضو کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے سنت قرار دے دیے گئے۔ اگرچہ نیند سے بیدار ہونے کی حالت نہ ہو۔ بعض علماء کے نزدیک نظر نگاہ پر حدیث یہ سنت صرف اسی وقت کے ساتھ خاص ہے۔ مطلقاً سنت نہیں ہے۔

۳۱۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَسْتَنْتِزْ ثَلَاثًا

انہی صحابہ پر مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو جاؤ تو دھو کہ تین بار ناپاک پانی

وَإِنَّ الشَّيْطَانَ يُوْهِدُ عَلَى خَيْثُورِهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
 چڑھانے کیونکہ شیطان لذت کو اس کے تصور میں بہتا ہے
 اسے سہم و بھلائی نے سعادت کیا۔

یہ حقیقت ہے کہ شیطان انسان کے تصور کو لذت کے وقت اپنی خواہش بنا لیتا ہے۔ باقی یہی اس کی کیفیت تو اس کا صحیح علم شارع علیہ السلام کو ہے۔ ہمارے اہل علم و قول اس قسم کے اسرار و معارف کے احاطہ و ادراک سے قاصر ہیں۔ اس قسم کے امور کے بارے میں سلاستی اسی بات میں ہے کہ شارع علیہ السلام نے ایسی جو غرض بھی دی ہیں، ان کی تعدیل کی جائے اور ان پر ایمان لایا جائے۔ اور ان کی کیفیت بیان کرنے سے محروم اختیار کیا جائے۔ تاہم کچھ علماء اس کی تاویل کرتے ہیں ماوراء یوں کہتے ہیں کہ نیکو حالت میں مختلف اغلاط و غفم، گرد و غبار اور میل کبیل تک میں جمع ہو جاتی ہے۔ بلکہ دماغ کی ہمایہ ہے دماغ ہی اور لڑکی تو توں کا فعل وقوع ہوتا ہے۔ تاکہ اس حالت کے باعث دماغ متاثر نہ ہو۔ اور اس وجہ سے تلاوت قرآن حکیم اور غرض علم میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور شروع و شروع کے حصول میں سستی اور ضعف لاحق ہوتا ہے۔ اور یہ سب باتیں شیطان کو بہت پسند ہیں۔ تو گریبا شیطان ہی تک کو اپنی خواہش بنا تا اور اس کے تصور میں رات بسر کرتا ہے۔ جس طرح فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ شریف پڑھے نیز کھانا کھائے شیطان اس کے ساتھ کھائے میں شریک ہو جاتا ہے اور رات کو سوتے وقت بسم اللہ پڑھنے سے بچنے کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

وَقِيلَ لِلْعَبْدِ الْاَلُوْهِ بْنِ زَيْدٍ بِنِ عَامِرٍ
 کَیْفَ كَانَ نَسُوْلُ الْاَلُوْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ
 وَسَلَّمْ یَتَوَضَّأُ فَاَوْضُوْهُ فَاَوْضُوْهُ
 عَلَیْیَدَیْهِ فَقَسَلَ یَدَیْهِ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ
 ثُمَّ مَضَعَ وَاسْتَنْقَضَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ
 وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ یَدَیْهِ مَرَّتَیْنِ
 مَرَّتَیْنِ اِلَی الْمَرْفَقَیْنِ ثُمَّ مَسَّ رَاسَهُ
 بِیَدَیْهِ فَاتَّقَلَ بِرِجْلٍ وَادْبَرَّ یَدَیْهِ اِلَی مُقَدِّمِ
 رَاسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِرِجْلٍ اِلَی قَفَاةِ شَعْرٍ
 رَاَدَهُمَا حَتّٰی رَاجَعَ اِلَی الْمَكَانِ الَّذِی
 بَدَاؤَتْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْهِ رَوَاهُ الْاَلُوْهِ
 حضرت عبداللہ بن زید بن عامر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے۔ ماں پر آپ
 نے وضو کا پانی منگوا یا۔ پھر اسے دونوں ہاتھوں پر بہایا اور
 اپنے دونوں ہاتھ دو بار دھوئے پھر آپ نے تین بار ہاتھ کی
 اور تین بار ہاتھ کی پانی ملا۔ پھر تین بار چہرہ مبارک دھویا
 پھر کہیں تک دونوں ہاتھ دو بار دھوئے پھر دونوں ہاتھوں
 سے سر مبارک کا مسح فرمایا۔ اور دونوں ہاتھ پیشانی سے نیچے
 کھڑے گئے۔ ماں کی کیفیت یہ تھی کہ اگلے حصے سے رخ
 کی ابتدا کی اور نیچے گردن کی طرف لے گئے۔ پھر انہیں داییں
 لائے۔ یہاں تک کہ اس جگہ لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا
 پھر آپ نے دونوں پاؤں دھوئے۔ اسے ایک اور نشان

وَالْتَّائِبُ وَكَوْنِي دَاوُدَ نَحْوَهُ ذَكَرَهُ
صَاحِبُ الْجَامِعِ وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ
قِيلَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ بَنِ عَاصِمٍ
تَوَضَّأَ لَنَا وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَعَابُ نَاءٍ قَاقُفًا مِنْهُ
عَلَى يَدَيْهِ فَعَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ
يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ
مِنْ كَفِّ قَاحِدَةٍ فَعَمَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ
أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَعَمَلَ وَحْدَهُ
ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا
فَعَمَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْإِصْبَعَيْنِ مَرَّتَيْنِ
مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا
فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ قَاقُفًا بِيَدَيْهِ وَأَدْبَرَ
ثُمَّ غَسَلَ بِجُلْدِهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ
قَالَ هَكَذَا كَانَ وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رَوَايَةٍ
قَاقُفًا يَهُمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمَقْدَمِ رَأْسِهِ
ثُمَّ ذَهَبَ يَهُمَا إِلَى قَدَاةِ ثَمَرٍ رَدَّهُمَا
حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَاتِ الَّتِي بَدَأَ
مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ بِجُلْدِهِ وَفِي رَوَايَةٍ
فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْشَرَا
ثَلَاثًا بِثَلَاثِ عُرُوفَاتٍ مِنْ مَاءٍ وَفِي
أُخْرَى فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ

نعم روایت کی ہے۔ اور ابو داؤد کہ روایت بھی ایسی ہی ہے
اسے صاحب الجامع نے ذکر کیا

ابن متقی طبرستان نے روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن
زید بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ میں بھی مثل اللہ علیہ السلام
کا وضو کر کے دکھائیں۔ آپ نے ایک پانی کا برتن منگوایا
اس سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ اور انہیں تین بار
دوباراً پھر آپ نے دونوں ہاتھ برتن میں ڈالے اور باہر
نکلے تو ایک پلوسے لایا اور تاک میں پانی ڈالا۔ آپ نے
اس طرح تین بار کیا پھر آپ نے برتن میں دونوں ہاتھ
ڈالے پھر انہیں نکال کر اپنا چہرہ مبارک تین بار دوباراً پھر
آپ نے برتن میں دونوں ہاتھ ڈالے اور نکالے اور
کبھی سمیت دونوں ہاتھ دو دو بار دوسرے پھر دونوں
ہاتھ برتن میں ڈالے اور باہر نکالے اور سر اس کی پٹے
آگے سے پیچھے سے گئے اور پھر پیچھے سے آگے لائے
پھر آپ نے ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو مبارک الیہما تھا۔ اور
ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ سر کے وقت دونوں
ہاتھ آگے سے پیچھے سے گئے۔ پھر پیچھے سے آگے لائے
یعنی آپ نے سر کی ابتداء ان طرح کی کہ دونوں ہاتھ پیچھے سے
آگے سے پیچھے سے گئے پھر انہیں واپس لائے یا ان کے
اٹا ہوا واپس لائے۔ جہاں سے شروع کیا تھا پھر اپنے دونوں
پاؤں دھوئے اور ان کی روایت میں یوں ہے کہ آپ نے لایا
اور تاک میں پانی چڑھایا اور تاک میں لائے تینوں ہاتھ آپ نے تین

کَفَّةٍ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا وَفِي
رَوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ فَمَسَحَ رَأْسَهُ
فَاقْبَلَ بِعِمَامَةٍ وَادْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ
عَلَّ رَجُلَيْنِ إِلَى الْكُعْبَيْنِ وَفِي أُخْرَى
لَهُ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ۔

چلوں سے تین تین بائیسے۔ اور ایک رعایت یہ ہے
کہ اپنے کان کی ناک ہی پانی نہ لے ایک چلوتے کپڑے اس
طرح تین بار کیا اور چاندی کی رعایت یہ ہے۔ آپ نے سر کا
مسح کیا پہلے دونوں ہاتھ آگے سے پیچھے سے گئے پھر پیچھے سے
آگے سے۔ ایک بار پھر اپنے نثری سمیت دونوں پاؤں دھوئے اور ایک
دلیت یہ ہے اپنے ایک ہی چلو سے تین بار کی کہ اندر تین بار ناک میں ڈال

اسے حضرت عبداللہ بن زید اکابر انصار میں سے ہیں آپ کی حدیث باب وضو میں جت اور دلیل ہے۔ اور آپ کو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مبارک کا ناقل اور راوی کہتے ہیں۔ آپ نے ہی وحشی بن حرب کے ساتھ لڑ کر میلہ کذاب کو قتل کیا تھا
آپ کو ستھم میں موت کے دن قتل کیا گیا۔ اور عبداللہ بن زید بن عیدر بہ بلویشی شخص اراکین صاحب الاذان کہتے ہیں اور ان میں یعنی
عبداللہ بن زید عام کو صاحب وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔

اسے ان پانچ مشکلا میں سے وضو ہو سکتا تھا کہ آپ وضو کریں اور لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت
اور طریقہ بتلائیں۔

اسے یعنی پہننے تک۔

اسے مسح ہاتھ کو وضو یا جم پر پھیرنے کا نام ہے۔

۵۵۔ مسح سر کا سونے و سونے طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیاں اپنے سر کے آگے سے پر
رکھے انگوٹھے اور انگشت شہادت کو آگے رکھے دونوں ہتھیلوں کو بھی سر سے جدا رکھے اور اپنا ہاتھ سر کے پیچھے سے ہاتھ
پھر دونوں ہتھیلیاں سر پر رکھ کر دونوں ہاتھ آگے کی طرف لائے۔ پھر دونوں انگوٹھوں کے ساتھ دونوں کانوں کے باہر
کے حصے کا مسح کرے اور دونوں انگشت تین شہادت سے کانوں کے اندر کے حصے کا مسح کرے۔ علامہ شافعی علیہ الرحمۃ
نے محیط سے الیا ہی نقل کیا ہے اور شرح کنز سے اس کا طریقہ یوں نقل کیا گیا ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں سر پر
رکھ کر پیچھے کی طرف لے جائے۔ اس طرح کہ سارے سر کو گھیرے پھر دونوں انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے
اس طرح پانی بھی متصل نہ ہو گا۔ نیز کچھ سارے سر کا مسح بدون اس کے تصور نہیں نیز کانوں کا مسح بھی اسی پانی سے ہوتا ہے
جس سے سر کا مسح کیا ہوتا ہے۔

اسے اس حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں کہ آپ نے کتنی بار پاؤں دھوئے۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے اپنے

پانی دھوئے اور اس طرح دھوئے اور دوسری احادیث میں تعداد کا ذکر بھی آیا ہے۔

۱۷۔ اس حدیث کو امام مالک نے عموماً اور نسائی نے اپنی سنن میں روایت کیا اور ابوداؤد نے بھی اس طرح کی روایت کی ہے جو بعض میں متحد اور الفاظ میں مختلف ہے اسے صاحب جامع نے جامع الاصول میں ذکر کیا اور کتاب جامع صحاح ستہ کی جات ہے مولف کا اس سے صاحب معایج پر اقتراح کرنا مقصود ہے جو مذکورہ حدیث کو صحاح کے الفاظ سے آئے ہیں حالانکہ یہ بخاری و مسلم کی حدیث نہیں ہے اور صحاح میں جو کچھ ہے وہ ہے جسے مولف نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے وہی متفق علیہ۔

۱۸۔ یہ الفاظ متفق علیہ حدیث کے، میں کہ معایج میں اس کے علاوہ دوسرے الفاظ ذکر کیے جن کے بارے میں مولف نے کہا کہ یہ مالک اور نسائی کی روایت ہے اور مولف کا یہ قول کہ وہی روایت الخ تو یہ متفق علیہ روایت کے الفاظ ہیں۔

۱۹۔ یہ صاحب معایج کی روایت کے موافق ہے نیز اس کے بارے میں مولف نے کہا ہے کہ اسے مالک اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کا ترجمہ لکھ دیا گیا ہے اور دوسری روایت جو مولف علیہ الرحمہ بیان ذکر کر رہے ہیں یہ صحیحین کی روایت ہیں اور معایج میں مذکور ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ وہی روایت نقص الخ اور معایج کے بعض نسخوں میں واغشتر کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

۲۰۔ وہی روایت آخری یعنی اور ایک متفق علیہ روایت میں اس طرح بھی آیا ہے۔ نقص الخ

۲۱۔ وہی روایت لیجاری یعنی ایک روایت میں جو بخاری کے ساتھ خاص ہے یوں آیا ہے۔ فَمَسَّ وَأَسْفَلَ الخ۔

۲۲۔ وہی آخری یعنی امام بخاری کی ہی ایک روایت میں یوں آیا ہے۔ فَمَسَّ وَاسْتَشْرَكَ مَرَّتَيْنِ عَرَفَتْهُ وَاجِدَةً۔

۲۳۔ عَرَفَتْهُ مَسَّ مَعْنَى بَاتَحَسَّ ایک بار پانی اٹھاتا۔ مَرَّتَيْنِ مَعْنَى بَعْدَ بَعْدٍ یعنی پانی سے پہلے ہر پانی کا ایک چلو۔

معلوم ہونا چاہیے کہ احادیث و روایات کلی اور تاک میں پانی ڈالنے کے بارے میں مختلف آئی ہیں۔ بعض میں

تین چلو اور بعض میں ایک چلو آیا ہے۔ پھر بعض میں کلی اور تاک کے لیے الگ الگ چلو کا ذکر ہے اور بعض میں دونوں کے

لیے ایک ہی چلو کا بیان ہے۔ اس طرح بہت سی صورتیں بن جاتی ہیں۔ ہم نے شرح عدلی میں ان کا ذکر کیا ہے۔ قول یح

کے مطابق امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ تین چلوں سے پہلے گھرے پھر انیس سے تاک ماف کہے اس

کے برعکس حنفی مذہب یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے الگ الگ تین چلو پانی سے اس طرح کلی چلو میں گے۔ سیم احادیث میں

دونوں طریق آئے ہیں۔ اس بارے میں مختلف احادیث کے درمیان مطابقت اس طرح ہو سکتی ہے کہ بعض حدیثیں

نے ایک طریقہ اختیار کیا کبھی دوسرا۔ اور ان دونوں قسم کی احادیث روایات میں سے ترجیح ان روایات کو دی جائے گی جو قیاس کے موافق ہوں۔ اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ ناک اور منہ دو الگ الگ عضو ہیں لہذا ایک ہی چلو میں دونوں کو جمع کرنا درست نہ ہوگا۔ جس طرح دوسرے اعضاء الگ الگ پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو جو حدیث قیاس کے موافق ہوگی وہ راجح ہوگی جس طرح کہ علم اصول فقہ میں طے شدہ ہے۔

اور علامہ شافعی رحمہ اللہ نے فتاویٰ ظہریہ سے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ایک چلو ہی سے کل اندھ ناک صاف کرنا درست ہے یعنی نصف سے کل اور نصف سے ناک صاف کی جائے۔ اسے وصل کہتے ہیں۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وصل بھی جائز ہے۔

یوں ہی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فعل بھی جائز ہے۔

چنانچہ ترمذی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کلی کرنا اندھ ناک صاف کرنا ایک چلو سے بھی جائز ہے۔ مگر ہر ایک کے لیے تارہ اور جلا پانی لینا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ اس روایت کے مطابق اس مسئلے میں دونوں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

۳۶۳ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَرَّةً مَرَّةً لَمْ يَزِدْ عَلَى هَذَا -
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
پیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا ہر عضو کو صرف ایک
ایک بار دہرایا ایک سے زیادہ بار کوئی عضو نہ دہرایا۔ اسے
پہنچائی نے روایت کیا۔ (دَوَاءُ الْبَحَارِ)

۳۶۴ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ
مَرَّتَيْنِ - (دَوَاءُ الْبَحَارِ)
حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور ہر عضو کو دو دو بار
دہرایا۔ (پہنچائی شریف)

۳۶۵ وَعَنْ عُثْمَانَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ بِالنَّاقِدِ
فَقَالَ أَلَا أَرَى يَكْفُرُ وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا
ثَلَاثًا - (دَوَاءُ مُسْلِمٍ)
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ناقہ
میں وضو کیا اور فرمایا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا وضو دکھاؤں۔ تو آپ نے تین تین بار وضو کیا
مسلم شریف

لے لے احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اعضا کے وضو بھی ایک ایک بار دہرایا اور کبھی تین تین بار دہروئے

جلتے تھے مگر غالب و اکثر تین تین بار دہونے کا ذکر آیا ہے ایک بار دہونے میں صرف فرض پر کفایت کی گئی ہے جس کے بغیر وضو ہر تہائی نہیں۔ دو بار دہونے میں طہارت و پاکیزگی کے زیادہ اہتمام کی طرف اشارہ ہے۔ اسے فرائض فقہاء کہتے ہیں۔ اور یہ مزید اجراء و ثواب کا موجب ہے۔ اور تین تین بار دہونا تہ تبریع کے انہماک طہارت میں مبالغہ و تاکید کا اظہار ہے۔ تین بار سے زیادہ دہونا حد سے تجاوز اسراف و غلو کا منہور ہے تین سے زیادہ بار دہونا بظاہر زیادتی ہے مگر حقیقت میں نقصان ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے تاہم اس سے وضو باطل نہیں ہوتا بلکہ قائم باقی رہتا ہے۔

بعض احادیث میں افضلے و ترمین بار بعض میں دو بار اور بعض میں ایک بار دہونے کا ذکر آیا ہے۔ یہ متعدد صورتیں ہیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ یہ سب صورتیں بیان جواز اور دائرہ وضو کی تفسیر کے لیے ہیں بعض علماء کے نزدیک صرف ایک ایک بار دہونا گناہ ہے۔ کیونکہ ان مشہور سنت کا ترک لازم آتا ہے۔ گو معصیہ ہے، مگر نہیں، کیونکہ صرف ایک بار دہونے کا ذکر بھی صحیح احادیث میں آیا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متولیان کہا ہے کہ تین تین بار دہونا افضل، دو دو بار دہونا کفایت اور صرف ایک بار دہونا اگر صحیح کمال طریقہ ہے تو کوئی ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ تین سے زیادہ بار دہونے کو میں پسند کرتا ہوں، ماہریم اسے حلیم قرار نہ دیں گے۔ مگر ان کا مشہور مذہب یہ ہے تین سے زیادہ بار دہونا مکروہ تہذیبی ہے۔

۱۔ مقدار ایک جگہ لانا ہے۔ فارغین نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد سے باہر لوگوں کے بیٹھنے کے لیے ایک جگہ پر لایا ہوا تھا تا کہ لوگ مسجد کے بجائے وہاں بیٹھ کر آئیں کیا کریں، اسے خود بڑھاکیں۔ اس پر خود نے کڑی جہاد کی تھی مقدار قدر کہ چھپے یعنی بیٹھنے کی جگہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ دہائی ہیں
ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کبھی بیٹھ کر وضو نہ کرنا
کہوں گے تھے۔ دو دن صوم ایک چشم پر پڑے پڑے
نے نماز صوم کے لیے وضو کرنے میں جلدی کی اور بعد ہی نکلتے
سے ہم لیا۔ سنتے ہی ہم لوگ بھی اس کے پاس پہنچ گئے۔ ہم نے
دیکھا کہ ان کی اڑیلی چمک رہی تھیں۔ یعنی انہیں وضو کا پانی
نہ پہنچا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور عرض
میں جلتے کی وجہ سے ان اڑیلیں پر انہوں نے اسے لوگ

۳۶۶ وَكُنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ
رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى
إِذَا كُنَّا بِمَاءِ الْكُوَيْتِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ
عِنْدَ الْعَصِيِّ فَنَزَعُوا دَهْمُ عَجَالٍ
فَأَنْتَعَيْنَا إِلَيْهِمْ وَأَعْقَابُهُمْ تَكُونُ
لَمْ يَسْتَهْأِ الْمَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِيلُ الْإِعْقَابِ

وَمِنَ الشَّيْءِ أَنْ يَسْبُغُوا الْوُضُوءَ - رَوَاهُ
 (مسلم شریف)

۱۷ یعنی انہوں نے نماز عصر کے وضو کرنے میں بڑی شبہائی کی اور اسے اتنی ہی سے کام لیا کہ اگر نماز عصر کا وقت تنگ ہو رہا ہے بلکہ گزر چکا ہے۔

۱۸ مجالِ بکسر میں وضعت۔ جم اور بکسر میں دو فون دوائیں آئی ہیں۔ یہ ماہل کی جمع ہے۔ بمعنی جلدی و شبہائی کرنے والے۔

۱۹ جب کہ ایڑیوں کا خشک رہنا عذاب و وعید کا موجب بنانا وجہ سے دلیل (عذاب) کی نسبت ایڑیوں کی طہارت کر دی۔ ورنہ حقیقتہً عذاب تو ایڑیوں والوں کو ہو گا۔ جو اس کو تاہی کے متکب ہوئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عذاب صرف ایڑیوں کو ہی ہو جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ دلیل بمعنی سختی، عذاب، ہلاکت اور دوزخ میں ایک وادی کا نام ہے۔
 ۲۰ کہ اعضاء وضو کا کوئی جزو خشک نہ رہ جائے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے مگر ناخن کے کنارے جتنا حصہ بھی خشک رہا تو دوسرے ہو گا اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے مگر یہ اس کے نہ دھونے پر وعید فرمائی اور مس کا کافی نہ ہو گا۔ یہی اعداد و اقسام کے مجموعہ فقہاء کا مذہب ہے اس کی مخالفت کسی ایسے شخص سے ثابت نہیں جس کی اجماع کے خلاف کوئی اہمیت یا حیثیت ہو۔ اور صحابہ کرام میں سے جن حضرات نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مبارک کی حدیث روایت کی ہے اور لوگوں کو آپ کے وضو کی تعلیم دی ہے جیسے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن زید، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ناقل اور خاص راوی قرار دیا گیا ہے اور حضرت انس، حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم، ان میں سب کی طرف اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب منہ سے نہیں پیٹتے ہوتے تھے تو پاؤں مبارک دھرتے تھے اور تعدادِ احادیث پاؤں دھونے کے ثبوت میں دائرہ و دائرہ تراویح سنواری اور درجہ صحت کو پہنچ چکی ہیں۔ اور پاؤں نہ دھونے پر یہ مذکورہ وعید بے شمار احادیث میں وارد ہو چکی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام پاؤں پر مس کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال وضو کرنے کی تاکید کی اور اس کے ترک پر وعید فرمائی تو صحابہ کرام نے مس کرنا ترک کر دیا اور مس کی رعایت منسوخ ہو گئی۔ اور طحاوی نے عبد الملک بن سلیمان سے روایت کی ہے انہوں نے کہا میں نے عطاء غسانی سے سنا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ کسی صحابی نے بھی دھونے کے بجائے پاؤں پر مس کر لیا یا نہ فرما دیا ہے۔ انہوں نے کہا واللہ یہ بات کسی صحابی سے منقول نہیں۔ علامہ نے کہا ہے کہ پاؤں دھونے کے مسے پر سب کا اجماع و اتفاق ہے۔ ابتداء

اس میں قدر سے اختلاف تھا، اسی پر قاعدہ ہے کہ اجماع متاخر احکامات سابقہ کو دفع کر دیتا ہے۔

سوال۔ اگر یہ کہا جائے کہ اجماع قودہ جتنا ہے کہ ایک حکم پر سب کا اتفاق ہوا ہو اور یہاں تو اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ بعض لوگ مسیح کے قائل ہیں۔ بعض مسیح اور دوسرے دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور بعض ایک وقت دونوں کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

جواب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس اختلاف کو کچھ اہمیت حاصل نہیں۔ کیونکہ یہ بحث کم لوگوں کی طرف سے مخالفت واقع ہوئی ہے۔ ایسے نادر غلط کا کچھ اعتبار نہیں ملے گا۔ زیادہ صرف اس قدر ہے کہ اس اجماع کا منکر کافر نہ ہوگا۔ اور ہمارے بعض علماء نے اس کے مخالف کو کافر قرار دیا ہے۔ تاہم ہمارا طریقہ اعتدال کا ہے۔ جماعت اور شیعہ کے باعث منکر کو کافر نہ کہا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

اس باب میں خلاصہ سخن یہ ہے کہ کتاب اللہ اس بارے میں متکمل اور شیعہ ہے۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں حدیث شریعت و تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کی سزا کو باطل واضح اور روشن کر دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۴۰ وَ عَنْ الْمُؤَخَّرِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ
فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلَى الْوُضْءِ
وَعَلَى الْخُفَّيْنِ - (دَعَا مُسْلِمًا)
حضرت معمر بن شعیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو
پیشانی اور دست مبارک اور دونوں پر مس کیا۔
(مسلم شریف)

۳۵۰ حضرت معمر بن شعیبہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں جسک تحقیق کے سال اسلام لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ سیدہ سے پہلے حدیبیہ میں شریک ہوئے۔ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قصور میں حکام اہل ان کے خاص مشیر و وزیر ہیں۔

۳۵۱ مانع یہ ہے کہ سر کی مقداریہ مس میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سانس سے سر کا مسح فرض ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں سر کے مسح کا حکم ہے اور سر جو کچھ سانس سے سر کا نام ہے تو مسح بھی سانس سے سر کا واجب ہوگا۔ اس کے برعکس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے مطلق سر کے مسح کا حکم ہے مگر ہوا یعنی اگر سر کے مسحت دیاں ہی ہوں یا کہ نہ ہوں تو سانس کا نام مس ہے۔ اور یہ معنی سر کے کچھ حصے کے مسح سے متفق ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سر کے مسح کے حصے کا مسح فرض ہے۔ آپ کی دلیل یہ حدیث نامیہ ہے۔ نامیہ (پیشانی) سر کے اگلے چوتھائی

جسے کا نام ہے۔ اگر اسے سر کا مسح فرض ہوتا تو آپ صوفت مقدسہ نامیہ پر کفایت نہ کرتے۔ اور اگر اس سے کم پر مسح جائز ہوتا تو بیان جواز کے لیے کبھی چوتھا ہی حصہ سے کم پر بھی مسح کرتے۔ امام احمد کے مذہب کے بیان میں روایات مختلف ہیں جو تینوں ائمہ مذکورہ کے مذہب کے موافق ہیں۔ مگر زیادہ تر روایات امام مالک کے مذہب کے مطابق ہیں۔ ایک حدیث میں اکثر سر کے مسح کا بھی ذکر آیا ہے۔ میں (شیخ محدث) نے بعض متاخرین مشائخ سے سنا ہے وہ اپنے مشائخ سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے کہا الانصات فی مسئلہ مسح الرأس مع مالک۔ یعنی مسح سر کے مسئلہ میں حق والفاظ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسح کے بارے میں قرآن حکیم کی آیت مجمل ہے۔ حدیث نے اس اجمال کی تفصیل کر دی۔ اس مسئلے کی پوری تفصیل شرح سفر السعاده میں بیان کر دی گئی ہے۔

۳۵۔ علی العماتہ۔ یعنی اہل آپ نے علمہ شریف پر مسح کیا۔ یہ اس پر محمول ہے کہ جب آپ نے فریضہ مسح ادا کیا اور مقلد پیشانی پر کفایت کی تو اس کی تکمیل اور ادائے سنت کی خاطر جو تمام سر کا مسح ہے، بقیہ سر پر مسح کرنے کے بجائے علمہ شریف پر مسح کیا یہ آپ نے فی الجملہ تعبیر و تنکیف کے لیے کیا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق چونکہ تمام سر کا مسح فرض ہے۔ اس لیے اس فریضہ کی تکمیل کے لیے کچھ سر پر مسح کیا اور کچھ علمہ شریف پر امام توحید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ راوی کا دم ہو شاید کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عادت دست مبارک علمہ شریف پر پھیرا ہو اور راوی نے یہ وہم کر لیا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علمہ شریف پر مسح کیا ہے۔ معاذ اللہ۔ لیکن سر پر مسح ذکر نا بلکہ مسکۃ علمہ پر مسح کرنا جس طرح موندوں میں ہوتا ہے۔ تو تینوں ائمہ کے نزدیک جائز نہیں ماسوائے امام احمد کے کہ ان کے نزدیک صرف علمہ پر مسح کر لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ علمہ با وضو مینا ہو اور اس نے ماسوائے سر کو چھپا یا ہو اور جس طرح موندوں میں ہے۔

اور راوی نے یہ حکم اعلیٰ الثمن (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں موندوں پر مسح کیا، تو اس سے بھی بظاہر اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اور امام توحید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ فقہا حدیث کی ایک جماعت نے علمہ پر مسح کو جائز قرار دیا ہے۔ مگر دیا اسلام کے اکثر لوگوں میں اس کے خلاف پر عمل ہے۔ مانتا ہی۔ اور حق یہ ہے کہ صرف اس فعل خیر پر اجماع کرتے ہوئے علمہ پر مسح کا حکم دینا تو حق نہیں دیا جاسکتا۔ الا یہ کہ ظہور و شہرت میں موندوں کی حدیث کے وجہ سے کی حدیث ہو جو آفتاب کی روشنی کی طرح روشن و واضح ہو۔ معاذ اللہ۔

۳۶۔ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجِبُّ التَّيْمُنَ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ذرا حق میں جہانگ
مکن ہوتا ہے ہم میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب کو پسند

مَا اسْتَطَاعَتْ فِي شَاوِهِ لِحْظِهِ فِي طَعْمِهِ
وَتَوَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) جتنا چاہتے ہیں۔ (چاری و سلم)

اسے یعنی آپ اپنا ہر کام جانب راست سے شروع کرتے تھے اور جانب راست اختیار کرتے تھے اس کے بعد ان کاموں کی تفصیل بیان فرمائی۔ چنانچہ فرمایا فی طعمہ۔ چنانچہ کپ پیسے دائیں ہاتھ دھرتے ساری طرح پیسے دائیں پاؤں مبارک دھرتے۔ تاہم دونوں رخسارے اور دونوں کان تو ایک ساتھ ہی دھرتے جائیں گے۔

تھ و ترجلہ۔ یعنی سر مبارک اور ریش مبارک میں گنگمی کرنے میں جانب راست سے شروع کرتے۔

تھ۔ یہ تین چیزیں بطور مثال بیان فرمائیں۔ ورنہ ہر چیز جو عزت و تکریم اور جائزہ زینت و آرائش سے تعلق رکھتی ہے سب کا یہی حکم ہے۔ جیسے کپڑے پہننا، پاؤں میں حوزے پہننا، مسجد میں داخل ہونا۔ سوکھ کرنا، جانے دھو سے باہر تھم رکھنا، سر نہ ڈالنا، ناخن تراشنا، بیل کے بال اکھیرنا، بیس پست کرنا وغیرہ۔ سر منڈانے میں بعض علماء منڈانے والے کی دائیں جانب مڑاتے ہیں اور بعض منڈانے والی کی دائیں جانب یعنی وہ پیسے اسی جانب کو منڈانے جواں کی دائیں جانب واقع ہو۔ جیسا کہ بعض علماء نے مناسک حج میں ذکر کیا ہے۔ تاہم قول اول اصح اور اظہر ہے۔ اور وہ کام جو مذکورہ امور جیسے نہیں ہیں جیسے سجدے باہر آنا، جائے وضو میں جانا، طہارت غانہ میں داخل ہونا۔ تاک سات کرنا، کپڑے آمارنا اور اس جیسے اور کلام قرآن میں یا میں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے اور یہ سب دائیں جانب کے خراف و عزت کی بنا پر ہے۔ جس طرح دائیں جانب کافر شتہ یا میں جانب دسے فرشتہ پر فضیلت رکھتا ہے۔ اور دائیں جانب کا ہمایہ یا میں جانب دسے ہمایہ یا فضیلت اور اس کا حق مقدم ہے۔

لاستی در ہمہ یا مستبر است

لاستی کہ ہر جگہ فوقیت و فضیلت مائل ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۳۹ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَيْسَتْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ بائیں

جمہور کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ وَإِذَا أُنْتُم إِلَى الصُّلَاحِ فَأَخْسِلُوا أَلْسِنَكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ لَكُمْ غُفَّارًا ۝۱۰۱ یعنی جب تم فساد کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہرے کو دھوؤ۔ اسی آیت مبارکہ میں بسم اللہ شریف کا ذکر نہیں ہے لہذا صاحب منہن اربعہ (منہن لسانی، منہن ابوداؤد، منہن ابن ماجہ) نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کی تعلیم دے دیتے ہوئے فرمایا اُس طرح خود کو جس طرح خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ نے جس آیت میں یعنی مذکورہ آیت میں وضو کا حکم دیا ہے اس میں بسم اللہ شریف کا ذکر نہیں ہے۔ اور تیسری فصل کے آخر میں حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ایک روایت آرہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو شروع کرتے وقت خدا تعالیٰ کا نام لے اس کا سالہا جسم پاک ہو جاتا ہے اور جو خدا کا نام نہ لے اس کے صرف وضو کے اعضاء پاک ہوتے ہیں۔ اس کلام کا اسلوب بیان کی ہر کتابت کرتا ہے کہ بسم اللہ سے وضو میں کمال پیدا ہوتا ہے اور یہ نیت یا استحباب کی ملامت ہے۔ امام محمد اوی دامام قدوری نے قواسم سنت قرار دیا ہے۔ مگر صاحب ہدایہ نے کہا صحیح تر بات یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

۳۰۰ عَنْ يَسِيْرِ بْنِ صَبْرَةَ قَالَ قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَنْ الرُّضْوَةِ
قَالَ أَسْبَغِ الرُّضْوَةَ وَخَلِّ بَيْنَ
الْأَصَابِعِ وَبَالِغِي فِي الْإِسْتِشْقَاءِ إِنْكَ
أَنْ تَكُونَ صَافِيًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
الترمذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ
مَاجَةَ وَالْذَاهِرِيُّ إِلَى قَوْلِهِ بَيْنَ
الْأَصَابِعِ -

سے لقیطہ بردن کریم پُسرۃ الفتح صادر کربا مشہور محالی ہیں۔ آپ اہل طائف میں شہرہ ہوتے ہیں۔

سے یعنی اہل حق اور پادشاه کی انگلیوں کا خصال کہ لغت میں تحلیل کا معنی ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنے کا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک انگلیوں کا خصال منت اور امام احمد کے نزدیک پلٹوں کی انگلیوں کا خصال تو یہ اختلاف منت ہے تاہم اگر خصال نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ انگلیوں کا خصال بہت پسندیدہ چیز ہے۔ اہل حق انگلیوں کے خصال میں ان سے دور رہنا پسند نہیں کیا بلکہ منت ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ منت نہیں۔ کیونکہ ان کا کھلا کھلا اور جھل جھل ہونا خصال سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

کے نزدیک انگلیوں کا خلال مٹ پانوں کی انگلیوں کے ساتھ خاص ہے کیونکہ ہاتھ کی انگلیاں پیدائشی طور پر کشادہ اور جدا ہوتی ہیں۔ ہاں اگر ایک دوسری کے ساتھ چکی ہوئی اور متصل ہوں۔ اور نکتہ کے بغیر ان کے درمیان پانی نہ گزرے تو واجب وضو نہ ہوگا۔ اور خلال نہ کرنے پر جو وعید و ترغیب کی حدیث میں آئی ہے جیسا کہ ہلایہ میں آیا ہے وہ اسی مذکورہ صورتِ محمول ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ پانوں کی انگلیوں کے خلال کی کیفیت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی چھ انگلیاں شروع کرے۔ اور بائیں پانوں کی چھ انگلیاں پر ختم کرے۔

سَلَّمَ بَابُ الْفَرْقِ فِي السُّنَنِ - یعنی ناک میں اپنے طریقے سے پانی چھٹیکے دینے میں یہ الفاظ میں بالغ فی العلم منہ والاستثناقی یعنی اپنے طریقے سے کمر اور ناک صاف کرنا کی حد یہ ہے کہ پانی سے منہ چڑھے اور اس میں مبالغہ یہ ہے کہ پانی مطلق تک پہنچائے۔ اور بعض کے نزدیک مبالغہ کا مطلب یہ ہے کہ سانس منہ میں پانی پھرے استثنائاً کہ حد یہ ہے کہ ناک کے نرمے تک پانی پہنچائے اور اس میں مبالغہ یہ ہے کہ اس سے بھی آگے لے جائے بعض کے نزدیک مبالغہ کا مطلب یہ ہے کہ سانس سے پانی کھینچ کر ناک کے سوراخ کے آخر تک پانی لے جائے۔ لکھ کیونکہ روزہ کی حالت میں مبالغہ سنت نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ کہ اس سے روزہ کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قول مشہور میں غسل اور وضو میں کمر اور ناک میں پانی چھٹانا فرض ہے۔ اور امام مالک وشافعی رحمہما اللہ کے نزدیک غسل اور خود دونوں میں سنت ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو میں دونوں سنت اور غسل میں فرض ہے۔

شہ - یعنی یہ عبادت بالغ فی الاستثناقی الا ان تکون سائغاً کے الفاظ ابن ماجہ اور دارمی کی حدیث میں نہیں ہیں۔

۴۴ وَحَنِ ابْنِ عَمْرِو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُمْنَا فَمَقُولُ أَصْلَابُكَ يَدُكَ وَرَجْلُكَ نَوَافُ التَّوْبَةِ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ وَقَالَ التَّوْبَةُ هَذِهِ أَحَدِيَّتُكَ غَرِيبٌ وَحَنِ ابْنِ عَمْرِو قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو بھڑکے تو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت مسروق بن خذافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرما

وَاَيُّتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا قَوَّضًا يَدُكَ أَصَابَكَ مَا يَكُونُ بِمَنْصُورٍ
لَوْ أَنَّكَ لَتَرْتَعِدُ نِيَّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ عَصَا

یہاں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ وضو
کرتے وقت اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو اپنی چھٹیاں
لٹکے تھے۔ اسے ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اسے متورق بن شراؤ یعنی بھیم دم کوکین میں اور حج کا مکملین واد کوکرا آخر میں وال۔ خدا وین کی فتح اور مال کی
شک کے ساتھ۔ آپ اہل کو فہمیں شمار ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفیت کے وقت پہنچے تھے۔ لیکن
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا سماع ثابت ہے۔

۵۲ اور چھٹیاں سے ملنا خلال کو مستلزم ہے بعض نے کہا یہاں دلک (النا) خلال کے معنی میں ہے۔ خلال
کے یہ چھٹیاں کی نخعیس کی وجہ سے ہر اک انگلی کا انگلیوں کے درمیان داخل کرنا زیادہ آسان ہے نیز قدرت لی
یہی پھروں سے باقی ہے۔

۵۳ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَوَّضًا أَخَذَ كَفًا
فَتَنَّمَ مَتَاهُ فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَبِيبِهِ فَغَلَلَ
بِهِ لِحْيَتَهُ وَقَالَ هَكَذَا أَمَرَنِي رَسُولِي.
لَوْ أَنَّكَ لَأَبُو دَاوُدَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو ہاتھ ہمارک میں پان کا ایک
پیر پیرے ہوتا ہے منی کی طرف سے پیش ہمارک کے نیچے دے
پیراں کے ساتھ اپنی پیش ہمارک کا غل لایا اور صلی اللہ تعالیٰ
نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی)

اسے خلک دونوں کے ساتھ یعنی منہ کا اندر کا حصہ تحت خلک کا معنی ہے ٹوڑی کے نیچے آپ منہ دھونے
کے وقت ایسا کرتے تھے جو اس کا تہ ہے۔ دوسرے فارغ ہونے کے بعد نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ بعض لوگوں
کا رسم ہے۔

۵۴. وَعَنْ عُمَانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغْلِلُ لِحْيَتَهُ (رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ وَالْإِسْرَاقِيُّ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیش ہمارک کا خلال لیا کرتے تھے۔
(ترمذی اور دارمی شریف)

اسے معلوم ہوتا چاہیے کہ فرائضی کے خلال میں اماریت متعدد فرق سے آئی ہیں۔ ان میں سے بعض فرق میں
قبل وقال کی گئی ہے۔ ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس باب میں صحیح ترین حدیث علمین شفیق کی حدیث ہے
جو انہوں نے وائل سے انہوں نے حضرت عثمان سے روایت کیا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ڈاڑھی کا خٹال سنت ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک افضل ہے۔ مگر یہ کہ شہمی نے کہا ہے صحیح ترقول امام ابو یوسف کہ ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بھی ڈاڑھی کا خٹال سنت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہاتھ پیر دینا اور ڈاڑھی کرنا دینا کافی ہے۔ جیسا کہ شہمی نے کہا۔ امام احمد کے نزدیک ایک روایت کے مطابق واجب ہے۔ اور کہا اگر معمول کر ڈاڑھی کا خٹال نہ کیا تو حرج نہیں اور اگر دائرہ چھڑ دیا تو قس کا اعادہ کرے۔ اور ڈاڑھی کے خٹال کا طریقہ اور کیفیت یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں ڈاڑھی کے نیچے لاکر اوپر کی طرف لائے۔ خٹال تین بار دہریئے کے بعد کرے۔ جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابو یوسف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کرتے دیکھا۔ آپ نے دونوں ہاتھ دہریئے اور انہیں خوب صاف کیا۔

پھر تین بار علی کی اور تین بار تاک میں پانی ڈال کر اسے صاف کیا۔ تین بار چہرہ مبارک دھویا اور کہیں تک تین بار ہاتھ دہریئے۔ پھر ایک بار سر کا سجا کیا پھر آپ نے ٹخنوں تک پاؤں دہریئے پھر آپ کھڑے ہوئے اور دھونے کا پانی پانی کھڑے ہو کر پایہ آپ نے فرمایا! میں نے پسند کیا کہ تم لوگوں کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت (دھونے) کیسے ہوتی تھی۔

(ترمذی و سنن)

۳۴۰. وَعَنْ أَبِي حَبِشَةَ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا
تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَيْهِ حَقًّا فَقَامَهُمَا ثُمَّ
مَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَرَغَلَ
وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا
وَوَضَّأَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً
ثُمَّ رَغَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ
فَأَخَذَ قَعْلَ طَهْوَرَةٍ فَشَرِبَ مِنْهَا
فَاقْبَضَ ثُمَّ قَالَ أَحَبُّتُ أَنْ أُرِيَكُمْ
كَيْفَ كَانَ طَهْوَرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَالْحَسَنِيُّ

اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے۔ بعض اسے دھونے کے پانی کے ساتھ خاص رکھتے ہیں مگر مسئلہ میں تفصیل سمجھو اور احکامات فراموش باب الاشرہ میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت محمد خیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ہم لوگ بیٹھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے جب کہ وہ دھونے کر رہے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دھونے کا پانی کے برتن میں ڈالا اور اپنے

۳۴۱. وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ نَعَمْ جُلُوسٌ
نَنْظُرُ إِلَى عَلِيٍّ حِينَ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ يَدَهُ
إِلَى الْمِثْمَلِ فَمَلَأَ قَدَمَهُ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ
وَنَشْرَبُ مِنْهُ الْيُسْرَى فَقَالَ هَذَا ثَلَاثٌ

مَرَاتٍ تُعْرَقَالْ مَنْ سَرَا أَنْ يَنْظُرَ إِلَى
طُغْيَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَعَدَا طُغْيَانًا -

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

منکو بان سے پر کیا اور کل کی اورنگ میں پانی ڈالا اور انہیں با تھو
ناک حالت کی۔ آپ نے تین بار اس طرح کیا۔ پھر آپ نے اپنا چہرہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مبارک کو دیکھ کر شرمنا چاہیے
تو یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور مبارک داری شریف۔

سلہ غیر لفظ غار سکون یا یہ لفظ شرک منسوب ہے بن زید الہمدانی انہوں نے (عبد شہر بن زید) نے جامعیت اور وہم و فہم
ڈالے پائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی پایا مگر آپ سے ملاقات نہ ہو سکی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ ان کا شمار
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص ساتھیوں میں ہوتا ہے۔

سلہ کیونکہ کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مبارک کا طریقہ
یہ تھا۔ باقی رہی یہ بات کہ اس حدیث میں صرف علی اور استنشاہ رناک میں پانی چڑھانا کا ذکر فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی
ہے کہ اس مقام راوی کا مقصد صرف علی اور استنشاہ رناک صاف کرنا اور تین بار ایسا کرنا ہی ہوا ہے بیان کرنا
مطلوب ہو کہ آپ نے ایک ہی چلو سے دونوں کام کیے۔ جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ باقی وضو کی کیفیت
بھی معلوم تھی اور اس میں کوئی اختلاف بھی نہ تھا اور اشاعہ علم۔

۳۸۸ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَيْفٍ
وَاحِدٍ فَعَلَّ ذَلِكَ ثَلَاثًا -
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ -

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے جفراتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا کہ آپ نے ایک ہی چلو سے کل کی اورنگ میں
پانی چڑھا۔ آپ نے تین بار ایسا کیا۔
ابوداؤد و ترمذی۔

سلہ اس حدیث سے بھی مقصود وہی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تھا۔

۳۸۹ وَعَنْ أَبِي عُبَايَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَّ بِرَأْسِهِ وَ
أَذْنَيْهِ بِأُطْحَمَايَا السَّبَاحَتَيْنِ وَ
ظَاهِرَهُمَا بِأَيْدِيهِمَا -
رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ

حضرت ابی عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر اور دونوں کانوں کے اندر
کے اندر کے حصے کا دونوں انگشتان شہادت سے اور دونوں
کے باہر کے حصوں کا دونوں انگوٹھوں سے مس فرمایا۔
بیہقی۔

۱۵۔ انہیں مسجین بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ تسبیح یا خدا تعالیٰ سبحان کی بات کرتے وقت ان انگلیوں سے اشارہ کرتے ہیں۔ اور یہ انگلیوں کے ساتھ کی انگلیاں ہیں۔ انہیں انگشت تین شہادت بھی کہتے ہیں۔ یہ ان کا اسلامی نام ہے۔ اور جاہلیت میں انہیں سہا کہتے تھے۔ سب کا معنی گال ہے۔ عرب اس سے لوگوں کو گال دیتے تھے۔ اور گالی دیتے وقت اس سے اشارہ کرتے تھے۔ اسی بنا پر اس نام کا ذکر مکرر قرار دیا گیا ہے۔ کبھی بعض مواقع میں اس لفظ (سہا) کا اطلاق واستعمال کروا جاتا ہے۔ اس حدیث میں بھی بعض نسخوں میں سہا تین کے پہلے سہا تین واقع ہوا ہے۔

۳۴۰۔ وَعَنِ الرَّوْبِيعِ بَنَتْ مَعُوذُ اللَّهِ كَذَّ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعُوذًا
قَالَتْ فَسَمِ رَسُولَهُ مَا أَقْبَلَ وَنَهْ
وَمَا أَذْبَرُ وَصَدَّغِيهِ وَأَذْنِيهِ مَرَّةً
فَاحِدَةً وَفِي سَأَلِيهِ أَنَّهُ تَوَضَّأَ
فَأَدْعَلَ إصْبَعِيهِ فِي جُجْرِيهِ أَذْنِيهِ
رَعَاكَ الْيَوْمَ دَاوُدَ وَسَدَى التَّوْبِيذِي
الرَّوَايَةُ الْأُولَى وَاحْمَدُ وَابْنُ
مَاجَةَ الثَّانِيَّةُ۔

حضرت ربيع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ وہ
فراق میں اپنے سر کا سر کیا۔ سر کے اٹھانے اور پچھلے حصے کا
ان کا نون یا دھواں ان کے درمیان کے حصے کا۔ اور دونوں
کانوں کا ایک ایک بار اور ایک روایت میں ہے آپ نے وضو کیا
پھر دونوں انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخ میں ڈالیں۔ اسے ابو
داؤد نے روایت کیا۔ احمد ترمذی نے پہلی روایت کی روایت کی۔ ابن
مروہ واحد کے لفظ تک۔ اور احمد ابی ناجی نے دوسری روایت
کی روایت کی۔ یعنی ترمذی کے لفظ آخر تک۔

۱۶۔ معلوم ہونا چاہیے کہ مسج سے مسج بارے میں احادیث یا تو مطلق وارد ہوئی ہیں یا ایک بار کے ساتھ متعید ہیں اور
یہ سب صحیح احادیث ہیں۔ بعض احادیث میں مرتین (دوبار) کا لفظ بھی آیا ہے۔ اسے دو گنا کے لفظ سے موسوم کرتے ہیں۔
مگر تین دفعہ مسج کا ذکر کسی صحیح حدیث میں نہیں آیا۔ کیونکہ جو کچھ احادیث میں آیا ہے وہ اسی قدر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
پنے ایک ایک بار بار دو بار یا تین تین بار وضو کیا۔ اور وضو غسل اور مسج دونوں کو شامل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا
تین بار مسج کا قول اس حدیث اور مسج کو وضو کرنے کی وجہ سے ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث
میں تین بار کا محض احتمال ہے۔ اور دوسری احادیث اس بیان میں صریح ہیں کہ آپ نے صرف ایک بار مسج کیا۔ اور
حسب قوا عد غرض کا محل متعین پر کرنا ضروری ہے پھر مسج کی بنا تخفیف و آسانی پر ہے۔ اسے وضو کرنے پر قیاس نہیں کر
سکتے۔ فتح الباری میں کہا کہ بخاری و مسلم کے کسی بھی طریق میں مسج کے عدد کا ذکر نہیں آیا۔ اور اکثر اسی پر ہیں مگر امام شافعی
فرماتے ہیں تین تین بار مسج کرنا مستحب ہے۔ ابو داؤد نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام احادیث جو صحیح میں صرف

ایک ایک بار مسح پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخ ابن المہم رحمہ اللہ نے کہا مسح کا حکم اضریب اسناد میں آیا ہے لیکن احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کے باعث وہ اہل علم کے نزدیک حجت نہیں بن سکتا انتہی۔ پھر جہاں جہاں تکلمہ مسح کا ذکر ہے اس سے ایک ہی پانی سے تنکھار مراد ہے۔ نئے پانی سے تنکھار مراد نہیں۔ علامہ حنفی نے کہا آپ جدید کے ساتھ تین تین بار مسح کرنا بدعت ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حریب روایت میں آیا ہے۔ ہاں ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا ہلایہ میں اسے خروج اور جائز۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ سے مروی قرار دیا۔ ہدایہ کی بعض شرووح میں کہا کہ حسن نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک ہی پانی سے اگر تین بار مسح کرے تو یہ منوں ہو محمد دائرہ عالم۔

۳۸۱ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَأَى
الْيَمِينِ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْضًا
وَأَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاؤٍ غَيْرِ فَضَّلٍ
يَدَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ
مَعَ ذَوَائِدِهِ

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے قوض کیا اور
اس پانی سے مسح کیا جو ہاتھوں سے چھوڑا تھا۔
ترمذی نے روایت کیا اور مسلم نے اسے کچھ نکال دیا۔
ماقہ روایت کیا۔

۳۸۲ یعنی مسح کر کے یہ نیا پانی لیا۔ اور اس سے مسح کیا اور اس تری پر جو ہاتھوں کو لگی ہوئی تھی۔ کفایت نہ کی۔
کتب حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اس تری کے ساتھ مسح کر لیا جو ہونے والے طہ منورے ہاتھ میں لگی رہی ہے
تو یہ کافی ہے اور اس طرح ہے جیسے برتن سے نیا پانی لیا مگر اس تری سے مسح کرنا جائز نہیں جو کسی عضو پر مسح کرنے
کے بعد باقی رہے اور اس واسطے میں ایک حدیث بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ اور اس
مذکورہ حدیث میں بھی بروایت ابن یسیر مزید کے بجائے خبر کا لفظ آیا ہے۔ یعنی اس تری سے مسح کیا جو ہاتھ چھوٹنے
کے بعد ہاتھوں میں لگی ہوئی تھی۔ یعنی نیا پانی نہ لیا۔ تاہم صحیح روایت وہی ہے جو متن میں مذکور ہے۔ کچھ نسخہ
دوسری روایت میں مروی ہے کہ آپ نے مسح کر کے یہ نیا پانی لیا۔ پس اولیٰ اور افضل وہ ہے جو متن میں
مذکور ہے۔ اور ہاتھ میں لگی ہوئی باقی ماندہ تری سے مسح کرنا بھی جائز ہے۔

۳۸۳ یعنی لک کرنا، انک میں پانی چڑھانا، چہرہ اور باقی اعضائے وضو پر نہا۔ اور جو نسخہ مصنف رحمہ اللہ
نے ان نوامد کا ذکر دوسری احادیث میں کر دیا ہے۔ اس لیے یہاں ترمذی کی اس حدیث پر کفایت کی جی میں مسح
کے لیے نیا پانی لینے کا ذکر ہے۔ یہ خود فکر کا مقام ہے۔

۳۸۴ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ ذَكَرَهُ وَصَوَّبَهُ
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

الْمُؤَصَّلِ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانَ
يَسْمُ الْمَاقِينَ وَقَالَ الْأَذُنَيْنِ
الزَّائِيں۔

کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کرتے
ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹان مبارک
کے دونوں گوشے چھوا کر دھوتے وقت کہتے تھے۔

رَوَاكَ ابْنُ مَاجَةَ وَأَبُو دَاوُدَ
وَالْتِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَا قَالَ حَمَّادُ الْأَعْمَشِ
الْأَذُنَانِ مِنَ الزَّائِيں مِنْ قَوْلِ الْأَعْمَشِ
أَمْرٌ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ۔

ابو داؤد امام ابی نعیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کان سر
میں شامل ہیں۔ اسے ابن ماجہ اور ابوداؤد اور ترمذی نے
روایت اور ابی نعیم نے (ابو داؤد و ترمذی) نے ذکر کیا کہ
حماد نے کہا میں نہیں جانتا کہ قول اللذان میں الزائیں حضرت
ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا قول بلکہ۔

لے بیان سے دو نسخے ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ سر کے ساتھ ہی کانوں کا مسح کرنا چاہیے۔ اور ہاتھوں سے
باقی داغہ پانی سے کرنا چاہیے۔ آپ جدید سے ذکر کرنا چاہیے۔ مسئلہ اول میں تاثر اربعہ کا اتفاق ہے۔ بعض کے نزدیک
کان چہرے میں شامل ہیں لہذا چہرہ دھوتے وقت کانوں کا مسح کرنا چاہیے۔ بعض یہ کہتے ہیں۔ کانوں کا ظاہر ہی حصہ
سر میں اور اندک حصہ منہ میں شامل ہے۔ یہ حضرات اللذان من الزائیں کے الفاظ کو ضعیف قرار دیتے ہیں یا اسے
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں اور دوسرا مسئلہ کہ کانوں کا مسح سر کی ترمی سے کیا جائے
ہمارا امام احمد کا مذہب ہے ان کے اکثر شامخ کے بیان کے مطابق یہی صحیح ہے۔ کیونکہ جن لوگوں نے
بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس بات کو زیادہ تر ذکر کیا ہے کہ آپ سر اور
کانوں کا مسح ایک ہی پانی سے کرتے تھے۔ یہی سی احادیث میں یہ بیان آیا ہے۔

امام شافعی اور امام احمد سے ایک روایت میں ابو امامہ مامک کے نزدیک کانوں کا مسح نئے پانی سے کیا جائے گا
اس باب میں بھی ایک حدیث مروی ہے۔ (اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے) کہ غالباً اور اکثر اوقات میں کانوں کا مسح آپ
سر سے ہی کرتے تھے۔ ہاں کسی وقت ترمی ہاتھوں میں باقی درہنہ بھی تو کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی پیتے
تھے۔ واللہ اعلم۔

۳۔ حدیث کی مبادرت جسے مؤلف نے ذکر کیا ہے۔ دونوں معنوں کا احتمال رکھتی ہے۔ اور حماد کو ترمذی
میں سے لاحق ہوا ہے۔

۳۸۳ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ جَدِّهِ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهِ مِنَ الرَّغْمِ
فَأَبْرَأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ هَكَذَا
الضُّمُّ وَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا فَقَدْ
أَسَاءَ وَقَدْ دُخِيَ وَظَلَمَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ وَدَعْنَاءُ
۳۸۴ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمَوْقِلِ أَنَّهُ
سَمِعَ أَبَتَهُ يَقُولُ اللَّعْمَرَاءُ فِي أَسْطُكُ
الْقَصْرَ لَا بَيْضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ
قَالَ أَيْ بَيْتِي سَبَلَ اللَّهُ الْجَنَّةَ وَلَتَعُودَ
بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ سَيَكُونُ
فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَقْتَدُونَ فِي
الطَّعْمِ وَالذُّعَاوِ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

حضرت عمرو بن شعیب سے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں
کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک عجمی نے کہا کہ میں نے
وہ آپ سے دیکھا کہ کینٹ اور اس کا کمال دریافت کرنا تھا کہ آپ نے
اسے تین تین بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لایا اور وہ اس کی شکل میں ہے
میں نے تین تین بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لایا اور وہ اس کی شکل میں ہے
ظلم کا کلمہ ہوا اسے سنائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ ابو داؤد
نے اس کا سنن روایت کیا۔

حضرت محمد بن عبد اللہ بن عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
نے اپنے لڑکے کو دعا کرتے سنائے انہوں نے اس کا شک انصاف میں
عن میں ابن عبد اللہ سے کہ جس سے جنت کی دواں ہوا ہے
عمل کی روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اسے میرے لئے ہے انہوں نے
سے جنت کے سوال کر۔ اور خدا تعالیٰ کے پاس آتش دوزخ سے
پناہ مانگ۔ کہ وہ ایک دن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا
شاہد کہ یہ امر واقعہ ہے کہ میری اس امت میں حقیر ایک
ایسا گندہ پیر ہے جو کہ دوزخ میں ادب و اعتدال کی حد سے
جائے گا اسے احمد بن داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۱۔ بغیر ہم دفع غین و فائے مشورہ آپ مشورہ مانی ہیں۔

۲۔ یعنی اس تکلف اور بے فائدگی کو کیا ضرورت ہے کہ جنت کی معین جگہ اور جہنم کی مقام اور وہ بھی خاص کیفیت و صفت
کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مانگ رہا ہے۔ تو یہ طلب کر کہ خدا تعالیٰ تجھے آتش دوزخ سے بچائے اور جنت عطا فرمائے۔

۳۔ طہارت میں حد سے تجاوز کرنا تو یہ ہے کہ تین بار سے زیادہ بار دہرے۔ پانی میں اسراف کرے۔ اور دوسرے کی حد
نیک پانی کے استعمال میں مبالغہ کرے۔ اور دوسری حد سے تجاوز کرے کہ کسی میں تنقید کی درخواست کرے اور امکان و عادت سے
طاعت چیز کے حصول کی دعا کرے اور اپنے پاؤں یا اطراف سے باہر نکالے۔

۳۸۵ وَعَنْ أَبِي ثَوْبَانَ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
حضرت ابی ثوہان کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلْوُضُوءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ الزُّلْمَانُ فَإِذَا قَامَ وَسَّاسَ الْكَلْبَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَفْظُ اسْتَاذُهُ بِالْقَوِي عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ لَا كُنَّا لَا نَعْلَمُ أَحَدًا اسْتَاذَهُ غَيْرَ حَاجِبَةٍ وَهُوَ لَيْسَ بِالْقَوِي عِنْدَ أَصْحَابِنَا۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو کوئی اپنے کپڑے پہنے اور وضو کرے اور شیطاں کہتا ہے جیسے کہ ان کی کہتے ہیں تو پانی کے دوسروں سے چھڑے۔ اسے ترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریبہ ہے اور ترمذی کے نزدیک اس کا اسناد قوی نہیں کیونکہ ہم نے ترمذی سے معصب ابو النعمان سمرقانی کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے جس نے اسے مستند بیان کیا ہو اور وہ ہمارے اصحاب کے نزدیک قوی نہیں ہے۔

اسلام آپ عظیم الشان صحابی ہیں، سید القراء، سید الانصار اور کاتب وحی ہیں۔ آپ کے خاقب دوسرے مقام میں مذکور ہوئے ہیں۔

اسلام و کفر سے شوق ہے۔ یعنی اندوہ و عدم اور عدم سے باعث عقل کا زائل ہو جانا اور معنی حیرت بھی آتا ہے۔ اس شیطاں کا نام دلمان اس لیے رکھا گیا کہ وہ طلب و وسوسہ کی شدت حرم اور لوگوں کی وسوسہ اندازی کی فکر میں گویا ہر وقت حیرت اور غم و اندوہ میں ڈوب رہتا ہے۔ اور یہ کہ کتاب ہے کہ دلمان انسان کی صفت کا نام ہو کہ اس کی طرف سے وسوسہ اندازی کے باعث انسان حیرت و اندوہ میں پڑ جاتا ہے۔ اس بنا پر مجازاً اس انسان کو شیطاں کہہ دیا گیا ہے۔

اسلام یعنی ایمان دوسروں سے بچو جو ہر منور کے وقت آتے اور اسراف میں مبتلا کرتے اور حد سنت سے باہر نکال دیتے ہیں۔ صحابہ کرام حدیث اس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ اور ان میں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

وَعَنْ مَعَاذِ بْنِ جَعْلٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فَجَعَلَ يَطْرُقُ قُورِيَةً۔ (رواہ الترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ وضو کر کے کھڑے ہوئے ایک گھر سے باہر نکلے اور مبارک صاف کیا۔ ترمذی حریف۔

اسلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہر گھر پر اپنا ہوا تھا اس سے حضور پریم و مبارک صاف کیا اس مقصد کے لیے آپ نے کوئی ایک دو مال تیار نہ رکھا ہوا تھا اور اگر ثوب کے لفظ میں ایک دو مال بھی شامل کر لیا جائے۔ تو بھی بعید نہیں۔

اِنَّهُ صَنِیْعٌ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَفَۃٌ
یَنْتَفِعُ بِهَا اَعْصَابُہٗۤ اَعْدَاۤلُ الْوُضُوۡءِ رَوَاۤءُ
الرَّقْمِیْذِیْ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ لِّیْسَ
بِالْقَدْرِ وَابُو مَعَاذٍ الرَّاۡوِیُّ ضَعِیْفٌ عِنْدَ
اَهْلِ الْحَدِیْثِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کپڑے کی ایک ٹانگہ جوتی
تھی جس کے ساتھ وضو کے بعد آپ اعضاء مبارک پر ہاتھ
تھے۔ اسے ترندی نے روایت کیا۔ اور کہا یہ حدیث قوی
نہیں۔ اور ابو معاذ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف
ہے۔

۱۔ کہ آپ کپڑے کے اس ٹکڑے کے ساتھ اعضاء سے لگا ہوا پانی صاف کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اعضاء مبارک صاف کرنے کے لیے علیحدہ کپڑا بھی ہوتا تھا۔

۲۔ امام ترندی علیہ الرحمۃ نے اپنی جامع میں ان دونوں احادیث کو روایت کیا اور دونوں کو ضعیف کہا۔ پہلی حدیث
کا ضعف بیان کرتے ہوئے کہا کہ ترشد بن سعد اور عبدالرحمن بن زید اور فریق حدیث میں ضعیف ہیں۔ اور کہا اس باب
میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح روایت میں کوئی چیز مروی نہیں۔ اور ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے درمال استعمال کرنے کی اجازت ثابت کرتا ہے۔ جو حضرات درمال کا استعمال مکروہ قرار دیتے ہیں وہ اس کی وجہ سے
بیان کرتے ہیں کہ وضو کا پانی بھی قیامت کے روز گولا جائے گا اتنی راۓ زیادہ اعضاء وضو کے ساتھ رہتا چاہیے۔

کتاب غلیظہ میں مذکور ہے کہ درمال کا استعمال اگر بطور تکبر ہو تو مکروہ ہے۔ درہمکہ وہ نہیں۔ بعض کے نزدیک بہتر
یہ ہے کہ استعمال نہ کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ اور اگر کر لیا جائے تو مکروہ بھی نہیں۔ اور بعض کے
نزدیک مکروہ ہے کہ اس میں اثر عبادت کا اثر الہی ہے۔ کیونکہ وضو کا مضمون تنجیس و تزکیہ کا ہے۔ اور وضو کا پانی تسبیح کرتا رہتا ہے۔
واللہ اعلم۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

۳۸۸ عَنْ ثَابِتِ اَمْرِ ابْنِ صَفِيَّةَ قَالَ خَلَّتْ
لَا بَنِي جَعْفَرٍ هُوَ مُحَمَّدٌ اَبَا قُرْحَةَ ثَابِتٌ
جَابِرٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً وَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَ
ثَلَاثًا ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ رَوَاۤءُ السُّرْمِیْذِیْ

حضرت ثابت بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے تم سے یہ حدیث
بیان کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار
دو دو بار اور تین تین بار وضو کیا؟ فرمایا ہاں۔

۳۸۹ وَحَنَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ قَالَ إِنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَقَالَ هُوَ يُؤْمَرُ
عَلَى نَوْمِهِ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار
وضو کیا اور فرمایا کہ نوری اللہ ہے۔
نہیں۔

اسے طہارت پر طہارت اور فرض پر سنت کا اضافہ مزید نورانیت کا موجب و سبب ہے۔ اس افطاس مذکورہ قصہ
تجلیل کی طرف اشارہ ہے۔ (کہ وضو کے اعضاء روز قیامت پختے ہوں گے)۔

۳۹۰ وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا
ثَلَاثًا وَقَالَ هَذَا وَضُوئِي وَوَضُوْعُ أَكْبِيْكَ
قَبْلِيْ وَوَضُوْعُ بَرَاءَتِيْ مِنْ رَأَايَا لِيْ فِيْ
وَالنَّوْءِ صَغَفْتُ النَّاسَ فِيْ شَرْحِ مُسْلِمٍ
اسے یمن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

اسے یمنی سیراہ وضو کامل وضو ہے۔ اور ترجمہ سے پہلے انبیاء الصلوٰۃ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کا وضو ہے
بخصوص نوبت کی طہارت و زلفات کامل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کا وضو ہمارا کہ یہی
ہمارے اسلامی طریقے اور خصوصیات کے مطابق تھا اور یہ بھی درست ہے کہ ولادت مقام کعبہ شریف انظر خاص میں تین بار
وضو نے کی طرف اشارہ ہو گیا کہ عبارت کا انداز بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

اسے یمنی شرح فی الدین نووی رحمہ اللہ نے دوسری حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شرح
میں مسلم میں ضعیف کہلے۔

۳۹۱ وَعَنْ أَبِي قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ ثَلَاثَ صَلَوَاتٍ
وَكَانَ أَحَدُنَا يَكْفِيْنُو التَّوَضُّعَ مَا يَتَوَضَّعُ
رَمَادَاكَ الدَّارِ (وَجْهًا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے
مگر ہمارے لیے ہے وضو ہونے تک ایک ہی وضو کافی ہوتا
تھا۔ داری۔

اسے ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔ ہمارے لیے کافی تھا۔

حدیث اس پر دلالت کرتی ہے لیکن فرماتے ہیں ہر خانہ کے لیے تازہ وضو کرنا عورت پر عمل اور ظاہر کتاب اللہ یعنی آیت
 ۱۵۱ اَسْتَمِرُّ اِلَى الصَّلٰوةِ الخادمہ کے پیش نظر تھا واجب وضو ہی نہ تھا۔

حضرت محمد بن یحییٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 فرماتے ہیں میں نے عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا
 یہ بات کو بتاؤ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ با وضو میں
 یا بے وضو میں حالت میں ہر خانہ کے لیے تازہ وضو کرتے ہیں یہ بات
 آپ نے کس سے حاصل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا حضرت اسماء
 بنت نریس بن الغناب رضی اللہ عنہا نے ان سے حدیث بیان کی
 کہ جب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ابی عامر الغیل نے ان سے
 حدیث بیان کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہامہ تھے
 کہ با وضو میں یا بے وضو میں تازہ وضو کر کے لیے وضو کریں یہ
 یہ حکم آپ کو دشوار محسوس ہوا تو آپ کو ہر خانہ کے لیے وضو کرنا
 کا حکم دیا گیا۔ اور ہر خانہ کے وقت نیا وضو کرنا منسوخ ہو گیا
 مگر وضو ٹوٹ جانے کی صورت میں۔ حضرت عبد اللہ اپنے
 اندر ہر خانہ کے لیے تازہ وضو کرنے کی قوت پاتے تھے اس
 لیے وضو نہ کرنا تک وہ ایسا ہی کرتے رہے۔

احمد۔

۳۶۱. وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ
 قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 عُمَرَ أَمَا آيَةُ وَضُوءِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ
 يُكْبِلُ صَلَوةً طَاهِرًا كَانَ أَوْ غَيْرَ طَاهِرًا مَكَّنْ
 أَخَذَ لَوْ فَقَالَ حَدَّثَنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي
 ابْنِ الْغَنَابِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَظَلَةَ
 ابْنِ أَبِي عَامِرٍ الْغَسِيلِيَّ حَدَّثَهَا أَنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
 أَوْ بِأَوْ غَيْرَ طَاهِرًا قَلَّمَ شَيْءَ ذَلِكَ عَلَى رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بِالسَّارِكِ
 وَهَذَا كُلُّ صَلَوةٍ وَقَدْ ضَمَّ عَنْهُ الْوَضُوءُ وَالْأُكْبَلُ
 مِنْ حَدِيثٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرَى
 أَنَّ يَهْ تَوَضَّعَ عَلَى ذَلِكَ فَفَعَلَهُ حَتَّى
 مَكَتَ . (دَعَاةُ أَحْمَدُ) .

لے جہان فتح عادل نے مشہدہ آپ الخ عبد اللہ انصاری ازنی ہیں۔ نعمانی تابعین میں سے ہیں محدث ابن حبان نے
 انہیں صاحب بقدر اقتدار لوں میں ذکر کیا ہے۔ آپ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ آپ امام مالک
 رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کی بڑی عزت و تکریم کرتے تھے۔ اور عبادت الہی بقدر اور
 علم میں ان کا خاص الفاظ میں ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام میں قوت ہوتی ہے۔

علامہ عبید اللہ تابعی ثقہ ہیں۔ حلیل الحدیث ہیں۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر کے بھائی ہیں، سنی محکم کے بعد اپنے بھائی
 سالم سے پہلے فوت ہوئے۔

۳ حضرت اسماء بنت ابی اسحاق رضی اللہ عنہ۔ آپ حضرت امین عمر رضی اللہ عنہ کی چچا زاد بہن ہیں۔ حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عمر کے بیٹے بھائی ہیں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بہن ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے۔ جنگ بدر اور احد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ اسلام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیام کے دن شہید ہوئے۔ ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ عنہا بھی صحابیات میں سے ہیں۔

۴ حضرت عبداللہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں۔ اور حضرت حنظلہ غیلہ اسادات صحابہ میں سے ہیں۔ غزوہ احد کے دن ہام شہادت نوش فرمایا جس قلعہ کی بنیاد آپ غیلہ کے لقب سے مشہور ہے وہ مشہور قلعہ ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دھماکا مبارک کے دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سات سال کے بچے تھے حضرت عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آپ نہایت اچھے اور فاضل شخصیت اور امیرانہ رفتار تھے۔ واقعہ حرہ کے دن شہید ہوئے۔ باقی رہا ابو عامر صاحب حضرت حنظلہ کا پسر قزوہ کافر تھا اور کفر کی حالت میں ہی بد بختی اور شقاوت کے حادیہ میں جاگرا۔

۵ یعنی یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اجتماع تھا کہ نہ جریب نہ سوریہ ہے۔ جو شخص قریب و طاقت رکھتا ہو اس کے لیے ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرنے کی ادویت اور افضلیت باقی ہے۔ نہ فہم اور کھم سے کام لیں۔

۶۴ وَحَنَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَبَنِي الْعَاصِ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِغَدِ
وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ مَا هَذَا التَّوَضُّعُ يَا سَعْدُ
قَالَ أَيْ الْوُضُوءِ سَرَّاتٌ قَالَ تَعْرِفُونَ
كُنْتُ عَلَى نَعْرَجٍ - رِوَاةُ أَحْمَدُ وَ
ابْنُ مَاجَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ جب کہ میں صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جب کہ وہ وضو کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے سعد اسراٹ اور پانی کی فضول خرچی کس لیے عرض کیا کیا وضو میں اسراٹ ہو چکا ہے فرمایا ہاں اگر تو عادی نہ کے کہ اسے ہی وضو کر رہا ہو۔ احمد و ابن ماجہ۔

۷ یعنی پانی جو نادر و نادر و نادر کیاب بھی نہیں اس واسطے اسے خرچ و استعمال ہی کیا جاتا ہے۔ اس میں کیا اسراٹ ہوگا۔ فرمایا اس میں اسراٹ ہوتا ہے۔

۸ اس جگہ میں بیان کے طور پر پانی کے اسراف سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس صورت میں اسراف تصور نہیں بعض علماء فرماتے ہیں نہر سے وضو کرنے میں اگر چہ پانی بہانے میں اسراف نہیں تاہم اپنی عمر اور وقت خالی کھینچنے کا

اسرائیل پلایا جا رہا ہے اور اس کے نزدیک ہے وہ جو بعض صورتوں نے کہا ہے کہ یہاں اسرائیل سے مراد گناہ کا ارتکاب ہے۔ یعنی اگرچہ جاری ہنر سے دھو کر نے میں ضرورت سے زیادہ پانی بہانے اور اسے ضائع کرنے کی صورت متحقق نہیں ہے مگر مقدار شرعی سے زیادہ پانی استعمال کرنے کی بنا پر گناہ ضرور قائم آتا ہے۔

۳۷. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مَسْعُودٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يُطْفِئُ جَسَدَهُ كُلَّهُ وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ لَمْ يُطْفِئْ إِلَّا مَوْجِمَ الْوُضُوءِ۔
حضرت ابو ہریرہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کرے اور اللہ کا ذکر کرے (اجدہ وضو میں بسم اللہ شریف پڑھے) اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔ اور جو وضو کرے مگر خدا تعالیٰ کا نام نہ دے تو اس کے وضو کا پانی صرف ایک ہونٹے جیسا

ملے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں بسم اللہ شریف پڑھنا سنت و مستحب ہے، واجب و ضروری نہیں جیسا کہ گذرا۔

۳۸. وَعَنْ أَبِي سَائِدٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ وَضُوءَ الْفُلُوقِ حَرَّكَ شَاتَتَهُ فِيمَا ضَبَعِهِ يَدَايَاهُ النَّدَاءُ فَطُفِقَ وَرَوَى ابْنُ مَكْبَةَ الْأَكْبَرُ۔
حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا وضو کرتے تو اپنی ہاتھ مہاک میں پانی ہونٹے اگوش کو ہلاتے۔ اس دو قول (حدیث) کو دارقطنی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے صرف دوسری روایت کیا۔

بَابُ الْغُسْلِ

غسل کا بیان

غسل یعنی غسل اور۔ یعنی خن یعنی دھونا۔ خن کے معنی کے ساتھ یعنی تمام جسم دھونا غسل وہ پانی جس سے بدن دھو رہے ہیں۔ اور غسل کہ خن کے ساتھ ایسی چیز جس کے ساتھ مرد دھو رہے ہیں۔ جیسے مٹی اور آتشکان اور طہنی وغیرہ۔ غسل یعنی پانی اور مرد ہونا دو قولوں کے لیے آتا ہے۔ حالانکہ وہ اصل کچیل جو کسی چیز کو دھونے سے باہر نکلتی ہے۔ غسل اعتقاد دھونے میں مبالغہ کرنا اور دوسرے کو غسل پر آمادہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

۳۹۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَذْيَعِ فَرَجَعَهُمَا فَقَدْ وَجِبَ الْغُسْلُ وَإِنْ لَمْ يُنْزَلْ دُمْنَقُ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد وضو کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے پھر وضو کر شستگی کی ڈال دے (اجام کرے) تو وضو واجب ہو جاتا ہے۔ انزال ہوا ہوا نہ ہوا ہو۔ (ترمذی رحمہ اللہ)

۱۔ شعب شمبر کی جمع ہے شمبر کا معنی کسی چیز کا ٹکڑا اور شاخ کا آگاہ ہے۔ یہاں اس سے وضو کے دونوں ہاتھ اور پاؤں یا دونوں رانیں اور دو پنڈلیاں یا دونوں رانیں اور اس کی شرم گاہ کے دو کنارے یا اس کی شرم گاہ کے چاروں کنارے مراد ہیں۔

۲۔ یعنی مرد وضو کے دونوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔

۳۔ یہی آئمہ اربعہ اکثر صحابہ جلیلہ علیہم السلام اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں وغیرہ تابعین رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔

۳۹۰ وَكَانَ إِذَا سَعِيَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْأَعْمَاءُ رَوَاؤُا مُسْلِمًا قَالَ الشَّيْخُ الْإِسْلَامُ مُنْجِي الشُّعْبَيْ رَحِمَهُ اللَّهُ هَذَا مَشْرُوعٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّمَا الْأَعْمَاءُ وَالْأَعْمَاءُ فِي الْإِسْلَامِ دَعَاؤُا الْقُرْآنِيِّ وَكَانَ أَحَدُ كُفَى الْعَبِيدِ عَيْنِي

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ کا استعمال (غسل) پانچ (یعنی) اعمیہ سے قائم آتا ہے۔ اسے علم نے عباد کیا شیخ الاسلام ابی القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس میں عبادت رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ الفاظ احکام کے لیے ہیں مگر میں نے سے جاری نہ کر دی تھیں پانچ۔ (ترمذی رحمہ اللہ)

۱۔ اس حدیث کے مطابق بے انزال غسل فرض نہ ہوگا پس ان دعا حدیث کے درمیان تضاد نظر آیا جاتا ہے مؤلف (مصاحب منکھوۃ) اس کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے قول میں فرماتے ہیں۔ قال الشيخ الأثرم۔ ۲۔ یہی حدیث انا الماد من الماد منسوخ ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ حدیث

سبوت ابتدا میں قہر میں اس سے منع کر دیا گیا۔ ترمذی نے کہا اسی طرح کہ روایت بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ یہ اجابت ابتدا اسلام میں قہر میں منوع ہو گئی۔ اسدیہ حکم ہوا کہ جب مرد کا کہ عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے۔ اور انقباض خنانین ہو جانے کے بعد منقوض ہو جاتا ہے۔ انزال ہو جائے۔

۳۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم احکام کی حالت سے تعلق رکھتا ہے۔ کہ اس میں تری کیجئے بغیر منقوض نہیں ہوتا۔ اگرچہ اسے دیکھا ہوا خوب اور اس میں حامل شدہ لذت یاد ہو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہ تاویل کے مطابق حدیث کو منوع قرار دینے کی حاجت نہ رہے گی۔ مگر حق یہ ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے۔ احکام کی حالت ہو یا غیر احکام کی کہ یہ حکم ابتدا اسلام میں تھا اس کے بعد منوع ہو گیا۔

۳۸ یعنی اس حدیث کو کہ حضرت ابن عباس نے کہا انا الملین المار فی الاقلام ترمذی نے روایت کیا اور میں اسے جاری و مسلم میں نہیں پایا۔ دلائل یہ مولف کی طرف سے صاحب معانیج پر اقتراض ہے مگر وہ اس حدیث کو صحاح میں لائے ہیں۔ علاوہ کہ صحیحین میں یہ حدیث نہیں ہے۔ اس اقتراض کا جواب یہ ہے کہ معنی (صاحب معانیج) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دونوں حدیثوں میں اقتراض اٹھانے کے لیے لائے ہیں۔ اس طریق پر نہیں لائے کہ حدیث صحیحین کی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔

۳۹ وَرَنَ أَوْسَلَمَةَ قَالَتْ أَمْسِكِي

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ

الْحَقِّ فَعَلَّ عَلَى الْمَرْأَةِ وَنَ عُسْلًا

أَحْتَمَلْتُ قَالَ نَعَمْ إِذَا أَمَرَاتِ النِّسَاءِ

فَعَلْتُ أَوْسَلَمَةَ دَبَّعَهَا وَقَالَتْ

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ

لَعَنَ رَبِّي بَيِّنَاتِكَ يَسْعَى شَيْطَانُكَ لَدُنَّا

مُتَنَقِّئٌ عَلَيْهِ وَذَا دَسُّهُ بَرَوَايَةٍ

أَوْسَلَمَةُ أَنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غُلِيظٌ

أَبْيَضٌ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ رَافِقٌ أَضْفَرٌ

أَيُّهَا عَلَا أَوْسَلَمَةُ يَكُونُ وَنَسْأُ

الشَّيْبَةُ

ام شمیم نے کہا یا رسول اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں

شرماتا کیا جب عورت کو احکام ہو جائے تو اس پر بھی منقوض

ہوتا ہے آپ نے فرمایا ہاں جب کہ وہ پانی (منی) دیکھتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے شرم سے اپنا چہرہ مٹا

چھپایا۔ بعد میں کیا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احکام ہوتا

ہے۔ فرمایا ہاں تیرا بعد فک آؤ۔ مگر پھر کسی وجہ سے عورت

کو شکل پر پیدا ہوتا ہے۔ حدیث کی اتنی مقدار کہ اس کو مسلم میں مذکور

ہے کہ اس نے ہفت کلمہ پر بہت ذلیلہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا منی گندہ سفید اور عورت کی منی چھنی اور

زرد ہوتی ہے تو دونوں میں سے جو منی طالب آجائے یا مردی

پسے حاصل ہو جائے پھر اس کی مشابہ ہوتا ہے۔

۱۴۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! جس نے ایک عورت کو دیکھا جس نے

۱۵۔ یعنی اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے اور حق سننے سے خیر فرمایا یعنی حق بات دریافت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے

نشد و کما صدیہ آئندہ مسئلہ دریافت کرنے کی تمہید اور سفارش ہے کیسے عرض کیا

۱۶۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ حق بات دریافت کر لیا کہ جس نے ایک عورت کو دیکھا جس نے

کہ جب عورت کو احکام جو جائے تو اس پر بھی غسل فرض ہو گا

۱۷۔ مرد کے لیے بھی یہی مسئلہ ہے۔

۱۸۔ اصل لغت میں تو اس لفظ کا معنی کسی کے لیے ذلت و خوارگی کی بعد کا ناہرنا ہے۔ پھر بعد میں یہ لفظ عربوں

کی زبان میں ہو گیا ہے تعجب اور غصہ کے وقت استعمال کرتے ہیں۔ اس کا تفسیری معنی مراد نہیں دیتے۔ یہاں اس سے

یہ مراد ہے کہ اس مسئلہ پر تعجب کہ تو اس طرح کی بات کر رہی ہے اور تو اپنی سمجھ اور فراست سے کام نہیں لے

رہی کہ عورت سے بھی منی خارج ہوتی ہے جس طرح مرد سے خارج ہوتی ہے۔ اگر عورت سے منی خارج نہیں ہوتی تو پھر

بچہ کس وجہ سے عورت کے شاہرہ ہوتا ہے۔

۱۹۔ چنانچہ اگر مرد کی منی پہلے رحم میں پڑ گئی یا وہ غالب آگئی تو پھر مرد کے شاہرہ ہوتا ہے۔ اور اگر عورت کی منی

پہلے رحم میں پڑ گئی یا وہ غالب آگئی تو پھر عورت کے شاہرہ ہوتا ہے۔

۳۹۹ وَحَقَّ عَلَيْنَا مَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ
مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَنَسَكَ يَدَيْهِ ثُمَّ
مَتَّعَهُمَا لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَدْخُلُ أَصَابِعَهُ
فِي الْمَاءِ فَيُغِيلُ بِهَا أُمُودَ شَعْرِهِ ثُمَّ
يُصْبِغُ عَلَى رَأْسِهِ كُلَّ عُرْوَاتٍ يَبْتَهِرُ
تَرْفِيفُ الْمَاءِ عَلَى جِلْدِهِ حُلَّةً مُتَتَّقٍ
عَلَيْهِ فِي رَوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ يَدُ الْفَقِيرِ
يَدَّيْهِ قَدْ أَنْ تَدْخُلَهُمَا الْإِنَاءُ ثُمَّ
يُغْرِغُ سِوْنِيَّةَ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْرِغُ رِجْلَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے کہ تو اس طرح فرما
کرتے کہ دو ہاتھ اٹھ دو دھوئے پھر اس طرح دھو کر کہتے ہیں
طرح خاص کے ہے یہاں ہے پھر اپنی انگلیوں کی پانی میں ڈالتے
اور اس سے پانی کی پٹریوں کا نکال کر کہ پھر سر پر پانی پھینکتے
پانی ڈالتے۔ پھر اس سے جسم مبارک پر پانی بہاتے یہ حدیث
بخاری و مسلم کہ ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ
غسل کا آغاز کرتے تو برتن میں ڈالنے سے پہلے دونوں
اقد مبارک دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ
پر پانی ڈالتے اور خرگاہ کو دھوتے۔ پھر۔

تَعْرِیْقُهَا

دھو کر تے۔

۱۔ اس کلام کا ہر اک پر دلالت کرتا ہے کہ سارے بدن پر پانی ڈالنے سے پہلے آپ پاؤں بھی دھویئے تھے اور حضرت یحییٰ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی آئندہ حدیث اس امر پر صریح دلالت کرتی ہے کہ پاؤں مبارک بعد میں دھوتے تھے دونوں احادیث کی روشنی میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ غالباً دونوں طرح کرتے تھے۔ کبھی اُس طرح اور کبھی اِس طرح۔ احباب کا مذہب حضرت یحییٰ کی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ پاؤں غسل کرنے کے بعد دھوئے جائیں۔ ہدایہ شریف میں مذکور ہے کہ پاؤں آخر میں دھونے کی وجہ یہ ہے کہ پاؤں پانی بہتی اور سب کچھ کیل کی جگہ میں ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے دھوینے سے کئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہاں اگر اپنے پتھر یا تختے پر ہو تو پھر پہلے ہی دھوئے۔ تاخیر نہ کرے۔ ہر کتاب سے دونوں احادیث کا یہی معنی ملتا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ سر کا مسح بھی وضو کے اندر کرے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ظہر و کف ایک ہے۔ اور آپ سے ایک روایت میں مسح نہیں ہے کہ غسل کی صورت میں مسح کا کچھ فائدہ نہیں۔ بعد میں پانی بہنا مسح کو معدوم کر دے گا۔ اگر مسح پہلا اقل ہے۔ فقہریہ کہ وضو کے بعد آپ نے سر مبارک دھویا۔ اس کیفیت کے ساتھ جو ہم یہ غسل اصحاب بنی المادین مذکور ہے۔

۴۰۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ مِیْوَنَہُ
وَصَنَعْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
غُسْلًا فَتَرَوْنَهُ بِشَوْبٍ وَصَبَّ عَلَیْہِ یَدَیْہِ
فَنَسَلْہُمَا ثُمَّ صَبَّ بِسَیْنِیْہِ عَلَی شَاوِلَہِ
فَنَسَلَ فَرَجَہُ فَصَرَّبَ بِیَدَیْہِ اِلَآ اَکْرَاضَ
فَنَسَسَہَا ثُمَّ غَسَلْہَا فَنَضَحَ بِرَأْسِہِ
وَعَسَلَ وَجْہَہُ وَذَرَاہِجَہُ ثُمَّ صَبَّ
عَلَى رَأْسِہِ وَآقَاضَ عَلَی جَسَدِہِ ثُمَّ
تَنَاضَّحَ فَنَسَلَ قَدَمَیْہِ وَتَنَاوَلَتْہُ ثُمَّ فَاکَرُ
بِأَخْذِہُ فَلَمَّا طَلَّقَ وَہُوَ یَنْضَحُ یَدَیْہِ وَنَفَثَ
عَلِیْہِ وَلَفَظَہُ لِلْبَخَارِجِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں
حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے یہ غسل کاپانی رکھا اور آپ کو کپڑے سے چھایا اور
آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی بھریا اور اس میں دھویا۔
پھر دونوں ہاتھوں پر پانی بھریا اور اس میں دھویا پھر آپ دائیں ہاتھ سے اپنے
بازو پر پانی ڈالا اور سر کو دھویا پھر اپنا ہاتھ دین پر پالہ اس سے نکھین
سے لے پھر اسے دھویا پھر سر کی کاندھ میں پانی ڈالا اور اس کی
پسلی پر اسے لٹا دیا ایک حصے پھر اپنے سر مبارک پر پانی بھریا اور
اس سے سر پر پانی بھریا پھر ہاتھ میں سے پھلے اور بدن مبارک
پر سے پھر بدن کے ایک ایک پر پانی ڈالا اور اس سے بدن مبارک
پر سے لٹکا دیا۔

كَانَتْ بَطْنًا لَّيًّا فَكُنْتُ تُشِيرُ بِهَا أَكْثَرَ
 ایک ہوا جیٹو ماشہ قرآن میں اس پر میں نے اہمیت کو اپنایا
 النَّدَى
 کھینچا اسکا اک خوشبو یا خوشبو دار لٹکی سے شرابہ پرگے ہوئے
 (مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ)
 خون کے نشانات مل گئے (نہاری وسلم)

۱۰۔ فرماتے کہ غلام اور فاضلہ متزوج بھی آئی ہے اور کون لڑا اور مادہ مسلمہ یعنی قطعہ ڈکڑا۔ اور قات مفتوحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی قزوئی کی چیز اور قات مفتوحہ اور نفاذ محکم کے ساتھ بھی روایت آئی ہے۔ یعنی قزوئی یعنی قطعہ۔

۱۱۔ ایک خوشبو یا کپڑے کا خوشبودار ٹکڑا۔ ایک روایت میں مشک بھی سینہ خدا کی معنی میں یا معنی ہاتھ میں معنوں میں سے پکڑا ہوا بھی آیا ہے۔ اور فرمگاہ میں لٹکا جانے والا کھڑا اور ایک روایت میں مشک بھی معنی چیز بھی آیا ہے یعنی نے اس آخری روایت کو ترجیح دی ہے کیونکہ مشک تو ایک قیمتی چیز ہے۔ اور وہ (عرب) قوم شہت فقر (نگہ دستی) کو دیر سے مشک استعمال کرنے کی طاقت کہاں رکھتی تھی مگر روایت کے اعتبار سے زیادہ قوی پہلی روایت ہے اور فقہانے کہا ہے کہ حدیث کے لیے مستحب ہے کہ خوشبو یا خوشبو یا کپڑے کا ایک خوشبودار ٹکڑا لے۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم انیس کے لیے ہوگا جو مشک مال کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ فقہر یکہ آپ نے اس حدیث سے سترایا کہ مشک کا ایک ٹکڑا لے کر

غلبہ معانی کرے

۱۲۔ یعنی اس کے نہ سمجھنے اور بار بار روایت کرنے کی وجہ سے۔

۱۳۔ یعنی سخن میں نا جب تہہ بالکل خالی پر تقدیم کے ساتھ آیا ہے۔ اور جذب و جذبہ دونوں ہم معنی ہیں۔

۱۴۔ یعنی میں نے اس حدیث کو سمجھنے کے لیے کہا فقہر (ایک ہوجا) کا مطلب ہے، طلب کر اور دودھ کرا پٹی

فرج (شرابہ) سے غلبہ کا نشانہ۔ یعنی فقہر کا معنی ظاہر ہے پرچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

۱۵۔ وعن أم سلمة قالت قلت يا رسول الله

أفلائی امرأۃ أشد حنفاً أم أنا فقہر

فأجاب البنا بقول فقال لا إنما یکنی

آن تعفی علی رسولک قلت حکایت ثم

فقیضین علیک الماء فتطهرین

رداہ مسلمہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمائی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایسی عورت ہوں کہ کبھی سخت طریقے سے اپنے

بال نہ دھو ہوں کیا محال جنت کے لیے ان کو کھول دیا کروں فقہر

میں تیرے لیے میں اتنا کان ہے کہ دونوں اچھوں سے اپنے

پرتیں پانی بہا لیا کر پھر سامے بدن پر پانی بہا لیا کر۔ اور

(مسلم)

پاک ہوا یا کر

[illegible]

۱۰۔ معاذہ بغیر ہم عصرت کا نام ہے جو ثقہ اور مالکہ کامیابیات میں سے ہے حضرت علی اور حضرت عائشہ و دیگر عارفان و مائتہ
عصم سے روایت کرتی ہیں۔

۵۲۔ یہ ایک بہت بڑا پالہ تھا جس میں تین صاع (کوئی پونے تیرے کلو) پانی آتا تھا۔ ہم دفن میں سے ہر ایک ان میں ہاتھ ڈالتا اور پانی لیتا تھا۔

۵۳۔ یعنی مجھے بھی موقعہ دیں کہ اپانے سکوں۔

۱۷۔ اور غل جانت کر رہے ہوتے تھے۔

۵۵۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر جنبی نے دھوئے کی نیت سے ہاتھ پانی میں نہ ڈالا اور نہ اس سے پانی کی طہارت پر کوئی اثر نہیں چڑھا اور اس میں غسل نہیں آتا بہت دیر لایا ہوتا ہے کہ پانی میں ہاتھ ڈال کر چلو بھرنے کے سوا اور کوئی صورت ہاتھ سے پانی لینے کی ممکن نہیں ہوتی۔ لہذا اس ضرورت کے تحت اس صورت میں اسے مستعمل پانی قرار نہیں دیا جاتا۔ ان مگر حجاب سے پاک کرنے کی نیت سے ہاتھ پانی میں ڈالا تو وہ پانی قابل استعمال و طہارت نہ رہے گا۔ کہ پانی میں ہاتھ ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ ضرورت ہاتھ پانی میں ڈال دیا۔ یوں ہی اگر کوئی اور عضو پانی میں ڈالا تو وہ پانی استعمال کے قابل نہ رہا۔ کیونکہ اس عضو کی بھی پانی میں ڈالنے کی کوئی ضرورت نہ تھی جیسا کہ دشمنی نے محیط سے نقل کیا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ علیہ نے مطہرین کتاب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ و قدر میں مرد و عورتیں (غادرندہ عورتیں) اگلے غسل کرتے تھے اور ایسا کہ غادرندہ نہ تھے۔ چاہے مرد و عورت پانی استعمال کرے یا نہ ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

[illegible]

آنے والی حدیث کے تحت اس باب سے میں انشاء اللہ تعالیٰ مزید گفتگو کرے گا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۴۵ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا قَالَتْ يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ الَّذِي يَرَى أَنَّهُ قَدْ اخْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ بَلَلًا قَالَ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ قَالَتْ أَمْ سَلِمَةُ عَلَى الْمَرْأَةِ تَرَى ذَلِكَ غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ إِنْ التَّيْسَاءُ شَقَرَتْ إِنْ الرِّجَالَ دَرَاكَ الْتَرْتِيمِيَّ وَابْجُودَ دَاوُدَ وَرَوَى النَّاهِيَّ وَابْنُ حَاجَةَ رَأَى قَوْلَهُ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ.

صحبت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کیا اس شخص کے پاس سے یہ بچا ہے جم پر تری پانی ہے مگر اسے احتلام یاد نہ ہو کیا وہ غسل کرے فرمایا ہاں۔ اور اس شخص کے پاس سے یہ سوال کیا گیا۔ جسے احتلام یاد ہو کر اپنے جم پر تری نہ پائے۔ فرمایا اس پر غسل لازم نہیں ماسیم نے کہا جو صحبت یہ تری دیکھے مگر احتلام یاد نہ ہو۔ اس پر بھی غسل لازم آتا ہے فرمایا ہاں کیونکہ عورتیں مردوں کی طرح ہیں۔

اسے ترقی کی اور ابو داؤد نے روایت کیا اور ابی داؤد نے اسے اسے اس میں سے قول تک روایت کیا ہے۔

۱۔ مسئلہ اگر مرد و عورت کاٹھے سوئے ہوئے ہو یا اچھلے ہو یہ تری دیکھیں مگر انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ تری (خفہ) کسی کی ہے یا عورت کی کسی پر نہ ہو گا۔

جواب۔ اگر تری (خفہ) سفید رنگ کی ہے تو وہ مرد کی ہے نہ اس کی پر نہ ہو گا۔ اگر تری (خفہ) سیاہ رنگ کی ہے تو عورت کی ہے اور اس کی پر نہ ہو گا۔ بعض کہتے ہیں اگر کسی نے یہ دیکھا تو وہ مرد کی ہے۔ اور اگر چھوڑ دے تو عورت کی ہے۔ مگر امتیاز ایسی ہے کہ مرد و عورت دونوں غسل کریں۔ جیسے کہ علامہ شافعی رحمہ اللہ میں نے کہا ہے۔

۲۔ ہام سلیم نے کہا جو صحبت اس رضی اللہ عنہ کا والدہ ہیں۔ جو اس وقت مجلس میں موجود ہیں اور انہوں نے بھی مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ مذکورہ صورت اگر عورت کو پیش آنے تو کیا اس پر بھی غسل فرض ہو گا۔

۳۔ یعنی عورتیں پیدائش طبیعت میں مردوں کی مانند ہیں۔ جو طبعی احکام مردوں کے ہیں وہی عورتوں کے بھی ہیں۔

مردود مردوں کے ساتھ نماز میں داخل ہونا جائز تھا اسلئے اس سے ہے۔ شیعائی شیعہ کی جمع ہے بمعنی ہر چیز مردود ٹھہرے کھڑکی گئی ہو ہر کڑے کو شیشی کہتے ہیں۔ اسی لئے جہاں کو شیشی کہتے ہیں کیونکہ وہ جہاں ایک اصل کے دو ٹکڑے ہیں۔ پس مردودیت بھی ایک اصل کے دو ٹکڑے ہیں۔ یہ اصل صورت آدم علیہ السلام ہیں۔

مسئلہ۔ یعنی ترمذی اور ابو داؤد نے تو اس حدیث کو آخر تک روایت کیا ہے مگر داری اور ابن ماجہ کی روایت لاحق علیہ کے قول تک ہے اور مسلم کی حکایت اور اس کا سوال جواب ان کی روایت میں نہیں ہے۔

۴۹ دَعْنَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاؤَا لِمَنْتَانِ الْفَتَانَ وَجِبَ الْعُضْلُ فَعَلَّهُ أَمَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْتَكُنَا - دَوَا الْتَوْمِيذِي وَأَبْنُ مَابَعَةٍ

انہی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد کا فتنان (انہم حدیث کے متن (ترجمہ) میں ملے جائے تو عضل فرمادیں۔ میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا پھر مردوں نے عضل کیا۔ (ترمذی دین ماجہ)

۵۔ مراد یہ ہے کہ جب دونوں فتنان ایک دوسرے سے مل جائیں ایک دوسرے کے ساتھ مس کر جائیں فتنان ان جگہ کا نام ہے جسے فتنہ کے وقت کاٹ دیتے ہیں۔ اور وہ مرد کا وہ چہرہ ہے جو منہ مخصوص کے اوپر ہوتا ہے اور عورت کا وہ گوشت جو اس کی شرمگاہ کے اوپر کے حصے میں مرنے کے ساج کی طرح اوپر کھڑا ہوا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب یہ دونوں مل گئیں مرد کے اندر کے عورت کے انعام نہائی میں پہلے جانے سے آپس میں مل جائیں۔ تو عضل فرم فرمادیں۔

۶۔ تو معلوم ہوا کہ وجب عضل کے لئے منی کا نکلنا ضروری نہیں بلکہ مروت دخول شنفہ ہی سے عضل فرم فرماتا ہے۔ اجماع مسلم کی روایت میں جو حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے، میں ہے کہ انہوں (ابو موسیٰ) نے کہا اس میں ہاجرین و انصار صحابہ کا اختلاف مدعا ہوا انصار صحابہ نے کہا کہ منی باہر آنے کے بغیر عضل واجب نہیں ہوگا۔ ہاجرین صحابہ نے کہا مروت دخول سے ہی عضل فرم فرمادیں۔ میں نے ہاجر و انصار صحابہ سے کہا میں تمہیں اس اختلاف سے نہایت دیکھا ہوں۔ میں انصار اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا اور عرض کیا میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ شرم آتی ہے۔ فرمایا مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے اور کوئی شرم نہ کرے کہ میں تیرا مل ہوں۔ میں نے دریافت کیا کس چیز سے عضل واجب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سوال ایسے شخص سے کیا ہے جو اس کا جواب پوری طرح جانتا ہے۔ یعنی میں اس مسئلہ کو خوب جانتی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے دریافت کیا تھا کہ جب مرد و عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ گیا اور مرد کا حقان عورت کے حقان سے مس کر گیا تو غسل فرض ہو گیا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حقانین کے تہادر کرنے سے مراد انکا ایک دوسرے کو مس کرنا ہے۔

۴۰۰ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَتَّ كُلُّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً فَأَغْسِلُوا الشَّعْرَةَ أَتَقَوُّوا الْبَشْرَةَ دَوَاءً أَوْ دَاوَدَ وَالتَّوْبُ عِذِي وَأَبْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التَّوْبُ عِذِي هَذَا حَدِيثٌ خَرِيفٌ وَالْعَايَةُ ابْنُ وَجِيهِ التَّوْبُ عِذِي وَهُوَ شَيْءٌ لَيْسَ بِذَلِكَ -

صحبت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے قرآن کو دھوا اور بال کے نیچے چھوئے کو غوب پکھلوان کہو اسے ابو داؤد ترمذی اصحابی ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث خریف ہے اور محدث بن وجیہ راوی بڑھاپے کی وجہ سے غلط وضعی قوی نہ تھا

(ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

۴۰۱ تاکہ یقینی طور پر غسل کی ضرورت پوری کر سکے شہر شعور کی جمع ہے۔ سکون میں واقع اور بڑھتی ہوئی فتوں کے ساتھ

۴۰۲ یعنی ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ محدث بن وجیہ جو اس حدیث کا راوی ہے بڑھاپے کے باعث غفلت اور نسیان طاری ہو گیا تھا اس بنا پر وہ غلط ضبط میں چندان قوی اور مضبوط نہیں اور لفظ وجیہ جیسے کہ مشہور ہے بر وزن ہے ظہیم ہے مامد وجہ لفظ دامد کلن جیم وابے مودہ آخری تکرار کے بعد بھی پڑھا گیا ہے۔

۴۰۰ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَتَّ كُلُّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً فَأَغْسِلُوا الشَّعْرَةَ أَتَقَوُّوا الْبَشْرَةَ دَوَاءً أَوْ دَاوَدَ وَالتَّوْبُ عِذِي وَأَبْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التَّوْبُ عِذِي هَذَا حَدِيثٌ خَرِيفٌ وَالْعَايَةُ ابْنُ وَجِيهِ التَّوْبُ عِذِي وَهُوَ شَيْءٌ لَيْسَ بِذَلِكَ -

صحبت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے قرآن کو دھوا اور بال کے نیچے چھوئے کو غوب پکھلوان کہو اسے ابو داؤد ترمذی اصحابی ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث خریف ہے اور محدث بن وجیہ راوی بڑھاپے کی وجہ سے غلط وضعی قوی نہ تھا

۱۷۔ یعنی اکیسے میں بالکل کھڑکھڑا ہونے سے مٹا تا ہوں۔ جس طرح دشمن اپنے دشمن کی جڑیں اکیرتا ہے۔ یعنی میں میری باتیں مٹا دیتا ہوں۔

۱۸۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُلِيِّ - رَوَاهُ الْتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْسَاقِيُّ وَأَبْنُ مَاجَةَ -
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔
(ترمذی، ابوداؤد، تیرساقی، ابن ماجہ)

۱۹۔ یعنی اسی وضو پر وضو کے لیے پہلے کر لیتے تھے، انکافیت کرتے تھے، وضو سے فراغت کے بعد دوبارہ وضو نہ کرتے تھے۔

۲۰۔ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِالْأُخْطِیْنِ وَهُوَ جَبُّ يَجْعَلُ يَدَاكَ وَلَا يَصِيبُ ظَنَبُكَ الْمَاءَ - (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)
انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر دو پانی نہ بہاتے تھے۔
(ابوداؤد)

۲۱۔ یعنی بکسر خاں نہ بیعت میں جائز ہے۔ وہ چیز جس سے سر دھویا جائے۔ جس طرح ہمارے (ہندو پاک) کے علاقوں میں سر دھونے والی مٹی۔

۲۲۔ یعنی ہم پانی سے غلطی کے ساتھ سر دھویا ہوتا تھا اسی پانی پر کفایت کرتے تھے۔

۲۳۔ جس طرح لوگ حمام میں کرتے ہیں کہ پہلے سر دھوتے ہیں اس کے بعد غسل کرتے ہیں اس کے بعد سر پر پانی بہاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے تھے۔ آپ پانی میں غلطی غالباً بہت کم کرتے تھے تاکہ پانی میں تیز واقع نہ ہو اور اس کے سبب اس طرح میں فرق نہ آئے۔

۲۴۔ وَعَنْ يَعْقُبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْأَبْرَازِ فَصَوَّاهُ إِلَيْهِمْ فَحَرَّجَهُ اللَّهُ -
حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھسکے پانی میں دھو کر غسل کرتے دیکھا۔

۲۵۔ وَعَنْ يَعْقُبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْأَبْرَازِ فَصَوَّاهُ إِلَيْهِمْ فَحَرَّجَهُ اللَّهُ -
حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھسکے پانی میں دھو کر غسل کرتے دیکھا۔

۱۔ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَرْوَا الْغُفَاةَ
وَالْبَسَائِفَ وَفِي رَوَايَةٍ قَالَتْ اِنَّ اللَّهَ
يُوتِرُهُمْ فَاِذَا اَمَّا اَحَدُكُمْ لَوْ اَنْفَقَ
فَلْيَتَوَضَّئْ بِهِ۔

میں کرے۔ انتہا پر دیکھو کہ انہوں نے روایت کیا۔ اے اجماع اور
کہ ایک روایت میں لیا آیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک
اللہ تعالیٰ بہت پروردگار ہے جس سے تم میں سے کوئی شخص غسل کا اللہ
کرے تو چاہے کہ کسی چیز سے اپنے آپ کو چھپائے۔

۲۔ یعنی یعنی بن امیہ بن ابی اسیر دو دنوں حضرت صحابی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ

۳۔ تاکہ لوگوں کو وعظ نصیحت کریں کہ وہ اس قسم کی بُری اوسبے خیال کا ارتکاب نہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی عادت مبارک یہ تھی کہ احکام شریعت میں سے کسی اہم اور ضروری حکم کی تعلیم دینا ہوتی تھی۔ تو خطبہ ارشاد فرماتے
تھے۔

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو بندوں کی رسوائی اور ان کی تیرج اور شیعہ باتوں کے ظاہر کرنے سے بہت ہی حرم
آتا ہے۔

۵۔ یعنی برہنہ صنفیق یعنی گناہ گار بندوں کے گناہوں اور عیب کی بہت ہی پروردگار پر وحشی کرنے والا۔
۶۔ یعنی حیا اور پروردگار پر وحشی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے
بھی ممکن حد تک اس کی صفات سے موصوف ہوں۔

۷۔ کہ یہ بھی پروردگار کی ایک قسم ہے۔ اور اس میں بھی خلق باخلاق اللہ تعالیٰ کا مہر ہونا یا مالک ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۱۔ عَنْ ابْنِ مَرْثُومٍ كَتَبَ قَالَ اِنَّمَا كَانَ الْعَمَاءُ
مِنَ الْعَمَاءِ نَخَصَةً فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ
فَتَرْتَوِيْ عَنْهَا۔ رَوَا الْبُخَارِيُّ وَ
اَبُو دَاوُدَ وَالتَّيْمِيُّ۔

حضرت ابن مَرْثُوم نے لکھا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
حضرت ائمہ کبار میں سے ایک (جس میں خاصہ ہوتے تھے)
خاصہ ہوتے تھے۔ اجماع میں یہ بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت ائمہ کبار سے تھے کہ انہوں نے (ابو داؤد، ترمذی، ابی داؤد، ترمذی)

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ائمہ کبار میں سے آپ کی کثرت البر الخیر اور مال و العقیل بھی آتا ہے آپ ائمہ کبار میں
سید القراء اور سید الامراء آپ کا لقب ہے بحوث عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آپ کو سید المسلمین کہا کرتے تھے
صنوبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو قرآن پاک سناتے تھے آپ سے بے شمار صحابہ و تابعین و ائمہ ان اللہ

میں ہم اجماع نے امارت روایت کی ہیں۔ آپ کاتب دیکھیں گے۔

۵۲۔ یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے۔

۵۳۔ کہ جہات نریں اور اگر انزال نہ ہو تو اس طرح قنارہ کر لیں۔

۵۴۔ فصل اول میں اس کا بیان گذر چکا ہے۔

۵۵۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ جَاءَهُ دَجَلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَفْتَلِدُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَصَلَيْتُ الْفَجْرَ قَرَأْتُ قَدْرَ مَوْضِعِ الظُّفْرِ لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَلَّيْتُ مَسَحْتَ عَلَيْهِ يَدُكَ أَجْرَاكَ رَدَاؤُ ابْنِ مَاجَهٗ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا۔ اور عرض کی میں نے من جنابت کیا ہے اور فجر کی نماز پڑھی ہے پھر میرے لئے ایک انگوٹھ کا مقدار جگہ دیکھی ہے جس پر پانی نہیں پھرا وہ خشک ہو گئی۔ فرمایا تو نے اگر اس پر ردا توہمی پیر لیا ہوتا تو وہ کفایت کر جاتا۔

(ابن ماجہ)

۵۶۔ یعنی اگر تو غسل کے دو ملین یا اس کے بعد اگر کچھ دیر کے بعد اس جگہ پر پانی یا تھو پھیر لیتا تو اس سے اسے کافی ہو جاتا اور تیرا غسل مکمل ہو جاتا۔ مگر تو نے ایسا نہیں کیا تو وہ نماز تھوڑا سا پڑھے گا۔ باقی رہا یہاں یہ سوال کہ غسل کی جگہ کس اور ہاتھ پیر دینا کیسے کافی ہو سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مسح سے ہٹا کر مالدینا مراد ہے اور غالب یہی ہے کہ جب تیرا تھوڑا سا جگہ پر سے گزرتے گا تو کفایت کر جائے گا۔ خصوصاً غسل کے وقت مالدینا بعض نے کہا ہے یہ حکم پہلے تھا۔ بعد میں منوع ہو گیا۔

۵۷۔ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ الْعَلَوَةُ خَمْسِينَ وَالْقُلُوبُ مِنَ الْجَنَابَةِ سِتِّينَ مَرَّاتٍ وَغَسَلَ الْيَدَيْنِ مِنَ الشُّرْبِ سِتِّينَ مَرَّاتٍ فَكَلَّمَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ حَتَّى جُعِلَتْ الْعَلَوَةُ خَمْسًا وَغَسَلَ الْجَنَابَةَ مَرَّةً وَغَسَلَ الشُّرْبَ مِنَ الْيَدَيْنِ مَرَّةً وَكَانَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شب عروج نمازیں پچاس نزع ہوئیں۔ من جنابت سات بار اور کپڑے پر ہولنگ جائے تو اسے سات دفعہ ہاتھ نزع جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ سب العزۃ کی حیثیت اور کبھی اسے ستر سال کرتے رہے۔ یہ انکے کہ نازیں پانی نہ گئیں اور غسل جنابت ایک مرتبہ اور ہول سے تا تک ہوا۔ نفعائے کچھ سے کبھی سات بار دھوئے کے بجائے صرف ایک بار دھوئے نزع ہو گیا۔

۱۔ ظاہر بھی ہے کہ یہ واقعہ سراج ہے اور حدیث سراج مشہور حدیث ہے۔ البتہ بخاری و مسلم میں صرف نماز کا ذکر ہے۔ محل جنابت اور کپڑا دھونے کا ذکر وہاں نہیں نکلا۔ حضرت عائشہ علیہا السلام حدیث ابو داؤد سے لائے ہیں اور اس حدیث کے استناد میں ابو ب مابہ راوی ہے۔ وہ تھمیرین کے نزدیک ضعیف اور قلیف نہیں ہے۔ ایک پاکیزہ اور ہونا نام شافعی کا مذہب ہے اور تین بار دھونا ان کے نزدیک مستحب ہے۔ احتیاط کے مذہب میں خیر برائی (نہ کمالی دینے والی) نجات دور کرنے کے لیے تین بار دھونا واجب ہے۔ اس کی اصل طہارت توبہ ہے کہ دھونے والے کو پاک ہو جانے کا عین غالب ہو جائے۔ تین بار دھونے سے عین غالب ہو جاتا ہے جس طرح کہ تیز سے بیٹھ دھونے والے کے لیے تین بار دھونا دھونے کا ذکر گذرا ہے جیسا کہ ہدایہ شریعت میں مذکور ہے۔

بَابُ مَخَالَطَةِ الْجُنُبِ وَمَا يَبَاحُ لَهُ

جنسی میل جول اور جو کچھ اس کے لیے مباح ہے اس کا بیان

جنسی انسان سے میل جول کہنا نیز اس کے دستور کرنے کے بعد اس کے لیے ذکر و نذر و غیرہ امور جائز ہیں۔ نفث میں جنابت کا معنی ہے دور ہونا۔ یکسو ہونا۔ جنابت شرعی میں بھی مواضع نفث سے دور ہونا اور لوگوں کی محبت و مجلس سے یکسو ہونا پلایا جاتا ہے۔ جناب صاحب جنابت کو کہتے ہیں کہ یہ نفث واحد و غیرہ جمع مذکور و نفث سب کے لیے جائز ہے۔ محالطت کا معنی ہے ایک دوسرے سے ملنا جلنا۔ یہاں اس سے لوگوں سے گفتگو کرنا ان کے ساتھ بیٹھنا، ان کے ساتھ صاف کرنا اور اسان کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ مراد ہے۔ جنسی کے ساتھ یہ سب امور جائز ہیں۔ احادیث میں ان کا جواز آچکا ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

حضور ابراہیم علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ میں بھی تھا اپنے بڑے بھائی کو لایا اور آپ کے ساتھ چل پڑا اور انہوں نے آپ کو ایک جگہ بیٹھ کر پیچھے سے

فہم عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَ نَبِيَّ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جُنُبٌ
فَأَخَذَ يَدِي فَمَشَيْتُ مَعَهُ مَشْيًا بَعْدَ

فَاتَسَلْتُ فَأَيَّكْتُ الرُّجُلَ فَأَخْبَلْتُ
تَعَرَّجْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ إِنْ كُنْتُ
يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ سَهْمَانُ
اللَّهُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَخْصُ هَذَا لَقَطُ
الْبُخَارِيِّ وَلَيْسَ بِمَعْنَاةٍ وَزَادَ بَعْدَ
قَوْلِهِ فَقُلْتُ لَهُ لَقَدْ لَيْسَ بِمَعْنَاةٍ وَأَنَا حَبِيبُ
فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَابَكَ حَقِّي أَعْتَمِلُ وَ
كَذَلِكَ الْبُخَارِيُّ فِي رَوَايَةِ الْآخَرِ

اللہ کرنا۔ اور میں نے کہا کہ آپ کی خدمت میں وہی آیا آپ اسی جگہ
بیٹھے ہوئے تھے ویسے دیکھ کر فرمایا۔ اللہ میرے کرکمان تمہاری نے
صحت حال عرض کی فرمایا سبحان اللہ عرض کیا کہ میں نہیں ہوتا یہ الفا
نکاح کی یہی رسم ہے یہ منہ دوسرے الفاظ سے ذکر کیا ہے
اور نقلت کے بعد یہ الفاظ زیادہ ذکر کیے لے لیجئے وَاَنَا
جُتِبْتُ لَكَرِهْتُ أَنْ أُجَابَكَ حَقِّي أَعْتَمِلُ یعنی مجھ
سے اٹھانے کا معذرت یہ تھی کہ جب آپ سے میری ملاقات
ہوئی تھی اس وقت میں جنہی تمہاری نے نہانے سے پہلے آپ کی
محبت میں بیٹھا تھا پس نہانا جلد کی ایک روایت میں بھی آیا ہے آیا ہے

۱۔ انہی کا معنی ہے کسی چیز کے درمیان سے نکل آنا۔ مثلاً کا معنی ہے تلوار کو میان سے نکالنا۔
۲۔ رُجُل بفتح راء سکون ما محلہ یعنی سامان اور مرد کے رہنے کی جگہ۔

۳۔ رُجُل بفتح راء سکون ما محلہ یعنی سامان اور مرد کے رہنے کی جگہ۔
۴۔ رُجُل بفتح راء سکون ما محلہ یعنی سامان اور مرد کے رہنے کی جگہ۔
۵۔ یعنی جنابت مکی نجاست ہے جس کا شرع شرط بی حکم آیا ہے۔ اور اس پر ضرورت میں غسل فرض قرار دیا گیا
ہے۔ لیکن اس سے انسان کا جسم ناپاک نہیں ہوتا۔ اسی لیے جنہی کا پسینہ اور خونا پاک اور اس کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا
جائز ہے۔

۴۹۰ وَحِينَ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ ذَكَرْتُ عَمْرٍو
الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَصَيَّبَهُ كَلْبَتَابَةٌ مِنْ اللَّيْلِ
فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ تَوَضَّأَ دَاخِلُ دَاخِلُكَ تَوَضَّأَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں حضرت
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ذکر کیا کہ میں رات کو جنہی ہو جاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ وضو کر کے اور اگر تامل دہو کر وضو
بیا کر۔

(بخاری مسلم)

(متفق علیہ)

۱۔ کہ جنابت ہر گرجہ جنہی کے لیے وضو کر کے سو جانا جائز ہے۔ اس تقدیم ہر گرجہ جنہی کے کرنے کی طہارت ہے
جب اس نے وضو کر لیا تو وہ پاک ہو کر ہو گیا۔

۴۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَتَوَضَّأَ وَضَوَّاهُ لِلْمَلَأَةِ (دُشَنَ عَلَيْهِ)

لہ۔ یہ وضو واجب ہے واجب نہیں۔

۴۸ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ تَوَضَّأَ أَوْ أَدَانَ يَتَوَضَّأُ فَلْيَتَوَضَّأُ بَيْنَهُمَا وَضَوَّاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

لہ۔ اور بلا وضو جماع پر حرام نہ کرے۔

۴۹ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ بِمِثْلِ رَأْسِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

لہ۔ یعنی آپ ایک ہی غسل کے ساتھ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ جماع کرتے تھے یعنی ہر جماع کے لیے علیحدہ غسل نہ کرتے تھے۔

۵۰ سال حدیث کا اہر مفہوم ولادت کتاب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج مطہرات کے درمیان تقسیم (عدل) اور ان کی باری کا لحاظ نہ کر دی نہ تھا۔ نہ آپ ایک ہی بانگی میں ایک کے جھوٹے دوسری ہی کی گھر میں تشریف کیسے لے جاتے۔ اور عقیقہ کا ذب بھی آپ کے لیے حرام و حرام کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل ہر بان کریم جس کی نفی کے طور پر ان کے درمیان عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ایسا اس قدر مطلوب کی اہانت سے کیا ہو جس کی اس بات کو باری حق والہ اہم۔

۴۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہنمی ہوتے اس کے لیے سوئے کا ارادہ فرماتے تو نماز دانا وضو کرتے۔

(یعنی وضو کر کے)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس آیا اس سے جماع کیا پھر دوبارہ جماع کا ارادہ کیا تو چاہے جس کے درمیان وضو کرے (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی غسل کے ساتھ تمام ازواج مطہرات پر گشت کرتے تھے۔ (مسلم)

لہ۔ یعنی آپ ایک ہی غسل کے ساتھ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ جماع کرتے تھے یعنی ہر جماع کے لیے علیحدہ غسل نہ کرتے تھے۔

۵۰ سال حدیث کا اہر مفہوم ولادت کتاب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج مطہرات کے درمیان تقسیم (عدل) اور ان کی باری کا لحاظ نہ کر دی نہ تھا۔ نہ آپ ایک ہی بانگی میں ایک کے جھوٹے دوسری ہی کی گھر میں تشریف کیسے لے جاتے۔ اور عقیقہ کا ذب بھی آپ کے لیے حرام و حرام کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل ہر بان کریم جس کی نفی کے طور پر ان کے درمیان عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ایسا اس قدر مطلوب کی اہانت سے کیا ہو جس کی اس بات کو باری حق والہ اہم۔

۴۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

نہ سے لادم آئے ہے۔ اور فعل ثلاث کے آخر میں آ رہا ہے کہ وہ فعل منوع میں اس واسطے کہ جواب دہی ہے جو فعل اول میں حرکت
ماثرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ملتا۔

۴۴۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ مِنَ الْجَنَابَةِ
ثُمَّ يَسْتَدْفِي بِي قَبْلَ أَنْ أَقْبَلَ فَوَاءُ
أَبْنِ مَاجَةَ وَرَوَى الْقُرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَ
فِي شَرْحِ الشُّعْرِ يَلْقُظُ الْمَصَابِيحَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب بات سے منہ کرنے کے بعد میرے چہرے پر
ماں کرتے تھے حالانکہ میں نے اس میں کبھی نہیں کیا ہوتا تھا۔ اسے ابن
ماجرہ نے روایت کیا اور قرمذی نے اس کی نقل روایت کی اور
شراح شعریہ میں لفظ مصابیح کے ساتھ۔

۴۔ یعنی اپنے اصناف شریفہ کو میرے چہرے پر چکاتے تھے تاکہ آپ کا بیک باک گرم ہو جائے۔ اور مجھے گویا اپنا کپڑا
بنالغے جس سے انسان گرم ہوتا ہے۔

۵۔ اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عرض کیا کہ ہوتا تھا اور آپ پانی پیتی تھیں پھر وہ پانی حضور
علیہ السلام کو دیتی تھیں تو آپ اس بگڑے نہ نہ کہ پانی پیتے تھے۔ جس بگڑے حضرت عائشہ نے نہ نہ کہ پانی پیا ہوتا تھا اور عرض
وجابت کا ایک ہی حکم ہے۔

۴۴۳ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيَقْرَأُ
الْقُرْآنَ وَيَأْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَوْ كَانَ
يَحْبِبُهُ أَوْ يَحْبِذُهُ عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ
لَيْسَ الْجَنَابَةُ رَوَاهُ أَبُو ذَرَّةٍ وَالْقُرْمِذِيُّ
وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے پھر تشریف لائے تو میں نے ان کو پکڑ لیا اور کھاتے اور کھاتے
نہ کہ کھاتے کھاتے اور ان کو پکڑ لیا اور کھاتے سے سوائے
جب تک کے اور کھاتی تھیں آپ کو نہ کہ کھاتی تھیں
اسے ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ
نے اس کی نقل روایت کیا۔

۴۔ کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھاتے کھاتے تھے۔
۴۴۴ وَعَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْرَأُ
الْحَافِضَ وَلَا الْجُنُبَ تَيَسُّتًا وَنَاقِيًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حافظ اور جنبی
میں سے کچھ نہ پڑھیں۔

(ترمذی)

۱۔ لہذا بعض کے نزدیک پوری آیت پڑھنا حرام ہے۔ آیت سے کم پڑھ سکتے ہیں۔ بعض کے نزدیک آیت سے کم مقدار میں پڑھنا بھی حرام ہے۔ مگر ایک کلمہ حدیث کا ظاہر قطعاً عام ہے۔ اگر کسی نے شکر نعمت کے طور پر الحمد للہ رب العالمین کے الفاظ پڑھے گا تو قرآن کی نیت سے نہ پڑھے گا تو کوئی حرج نہیں۔ بعض کے نزدیک دعا تو نیت پڑھنا بھی حرام ہے باقی دعاؤں و اذانوں میں کوئی حرج نہیں۔

۳۸۸. وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ وَاقِي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَاذِيقِنِ وَجُبُّ نَدَاءِ الْبُيُوتِ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمائی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ان گھروں کے رخ مسجد سے پھر روئے ٹھکانے میں جائز قرار نہیں دیتا کہ مسجد کو عائشہ عورتوں کا جہنم کہتے ہیں۔

(ابوداؤد)

۱۔ کہ کسی کے مکان کا راستہ مسجد کو نہ جائے تاکہ منیٰ اور عائشہ عورت مسجد میں سے نہ گزریں۔
۲۔ منیٰ اور عائشہ عورت کا مسجد میں آنا خواہ گندنے کے لیے ہو خواہ مسجد میں ٹھہرنے کے لیے دونوں طرح حرام ہے۔ سلام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ان کے لیے گھنٹا جائز ہے اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ علامہ طبری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا امام احمد کے نزدیک ان دونوں کے لیے مسجد میں ٹھہرنا بھی جائز ہے۔ تاہم حدیث پاک کا ظاہر ہی مضمون اپنے عام مطلقانہ کے ساتھ ذہب غنی کی تائید کرتا ہے۔

۳۸۹. وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلَنَّ الْبُيُوتَ بَيْتُكَ وَلَا مَدْرَافَ وَلَا حَلَبَ وَلَا حُجْبَ (نَدَاءُ الْبُيُوتِ وَالْوَسَائِلِ)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گھر کی فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں تصویر یا کتا ہو اور نہ اُن گھر میں جس میں بچہ ہو۔

(ابوداؤد و نسائی)

۱۔ یعنی جس گھر میں جانور کی تصویر ہو یا کتا ہو۔ باب التعداد میں اس پر منسلک مشکوٰۃ ہوگی۔
۲۔ یعنی یہ گھر منیٰ سے ایسا جنہی مراد ہے جس نے منیٰ حالت میں رہنا عادت نہ کی ہو۔ اور کستی و غفلت کے باعث غافل کا وقت بھی گزار دے اور مثل نہ کرے۔ تاہم یہ اس صورت میں ہے کہ وہ خود بھی نہ کرے۔

۳۹۰. وَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا
حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔
صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن کو عیب

تَقَرَّبَهُمُ الْمَلِكَةُ حَيْفَةُ الْكَافِرَةِ
الْمُتَضَعِّقُ بِالْخُلُقِ وَالْجُنُبُ الْإِكْنَ
يَتَوَضَّأُ دَعَا ابْدَادًا

(ابوداؤد)

۱۔ حضرت یاسر قبیلہ بنی فزوم کے آنند کردہ غلام تھے۔ انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی نوٹھی بیویہ بعض
سین دفعہ عیم و تشدید یا تنہا یہ نکاح میں سے دی۔ ان سے حضرت ہمارے پڑھائے آپ کے دونوں ماں باپ قدیم اسلام
ہیں۔ حضرت ہمارے رضی اللہ عنہ متفقین میں سے ہیں جنہیں راہ حق میں تکالیف اور سرائیں برداشت کرنا پڑیں۔ ایک دفعہ مشرکین
آپ کو جلا رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس سے گزر رہا تھا۔ یا ناٹ کر کھڑی ہو کر دعا پڑھا اور فرمایا
كُنْتُ عَلَى ابْنِ إِهَابِيلَةَ۔ اے آگ شعلہ کی اور ساتھی والی بن جابر چرچہ تو بلا ایم کہیے ہوئی تھی۔ آپ ہمارے بن ابولینہ
سابقین میں سے ہیں غزوہ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت علامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت
کے دلائل میں سے ہیں کہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس سے گزر رہا تھا۔ تَشَلَّتِ الْقُبَّةُ الْبَاسِطَةُ تَحِيَّةً بَاسِطَةً
گودہ تکل کرے گا الحدیث۔ آپ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ آپ کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں اور اہل حق و سچا کی
والدہ کو سر کے انعام نہائی میں برپا مال جس سے آپ شہید ہو گئیں۔

۲۔ یعنی مردہ کافر۔ اور بعض ذات کافر مراد لیتے ہیں۔ مردہ مراد مردہ یا ہم جنسہ کا استعمال مردہ کے لیے جیسا
آتا ہے۔

۳۔ غلوں بفتح غاؤنہ مشہور و شہور کا نام ہے جس میں زیادہ تر مرد و عورتیں شامل ہیں۔ ان کے لیے غلوں کے استعمال سے
ممانعت کے لیے زجر و تشدید کی گئی ہے۔

۴۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَتَبَ دَسُورًا لَللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِعَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ كَلِمَةَ الْقُرْآنِ لَا
حَاوَرُ۔ دَعَا كَمَا لَكَ وَاللَّهُ تَعَالَى۔
حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ
روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو کھانا کھانے کے لیے
فرمایا کہ نہ چھوئے مگر ایک اور آدمی اسان۔
(ملک و دارقطنی)

۵۔ حضرت عبداللہ اور ان کا باپ ابوبکر و محمد سب تابعین سے ہیں ان کے بعد کلاں حضرت عمرو بن حزم صحابی ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کر کے کمال مقرر کیا تھا ان کی طرف آپ نے ایک خط لکھا تھا۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ضرر سلام کا جواب دینے کو کرہ و بیان کر دیکھ اسماء علیکم السلام کے الفاظ میں فقط سلام اللہ تعالیٰ کے معانی میں ہے۔ اگرچہ یہ بیان فقط سلام سلاستی کے معنی میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان میں خدا تعالیٰ کے ذکر و نام کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے۔ مگر یہاں ایک اشکال لازم آئے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر سے مطلب اللسان بہتے تھے۔ اگر اس اشکال کا یہ جواب دیا جائے کہ اس سے ذکر کا معنی مراد ہے۔ تو یہ جواب درست نہیں کیونکہ ہم کہتے ہیں حدیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بیت القلعات تکھے وقت تک ذکر لسانی کرتے تھے اور یہ کہتے تھے۔ الحمد للہ الذی اخذ عنی ما لئذ یعنی۔ الحدیث بخیر فتوے سے بسم اللہ شریف پڑھتے تھے اور یہ بیان بھی اگرچہ چکا ہے کہ حالت جنابت کے علاوہ ہر حالت میں قرآن پاک پڑھتے رہتے تھے۔ اور یہ کہ جب آپ بیت القلعات سے باہر نکلتے تو وضو کرنے سے پہلے صلیبہ کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔ کچھ لوگ اس اشکال جواب یہ دیتے ہیں کہ عزیمت یہ ہے کہ بے ضرر سلام اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ اور جو کچھ تم نے بیان کیا ہے سب رخصت یعنی ہے کہ آپ تعلیم جو انا وراثت کی آسانی کے لیے الیہ لکھا، میں اس کے جواب میں کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے توفیق طلب کرتا ہوں کہ یہ جواب فتوے سے بسم اللہ پڑھتے ہیں کہ وہ بلاشبہ عزیمت میں ہے بلکہ جو کچھ ذکر و ذکر کا برخاستہ خاص خاص مگر وارد ہوا ہے اس کا وہاں پڑھنا مستحب ہے۔ یہاں کہ پر شیعہ نہیں۔ لہذا اظہار ہے (والسلام کہ خدا تعالیٰ کا ذکر بے طہارت بھی جائز ہے۔ لیکن طہارت کے ساتھ افضل و اکمل و ادنیٰ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت عظمت و جلال الہی کا دار و قدا۔ اس لیے آپ نے نہ یہاں کہ خدا تعالیٰ کا یہ طہارت ذکر کریں خصوصاً سلام کے جواب کے تحت کلام میں توفیق و تائید کی مجاہدش ہوتی ہے۔ قرآن اس کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا تاہم آپ نے ذکر کرنے تک تاخیر اس لیے نہ کی کہ شاید وہ شخص چلا جائے اور سلام کا جواب دینا نہ جائے۔ اور وقت زیادہ گزر جائے اس لیے آپ نے تعیم کر لیا اور سلام کا جواب دیا اور یہ تعلیم دی کہ لمیے مواقع میں پانی پر تقدس کے باوجود تعیم کرنا جائز ہے (غیب گنجی)

وَعَنِ الْمُعَاجِرِينَ قُلْتُ إِنَّهُ أَقْبَلُ
الَّتِي بَعَثَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
يَبُولُ فَنُفِثَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ وَحَتَّى
تَوَسَّأْتُ لَهُ اعْتَذَرَ إِلَيْهِ قَالَ إِنْ كُنْتُ
أَنَا كُنْتُ اللَّهُ لَا أَكْهَلُ طَهْرًا وَذَوَاءُ

صحیحہ عاجزین نے فقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب کہ آپ بول رہے تھے اچھی نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا اس وقت تک جواب دیا جب تک کہ آپ نے وضو نہ کیا پھر آپ نے اس سے عذرت کی کہ میں اللہ ہی ہوں بے ضرر سلام اللہ تعالیٰ کا نام لینا کرہ و جائز ہے

اَبُو دَاوُدَ وَحُمَيُّ بْنُ اَلْحَسَنِ اِنِّي قَوْلُهُ
حَقٌّ تَوَجَّاهُ وَقَالَ فَلَمَّا تَوَجَّاهُ رَأَى
عَلَيْهِ -
اور اگلے روایت کیا۔ اور اسی نے حَقٌّ تَوَجَّاهُ روایت کیا۔
کیا اور اسی نے صحت کا ذکر کیا اور یہ حدیث روایت کی۔
فَلَمَّا تَوَجَّاهُ عَلَيَّ نَوَاطِیْرَ جَبَّ وَهُوَ كَرِيْمٌ اَوْ اَمَّا اَلْجَبَّ

۱۵۔ تَنْتَنُ بَغِيْمَاتٍ دُكُوْنِ زَنٍّ مَعْنَى تَلَاذُلِ مَعْمَرٍ۔ اِن کا اسم ہمارا کہ حلف بن عیسیٰ ہے۔ ہمارا لقب ہے۔ کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ هَذَا اَللّٰهُ لَا يُدْحِقُا۔ آپ قریشی تھے صحابی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ خج مکہ
کے ملک اسلام آئے۔ امام حن بیری وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔

۱۶۔ یہاں چونکہ خبر کرنے تک اس شخص کے غائب ہونے اور سلام کے جواب کے وقت ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ اس
لیے آپ نے دستور کر کے اس کے سلام کا جواب دیا۔ مگر طبیعت اللہ علیہ السلام نے کہا کہ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ اگر کسی
سے سلام کا جواب دیتے ہیں کسی مذکر کی بنا پر کوتاہی سرزد ہو جائے تو چاہیے کہ اس سے معذرت کرتے ہوئے کہہ کر دیکھا جائے
بعض شروح میں مذکور ہے کہ حاشا کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو امانے عبادت میں کوتاہی کرنے والا کہا جاسکے۔ بلکہ
آپ کی تاخیر چند جائز وجوہ کی بنا پر تھی۔ اور معذرت معنی کرم اور تیرا کے طور پر تھی۔ اور یہ قصود اس امر پر ڈالنا تھا کہ بول
کرنے والے شخص کو سلام دکرنا چاہیے۔ اور وہ قضاے حاجت کرنے والے شخص سے ہم کلام نہ ہونا چاہیے۔ اور چونکہ
لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حق میں سے ہے اس لیے ذات و صفات حق تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عزت و
حکمت کے پیش نظر ہی سلام کے الفاظ بیان پر لانے سے گریز کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

الفصل الثالث تیسری فصل

۳۳ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَتْ دُسْرُو
اَلْفَوْجَلِ اَللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجُوبُ نَعْرَ
یَنَامُ نَعْرَ یَنْهَیْہُ نَعْرَ یَنَامُ رَدًّا اَحْمَدُ
۱۷۔ یَجُوبُ یَجْمَعُ اِمَّا رُوْنِ اَوَّلِ لَمَعٍ اِلَیْہِمْ لَمَن -
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ زمان ہیں۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن ہوتے پھر سوجاتے۔ پھر
بیٹہ ہوتے پھر سوجاتے۔ (احمد)

۱۸۔ یعنی حالت حاجت میں کئی بار آپ بیٹہ ہوتے اور جن کے بغیر نہ جاتے اور جن کرنے میں جلدی نہ کرتے ہم خود
کے کرتے جیسا کہ گذشتہ بیان ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیزہ ناقص و غور تھی۔ لہذا آپ اسی وجہ کے ساتھ ہوتے
تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے لوگوں کی نیزہ اگرچہ غور توڑتی تھی ہے۔ مگر ظاہر یہی ہے کہ جو وضو حاجت کے

بعد کیا تھا وہ دوبارہ طہارت کے ساتھ سونے کے لیے کفایت کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۲۲ وَعَنْ شُعْبَةَ قَالَ رَأَى ابْنَ عَبَّاسٍ
كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَغْتَرُّ
بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْشِّمَى سَبْعَ
وَرَأَى ثَعْلَبَ يَقُولُ فَرَجَةً فَتَبَعِي مَرَّةً لَمْ
أَفْرَغْ فَسَأَلَنِي فَقُلْتُ لَا أَوْشَى فَقَالَ
لَا أُمَلِّكَ وَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَذُرْنِي
ثَعْلَبُ يَتَوَضَّأُ وَضُوءًا لِلْعَبْدَانِ ثَعْلَبُ يَغْتَسِلُ
عَلَى جِلْدِهِ الْمَاءَ ثَعْلَبُ يَقُولُ هَلْ كُنَّا
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ يَتَطَهَّرُ دُمَا أَبُو ذَرٍّ أَدْرَكَ

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے جبکہ حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ صبح غسل جابت کرتے تو دائیں ہاتھ سے بائیں
پر سات مرتبہ پانی ڈالتے پھر آپ اپنی شرمگاہ دہرتے ایک
دفعہ آپ جھول گئے کہ کتنی مرتبہ پانی ڈالے۔ آپ نے مجھ
سے دریافت کیا میں نے کہا مجھے یاد نہیں رہا حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیری ماں درشت ہے۔ تجھے یاد رکھنے
سے کس چیز نے روکا پھر آپ سدا دوا دھو کر کہتے تھے۔
پھر مد سے مجھ پر پانی بہاتے۔ پھر فرماتے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرح خوب طہارت کرتے تھے۔
(ابوداؤد)

لہ۔ لَأَمْ لَمْ تُكْرِبْ لَكِ يَهْ كَلِمَةً مَتَادُ لَكِ كَيْسَ اسْتَعَالَ كَرْتِ يَسِ اس مَرْتَبَةً لَأَمْ لَمْ تُكْرِبْ لَكِ يَهْ
دہرے) بھی استعمال کرتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاکر کو چاہیے کہ استاد کے سامنے حاضر دماغ اور
اشیاء رہے مبالغہ نہ ہے۔ تاکہ استاد کا عمل یاد رکھے ماسواں پر کار بند ہو اور اس کا عمل مد نظر نہ سمجھ جائے۔
اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ استاد کو یہ حق حاصل ہے کہ جو کلمہ آپ پر شاکر دہرے یعنی گھرے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ شرمگاہ دہرنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دست ہلک دھونا امام بیہوشی آیا ہے
پھر یہ دھونا یا تو بلا قصد و عہد ہے یا دوسرے باتین مرتبہ دہرنے کا ذکر آیا ہے۔ اور باب الفضل کی نقل اہل بی حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں گذر رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست راست سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے اور شرمگاہ
دہرتے۔ اس روایت میں محدثین کا کوئی ذکر نہیں۔ پس ابن عباس سے شعبہ نے جو روایت کی ہے کہ آپ نے سات مرتبہ
بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا تو یہ تعبیر و تفسیر کے لیے مخصوص صورت میں ہو گا جس طرح بعض روایت میں برتنوں کے صاف کرنے
کے لیے آیا ہے۔ اور شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے سات مرتبہ دھونا ایک دہرے سے کم ہو کہ آپ کے بائیں ہاتھ
پر نجاست تھی مٹی ہو گئی وہ دہرے ہی سات کے مدد کی ضرورت ثابت نہیں کر سکتی۔ لہذا یہ کہ نجاست سخت ہو اور بار بار دہرنے
کے بغیر دھونا ہوتا ہو اور سات کا مدد کال طور پر دہرنے کی طرف اشارہ کر رہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابن عباس

وضو و نماز کا سات مرتبہ دہرنا اقلیٰ مرتبہ اگرچہ صحیح و درست نہیں کیونکہ آپ کا حضرت عقبہ کے بھل جانے پر بھی ان کے منافی ہے کہ اس طرح کی سختی وہاں کی جاتی ہے جہاں کوئی واجب اور ضرورت کا کام ہو۔

۳۳۳ وَعَنْ أَبِي دَاوُدَ قَالَ لَأَنَا وَتَمُوتُ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ
يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هَذِهِ
وَعِنْدَ هَذِهِ قَالَتْ قُلْتُ لَيْدًا وَسَلَّمُ لَهَا
أَلَا تَجْعَلُهُ غُلًّا وَابْنًا آخِرًا قَالَتْ
هَذَا أَزْكَى دَأْبِيٍّ وَأَطْيَبُ رَوْحًا أَحْسَنُ
وَأَبْكَ دَأْدَ -

حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بے شک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نئی قوم انداز کے ساتھ ہمیشہ
پھر ہر ایک سے بچا کے بعد ہر شخص فرمایا ابو داؤد کہتے ہیں
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا رسول اللہ آپ
آخر میں ایک ہی محل کو نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں اپنے
فرمایا اس طرح کرنے سے زیادہ طہارت و صفائے حاصل ہوتی ہے
اور یہ عمل نفس کے لیے زیادہ بہتر اور زیادہ پاکیزہ کا موجب

ہے۔ (احمد ابو داؤد)

۱۔ اگر اور آلات مختلف و مشرودوں سے ملتی ہیں۔

۲۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں الفاظ میں ملتی ہیں۔ یا تو یہ اشیاء میں تاکید و بالغہ کے لیے ان کو کر رہ لایا گیا ہے۔ ظاہر
یعنی اگرچہ علیہ السلام ظاہر ہے کہ ظہیر ظاہر بن کے لیے اور تزکیہ و تطہیب بن کے لیے ہے۔ یا اول یعنی تزکیہ
اخلاق و غیرہ کے لیے انا اللہ کے لیے اور ثانی یعنی تطہیب و صاف و عمدہ سے آراستہ ہونے کے لیے ہے۔ یہی ہے۔ یہی ہے۔ یہی ہے
ظاہر ہو گیا کہ جہاں آپ نے جملہ انداز و طہارت سے ہمیشہ ہونے کے بعد ایک فعل کیا جیسا کہ فضل اول میں حضرت انس
رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گذر چکا ہے کہ ختم و صحت اور صحت کی آسانی کے لیے کیا۔

۳۔ حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آواز کردہ غلام ہیں یعنی نے کہا حضرت عباس کے
آواز کردہ غلام ہیں جنہیں حضرت عباس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا آپ کا نام اسم ہے۔ آپ قبلی
ہیں غزوہ بدر سے پہلے اسلام لائے گئے غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے۔ البتہ غزوہ اہل کے بعد کے جملہ غزوات
میں شریک ہوئے۔ صحابہ کا گیارہ ہے کہ جب حضرت ابو داؤد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام کی خوشخبری لے کر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آئے اس میں حاضر ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوشی میں ان کو آواز
کر دیا۔

عن عبد اللہ بن مسعود

اسلامی پیشاب کرنے سے بعد نہایت ہی عمدتہ

یہ سب سے عمدتہ کیا۔

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تو میں نے دیکھا کہ وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھتا تھا اور اپنے سر پر ہاتھ رکھتا تھا اور اپنے سر پر ہاتھ رکھتا تھا۔

۲۔ جو سب سے عمدتہ ہے اس میں غزوہ خیبر کے موقع پر ایمان لائے۔

۳۔ یعنی روزِ فتح، آپ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کے ہم مرتبہ اس کا تبرج تبرج میں سے ہیں۔

۴۔ یعنی دونوں اکٹھے برتن سے پلو پھری۔ یا ایک یا نہ پھری۔ اگرچہ اکٹھے پلو پھری کا مسند میں دوبارہ پانی لینے کے وقت دوسرے کے پچے پانی سے غسل لازم آئے گا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو باب غسل کی فصل میں گزری ہے اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں، اگر اتنی مقدار صاف ہے۔ منوع صحت یہ ہے کہ برتن میں پچے ہوئے پانی سے غسل کرے۔

۵۔ یعنی امام احمد نے حدیث صحیحہ سے اس حدیث کے اول میں یہ کلام زیادہ روایت کیا ہے۔

۶۔ مسلم ہونا چاہیے کہ محدثین کے نزدیک ان دونوں احادیث کی سندوں میں کلام ہے۔ اور اگرچہ ترمذی نے حدیث اول کو حسن صحیح کہا ہے۔ لیکن یہی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ تاہم یہی نے کہا ہے کہ محدثین اس حدیث کو حدیث موعودت کے پچے ہوئے پانی سے اور موعودت مرد کے پچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے۔ اس کے اسناد سے خوش نہیں ہیں۔ اور اگر یہ حدیث سند کے لحاظ سے ثابت بھی ہو جائے تو شیخ پر محمول ہوگا۔ اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث کے کئی ایک نے بھی اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔ اس بات محال ہے کہ حدیث صحیح ہو مگر کسی نے بھی اس پر عمل نہ کیا ہو۔ اور اس پر عمل کیا ہو۔ تاہم شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول میں نظر و اعتراض ہے۔ کیونکہ امام احمد بن حنبل کے مذہب کے بعض ائمہ نے بطور عبادت اس حدیث پر عمل کیا ہے اور اس کے قائل ہوئے ہیں۔ مگر کہ شرح میں ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔



کتاب احکام الیماہ
پانیوں کے احکام کا باب

یعنی پانی کی مختلف انواع کے اسکا اکیائی جیسے بارش کا پانی تیزین کا پانی چترہ اور غیر چترہ پانی کھڑا اور جاری پانی تھوڑا اور زیادہ پانی مستقل اور غیر مستقل پانی حیرانات کا جٹا پانی ماں و حضوں کا پانی جو صمراؤں اور بیابانی میں بہتے ہیں اور صوبے کے گرم شہر وغیرہ پانی جن کا ذکر اس باب میں کیا ہے۔

الفصل الأول پہلی فصل

۴۳۴ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّاخِلِ الَّذِي لَا يَتَّبِعُوهُ تَغْتَسِلُ فِيهِ مُتَّقٍ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّاخِلِ وَهُوَ جَبَّ قَلْبُهُ كَيْفَ يَفْعَلَ يَا أَهْلَ الْخَيْرِ قَالُوا لَيْسَ ذَلِكَ شَأْنًا

حضور امیر مومنین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص نہ ہو کہ پانی میں جھونکا ہو ہرگز نہ شپ نہ کرے اور پھر اس میں غسل کرنا شروع کرے بلکہ کسی کو نہ ملے کہ ایک نہایت ہی بے کرا محضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جو جینی ہو کہ پانی میں غسل نہ کرے تو اس کا دل ایسا بڑا ہو کہ پھر کس طرح غسل کرے فرمایا انہوں نے کہا کہ کرم پر داسے اللہ تعالیٰ

حضورِ امیرِ مہر پروردگارِ حق سے سعادت ہے فرمائی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے کوئی شخص کو ملے پانچ سو روپے کا
دو سو روپے کا یا سو روپے کا منیٰ منکر کا شرف کو
بھلا کہ وہ مسلم یا کافر ہو ایک سعادت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے کوئی شخص جو چھ سو روپے کا پانچ
سو روپے کا یا سو روپے کا منیٰ منکر کا شرف کو
منکر کے فرمایا انھوں نے کہا کہ جس پر وہاں اللہ کے

اے یہ گویا پانی میں ابل کر مرنے سے نہی کی حالت ہے یعنی قتلہ ان سان سے دوسرے کربانی میں ابل کر سیرالوی
گھس کر نہانا شروع کر دے۔

۷۔ معلوم ہوتا چاہیے کہ اس سے قلیل پانی مراد ہے کہ کثیر پانی چاہے کھڑا ہو جاری پانی کی طرح ہے وہ ٹانگہ نہیں ہوتا اور اس میں خلل کرنا جائز ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے پانی اگر کثیر بھی ہو اور ٹانگہ بھی نہ ہو پھر بھی اس میں پیشاب نہ کرنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ سرے بھی اسے دیکھ کر اس میں بول کرے اور عداوت بنائیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ پانی میں تبدیلی آجائے۔ تبدیلی سے اس کی صفات رنگ، بو اور سوزہ کی تبدیلی مراد ہے۔ یہ صحت قلیل

پانی میں بھی حرمت کے لیے ہے اور دوسری صورت طہارت میں بھی کراہت پر محمول ہے۔ اور ملا بھری کی تیند اس سے ہے کہ جاری پانی نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ بعض شافعیہ و عہدہ اللہ کے نزدیک پانی اگر تھیل ہو مگر جاری ہو تو بھی اس کا استعمال کر دہ ہے۔ مثل کا ذکر اتفاق ہے و نحو کا بھی یہی حکم ہے کہ جس پانی سے مثل جائز ہے اس سے و نحو بھی جائز ہے اور جس سے مثل جائز نہیں اس سے و نحو بھی جائز نہیں۔ پافانہ ناپاک ہونے میں ہل کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ نجس اور بدتر ہے۔ بعض علما نے کہا ہے یہ سب تفصیل دن کے وقت سے تعلق رکھتی ہے۔ سات کے وقت پانی تھوڑا یا زیادہ جاری ہو یا غیر جاری اگر تھانے صاحب کرنا کر وہ و منوع ہے کیونکہ رکعت کو ایسا کرنے سے جنات کی طرف سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ جنات سات کو پانی کی جگہ پر رہتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر کی رحۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

تھانے سے بھی تھیل پانی مراد ہے کہ زیادہ تو جاری پانی کا حکم رکھتا ہے۔ اور تھیل و کثیر کا معنی فضل ثانی میں مذکور ہے۔

۳۵۔ یعنی پانی کو برتن سے ہاتھیں ملادو اور باہر کھڑے ہو کر اس سے نہائے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جنبی انسان پانی حاصل کرنے کے لیے اس میں ہاتھ ڈالے اور مثل کسے تو اس طرح پانی مستعمل نہ ہوگا۔ اگر ہاتھ دھونے کی نیت جنبی انسان نے پانی میں ہاتھ ڈالا تو جیسا کہ شمس نے کہا وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔

۳۶۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَالَغَ فِي الْمَاءِ الرَّاحِدِ - نَعَاءً مُسَكَّرًا -

۳۷۔ وَعَنْ السَّلَاسِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَ أَخِي وَجَعَ فَمَسَمَ رَأْسَهُ وَدَعَا بِي بِالْبُرْكَ فَتَوَضَّأْتُ نَوْضًا فَشَرِبْتُ مِنْهُ وَصَوَّبْتُهُ ثُمَّ قَدَّمْتُ خَلَّتْ ظَهْرِي فَظَفَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النَّبِيِّ وَبَيَّنْتُ كَوْنِي فِيهَا وَمِثْلَ ذَلِكَ الْعَجَلَةِ -

صحیح جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ کھڑے پانی میں ہل کیا جائے۔ (مسلم)

صحیح سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میری خالہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر گئیں۔ اور عرض کیا میری بہنو کا (یہ) بیٹا بیمار ہے تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ مار کر پیرا اور میرے پیٹ پر رکھی کھانک پیرا۔ پھر کیا تو میں نے آپ کے ذکر سے پانی سے پی لیا پھر میں آپ کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ہر فوت کو دیکھ کر حق تعالیٰ کی حمد و ثناء کا

تلاویز کی شکل میں ہو جسے مکہ معظمہ کے واسطے میں ہیں ایک نہایت عجیب و غریب بات وہ ہے جو کتب خانہ رحیم اللہ میں مذکور ہے کہ اگر سال پانی ناپاک ہو اور وہ اسی ناپاک حالت میں رنتر رنتر دو قلعہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔ اور جس وقت بھی وہ دو قلعہ سے کم ہو گا تو ناپاک ہو جائے گا۔ گویا تفتیش کی مقدار ان کے ہاں پانی کے پاک ہونے میں خاص تاثیر رکھتی ہے۔

لے سال حدیث کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے۔ صاحب مغز السعادة نے کہا کہ ایک گروہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ایک دوسرے گروہ کے نزدیک صحیح ہے کہ اگر بطل حدیث نے اس حدیث کا اپنی تعینات میں ذکر کیا ہے۔ انتہی۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں نہیں ہے۔ علی بن مرینی نے جو ائمہ حدیث اور شیوخ بخاری میں سے نیز امام احمد بن حنبل کے ہم عصر لوگوں میں سے ہیں، کہا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئی۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اجماع صحابہ کے خلاف ہے کیونکہ ایک حبشی چاہ و زہر میں گر گیا تو حضرت ابن عباس اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے سال پانی نکالنے کا حکم دیدیا ان کا یہ حکم صحابہ کرام کی جماعت کے رد و بدعت تھا ماد کیسی نے ان کے اس حکم پر اعتراض نہ کیا۔ واللہ اعلم۔

علم الکرام نے کہا ہے کہ تفتیش میں سے کسی کے لیے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ پانی کے نجس ہونے یا نہ ہونے کی کیا مقدار اور صاحب حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ جو ائمہ فقیہ ہیں سے بھی فرماتے ہیں کہ تفتیش کی حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر اس پر عمل نہیں کیا گیا بل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فقہ قلعہ کے کئی معنی آتے ہیں۔ جیسے صفا، خشک، سپاہ کی چوٹی وغیرہ اور تفتیش کے ساتھ معلوم نہیں ہوتا کہ یہاں اس سے کیا مراد ہے۔

تفصیل مقام یہ ہے کہ اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ پانی کسی چیز سے اور کسی حالت میں ناپاک ہی نہیں ہوتا۔ جاری ہو یا جاری نہ ہو کم ہو یا زیادہ۔ اس کا رنگ، براؤں دھڑا، بدل چکا ہو یا بدبلا ہو اور فقہاء محدثین کے جمہور علماء میں یہ کہ اگر پانی کثیر ہو تو ناپاک نہ ہو گا۔ قلیل ہو تو ناپاک ہو جائے گا اور وہ جو یہ لسانہ والی حدیث میں آیا ہے کہ اَلْمَاءُ حَلِیْطٌ مَّوَدَّہً لَا یَنْجُسُ شَیْءٌ (پانی پاک چیز ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی) اور اصحاب ظاہر اسے اپنے لیے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اتنا کہ استعمال و رستہ میں کثیر نہ ہو اس حدیث میں المائے کثیر پانی مراد ہے۔ اور ماہی و کثیر کی مقدار میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔ چنانچہ امام انکاء رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجاست مگر نے سے جن پانی کا رنگ براؤں و فاقہ بدل جائے وہ قلیل ہے اور جس کا نہ بڑے کثیر ہے ان کے ان تبدیلیاں عدم تبدیلی کی ترقی و قلیل کا معیار ہے امام شافعی اور امام احمد رحمما کے نزدیک جب پانی تفتیش کی مقدار ہو تو کثیر ہے اس سے کم ہو تو قلیل ہے۔

اَللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُولَ
اَللّٰهِ اِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَبِيلَ
مِنَ الْمَاءِ فَاِنْ قَوَّضْنَا تَابَهُ عَلَيْنَا اَفْتَوْنَا
يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الطَّهْرُ مَاءٌ لَا وَالْجِلَّ
مَيْتَتُهُ دَوَا لَا مَالِكَ وَالْزَّيْدِيُّ دَاوُدُ
كَادَكَ وَالْخِثَامِيُّ دَاوُدُ مَا جَسَدًا وَ
الدَّارِيُّ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کیا یا رسول اللہ
ہم لوگ سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ہمراہ حضورؐ پانی لے
کر چلتے ہیں اگر پانی کے ساتھ ہم وضو کریں تو یہ ایسا ہے
جسے کہ ہم لوگ سمندر کے پانی لے کر وضو کر لیا کریں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور
اس کا وضو (مچھلی) حلال ہے۔

(ماہک، اترقزی، ابو داؤد، ابن ماجہ)

(دعویٰ)

لے۔ گویا صحابہ کرام نے سمندر کے پانی سے وضو کرنے کو عید (منور) خیال کیا اور یہ خیال انہیں اس آیت کی تخصیص
سے پیدا ہوا۔ اَلَّذِينَ آمَنُوا طَهَّرُوا اَسْمَاءَہُمْ نے آسمان سے پاک پانی انکا اور سمندر کا پانی بارش کے
پانی سے ايمان میں مختلف ہوتا ہے۔

۳۔ مراد مچھلی ہے کہ اسے ذبح نہیں کیا جائے نیز بفتح یاء واصل اس حلال جانور کہ کشتہ میں جو بے ذبح مرنے
مچھلی کا ذبح ہی ہے کہ اسے شکار کر لیا جائے اور پانی سے نکال لیا جائے اور جو مچھلی شکار کرنے سے پہلے پانی میں
ہی مری چکی ہو۔ غریب معنی میں اس کا کھانا حلال نہیں اس لئے کہ مزید تخصیص کتاب الصيد والقبائح میں انشاء اللہ
الغیر فرمائے گی۔

حضرت ابو ذرؓ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے حدیث
کرتے ہیں یہ ایک رجل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یثربہ ابن کے
موت پر انہیں (ایسا تیرے بدن میں کیا ہے۔ میں نے عرض کیا میز
کھڑا پانی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قریب
بحر اور پاک پانی ہے اتنی مقدار تک اس حدیث کا کلمہ اور
نے روایت کیا اور احمد و ترمذی نے یہ الفاظ زیادہ کیے
لَتَوَكَّلَا وَنَحْنُ قَوَّضْنَا قَوَّضْنَا قَوَّضْنَا قَوَّضْنَا قَوَّضْنَا
لے کہا ابو ذرؓ بھول ہے اور عمرؓ سے حج روایت سے

۳۲ وَحَنَ اَوْفَى ذَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ
مَسْعُودٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةً الْوَحْيُ مَا لِي اِذَا دَوَّكُ
قَالَ قُلْتُ يَبْنِي قَالَ تَمَرًا طَيِّبَةً وَ
مَا دَا طَهَّرَهُ دَوَا لَا اَبُو دَاوُدَ وَ دَاوُدَ
اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ قَوَّضْنَا وَنَحْنُ قَوَّضْنَا
التِّرْمِذِيُّ اَبُو ذَيْدٍ مَبْعُودٌ وَ مَبْعُ
عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ

قَالَ لَمْ أَفْنِ لَيْلَةَ الْيَحْيَى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہیں لیلۃ النہر کو
اللہ علیہ وسلم دواؤا مسئلت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۴۔ ابو زید غزالی جو تابعین سے ہے اور دین و مہربانی کا گواہ و حامی ہے جس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ
حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتا ہے۔

۵۔ یہ وہ طے ہے جس میں جنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور نے
انہیں اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن پڑھا یہ جنات اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور ان کے سامنے حال بیان کیا۔
جیسا کہ قرآن میں یہ قصہ ملاحظہ ہو۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور کے لیے پانی طلب فرمایا۔ حضرت
عبداللہ بن مسعود خدمت اقدس میں حاضر تھے اور چھاگل بھی ان کے پاس تھی۔

۶۔ لہذا اس کے ساتھ حضور کا مشابہہ درست ہے۔

۷۔ ترجمہ میں اس حدیث پر اس وجہ سے اعتراض کیا ہے کہ ابو زید جس کی روایت عبداللہ بن مسعود سے ہے
مقبول شخص ہے اور علامہ نے کہا ہے کہ ابو زید جو ابن حریث کا آزاد کردہ غلام ہے کہاں نے نبیؐ سے ذکر کرنے کی حدیث
عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے اور اس سے ابو زید نے روایت کی کہ اس کی حدیث صحیح نہیں اور بخاری نے اسے منعقد
میں شمار کیا ہے اور حاکم نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے اور علامہ نے کہا ہے کہ اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی
حدیث نہیں اور بعض نے ابو زید کو بھی ضعیف کہا ہے اور صحاح میں آیا ہے کہ حضرت علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود
سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں لیلۃ النہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ تھا حضرت علقمہ بن قیس کہ مشہور تابعی اور بڑی اونچی شان والے فقیہ ہیں اور کہا گیا ہے کہ صحابہ کرام بھی ان سے
علم کی باتیں پوچھا کرتے تھے اور یہ علقمہ طور طریقے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت مشابہت
رکھتے تھے۔ ۸۔ صحیح میں فوت ہوئے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

۹۔ ملاحظہ ہو کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو حدیث مذکور
جہاں کے ہمراہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ صحیح نہ ہوگی۔

۱۰۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبیؐ کے قریب ہے کہ کچھ روز کے لیے پانی میں ڈال دیں۔ تاکہ اس شخص نکل آئے اسے
میں تیزی پیدا ہو جائے۔ یہ خبر وہ جب تک خوب تیز و تند نہ ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہ نبیذ بنایا جاتا تھا
اس نبیذ کے تمام مسائل و احکام باب الاخرہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آئیں گے۔

کھجور کے اس شیرے کے ساتھ دھونکر کرنے میں لاکھ کا احکام ہے۔ حنفیہ جمہور اللہ کے نزدیک اگر خالص پانی میردہ کئے تو میر
 الہیہ کے ساتھ دھونکر بجا نہیں ہے۔ اور اس کے ہوتے ہوئے تیم جائز نہیں۔ حنفیہ اس حدیث کو جو ابو دینار نے حضرت عبداللہ
 بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اپنے ذہب کے لیے بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور شافعی حضرات گذشتہ معلوم
 شدہ وجہ کی بنا پر اس حدیث میں ضمن اور اسے ضعیف قرار دیتے ہیں مگر تحقیق بات یہ ہے کہ حتیٰ سیدنا حضرت امام ابو حنیفہ
 رحمہ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔ اور اس روایان حدیث کی جہالت اس وجہ سے منقطع اور غیر موثر ہے کہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی
 ہے کہ لیلۃ الجن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 جنات کو دعوت حق دینے میں معروف ہوئے تھے اس وقت آپ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ نماز کرانے کے
 اور گرو ایک دائرہ لگا دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اس دائرہ سے باہر نہ نکلا اس لیے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا
 کہ میں اس صلات کو حضور علیہ السلام کے ساتھ نہ تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جنات کے ساتھ گھنٹو کے وقت میں آپ کے ساتھ
 نہ تھا یا جب حضور علیہ السلام دینہ منورہ سے ان جنات کی جانب روانہ ہوئے اس وقت میں آپ کے ساتھ نہ تھا بلکہ
 رات کے آخری حصہ میں آپ کے ساتھ جا کر ماریاں لگائی گئیں۔ شرع عزلی میں پوری بسط و تفصیل سے وضاحت کی
 ہے۔ وہاں دیکھی جاہی ہے۔

حضرت کبیر بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہوئی
 رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے نکاح میں تھیں اور ان سے (والدین)
 حضرت نکدہ میرے پاس تشریف لائے تو کبیر نے ان کے
 دھوکے سے برتن میں پانی ڈال دیا۔ اس نے ایک بی بی پانی پینے کیلئے
 اٹھی۔ حضرت نکدہ نے اس کے لیے برتن جھکا دیا۔ یہاں تک
 بی بی نے اس برتن سے پانی پید حضرت کبیر بن کعب رضی اللہ عنہ
 نے یہی طوطی دیکھا کہ کبیر بن کعب سے اس کا طوطی دیکھ رہی ہیں
 فرمایا اسے میرے بھائی کا بیٹی کا تو تعجب کر رہا ہے میں نے کہا
 اے اے! یہ حضرت نکدہ نے فرمایا ہے شک رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی نے شک نہ کرے اگر نہ ہے تو
 اسے ہاتھوں میں سے ہے جو تم سے اس کا کھڑت سے آئے

۱۴۷. وَ عَنْ كَبِيرِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ
 وَ كَانَتْ تَحْتَ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَرْبَعًا
 قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَبَّكَ لَهَا وَهُوَ
 فَبَايَعَتْ وَزَعَتْ لَشَرِبُ مِنْهُ فَأَصْبَحَ لَهَا
 الْإِنَاءُ حَتَّى شَرِبَتْ فَأَلَتْ كَبِيرَ بْنَ قَتَادَةَ
 أَنْظَرَايَةَ فَقَالَ التَّعْبِيَّيْنَ يَا أَمْنَةَ أَعْلَى
 فَأَلَتْ قَتْلَتْ لَعَمْرُكَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا لَيْسَتْ
 بِنَجِسٍ إِنَّهَا مِنَ الطَّوَافِينَ عَلَيْكُمْ أَوْ
 الطَّوَافَاتِ دَعَاؤُكَ مَالِكٌ وَ أَحْمَدُ وَ
 التَّوَمِيذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ

مَکَابِدَ وَالْکَادِحِیْنِ۔

جانتے ہیں اسلئے کہ ہے تو ایسا مادہ اشتہار میں سے ہیں جن کا تہا ہے

پارکا کا بہت کثرت ہے ہے۔ اسے امام مالک احمد ترمذی ابو حنیفہ

فہائی امام ابو حنیفہ واسطی نے روایت کیا۔

۱۴۔ یعنی کیشہ انصاریہ کیشہ نفع کثرت و کون بار و معدہ آپ حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ جو شہر صحابہ میں سے ہیں، ان کا جزاؤں کی ہیں، غزوہ تبوک میں آپ کے پیچھے رہ جانے کا قصہ بھی مشہور ہے حضرت کعب کی یہ طرک حضرت ابو قتادہ جو شہر صحابی ہیں کہ بیٹے کے نکاح میں تھیں حضرت ابو قتادہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل درجہ کے سواروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان بیان رحۃ اللہ علیہ نے کہا حضرت کیشہ کو بھی شرف صحابیت حاصل ہے۔ گذارنی اقرب۔

۱۵۔ بعض روایات میں فُکِبْتُ بعینہ تسکیم آیا ہے۔

۱۶۔ تاکر وہ آسانی سے پانی پی سکے۔

۱۷۔ یعنی میں نے تعجب سے ان کی طرف دیکھا کہ آپ اس برتن سے پانی کو پانی پلا رہے ہیں جو ضرور کے لیے لکھا گیا تھا۔

۱۸۔ حضرت ابو قتادہ نے یہ الفاظ عرض کی کہ ملت کے مطابق فرمایا اہل عرب کی عادت ہے کہ مخاطب کو بلادرزادہ یا ابن عم کہتے ہیں اگر یہ واقع میں اس طرح نہ ہو اور انھیں اسلامی توہید حال میں ہو جیسے ہے۔

۱۹۔ یعنی جیسا کہ میں نے یہ خبر سنی کہ برتن میں اس کے منہ ڈالنے سے پانی ناپاک ہو جائے۔ جس کی کبریم بھی پلیدہ اور بھیم بھی پڑھ لیا ہے۔ یعنی پلیدی۔

۲۰۔ لہذا عقد اور دلی کے شک کی بنا پر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من الطوائین فرمایا یا من الطوائنات فرمایا طوائین اور طوائنات صیغہ بالغہ ہے جو غلبہ کثرت کے لیے آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ کثرت سے تمہارے اندر گرد و گھوٹ رہتی ہے اگر اس کے جوئے کو ناپاک قرار دے دیں تو اس سے تم شقت میں پڑ جاؤ گے۔ اس وجہ سے بہرہ کو نظر رکھا گیا ہے۔ یا من الطوائین علیکم ادا الطوائنات سے یہ مراد ہے کہ ملی ہر وقت تمہاری اور ساتوں کی طرف تمہارے اندر رہتی ہے ایسے اس کے ساتھ شفقت و مہربانی ضرور ہونی چاہیے بہر حال دونوں مذکورہ معنی کے مطابق اس کے ساتھ تری اور شرم پوشی چاہیے۔

پھر امام ابو حنیفہ رحۃ اللہ علیہ کے نزدیک ملی کا جو ناکر وہ ہے اگر اور پانی نہ ہو تو پھر ملی کے جوئے پانی سے وضو کرے تم کرنا جائز نہیں۔ اور اگر دوسرے پاک پانی کے ہوتے ہوئے ملی کے جوئے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے مگر اگر وہ ہے اور امام ابو یوسف اور دیگر ائمہ کے نزدیک ملی کا جو ناپاک ہے پھر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا بِمَا
أَفْضَلَتِ النُّعْمُ قَالَ نَعَمْ وَبِمَا أَفْضَلَتْ
النِّسَاءُ كُلُّهَا - رَوَاهُ فِي شَرْحِ الشُّعْرِ

سے حدیث کی کیا کیا ہم لوگ کھول کے پچھتے پانی سے
دھو کر رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہیں۔ مجھ تکم سندوں کے
جسے پانی سے بھی دھو کر ناجائز ہے اسے شرع سنت میں

روایت کیا

اے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درندوں کا جو ٹاپا پاک ہے۔ امام شافعی کا مذہب یہی ہے۔ احناف کے نزدیک حندوں
کا جو ٹاپا پاک ہے کیونکہ حندوں کا لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے۔ مسلمان اگر گوشت نہیں ہے۔ امام احمد کا مذہب بھی ان کے
اصحاب کی تقلید روایت کے مطابق ہی ہے اور جو احادیث درندوں کے جسم کے کھانسیات میں وارد ہوئی ہیں ان کی محبت
میں کام ہے اور اگر ان احادیث کی صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر جواب یہ ہے کہ یہ بڑے بڑے مفسرین اور تلامذہ کے ہاں سے
میں ہیں۔ جبریا باذن اور معراؤں میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ماسوا اگر اس حدیث سے علی العموم تمام حندوں
مرا یہ باتیں تو پھر سکتے کا جو ٹاپا بھی پاک ہوگا۔ مالا کہہ کسی کا مذہب نہیں۔

ذکر لکھا۔ محیط میں ہے کہ اگر انسان کے عضو یا اس کے کپڑے کو کچلے اگر جسے کی حالت میں کچلے تو نا پاک
نہ ہوگا۔ مگر خراج اور اڑیا کے طور پر کچلے تو نا پاک ہو جائے گا۔ ان کی وجہ یہ ہے غصہ کی حالت میں وہ صرف
دانتوں سے چیز کو کچل رہا ہے انسان کے دانتوں میں طہارت نہیں ہوتی۔ اور خراج کی حالت میں لبوں سے کچل رہا ہے اور لب
ترکی سے آلودہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ حنفی نے کہا۔

۳۴۷ وَعَنْ أَوْعَانَ قَالَ لَيْتَ أَغْتَسِلَ صَلَوَاتُ
اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْرًا وَمَيْمُونَةً
فِي قَصَبَةٍ فِيهَا أَثَرُ الْعَجِيِّينَ - رَوَاهُ
الْبَيْهَقِيُّ وَأَبْنُ مَاجَةَ.

حضرت ام ابی بنی اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خیمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے ایک
ہی ٹپ میں سے غسل کیا جس میں آٹے کا نشان موجود تھا۔
(نئی، ابن ماجہ)

اے۔ ام ابی بنی اللہ رضی اللہ عنہما آپ کا نام فاختہ تھا۔ یعنی نے ماکہ بتایا ہے۔ نسخ مکہ کے سلا بیان
لائیں۔ ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہما اور ابی بنی اللہ رضی اللہ عنہما اور ابی بنی اللہ رضی اللہ عنہما روایت کی ہیں۔ آپ نے
بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہیں۔

۳۔ یعنی اس ٹپ میں باقی ماندہ آٹے کا نشان موجود تھا۔ یعنی نے کہا ہے یہ نشان زیادہ تھا۔ جس سے پانی میں
تغیر آجائے۔ جیسا کہ تفسیر نے کہا ہے اور ہمارے ہاں اگر کسی پاک شے کے پڑنے سے کوئی ایک وصف بدل گئی

تو بھی جائز ہے مگر جب کمال کا سیلان طبعی جائے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۴۴۷ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ
إِنَّ عُمَرَ خَرَجَ فِي سَاقٍ رَافِعِهِ عَمْرُو
أَبْنِ الْعَاصِ حَتَّى وَرَدُوا حَوْضًا
فَقَالَ عُمَرُ وَيَا صَاحِبَ الْحَوْضِ مَلُ
تَرُدُّ حَوْضَكَ السَّبَاعُ فَقَالَ عُمَرُ يَنْ
الْخَطَّابُ يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ لَا تُغَيِّرُنَا
فَإِنَّا نَرُدُّ عَلَى السَّبَاعِ وَتَرُدُّ عَلَيْنَا نَدَاةَ
مَآلِكُ وَزَادَ سَارِئِينَ قَالَ زَادَ بَعْضُ
الرَّوَاةِ فِي قَوْلِ عُمَرَ وَرَافِعِي سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ لَهَا مَا أَخَذَتْ فِي جُفُونِهَا وَمَا
يَقِي نَعْمَ لَنَا طَعُودٌ وَشَرَابٌ.

حضرت یحییٰ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عتبی
بے شک عمر رضی اللہ عنہ سوا لک ایک جماعت کی بات میں حضرت
عمر بن العاص بھی تھے، انہوں نے باہر تشریف لے گئے، یہاں تک
کہ وہ ایک حوض پر پہنچے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا
حوض والے کیا تیرے حوض پر دندے لگا رہا ہے (پانی پینے) آتے ہیں
ابن ابی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے صعب
حوض ہیں اس واسے کہ کوئی خبر دے کہ ہم حوض پر وارد
ہوتے ہیں اور دندے ہم پر وارد ہوتے ہیں اسے ملک نے
روایت کیا ہے، انہوں نے کہہ اتفاقاً زیادہ روایت کیے اور کہہ کہ بعض
راویوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں یہ اتفاق کیے، چنانکہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے دعا
کے لیے بعد نماز انہوں نے اپنے ٹخنوں میں ٹال لیا اور باقی
لو گیا وہ ہمارے لیے پاک ہے اور پینے کے لیے بھی جائز ہے۔

۴۴۸ حضرت یحییٰ بن عبد الرحمن تابعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ مرتبہ اور کثیر الحدیث ہیں اور مشہور صحابی حضرت عاصم بن
ابی بکر رضی اللہ عنہ کے دوہتے ہیں۔

۴۴۹ یعنی تیرا ہم خبر دینا نہ دینا برابر ہے۔

۴۵۰ یعنی ان حوضوں میں بہت پانی ہوتا ہے اس لیے کہیں ہم پینے آ جاتے ہیں اور کہیں ٹنگی درندے آ جاتے ہیں اس
کے لیے جانے سے کوئی خوف و نقصان نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حوضوں کے بارے میں دریافت

۴۵۱ وَكَانَ ابْنُ سَبْعَةَ الْخَدْرِيِّ يَقُولُ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنِ الرَّيَّانِ بْنِ الْقَيْسِ بْنِ مَكَّةَ قَالَ لَمَّا رَوَيْتُ
تَرَدُّهَا السَّبَاعُ وَالْكَأْبُ وَالْحُمُرُ
عَنِ الظُّفْرِ وَمِنْهَا فَقَالَ لَعَا مَا حَمَلْتُ
فِي بَطْنِيهَا وَلَنَا مَا عَبَّرَ طُغُورُ رِوَاؤُ
ابْنِ مَاجَهٗ.

۳۳۹ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَا
تَغْتَبِلُوا بِالْمَاءِ الْكُسُفِ فَإِنَّهُ
يُؤْتِي الْبَرْصَ -

(دَوَاۃُ الدَّارِ قُطْنِي)

(دار قطنی)

کیا کہ جو کہ حکم اسلام میں مذکور ہے کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے پانی کو
اُس کے اندر گدے پانی پیتے پیتے میں کہ ان سے طہارت حاصل
ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا ان کے لیے یہ حد جو انہوں نے اپنے
فکروں میں نکال لیا جو باقی رہا وہ ہمارے لیے ہے اور وہ پاک
کرنے والا ہے یعنی اس سے غسل و وضو جائز ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے
فرمایا دھوپ سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برسی
کی بیماری کا لاقی ہو جاتا ہے۔

اسلام میں اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مرفوع ہونا حدیث صحیحہ کو نہیں پہنچ سکا
جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔ تنزیہاً از شریعت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ فرائض میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے لیے دھوپ میں پانی گرم کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ٹھیکہ لایا نہ کہ اس سے برسی کی بیماری کا لاقی ہو جاتا
ہے۔ اسے ابو نعیم نے طب میں اور دار قطنی نے افراد میں اور سنن میں روایت کیا۔ حضرت ابن جان نے حضرت انس
رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا دھوپ سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برسی کی بیماری کا لاقی ہو جاتا ہے۔
ابن کثیر کہ ان احادیث کی سندوں میں خود نے اور اپنے پاس سے حدیثیں گھڑنے والے راوی ہیں۔ ان لوگوں کی حدیث قابل قبول
نہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں۔ تاہم اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول ثابت
شک ہے۔ اور امام شافعی نے اسے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس کے رجال ثقہ ہیں۔ مگر ابواہیم سادی کہ اس میں
اقتناع ہے۔ اور اس کا شیخ مددکہ ضعیف ہے۔ اور دار قطنی ایک اور طریقہ سے لایا ہے اور مندرجہ نے اس کی تحسین
کی ہے۔ واثق اعظم۔

دوسری بات یہ ہے کہ مؤلف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول جو نقل کیا ہے غسل کے ساتھ خاص ہے۔ اور
مغیرا سعادہ میں فرمایا دھوپ سے گرم شدہ پانی کے استعمال کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں۔ یہ بات غسل و وضو
وغیرہ سب کو شامل ہے۔ پوشیدہ نہ ہے کہ مذکورہ قول کے ثابت ہونے کی صورت میں بھی اس بیماری کا لاقی ہونا
الحق ہے جب کہ اس کی حدیث ثابت نہ ہے۔ یا اس بیماری کے معارضہ دوائی کے نہ ہونے کے وقت ہے۔ جیسا کہ

بعد میں مسیح ہو گیا والد عالم۔ اندیشہ جو فرمایا کہ پہلی مرتبہ مٹی سے دوہرے کیے تم کہ رعایت ہے۔ البتہ اُن کی روایت میں انصراحاً لافتناً ہے یعنی آخری بار اور ترقی دے گی اور انھیں ادا خواہن آیا ہے یعنی پہلی بار یا آخری بار مٹی سے دوہرے اور ہزار گ ایک روایت میں احد اہن لافتناً یا یعنی سات میں سے ایک بارہ اور احمد کہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ اول آنہ باریانی سے دوہرے پر مٹی کے ساتھ۔

۲۵۱ وَعَنْهُ قَالَ قَامَا عَرَفَاتُ بَنَاتِي
الْمُسْبِحِدُ فَتَنَّا وَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَقَعُو
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُعُوًا
وَهَرِيقًا عَلَى بَوْلِهِ سَجَلًا قَوْمًا
أَوْ دُؤْبًا قَوْمًا مَاءً فَإِنَّمَا بَيْتُكُمْ مَعِي
وَلَمْ تَعْتَبُوا مَعْتَبِرِينَ۔ مَدَاكَ الْبَحْلِيُّ

انہیں سے روایت ہے کہ ایک سال نے مسجد میں کھڑے ہو کر شب
کہ تشرع کر دیا۔ لوگ اس کے دسپے ہو گئے تو اس سے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھو نہ کہ بول کہ سجدہ کے بول
پاک کی بھائی کو بھائی کی طرح تو میں آسان کرنے والا ہوں
کیلئے تیس نکلی کرنے والا ہوں نہیں ہو گیا۔ اسے بھائی نے
روایت کیا۔

۱۔ اعراب عرب کے بادیہ نشینوں کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بادیہ نشینوں کو بھی اعراب کہتے ہیں۔
۲۔ مجلہ نام آد اور ذوب نام مہ۔ یہ بادیہ کا تنگ ہے کہ حضور نے سبکا فرمایا یا ڈوٹا۔ یہ اس
صورت میں ہے جب کہ سبیل و ذوب تزلزل الفاظ ہوں۔ بعض کہتے ہیں سبیل یعنی سین و دکن و جیم۔ جسے ڈول کو کہتے
ہیں جو پانی سے بھرا ہوا ہو۔ اور ذوب اس ڈول کو کہتے ہیں جو پوری طرح بھرا ہوا ہو۔ اس صورت میں لفظ آخر کے
یہ ہوگا۔ درست یہی ہے کہ دونوں ہم معنی ہیں یعنی پانی سے بھرا ہوا ڈول۔ اور اس کا تنگ کے لیے ہے۔

۳۔ یعنی تم دین میں آسانی اور ہر پانی کے لیے پیدا ہوئے ہو۔

۴۔ تم دشوار کی پیدا کرنے کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ دراصل یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے کہ آپ
دین و شریعت میں خایت و نفع و مہربانی اور سہولت و مساحت کی صفت سے موصوف ہیں۔ آپ نے صحابہ کرام کو بھی
جو آپ کے قریب تھے اس صفت سے موصوف فرمایا۔ ان کلمات سے آپ کا مقصود یہ تھا کہ صحابہ کرام مسجد میں بول کر
والے اس امر الی سے نرمی اور مہربانی کا سلوک کریں۔

۵۔ یہ حدیث اس طرح روایت کرتی ہے کہ پانی پہلنے سے تپاک زمین پاک ہو جاتی ہے۔ اس کی حد یہ ہے
کہ بھلیا ہر پانی نجاست پر غالب آجائے۔ اور یہ حدیث اس پر بھی روایت کرتی ہے کہ نجاست کا قطر اسی جیسے خیر جو
پتھر یا بلی پر پڑے۔ ہیں۔ ان سے بھی طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ یوں ہی چٹائی جیسے وقت و قطرے

زمین پر گرے ہیں وہ بھی پاک ہیں۔

یہاں طہارۃ کا اختلاف ہے۔ قول فقہ حنفیہ ہے کہ جو قطرے اور چھینٹے محل کے پاک ہونے کے بعد الگ ہو کر گریں وہ پاک ہیں اور جو قطرات محل کے طہارت سے پہلے اس سے جدا ہوں۔ وہ ناپاک ہوں گے۔ اور اگر محل سے جدا ہونے کے بعد ان کا ٹنگ اور جو تبدیل ہو جائے تو وہ بالاتفاق ناپاک متصور ہوں گے۔ کذا فی مجمع البحار طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ زمین حبیث ناپاک ہو جائے تو خشک ہو جانے سے پاک نہ ہوگی مگر زمین پاکیزہ اور طہی آثار صیقلیہ موزنی نہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک خشک ہو جانے کے بعد زمین پاک ہو جاتی ہے۔ اور اگر زمین کو خشک ہونے تک نہ چھوڑیں بلکہ گلی ہی استعمال کرنا چاہیں تو پھر اتنی جگہ پاکیزہ خاک شاکر صیقل دینی چاہیے کہ پاک ہو جائے۔ تاہم معلوم نہیں ہمارے اصحاب نے اس کے جواب میں کیا کہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ قوم (صحابہ) نے اس جگہ کے خشک ہونے سے پہلے اس پر غار پڑھی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ خور پانی بنانے سے مقصد یہ تھا کہ نجاست کا اثر ہلکا ہو جائے اور بول کی بودا و اس کا رنگ پانی کے غلبہ سے جاتا رہے اور پاک خشک ہونے سے ہی ہوئی ہو۔ یہ حدیث مانی سے خاموش ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۵۲ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى بَنَاءُ أَعْرَابٍ فَقَامَ يَتَوَلَّى فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزِدُوا دُعَاةَ فَتَرَكُوهُ حَتَّى يَأْتِ لَكُمْ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُعَاةً فَقَالَ لَهُ إِنَّ هَذِهِ الْمَسْجِدَ لَا تَقْبَلُهُمْ بِشَيْءٍ هَذَا لَكِبْرِي وَالتَّغْلِبَاءُ تَمْنَاهُ لِلدُّنْيَا وَالْعَالَمِينَ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ أَوْ كُنَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں میں ہم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک عورت ان کے پاس سے گزرتی ہو کر مسجد میں پیشاب کر رہی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے کہہ کر ذکر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بول کہنے سے نہ روکو اسے چھوڑ دو اس پر اصحاب نے اسے چھوڑ دیا میں تک کہ اس نے بول کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بڑھا اور اس سے کہا کہ یہ مساجد بول اور سنگ کی کہنے نہیں ہیں یہ تو اللہ کے ذکر اقامت اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں یا ہونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے عورت کہتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے ایک آدمی کو حکم دیا وہ آدمی پانی کا ایک ٹولہ بھر کر لایا اور اس

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَأَمْرٌ جَلِيلٌ
الْقَوْمُ جَاءَهُمْ يَوْمَئِذٍ فَأَوْفَتْهُ عَلَيْهِ مُتَّقِينَ عَلَيْهِ

بولہ پر ہدایہ

(عائذہ سلم)

۱۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا اسے پکڑنا اور اس کے درپے ہونا جیسا کہ گذشتہ حدیث میں ذکر آیا ہے
مضرب زبان سے تھا۔ ہاتھوں سے نہ تھا۔ بشرطیکہ دونوں حدیثوں میں مذکور قصہ ایک ہی ہو۔
۲۔ ساندراہم زکائی را پر تقدیم کے ساتھ یعنی کسی کا بل بند کر دینا نرم یعنی بول یا آنسوؤں وغیرہ کا بند ہوجانا۔ اس
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجنبی اور نادان لوگوں پر قایت شفقت و مہربانی اور علم و حکم کا اظہار ہے
اسی لیے آپ نے اس سے تعرض کرنے والوں کو منع فرمایا اور اس شخص کو نہایت نرمی و شفقت سے نصیحت فرمائی۔ مادہ
صحابہ کرام کو منع کرنے میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ مسجد کو آلودہ ہوگئی اب اسے بول کے درمیان بول کرنے سے روکنے
میں اس کے لیے عذر و تکلیف کا باعث ہے اور اس کے ساتھ اس کے پکڑوں اور مسجد کی دوسری جگہوں کے ناپاک
ہونے کا عذر ہے۔

۳۔ مادہ کا قال۔ یہ لفظ دراصل وہاں لاتے ہیں جہاں راوی کو یاد نہ رہا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاس کو کتنا
لفظ لہذا تھا۔ یہ لفظ عربی نے کہا یا اس سے ملتا جلتا کوئی اور لفظ تھا۔
۴۔ متقین یعنی پانی بہانا اور پانی بہانے اور اسے بکیر نے کا معنی مطلوب ہو تو اس کے لیے لفظ متقین استعمال
ہو سکتا ہے۔ یعنی شین مجملہ کے ساتھ اس حدیث میں متعدد معتبر نسخوں کے مطابق سین مجملہ کے ساتھ ہے بعض نسخوں میں شین
آیا ہے یعنی شین مجملہ کے ساتھ۔

۵۔ وَحْنٌ اسْمَاءٌ بِذَلِكَ قَالَتْ
مَا كُنْتُ أَمْرًا ثُمَّ تَسَوَّلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ اتَّعَيْتُ إِحْدَانَا
إِذَا أَصَابَ ثَوْبِي الدَّمُ مِنْ أَلْمِضَةٍ
كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَلِّ إِذَا أَصَابَ ثَوْبِي إِحْدَى حَتَّى
الدَّمُ مِنَ الْإِضْمَةِ فَلْتَقْرَبْهُ ثُمَّ
لَتَقْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لَتَصْلِ بِهِ

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے قرآن
میں ایک حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں
آپ بتائیں جب ہم میں سے کسی کے کپڑے کو خن یا خون
لگ جائے تو وہ کیا کرے اور کپڑے کو اس سے کس طرح
پاک کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم
میں سے کسی کے کپڑے کو خن یا خون لگ جائے تو پاک
کرتا ہوں اور انھیں کس سروں سے اس جگہ کو دے۔
پھر اس جگہ کو پانی سے دھوئے پھر اس میں ناز دے

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۵۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابیہ ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ آپ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

۱۶۔ حینئذ کہ مراد اور نفع ماد و دوزخ طرز آیا ہے۔

۱۷۔ لفظ نفع کا معنی نفع میں پانی چھڑکنے کا آتا ہے۔ لیکن احسان کے نزدیک احادیث میں یہ لفظ دھونے کے معنی پر محمول ہوتا ہے۔

۱۸۔ پیراں کپڑے میں غار پڑھوے۔ اگرچہ وہ ابھی خشک نہ ہوا ہو بلکہ گیلیا ہی ہو مگر آئندہ احادیث میں آتا ہے۔

۱۹۔ وَحَنَ سُلَيْمَانُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا يُصِيبُ الشَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَسْأَلُهُ مِنْ ثَوْبٍ سَبُولٍ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَرُّ بِرَأْيِ الصُّلُوقِ وَاشْرَأُ الْغُسْلُ فِي ثَوْبِهِ - (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت سلیمان بن بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی کے تھکن پر پوچھا کہ پیرے کو کب جلائے ہے۔ انہوں نے فرمایا میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھویا کرتی تھی پھر آپ ان کپڑے کو پیر کر لیتے تھے کہ یہ تشریف لے جاتے تھے مگر دھونے کا اثر ہی جلا کر لے کر پیر کر دیتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

۲۰۔ حضرت سلیمان بن ابی رافع المؤمنین حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت عطاء بن ابی رافع رضی اللہ عنہ کے بھائی اور اہل مدینہ اور کبار تابعین میں سے ہیں۔ آپ جلد تر تہہ خیر عظیم فاضل ثقہ عابد اور نہایت پرہیزگار شخصیت تھے۔ مدینہ منورہ کے مات فقہا میں سے ہیں۔ بخاری و مسلم فرمایا۔

۲۱۔ وَحَنَ الْأَسْوَدُ وَهَذَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَسْأَلُهُ مِنَ الثَّوْبِ سَبُولٍ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَرُّ بِرَأْيِ الصُّلُوقِ وَاشْرَأُ الْغُسْلُ فِي ثَوْبِهِ - (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے سنی کپڑے چا کرتی تھی اسے سلم نے روایت کیا اور ایک روایت میں علقہ اور اس سے مراد ہے اس وصال علقہ والی روایت میں یہ الفاظ ثم یصلی فیہ (پھر کپڑوں میں نماز پڑھتے) زیادہ آئے ہیں۔

۱۷۔ یعنی اسعد بن مزین بن قیس غنی بلوڑ زادہ حضرت مظلوم بن آپ اپنے چچا سے عرض فرمے تھے حضرت ابوالخیر غنی رضی اللہ عنہ آپ کے اہل ہیں۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مذاکرہ نصیب ہوا۔ آپ نے غنہ دار ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا تھا آپ اکابر صحابہ سے عادیث روایت کرتے ہیں۔ مادیان سے ان کے خواہر زادہ حضرت ابراہیم وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے اشیاء اور عرس کیے آپ زندگی کی آخری گھڑی تک روزہ دار رہے۔ روایات میں قرآن پاک فہم کرتے تھے ۲۵ حجہ یا ۲۶ حجہ میں وفات فرمایا۔

۱۸۔ نام غنی بھی تابعی ہیں۔ کوئی ثقہ ہیں۔ اہل کوفہ کے عبادت گزار اور علماء میں سے ہیں۔ آپ حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما وغیرہ صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابراہیم وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ۶۵ حجہ میں انتقال فرمایا۔

۱۹۔ یعنی میں خشک شدہ مٹی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے کھرج کر صاف کرتی تھی۔

۲۰۔ یہ عادیث مٹی کے تپاک ہونے پر روایات کرتی ہیں جیسا کہ ہمالہ اور امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے۔ اور امام شافعی اور مشہور روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک مٹی پاک ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ مٹی خدا کے دوستوں کی پیداوار و خلقت کا اصل اور مادہ ہے۔ خدا کے دوستوں کے بارے میں کیسے کہا جاسکے کہ وہ ناپاک ہیں مادہ وار قسطنطین اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مٹی کے متعلق عیادت کیا گیا جو کپڑے کو لگ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ناک اور حق کے پانی کی طرح ہے۔ ان کے لیے آنا کانی ہے کہ کسی ناک یا کمرہ کا چیز سے لے کر مٹی کے برعکس جہاں سے مذہب کی دلیل وہ عادیث ہیں جو مٹی کو دھونے کے بارے میں آئی ہیں۔ اسے کھرجا شہادت مجاہد کی تحت آسانی مٹا کرنے کے لیے تھا۔ اس بنا پر نہ تھا کہ وہ پاک ہے۔ کوئی شخص اگر یہ کہے کہ کھرجا اہل حدیث کمال نظام و صفائی کیلئے ہوتا تھا۔ مہمان کے لیے نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات خلاف ظاہر ہے۔ ان کے ناپاک ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اسے ناپاک چیزوں کے ساتھ جمع کر کے لاگو کیا ہے۔ جیسا کہ علیہ غریب میں حدیث بیان کی یسئل الثوب من الخنفس البول والذئط والدم والنفث یعنی کپڑے کو پانچ چیزوں سے جونا ضروری ہے۔ بول، پاخانے، خون، مٹی، مادہ تھسے اور خرافے نے جو دلیل پیش کی ہے کہ وہ خدا کے دوستوں کا مادہ اور اصل ہے تو یہ دلیل مکرر ہے۔ کیونکہ مٹی جو ایک عرصہ بعد مٹی ملکہ (خون بستہ) کی شکل اختیار کرتی ہے۔ وہ بھی دوستانہ خلائعہ کا مادہ آفرینش ہے اور خون بالاتفاق ناپاک ہے۔ مادہ بھی پاک چیز ناپاک سے پیدا ہوتی ہے جس طرح دودھ خون سے پیدا ہوتا ہے۔ اور مٹی جس طرح اڑی اور خدا کا اصل و مادہ ہے۔ خدا کے دشمنوں کا اصل و مادہ بھی مٹی ہی ہے لہذا کھرج

بالغہ کہنے میں حرج و مشقت ہے۔

۴۵۴. وَنَحْنُ عَبْدُ اللَّهِ وَبَنُو بَكَّاسٍ تَلَكُمُ مَعَكُمْ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
إِذَا دُعِيَ الْأَهَابُ فَقَدْ ظَهَرَ سَوَادُ
مُسْلِمٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت میں فرماتے
ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب چڑھ
کو گنگ پڑا جیسے تو وہ پک ٹپکوتا ہے۔
(مسلم)

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَذَا أَخَذْتُ
بِهَا يَهُدَا فَنَسْتَمُوهُ فَاثْنَتَا ثَمَرِيهَا
فَقَالُوا إِنَّمَا مَيْتَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حُورٌ
أَكَلَهَا - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وہی تھی وہ بکری جو گھٹی۔ اور مردہ حالت میں چڑی ہوئی تھی کہ
اس کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے فرمایا تم دونوں
نے اس کا چمڑا کھیں نہ آ کر لیا اس چمڑے کو رنگ دیتے دیکھ
اٹھا۔ ال قاضی نے کہا یہ تو مردہ ہے فرمایا مردار کا کھانا
حرام ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ اور مردار سے نفع اٹھانا حرام ہے۔

۲۔ کہ مردار کا منہ کھا جائے نہ مطلق نفع اٹھانا۔ بعض نسخوں میں توہم کے بجائے حرم یعنی و تشدید را
آیا ہے۔

۴۰۹ عَنْ سُوْدَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا تَنَاثَرْنَا فِيهَا
مُسْكًا ثُمَّ مَا رَأَيْنَا نَبِيَّ اللَّهِ حَتَّى صَلَّاتَا
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے
حدیث ہے فرماتی ہیں ہماری ایک بکری گھومنے لگی اس کا چمڑا ٹکڑا
پیرام پیرام میں پھیلا دیا اور کھو گیا تو اس نے سب سے پہلے تکہ
پسیدہ نکال دیا۔ (بخاری و شریف)

۱۔ تکہ وہ چمڑا جو حیران کے جسم سے اٹا لیا جائے۔

۲۔ یعنی ہم نے اس کی ایک چھوٹی مشک ہال اس میں ہم کھجور کا شیر و میلا کر تے یہاں تک کہ دعا استعمال کیے بغیر تکہ
پسیدہ ہو گئی۔

۳۔ سنا بمعنی پھٹی ہوئی پسیدہ مشک۔ کن یعنی شکر و تشدید۔

الْفَضْلُ الثَّانِي

دوسری فصل

۴۱۰ عَنْ ثَابِتٍ بِدَلَّتِ الْحَارِثُ قَالَتْ كَانَ
الْحُسَيْنُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَبْرٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَقُلْتُ
الْبَسْ ثَوْبًا وَأَعْطِنِي إِذَا رَأَيْتَ حَتَّى
أَغْسِلَهُ قَالَ إِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْإِنْتَى

حضرت ثابت بن الدیار نے روایت کی کہ حضرت حارثہ نے کہا کہ
حسین بن علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر ایک
تھکڑا ہونے لگا ایک کپڑے پر بول کر آیا حضرت نے کہا آپ کو
پڑاؤں میں اس کا ازالہ نہ کرے دیکھیں اسے دو مڑوں میں لٹا دیا
تو کہ بول گئے کہ پڑاؤ ہوتا ہے نہ بول کے یہ بات

کر دینے والی ہے۔ اسے مراد ہے کہ جو تکبیر میں کر جب نجات کے اور پھر سے گندہ پڑی پر سے گندہ پڑی کا اثر نجات کو نازل کر دے گا اب اس کے لیے جو تکبیر ہے جو تکبیر میں داخل ہوا اور اس طرح میں پھر تکبیر کا اثر نجات سے وہ طہارت ملا نہیں کہ اب اس جو تکبیر سمیت غائر طہارۃ لیا بھی جائے۔ بلکہ طہارت سے یہ مطلب ہے کہ اس جو تکبیر کے ساتھ سجود داخل ہوا اور زمین پر چلا پھر تکبیر کا اثر نجات کا ملے۔ کیونکہ مکان کامل کے لیے طہارت مستحسن ہے واجب ہونے کی نہیں تاہم یہ تہلیل حدیث کی ظاہر طہارت کے کو اس سے خالی اذاعت نہیں حاصل کلام یہ ہے کہ اس سے وہ نجات ملا نہیں جو کچھ ہے بلکہ اس کے ساتھ چسپاں ہو جائے۔ اور کچھ اذاعت اس سے آلودہ ہو جائے۔ بلکہ اس سے ایسی خشک نجات ملا ہے جو اولیٰ کا موجب نہ بنے۔ آلودگی کی صورت میں تو بالا جماع پانی سے دھونا فرض ہے۔

۳۳ وَحَنَ اَوْرَسَلَمَةَ قَالَتْ لَعَنَ امْرَاَةٌ رَاۤیَ اُطْبَلُ ذَیْنِیْ وَ اَمْسَحَیْ فِی السَّکَاۤتِ الْقَدْرِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یُطْفَرُ مَا بَعْدَ لَا نَعَا مَا لَکَ وَاَحْمَدُ وَالتَّوْبَةُ حَیْثُ وَاَوْبَعَا لَدَ وَالْذَّارِ فِی وَقَا لَعَنَ اَوْ اَمْرٌ لِّدَ لَا یَرَاہِیْمُ بَنَ عُبَیْدُ الرَّحْمٰنِ اَبْنُ عَوْبٍ

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نرائی میں مجھ سے ایک روایت ہے کہ میں نے اپنے دو بھائیوں کو دیکھا کہ وہ ایک جگہ پر سے گندہ پڑی میں۔ (وہاں چلے گئے کوئی طرح پاک کیا کر دیں) حضرت ام سلمہ سے کہہ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسے دو چیزیں پاک کر دیتے ہیں۔ ایک جگہ سے گندہ پڑی کے کھانے کے لیے ہے۔ اسے ایک جگہ احمد احمدی ابو اذاعت اور اس کے طہارت کیا اور ابو اذاعت اور اس کے طہارت کیا حضرت نے حضرت ام سلمہ سے یہ بات پوچھی تھی وہاں ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف کہہ کر کہ وہ تھی۔

۴۔ یعنی جب تو ناپاک جگہ پر سے گندہ پڑی کے بعد پاک مٹی پر سے گندہ پڑی سے تو وہ پاک مٹی اسے پاک کر دیتی ہے۔ جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ کہ اس حدیث میں نجات سے خشک نجات ملا ہے کیونکہ سب آئمہ کا اس پر اجماع ہے کہ جب کچھ ناپاک ہو جائے تو وہ پورے بغیر پاک نہیں ہوتا۔ نجات جو قول اور مومنوں کے کہنا یقین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اگرچہ تر نجات ہی کیوں نہ ہو درگزر دینے سے جو تکبیر اور مومن سے پاک ہو جائے ہیں۔ جبکہ امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول مذکور ہوا۔

۵۔ لہذا یہ صورت جہول نہیں اس بنا پر اس کی سعایت کر دہ یہ حدیث بھی ظن عجیب سے پاک ہے۔

۳۳ وَحَنَ الْوَقْدَاوِیْنَ مَعْدُوۡیَ کَیۡوَبَ قَالَ نَعٰی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ

حضرت مقدم بن سعد کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمغول کے چلنے سے پہلے

لَبِئْسَ جُلُودًا لِلنَّسَاءِ وَالرَّكُوبِ عَلَيْهِمْ لَوَادُ
أَبُودَاؤَدَ وَالنِّسَاءِ - اور ان پر مرکب ہونے سے منع فرمایا۔
(ابوداؤد و ترمذی)

۱۵۔ یہ مقدمہ کہ ہم آپ صحابی ہیں اب شام میں شمار ہوتے ہیں شہر میں رہنا اُن کی قبیلہ کا وفد کے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے۔ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اس سے احادیث روایت کرتے ہیں
اور ان سے تابعین کا ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ شام میں مشہور ہیں روایت فرمائی۔

۱۶۔ جیسے شیر چٹا وغیرہ۔

۱۷۔ یعنی ابن کی کہانوں کو کچا کر ان پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا۔ یا ان کی کہانوں کو زین پر ڈال کر
سوار کرنے سے منع فرمایا۔ علم نے اس مخالفت کا یہ علت بیان کی ہے کہ یہ جاہل اور حکیم لوگوں کی عادت ہے۔ اس
صورت کے مطابق یہ نہی تنزیہی ہے اور اس شخص کے قول کے مطابق جو ان کے بالوں کو مردار کے بال اندر بغیر
دباخت کے پاک قرار نہیں دیتا، انہی کو بھی مہر کہتی ہے۔

۱۸۔ وَعَنْ أَبِي الْكَيْخَبَرِ بْنِ أَسَمَةَ عَنْ أَبِيهِ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَنْ
جُلُودِ النَّسَاءِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُودَاؤَدُ
وَالنِّسَاءِ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ
أَنَّ تَعْدُشَ - حضرت ابوالکلیب بن اسامہ روایت کرتے ہیں کہ
وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ نے درودوں کے پتروں سے
منع فرمایا ہے احمد ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور
ترمذی و دارمی نے یہ لفظ زیادہ کیا ان تَعْدُشَ یعنی ان کے
پچھانے سے منع فرمایا۔

۱۹۔ غالباً ابوالکلیب کا نام سامع بن حمیر ہے۔ آپ مجہول ہیں ثقات تابعین میں سے ہیں۔ آپ کے والد
حضرت سامع صحابی ہیں ظاہر یہ ہے کہ اس سے سابق ابوالکلیب مراد ہیں۔ ایک دوسرے ابوالکلیب قاری ہیں وہ
بھی ثقہ ہیں۔

۲۰۔ درندوں کی کہانیں پھنسنے سے مخالفت، انہیں پھنسنے، انہیں بچھانے اور ان پر سوار ہونے سب
مردوں کو حلال ہے۔

۲۱۔ مگر اس روایت میں مخالفت کو مرتب پچھانے کے ساتھ خاص کیا۔

۲۲۔ وَعَنْ أَبِي الْكَيْخَبَرِ أَنَّهُ كَرِهَ لِقَوْمٍ جُلُودَ
النِّسَاءِ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ - حضرت ابوالکلیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے درود
کھڑے کی قیمت وصول کرنے کو کرمہ قرار دیا ہے۔

۱۔ یہ حضرت ابوالفتح رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے بعض نے اسے دیانت سے حق کے ساتھ عقیدہ کی ہے کہ دیانت سے پہلے یہ حق ہیں۔ اور جس شے کی بیع کر وہ حرام قرار دیا گئی ہے۔ نحو امل میں یہاں یا میں ہے (سفید جگہ چھوڑ دی گئی ہے) اس کے حاشیہ میں علامہ نے لکھا ہے۔ دواء الزمکی کتاب الطہارۃ و سندہ جدید کہ اسے ترمذی نے کتاب الطہارۃ میں روایت کیا ہے اور کہا اس کی سند جدید اور قوی ہے۔

۴۴ وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ أَتَانَا
كَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ
لَا تَلْتَفِتُوا مِنَ الْيَمِينَةِ يَاحَاقٍ وَلَا
عَصَبٍ - دَوَاءُ التَّرْوِيعِ عَنِ الْإِبْوَدِ الْإِدِّ
وَالنَّسَاقِ وَأَنْبُ مَا جَعَلَهُ

حضرت عبد اللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں کہ اسے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک
آیا کہ مردار کے کچے چوڑے اور اس کے پٹھوں سے نفع نہ
اٹھاؤ۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

۲۔ یہ حکیم یحییٰ بن قبیلہ باہلہ سے ہیں، اسلامی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سعادت نشان
کوپایا ان کی روایت کی شرافت نہ ہو سکی۔ ان کی صحابیت میں بھی اختلاف ہے صحیح ہے کہ آپ تابعی ہیں۔

۳۔ یہ امداسی تمکیم دوسری احادیث اہم احمد، ترمذی، بعض ابی ذہب کی دلیل ہیں جو مردار کے چوڑے کو بک نہیں جانتے
اگرچہ دیانت شدہ ہو۔ اور احادیث مردار کے چوڑے کی دیانت کے بعد طہارت ظہر کرتی ہیں، یہ حضرات ان کی محبت میں
تیل دھال کر تے ہیں۔ امداسی کے بعض جواسی احادیث کی محبت تسلیم کرتے ہیں، مردار کے دیانت شدہ چوڑے کی نجاست
کے یہ قرآن حکیم کی آیت حرمت علیکم المیتۃ کو پیش کرتے ہیں اور میتۃ کی حرمت کو مروت کہانے کے مترادف
نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ حرمت سے اس کے ہر جسد کی حرمت مقصود ہے، مگر چوڑے سے اس کا نفع ہی مقصود ہے، ان کی
ہو کتاب ہے تو جس طرح گوشت کھانے کے لیے ہے چوڑے سے نفع مقصود ہوتا ہے، ماں باپ سے بیوہ وار قفنی
کی ایک حدیث ملاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں مردار کے چوڑے میں رخصت دے رکھی تھی جب
تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو اس کے بعد مردار کے چوڑے امداسی کے پٹھے سے نفع حاصل نہ کرنا یہ حدیث اس پر
دلالت کرتی ہے کہ یہ ممانعت رخصت کے بعد ہوئی ہے۔ مگر حق بات یہ ہے کہ بعد از دیانت طہارت کی احادیث بہت
اور وہ جڑ بھرت کو پہنچی ہوئی ہیں جن کے ساتھ کتاب اللہ پر کوئی ہر گز شک نہیں ہے۔ اباب دیانت سے پہلے چوڑے کا نام
ہے۔ پھر بخاری اور مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ مردار کا کھانا حرام ہے نہ کہ اس کی تمام چیزیں حرام ہیں۔ جیسا کہ کھانا
احمد کے مجاہد و مفسرین بھی اسی طرف ہیں کہ دیانت کے بعد مردار کا چوڑہ پاک ہے اور حضرت عبد اللہ بن حکیم کی یہ حدیث

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ فِي
عَزْوَةٍ تَبَوَّكَ عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ يَأْذُ اقْرَبِيَّةٍ
مُعَلَّقَةٍ ضَالَّ الْمَاءُ فَقَالَتْ لَوَالَهُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ إِنَّمَا مَيِّتَةٌ فَقَالَ دَبَّاعُهَا طَعُورُهَا
دَوَا أَوْ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ

جنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خروہ جنگ کے موقع پر ایک ایسا واقعہ
کے اس تشریف آئے جن کے پاس اپنی ایک جنگ کھی ہوئی تھی
اپنے ان سے اپنا مطلب فرمایا انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ جنگ
مردار کے دباغت شدہ چڑے سے بنا لی گئی ہے اپنے فرمایا
ان کا لنگ دینا ہی اس کا یک پا ہو جائے گا۔ (احمد و ابوداؤد)

۱۔ مَحَبَّتِ بَعْرِ مِم مَرِغ مای مہلہ و کمرہ ہائے موعده مشرودہ کے ساتھ۔ محدثین کی زبان پر اکثر و بیشتر فتح یا
سے ہے سب صحابی ہیں۔ بعیروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان سے امام حن لعبر و حنیہ روایت کرتے ہیں۔

۲۔ تبرک ملک شام کی جانب ایک جگہ کا نام ہے۔ ساریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے جو شہر
میں پیش آیا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۴۰۰ عَنْ أَمَلَاةٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْعَلِ
قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ (إِن كُنَّا طَرِيقًا
إِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتَنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ إِذَا
مُطْرًا قَالَتْ فَقَالَ أَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيقٌ
هِيَ أَطْيَبُ مِنْهَا قُلْتُ بَلَى قَالَ فَفَعَلِي
بِهَذَا - (دَوَا أَوْ دَاوُدَ)

بنی عبد الاشعل کی ایک عورت سے روایت ہے کہ کہتے ہیں
نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا مسجد کی طرف آنے کا راستہ
گندہ راستہ ہے تو بارش کے وقت ہم لوگ کیا کریں گے کہ عورت
کہتی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا گندے راستے کے بعد ایک صحت
راستہ نہیں ہے؟ میں نے کہا ہاں تو فرمایا بعد ایک صحت
اس گندے راستے کی کمانی کر دے گا۔ (ابوداؤد)

۱۔ قبیلہ عبد الاشعل کی یہ عورت مجہول حدیث ہے اس کا حال معلوم نہیں۔

۲۔ یعنی ہم لوگ بارش کے وقت اس راستے کی گندگی سے کس طرح احتیاط کریں اور بھیجیں۔

۳۔ یعنی وہ پاک و صاف راستہ جو اس گندے راستے کے بعد آگیا ہے۔ وہ اس کے مقابل ہو جائے گا یعنی اس گندے
راستے سے اگر خیرات لگ گئی تو پاک راستے پر چلنے سے وہ خیرات دوسرے ہو جائے گی اور تجھے مہلت مائل ہو جائے گی جیسا
کہ بابتہ بیت المہلت اور حضرت ام سلمہ کی حدیث میں گذرا اگر تافرق ہے کہ اس حدیث میں فعلین اور کٹرے کا ذکر نہیں ہے
تاہم احتمال دونوں کا موجود ہے اور کٹرہ مقام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خیرات میں ریوڑت بھی پائی جاتی ہو۔ وہاں معلوم۔

۴۱ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا
نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَلَا نَتَوَضَّأُ مِنْ الْمَوَظِئِ دَوَاءَ
الْقَوْمِذِيِّ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم
ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے
تھے اور راستے پر چلنے کے دھبے سے نہ دھو کر نہ دھو کر تھے۔
(ترمذی)

۴۲ وَعَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ كَانَتْ الْكَلْبُ
تُعْبَلُ وَتُغْدِي فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا
يَرْمُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ. دَوَاءُ الْبَخْلِيِّ

یعنی گزیرگاہ میں پڑی ہوئی نجاست سے عضو یا کپڑا یا جو کچھ آلودہ ہو جائے پر جس میں انہیں نہ دھوتے تھے۔
اس سے خشک نجاست مراد ہے جس کے ساتھ راستے سے گزرتے ہوئے جسم کا کوئی حصہ یا کپڑا یا جو کچھ
جائے نہ نجاست مراد نہیں کہ اس کا دھونا بالاتفاق ضروری ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اس کا ذکر ہوا۔

۴۳ عَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ كَانَتْ الْكَلْبُ
تُعْبَلُ وَتُغْدِي فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا
يَرْمُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ. دَوَاءُ الْبَخْلِيِّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے
کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں کتے
آتے جاتے تھے۔ صحابہ اس کتبہ سے مسجد میں پانی دھو کر لیتے
تھے۔ اسے بھاری نے روایت کیا۔

۴۴ عَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ كَانَتْ الْكَلْبُ
تُعْبَلُ وَتُغْدِي فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا
يَرْمُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ. دَوَاءُ الْبَخْلِيِّ

۴۵

۴۶

۴۷

۴۸

۴۹

۵۰

۵۱

۵۲

۵۳

۵۴

۵۵

۵۶

۵۷

۵۸

۵۹

۶۰

۶۱

۶۲

۶۳

۶۴

۶۵

۶۶

۶۷

۶۸

۶۹

۷۰

۷۱

۷۲

۷۳

۷۴

۷۵

۷۶

۷۷

۷۸

۷۹

۸۰

۸۱

۸۲

۸۳

۸۴

۸۵

۸۶

۸۷

۸۸

۸۹

۹۰

۹۱

۹۲

۹۳

۹۴

۹۵

۹۶

۹۷

۹۸

۹۹

۱۰۰

۴۴ عَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ كَانَتْ الْكَلْبُ
تُعْبَلُ وَتُغْدِي فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا
يَرْمُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ. دَوَاءُ الْبَخْلِيِّ

۴۵

۴۶

۴۷

۴۸

۴۹

۵۰

۵۱

۵۲

۵۳

۵۴

۵۵

۵۶

۵۷

۵۸

۵۹

۶۰

۶۱

۶۲

۶۳

۶۴

۶۵

۶۶

۶۷

۶۸

۶۹

۷۰

۷۱

۷۲

۷۳

۷۴

۷۵

۷۶

۷۷

۷۸

۷۹

۸۰

۸۱

۸۲

۸۳

۸۴

۸۵

۸۶

۸۷

۸۸

۸۹

۹۰

۹۱

۹۲

۹۳

۹۴

۹۵

۹۶

۹۷

۹۸

۹۹

۱۰۰

۴۴ عَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ كَانَتْ الْكَلْبُ
تُعْبَلُ وَتُغْدِي فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا
يَرْمُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ. دَوَاءُ الْبَخْلِيِّ

۴۵

۴۶

۴۷

۴۸

۴۹

۵۰

۵۱

۵۲

۵۳

۵۴

۵۵

۵۶

۵۷

۵۸

۵۹

۶۰

۶۱

۶۲

۶۳

۶۴

۶۵

۶۶

۶۷

۶۸

۶۹

۷۰

۷۱

۷۲

۷۳

۷۴

۷۵

۷۶

۷۷

۷۸

۷۹

۸۰

۸۱

۸۲

۸۳

۸۴

۸۵

۸۶

۸۷

۸۸

۸۹

۹۰

۹۱

۹۲

۹۳

۹۴

۹۵

۹۶

۹۷

۹۸

۹۹

۱۰۰

تیار عرض کرنے کی بنا پر حلال یا موزوں کا لہلہ خواست خفیہ ہے مگر شاید کہ اُن آئمہ کے نزدیک لفظ الاباس (کوئی حرج نہیں) سے بڑا سخت اور عظیم حرج مراد ہو۔ کہاں کہے (الاباس) کا زیادہ تر استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں اس کی قطعیت کا حکم خلاف اولیٰ واجب ہو۔ واللہ اعلم !

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسیح کا باب

معلوم ہونا چاہیے کہ موزوں پر مسیح سنت اور آثار و آثار مشہورہ کے مطابق جائز و روا ہے یہ جوازاں قدر واضح در عرض ہے کہ اس کا حکم بدعتی قرار دیا گیا ہے۔ کذا فی البدایہ۔ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ مسیح موزہ کی احادیث درجہ ثواب اور کثرت سنی ہوئی ہیں بعض محدثین نے مسیح موزہ کی احادیث کے راوی اسی سے زیادہ صحابہ کرام میں سے بیان کیے ہیں۔ ان اسی صحابہ میں مشرہ و بشرہ بھی شامل ہیں۔ ابن عبد البر نے کہا کہ میں نے سنیوں سے سنیوں سے کسی نے اس کا انکار کیا ہو۔ کذا فی المصابہ اللہ سید الامم حسن بصری رحمۃ اللہ نے کہا میں نے سنیوں سے سنیوں سے سنیوں سے سب موزوں پر مسیح کا عقیدہ رکھتے تھے۔ امام کرنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے اس شخص پر کفر کا خوف ہے جو موزوں پر مسیح کا قائل نہیں کیونکہ اس کے ثبوت میں آثار و روایات درجہ ثواب اور کثرت سنی ہیں۔ امام البیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس وقت تک موزوں پر مسیح کا قائل نہ ہو جب تک کہ اس کے ثبوت و جواز میں روشنی آفتاب کی مانند میرے سامنے نہ آئے۔ اُن کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ موزوں پر مسیح نہایت ہے احکامات میں ہے کہ پاؤں دھوئے جائیں فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں زیادہ تر شخص مسیح موزہ کا اعتقاد نہیں رکھتا وہ بدعتی ہے اور اگر اعتقاد تو رکھتا ہو مگر نہایت چھل کرتے ہوئے مسیح کے بجائے پاؤں دھو لیا کرتے تو اسے اجمود شائب نے کتاب مہاجب الدینہ میں کہا علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ موزوں پر مسیح کرنا افضل ہے یا موزہ آنا کرنا پاؤں دھو لینا بعض نے کہا کہ روایات و تفارغ بدعتی فرقوں کے روایت نیت سے موزوں پر مسیح کرنا افضل ہے کہ یہ فرستے اس پر اعتراض کرتے ہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فتاویٰ مذہب یہی ہے۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ پاؤں دھونا افضل ہے کیونکہ یہ اصل ہے۔ مگر اس شرط پر کہ مسیح موزہ کے جواد کا عقیدہ رکھتا ہو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ابن سے ایک روایت کے مطابق

دو دن پہلے برابر ہی کیونکہ شریعت میں دو دنوں کا حکم موجود ہے۔ صاحب مغل سلاطین نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسیح یا پاؤں دھوئے میں نکلتے نہ فرماتے تھے۔ اگر منہ پینا ہوتا اسے نہ اکر تے کہ پاؤں دھوئیں۔ اور اگر برہنہ پاہوئے تو موزہ نہ پہنتے کہ مسیح کریں۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ ہاں ہرے میں سب سے اچھا قول وہ ہے جو سنت کے مطابق ہے۔ آمین۔

الفصل الاول پہلی فصل

حضرت شریح بن ابی ریحان رحمہ اللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کے لیے تین دن رات کی مدت مقرر کی کہ وہ

تیم کرے۔ ایک دن رات کی۔

(مسلم)

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَارِثٍ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَنِ السُّجْعِ عَلَى الْخَفِيِّ فَقَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيْلَةٍ لِلْمَسَاوِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُعْتَمِرِ نَدَاؤُ مُبَلَّرٌ۔

۱۔ شریح بن یحییٰ بن یزید مالکی نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کے لیے تین دن رات کی مدت مقرر کی کہ وہ

تیم کرے۔ ایک دن رات کی۔

حضرت شریح بن ابی ریحان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کے لیے تین دن رات کی مدت مقرر کی کہ وہ

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَارِثٍ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَنِ السُّجْعِ عَلَى الْخَفِيِّ فَقَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيْلَةٍ لِلْمَسَاوِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُعْتَمِرِ نَدَاؤُ مُبَلَّرٌ۔

عَنْ ذَرَاعِيهِ فَمَضَى لَمَّا أَلْجَبَتْ فَاتَّخَذَ
يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجَبَةِ وَالْقَى الْجَبَةَ
عَلَى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِمَارَهُ وَثَمَرَهُ
مَسَحَ بِمَا صَبَّحَتْهُ وَعَلَى الْعِمَامَةِ ثُمَّ
أَمَوَيْتَ لَا تَزِعُ خَفِيَّةً فَقَالَ دَعْنَهَا
فَإِنِّي أَدْخَلْتُهَا طَاهِرَتَيْنِ فَسَمَّيْتُهَا
تَقْوَكِبَ وَرَكِبْتُ فَأَنْتَعَيْنَا إِلَى الْقَرْوِ
وَقَدْ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَيُصَلُّنَ بِهِمْ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ مِنْ عَوْفٍ وَقَدْ رَأَى كَعْبُهُ
رُكْعَةً فَلَمَّا أَحْسَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْحَى إِلَيْهِ فَأَذْنَكَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدَ عِ
الرُّكْعَتَيْنِ مَعَهُ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ مَعَهُ
فَرُكْعَتَا الرُّكْعَةِ الْآخِيَةِ سَبَقْتُنَا لَهَا فَسَلَّمَ

تنگ تھیں رائیج کیا آپ نے جب ہلک کے نیچے سے دفن ہوا
باہر نکلتے ہوئے اپنے ہلک اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لیا
اس اپنے دونوں بازو ہرے پھر آپ نے چہم حصر پر کیا
اور عطر شریف پر بھی کچھ پھریں پتے کو جب کہ آپ کے ہرے
ہلک آگے آپ نے فرمایا اس میں چھوڑے کو کھریں نے
انہیں پلک پاؤں پر پناہ پر آپ نے ان دونوں پر سر کیا پھر آپ
سوار ہوئے اور یہ بھی سوار ہوا اور وہی تک باپ سے اس وقت
وہی غمان کے یہ کھڑے ہو چکے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر
رضی اللہ عنہما ان کا امت کراہت تھے اس ایک کھٹ پھر بچے تھے
جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑا حال ہوا تو انہوں نے
مسلمت امت سے پیچھے ہٹا پایا مگر آپ نے انہیں دیں
کھڑا رہے کا اشارہ فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کھڑوں
میں سے ایک کھٹ ام (عبداللہ بن عمر) کے ساتھ لائی جب انہوں
نے ساتھ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور یہ ایک کھٹ
کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور ہم بعد کھٹ لائی اور اس سے مثال
ہم نے سے پیچھے پڑھیا جی تھی۔ (مسلم شریف)

۱۷۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ شہر ممال ہیں۔

۱۸۔ یہ آپ کے خواتین سے کافی خزوہ ہے۔

۱۹۔ اس برتن کو اداوہ کہتے تھے۔ اداوہ بکر خزوہ چڑے کا بنا ہوا چھوٹا برتن۔ باب دوم میں اس کی تحقیق مگر
بیک ہے۔

۲۰۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں دوسرے سے عدولنا جائز ہے یہ عدول کے ساتھ خاص نہیں۔

دالہ لا علم

۲۱۔ جب اسے کہتے ہیں کہ کاف کرسیاں ہر قیوں اس کہتے کہ کتے ہیں مگر بیان (کاف ہوا) اور قیادہ میں کا

گریں نہ ہو جو کافران سب کمال ہے۔

۱۵۔ یہ وہ چیز مبارک ہے جس کے پاس میں احادیث میں واقع ہوا ہے کہ آپ تنگ روی جہ زیب حق فرماتے تھے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ پٹریاں پہنا ہے۔ تاہم یہ تنگ پٹریاں آپ نے سفر میں پہنا۔

۱۶۔ آپ نے علمے شریف پر سج سر کے سج کی تکمیل اور سج کی سنت قائم کرنے کے لیے یکہ جیسکال کی تحقیق باب منویٰ مگر۔

۱۷۔ یہاں کچھ تفصیل ہے جو ہم نے شرح (اولیٰ) میں کی ہے۔

۱۸۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کو یہ اشارہ ہو چکا تھا کہ اگر ہمارے آنے میں دیر ہو جائے تو غار شروع کر دینا۔

۱۹۔ جس طرح کہ سہیق کو کرنا چاہیے۔

۲۰۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام کی آنکھوں میں نماز ادا کی ہے مگر ایسا واقعہ زندگی اُن کی میں صحت دو بار ہوا ہے۔ ایک تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پیچھے۔ دوسرے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ہی ایک واقعہ میں مالدوہ ہوا آپ نے آنحضرت شریف کے وقت نمازیں ادا کیں تو ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم الم ہوتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھک رہے تھے۔ اپنے عمل مقام میں ان کی تحقیق ہو چکی ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مسافر کو تین دن رات اور قیوم کو ایک دن رات سج کی اجازت دیا جب کہ ان نے طہارت کی حالت میں منہ نہ پھینچے ہوں۔ اترنے کے بعد منہ میں اور بائیں غزیرہ اور دائیں غزیرہ نے روایت کی کہ خطابی نے کہا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ جیسا کہ کتاب التہتق میں آیا ہے۔

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَخَّصَ لِلْمَسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلِلْقَائِمِينَ يَوْمًا وَ لَيْلَةً إِذَا قَطَعُوا فَلَيْسَ خَفِيفٌ أَنْ يَسْتَسِمَّ عَلَيْهِمَا رِجَالُ الْأَقْرَبِ مِنْ سُلْبِهِ وَابْنُ عُزَيمَةَ وَالتَّائِي قَطِيعٌ وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ مَوْصُوعُهُ الْأَشْنَادُ

هَكَذَا فِي الْمُنْتَقَى.

(ابن جریر، دارقطنی)

اے والدِ مکرّم! آخر میں آپ کے ساتھ آپ ممالیٰ میں قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں۔ آپ کا نام مبارک نُعَیم (بہنم خون و نفع) ہے۔

۵۲۔ اثرِ ثنائے متضادہ کے ساتھ۔

۳۵۔ المشتقی۔ بضم میم و سکون نون و فتح تات خطابی کی کتاب کا نام ہے۔

وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَلٍ قَالَ كَانَ

حضرت صفوان بن یحییٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فراتے ہیں جب ہم لوگ شافریہ ہوتے تھے تو رسول اللہ

صلوات علیہ وسلم میں حکم دیتے تھے کہ ہم لوگ تین دن

رات تک محو ذمہ نہ ادا کریں مگر غصہ ہی ہر جانے کی صورت ہے۔

لیکن قضاے حاجت، لہول اور نیک کی وجہ سے شہر اکابر کی

(ترقی و ترقی)

الزُّمَيْدِيُّ وَالنِّسَائِيُّ.

اسے یحیٰی بن یحییٰ دسین خندہ حضرت منوچاہر بن مالک صابلی میں کو کفر میں سکونت تھی۔ بارہ فرزندوں میں شریک ہوئے
 کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔

۱۵۔ سَعُوْدِ اَسِيْن كَزِبْرَادِ اَقَا كَزِيْم سَازِ كَزِيْم جَعْلُ هُوَ جَبْرُطَرَا عَجَبِ مَعْبُودِ كَاوَرِ كَبْرَاوَك كَزِيْم جَعْلُ هُوَ
۱۶۔ كَاوَلِي مَوْدُو سَرِج كَر نَادِر سَت نَهِي۔

تک کہ ان میں عذر و آہستہ کی ضرورت نہیں بلکہ عذر و پرہیز کر لینا جائز ہے۔ اس جہالت میں قاعدہ صریح کی رو سے کچھ کلام ہے جسے ہم نے (مولیٰ) شرع میں بیان کیا ہے۔

حضرت یغزین شعبہ رضی اللہ عنہ سے مدایت ہے

فراتے ہیں میں نے غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

مذکورہ بالا آپ نے موزے کے اوپر کے حصے اور نیچے

کے لئے پرستار فرمایا۔ اسے الوداد اور تہذیب اور این نام

نصیحت کیا اور ترجمانی نے کہا یہ حدیث

الحال ہے۔ اللہ میں نے ابودرہم اور محمد

وَمُحَمَّدًا يَعْزِي الْبُعْدَ عَنِ هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ لَيْسَ بِصَحِيحٍ وَكَذَا مَنَعَهُ أَبُو دَاوُدَ

(ابوداؤد)

۱۔ اس پر کا حصہ یعنی پاؤں کی پشت۔ نیچے کا حصہ یعنی پاؤں کا تالو۔
۲۔ یعنی اس حدیث میں ایسے اسبابِ دغل ہیں جو ان کی محنت میں عیب پیدا کرتے ہیں۔
۳۔ جو اکابر ائمہ حدیث میں سے ہیں۔

۴۔ یوں ہی اس حدیث کو ابوداؤد نے ضعیف کہا اس حدیث کی وجہ ضعف میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس حدیث کا اتصال حضرت مغیرہ سے ثابت نہیں ہوا بلکہ ان کی سند زاد بن رزق فراوانی ثعلبی (جو حضرت مغیرہ کا کتاب اور آذکار وہ غلام ہے) تک پہنچتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسے ثور بن یزید نے ربیع بن جریۃ سے جو حضرت مغیرہ کا کتاب ہے صفایت کیا ہے اور ثور کا ربیع سے سماع ثابت نہیں پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے اکثر طرق مرویہ میں مطلق آیا ہے۔ اوپر در نیچے کا کوئی ذکر نہیں۔ اور اس سے اگلی حدیث میں صرف اوپر کے حصے پر سچ کا ذکر آ رہا ہے۔ لہذا اس حدیث میں اضطراب ہے۔ اور یہ اضطراب بھی حدیث کی محنت میں نقص پیدا کرنے والے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

۵۹ وَعَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَسَوَّى عَلَى الثَّعْلَيْنِ عَلَى ظَاهِرِهِمَا - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي دَاوُدَ

۶۰ وَعَنْهُ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجُوزِ بَيْنَ وَالثَّعْلَيْنِ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۔ جو رب وہ وہ ہے جو منہ سے پھٹنے تک پہنچا جائے۔ اسے جرموق اور موق بھی کہتے ہیں۔ شرح ابن ہمام میں جوہری و طبرزی سے نقل کیا کہ موق اس چمڑے کو کہتے ہیں جس سے منہ سے کا اوپر کا حصہ چھپ جائے۔ کتاب غرق کی شرح میں کہا ہے جرموق ایسے کٹا وہ منہ کو کہتے ہیں جو منہ سے پرہٹا جاتا ہے۔ اور یہ سر و ملاؤں میں پہنا

جاتا ہے جو وہ پر سچ جب کہ اس نے غصے کے اور اپنے نیچے کا حصہ پر سچ چھایا ہو اور دونوں یعنی اوپر اور نیچے والا موڑہ طباحت پر پہنچے ہوں امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس صورت میں سچ جائز ہے جب کہ وہ موڑا اور چڑا لگا اور جتنا تا ہو کہ نڈلی پر باندھے بغیر اس سے راستے پر چلنا ممکن ہو ورنہ اس پر سچ جائز نہیں۔ ہاں اوپر والا جو سب اگر اتنا نرم اور باریک ہو کہ اس پر سچ کرنے سے قری پیچھے غصے تک پہنچ جائے۔ تو بھی اس کا سچ جائز ہے کہ اس صورت میں اگر پیچھے دس پچھڑ پر ہی سچ کیا۔ یوں ہی امام احمد رحمۃ اللہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک جو سب پر سچ جائز نہیں۔ اگر چہ وہ جوتا تا ہو۔ یہ حدیث امام شافعی پر حجاز سچ میں ثبت ہے۔ اور یہ حدیث حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت انس بن مالک حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہم سے مروی ہے۔

الفصل الثالث تیسری فصل

۸۱۱ عَنْ النُّعْمَانِ قَالَ مَسَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُعْتَمِرِينَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَقَالَ بَلْ أَنْتَ كَيْفَ تَقُولُ هَذَا أَمْ مَرِي رَفِيقُ عَزَّوَجَلَّ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ جَرَرْدٍ -

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتمرین پر سچ کیل میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے ہیں۔ فرمایا بلکہ تو بھولا ہے۔ مجھے سب نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (احمد و ابوداؤد)

۸۱۲ یعنی میں نہیں بھولا بلکہ مجھے نسیان ہوا یعنی تجھ سے خطا واقع ہوئی ہے کہ تو نے اس فعل میں میری طرف نسیان کی نسبت کی۔

۸۱۳ اور اس نے جو کچھ مجھے فرمایا میں وہ کر رہا ہوں یعنی میں پاؤں دھونے میں بھولا بلکہ جو کچھ اس نے فرمایا وہ کر رہا ہوں گویا یہ پہلی بار تھی کہ حضرت معمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معذور پر سچ کرتے دیکھا۔ تو آپ نے خیال کیا شاید حضور پاؤں دھونا بھول گئے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح وارو وہا ہے۔ مناسب یہ تھا کہ حضرت معمر لوں عرض کرتے یا رسول اللہ کیا یہ نیا حکم آیا ہے۔ اور پاؤں دھونے کا وجہ مانتہ ہو گیا ہے۔

۸۱۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَوْ كَانَ الْوَدِيعُ

حضرت امی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔

يَا أَيُّهَا لَكَانَ اسْمُكَ الْخَفِيَّةُ أَوَّلَى
بِالنَّسْرِ مِنْ أَخْلَاقٍ وَقَدْ رَأَيْتَ نَسْرِي
أَذَلُّهُ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمُ عَلَى
ظَاهِرِ خَفِيَّتِهِ رَوَاكَ أَبُو حَازِمٍ وَابْنُ أَبِي
مَعْنَاكَ

اگرچہ اس کا اصل حرف انسان کا اصل دہا کے پرستی ہوتا تو منہ سے
کے نیچے کے حصے پر سحر کرنا اور ہر حصہ پر سحر کرنے سے قناعت
نہایت ہوتا اور بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا کہ آپ موندل کے اوپر سحر کر رہے تھے اسے ابو حازم
نے روایت کیا ابن ابی حاتم کے ساتھ اور محدث دارمی نے اسے
دوسری روایت کے ساتھ روایت کیا۔

۱۔ یہ کہ جو منہ سے کا وہ حصہ جو پاؤں کے نیچے ہوتا ہے وہی نجاست سے آلودگی کا محل و مقام ہے۔ لہذا اس کی تطہیر و
تصفیہ زیادہ مناسب و بہتر ہوتی چاہیے۔
۲۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ شامع علیہ السلام کے حکم اور فیض کے مقابلہ میں عقلی فیصلوں اور قیاس کی تباہی
بالحضرت ہے۔

بَابُ التَّيْمُمِ

تیمم کا باب

فلاح میں تیمم کے سختی تعدد و اولاد کے ہیں۔ اصطلاح شریع میں اس کا سختی ہے۔ بہریت طہارت پاک مٹی کا ارادہ کرنا
اور اس سے مندرجہ ذیل کا سحر کرنا تیمم کے شروع و جائز ہونے کا ابتدائی واقعہ وہ ہے جو بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے مروی ہے فرائض میں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم لوگ حبیب مقیم پیدا دیا تمام ذات
الجبیش میں پہنچے تو میرے گلے سے ہار ٹوٹ کر گر گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش کے لیے وہاں رک گئے
آپ کے ساتھ لوگ بھی رکے۔ اتفاق سے اس جگہ پانی نہ تھا اس لیے ہی لوگوں کے پاس پانی تھا۔ لوگ حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے آپ نہیں دیکھ رہے کہ عائشہ نے کیا کیا ہے حضور علیہ السلام کو
بھی روک رکھا ہے اور لوگوں کو بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بارگاہ پر سر رکھ کر سو رہے ہیں حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عائشہ تو نے حضور کو بھی اور لوگوں کو بھی روک رکھا ہے۔ یہاں بھی نہیں چنانچہ حضور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ٹاٹا اور جو خدا تعالیٰ کی نیت تھی وہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔ اور میرے ہاتھوں نے اسے اپنے ہاتھ سے چبھ کر گر گئی۔ نے جناب رضی اللہ عنہ کی کھڑکی پر سر رکھ کر حضور علیہ السلام نیند فرما رہے تھے پھر آپ بیدار ہوئے جب کہ صبح ہو چکی تھی۔ اور پانی دھوا ساں موقع پر اللہ تعالیٰ نے عجم کی آیت نازل فرمائی حضرت انسید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابی ابو بکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں۔ (اس سے قبل بھی اللہ تعالیٰ تمہارے ظہیل متعدد برکات نازل کر چکا ہے) پھر لوگوں نے میرے اونٹ کو کاٹھایا تو اس کے نیچے پٹا بھا اپنا ہار مجھے لگا لیا۔ ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ ہار عاریۃ لیا تھا یہ ہار گرم گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس کی تلاش کیے یہ صحیح۔ اس نے یہ ہار کا وقت آگیا اور لوگوں نے مجھ پر بے غور نماز ادا کی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے عجم کی آیت نازل فرمائی حضرت انسید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا۔ اے عائشہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ خدا کی قسم! تجھے کوئی واقعہ پیش نہیں آتا جسے تو پسند کرتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے تیرے لیے اور مسلمانوں کے لیے خیر و برکت کا موجب بنا دیتا ہے۔

اس مقام پر دوسری بات یہ ہے کہ علماء کا اس میں اتفاق ہے۔ کہ عجم دو ضرب ہے۔ ایک مذہب کے لیے اور دوسری کہنوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔ یا منہ اور ہاتھوں کے لیے عرب ایک ضرب سے اصل امام ابو حنیفہؒ آپ کے دونوں ہاتھوں امام محمد و امام یوسفؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا عقار و محفوظ مذہب ہے۔ امام احمد بن حنبل کے بعض اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور یہی حضرت علیؒ، حضرت ابن عمرؒ، حضرت حنظلہؒ، شعیبؒ، سالم بن عبد اللہؒ، سفیان ثوریؒ اور اکثر علمائے اعیان و اصحاب کا مذہب ہے۔ دوسرا یعنی عجم صرف ایک ضرب ہے۔ امام احمد کا مشہور مذہب ہے۔ امام شافعی کا قلی تعظیم بھی یہی ہے۔ نیز یہی محل اضافی، اسحاق بن راہویہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن خزیمہ وغیرہم اصحاب حدیث کا مذہب ہے۔ دوسرے دو مذاہب کے ثبوت میں احادیث موجود ہیں۔ جیسا کہ کتاب میں آئے گا۔ محدثین کہتے ہیں قول ثانی کی موافقت میں دار و احادیث زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہیں۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ مذہب اول کی موافقت میں جو احادیث ہیں وہ بھی صحیح ہیں۔ مذہب ثانی کے موافق ظاہر احادیث سب مؤول ہیں۔ اس بحث کی پوری تفصیل شرح (مولیٰ) میں ذکر کر دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔



الفصل الاول

پہلی فصل

۳۰۳ عَنْ حَدِيثِهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضِّلْنَا عَلَى

النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ

الْمَلَائِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْكَرَمُ كُلُّهَا

مُسْجِدًا وَجُعِلَتْ قُرُوتُنَا طَعْمًا

إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ دَوَاءً مُسْلِمٌ

۱۔ یعنی میں گلاشتہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں پر تین چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔

۲۔ یعنی کھانے جگہ کے وقت مجاہدین کی جو صفیں ترتیب دی جاتی ہیں وہ شان و درجہ میں ملائکہ کی صفوں کی طرح

ہیں یا غازیہ باجماعت کے وقت جو صفیں قائم ہوتی ہیں وہ بھی خداوند ملائکہ کی صفوں کی مانند ہیں کہ ان سے نفس اور شیطان

کے لشکروں کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ صفیں صورت و ہیئت میں بھی ملائکہ کی صفوں کی طرح ہیں جب کہ ہر اگلی صف

کو مکمل کیا جائے یا قریب و نزدیک و تعظیم و تکریم میں ملائکہ کی صفوں کی طرح ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے قول مبارک،

فَالصَّالِحَاتُ حَفَّا حَفًّا مِّنْ الْمَلَائِكَةِ فَذَٰلِكَ جُزْءٌ مِّنْ مَّا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

۳۔ یعنی جائے مسجد۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہو جو نماز کے لیے مخصوص کی گئی ہو اور جب ہر جگہ

نماز ادا کرنا جائز ہو تو گویا ساری زمین مسجد بن گئی۔ یہ فضیلت اُتم سابقہ کو حاصل دہی۔ کیونکہ ان کے لیے سوائے مقدسہ

جہت گاہوں کے نماز جائز دہی۔ حدیث کی عبارت اسی طرح ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سفر کے دوران انہوں نے گرجوں

اور گھریوں کی طرح کوئی جگہ بنائی ہوئی ہو کہ ان کے بغیر نماز درست نہ ہوتی ہو۔

۴۔ یہ تخیم سے کیا یہ ہے جب کہ پانی دستیاب نہ ہو اس حدیث سے تیم کے لیے مٹی کی تخصیص معلوم ہوتی ہے

امام شافعی و احمد کان سے قوی تر روایت کے مطابق اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے۔ اور امام ابو یوسف اور احمد سے

ایک روایت کے مطابق ریت سے بھی تیم جائز ہے۔ اور امام ابو یوسف امام مالک امام محمد اور امام احمد کی ایک روایت کے

مطابق جس زمین کی ہر چیز سے تیم جائز ہے جس زمین ہر وہ چیز ہے جو آگ سے نہ لگے اور نہ نرم ہو۔ اور جتنے سے

راکھ نہ بنے۔ ان حضرات کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو بتا رہی ہیں کہ وہ کہہ رہے کہ وَجُعِلَتْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لوگوں پر تین باتوں سے فضیلت دی

گئی ہے پہلی صفوں کو کہ ملائکہ کی صفوں کی طرح قرار دیا گیا ہے اور

ہمارے لیے تہم رومے زمین کو چھو گاہ بنایا گیا ہے۔ اور

جب ہمیں پانی دستیاب نہ ہو تو زمین کی مٹی کو ہمارے لیے

پاک کر کے والی چیز بنایا گیا ہے۔ (مسلم حریف)

۱۔ یعنی میں گلاشتہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں پر تین چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔

۲۔ یعنی کھانے جگہ کے وقت مجاہدین کی جو صفیں ترتیب دی جاتی ہیں وہ شان و درجہ میں ملائکہ کی صفوں کی طرح

ہیں یا غازیہ باجماعت کے وقت جو صفیں قائم ہوتی ہیں وہ بھی خداوند ملائکہ کی صفوں کی مانند ہیں کہ ان سے نفس اور شیطان

کے لشکروں کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ صفیں صورت و ہیئت میں بھی ملائکہ کی صفوں کی طرح ہیں جب کہ ہر اگلی صف

کو مکمل کیا جائے یا قریب و نزدیک و تعظیم و تکریم میں ملائکہ کی صفوں کی طرح ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے قول مبارک،

فَالصَّالِحَاتُ حَفَّا حَفًّا مِّنْ الْمَلَائِكَةِ فَذَٰلِكَ جُزْءٌ مِّنْ مَّا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

۳۔ یعنی جائے مسجد۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہو جو نماز کے لیے مخصوص کی گئی ہو اور جب ہر جگہ

نماز ادا کرنا جائز ہو تو گویا ساری زمین مسجد بن گئی۔ یہ فضیلت اُتم سابقہ کو حاصل دہی۔ کیونکہ ان کے لیے سوائے مقدسہ

جہت گاہوں کے نماز جائز دہی۔ حدیث کی عبارت اسی طرح ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سفر کے دوران انہوں نے گرجوں

اور گھریوں کی طرح کوئی جگہ بنائی ہوئی ہو کہ ان کے بغیر نماز درست نہ ہوتی ہو۔

۴۔ یہ تخیم سے کیا یہ ہے جب کہ پانی دستیاب نہ ہو اس حدیث سے تیم کے لیے مٹی کی تخصیص معلوم ہوتی ہے

امام شافعی و احمد کان سے قوی تر روایت کے مطابق اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے۔ اور امام ابو یوسف اور احمد سے

ایک روایت کے مطابق ریت سے بھی تیم جائز ہے۔ اور امام ابو یوسف امام مالک امام محمد اور امام احمد کی ایک روایت کے

مطابق جس زمین کی ہر چیز سے تیم جائز ہے جس زمین ہر وہ چیز ہے جو آگ سے نہ لگے اور نہ نرم ہو۔ اور جتنے سے

راکھ نہ بنے۔ ان حضرات کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو بتا رہی ہیں کہ وہ کہہ رہے کہ وَجُعِلَتْ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ سَبَّحُوْا اَدْکَظْهُوْۤا۔ (میرے لیے ساری قرین مسجد اور پک کرنے والی بنا کی گئی ہے) ارض کا لقب کو شال ہے۔ اس حدیث پر عمل کرنا اولیٰ اور احتیاط کے زیادہ قریب ہے کہ اس حدیث میں حضرت مزینہ کی حدیث پر بھی عمل ہو جاتا ہے مگر حضرت مزینہ کی حدیث جو جملی سے مخصوص ہے اس حدیث پر عمل کو ذرا کر دینی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے لفظ تربت مٹی کے ساتھ قاض نہیں مگر تربت ہر اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہاتھ میں آبلے چلبے وہ مٹی ہر ایریت وغیرہ مگر قاضی میں کہا کہ تربت یعنی دُشرب ہم معنی القاضی ہے لفظ تربت کے علاوہ ایک روایت میں لفظ تراب بھی آیا ہے جیسا کہ ابن جریر وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں روایت کیا ہے جُعِلَ التُّرَابُ لَیّ ۙ لَکَظْهُوْۤا۔ یعنی میرے لیے تراب کو پک کرنے والی چیز بنا دیا گیا ہے۔ لفظ تاج الباری معلوم ہونا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و صفات جن کے ساتھ آپ انبیاء سابقین سے ممتاز ہیں اور جظاہر و باطن میں آپ ہی کی ذات کے لیے خاص ہیں، اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے لیے کوئی عدد شمار نہیں ملتا کہ ایک جماعت نے ان میں سے کچھ ذکر کر کے ہیں۔ ادا ان میں سے کچھ ہماری خرم (مرلی) میں بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۸۲۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَلَمَّا أَفْتَلَّ مِنْ صَلَواتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُّتَعَزِّلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ أَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ وَكَأَمَاءُ قَالَ عَلَيْكَ يَا الصَّبِيحُ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ مُتَعَزِّيًا عَلَيْهِ

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز کی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو لوگوں سے الگ تھا اور اس نے قوم کے ساتھ نماز نہ پڑھنے پر اصرار کیا آپ نے فرمایا اچھے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا اس نے کہا میں جنہی ہو گیا تھا اور ان پر مرد نہیں (جن نے منکر کرکوں) آپ نے فرمایا اپنے لیے مٹی کو اندر کر۔ وہ تیرے لیے لڑا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۸۳۔ حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ شامیر صحابہ سے ہیں آپ نہایت عال مرتبہ شخصیت ہیں۔ مسل میں سال بتر ملامت پر سب سے مانگو آپ کو سلام کرنے آئے تھے۔

۸۴۔ صید بہنئی خاک۔ یعنی صید کا سنی دوسرے زمین کا کرتے ہیں یہ شخص غالباً ذکر کے لیے حکم کا مسنون تھا۔

جنابت کے لیے تیم کے جواز کا اسے علم تھا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے تیم کی کیفیت بیان فرمائی

۸۵ وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ
عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ لِرَافِي أَعْجَبْتُ فَلَمْ
أُصِيبِ الْمَاءَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ مَا تَذْكُرُ
أَنَا كُنَّا فِي سَفْحٍ أَنَا وَأَنْتَ فَأَمَّا أَنْتَ
فَلَمْ تُصِيبْ وَأَمَّا أَنَا فَتَغَلَّكَ فَصَلَّيْتُ
فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا فَقَرَّبَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَالنَّبِيُّ
فَنَفَخَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَ
كَفَّيْهِ ثُمَّ قَالَ الْبُخَارِيُّ وَلَمْ يَسْلُمْ نَحْوًا
وَفِيهِ قَالَ إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَغْضِيَ بَ
يَدَيْكَ الْأَرْضَ ثُمَّ تَمْسَحَ ثُمَّ تَمْسَحَ
بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيَكَ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک
آدمی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں
جنبی ہو گیا ہوں اور پانی نہیں مل رہا (تو کیا کف) حضرت عمار
نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کی باتیں ہم لوگ
(میں ایک ہی ایک طرف سے) (اہم مددوں جنبی تھے آپ
نے تو ناز و نفرت میں کرنا نہیں چاہتے کہ وہ پٹ ہو گیا۔ پھر
ناز و نفرت میں اور اس بات کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے
کیا تو آپ نے فرمایا جسے یہ فعل کافی ہے۔ اور اس فعل کی
تفسیر کرتے ہوئے ہاتھ سے زمین پر ایک ضرب لگا لی۔ اور
دونوں تصبیروں کو پھر لگا۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھوں سے
چہرے اور ہاتھوں کو مسح کیا۔ اسے بتا کر نے روایت کیا کہ ہم
ہاں بھی ایسی ہی روایت آئی ہے۔ اور علم کی روایت میں ہے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے لیے اس قدر کافی ہے کہ اپنے
دونوں ہاتھ زمین پر ملے پھر انیس بھٹکے پھر ان دونوں
سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرے۔

۱۔ یعنی کیا جنابت کے لیے تیم کر سکتا ہوں اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب مذکور نہیں ہے۔ گویا
اس مسئلہ کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کی کہ جنابت کے لیے تیم دوست ہے یا نہیں اس پر
حضور عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی سرگوشی بیان کی جس سے معلوم ہو جائے کہ تیم جنابت کے لیے بھی کافی ہے۔ مسلم اور
نہائی کے بعض طرق میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ناز و نفرت میں بعض شافعیین نے یہ الفاظ بھی زیادہ کیے
ہیں کہ حضرت عمر نے یہ فرمایا حتیٰ تجد الماء میاں تک کہ تجھے پانی میسر آجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب
مشہور ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے موافق آیا ہے اور حضرت ابن مسعود و حضرت ابو موسیٰ
کے مابین اس مسئلہ پر اختلاف بھی ہوا ہے کہ جنبی کے لیے تیم جائز ہے یا نہیں۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے

رجوع کیا۔ یعنی نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیئے سے اس لیے توقف کیا کہ آپ کو حضرت عمار دانا واقعہ یاد نہ رہا تھا۔ اسی لیے بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت عمار سے کہا۔ اے عمار خلا سے ڈر کر کیا کہہ رہا ہے۔

۱۴۔ اور نماز ادا کرنے میں آپ نے اس لیے توقف کیا کہ آپ کا گمان یہ تھا کہ جنابت کے لیے تیمم کافی نہیں ہو سکتا۔

۱۵۔ اور میں خاک میں اس لیے لوٹ پوٹ ہوا کہ میں نے تیمم کو غسل پر قیاس کیا اور تیمم چرنی کے تمام مقام ہے اس لیے تمام بدن خاک سے آلودہ کرنا چاہیے۔ اور قرآن میں جو تیمم کا ذکر آیا ہے۔ ومرت ذنوب کے ساتھ غسل ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام سے اجتہاد واقع ہو چکا ہے۔ اور خطا صادر ہونے کی صورت میں بھی بہت حد تک طاقت نہیں۔ اور عجب بچہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کر لیا تو اس عمل کا اعادہ ضروری نہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اعادہ کا حکم نہ دیا۔

۱۶۔ تاکہ غبار اتر جائے کہ غبار لگ جانے سے چہرہ بد صورت نہ ہو جائے جو کہ شکر کے حکم میں ہے۔ (مشکل شکل بگاڑنا)

۱۷۔ مسح کی کیفیت یہ تھی کہ آپ نے دائیں ہاتھ کی پشت کا مسح بائیں ہاتھ کی پیشانی سے کیا۔ اور بائیں ہاتھ کی پشت کا مسح دائیں ہاتھ سے کیا۔ بعض روایات میں حفظ اذان اور غزیرہ کی تکبیر کا تقدیم کے ساتھ اور بعض دوسری روایات میں اس کے برعکس آیا ہے۔ بعض روایات میں مسح کی جگہ تیمم وجہ تکبیر سے پہلے تھا آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم میں ترتیب فرض نہیں۔ جیسا کہ شیخ نے کہا۔

۱۸۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تیمم میں ایک ضرب بھی کفایت کرتی ہے جیسا کہ جمہور کے خلاف بعض لوگوں کا مذہب ہے۔ اور شیخ فی الدین تودہ رحمہ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں کہا کہ اس ضرب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تسلیم کے طور پر ضرب کی شکل و صورت دکھانا تھا کہ زمین پر اس طرح ہاتھ مارتا ہے زمین پر پوٹ پوٹ ہونے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے کیا۔ تیمم کی پوری کیفیت بیان کرنا مقصود تھی جس سے تیمم مکمل ہوتا ہے۔ لہذا حضرت عمار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ضرب کا ذکر کیا۔ اسی لیے حضرت عمار سے تسبیح میں عربی شدہ روایات میں بطور لغو دھڑول کا ذکر آیا ہے۔ اور اس حدیث کی بھی بعض روایات میں عربیہ واحدہ کا لفظ مرئیائیں آیا۔ بلکہ یوں آیا ہے۔ کُتِبَ بِلُغَتِهِ اَلرَّحْمٰنُ تَعُوْذُ بِكَ وَتَقْبَلُ۔ یہ الفاظ بھی اپنے اطلاق کے

ساتھ دو ضرب کا احتمال رکھتے ہیں اور کہیں دس کا ذکر بھی اس بنا پر ہے کہ مقصود تیم کا مکمل بیان نہ تھا اس لیے صرف اتنے ہی بیان پر کفایت کی تعلیم طریقہ ضرب کے لیے۔ اس قصہ میں کہ دلیل یہ ہے کہ جن حدیث میں تیم کی پوری کیفیت بیان کی ہو مقصود صحابہ ان ذہابین (کلامیوں) سے کہیں تک کا ذکر موجود ہے بعض کہتے ہیں یہاں تک (تعمیلیوں) سے بدین (کلمیوں) تک ہاتھ دینے اور جب طرح کہ بعض روایتیں (اھم) بول کر تعمیلیاں مراد دیتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا۔ چریم مراد چریم و رت کے ہاتھ کاٹ دو (یہاں یہ سے گنوں تک ہاتھ مراد ہیں) لہذا اگر کف بول کر کہیں تک ہاتھ مراد لے لیا جائے تو کوئی بعید نہیں۔ اس مقام میں شرع (عملی) میں زیادہ گفتگو کی گئی ہے۔ جس سے ظاہر ہوگا کہ ضربیں کا قول زیادہ راجح اور زیادہ قوی ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۸۶. وَعَنْ أَبِي الْجَعْفَرِ بْنِ الْحَارِثِ
ابْنِ الْقِسْمَةِ قَالَ مَرَرْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَرَّ بِي فَقُلْتُ عَلَيْهِ
فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ حَتَّى قَامَ لِي جَنَابٌ فَقَعْتُ
بِعَمَّا كَانَتْ مَعَهُ ثَوْبُهُمْ يَدِينُو عَلَى
الْجَدَارِ فَمَسَمَ وَجْهَهُ وَذَرَانِي وَثَرَّ
رَدَّ عَلَيَّ وَلَمْ يَجِدْ هَذِهِ الرَّوَايَةَ فِي
الْمُصَنِّعِينَ وَلَا فِي كِتَابِ الْحَمِيدِيِّ وَ
لَكِنْ ذَكَرَهَا فِي شَرْحِ الشُّكُو فَقَالَ هَذَا
حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابو جعفر بن حارث بن القسمة نے عرض کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ
اس وقت بول کر رہے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ مگر
آپ نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک
دیوار کے نزدیک کھڑے ہوئے۔ اسے ایک کڑی سے کھینچا
آپ کے پاس تھی۔ پھر دونوں ہاتھ دیوار پر رکھے۔ اور چہرے
اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔ پھر میرے سلام کا جواب دیا۔ میں
نے اس حدیث کو بخاری و مسلم میں نہیں پایا۔ اور نہ حمیدی
کی کتاب میں۔ لیکن اسے شرح الشُّکُو میں ذکر کیا۔ اور کہا
یہ حدیث حسن ہے۔

۱۔ حضرت بکر بن عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن ابی حمزہ شہور انصاری صحابی ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے
بغیر زادہ ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت تک حیات رہے۔
۲۔ تہہ تحت بجائے ہملہ قائلے شتاہ بمعنی خشک مٹی کو کپڑے سے کھینچا اور تپوں کو درخت سے الگ
کرنا حیات ہر چیز کے توشے کہتے ہیں۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کہ دست مبارک میں سے لمبی پھوٹی ہاتھ میں رکھتے تھے۔ یہاں
سے وہ بخیر کے نام لکھی مراد ہے۔ جسے خادم آپ کے ساتھ رکھتا کرتے تھے۔ جیسا کہ کتاب الطہارۃ میں موزا۔ لفظ

مذکورہ کا ظاہر اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دلیار کو کہہ دیا اس لیے تھا کہ انھوں کو فہار گجہ مانے۔ اگر پیغمبر گناہ شریف میں
اسی بنا پر حضرت ابو جہم سے مروی دوسری حدیث میں جو کہ گئے آ رہی ہے، اس کا ذکر نہیں ہے۔

۱۱۔ آپ نے اسم الہی اسلام کی تعظیم کی خاطر سلام کا جواب نہ دیا۔ اس کی تحقیق باب الخلاء میں مذکور کی ہے۔
۱۲۔ بڑے بڑے کتبہ کے صاحب معانی نے اس حدیث کا ذکر صحاح میں کیا ہے۔ مگر میں نے اسے صحاح
میں نہیں پایا۔

۱۳۔ کتاب حمید بن ابی حمزہ کی احادیث کی جامع ہے۔
۱۴۔ یعنی امام محمدی اسنتہ نے شرح سنۃ میں امام شافعی کے طرق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۴۰۷ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْقَبِيضَ الْقَبِيضَ وَالْأَسْبِرَ
وَأَنَّ لِكُلِّ جِدِّ الْمَاءِ عَشْرِينَ
فَأَذْأَجِدَ الْمَاءَ فَلْيُسْئَلْ بِشَرِّهِ فَإِنَّ
ذَلِكَ خَيْرٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتَّرمِذِيُّ
وَأَبُو دَاوُدَ وَمَعْنَى التَّسْلِي فِي تَعْوِذٍ إِلَى قَوْلِهِ
عَشْرِينَ.

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں
نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک
پاک مٹی مٹی کا دھو ہے۔ اگر جیسے کسی شے میں پانی نہ لے
جیسا کہ پانی میرا جلتے تو اسے استعمال کرے۔ کہ
یہ بڑے بڑے۔
اسے احمد، ترمذی، ابوداؤد نے روایت کیا۔ ابوداؤد
نے اس کا کمال روایت کی قول میں ہے۔

۴۰۸۔ یعنی اگرچہ بالفرض اسے وہی سال تک پانی دستیاب نہ ہو۔ ان الفاظ میں مٹی کے پک کرنے کی صفت کو
بطور مثال لکھ دیا۔ کیا گلاب سے نیز ان میں اس پر تنبیہ ہے کہ فحاک پانی کا غلیظہ مطلق و کامل ہے۔ جیسا کہ احسان کا
ذہب ہے۔ معلوم شخص کے لئے کہ اس طرح جو عین حُرُوت کے تحت پانی کا غلیظہ نہیں۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے
اسی کی تحقیق اصول فقہ میں امداد الکر فی دفع مہم فقہ میں مذکور ہیں۔

۴۰۹۔ فَلْيُسْئَلْ یعنی یا کرسم۔ اس میں سے شستن ہے یعنی سوج۔ یہی مراد مذکور ہے۔ بکتر و فحاک مٹیوں
کے ساتھ مٹی چھڑو۔ مراد امداد مذکور ہیں۔

۴۱۰۔ کتاب طہارت کے لیے پانی کا استعمال بہتر امداد ہے۔ یہی نیز سے مراد مذکور ہے کہ پانی کی ضرورت کی ضرورت

اتیم دونوں جائز ہیں لیکن دوسرا بہتر و افضل ہے۔ بلکہ اب دوسرا فرض ہو گا۔ اور تیمم کرنا ہرگز جائز نہ ہو گا۔ غیر
 کا صلی جو یہاں مل رہا ہے اس کی مثال قرآن حکیم کی اس آیت میں ہے۔ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنْكَ
 وَ اَحْسَنُ مَقِيلًا۔

۴۰۰ وَ مَن جَاءَكَ قَالَ خَرَجْنَا فِي سَلَامٍ
 نَجَلًا وَمَنَّا جَبَرٌ مُّشْهَرٌ فِي رَأْسِهِ فَاتَمَّ
 فَسَالَ اَصْحَابُهُ مَلَن تَجِدُونَ لِحْ
 دُغْصَةً فِي السَّيْمِمْ قَالُوا مَا نَجِدُ
 لَكَ دُغْصَةً قَالَتْ تَقْدِرُونَ عَلَى الْمَاءِ
 فَاغْتَسَلُ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمَا عَلَى
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُخْبِرَ
 بِذَلِكَ قَالَ قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ اَكَا
 مَا لَوْ اِذْ لَمْ يَعْلَمُوا اِنَّا شَاءُ الْوَعْدِ
 السَّوَالِ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ اَن يَتَمَشَّرَ
 وَيُعْصِبَ عَلَى جُرْحِهِ خَوْفَهُ لِقَابِهِ
 عَلَيْهِمَا وَيَقُولُ سَأُرْجِيهِ دَوَاءً اَوْ
 دَاوُدَ وَ دَوَاءُ ابْنِ مَاجَةَ مَن عَطَاوْنِي
 ابْنِي مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ
 ایک شخص کے پاس گئے۔ وہاں ساتھیوں میں سے ایک کے سر پر
 چتر تھا جس سے اس کا سر ٹھنک رہا تھا کہ چتر سے اسے اقلیم
 ہو گیا اس نے اس بات سے میں اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ تم
 لوگ میرے لیے تیمم کی اجازت دیتے ہو۔ ساتھیوں نے کہا ہاں
 خیال میں تمہیں تیمم کی اجازت نہیں کیونکہ تیرے پاس پانی موجود ہے
 پس اس شخص نے منہ کیا اس سے اس کا صورت داغ ہو گیا جب
 ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدمت اللہ میں حاضر ہوئے تو
 حضور کو اس واقعہ کو خبر ہو گئی آپ نے فرمایا۔ انہوں نے اسے
 قتل کر دیا اور انہیں قتل کر دیے۔ جب یہ لوگ مسئلہ جانتے تھے
 تو انہوں نے کہیں نہ روایت کر لیا۔ کہنا بھی اور ناولی کا علاج
 تو روایت کر لیا ہے اس کے لیے تیمم کافی تھا۔ اور زخم پر کپڑا
 باندھ لیتا پھر زخم پر مس کرتا اور جسم کے باقی اعضاء دھو لیتا۔ اسے
 ابو داؤد نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے اسے مطابق ابی رباح
 انہوں نے حضرت جابر سے روایت کیا۔

۴۰۱۔ اس حضرت نے حق بجانب کہ قتل مبارک نفع تہجد و اماؤ (اتیم پانی نہ پلو) سے یہ مطلب سمجھا کہ پانی کی
 موجودگی احادیث کے استعمال کی تحدید ہوتی ہے تیمم کرنا صحیح ہے۔ ان حضرات کے ذہن میں یہ نہ آیا کہ استعمال پر تندرست
 سے یہ بھی مل رہا ہے کہ اس کے استعمال سے ضرر لاحق نہ ہو۔

۴۰۲۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الی حقیقت کے ہاں بھی مجازی گنگھوار اور سبب کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔
 جب کہ متعلق حقیقت پر ثابت و قائم ہو۔

فَكَفَّرَ عَلَيْهِمْ فَكَفَّرُوا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجَنَادِ يَرْثِمُ بِوَجْهِهِ وَيَدَّ يَدَهُ فَفَرَّدَ عَلَيْهِ السَّلَامَ مُشَفَّقًا عَلَيْهِ۔
 اے میرے بھائیوں! تم کو کفر سے توبہ کرو۔
 اے میرے بھائیوں! میرے ایک دشمن پر جگہ ہے۔ کل بفتح جیم ویم۔
 اے یہ آدمی! حضرت ابوالجہیم ہی تھے جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ انہوں نے اپنا ذکر بیعتہ مناب کیا۔ یہ بات امام شافعی نے طریق امر سے اپنی روایت میں بیان ہے۔

اے یہ حدیث ہر دو طریق کا احتمال رکھتی ہے۔ گذشتہ حدیث میں حضرت ابوالجہیم سے وجہ و ذرا میر کا لفظ آیا ہے۔ اور بعض روایات کے مطابق اس حدیث میں بھی وجہ و ذرا میر آیا ہے مگر ایک منسوب یا دو منسوب سے یہ حدیث فاشوش ہے۔

۱۹۱ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ يَاسِرٍ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُمْ تَسَبَّوْا فَعَزَّوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَبِيدِ لِصَلْوَةِ النَّجْمِ فَعَزَّوْا بِأَكْثَرِهِمُ الْعَبِيدَ ثُمَّ مَسَحُوا بِرُءُوسِهِمْ مَسْحَةً وَاحِدَةً ثُمَّ عَادُوا فَعَزَّوْا بِأَكْثَرِهِمُ الْعَبِيدَ مَرَّةً أُخْرَى فَتَسَبَّوْا بِأَيْدِيهِمْ فَكَلَّمَا إِلَى التَّنَازُكِ وَالْأَهْلَ مِنْ بَنِي إِسْرَافِيلَ يَوْمَ نَدَاةِ ابْرَؤَادَ۔
 حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ عامر بیان کرتے تھے کہ میں پرانے غاک کے ساتھ مس کیا گیا۔
 وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے چنانچہ انہوں نے اپنی تھیلیں غاک پر ماریں۔ پھر ایک بار اپنے چہرہ کو کھاپیر دوبارہ انہوں نے اپنی تھیلیں غاک پر ماریں۔ اور اپنے پورے ہاتھوں کو میں یعنی کندھوں اور بطنوں تک۔
 اسے ابرواؤ نے روایت کیا۔

اے۔ یعنی غاک کی طرح ٹھکانا دیا۔

اے۔ یہ حدیث ابوالجہیم رضی اللہ عنہ سے تھیم کے لیے دو منسوب میں منسوب ہے۔ اور ان سے فضل اولیٰ میں مذکور حدیث ایک منسوب میں ظاہر ہے۔ اور اس کی تاویل (محل) معلوم ہو چکی ہے۔ لیکن اس حدیث میں کندھوں اور بطنوں تک کا لفظ آیا۔

شاید صحابہ کی نگاہ اس پر پڑی کہ ہم میں ہاتھ نہایت کے ساتھ تھیں جس سے ہاتھ اور یہ کالفاظ لپسے باز دیکھے استعمال کرتا ہے۔ ان حضرات صحابہ نے اس چیز کو پیش نظر نہ رکھا کہ تم وضو کی فراموشی ہے۔ اور انہیں اس بارے میں حضور کے بیان کی اطلاع بھی نہ ہوئی۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کالفاظ لپسے۔ مگر یہ صحابہ نے اس امر کو سامنے رکھا کہ تم وضو کا نیت اور اس کی فراموشی ہے کیونکہ شارع علیہ السلام سے اس حقیقت کی اطلاع ان کو پہنچی تھی نہ انہیں۔

بَابُ الْغُسْلِ الْمَسْنُونِ

غسل منون کا باب

معلوم ہونا چاہیے کہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس باب میں چار قسم کے غسل کا ذکر کیا ہے۔ جماعت کے بعد غسل میت کو غسل دینے کے بعد، سنگس گولہ کے بعد اور اسلام لانے کے بعد عیدین کے غسل کا ذکر کیا۔ باوجودیکہ آئمہ کے نزدیک یہ غسل منون یا مستحب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کے نزدیک غسل عیدین کے بارے میں کوئی حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچی۔ مؤلف علیہ الرحمۃ بھی باب عیدین میں کوئی حدیث نہیں لائے۔ جامع الاصول میں بھی اس باب میں کتب ستہ سے یہ مسئلہ کوئی حدیث نہیں پائی۔ دوسری کتب میں بھی کوئی حدیث نہیں ملی۔ مگر دوسری ایک ناگاہ بن سعد کی دوسری زیادہ بن حیان کی۔ اور دونوں کے بارے میں محدثین نے کہا ہے کہ ضعیف ہیں شرع (مولیٰ) میں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور جامع الاصول میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موطا کی حدیث میں سے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عید کے دن حید گاہ میں جانے سے پہلے غسل کیا۔ علماء نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں شدید ہونا اس کا اتفاق کرتا ہے کہ غسل عید کے بارے میں حضور کوئی صحیح حدیث آئی ہوگی۔ مؤلف (صاحب مشکوٰۃ) نے مددِ عرفہ کے غسل کا ذکر بھی نہیں کیا۔ کتب حدیث میں بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ فقہائے کرام نے احرام کے لیے بھی غسل کا ذکر کیا ہے۔ سبے رنگ یہ غسل بالاتفاق سنت ہے اصحاب حدیث صحیح میں اس کا ذکر موجود ہے۔ احرام کے لیے غسل کا ذکر مؤلف نے شاید اس لیے بیان نہیں کیا کہ اس کا ذکر اپنے مقام میں آچکا ہے۔ لیکن غسل جو کہ ذکر باب الحجۃ میں بھی کیا اور یہاں بھی کیا ہے۔

اس کے بعد یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ غسل جمعہ میں اختلاف ہے۔ تمام آئمہ اس کی حیثیت اعتباراً مستحب پر ہیں۔

ما ملئنا اماماً الاکبر من رعايت کے مطابق امام احمد بن حنبلہ ان دونوں کے نزدیک یہ غسل واجب ہے کہ اس کا ذکر بیضا
ہر ماہ ہے چنانچہ فرمایا مَن جَاءَهُ مِنْكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ۔ یعنی جو شخص جمعہ کے روز اسے چاہیے کہ غسل
کے ایک روایت میں لفظ واجب مراد بھی آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا غسل الجمعة واجب علی کل مسلم۔ یعنی
جمعہ کا غسل ہر بالغ مسلم پر واجب ہے۔ جو مرد فرماتے ہیں کہ وجوب سے اس کا احتمال میں تاکید و بائذ مراد ہے۔
کیونکہ دوسری احادیث میں صحت و ثبوت کے حوازی ذکر نہیں آیا ہے۔ جیسا کہ ان احادیث میں جو اس باب میں آئی ہیں سے معلوم
ہوتا ہے۔

الفصل الاول

پہلی فصل

۴۲۰ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَكَ
أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ۔
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روای ہے انہوں نے کہا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ سے کوئی
شخص جمعہ کے لیے آئے تو وہ غسل کرے۔
(بخاری و مسلم)

۱۔ جبکہ یہ سند صحیحہ مذہب یہ ہے کہ غسل نماز جمعہ کی تعظیم کے لیے ہے۔ بلکہ اس غسل کی طہارت کے ساتھ
نماز جمعہ ادا کرے یعنی نہ لکھا کہ جمعہ کے روز غسل جمعہ کے دن کی تعظیم کے لیے ہے۔ اور لفظ احکم کی نسبت
اور لفظ جمعہ کے نسخ کی روایت اس قول کے مناسب ہے اس وجہ پر وجہ صحت کا سنی یوں ہوگا۔ جب آئے تم میں سے
کسی کے لیے جمعہ۔

۴۲۱ وَ عَنْ ابْنِ مَسْجُودٍ الرَّضِيِّ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
غُسِّلْ بِمَاءٍ جَدِيدٍ وَ احْبِبْ عَلَى كُلِّ
مَسْكُورٍ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن غسل
ہر بالغ مسلمان پر واجب ہے۔
(بخاری و مسلم)

۲۔ ایک روایت میں علی بن مسلم کا لفظ آیا ہے اس سے بھی واضح مسلمان مراد ہے کیونکہ کچھ پر کچھ چیز
واجب نہیں۔

۴۲۲ وَ عَنْ ابْنِ مَرْثُومَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا
فَلْيَغْتَسِلْ - دَوَّاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَنَادٍ
أَحْمَدُ وَالسَّوْمِيُّ وَابْنُ خَالِدٍ
وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرزا یا جس نے میت کو غسل دیا
اسے چاہیے کہ غسل کرے اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور
احمد بن حنبل اور ابوداؤد نے یہ جملہ زیادہ کیا۔ دَعْنُ حَنَنْدٍ
فَلْيَتَوَضَّأْ اور جس نے جنازہ اٹھایا اسے چاہیے
کہ وضو کرے

۱۵۔ طہارت و طہارت کے زیادہ اہتمام کے لیے کیونکہ اہل اسلام کا احتمال ہے کہ میت کے جسم سے چھوٹا وغیرہ غسل
دینے والے کے جسم پر پڑ گیا ہو۔

۱۶۔ علامہ نے کہا ہے میت کو اٹھانے سے مراد اس کے جسم کو چھنا ہے۔ یہ دو معنی اول کے مناسب ہے۔ یا یہ امر ہے
کہ جو شخص جنازہ اٹھائے اسے چاہیے کہ براؤنر اٹھائے تاکہ اس کے لیے نماز اور کراہی ممکن ہو جائے۔ اور یہ دوسرے
معنی کے مناسب ہے۔ یعنی نہ کہا جنازہ اٹھانا ایک کام ہے اور نیک کام یا طہارت زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ بہر صورت
جنازہ اٹھانے سے وضو واجب نہیں ہوتا یہ بھی میت کو نہانے کے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اکثر علماء کے نزدیک پسندیدہ
اور عقیدت میں ہے۔ اور جامع الاسماء میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عیس نے
ان کی وفات کے بعد انہیں غسل دیا پھر کپڑے پہنائیں۔ ان لوگوں سے دریافت کیا جو وہاں موجود تھے کہ
میں نے روئے نہ کیا ہوا ہے۔ اور آج سخت سردی پڑ رہی ہے کیا میرے لیے غسل کرنا ضروری ہے؟ سب نے کہا آپ
پر غسل واجب ضروری نہیں۔ مگر میں نے نہ کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے
کی تجویز و نصیحت کی پھر اسے اٹھایا۔ ان کے بعد پھر تشریف لائے اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ ترمذی نے کہا۔ کہ اس باب
میں حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے بھی ایک حدیث مروی ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ کہا
علامہ کا احتمال ہے۔ اس شخص کے ہاتھ میں جو میت کو غسل دے۔ بعض نے کہا اس پر غسل واجب ہے اور بعض کے
نزدیک اس پر وضو واجب ہے۔ بعض نے کہا غسل کر لینا مستحب ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ وضو کرے۔ اور حضرت عبداللہ
بن المبارک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے میت کو غسل دینے والے پر نہ وضو۔

۹۰۔ دَعْنُ عَائِشَةَ - عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَمَّا يَغْتَسِلُ
الْجَنَابَةِ وَيَغْتَسِلُ الْجَمْعَةَ وَزَوْجَاتِهَا
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
طہرہم پھر میزوں سے غسل کرتے تھے۔ جنابت سے،
جمہ کے دن۔ غسلی مگر اسے سے۔ اور میت کو غسل

دینے کے لئے

وَمِنْ غُلِّلِ الْقَيْتِ -

(دَوَاۤءُ الْوَدَّاعَةِ)

(ابرواؤد)

اے سان چل دیں سے مثل جنابت تو فرمیں ہے اور مجھ کے لیے سنت۔ اور سنگھ گوانے اور ریت کو مثل دینے کے بعد مثل کرنا مقب ہے۔ جنابت کے ساتھ ان تین چیزوں کو جمع کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے لیے بھی مثل واجب ہو۔ جیسا کہ ہم نے اُن کی طرف اشارہ کیا۔

یہاں یہ وضاحت کرنا مناسب ہے کہ اُن حدیث کے ظاہر ترجمہ سے مفہوم جو کتاب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر نفس ریت کو مثل دیا ہے اور اس کے بعد غرض مثل فرمایا۔ یعنی نے اُن کا مثل یہ بیان کیا ہے کہ آپ اس مثل کا مقید رکھتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کسی ریت کو ہرگز مثل نہیں دیا۔ یعنی شہر رح میں صاحب انصار سے منقول ہے کہ مفہوم اول عبارت کے زیادہ قریب ہے۔ اور صاحب مادی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ریت کو مثل دیا ہے اور اپنے صحابہ کو بھی اُن کا حکم دیا۔ واللہ اعلم۔

۲۹۸ عَنْ قَتِيبِ بْنِ عَاصِمٍ أَنَّهُ أَسْأَلَ
فَأَمَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَصِدْرًا - دَوَاۤءُ
الرَّقِيْعِيْنِ فَإِذَا دَاوَدَ وَالْوَسَاخِيْنَ -
حضرت قتیبہ بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو شک جہاں اُسے قرآن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم دیا کہ پانی اور سریر کے پتھروں سے مثل کریں۔
(ترجمہ ابرواؤد)

(اللہ)

اے آپ صحابی ہیں اور شہر میں جو تہم کے وفد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آئیں گی یا حاضر ہو کر اسلام لائے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھا تو فرمایا: هَذَا أَسِيدُ أَهْلِ الْكُوَيْتِ - یہ خلیفہ میں بہت عالموں کے سردار ہیں۔ آپ نہایت عقلمند، عظیم، بڑے فیاض اور خیریت انسان تھے۔ آپ ہماری جی شہر ہوتے ہیں۔ آپ سے حضرت حن بصری دینور روایت کرتے ہیں۔

۳۰ - یہ امر جو آپ کے لیے ہے جب کہ اسلام لانے والا جنہی ہر وقت مقب ہے۔ میری کے چوں کا استعمال اچھی طرح طلبات و نفلات کے لیے کیا۔

۳۱ - عبارت کے ظاہر معنی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کو اسلام لانے کے بعد مثل کا حکم دیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام لانے والا وہ سزا ہے۔ جیسا کہ ابرواؤد کے بقول میں آیا ہے کہ قال قتیبہ بن عاصم ایتہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور ایدہ الاسلام نامہ میں ان اختلاف یعنی حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام لانے کے ارادے سے حاضر ہوا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا۔ تاہم علماء نے کہا ہے کہ صحیح تر یہ ہے کہ اسلام لانے والے شخص کو پہلے کمرہ شہادت ڈھبٹنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس کے بعد اسے نہایا جائے گا۔ آگے پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ نہایا واجب ہے یا تعجب۔ قول ثانی زیادہ صحیح ہے نیز یہ بھی تعجب ہے کہ اس کا حکم دیا جائے اس کے بال منڈائے جائیں اور اس کا منہ نہ کیا جائے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

٣٩٩ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَتْ إِنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ
الْعِرَاقِ جَاءُوا قَاتِلَانِ ابْنَ عَبَّاسٍ
أَتَوْا النَّبِيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ
لَا مَلَكَ أَطْعَمُ وَغَيْرَ لِمَنِ اخْتَلَدَ
مَنْ لَمْ يَفْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ وَاجِبٌ
سَأَلِيكُمْ كَيْفَ بَدَأَ النَّبِيُّ كَمَا ت
النَّاسُ مَجْهُودِينَ يَلْبَسُونَ الصُّبُوتَ
فَيَعْمَلُونَ عَلَى ظُهُورِهِمْ دُكَّانَ صُحُفِهِمْ
فَتَبْقَى مَقَابِلُ السُّقُونِ أَمَا هُوَ عَرِشٌ
فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي يَوْمِهِ حَامِيًا وَخَرِقَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ
الصُّبُوتِ حَتَّى تَارَتْ وَنُفُوِيًا أَدَّى
بِذَلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَنَظَرُوا بِجَدِّهِمْ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ الْوَسْخَ
قَالَ كَأَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هَذَا الْيَوْمُ
فَانْعَمُوا وَلَيْسَ أَحَدُكُمْ أَفْضَلُ مَا

حضرت مکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ابی عرق
سے کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور
کہا اے ابی عباس (رضی اللہ عنہ) کیا آپ عہد کے روضہ خض
کرنا واجب جانتے ہیں فرمایا نہیں میں واجب نہیں سمجھتا سب
خض کرنا زیادہ طہارت کا موجب ہے۔ جو خض کرے تو اس کے
پلے بستر ہے اور جو خض نہ کرے تو اس پر واجب بھی نہیں۔ اور
میں ابی تمیں بتا ہوں کہ عہد کے خض کا آقاؐ کیسے ہوا ستر و گون
کو خضت خضت کرنا پڑتی تھی۔ اور لوگ صوف کے کپڑے پہنتے
تھے اسد انہیں اپنا پیشی پر بوجھ اٹھانے کا کام کرنا پڑتا تھا
اور ان کی مسجد رنگ تھی۔ مسجد کی چھت بھی اردن کے قریب
ہوتی تھی۔ اور چھت گھاس چھوٹی کی بنی ہوئی تھی۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرم دن میں باہر مسجد میں تشریف لائے
وگوں کو صوف کے کپڑوں میں پسینہ آیا ہوا تھا۔ ان کے
جموں سے ایسی بھیل رہی تھی جس سے ایک دوسرے
کو تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو وہ بد محسوس ہوئی تو فرمایا اے لوگو جب یہ عہد کا دن ہو تو

يَجِدُونَ دُعَاهُ وَطَبِيخَهُ قَالَ اَيْنَ عَنَابِي
ثُمَّ جَاءَ اَمْلَهُ بِالْخَبِيرِ وَلَيْسَ اَخِيْرَ الْقُرُونِ
وَكُنْزُ الْعَمَلِ وَوَرِيْعَ مَسْجِدٍ هُوَ وَ
ذَقَبَ بَعْضُ الَّذِي كَانَ يُؤَدِّي بَعْضُهُمْ
بَعْضًا مِنَ الْعَرَقِ

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

تھی (وہ بھی باقی رہی تھی) (ابوداؤد)

۱۔ حضرت مکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آنا ذکر وہ غلام ہیں۔ فقہاء مکہ اور تابعین میں سے ہیں۔ قبائل
برہتہ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے باقی حالات دوسری جگہوں میں بیان ہو چکے ہیں۔

۲۔ ساطعہ ظہیر مسدس سے اسم تفضیل ہے۔ (مذت زمام کے ساتھ) جیسا کہ غامد کا مذہب ہے۔

۳۔ اور مثل نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا۔

۴۔ نقد رنگہ حتی کے باعث۔

۵۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مسلمان نماز ادا کرتے تھے۔

۶۔ یعنی انھوں میں شغف کا انقطاع یا ہے یعنی شغف کی جمع۔ جمع کا معنی چھت کے اجزاء کو دیتے ہوئے
ایا گیا ہے کہا گیا ہے کہ مسجد کی چھت سات ہاتھ کی بلندی پر تھی۔

۷۔ یعنی نہ قسبی مسجد گراں بلکہ طرح جرمایہ کے لیے سمجھ کے پختہ اور شاخوں سے بالائی باقی ہے عروشی اس
چھپر کو بھی کہتے ہیں جو انور کی بن کے لیے بنایا جاتا ہے۔

۸۔ یعنی اس محنت مزدوری سے بھی ان کی جان بھڑ گئی عموماً معاش کے لیے کرتے تھے کہ حشمت کے
بغیر ہی ان کے لیے ذرا لیح معاشی مشاہدہ ہو گئے۔

۹۔ مسجد نبوی خریط کی سب سے پہلی توسیع سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے بعد سیدنا
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی خریط میں توسیع کی۔

۱۰۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اجتہاد مذکورہ ملت کی بنیاد پر جمع کے روز نہا نامزدی تھا۔ بعد میں جب
یہ ملت دوسرے ختم ہو گئی تو نہانے کا وجہ بھی یا تا رہا۔ جس طرح ملت کے عدم سے مرفقہ العقوب کا حصہ ختم ہو گیا۔
بعض نے کہا ہے اجتہادیں جمع کا مثل واجب تھا۔ بعد میں یہ وجہ منسوخ ہو گیا۔ تاہم نسخ کا قول نسخ کی تاریخ معلوم

ہوئے یعنی بعد ہے یعنی نے کہا جہ کا حل کسی قدر میں بھی واجب نہیں ہوا اور حدیث میں جو وجوب کا لفظ آیا ہے تو اس سے استحباب کی تاکید مراد ہے۔ اس کی توجیہ کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہوگا کہ مذکورہ علت کے باوجود وجہ کا حل ہمیشہ مستحب ہی رہا مگر فرق صرف یہ ہوگا کہ ابتداء میں اس محل کی تاکید تھی۔ جب اس کی وجہ باقی نہ رہی تو صرف استحباب باقی رہ گیا مگر سبلی وجہ زیادہ قوی ہے۔ اور بعض شارحین نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔ واللہ اعلم

بَابُ الْحَيْضِ

حیض کا باب

۱۔ لغت میں حیض کا معنی ہے بہنا عرب کہتے ہیں حَامِئِ الْوَادِئِ یعنی دلدی بہ پڑی۔ جب کماں میں پانی بہ نکلے حتیٰ بھی اس سے بنا ہے۔ اصطلاح شرع میں حیض اس وقت کا نام ہے جب بے علت و لذات عورت کے رحم سے خالص ہوتا ہے۔ اور جو خون بچے کی ولادت کے وقت خالص ہوتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں اور جو خون کسی بیماری کی وجہ سے رحم سے خالص ہو جائے خون استحسانہ کہتے ہیں۔ لفظ حیض بھی معنی حیض آتا ہے۔ حیض بکرہ کا معنی حیض کے وقت عورت کی حالت۔ اور حیضہ معنی ایک یا زچین آنا۔ علماء نے کہا ہے کہ خون حیض پیدا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ زمانہ حمل میں یہ خون بچہ کی ترویج و پرورش کا ذریعہ اور حکومت الہی سے بچے کی غذا کا کام دیتا ہے۔ اسی وجہ سے زمانہ حمل میں عورت کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے۔ اور بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو جو خون رحم میں بچے کی غذا بنا تھا وہ خون نفاس کی صورت میں بوقت ولادت خالص ہوتا ہے۔ اس کے بعد خون حیض بچے کے لیے دودھ بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت کو حیض کم آتا ہے۔ اور جب عورت در معاملہ ہوتی اور نہ بچے کو دودھ پلا رہی ہوتی ہے تو وہ خون ہر ماہ حیض کی صورت میں خالص ہوتا ہے۔ اکثر یہی ہے کہ ہر ماہ چھ یا سات روز نر اس سے کم زیادہ آتا ہے۔ جیسے جیسے عورتوں کا مزاج تغلظ کرتا ہے اس کے مطابق آتا ہے حیض کی ابتداء کا ذکر بھی حدیث میں آیا ہے مگر یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لیے کھو دی ہے۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے حیض کا خون بنی اسرائیل کی عورتوں کو شروع ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے مرد جو متقی مسجدوں میں نماز کے لیے جمع ہوتے تھے۔ اور ماہ میں غلطی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے کے لیے حیض کا عارضہ لایا۔ اگر دیا اور عورتوں کو مسجدوں

یہ اس نے منع کر دیا لفظ نبات آدم والی حدیث اور ابنی اسرائیل والی اس حدیث میں مطابقت اس طرح ہے کہ نبی اکرمؐ کی ہر تین ہی نبات آدم ہی ہیں کیونکہ نبات آدم سے آدم کی بلا واسطہ بیٹیاں مراضیں ہیں۔ محدث ماکم و میز نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بات روایت کی ہے کہ نبی عین کی ابتداء حضرت نوحؑ سے جنت سے نیچے اُٹھنے کے بعد ہوئی والد عالم۔

الفصل الاول

پہلی فصل

حدیث اس رضی اللہ عنہ ہے روایت ہے انہوں نے کہا ہر دو فریقہ تمکد جب ان میں حدیث کو حقیق شروع ہوتا تو وہاں کے مکتبہ کا تینا چھوڑ دیتے تو مکتبوں میں ان کے ساتھ ملتا ہی نہ کہتے۔ حضورؐ کی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات میں مصابرا نام نے روایت کیا۔ قواعد کمال نے یہ روایت نازل فرمائی کہ لکھا کہ عن الخلیفین الی آخر الباقی۔ یعنی لوگ آپؐ سے عین کے اسے ہی پڑھتے ہیں آپؐ کی روایت سے کہتے ہیں اور مکتبوں کے دن ہیں اس سے اس حالت میں ان سے نہ سبب غضبہ کہ وہ کہہ رہے ہیں ان کے تریب جناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماع کے اساتذہ کے ساتھ سبک کر دینے بہت ضروری ہے کہ انہوں نے کہا یہ شخص تو ہم سے ملتا ہے چھوڑ دینا چاہتا ہے پھر حدیث اس کے ساتھ ملتا ہے۔ یعنی بزرگوار نے اس سے مراد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح اس طرح کہہ رہے ہیں۔ لہذا ہم لوگ اس حالت میں ہر دو کے ساتھ مل کر لیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوڑ دینے کے ساتھ مل کر لیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ ہر دو کے ساتھ مل کر لیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ ہر دو کے ساتھ مل کر لیں گے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ الْيَعْقُوبَ كَانَ إِذَا حَاصَتْ الْمَرْأَةُ فِيْهِمْ لَمْ يَذْكُرْهَا وَلَمْ يُجَاوِعْهُمُ فِي الْبُيُوتِ فَسَأَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّبِيَّ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَيْمُونِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الزَّكَاءَ قَبْلَكُمْ ذَلِكِ الْيَعْقُوبُ فَقَالُوا مَا يُرِيدُ هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدَعَ مِنْ أَمْرِنَا شَيْئًا إِلَّا خَالَفْنَا يَهُدُو فَجَاءَ أَسِيدُ بْنُ حَضِرٍ وَجَدَ بَنُو إِسْرَءِيلَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَعْقُوبَ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا فَلَا نَجَاوِعُهُمْ فَقَالَ وَجْهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَنُحْرَجَا فَاسْتَقْبَلْتُهُمَا حَدِيثَهُ قَالَا نَحْنُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَا نَحْنُ فِي أَثَامِهِمَا فَسَأَلَا أَفَرَقَا أَنَّهُ لَوْ يَجِدُ

عَلَيْهِمَا -

اتنے میں حضور کی خدمت میں دودھ کا چوبیس چشما آپ نے ان دونوں صحابیوں کی کاش میں ایک ایک چوبیس چشما دیا۔ اعلان کرنا تھا کہ کیا اور آپ نے ان دونوں کو دودھ پلایا۔ اس سے ان کو عظم ہو گیا۔ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَلِّمْ سَلِّمْ سَلِّمْ

دُعا مُسْتَبْرَہ

۱۴۔ یعنی یسوع کے رویں۔

۱۵۔ یعنی ان کے جواب میں کہو کہ جیسی میل اور پلیدی کی چیز ہے۔ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے۔ اور عورت کے لیے تکلیف کی چیز ہے۔ یعنی حالت حیض میں ان کے قریب نہ جاؤ۔ ان کی تفسیر میں اس کی مواد بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ۱۶۔ یعنی جماع کے سوا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا میل جول سب کچھ کر سکتے ہو۔

۱۷۔ اَسْخِیدُ بَعْمَ حَمْرَہ وَفَتْحُ سِنِ بْنِ حُسَیْنِ بَعْمَ مَہْمَلِہ وَفَتْحُ مَلِہ حَمْرَہ۔

۱۸۔ بخلاف فَتْحُ سِنِ وَتَشْدِیدُ یَا حَمْرَہ بِشَرْحِ یَا حَمْرَہ وَتَحْوِیْلِ سِنِ مَجْمَعِ کے ساتھ۔ یہ دونوں شہو رکابی ہیں۔

۱۹۔ یعنی حالت حیض میں عورت کے قریب جانے کے نقصانات۔ ان کی خوابیں اس سے پیدا ہونے والی ہیں۔ یہاں تک کہ ان سے میل جول رکھنے پر طرغ طرغ کی باتیں کرتے ہیں۔

۲۰۔ لہذا ہم لوگ بھی اس حالت میں ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا میل جول نہ کریں گے۔ یعنی منوں میں اَفْکَا تَجَاوِزُ عَنْهُ اسْتِغْفَارِہِ عَدَّتِہِ اِیَّاہِے یعنی کیا ہم ان سے جماعت نہ کریں اور بعض منوں میں اَفْکَا تَجَاوِزُ عَنْهُ یعنی نہ ہی مخاطب اِیَّاہِے یعنی اسے مخاطب ان سے جماعت نہ کرے۔

۲۱۔ یعنی جن دو صحابیوں نے یہ حکم کہا اور سوا اب کے ترک کیا ہوئے۔

۲۲۔ یعنی ان دونوں کے سامنے ایک شخص آیا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ پیش کیا۔

۲۳۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منیت دہربانی کا اثر ظاہر ہو جائے۔ اور ان کی بے خبری دیکھ کر علمی علم و دانش سے تبدیل ہو جائے کہ دودھ اس کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۴۔ وَحَنَ عَآلِشَہ قَالَتْ کُنْتُ اَمْرَکُ اَنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُونَ اَنَا وَفَاحِدٌ وَحَلَا نَا جُنُبٌ وَکَانَ یَا مَرْوِی

حضور عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث ہے فرماتی ہیں میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بھروسے سے غسل کرتے تھے حالانکہ ہم دونوں نجس ہوئے تھے اور آپ مجھے تہ نہایت سے پاک کر دیتے تھے

۱۴۔ اگر تہ بندہ وضو کرے پھر کچھ چیزیں کھائے تو اسے وضو کرنا ہے
 ۱۵۔ اگر تہ بندہ وضو کرے پھر کچھ چیزیں کھائے تو اسے وضو کرنا ہے
 ۱۶۔ اگر تہ بندہ وضو کرے پھر کچھ چیزیں کھائے تو اسے وضو کرنا ہے
 ۱۷۔ اگر تہ بندہ وضو کرے پھر کچھ چیزیں کھائے تو اسے وضو کرنا ہے
 ۱۸۔ اگر تہ بندہ وضو کرے پھر کچھ چیزیں کھائے تو اسے وضو کرنا ہے

فَأَنزِلُكُمْ وَأَنَا خَافُكُمْ وَكَانَ
 يُخَوِّمُ رَأْسَهُ فَإِذَا وَهْمُكُمْ فَخَوَّلَهُ
 وَأَنَا خَافُكُمْ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۹۔ اس کی شرح باب غلطہ باب ثبوت میں گزر چکی ہے

۲۰۔ فائزہ یعنی ایک نیچے کے حصہ پر تہ بندہ وضو کرے تو اس کے زمان کے مطابق میں باندھ لیتی۔ فائزہ بتائے
 شدہ قاعدہ صحت کے مطابق ہمزہ تا سے پہلے ہونا چاہیے۔ اور اس کی تحقیق شرعی میں بکری گئی ہے
 ۲۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تہ بندہ کچھ نیچے حصہ بدن سے نفع اٹھانا حرام ہے اس لئے بندہ بیک وقت تہ بندہ کے
 نزدیک نالت سے نالت نکالے۔ یہ امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ دوسری احادیث
 بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مگر شافعیہ حدیث سے معلوم ہوا کہ عائشہ عورت سے جماع کے علاوہ جسم کا نفع جائز ہے۔ یہی امام احمد
 امام ابو یوسف امام محمد اور بعض شوافع رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے آخر الامر جماع کے علاوہ
 ہر قسم کے نفع کی اجازت دے دی تو ہم اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول میں احتیاط پر ہرگز
 پایا جاتا ہے۔ مگر کمال نے کہا اس مسئلہ میں شافعیہ کے تین مذہب ہیں۔ صحیح تہ مذہب یہ ہے کہ حرام ہے دوم یہ کہ
 مکہ تہ مذہب ہے اس کا خفا مذہب یہی ہے تیسرا مذہب یہ ہے کہ اگر انسان ضبط نفس اپنے اوپر اختیار یا منع
 شہوت یا قوت تقویٰ کے سبب جماع سے بچ سکے تو اس کے لیے ذریعہ نالت اور زانو کے اوپر کے حصے سے
 بھی نفع اٹھانا جائز ہے ورنہ نہیں

۲۲۔ یعنی مسجد سے میری طرف تہ میں گھر میں ہوتی تھی

۲۳۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف کا اپنے جسم کے کچھ حصے کو جس سے باہر نکالنا جائز ہے نیز عائشہ عورت کے
 جسم سے مختلف کے جسم کے کسی حصے کا کب جائز است ہے۔

۲۴۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تہ بندہ وضو کرے پھر کچھ چیزیں کھائے تو اسے وضو کرنا ہے
 ۲۵۔ اگر تہ بندہ وضو کرے پھر کچھ چیزیں کھائے تو اسے وضو کرنا ہے
 ۲۶۔ اگر تہ بندہ وضو کرے پھر کچھ چیزیں کھائے تو اسے وضو کرنا ہے
 ۲۷۔ اگر تہ بندہ وضو کرے پھر کچھ چیزیں کھائے تو اسے وضو کرنا ہے
 ۲۸۔ اگر تہ بندہ وضو کرے پھر کچھ چیزیں کھائے تو اسے وضو کرنا ہے

وَعَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا
 حَائِضٌ ثُمَّ أَنَا وَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ قَدَّ عَلَى مَوْضِعٍ
 فَيَشْرَبُ وَالْقُرْآنُ وَأَنَا حَائِضٌ

ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَنْ مَوْضِعِ يَدِهِ
وَدَاؤُهُ سَلَامٌ
کھاتن میں ہاتھ رکھ کر صحن آسا ہوتا تھا پھر عرض وہ ہڈی میں صلی
اللہ علیہ وسلم کہ دیتی۔ تو آپ اس ہڈی پر دینی منہ رکھتے جہاں سے
میں نے رکھا ہوتا تھا۔ (مسلم)

۱۵۔ کوزے ایسے سے۔

۱۶۔ عرق لفع میں دھون مار یعنی وہ ہڈی جس پر گوشت ہو۔ اس وہ ہڈی جس پر سے گوشت کھایا گیا ہو۔
۱۷۔ صرف منہ رکھنے کا ذکر فرمایا حضور علیہ السلام کے کھانے کا ذکر فرمایا۔ گویا آپ کا مقصد یہ ہی یہ تھا کہ محبوب
کے منہ رکھنے کا ذکر کریں۔ نہ کہ گوشت کھانے کا کیونکہ بعض دفعہ ہڈی پر گوشت بھی نہیں ہوتا۔ بخلاف پانی کے کہ وہ آپ
پینے کے لیے برتن میں آپ کے لیے جوڑ دیتی تھیں۔

۱۸۔ وَحَنَّا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَكَبَّرُ فِي سَجْدَتِهِ وَأَنَا حَافِظُ
تَقْرِيقًا الْقُرْآنِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
ابھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمات ہیں ابھی اگر
صلی اللہ علیہ وسلم میری گردن پر تکیہ رکھتے تھے مگر ابھی صحن آسا
ہوتا تھا پھر آپ اسی صحن میں قرآن پکڑتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

۱۹۔ مگر مگر مگر فتح اور کر کے ساتھ دونوں طرح آیا ہے۔

۲۰۔ وَحَنَّا قَالَتْ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَيْتُنِي بِالْحُمْرَةِ كَأَنَّ
السَّجْدَ فَقُلْتُ إِنْ فِي حَافِظِي فَقَالَ إِنْ
حِضَّتِكَ لَيْسَتْ فِي يَدِكَ - دَوَاؤُهُ سَلَامٌ
انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔
مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مسجد سے مسلمان اٹھا کر
دوسے۔ میں نے عرض کیا مجھے تو صحن آسا ہے۔ فرمایا تیرا
صحن تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (مسلم)

۲۱۔ غروہم غائے مجھ و کوکون مہم در او صحنی و مجھ پر مسلمان اٹھا کر صحن آسا ہے۔ اور مسجد سے
اٹھانے کا کیفیت و صورت یہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد سے باہر نکلتی تو میں اور ہاتھ رکھ کر مسجد سے مسلمان
اٹھاتا۔

۲۲۔ وَحَنَّا قَالَتْ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي
وَرُطْبَةٍ بَعْضُهُ عَلَى وَبَعْضُهُ عَلَيْهِ وَأَنَا
حَافِظٌ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
حضرت میرد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم پیشم کہ ایک کتا وہ کھڑی میں غلاما کرتے تھے اس کا
کچھ حصہ میرے اوپر ہوتا تھا اس کچھ جس میں اللہ علیہ وسلم پر ملا کہ
میں صحن صحن میں ہوتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

۱۵۔ جڑ بکریم دسکون را یعنی چشم یا کھدک می اندکشانه گووڑی۔

۵۲۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر نگاہ کے علاوہ حائلۂ عورت کے تمام اعضاء پاک ہوتے ہیں۔ ورنہ اسی کی طرح میں ناز جڑ نہیں ہوتی جس کا کچھ حصہ نازیہ پر ہوا و کچھ نجاست پر ہوا۔

الفصل الثاني

دوسری فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَقْبَى حَاكِمًا أَوْ أَمْرًا أَقْبَى دُبُرَهَا أَذْكَاهُمْ فَتَذَكَّرُوا بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ نَدَاكَ السَّيِّدُ عِزِّي وَأَبْنُ مَاجَةٍ وَالذَّارِعِي وَفِي نَوَاتِيهِمَا فَصَدَّقَهُمَا يَقُولُ فَتَذَكَّرُوا وَقَالَ التَّوْمِينِيُّ لَا تَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حِكْمِهِ إِلَّا شَرَحَ عَنْ أَبِي تَيْمِيَّةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ لَهُ لَعْنِي أَنَا وَمَنْ مَعِيَ

۱۷۔ یعنی آزاد و عدل ہو یا غلامی۔

۵۲۔ بخاری کا ہن کے حکم میں ہے یعنی جو کا ہن یا بخاری کے پاس پرچنے کے لیے آئے گا ہن کی معنی کا تھیں کتاب

قلب در حق کے باب الکہان میں آئے گئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۲۷ یعنی جو کچھ اس کاہن یا بخرمی نے کہا وہ اسے پرجا مانے اور یہ اعتقاد کرے کہ سچ کہہ رہا ہے۔

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر کافرین وغیرہ کے پاس آنے کو محال اور جائز جانے کو یہ کفر اپنے ظاہر کی معنی پر ہی محمول ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ کفر سے کفرانِ نعمت (ناتشکری) مراد ہو سکتا ہے۔ بہر حال اس عبارت سے مقصود ان برسے کاموں کا ترک ہے نہ سختی سے ڈانٹنا اور منع کرنا ہے۔ حضرت شیخ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح کتاب میں کہا عورت کی جائے یا خانہ میں جماع کرنے سے کافر نہ ہوگا۔ چاہے وہ اس کی ملکوتہ ہی ہو یا لونڈی۔ بلکہ کفر سے کفرانِ نعمت مراد ہوگا کیونکہ اگرچہ اس فعل خبیث کی ممانعت بالکل مشہور بات ہے۔ تاہم اس فعل کے عزم ہونے پر جماع نہیں ہے۔ چہ جائے کہ اسے ضروریاتِ دین سے قرار دیا جائے۔ اسی لیے نیزہ جامی نیزہ کو محال سمجھنے سے انسان کا کفر نہیں ہوتا بلکہ یہ

حدیث مجاہدین ہے۔ جیسا کہ شیخ ابن جریر کہتے ہیں۔ آہلی۔

اس بیان کے مطابق ابن جریر حدیث کی جامع یا غامضی جہاں کرنا شیعہ سے سخت تر اور بدتر ہو گا۔ مگر لوگوں کے ساتھ ایسا نہ کرنا انسانیت ہی شیعہ اور برا ہے۔ کہ اس فعل کو طلال جانتا یا شیعہ موجب کفر ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی جانتا نہیں ہے۔

۵۵۔ ترمذی نے اس حدیث کا ضعف بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہاں حدیث کو حکیم الامت کی روایت کے برعکس جانتے۔ اس نے یہ حدیث ابو تیمر سے اور اس نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور کہا اس حدیث کا معنی و راسل ان افعال کی مذمت کرنا ہے۔ اور ترمذی نے یہ بھی کہا کہ اس حدیث کو بخاری نے اس کے اسناد کی وجہ سے ضعیف کہا اور ابو تیمر الجعفی لا اہل طرف بن مخالف ہے۔ آہلی۔ اور تقریب میں کہا یہ حدیث حکیم اثرم بصری سے مروی ہے۔ اس شخص میں یمن (کنز دہلی) پائی جاتی ہے۔ یہ شخص طبقہ سادہ میں شمار ہوتا ہے۔ نیز ان الاقتوال میں کہا۔ لیس یہ ہاں اس ابو تیمر میں کوئی خدشہ کیابت نہیں ہے۔ کاشف میں کہا طرف بن مجاہد نے اس کی توثیق کی ہے ۹۷ ہجری کی عمر میں وفات پائی۔ تقریب میں کہا کہ بھی بن سین نے کہا ابو تیمر ثقہ ہے۔ اور بخاری نے کہا۔ ان شہادۃ تھوٹے وہ ثقہ ہے۔

۵۶۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يَجْعَلُنِي مِنْ أُمَّرَأَةٍ دَرَجَةٍ مَا لَيْسَ قَالَ مَا فَرَّقَ إِلَّا ذَارَ وَالتَّعَفُّفُ عَنْ ذَلِكَ أَفْضَلُ - رَوَاهُ دَرِزْنٌ وَقَالَ مَعْنَى التَّعَفُّفِ اسْتِغْنَاءُكَ لَيْسَ بِقَوِيٍّ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا میرے لیے میری حالت سے کیا چیز طلال ہے جو کہ وہ حالت میں رہے کہ فریاد بند سے اور سب طلال ہے اور اس سے بھی بچنا بہت فضیلت کی چیز ہے اسے بخاری نے روایت کیا اور امام حمی السنت نے کہا اس کا اسناد قوی نہیں۔

۵۷۔ یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب و مذهب کی تائید کرتی ہے۔

۵۸۔ وَعَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابو جعفر نے کہا

۵۹۔ اس خدشہ کی بنا پر کہ اس حالت میں جہاں ہی نہ کر بیٹھے۔ جو عمر کا حاکم ہے اور ضرور علیہ السلام اس خطرے سے محفوظ تھے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ
بِأَهْلِهِ وَهِيَ حَائِضٌ فَلْيَتَّصِدْ بِبَيْتِهِ
وَيَتَّكِرْ دَوَاةَ الرَّجْمِ وَيُؤْبَقْ دَوَاةَ الْقَتْلِ
وَالْقَارِضِ وَأَبْنُ مَاجَهٗ

ترجمہ: اگر مرد کو زخم ہو جائے تو اسے اپنے گھر میں بیٹھ کر رہنا چاہیے اور اگر کوئی شخص اس کو قتل کرنے کی کوشش کرے تو اسے اپنے گھر میں بیٹھ کر رہنا چاہیے اور اگر کوئی شخص اس کو زخم کرنے کی کوشش کرے تو اسے اپنے گھر میں بیٹھ کر رہنا چاہیے۔

لے۔ جو ہمارے ملک ہندوستان کے مطابق ایک درپیر امداد کا اٹھواں حصہ بقا ہے۔ بعض نے ایک دینار کہا ہے بعض نے ایک گولڈن آزاد کرے۔ علماء نے یہ بھی کہا اچھا خون کے وقت جماع کرنے پر ایک دینار خون کے آخری ایام میں نصف دینار یا دو دینار خون پر پورے پرش سے قبل نصف دینار صدقہ کرے۔ اور بعض نے گولڈن آزاد کرنا کہا۔ ملاطیبی نے کہا اکثر اس پر پل کس کا کفارہ استغفار ہے اور اسے امام شافعی اور صاحب ابوسنیہ رحمہما اللہ تعالیٰ اہل پر ہیں۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِذَا كَانَ دَمًا أَحْمَرَ فَوَيْتَارُ إِذَا
كَانَ دَمًا أَصْفَرَ فَزَصْفٌ وَيَتَّكِرْ دَوَاةَ
الرَّجْمِ وَيُؤْبَقْ دَوَاةَ الْقَتْلِ

لے۔ یہ اس قول کے مانق ہے جو بعض سے منقول ہے کہ بتاؤ خون کے وقت ایک دینار اور اس کے وقت نصف دینار صدقہ کرے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر عارضین کے وقت خون کا رنگ سرخ ہو کہ ایک گولڈن یا ایک دینار جماع کرنے پر کفارہ کا مسئلہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور بعض نے اسے علم کا قول ہے امام احمد اس کا اسی کے قائل ہیں مابین ہمارے کہتے ہیں اپنے رب سے استغفار کرے۔ اس پر کفارہ دینار و دیگر کچھ نہیں لیکن تابعین سے یہی منقول ہے۔ حضرت سعید بن جبیر اور حضرت بلال رحمہما اللہ انہی میں سے ہیں۔

الفصل الثالث

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَا يَجِدُنِي مِنْ أَمْرٍ آتِي وَهٗ

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری عورت میرے لیے کیا چیز ملا ہے جب کہ وہ صحت

حَائِضٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَشُدُّ عَلَيْهَا إِذَا رَمَتْ شَأْنَهَا عَاطِلًا
دَوَاءً مَالِكٌ وَالنَّارُ مِنْ مَرَسَلَةٍ
یعنی میں کہہ آپ نے اسے فرمایا اس کا تہ بند خوب
مضبوط کرے بانٹھ لے پھر اس کے اوپر کے حصے کے
ساتھ جو چاہے کرے اسے ایک اصطلاحی نہ سطر اورایت کیا۔

۱۷۔ آپ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے انوار کو غلام ہیں۔ اس کا کہنا بتا بعین سے ہیں۔ امام زین العابدین
علی بن الحسین رضی اللہ عنہ آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتے۔ اس دان سے حدیث سنتے۔ ان کے باقی حالات و دوسری جگہ مذکور
ہوئے ہیں۔ یہ حدیث میں ارسال کرتے تھے۔

۱۸۔ یعنی تہ بند سے اوپر سب مباح ہے۔ اور تہ بند کے نیچے جو کچھ ہے حرام ہے۔ جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ
رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

۱۹۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ إِذَا اجْتَنُ
نَزَلْتُ عَيْنَ الْيَسَّالِ عَلَى الْحَصِيِّ فَنُكِرَ
لَعَرَفْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ وَلَعَرَفْتُ مِنْهُ حَقَّ نَظَرٍ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمائی میں جب
مجھے صغیر ضرور ہوتا تو میں ہتر سے چٹائی پر اتارائی
اور ہم (ہمراہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نہ جاتیں
اور پاک ہونے تک آپ کے قریب نہیں جاتیں۔
(ابوداؤد)

۲۰۔ اس حدیث کا ظاہر معنی یعنی ان احادیث کے منافی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج
مطہرات کے ساتھ حالت حیض میں میل جول پر ملامت کرتی ہیں۔ محدثین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں
ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے آپ کو حاضر کرنا کی کیفیت کا بیان ہے۔ کہ وہ خود آپ
سے ملنے بیٹھنے اور آپ کے ساتھ بیٹھنے کی جرات نہ کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ خود ان کو اپنے پاس طلب
فرماتے تو وہ آپ کے پاس جاتیں یعنی نہ کہا ہے کہ یہ حدیث مہاشرت و مخالفت کی احادیث سے منوع ہے۔ اس
کے بعد جانا چاہیے کہ فقہاء عرب اکثر نسخوں میں نون کے ساتھ آیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے تقریر کی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ
ابوداؤد کے تمام اصلی نسخوں میں نون کے ساتھ ہے یعنی نے فَلَکُمْ یَعْرُبُ یا کے ساتھ بھی روایت کیا ہے یعنی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نزدیک نہ آتے تھے۔ یا یہ فقہاء قرآن یعنی جماع سے شوق ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ

استحاضہ والی عورت کا باب

مستحاضہ اس عورت کو کہتے ہیں جسے خون آتا ہو مگر عین اور نفاس کا خون نہ ہو بلکہ ایک رنگ سے آتا ہو جسے مازل کہتے ہیں۔ اور جو الفاظ بھی لفظ استحاضہ سے مشتق ہیں بھول استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی اور الفاظ بھی ایسے ہیں۔ جو ہمیشہ بھول ہی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے جنین سے جن۔ اغناسے۔ انی۔ ان کا یہ استعمال سوائے مستحاضہ عورت کا حکم معذور کا حکم ہے۔ جیسے سلسلہ اہول دواؤں اور دوسرے معذور لوگوں کا حکم ہے۔ مستحاضہ عورت کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ نماز پڑھے، روزہ رکھے۔ اس کے ساتھ جماع کرنا حرام نہیں اس کے احکام کی تفصیل احادیث میں آ رہی ہے۔

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ (ما تھی) ہاں بنت جحش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہیں پارسوں کے ایک ایسی عورت ہوں جسے خون استحاضہ آتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھو اور کھانا کھاؤ۔ وہ ایک رنگ سے عین کا خون نہیں بہتی۔ جب عین کا خون نہیں ہے۔ جب عین کے دن ہوں تو نماز چھوڑ دے اور جب عین کے دن گزر جائیں تو اپنا دہرے خون دہرا کر نماز کر۔

(بخاری و مسلم)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حَبِيشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَمْرَأَةٌ اسْتَحَاضُ فَلَا أَطْعَمُ أَفَأَدْعُمُ الصَّلَاةَ فَقَالَ لَا إِنَّمَا ذَلِكَ عَرَقٌ وَ لَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكَ قَدِمِي الصَّلَاةَ فَإِذَا أَجَبَتْكَ فَأَعْبِلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اے حبیش بنم مائے جملہ و نوح بائے مودہ و مکن یا ئے تھانیہ اور شین محمد کے ساتھ ملے۔ کہ مجھے ہمیشہ یہ خون جاری رہتا ہے۔ میں اس کی وقت پاک نہیں ہوتی۔

۳۵۔ مکروہ مکمل ہی سے ایک درگ کا خون ہے جن میں کا خون نہیں جو دم سے آتا ہے۔ اور جن میں جو مکروہ ہوا میں کچھ دن مرنا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ حرج اور شقت کے پیش نظر نماز و روزہ و صلاحت ہے۔ اور چونکہ نماز قضا کرنے میں شقت و حرج ہے۔ روزہ قضا کرنے میں شقت نہیں اس لیے روزہ قضا کرے نماز قضا نہ کرے۔ اس کے بعد اپنے قول مبارک سے استحاضہ کا حکم بیان فرمایا۔

۳۶۔ اور خون جن میں عورت کی عادت مقرر ہو تو پھر وہی عادت کے ایام اس کے جن میں کے دن ہوں گے۔ اور اگر اسے پہلی بار عین آنا شروع ہوا ہے تو پھر اس کے جن میں کی انتہائی مدت تک دن ہے۔ یہ جہاں مذہب میں ہے۔ دوسرے ائمہ کے نزدیک مبتدیہ (یعنی ایسا عین آنا شروع ہوا ہے) جہاں میں سے گاہ لیں گے۔ اور خون گاڑھا اور سیاہ ہو تو وہ جن میں ہے۔ اگر اس طرح نہ ہو تو استحاضہ ہے جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔ اور جب کہ چلن میں ایک شکل ہر ہے تو اکثر عورت جن میں کو ترجیح دی گئی ہے۔ ظہر یہ ہے کہ اس حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے جن میں اس کی عادت معلوم و مقرر تھی۔ واللہ اعلم۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

۱۰۳۔ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَذُنُّ أَيْ حَبِيشٍ أَوْ نَعْمًا كَأَنَّكَ قَسَمَ
فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ
يُعْرَفُ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ
الصَّلَاةِ فَإِذَا كَانَ لِأَخْرَجْتِ مَوَظِعِي وَصَلِي
وَأَنَا مُهَيَّوَةٌ. مَدَامُ الْوَدَاعُ لِلنِّسَاءِ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ طہارت
میں سے عداوت کرتے ہیں کہ اس عورت کو استحاضہ کا مرض
تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا جب حیض کا خون ہو
تو وہ سیاہ ہوتا ہے جس کی پہچان ہو جاتی ہے۔ جب یہ خون آ
رہا ہو تو نماز سے رک جائے اور جب دوسرا خون ہو تو رک کر کے
نماز پڑھ لیا کر وہ ایک درگ کا خون ہے۔ دم کا خون نہیں
جو حیض کہلاتا ہے۔ ابوداؤد و نسائی۔

۱۰۴۔ آپ بلند مرتبہ تابعین میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے بھائی اور حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقہ رضی اللہ عنہ
کے بیٹے ہیں۔

۱۰۵۔ یعنی غالب اکثر یہ ہے کہ خون جن میں سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔

۱۰۶۔ جیسا کہ مذکور کے لیے شرع کا حکم ہے۔

۱۲ وَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ امْرَاةً كَانَتْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَعْتَدْتُ لَهَا امْرَأَةً سَلَمَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَنْتَظِرُ عَدَدَ اللَّيَالِي وَالْآيَاتِ مِنَ الرَّحْمَنِ كَأَنَّكَ تَرِي مِصْبُحًا مِنَ الشَّعْرِ يَقُولُ أَنْ يُصِيبَ بِهَا الَّذِي أَهَابَ بِهَا فَلْتَتَرَجَّعِ الصَّلَاةَ قَدَرُ ذَلِكَ مِنَ الشَّعْرِ فَإِذَا حَلَقْتَ ذَلِكَ فَلْتَعْتَدِي ثَمْرًا لَتَسْتَلْزِمِي بِثَوْبٍ ثَمْرًا لَتَسْلُصِلِي - وَ إِنْ كَانَ مَالِكٌ وَابْنُ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ مَعًا -

حضرت اہم سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خواتین میں ایک عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کے لیے مہیا کیا گیا تھا۔ اس کے لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو ایک کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتی روایت کیا آپ نے فرمایا وہ جیسے کہ ان دنوں اور راتوں کے شمار کا خیال رکھے جس میں اسے مرض استہاضہ لاحق ہوئے سے پہلے جیسے آیا کرتا تھا۔ چاہے کتنے دن اور راتیں نماز ترک کر دے اور جب وہ عرصہ گزر جائے تو غسل کرے پھر شرگاہ پر ٹالک پاندھ دے اور نماز پڑھے۔

اسے مالک، ابوداؤد، دارمی نے روایت کیا اور نسائی نے دوسرے نقلوں کے ساتھ روایت کیا۔

۱۳ لے۔ بڑا ہی بے رحم اور برا۔ اس لفظ کا تحقیق شرح مولیٰ میں کر دیا گئی ہے۔

۱۴ لے۔ لستغفریہ لفظ تفر سے بنا ہے اس کا مطلب ہے وہ ٹالک یا گدی جو حق رکھنے کے لیے عورت اپنی شرگاہ پر باندھتی ہے۔

۱۵ لے۔ اور ہر نماز کے لیے تازہ و نوکرے جیسا کہ مذکور کے لیے حکم ہے اور تمام عورت کے لیے سجود میں ہاتھوں میں اتھار کا استعمال کرنا اور مسجد الحرام کا طواف وغیرہ کرنا جائز ہے۔

۱۶ وَ عَنْ عَدِيٍّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِي وَعْنٍ جَدِّهِ قَالَ يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ جَدُّ عَدِيٍّ اسْمُهُ دِينَارٌ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُسْتَحَابِّ مَا حَبَّ سَدُّ الصَّلَاةِ آيَاتًا أَفْرَاقُهَا الرَّحَى كَأَنَّكَ تَرِي مِصْبُحًا فِيهَا ثَمْرًا لَتَسْلُصِلِي وَ تَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ

۱۷ عدی بن ثابت سے روایت ہے کہ وہ ایک کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک میں پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے جین کے ایام میں اسے جین آیا کرتا تھا، نماز چھوڑ دے پھر غسل کرے اور ہر نماز کے لیے وضو کرے اور روزے رکھے اور

صَلَاةً وَقَسَمَهُ وَلَعَلَّيْ. دَعَاءُ التَّوْبَةِ

وَالْوُكُودُ۔ ترجمہ دالہ اور اود۔

۱۔ یعنی بن مین وراثت نے حدیث کے دالہ نام کی تعین کرتے ہوئے کہا اس کا نام دینا رہے۔ اور حدیث بن ثابت تابعی ثقہ ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقافت میں ذکر کیا کہ کوفہ میں شیعہ کی مسجد کا امام ادا بن کا داغل تھا بن مین نے کہا حدیث طحاوی شیعہ ہے۔ دارقطنی نے کہا غالی لافضی ہے مگر ثقہ اور صدوق ہے۔ ۲۔ الحجج میں فوت ہوا۔

۱۱. وَعَنْ حَمَّانَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كُنْتُ

میں مجھے بہت زیادہ اور شدید استغفار استغفار میں بھی اکرم

الْبَيْتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَلْقِي

اور آپ کو خبر دیتے کہ یہ آئی۔ میں نے آپ کو اپنی پیشرو

وَأَخْبَرُهُ مُوجِدٌ تَدْرِي بَيْتِ أَخِي يُكَلِّبُ

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر پایا میں نے

بَيْتِ جَعْفَرٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ

کہا یا رسول اللہ مجھے تو بتاؤ اور شدید استغفار استغفار۔

حَيْصَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً فَمَا تَأْمُرُنِي فِيهَا

آپ مجھے اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں۔ اس نے تو

قَدْ مَنَعْتُنِي الْعَمَلُ وَالْوَيْسَامُ قَالَ أَمَعْتُ

مجھے نماز روزے سے روک دیا ہے۔ فرمایا اس کے لیے میں

لَكَ الْكَرْسُ فَإِنَّهُ يَذْهَبُ الدَّمَ

تجھے روٹی کی گدی بتا ہوں۔ وہ خون کو روک رکھے گی۔

قَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَاتَّخِذِي

محمد نے کہا وہ اس سے زیادہ ہے۔ فرمایا شرمگاہ پر کمرے

قَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ إِنَّمَا أَتَمُّ

کی لگام باندھ۔ محمد نے کہا وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ وہ

قَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ إِنَّمَا أَتَمُّ

تو مجھ سے زوردار باشکی طرح خارج ہوتا ہے۔ بنی اکرم

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرمایا میں اس کے لیے ابھی تجھے دو چیزیں

بتا تا ہوں۔ ان میں سے جو کرے گی وہ دوسری کے لیے کفایت

کے گی۔ اور اگر دونوں کرے تو تو بہتر جانتی ہے اور اس

نے فرمایا بیشک یہ شیطانی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف ہے

تجھے اللہ کے علم کے مطابق چھڑا سات دن حیض کے شمار کرنے

چاہئیں پھر غسل کرے یہاں تک کہ جب تو دیکھے کہ تو پاک اور خوب

عانت ستمی ہو گئی ہے تو پھر تیس یا چوبیس رکعات نماز پڑھے اور ان کے دونوں سمیت۔ اور روزے رکھ۔ بیشک یہ چیز سے بے گناہیت کرے گا اور اسی طرح ہر عینے کی ہر عین طرح یعنی اور طرح کے دونوں میں عودتیں یعنی کے دن گزارنا اور ہر پاک ہونے میں اور استماع کے ایام میں اگر تجدید طاعت و ہمت ہو کہ نماز ظہر کو ترک کرے اور عصر میں جلدی کرے۔ پھر غسل کرے اور ظہر و عصر کی دونوں نمازیں اکٹھی پڑھے۔ اسی طرح شہر کو ترک کرے اور عشاء میں جلدی کرے پھر غسل کرے دونوں نمازیں اکٹھی پڑھے تو ایسا کرے۔ اور اگر تجھے طاعت ہو کہ فجر کی نماز کے لیے غسل کرے تو ایسا کرے۔ اور روزے رکھا اگر تجھے ہمت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک دونوں شک سے یہ کام زیادہ چاہا ہے۔
احمد، ابوالخضر، ترمذی۔

فَصَلِّ ثَلَاثًا دَعْوَةً مِنْ لَيْلَةٍ اَوْ اَرْبَعًا دَعْوَةً مِنْ لَيْلَةٍ وَاَيَّامًا مَعًا وَصُومُهَا يَبْكَانَ ذَلِكَ يَجُوزُ لَكَ وَكَذَلِكَ فَافْعَلْ كُلَّ شَيْءٍ كَمَا تَجِدُ مِنَ الشَّلَاةِ وَكَمَا يَطْهَرُكَ رِيَقَاتٍ حَيَّضُكَ وَطَهَّرَ مِنْ رَيْنَ فَإِنْ قَوَيْتَ عَلَى أَنْ تُوَجِّهَ مِنَ الظُّفْرِ وَتُغَيِّبَ مِنَ الْعَصَا وَتَغْتَسِلَ لَيْلًا وَتَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ الظُّفْرِ وَالْعَصَا وَتُوَجِّهَ الْمَغِيبَ وَتُغَيِّبَ الْعِشَاءَ فَتَغْتَسِلَ لَيْلًا وَتَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ فَافْعَلْ وَتَغْتَسِلَ مَعَ الذُّجْرِ فَافْعَلْ وَصُومُهَا إِنْ قَدَّرْتَ عَلَى ذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا أَعْجَبُ الْأَمْرِينِ إِلَى دَعَا أَحَدٍ وَأَجْوَدُ دَعَا الْقَوْمِ

۱۷۔ مجلس جم غفیر میں تقدیم اور مائے مہلہ ساکنہ کے ساتھ حضرت مخدوم بنت عیش رضی اللہ عنہا ام المؤمنین حضرت زینب عیسیٰ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ پہلے حضرت معصوم بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جب وہ (جنگ اُحُد) شہید ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔
عہ مخدوم مائے مہلہ کے نکاح اور کون سی مائے مہلہ کے ساتھ
۱۸۔ ذکر شرفِ رسول کا کثرتاً بے غم کاف دین میں سے قرآنی شرمگاہ کو پڑ کرے۔
۱۹۔ کہ وہ شرمگاہ کے باہر کے حصہ تک خون کے آنے کو روکنا ہے اور وجہ تک کہ قریح ظاہر تک جھٹکنا
نہ پہنچے یعنی اور استماع کا حکم جاری نہیں ہوتا۔

۲۰۔ یعنی یہ ملت و بیماری جو تجھے لاحق ہے یا یہ غیظ و حیرت جس میں تو مبتلا ہے، ان میں سے جو شیطان کے فساد پر پانے اور اس کے ضرر و تکلیف پہنچانے اور اس کی تلبیس و گراہ کرنے کے باعث۔ تاکہ وہ تیرے دین، تیری طہارت و عبادت میں خلل اندازی کرے۔ کہ تم کو اس میں جلی ہے کسی کو پاؤں سے ٹھکر مارنا اور ایسی لگا کر گھوم ڈالے

کو ڈھلنے پر آمادہ کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کا انسان کے بدن میں تعویذ کرنے کی یہی طاقت دی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ انسان کو کئی بدی بیداروں میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکتا ہے اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ دو چیزیں بیان فرمائیں۔

۵۵۔ یعنی چھ ریاضات، دنِ حیفی کے احکام کا التزام کر کہ شام، نمان روزے سے دور رہ رہا چھ عبادت کے مطابق جو تیری پہلے سے تھی۔ اس بارے میں ان عورتوں سے موافقت کر جو عمر رشتے اور ہائش میں تیری طرح اور تیرے ساتھ شریک ہیں، ریاستہ ایم لوسبقہ ایم میں لفظ اوکا مطلب ہے کہ آپ نے اسے دو عددوں میں سے کسی ایک عدد کے اختیار کرنے کی اجازت دی، کیونکہ یہ دو عدد ہی عبادت کے لحاظ سے عورتوں میں غالب و مشہور ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ ادھک کے یہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ السلام نے ان دو عددوں میں سے ایک کا ذکر کیا ہو۔ اور یہ جو رہا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں۔ تو اس کا معنی یہ ہے کہ ان عددوں میں سے ایک عدد کی جانب تیرا رجوع کرنا اس میں شامل اور درج ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے تجھے بتلایا ہے یا اس میں داخل ہے جو اس نے لوگوں کو بتلایا اور ان کے یہ شرع قرار دیا ہے۔ اور اگر لفظ ادھک کے یہ ہے تو پھر یہ ملاوی کا قول کا ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ بستر جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ کا عدد بیان کیا یا سات کا۔

۵۶۔ یعنی ایم مذکورہ کے گزر جانے سے تجھے پاک ہونے کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

۵۷۔ تیس دن سات نمازیں اور اگر جب کہ تو حیفی کے سات دن شمار کرے۔

۵۸۔ چھ دن سات اگر حیفی کے چھ دن شمار کرے۔

۵۹۔ یعنی اسی طرح ہر ماہ چھ یا سات دن اپنے آپ کو مائتہ شمار کر اور اپنے اوپر حیفی کے احکام جاری کر پھر تیس یا چوبیس دن نماز روزہ کر۔

۶۰۔ یعنی پھر آپ نے دانِ غریب کے الفاظ سے دوسری چیز بیان فرمائی جس کا اسے اختیار دیا تھا۔

۶۱۔ نماز ظہر و عصر کے موقع پر گھومنے کا آپ نے اسے جو حکم دیا اس میں دعا تھا کہ میں ایک یہ کہ ان کا وقت گزرنے کے بعد ان کو ادا کرے یعنی ظہر کو وقت عصر میں اور مغرب کو وقت شام میں ادا کرے جس طرح مسافر امام شافعی رحمۃ اللہ کے مذہب کے مطابق جمع تاخیر کرنا ہے۔ یہ ایک علامہ مطہری کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ظہر کو اس کے آخر وقت تک جو عصر کے وقت سے متصل ہے جو عصر کے اور مغرب کو اس کے آخر وقت تک جو عصر سے متصل ہے جو عصر کے تاویل کے مطابق ہے۔ اسے مع صوری کہتے ہیں۔

جیسا کہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح میں اس کی تصریح کی ہے۔ آگے آنے والی حدیث کا لفظ ترجمہ بھی مندرجہ بالا کے مطابق ہے تو احتمال ثانی کا خلاصہ یہ ہوا کہ صحابہ کرام حضرت ہر وقت میں بائٹل کر کے ایک ظہر و عصر کے لیے دوسرا مغرب و عشاء کے لیے اور تیسرا نماز فجر کے لیے۔ دوسری صحبت یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے غسل کرے۔ جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول دان قویٰ علیٰ ان تو عروین الظہر الی آخر میں اس جانب اشارہ کیا کہ یہ کمال عبادت سے اس کے لیے نماز کے وقت وضو کرنے سے عاجز ہوتا تھا تاہم اور یہ امیر المؤمنین حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعود ابن زبیر اور تابعین کی ایک جماعت کا مذہب ہے طبری نے کہا یہ مذہب فقہ کے زیادہ مشابہہ اور زیادہ لائق ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ایک غسل کے ساتھ دو نمازیں جمع کرنے کا ہے اور یہ مذہب اس حدیث کے ساتھ زیادہ مشابہہ ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں ہر نماز کے وقت غسل کرنے کی نسبت زیادہ آسانی اور سہولت ہے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و هذا اعجب الامور الی یعنی یہ غسل (دو نمازوں کے لیے ایک غسل) دوسرے امر (ہر نماز کے لیے غسل) کی نسبت مجھے زیادہ پسند ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملامت شریف تھی کہ میں چربی امت کے لیے آسانی اور سہولت ہوتی تھی آپ اسے اختیار کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ مَا خَيْرَ بَيْنِي وَالْمُؤْمِنِينَ إِلَّا اخْتِارًا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان کام کو اختیار کرتے تھے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ قَاطَمَةً يَدُنِي
أَوْ جَبِيْشَ اسْتَرْسِضْتُ مِنْكَ كَذًا
كَذَا فَقُلْتُ قَبْلِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا
مِنَ الشَّيْطَانِ يَتَجَلَّسُ فِي مِزْكِيٍّ فَإِذَا
رَأَتْ صَعَارَةً فَوَقَى الْعَاءَ فَلْتَحْتَرِشْ

حضرت عسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے روایت ہے فرماتی ہیں
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ ہے شک
فاطمہ بنت ابی حنیس کہ اتنے سو سو سات عذر سے غافل سمجھ
آ رہا ہے۔ اس عذر سے کہ اسے اس نے نماز میں بڑھ
آپ نے بغیر قیوب فرمایا سبحان اللہ یہ ایمان کا شعلہ
کا فرقہ ہے یہ شیطان کا غور سامنے میں سے غریب چٹانے
والی ایکسٹیز ہے۔ اسے چاہیے کہ پانی سے بھرے

لِلظُّفْرِ وَالْعَصْرِ خُلْدًا وَاجِدًا اَنْفَعَلِ
لِلْمَغْرِبِ وَالْوُشَاءِ خُلْدًا وَاجِدًا وَ
تَقَوَّلِ اِنْ تَجِبَ خُلْدًا وَاجِدًا اَوْ قَوْصًا
فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ - رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ
قَالَ رَوَى مُبَاهِدٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
لَمَّا اَشْتَدَّ عَلَيْهِمُ الْخُلْدُ اَعْرَفَا اَنْ
تَجْتَمِعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ -
ہر گھنٹے ایک جگہ لب میں بیٹھے۔ جب پانی کے اوپر
نہی کی گئی تو ناز و غم و صبر کے لیے ایک خُل کے اور
مغرب و شام کے لیے ایک خُل کے اور ناز و غم کے لیے ایک
خُل کے اور ان خُل کے درمیان و مگر کے۔ اسے
ابو الدنہ نے روایت کیا۔ اس کا کہا ہوا ہے کہ ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ جب اس صحت کے لیے ہر ناز کے لیے
خُل کرنا دشوار ہو گیا تو آپ نے اسے دو نازوں کے
اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔

۱۔ غرض انہیں میں رفع میم آپ لا سارا بنت عمرؓ سے آیا ہے نہایت خیر و صحت و عقلمند اور نیک و صالح خاتون
تھیں۔ اپنے شہر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک حبش کی جانب ہجرت کی۔ ان سے حضرت
جعفر کے ہاں حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت محمد بن جعفر، حضرت ابی جعفر رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے مدینہ منورہ کی جانب
ہجرت کی۔ جب حضرت جعفر شہید ہو گئے تو حضرت ابی جعفر رضی اللہ عنہ ان کو اپنے نکاح میں لائے۔ ان سے
آپ کے ہاں حضرت محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے اور جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو ان سے حضرت
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت علیؓ پیدا ہوئے۔
آپ حضرت فاطمہ زہراؓ اور جلال بیت کے خادین، محبین اور غنصین میں سے تھیں۔ ان سے صحابہ کرام کی ایک جماعت
جیسے عمر بن الخطاب، عبداللہ بن عباس، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم نے احادیث روایت کی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
۲۔ مگر بکر میم و سکون ر و فتح کان معنی بڑا ٹپ جس میں مثل کے لیے پانی رکھا جاتا ہے۔

۳۔ یہ آخر وقت ظہر کی علامت ہے کیونکہ ظہر کے آخر وقت میں سورج کی شعاع کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے
بلکہ ابتدائے وقت زوال سے ہی اس کے رنگ میں تبدیلی آتا و سب سے بڑا ہے۔ اگرچہ ظہر غروب ہوتی تاہم آخر
وقت ظہر کی نشانی وہ زندگی نہیں جو آخر وقت صبح کی رہتا ہوتی ہے۔ اور جس میں اس دن کی ناز و صراحت کا کردہ ہوتا ہے
میں ان مقصود ہے کہ ظہر کا آخری وقت ہو جائے۔

۴۔ جیسا کہ گذشتہ حدیث میں گزرا۔
۵۔ یعنی ظہر و عصر کے لیے مثل کی صحت میں اور مغرب و شام کے لیے مثل کی صحت میں اس کی جگہ وضو کرے۔

یعنی ان تحریر رحمتہ اللہ علیہ نے شرع میں ایسا ہی کہا ہے جو حاشی میں لکھا ہے کہ اس خصوص سے ان نوازل کے لیے مضموم ہے جو ان اوقات کے درمیان ادا کیے جائیں۔ یعنی اگر یہ صورت چاہے تو دونوں کے نفل ادا کرے۔

۵۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک غسل کے ساتھ دو نمازیں اکٹھی ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے کتاب الطہارۃ تمام ہوئی۔ والحمد للہ منکرت رحمتہ اللہ نے اس کے متصل بعد کتاب الصلوٰۃ کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے حبیب پاک صاحب اولاد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی نگاہ معینہ عنایت سے اختصار اشاعت شرع مشکوٰۃ کے اردو ترجمہ کی جلد اول اختتام پذیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بندہ ناچیز کے ہر در نیکیاں اور غلطی و ذل سے درگزر فرمائے۔ نیز صحیح و مقبول ترجمہ و مطالب بیان کرنے کی توفیق اور اس کام کی تکمیل کی سعادت عطا فرمائے۔ اور اسے مسلمانوں کے لیے نافع اور ترجمہ غفرلہ کے لیے ذریعہ نجات و ذخیرہ آفت بنائے۔ قارئین سے التماس ہے کہ اس میں کوئی غلطی دیکھیں تو ترجمہ غفرلہ کو مطلع فرمائیں۔ تاکہ آئندہ اس کی درستگی کی جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ الطیبین و اصحابہ
الطاہرین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

محمد سعید احمد قریشی جلدی بندی غفرلہ

غلیبہ آباد بہ حضرت مولانا محمد علی صاحب دہلوی غفرلہ لاہور

پاکستان

۱۴۴۱ھ ۱۰ ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ / ۲۶ دسمبر ۱۹۱۹ء بروز پیر

کاتبہ: حمزہ اذہریٰ نویسنہ حضرت کیلیا اذہریٰ منشی گجر اذہریٰ

قطعة تاریخ طباعت

اشعة اللمعات مترجم اردو

نتیجہ فکر۔

جناب ابوالطاہر فدا حسین فدا میرا علی مہروماہ لاہور و رکن پاکستان سنی رائٹرز گلڈ
(رجسٹرڈ)

ہے "اشعة لمعات" وہ اک مرتع
کہ ہر حرف جس کا دیر بے بہا ہے

مصنف ہیں شیخ عبدحق اس کے الحق
کہوں کیا کہ یہ مشعل حق منہا ہے

مترجم جناب سعید اس کے ہیں کیا
ہر اک اہل ایمان کا یہ مدعا ہے

گہرائی علم و حکم کا پختہ
تجملائے انوار و رشد و مدنی ہے

ضرورت تھی اس دورِ ابتر میں اس کی
ہوا بابِ علمِ حدیث آج دہا ہے

فدا کمدے بے مٹنے انکار اس کا
سنِ طبع "لمعات" نورِ خدا ہے

۱۴۰۱ھ

